بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

بحر حقیقت و عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد ذخائر مسمی بہ

انارة البصائر و کشف السرائر

جلد چہارم

مصنفہ عالم الہی فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید فضل علیخان بہادر ہزبر جنگ حسب فرمائش و تصحیح جناب مصنف عالیمقام

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بہزاران خوبی چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوسری بیان مین ان آیات کے ہی جو امامت پر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی دلالت کرتی ہین آوّلاً جاننا چاہیے کہ نص بفتح نون و تشدید صاد مہملہ لغت عرب مین غایت کے معنی پر ہی قال فی المجمع اصل النص اقصی الشی و غایتہ اور صاحب غیاث نے صراح و منتخب سے نقل کیا ہی کہ معنی اسکے خوب پوچھنے کے ہین باریکی کرنا ہی یہان تک کہ اسکی غایت کو جانین اور بلند کرنا کسی چیز کا اور کشف اللغات و لطائف سے نقل کی ہی کہ معنی اسکے آشکارا کرنا ہی اور باصطلاح علم اصول وہ ایک نوع آیات قرآنی سے ہی کہ جو ممتاز و ظاہر دو کامون کو جو متشابہ ہون کہ یہ نیک ہی اور یہ بد ہی جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہی واحل اللہ البیع وحرم الربوا کیونکہ کفار کہتے تھے کہ بیع و ربا دونون برابر ہین اور کبھی اطلاق نص کا آیت ظاہر پر کرتے ہین کہ جو وضوح کے ساتھ معنی مقصود پر دلالت کرتی ہو بلکہ اہل فارس پر کلام صریح و پر ظاہر کو نص کہتے ہین اور مصنف مجمع البحرین نے کہا ہی کہ عن الشیخ ابی علی قال قد صح عن النبی و الائمۃ ان تفسیر القرآن لا یجوز الا بالاثر الصحیح والنص الصریح یعنی شیخ ابو علی نے کہا ہی کہ بسند صحیح پیغمبر خدا اور ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم سے معلوم ہوا اور منقول ہی کہ فرمایا قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہین ہی مگر اثر صحیح اور نص صریح سے اور نص کو لکھا ہی کہ والنص فی اصطلاح اہل العلم ہو اللفظ الدال علی معنی غیر محتمل للنقیض بحسب الفہم یعنی اہل علم اصول کی اصطلاح مین وہی وہ لفظ ہی جو دلالت کرتا ہو اوپر ایک معنی کے ایسے معنی کہ وہ محتمل نقیض کے بحسب فہم نہو سکے بالجملہ نص اس عبارت اور لفظ کا نام ہی کہ جسکی دلالت

اپنے مقصود پر اسطرح ہو کہ غیر اُسکا اسمین شریک نہو سکے اور اُسکی دو قسمین ہین ایک جلی اور وہ وہ ہی کہ بالضرور اور بے واسطہ دلیل کی مراد پر دلالت کرے اور کسی قسم کے استدلال کا دلالت کرنے مین محتاج نہو جیسا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے بعد نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین اولاد عبدالمطلب کو جمع کرکے فرمایا تھا کہ ایکم یبایعنی فیواخی لیکون اخی ووصی وخلیفتی من بعدی اور بعد اسکے جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت کے ساتھ بیعت کی اور سب اُٹھ گئے یا فرمانا آنحضرت کا بہ نسبت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے کہ علی امامکم وخلیفتی علیکم من بعدی یا فرمانا آنحضرت کا خود جناب امیر سے انت خلیفتی من بعدی وقاضی دینی کیونکہ دلالت ان احادیث کی جناب امیر علیہ السلام کی خلافت و امامت پر بعد جناب رسالتمآب کے ضروری ہی جیسا کہ لفظ شجر اور حجر اور آب وہوا کی دلالت اپنے اپنے معنی مراد پر ضروری ہی اور دوسری قسم اُس سے نص خفی ہی اور مراد اُس سے وہ عبارت ولفظ ہی کہ جسکی دلالت معنی مقصود پر محتاج ایک نوع کے استدلال کی ہو اور سبب اسکا یہ ہی کہ اسکی دلالت معنی مقصود پر اکثر بذریعہ دلالت کرنے اُسکے اوصاف اور شرائط اور لوازمات پر معنی مقصود کے ہوتی ہی اور اول کی دلالت نفس ذات معنی مقصود پر ہوتی ہی اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ قرآن کی تفسیر کرنا کسی کو جائز نہین ہی کہ اپنے دل سے معانی پیدا کرے بلکہ جو علماے قرآن نے کہ وہ جناب رسول خدا اور اہل ذکر کہ ائمہ ہدی ہین فرمایا ہی اور الفاظ وآیات قرآن کے معانی اور شان نزول بتائی ہی وہی معانی مراد ہو سکتے ہین نہ غیر اسکے پھر آیات قرآن کی دلالت معنی مقصود پر باعتبار بعضے آثار اور نصوص صریحہ ثابتہ کے صحیح ہوتی ہی پس جو لفظ و آیت جس معنی پر باعتبار معنی مشروعہ منقولہ مصرحہ عن العالمین علیہم السلام دلالت کرے وہ اُس معنی پر نص سمجھا جاتا ہی خواہ یہ دلالت قسم اول سے جیسا کہ علی عندنا ام الکتاب اور یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی ہین ہی موافق بعض قرات کے یا قسم ثانی سے ہو جیسکہ بعضے آیات سے ہو موافق قرات مشہورہ کے لفظ علی کو نہ پڑھین لیکن جبکہ اس قسم کو قوت دلالت کرنے مین اپنے معنی مقصود پر احادیث متفق علیہا بین الفریقین سے حاصل ہو تو قسم اول مین داخل ہو جاتی ہین اور اسی لیے اکثر علماے متکلمین نصوص قرآنیہ کو بھی بہ نصوص جلیہ تعبیر فرماتے ہین اور اسی کلام مین اور اثبات امامت مین استدلال کرتے ہین جیسا کہ ان آیات کا اور بعض غیر اُنکے کا حال ہی جنکی بہ نسبت روایات فریقین شاہد اور دال ہین کہ شان مین اہلبیت علیہم السلام کے وہ وارد ہوے ہین کیونکہ اس صورت مین بھی مصداق ان آیات کے موافق روایات مشہورہ متفق علیہا جو شان نزول مین اُنکے وارد ہین اور آیندہ اپنے مقام پر مذکور ہونگی وہی حضرت ہونگے اور دلالت آیات قرآنی کی خلافت اور امامت پر آنحضرت کی جسے علماے شیعہ استدلال کرتے ہین عام ہین اس سے کہ وہ نفس خلافت پر دلالت کرتی ہوں جیسا کہ آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الخ مین اور یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الایۃ مین یا واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم مین اور جو شامل سکے ہین

اور آئندہ انشاءاللہ مذکور ہونگی ہی کہ وہ باعتبار نفس لایت کہ مرادف خلافت و امامت کو ہی دلالت باعتبار روایات شان
نزول جو فریقین کے مفسرین و محدثین نے نقل کی ہین اسپر دلالت کرتی ہین کہ وہی حضرت بعد خدا و رسول ولی امور
امت و خلیفہ رسول ہین جیسا کہ آئیندہ تفصیل مذکور ہوگا یا شرائط اور لوازم خلافت و امامت پر دلالت کرنے کی راہ سے
کہ وہ عصمت اور فضیلت امام کی اور اسکا مستجمع فضائل ہونا ہی اسطرح کہ غیر اسکا اس مرتبہ مین اسکی برابری نہ کر سکے دلالت
کرتی ہون جیسا کہ آیہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کی دلالت ہی کیونکہ وہ بذریعہ اثبات عصمت جناب
امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور انکی اولاد کرام کے لیے دلالت اسپر کرتا ہی کہ وہی حضرات معصوم اور خلیفہ نبی معصوم ہین
یا آیہ مباہلہ ہی کہ وہ بھی دلالت کرتا ہی اس امر پر کہ وہ حضرت بذریعہ مستجمع جمیع فضائل کہ وہ نفس نبی ہونے سے ظاہر ہی سب
امت سے افضل ہین اور جو سب سے افضل ہوگا سوائے اسکے کوئی خلافت و امامت کے لائق نہین ہوسکتا اسی طرح جتنے
آیات قرانی کہ باعتبار روایات شان نزول دلالت آنحضرت کے فضائل پر کرتے ہین دلالت آنحضرت کی صحت خلافت
و امامت پر بھی کرتے ہین کیونکہ یہ بات ظاہر ہی کہ منظور نظر رحمت الہی اسکے نازل کرنے سے یہ ہی کہ تا بندگان مومنین جانین
کہ وہ حضرت افضل امت ہین اور سب مفضول ہین اور تقدیم مفضول کی افضل پر عقلا کسی طرح جائز نہین ہی پھر وہی حضرت
بعد نبی کے خلیفہ و امام ہین اور کوئی سوا انکی اولاد معصومین کے جو درجہ عصمت و فضائل مین شریک ہین آنحضرت کے
لائق اس عہدہ رفیعہ کے نہین ہی اور جب یہ بیان ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ نبی خلق پر خلیفہ و نائب خدا کا ہی اور منوب عنہ
خداوند عالم ہی اور امام خلق پر بلاواسطہ نائب رسول کا ہی اور منوب عنہ اسکا رسول ہی اور نبی کا کام تبلیغ احکام خدا کی طرف سے ہی
اور امام کا کام حفظ اور بیان و ظاہر کرنا شریعت کا از جانب نبی ہی اور یہ بواسطہ نبی کے احکام خدا کو جانتا ہی اور خلق پر خدا کا
خلیفہ ہوتا ہی اور نائب کے واسطے تعیین نیابت کی نص صریح منوب عنہ کی طرف سے چاہیے تو چونکہ نبی خدا کے نائب ہین
اسلیے ضرور ہی کہ نائب کے لیے منوب عنہ کی طرف سے جو خدا ہی نص نیابت و رسالت کی صاف ہو تاکہ خلق اسکے ذریعہ سے
اسکی اطاعت اختیار کرین اسواسطے حق تعالی نے اپنی کتاب مین بہ نسبت نبی کے نص جلی نبوت کے لیے فرمائی جیسا کہ
دلالت کرتا ہی اسپر کریمہ یسین والقران الحکیم انک لمن المرسلین اور وما محمد الا رسول اور وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اور
والذین امنوا وعملوا الصالحات وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم اور واللہ یشھد انک لرسولہ اور چونکہ خلق پر بمفاد اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول پیغمبر کی اطاعت فرما چکا تھا اور بمفاد وما ینطق عن الھوی یہ سب کو یقینی پہنچوا چکا تھا کہ کوئی فعل
نبی کا بے حکم خدا نہین ہوتا اور خود آنحضرت کو بحکم فاستقم کما امرت آداب افعال کا فرما چکا تھا جسے سب جانتے تھے کہ
یہ خلاف مامور کے عمل مین نہین لاتے اسلیے ہر حکم انکا واجب الاتباع ہی اور عین حکم خدا ہی اسلیے درباب امامت و خلافت
ایسی نص جلی کی حاجت نہ تھی جو نبوت مین تھی کیونکہ منکرین نبوت بہت تھے اور حضرت مبعوث کافہ خلق پر تھے اور امام
حافظ شریعت ہی اسکی اطاعت کے وجوب کا مرتبہ بعد تصدیق نبی کے ہی اسی لیے ولایت کو سب کے بعد واجب فرمایا

اور اس وجوب مین خطاب طرف مومنین کے فرمایا ہی یعنی جو تصدیق خدا و رسول کی کر چکے اُنپر واجب ہی کہ جسطرح خدا و
رسول کی اطاعت کرتے ہین اُسی طرح خلفاے رسول کی بھی جو صادق و معصوم ہین اور اولو الامر ہین خدا کی طرف سے
اطاعت کرین اور اُنکے فضائل و اوصاف کو زیادہ بیان فرمایا تاکہ بذریعہ اُنکے مستجمع فضائل و اوصاف مذکورہ ہونے کے
انھین امام مطاع واجب الاتباع جانین اور اُنکی اطاعت کرین اور سمجھین کہ نصب امام بھی خدا کی طرف سے ہی
لیکن تصریح ظاہری خود اسلیے نہین فرمائی ہی کہ وہ خلیفہ خدا کا زمین پر بواسطہ نبی کے ہی اُسکی تصریح و تعیین بزبان نبی کے
جو منوب عنہ امام کا بے واسطہ وہی بہتر ہو اور یہ طرز ارشاد خداوند عالم کا مختص وجوب ولایت کے ساتھ قرآن مین نہین ہی
بلکہ اور فرائض و واجبات مین بھی ایسا ہی ہی کہ خود بالاجمال حکم فرمایا اور تفصیل اُسکی پیغمبر خدا کے ارشاد و بیان پر حوالہ فرمائی
اور اگر ہر امر کی تفصیل خود ہی فرماتا تو پھر ضرورت نبی کی جو واسطہ خدا و خلق مین ہین چندان باقی نہ رہتی اسی لیے جو تصریح
و تفصیل تعیین وصی کی نسبت ضرور تھی اُسکا حکم اپنے خلیفہ و نائب کو دیا کہ وہ اُسے خلق پر اپنی طرف سے ظاہر کرین تاکہ مرتبہ
منوب عنہ کے بھی مخالف نہونے پاے اور سب جانین کہ یہ حجت خدا کی زمین پر بواسطہ نبی کے خدا کی طرف سے خلیفہ ہی
بلاواسطہ مثل نبی کے اُسپر وحی نہین آتی بلکہ جو کچھ فیضان علوم کا خدا کی طرف سے اُسپر ہوتا ہی وہ بذریعہ نبی کے علم کے
ہوتا ہی اور اگر ایسا نہوتا بلکہ جسطرح نبی کو مشرف بہ تبلیغ و ارسال کتب فرمایا اسی طرح بے واسطہ امام کو بھی منصوب فرماتا
تو فرق نبی و وصی مین باقی نہ رہتا اسی لیے اکثر نصوص جلیہ ظاہرہ خلافت و امامت پر جناب امیر المومنین کی اور اُنکے اولاد
کرام کی احادیث متفق علیہا بین الفریقین ہین اور آیات قرآنی کی دلالت اسی مطلب پر بنسبت احادیث کے فی الجملہ محتاج
طرف استدلال کے ہوتی ہی لیکن مرتبہ اُسکی دلالت کا اگرچہ بعد استدلال کیون نہو بہت بڑا ہی کیونکہ وہ کلام خدا اور سلطان الکلام ہی
لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اسمین اختلاف بین الامۃ نہین ہی اور مبین و مفسر اُسکے مخبر صادق ہین جنپر وہ نازل
ہوا اور ملک مقرب جبرئیل ہین جنھون نے شان نزول بیان کی اور وہی کلام خدا کی مراد ہوئی پھر اُسکی دلالت مقصود پر
زیادہ قوی اور معتبر ہی اسلیے انھین نصوص جلیہ احادیث نبویہ پر مقدم کرنا مناسب جانا گیا لیکن اس جگہ پر معترض کو پہونچتا ہی
کہ دو امر کا سوال کرے ایک یہ کہ کیا وجہ ہی کہ حق تعالی نے اکثر واجبات بلکہ مستحبات کی بھی قرآن مین تصریح فرمائی
امر امامت کے لیے تفصیل و تصریح کیون نہ فرمائی کیا یہ اہم امور سے نہ تھا دوسرے یہ کہ جنھین امامیہ منصوص کہتے ہین وہ
محتاج استدلال ہین صاف نام جناب امیر علیہ السلام کا کیون نہ آیات مین ذکر فرمایا کہ جس سے امر امامت صاف ہوجاتا
اور پھر کسی کو محل انکار نہ باقی رہتا اور جواب امر اول کا اُنسے یہ ہی کہ پہلے تو حق تعالی کا مرتبہ یہ ہی کہ لا یسئل عما یفعل و ثانیاً یہ
کہ ولایت کا واجب ہونا جو مرادف خلافت و امامت کو ہی قرآن مین موجود ہی لقولہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الآیہ اور
اسی طرح اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم سے وجوب اطاعت امام کا ظاہر ہوتا ہی اب یہ کہ ہمارے ائمہ کرام کی جو خود تصریح
و تفصیل نہ فرمائی تو یہ کہان سے متیقن ہو کہ امام کا نام نہ تھا حالانکہ فریقین کی احادیث سے ثابت ہوتا ہی کہ جناب پیغمبر خدا کے

زمانے مین بعض آیات مین نام حضرت امیر المومنین کا قرأت مین داخل تھا پھر نکالا گیا جیسا کہ آیندہ ہم نقل کرینگے انشاء اللہ تعالی
دوسرے یہ کہ کتب سماویہ سابقہ مین بھی مرسلین سابقہ کے خلفا کے اسما کی تعیین خود ظاہر نہین فرمائی اسطرح اس کتاب مین بھی
رعایت اسکی فرمائی ہو والا اہل کتب سابقہ اسمین بھی کہتے کہ یہ امر بھی خلاف طریقہ کتب انبیاے سابقین ہے تیسرے یہ کہ
اخبار خاصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت سب کے بعد واجب ہوئی اور قرینہ الیوم اکملت لکم دینکم کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے
اور اسکے لیے جو اسکے واجب ہونے کے بعد حضرت رسول نے امت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اور مثال اسکے وہ اطاعت کرنے کو کافی تھا اور جسطرح حق تعالی نے نماز و زکوۃ و حج کو واجب فرما کر تصریح اسکی تفسیر نبی
محول فرمائی اسی طرح اس اطاعت کو ائمہ کی بھی واجب فرما کر اپنے نبی کو حکم اسکی تبلیغ کا فرمایا کہ انھون نے سب کو آگاہ
فرمایا کہ اطاعت کتاب اللہ کی اور میرے اہلبیت کی اختیار کرنا اور پھر اپنے نبی کی تصدیق کے لیے حق تعالی نے
انما یرید اللہ لیذھب عنکم الخ کو اپنی کتاب مین نازل فرمایا اور پیغمبر خدا نے اس اہلبیت کو جنکی اطاعت خدا نے واجب
فرمائی تھی مصرح بیان فرمایا اور موید اس بیان کو وہ حدیث ہے جسے ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی کتاب کافی مین
ابو بصیر سے روایت کیا ہے کہ کہا انھون نے سألت ابا عبد اللہ ع عن قول اللہ عز وجل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر
منکم فقال نزلت فی علی ابن ابی طالب والحسن والحسین فقلت له ان الناس یقولون فما له لم یسم علیا واهل بیته فی کتاب اللہ عز وجل فقال قولوا لهم ان رسول اللہ نزلت
علیه الصلوة ولم یسم اللہ لهم ثلثا ولا اربعا حتی کان رسول اللہ هو الذی فسر ذلك لهم ونزلت علیه الزکوة ولم یسم لهم من کل اربعین درهما درهم حتی کان رسول اللہ
هو الذی فسر ذلك لهم ونزل الحج فلم یقل لهم طوفوا اسبوعا وکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله الذی فسر ذلك لهم ونزلت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی
الامر منکم نزلت فی علی والحسن والحسین فقال رسول اللہ فی علی من کنت مولاه فعلی مولاه وقال اوصیکم بکتاب اللہ واهل بیتی فانی سالت اللہ
عز وجل ان لا یفرق بینهما حتی یوردهما علی الحوض فاعطانی وقال لا تعلموهم فهم اعلم منکم وقال انهم لن یخرجوکم من باب هدی ولن یدخلوکم
فی باب ضلالة فلو سکت رسول اللہ فلم یبین من اهل بیته لادعاها آل فلان وآل فلان ولکن اللہ عز وجل انزل فی کتابه
تصدیقا لنبیه انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا فکان علی والحسن والحسین وفاطمة فادخلهم رسول اللہ تحت الکساء
فی بیت ام سلمة ثم قال اللهم ان لکل نبی اهلا وثقلا وهؤلاء اهل بیتی وثقلی فقالت ام سلمة الست من اهلك فقال انك علی خیر ولکن هؤلاء اهلی وثقلی
حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو بصیر نے کہا کہ مین نے سوال کیا جناب امام جعفر صادق ع سے معنی شان نزول آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
سے پس حضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ شان مین علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام کے نازل ہوا ہے مین نے عرض کیا کہ
اہل خلاف کہتے ہین مقام انکار مین اسکے کہ خدا کو کیا امر مانع تھا کہ علی ابن ابیطالب اور انکے اہلبیت کا نام صاف صاف
اپنی کتاب مین نہ فرمایا یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ تم انسے کہو کہ تحقیق رسول خدا وہ ہین کہ جن پر حق تعالی نے نماز یومیہ کا
واجب ہونا نازل فرمایا اور شمار دن کو یہ نہ بتایا کہ تین واجب ہین یا چار رکعت واجب ہین یہان تک کہ رسول خدا نے
اسکی تفسیر فرمائی اور انھین حضرت پر حکم زکوۃ کے واجب ہونے کا نازل ہوا اور حق تعالی نے یہ نام نہین رکھا کہ ہر چالیس

درہم سے ایک درہم دین یہاں تک کہ پیغمبر خدا ہی تھے جنھوں نے خلق کے واسطے اسکی بھی تفسیر کی اور تعین حضرت پر حکم حج کے واجب ہونے کا نازل ہوا اور حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم سات طواف کرو پیغمبر خدا ہی تھے جنھوں نے اسکی بھی تفسیر فرمائی انکے واسطے اسی طرح اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم بھی نازل کیا اور اسکا نزول بحق علی ابن ابیطالب اور حسنین ہوا پس اسکے بعد پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کے حق میں فرمایا کہ جسکا میں واجب الطاعت ہوں اسکا علی ابن ابیطالب بھی مولا اور واجب الطاعت ہے اور فرمایا کہ میں تمکو وصیت کرتا ہوں ساتھ کتاب خدا کے اور اپنے اہلبیت کے کہ ان دونوں کی اطاعت کرنا بہ تحقیق کہ میں نے سوال کیا اپنے خداے عزوجل سے کہ ان دونوں کو جدا نہ فرماے یہاں تک کہ حوض پر ان دونوں کو میرے پاس پہونچاے پس حق تعالیٰ نے موافق میرے سوال کے مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ میرے اہلبیت کو تم تعلیم نہ کرنا کہ وہ تمسے زیادہ جاننے والے ہیں اور فرمایا کہ وہ تمکو ہدایت کے دروازے سے نہ نکالینگے اور گمراہی کے دروازے میں نہ داخل ہونے دینگے پھر اگر پیغمبر خدا سکوت فرماتے اور یہ نہ بیان فرماتے کہ اہلبیت آنحضرت کے کون ہیں تو فلان اور فلان کی آل مدعی اسکی ہوتی کہ ہم اہلبیت رسول ہیں لیکن حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی تصدیق کے لیے اپنی کتاب میں نازل فرمایا انما یرید اللہ لیذھب الآیہ پس اسوقت علی ابن ابیطالب اور امام حسن اور امام حسین اور جناب سیدہ خدمت میں پیغمبر خدا کی حاضر تھیں ان سب کو پیغمبر خدا نے اپنی چادر کے اندر ام سلمہ کے گھر میں بٹھایا اور دعا کی کہ خداوندا ہر پیغمبر کے واسطے اہل و ثقل ہوتے ہیں اور یہ میرے اہل و ثقل ہیں ام سلمہ نے کہا کہ اے پیغمبر خدا کیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں یہ سنکر جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ تم بھی نیک ہو لیکن یہ میرے اہل و ثقل ہیں حدیث یہ بڑی ہے لیکن بقدر ضرورت کتاب غایت المرام سے نقل کی گئی اور اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ جسطرح حق تعالیٰ نے اور فرائض کے لیے حکم فرمایا اسی طرح ولایت و خلافت امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور انکی اولاد امجاد کے لیے بھی حکم فرمایا اور جیسا پیغمبر خدا نے اور احکام کی تفصیل و تفسیر فرمائی اسکی بھی تصریح و تفسیر فرمائی فتذکر جو تھے یہ کہ حق تعالیٰ نے ہر طرح آزمائش اپنے بندوں کی ہر دو امتحان میں عبادت و احکام کے واجب کرنے سے فرمائی اور جسوقت جیسا مناسب تھا اسوقت ویسے امر کو واجب کیا اور اسکی تکلیف دی مثلاً پہلے نماز کو واجب فرمایا کہ اسمیں مشقت بہت کم تھی پھر صوم کو واجب کیا کہ اسمیں بہ نسبت نماز کے متحمل ہونا بھوک اور پیاس کا پڑتا ہے اسی طرح حج کو واجب کیا کہ اسمیں بھی مشقت سفر کی اور حاجت صرف زر کی ہوتی ہے جب صاحبان مال اسلام قبول کر چکے اور اہل اسلام مالدار ہو چکے تو خمس و زکوٰۃ کو واجب کیا تا اہل دولت کا امتحان ہو کہ کون دیتا ہے بخوشی اور کسے گران گذرتا ہے اور انحراف حکم سے کرتا ہے اسی طرح جب آخر زمان نبوت میں مدعیان تصدیق کی کثرت ہوئی اور شہادتین کے اقرار کرنے والے زیادہ ہوے تو اسوقت ولایت کو واجب فرمایا اور نبی کے ذریعہ سے تصریح نام وصی کی فرمائی تا کہ میدان امتحان میں ثابت قدمی مردوں کی ظاہر ہو اور مطیعان نبوت کا رسوخ آشکار ہو اسلیے اس آخر امتحان کو تعبیر باکمال دین فرمایا اور واقع میں کامل الایمان اور ناقص الایمان اسی امتحان میں جدا جدا ہوے ھذا ما یخطر بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اور لیکن

جواب امر ثانی کا یہ ہے کہ اول یہ کب تسلیم ہے کہ قرآن مین تصرف نہین ہوا بعد اسکے کہ اخبار فریقین مین اسکی تصریح موجود ہے اور دوسرے یہ کب یقین ہے کہ اگر نص جلی ہوتی تو کوئی خلاف نہ کرتا اور سب اطاعت کرتے نبی کی اطاعت کے لیے تو سب کے نزدیک نص جلی ہے پھر اگر انکی اطاعت کرین تو انکے نصوص جلیہ کی مخالفت کیونکر گوارا کرین خود جناب رسالتمآب کے زمانے مین جو حاضرین صحبت سے منافق تھے باوجود اسکے کہ معجزات بھی روزمرہ دیکھتے تھے اور مضمون نزول وحی وکتاب سے بھی ہر روز مطلع ہوتے تھے اور نصوص جلیہ نبوت کی بھی سنتے تھے مگر کبھی دل سے تصدیق نکی اور ہمیشہ نفاق پر باقی رہے اور جو جو خدا اور رسول کی مخالفتین انسے ظہور مین آئین وہ کتب مین مسطور ہین یہان تک کہ درپے قتل نبی کے ہوئے جیسا کہ حذیفہ کی روایت جو مشہور ہے وہ اسپر شاہد ہے جسمین کپے لڑھکانے کا ذکر آنحضرت کی راہ مین ہے تا کہ اونٹ آنحضرت کا بھڑکے اور وہ حضرت گرین علاوہ اسکے جو ضروریات دین مین آج انپر کون عمل کرتا ہے منہ سے کہتے ہین کہ واجب ہین لیکن جسطرح انھین بجالاتے ہین وہ ظاہر ہے اسپر بھی عمل کرنے والے کم ہین قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی تو یقینی نص جلی ہے پھر جو کہ اقربائے نبی کے ساتھ قتل نفوس غارت اموال وہتک حرمت سے خلفائے جور کے زمانون مین ظہور مین آیا اسی کا نام مودت ہے خصوصاً اہل اسلام نے جو کچھ مودت فرزند رسول الثقلین حضرت امام حسین سے کربلا مین ظاہر کیا وہ سب کو معلوم ہے علاوہ اسکے مدینۂ رسول اور قبر و مسجد نبی کے ساتھ جو کچھ خلاف اسکی حرمت کے کیا گیا یہی لائق تھا اسکے جسکی نسبت حق تعالی فرماتا ہے النبی اولی بالمومنین من انفسہم اور فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صدر نشین مسند ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی اور مہبط وحی و تنزیل اور محبوب رب جلیل اس لائق تھا کہ اسکی مسجد شریف مین گھوڑے اور گدھے باندھے جائین اور اسمین زنا کیا جائے اور خون ناحق بہایا جائے اور طرفہ مضمون یہ ہے کہ اسکے بعد بھی بانی اوامر اسکا مسلمانون مین شمار کیا جائے اور لعنت کرنے کو اسپر علمائے اسلام جائز نہ جانین اور وہ خلفائے رسول خدا معدود ہو اور سلسلہ بشارت اثنا عشر خلیفہ مین داخل کیا جائے پھر اگر نص جلی ہے جو وہ چاہتے ہین ہوتی تو بمقابل اپنی ہوا و ہوس کے اور جلب منفعت کے کون عمل کرتا بلکہ یا مخالفت ظاہری کرتے اسکی بھی جیسا کہ اور بہت سے اوامر و نواہی کی کی اور کرتے ہین مثل قتل نفس اور شرب خمر کہ اسکے لیے خدا نے بتصریح منع فرمایا ہے لیکن اسکے بھی مرتکب ہوئے اور ہوتے ہین یہان تک کہ اولاد و خلفائے رسول کو ناحق قتل کیا اور شرابین پی کر نماز جمعہ پڑھانے آئے جیسا کہ بعض خلفا کا مشہور ہے اور صلواۃ بھیجنے کو نبی پر خدا نے حکم فرمایا تھا اسکے واسطے ممانعت کی اور مدت دراز تک خطبہ نماز جمعہ و جماعت مین درود آنحضرت پر بھیجنا ممنوع رہا اور ذکر احوال خلفائے اہلسنت مین اسکا بیان مقاصد مین اسی کتاب کے یہ سب کچھ انھین کی کتابون سے ہو چکا ہے اسی طرح اس نص کی مخالفت کرتے یا کتاب اللہ مین سے نکال ڈالتے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب اللہ مین نص جلی ہو مگر اسے نکال ڈالا ہو ولیکن نصوص خفیہ پس ایک فائدہ اسکا یہ ہے کہ اسے باقی رکھا جس سے بصیرت و ہدایت مومنین کو حاصل ہوئی اور ہوتی ہے اور وہ بسبب اپنی کثرت کی راہ سے نص جلی کے فائدے مین ہمسری کرتے ہین کیونکہ جسے حق تعالی نے عقل سلیم و

چشم بینا عطا فرمائی ہی اور غور سے دیکھتا ہی تو بہ ظاہر ہوتا ہی کہ کس کثرت کے ساتھ آیات مشتمل اوپر فضائل و اوصاف جلیلہ
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے بیچ قرآن مین کہ اُس سے عصمت اور ولایت اور فضیلت آنحضرت کی جو شرائط امامت
سے ہین ثابت ہوتی ہین اور بعد اسکے جب اُس اختلاف اُمت کی طرف جو درباب امامت و خلافت رسول ہوا نظر و فکر کرتا ہی
تو یقینی جانتا ہی کہ بعد جناب رسالتمآب کے سوا آنحضرت کے اور اُنکے بعد سوا اُنکی اولاد معصومین کے کوئی افضل اُمت اور
لائق اس عہدہ جلیل کے سرانجام کے نہین ہو سکتا پس وہ بکمال آنحضرت کی امامت و خلافت کا اذعان و اعتقاد کرتا ہی
اور اُنکی اور اُنکی اولاد امجاد کی جو منصوص الامامت ہین اطاعت اختیار کرتا ہی اور یہی سے شقی و سعید اور مطیع صادق اور منافق کا
امتحان ہوا اور ہوتا رہیگا الی یوم القیمہ حق تعالی الحکیم و دانا ہی ہر فعل اُسکا مشتمل اوپر مصالح کے ہوتا ہی پس کثرت نصوص
خفیہ سے جلیہ کا بھی افادہ فرمایا اور اور بھی منافع اُس سے حاصل ہوے مثلاً کثرت تعدد سے نصوص کے کیسی قوت
استدلال کرنے مین اہل حق کو حاصل ہوئی کیونکہ ایک دو مین گنجائش تاویل کی بھی تھی جب بہت ہوے تو محل گنجائش
تاویل بھی نہین باقی رہتا ہی یہی لیے دشمنون نے بھی آنحضرت کے اعتراف کیا ہی کہ جتنی آیات قرآنی فضیلت مین آنحضرت کی
نازل ہوئی ہین دوسرے کے حق مین نہین آئین اور یہ ویسا ہی ہی کہ جسطرح کتب سابقہ مین اکثر بشارات حق تعالی نے
باوصاف نبی آخر الزمان و ائمہ اثنا عشر علیہم السلام فرمائی ہین اور تصریح اسماکی نہ فرمائی اسی طرح قرآن مین بھی ولایت
و اطاعت کو واجب فرماکر مطاع و ولی کے اوصاف و فضائل کو بیان فرمایا تا منافقین بسبب عدم تصریح کے باقی رہین
اور مومنین اس سے ہدایت و علم حاصل کرین فتدبر واللہ تعالی اعلم اور بعد اس بیان کے واضح ہو کہ آیات کریمہ جو
شان مین آنحضرت کی وارد و نازل ہوئی ہین وہ بہت ہین اور اخبار خاصہ تو اسپر دلالت کرتے ہین لیکن اخبار عامہ سے
بھی ثبوت اُنکی کثرت کا ظاہر ہوتا ہی یہان تک کہ شیخ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ مین اپنے لکھا ہی واخرج ابن عساکر عن
ابن عباس قال ما نزل فی احد من کتاب اللّٰہ ما نزل فی علی واخرج عنہ ایضاً قال نزلت فی علی ثلث مایۃ آیۃ واخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن
ابن عباس قال ما انزل اللّٰہ یا ایہا الذین امنوا الا و علی امیرها و شریفها ولقد عاتب اللّٰہ اصحاب محمد فی غیر مکان وما ذکر علیاً الا بخیر یعنی ابن عساکر نے
ابن عباس سے روایت کی ہی کہ نازل نہین ہوا کسی کے حق مین کتاب خدا سے اُس مقدار کہ جو درباره علی ابن ابیطالب
علیہ السلام کے نازل ہوا اور بھی اُس سے روایت کی ہی کہ شان مین علی ابن ابیطالب کے تین سو آیہ نازل ہوے ہین
اور روایت کی ہی طبرانی اور ابن ابی حاتم سے کہ کہا اُسنے کہ قرآن مین خدا نے یا ایہا الذین امنوا کسی جگہ نہین
فرمایا مگر یہ کہ جناب امیر امیر اور شریف ترین مخاطبین اسکے ساتھ ہین اور ہر آئینہ بتحقیق کہ عتاب فرمایا ہی خدا نے
اصحاب محمد کو بہت سی جگہ پر اور ذکر نہین فرمایا علی ابن ابیطالب کا مگر ساتھ نیکی کے بالجملہ چونکہ استدلال امامت پر امام اول
اور ابو الائمہ الطاہرین الراشدین کی اس جگہ منظور ہی کیونکہ ہر مطلب کا اثبات بہ دلیل ہوتا ہی عام اس سے کہ ادلہ عقلی ہون
یا نقلی لیکن امامت و نیابت و وصایت رسول مختار کی محتاج اپنے ثبوت مین طرف نص کے ہین جو از جانب خدا و رسول

واقع ہوئی ہی اسلیے مین پہلے کتاب ہدایت سے جو اہل اسلام کے نزدیک حق اور واجب الاتباع اور مفترض التصدیق ہی
چند آیات کو کہ وہ بھی موافق روایات معتبرہ فریقین شان مین ان جناب کے نازل ہوئی ہین تبرکاً آنحضرت کی امامت
تمسک کرنے کو ذکر کرتا ہون فاض اللہ علینا برکاتہا لیحیی من حی عن بینة ویہلک من ہلک پہلے آیہ وافی ہدایہ انما
ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وہم راکعون ہی جناب اخوند صاحب نے اسکے ترجمہ مین فرمایا ہی
یعنی نہین ہی صاحب اختیار اور اولی تمھارے امور سے مگر خدا اور رسول اسکا اور وہ جو ایمان لائے ہین وہ کیسے ہین کہ نماز کو
برپا رکھتے ہین اور دیتے ہین زکوة کو درحالیکہ وہ رکوع مین ہین انتہی اور جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہی کہ ہمارے
علمانے رضوان اللہ علیہم بیان تقریب دلالت مین اس آیہ کریمہ کے تقریرات تفصیلی اور اجمالی سے جو مشتمل دفع شبہات اہل
خلاف پر ہین انکے شبہات کو دفع کیا ہی اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے ایک مختصر تقریر امامیہ کی طرف سے اس
آیہ کی تقریب استدلال مین لکھی ہی اور شاید انکا ارادہ یہ ہوگا کہ اس وسیلہ سے بعض شبہون کے دروازے اور تقریرون مین
بند تھے اسے کھولین اور یہ ترجمہ انکی عبارت کا ہی کہتے ہین کہ اہل تفسیر اجماع رکھتے ہین کہ یہ آیت حضرت امیر ع کی شان مین
نازل ہوئی ہی جسوقت کہ آنحضرت نے انگوٹھی اپنی رکوع کی حالت مین سائل کو دی تھی اور کلمہ انما اس آیت مین
حضرت کے لیے مفید ہی اور لفظ ولی بہ معنی متصرف کے ہی امور مین اور ظاہر ہی کہ اس جگہ تصرف عام جملہ مسلمین مین
مراد ہی جو امامت سے مساوق اور ہمپایہ ہی بقرینہ ملانے انکی ولایت کے خدا اور رسول کی ولایت کے ساتھ پس امامت
ان جناب کی ثابت ہوئی اور انکے غیر کی امامت کی نفی حضرت کی جہت سے مستفاد ہوئی اور یہی مدعی ہی اور گویا کہ
یہ تقریر فاضل مذکور کی علامہ حلی علیہ الرحمہ کی تقریر سے ماخوذ ہی جو کتاب نہج الصدق مین انھون نے فرمایا ہی اور انکی عبارت
یہ ہی اجمعوا علی نزولها فی علی علیه السلام وهو مذکور فی الصحاح الستة لما تصدق بخاتمه علی المسکین فی الصلوة بمحضر من الصحابة
والولی هو المتصرف وقد اثبت الله تعالی الولایة لذاته وشرک معه الرسول وامیر المؤمنین علیهما السلام وولایة الله تعالی عامة فکذا النبی والولی علیهما السلام انتهی
اور دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ یہ تقریر دو مقدمون پر مشتمل ہی ایک انمین مقدمہ اثبات ولایت و امامت کا جناب
امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے ہی اور دوسرا مقدمہ نفی امامت کے ہی انکے غیرون کے اور شاہ صاحب نے ایراد نقض
خلاف ترتیب پہلے دوسرے مقدمہ پر فرمایا اس جہت سے کہ ایہام اسکا ہو کہ چونکہ اصل امامت آنحضرت کی متفق علیہ
فریقین ہی تو گویا بمفاد نعم الوفاق اس آیت کے دلالت کرنے مین پہلے مقدمہ پر تعرض کرنا انکے مناسب نہین لیکن آخر کو
جب کینہ دیرینہ کا خون سینہ سے باہر آیا اور قوت ضبط کی نہ رہی تو اسوقت اس اتفاق فریقین کو بھی بالاے طاق
رکھکر نا اتفاقی کو اختیار کیا اور اس مقدمہ مین بھی کلام کیا یا اس جہت سے کہ محبت ناصبی اور آنحضرت کے دشمنون کی
مودت و ارادت ایسی انکے دل مین آتش غضب بنکر شعلہ زن ہوئی کہ حالت منتظرہ باقی نہ رہی انکے واسطے اسلیے
پہلے مقدمہ کو چھوڑ کر دوسرے مقدمہ کے نقض مین مبادرت درجا ہی کی یا یہ کہ چونکہ مقدمہ ثانیہ کے نقض مین

تقریر جام فہم کلمی ہی اور مقدمہ اولی کے نقض مین محتاج تدقیقات بیجا کے ہوے ہین اسلیے اسکے بعد لکھا ہی لیکن جبکہ ہم
بحمد اللہ تعصب و عناد سے کام نہین ہی صراط مستقیم کے چلنے والے ہین حق بیانی سے اور اثبات امامت آنحضرت کی
جو حق ہی مطلب ہی اسلیے ضرور نہین کہ مثل شاہ صاحب کے راہ اختیار کرین بلکہ ہم پہلے خلاف انکی ترتیب کے جو حق ہی
یعنی مقدمہ اثبات امامت ہی کو مقدم کرتے ہین اور انکے غیر کی امامت کا ابطال جو توابع و فروع سے ہی اسے موخر کرینگے
پس کہتے ہین ہم کہ شاہ صاحب نے کہا ہی کہ جواب کئی وجہ سے دیا ہی پہلے نقض ساتھ اسکے کہ اگر یہ دلیل دلالت کرے
اس امر پر کہ جو انکے امام ہونے سے پہلے امام ہوے انکی امامت کی نفی ہی سے کچھ جیسا کہ تقریر کی ہی تو چاہیے کہ جو
انکے بعد امام ہون انکی بھی نفی امامت پر دلالت کرے اسی تقریر سے بعینہ الخ اور تحقیق شاہ صاحب نے بہت طول
دیا ہی اور اس شرطیہ کا بطلان عنقریب بہ بینہ و برہان ثابت کرتا ہون انشاء اللہ تعالی پھر کہا ہی کہ دوسرا جواب یہ ہی کہ
حضرت شیخ ابراہیم کردی اور اہلسنت نے لکھا ہی کہ ولایت الذین امنوا کے زمان خطاب مین تحقیقی مراد نہین ہی
بالاجماع کیونکہ زمان خطاب زمان وجود نبی کا ہی اور امامت نبی کی نیابت ہی انکی وفات کے بعد پھر جب زمان خطاب
مراد نہوا تو ضرور ہی کہ وہ زمانہ مراد ہوگا جو پیغمبر خدا کی وفات کے بعد کا ہوگا اور تاخیر کے واسطے کوئی حد نہین ہی چار برس
بعد ہو یا چوبیس برس کے بعد ہو پھر یہ دلیل بھی غیر محل نزاع مین قائم ہوئی اور شیعون کا جو مدعا بلافصل امامت ہی
وہ حاصل نہوگی انتہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ شیخ کردی کا کلام کہ جسکی نابلدی اور ناکردہ کاری بمفاد حدیث الاکراد
قوم من الجن کشف عنہم الغطاء ثابت ہی انکے بیان سے انکی پریشانی ظاہر ہی اور وہ سرتاپا باطل ہی کیونکہ پہلے ہم اسی کو تسلیم
نہین کرتے کہ ولایت سے مراد امامت بالمعنی الخاص ہی کیونکہ لفظ مشترک کے معانی مین جمع کرنا ممتنع ہی یا مرجوح ہی
اور اس معنی سے ولایت کی نسبت کرنا خدا و رسول کی طرف کسی طرح صحیح نہین اور جب یہ ہوا تو یہ کیون نہین جائز ہی
کہ ولایت سے مراد اس مقام پر مطاع و واجب الاتباع ہو اور یقینی صادق ہی کہ خداے عز و جل اور رسول مقبول اور نائب
آنحضرت کے سب کے سب واجب الاطاعت ہین اور انکے تصرفات خلق مین نافذ ہین اور یہی مراد ہی قول علامہ علیہ الرحمہ کی
جو انھون نے فرمایا ہی الولی ہو المتصرف وقد اثبت اللہ الولایۃ لنفسہ و شرک معہ الرسول و امیر المومنین اور بے شک یہ معنی اعم ہین اور
ذوات متفاوتہ مین مشترک ہین اگرچہ حق تعالی کا تصرف بالذات ہی اور نبی کا تصرف خدا کی جانب سے ہی اور جناب
امیر کا تصرف پیغمبر خدا کی طرف سے ہی اسی لیے کہا گیا ہی کہ غایت امر یہ ہی کہ تصرف انکے امر مین کلی مشکک ہی جو مختلف
اولویت و اولیت اور شدت کے ساتھ ہوتا ہی اور فاضل زمخشری نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہی حیث قال فان قلت قد
ذکرت جماعۃ فہلا قال انما اولیاؤکم قلت اصل الکلام انما ولیکم اللہ فجعلت الولایۃ للہ علی طریق الاصالۃ ثم نظم فی سلک اثباتہا
لہ اثباتہا للرسول اللہ وللمومنین علی سبیل التبع ولو قیل کما قلت لم یکن اصل و تبع انتہی اور جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام مین امام اجل
امام فخر الدین رازی کے جواب مین فرمایا ہی کہ جو انھون نے کہا ہی کہ ہم بالضرورۃ جانتے ہین کہ علی امر و نہی و تولیت و عزل مین

حال حیات جناب رسالتمآب مین رہ سکے کہ ان جناب کا حکم ممکن نہ تھے پھر کسطرح متصرف امور خلق مین ہو سکتے ہین
اسکا جواب یہ ہی کہ جسطرح پیغمبر خدا کو اولی بتصرف کہہ سکتے ہین حالانکہ بدون امر الہی اور اذن باری کوئی تصرف نہ کر سکتے تھے
پس حقیقت مین متصرف خدا تھا نہ وہ جناب اور یہ معنی منافی اور قادح پیغمبر خدا کے تصرف مین نہین ہو سکتا پھر اسی طرح
مستبعد نہین ہی کہ کہا جاے کہ باوجود نبی کے علی علیہ السلام بھی اولی بتصرف ہون امور خلق مین اگرچہ انکا تصرف امور
خلق مین منوط باذن حکم پیغمبر خدا ہو اور اسکے بعد کلام سید شوستری حاشیہ بیضاوی سے نقل فرمایا ہی کہ انھون نے ولایت
علی کو حیات نبی مین تقویت دی ہی بمفاد اس آیہ کریمہ کے اور انکے استخلاف سے مدینہ مین تبوک کی لڑائی کے زمانے مین
اور پیغمبر خدا کا فرمانا انت منی بمنزلة ھارون من موسی انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور حقیقت امر یہ ہی کہ باتفاق فریقین ثابت
کہ پیغمبر خدا نے آنحضرت سے فرمایا اپنے زمان حیات مین کہ انت منی بمنزلة ھارون من موسی اور اسمین شک نہین ہی کہ حضرت
ہارون حال حیات حضرت موسی مین انکے خلیفہ تھے پھر اسی طرح وہ حضرت بھی حال حیات پیغمبر خدا مین انکے
خلیفہ تھے اور یہ نص ایسی ہی کہ جسکے لیے مصنف کتاب غایت المرام وحجت الخصام نے طریق اہلسنت سے سو حدیثین
اور طریق امامیہ سے ستر حدیث اسکی سند پر نقل کی ہی جیسا کہ انشاء اللہ اپنے مقام پر اسکا بیان مفصل ہوگا اور موید ہی
اس سے وہ حدیث کہ جو صحاح مین انس سے منقول ہی قال رایت رسول اللہ جالسا مع علی فقال انا وھذا حجۃ اللہ علی خلقہ
کیونکہ یہ امر بخوبی ظاہر ہی کہ معنی اسکے یہ ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین اور یہ حجت خدا کی ہین اسکی خلق پر اور عموم اسکا
معیت پر دلالت کرتا ہی یعنی مین اور یہ ساتھ ہی ہر وقت اور ہمیشہ خلق پر خدا کی حجت مین اور نبی کا حجت خدا ہونا بذریعہ
نبوت ہی پھر جناب امیر علیہ السلام کا حجت ہونا نہو گا مگر بذریعہ خلافت ونیابت آنحضرت کے جیسا کہ ہارون خلیفہ موسی
علیہ السلام ہو کر حجت خدا ہوے تھے اور مقتضا ظاہر آیت کا بھی یہی ہی اور جب یہ ہوا تو پھر انکار اتصاف ولایت سے
آنحضرت کی حال حیات جناب رسالتمآب مین لائق تسلیم نہین ہو سکتا بلکہ منشا اسکا عصبیت وعناد ہی اور اثبات مین اسکے
اسکے کہ وہ حضرت متصف بولایت زمان حیات پیغمبر خدا مین تھے موید ہی وہ روایت کہ جو امامیہ کی کتابون مین
منقول ہی کہ جب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین نے اس عالم سے انتقال فرمایا تو پیغمبر خدا انکی قبر مین تشریف لیگئے
اور لیٹے اور دفن کے بعد دو بار فرمایا ابنک ابنک یعنی بیٹا تیرا بیٹا تیرا جب اصحاب نے اس کلمہ کے معنی پوچھے تو فرمایا
کہ جب فرشتہ نے سوال کیا اعتقاد اللہ کا تو فاطمہ نے جواب باصواب دیا اسی طرح جب اسنے میری رسالت کا سوال
کیا تو میری نبوت کا اقرار کیا جب سوال امام سے کیا تو جھجکی ہوئین پھر مین نے انھین تعلیم وتلقین کیا کہ تیرا امام بیٹا تیرا ہی
بیٹا تیرا ہی وہ بار پھر اب امامت وولایت حال حیات نبی مین یقینی ثابت ہی کیونکہ معنی اسکے یہ ہین کہ اولی بتصرف ہی
پیغمبر کی نیابت سے اور نیابت حال حیات وممات دونون مین ہوتی ہی اور اس سے بخوبی واضح ہی کہ شیخ کردی نے
جو کہا ہی کہ ولایت جناب امیر علیہ السلام کو زمان حیات نبی مین نہ تھی وہ ادعا بے خردی سے ہی کہ سمجھے نہین یا جو معنی لفظ

ولایت سے مقصود ہین اس سے تجاہل کیا ہی اور دونون صورتون مین ایسی بات صدق و راستی سے دور ہی اور جو امام رازی نے
کہا ہی وہ محض تغلیط ہی جیسا کہ جناب غفران مآب نے فرمایا ہی اور سید شوستری علیہ الرحمہ نے دفع دخل مقدر کرکے اُسے
بے حقیقت کر دیا ہی چنانچہ انکی تقریر کا حاصل یہ ہی کہ اگر کہے تو کہ ہر چند مقتضا اس آیہ کریمہ اور حدیث نبوی کا یہ ہی کہ بالفعل
زمان حیات نبی مین ولایت ثابت ہو لیکن قرینہ ممتنع ہونے اجتماع اوامر خلیفہ کا احکام مستخلف کے ساتھ جیسا کہ عرف
وعادت مین ہی اسکے ارادہ ظاہر سے صارف ہی تو ہم کہینگے کہ امتناع کو تسلیم نہین کرتے پس صارف ہونا اسکا ممتنع ہی کیونکہ
اگر مراد معترض کی یہ ہی کہ بسبب اختلاف آرا کے جمع درمیان حکم خلیفہ کے اور مستخلف کے نہین ہو سکتا مگر اس جگہ کہ بنا احکام کی
مشتہیات نفوس اور اجتہاد و استحسان وقیاس پر ہو اور یہ ما نحن فیہ مین اسطرح نہین ہی کیونکہ احکام نبی کی بنا وحی ربانی
پر تھی اور امیر مومنان شہر علم نبی کا دروازہ ہین اور انکی لوح محفوظ کے مطالعہ کرنے والے ہین جیسا کہ جناب امام حسن
علیہ السلام کے حق مین حال رضاعت مین آنحضرت کے شیخ ابن حجر نے اس مضمون کا اعتراف کیا ہی پھر احتمال وقوع
اختلاف آرا کا گنجائش نہین رکھتا اور اگر مراد اس معترض کی یہ ہی کہ ایک حکم دو حاکمون سے معا صادر نہین ہو سکتا پس امر
اس صورت مین لازم نہین آتا بلکہ اس مقام پر یہ کافی ہی کہ خلیفہ جس صورت مین کہ نبی نے کسی حکم خاص کا نفاذ نہ فرمایا ہو
اسکے لیے نفاذ حکم فرما سکتا ہی فقط اور واقع مین یہ ہی کہ حکم کا صادر ہونا منوب عنہ اور نائب سے وقت خاص مین مثل
توارد علتہاے مستقلہ کے معلول واحد شخص کے ساتھ نہین ہی کہ اسکی امتناع کا حکم کیا جاے بلکہ ممکن ہی کہ منوب عنہ نائب کو
حکم دین اور نائب جملہ رعایا پر اُسے جاری کرے اور اِس مین کچھ استحالہ نہین ہی بلکہ اکثر انتظام سلطنت اسی طرح ہوتا ہی پھر
فاضل مزبور نے فرمایا ہی کہ اگر امتناع اجتماع کے معنی کچھ اور اسکے سوا ہین تو چاہیے اُسکا مدعی امتناع اُس سے بیان کرے
تاکہ صحت و فساد کو دیکھین فقط اور بسبیل تنزل کہہ سکتے ہین کہ ہمنے تسلیم کیا کہ جناب امیر علیہ السلام کی ولایت کسی
صارف کے باعث سے زمان خطاب مین مراد نہو لیکن انکی امامت جو پیغمبر خدا کی نیابت ہی وہ زمان متاخر مین جناب
پیغمبر سے پیچھے مراد ہوگی اور جب یہ ہوا تو جو فاضل کردی نے کہا ہی کہ تاخیر کے لیے حد نہین ہی یہ ممنوع ہی کیونکہ زندگی کی حد
موت ہی اور وہ موت بھی تاخیر کی حد ہی یعنی زمانہ موت کا نہ یہ کہ موت سے تاخر مراد لین جسکے لیے کچھ حد نہین ہی اور
اس بات کو ہم دوسری طرح کہہ سکتے ہین کہ تمھارے کہنے کے موافق یہ بات لازم آتی ہی کہ خود وجود جناب رسالتمآب کا
آنحضرت کے وصی کے نفاذ ولایت کا مانع تھا جسطرح پانی کا پایا جانا تیمم کو مانع ہی اسی طرح اصل کا وجود نائب کے
حکم کے نفاذ کا مانع ہوگا پھر جسوقت کہ مانع مرتفع ہوا حکم ولایت کو اسی وقت سے جاری ہونا چاہیے نہ اس زمانے سے
کہ جو موت سے متاخر ہو کہ وہ موہم انفصال کا اور مفید ابہام و اجمال کا ہی اور تاخر سے کیا مراد لیتے ہو اگر کہو تاخر ذاتی
مراد ہی جیسا کہ معلول کے لیے بہ نسبت اپنی علت تامہ کے ہی تو وہ بعدیت جو موت سے متصل ہی مستلزم تراخی کی اس سے نہین
ہو سکتی اور اگر تاخر زمانی مراد لو تو یہ بہت ممنوع ہی اور جب وہ بعدیت مراد ہو لی جو متصل ہی تو ہمین تاخر کو بھلا گنجائش

نہین ہی نہ چار منٹ نہ چار ساعت نہ چار سال چوبیس سال کیسے اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر کوئی بہ نسبت ملک کے کہے کہ
اسکا مالک فلان بادشاہ ہی اور اسکا بیٹا ہی تو یقینی مراد اس سے یہ ہوتی ہی کہ بعد وفات اُس بادشاہ کے بلا تاخیر مالک ملک کا
وہ بیٹا ہوگا اور اس سے یہ کوئی نہین سمجھ سکتا کہ اُس بادشاہ کے بعد چوبیس برس تک تین شخص غیر تسلط و تصرف کرینگے بعد
اُسکے اسکا بیٹا مالک ملک ہوگا اور دوسری تقریر اسکے لیے یہ ہی کہ جس دلیل سے تم کہتے ہو کہ ولایت آنحضرت کی وقت
حیات پیغمبر خدا مین ثابت نہین ہوتی جب ہم اُسے تسلیم بھی کر لین جب بھی تو بمقتضاے خرج ما اخرجہ الدلیل فبقی
الباقی علی حالہ جتنے زمانے پیغمبر خدا کی وفات کے بعد گئے ہین وہ بہ تمامہا ولایت کا زمانہ ہوگا پھر اسکی
تخصیص ایک زمان معین سے دعوی بلا دلیل ہی بالجملہ بہ مفاد ظاہر آیت ولایت آنحضرت کی مثل ولایت پیغمبر خدا کے
خدا کی طرف سے منصوص ہی اور اور جو والیان و خلفا ساختہ و پرداختہ خلق ہوئے انکی ولایت خدا کی جانب سے نہ تھی اور
سعد اجماع مرکب کا خرق ہی کیونکہ کوئی اس بات کا اہل اسلام سے قائل نہین ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کی امامت
چوبیس برس کے فاصلہ سے بنص خدا ثابت ہوتی ہی کیونکہ جو اِسکے قائل ہین کہ امامت آنحضرت کی بنص خدا و رسول ہے
وہ اسی کے قائل ہین کہ امام وہی حضرت تھے ابتداے امر سے اور جو فاصلہ کے ساتھ قائل ہین وہ امامت کی نص
ثابت ہونے کی نفی کرتے ہین پھر اِس جگہ پر فاضل کردی کی بلادت ور امام حضرات اہلسنت فخر رازی کی تغلیط
واضح و ظاہر ہوئی اور للہ الحمد کہ امامیہ کی دلیل محل نزاع مین قائم ہوئی اور جو مدعا کہ امامیہ کا تھا کہ امامت آنحضرت کی
بلافصل ہی وہ اس آیہ کریمہ سے حاصل ہوا اور شاہ صاحب نے کہا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اگر اِس دلیل کے مقدمات مین
نظر تفصیلی ہم کرین تو اجماع مفسرین کا ممنوع ہی ساتھ اِس بات کے کہ علماے تفسیر نے اِس آیت کے نازل ہونے کے
سبب مین اختلاف کیا ہی ابو بکر نقاش کہ صاحب تفسیر مشہور ہی اُسنے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ
فرمایا آنحضرت نے نزلت فی المہاجرین والانصار یعنی یہ آیت مہاجرین و انصار کے بارے مین نازل ہوئی کہنے والے نے
کہا کہ مین سنتا ہون کہ علی ابن ابیطالب کے بارے مین نازل ہوئی تھی امام نے فرمایا کہ وہ جناب بھی مہاجرین و
انصار مین داخل ہین اور یہ روایت بہت موافق ہی الذین کے لفظ کے لیے اور جمع کے صیغون کے ساتھ کہ جو یقیمون اور
یوتون اور ہم راکعون مین اور ایک جماعت نے مفسرین سے عکرمہ سے روایت کی ہی کہ یہ آیت شان ابی بکر مین نازل
ہوئی تھی اور موید ہی اِس قول کو اِس سے پہلے جو آیت ہی اور وہ مرتدین کے بارے مین نازل ہوئی تھی اور یہ قول کہ
نزلت فی علی بن ابیطالب اور روایت قصہ سائل کی اور انگوٹھی کی تصدیق کرنے کی رکوع کے حال مین فقط ثعلبی اسکے ساتھ
متفرد ہی اور محدثین اہلسنت قاطبۃ ثعلبی کو اور اسکی روایتون کو ایک جو پیچ بھی نہین خریدتے اور اسکا خطاب حاطب اللیل ہے یعنی شب مین
کہ رطب و یابس مین تفرقہ نہین کرتا انتہی محصل کلامہ اور اسکا جواب علماے امامیہ رضوان اللہ علیہم نے بہت سی وجہون سے
دیا ہی چنانچہ جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہی کہ یہ قول مردود ہی ساتھ اِس بات کے کہ ہرگاہ بنی ہاشم اور اصحاب کا چھپنے تک

بیعت نہ کرنا ابو بکر کے ساتھ اور بعضون کا اپنی مدت حیات تک بیعت نہ کرنا جیسا کہ سعد بن عبادہ کا حال ہی اِس
اجماع مین قادح نہوا جو ابی بکر کی خلافت پر ہوا تھا تو پھر کیا وجہ ہی کہ بعض مفسرین متعصبین کی منع اِس آیت کے نازل
ہونے مین جناب امیر علیہ السلام کی شان مین قادح ہو سکتی ہی علاوہ اِسکے اگر اجماع اہلسنت کا بھی ثابت نہو تو تمھارے
اکثر مفسرین کا قول اجماع امامیہ کے ساتھ کافی ہی باب ثبوت نزول آیت کے لیے آنحضرت کی شان مین کیونکہ متفق علیہ
معتبر ہی اور اقرار عاقل کا اپنے نفس کے اوپر مسموع ہی نہ یہ کہ وہ اقرار جو اپنے نفس کے واسطے کرے جیسا کہ شاہ جی نے
پہلے فرمایا ہی کہ ہر کتا اپنی گلی مین شیر غران ہی اور فرمایا ہی کہ یہی علاوہ اِسکے اجماع عبارت اِس سے ہی کہ اہل حل و عقد
اتفاق کرین نہ مطلق اتفاق اور اِس مین شبہ نہین ہی کہ ارباب تفاسیر سے جو اہل حل و عقد مین انھون نے اجماع اِسی کو کیا ہی
جو شیعہ کہتے ہین جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور غیر معلوم النسب کا خلاف کرنا مضر نہین جیسا کہ جملہ مسائل
مجمع علیہا مین ہی اور بھی باوجود اِسکے کہ احتمال وضع کا حدیث کے ہی کہ خواہ وہ بد دیانتی سے بنائی ہو یا تقویت مذہب کے لیے
اپنی بنایا ہو بعضے اقوال جو شاذ ہون کہ مبنی تعصب مذہب پر ہون وہ اعتنا کے قابل نہین ہین ورنہ اجماع مین وہ قادح
ہو سکتے ہین اور یہ بھی محتمل ہی کہ اِن اقوال کا ظہور اجماع کے متحقق ہونے کے بعد ہوا ہو پھر کسطرح اُسمین وہ قدح کر سکتا ہی سبحان اللہ
شاہ صاحب خود اتباع اہلبیت کا ادعا کرتے ہین اور اِس سے پہلے شیعون کے الزام کے لیے جناب امیر علیہ السلام کا
ارشاد فان الشاذ من القول من الشیطان خود ہی نقل کر چکے ہین پھر کیا سبب ہی کہ مثال مثل مشہور دروغ گو را حافظہ نباشد
قول شاذ پر اعتماد کرتے ہین فقط انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور واقع مین یہ ہی کہ اہلسنت سے بھی ایک جماعت نے
اعتنا اِن اقوال شاذہ کی بہ نسبت نہ کر کے دعوی اجماع کو مسلم رکھا ہی جیسا کہ شارح مقاصد علامہ تفتازانی نے شرح
مقاصد مین پہلے اتفاق مفسرین شیعون کی طرف سے نقل کیا ہی بقولہ نزلت باتفاق المفسرین فی علی بن ابی طالب حین اعطی السائل
خاتمہ وهو راکع اور جواب مین اکتفا تصرف پر بمعنی ولی مین جو بمعنی اولی بتصرف ہی کیا ہی اور بعد جواب کے جو انکی اِس
مقام پر عادت ہی خود کہا ہی کہ وقول المفسرین ان الایۃ نزلت فی حق علی لا یقتضی اختصاصہا بہ واقتصارہا علیہ اور یہ کہنا بہت واضح
اور صریح ہی اِس بارے مین کہ اجماع کو تسلیم کیا ہی اِسی طرح علامہ قوشجی نے شرح تجرید مین بھی بسبب اِسکے کہ امر بہت واضح
و ظاہر تھا اور اقوال شاذہ توجہ کے قابل نہ تھے اجماع کے منع کرنے پر جسارت نہین کی بلکہ جواب مین اقتصار اِسی پر
کیا ہی ولجیب بمنع کون الولی بمعنی المتصرف اور اُسکے بعد کہا ہی وقول المفسرین ان الایۃ نزلت فی حق علی لا یقتضی اختصاصہا اِسی طرح صاحب
مواقف نے بھی کہا ہی حیث قال بعد ما حکی دعوی اجماع ائمۃ التفسیر علی ان المراد بالذین یقیمون الصلوۃ الایۃ علی الجواب ان المراد هو الناصر
اور شارح نے کہا ہی وکونہ نازلا فی حقہ لا ینافی شمولہ لغیرہ ایضا مما یشارکہ فی تلک الصفۃ پھر ایسے اجماع سے تعرض کرنا کہ
جیسے علماے فحول حضرات اہلسنت نے خواہ انصاف کی راہ سے یا اِس جہت سے کہ کمال وضوح و ظہور کے باعث سے
انکار کو اُسمین راہ نہ تھی تسلیم کیا ہو اور اقوال شاذہ کو جو توجہ کے قابل نہین اُسکے مقابل مین ذکر کرنا بو الہوسون کا کام ہی فقط

اور اس سے قطع نظر کرکے ہم کہتے ہین کہ کیا ہمارا مدار استدلال اتفاق مفسرین پر تنہا ہی کہ جیسے شاہ صاحب منع کرکے
خوش ہونا چاہتے ہین یہ بھی ایک معین ہی اسی جگہ سے ایک جماعت نے ہمارے محققین سے دعوی اجماع مفسرین سے
تمسک نہین کیا ہی بلکہ دعوی اجماع محدثین کا کیا ہی اور جنھون نے کہ اتفاق مفسرین کا دعوی کیا ہی انکی بھی مراد انکے
اتفاق سے اتفاق نقل روایت شان نزول مین اس آیت کے حق علی ابن ابیطالب مین ہی اور یہ کہ ان مفسرین نے اس
روایت پر اعتماد کیا ہی اور متوجہ اسکی تاویل کے ہوے ہین اور اگرچہ اسکے بعضون نے کہا ہو وہ جو قرآن کی تفسیر مین
اپنی راے سے کیا ہو یا بسبب اپنے باطل کی طرف میل کرنے کے بمقتضا بعض روایات شاذہ مختلفہ کے اپنے ائمہ
ضلال سے تقرب حاصل کرنے کو مخالفت کی ہو اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے
کتاب نہج الصدق مین فرمایا ہی اجمعوا علی نزولہا فی علی ع اور بظاہر ضمیر جمع کی محدثین کی طرف پھرتی ہی اور اسپر قرینہ انکا
قول ہی جو فرمایا ہی وہو مذکور فی الصحاح کیونکہ صحاح مین احادیث مذکور ہین نہ اقوال مفسرین اور فضل بن روزبہان نے
بھی چونکہ یہ دعوی بہت واضح تھا اور اسمین گنجائش انکار کی نہ تھی اسلیے اسکی دلالت مین اس مقصود پر کلام کیا یہ نہ کہا
کہ یہ اجماع ممنوع ہی بخلاف آیت بلغ ما انزل کے کہ اسکا بھی ذکر آیت انما ولیکم اللہ کے قریب کلام علامہ حلی مین واقع ہی
کہ اسمین اجماع کو منع کیا ہی اور تعجب کی بات یہ ہی کہ اس مقام پر علامہ کے کلام مین لفظ اجماع واقع بھی نہین ہی جیسا کہ
علامہ نے فرمایا ہی اسکی نقل کے بعد نقل الجمہور انہا نزلت فی فضل علی ع اسکے بعد فضل ابن روزبہان نے کہا ہی اما ما ذکر
من اجماع المفسرین فہو باطل فان المفسرین لم یجمعوا علی ہذا اور جناب سید مرتضی علیہ الرحمہ نے اسکے جواب مین فرمایا ہی کہ المصنف لم
یدع اجماع المفسرین بل قال نقل الجمہور والمراد اکثرہم اور جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ عامہ و
خاصہ نے اتفاق کیا ہی اسپر کہ یہ آیت آنحضرت کی شان مین نازل ہوا ہی حتی کہ جامع الاصول مین نسائی سے روایت
کی ہی وہ روایت آئندہ انشاء اللہ مین نقل کرونگا اور بعضے علما نے مثل قاضی شیرازی باتفاق ارباب تواریخ و سیر اور
اجماع مفسرین موثوق القول تعبیر کیا ہی اور اسکے ساتھ ایسے مخالف کا پایا جانا کہ جو موثق نہو قدح نہین کرتا اور شاہ صاحب نے
جو عکرمہ اور ابی بکر نقاش کے قول کی حکایت کی ہی وہ موثق نہین ہین اور جس عالم نے کہ مثل مولنا احمد اردبیلی کے اجماع
مفسرین کا دعوی بقول مطلق کیا ہی مراد انکی بھی یا اجماع انکا ہی جو موثق ہین جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کیونکہ مطلق کا
حمل مقید پر ہوتا ہی یا انکی مراد اجماع سے اجماع مفسرین کا روایت کرنے ہین اس خبر کے بیچ شان نزول مین اور
انکا نقل کرنا اور اس روایت پر اعتماد کرنا اور اسکی تاویل پر متوجہ ہونا ہی اور یہ کہ کوئی شخص ان مین اس خبر کو رد نہین کرتا
مگر یہ کہ جو شاک و مرتاب ہی اور متعصب ہو اور فضائل علی ابن ابیطالب کا منکر ہو کیونکہ تفسیر کشاف مین روایت کے
ذکر کرنے کے بعد مفسر معلوم نے کہا ہی کہ انہ کان مرجا فی خنصرہ فلم یتکلف لخلعہ کثیر عمل یفسد بہ صلوتہ اور یہی کہا ہی اسی کتاب مین کہ
فان قلت کیف صح ان یکون لعلی رضی اللہ عنہ واللفظ لفظ جماعۃ قلت جئی بہ علی لفظ الجمع ان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل

میں

فعلہ فینا الوامثل توابہ یائس سے مراد یہ ہے کہ اتفاق ہے انکا آیت کے نازل ہونے مین علی ابن ابیطالب کی شان مین
خواہ یہ منفردا ہو یا مع غیرہ ہو جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہے کہ وکونہ ما ولا فی حقہ لاینافی شمولہ لغیرہ ایضا ممن یجوز
اشتراکہ معہ اور صواعق مین شیخ ابن حجر نے بھی کہا ہے کہ وزعمہم الاجماع علی ارادۃ علی دون ابی بکر کذب قبیح لان ابابکر داخل
فی جملۃ الذین امنوا ونزولہا فی حق علی لاینافی شمولہا لغیرہ ممن یجوز اشتراکہ معہ اسکا ادعا کہ اہلسنت کے مفسرین قاطبۃ اسکے قائل ہین
کہ خاص علی ابن ابیطالب اس آیت سے مراد ہین کیونکہ کسی نے امامیہ سے اسکا دعوی نہین کیا ہے بلکہ جناب سید سند نے
خلاف کی تصریح کتاب شافی مین فرمائی ہے اور یہ انکا قول ہے ان الامۃ مجتمعۃ مع اختلافہا علی توجہہا الی علی فانہم بین
قائل بالمختص بہا وقائل ان المراد بہا جمیع المومنین الذین ہو احدہم اور نحو مولنا احمد اردبیلی نے بسبب اختلاف
مفسرین کے اسی طرح تصریح کی ہے پس مراد اسکی اجماع سے نہوگی مگر ایک دو وجہون سے جو مذکور ہوئین اور کس طرح
ایسا ادعا کوئی صاحب عقل کر سکتا ہے حالانکہ سب تفسیرون مین جو مشہور و موجود تفسیرین حضرات اہلسنت کی ہین
کہ ان مین دو قول جو مشہور ہین وہ مذکور ہین پہلے یہ کہ عامہ مومنین آیت سے مراد ہون اور یہ ایسا قول ہے کہ جسکی نصرت
انکے اکثر نے کی ہے دوسرے یہ کہ شخص معین یعنی جناب امیر المومنین علیہ السلام مراد ہون اور وہ وہ قول ہے جسے انہون نے
مرجوح شمار کیا ہے باوجود اسکے کہ بجہت استدلال کے جو روایت متفق علیہا بین الفریقین سے کیا جاتا ہے وہی قول
اقوی الاقوال ہے اور بعضی تفسیرین مین انکی اور بھی اقوال شاذہ مذکور ہین اسی لیے کہا ہے کہ اس آیت مین چار قول ہین
جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے انکی تصریح کی ہے اور انشاء اللہ مذکور ہوگا پس عمدہ اس جگہ تحقیق حال کی بحسب ان روایات کے ہے
کہ جو اس جگہ وارد ہوئی ہین اور اس صورت مین جو قدح شاہ صاحب نے اجماع مین کیا ہے کہ ہم اتفاق مفسرین کے
دعوے کو تسلیم نہین کرتے کہ نقاش نے اپنی تفسیر مین حکایت اسکے مخالف نقل کی ہے اور عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے
کہ یہ آیت شان ابی بکر مین نازل ہوئی ہے اور شان علی ابن ابیطالب مین اسکے نزول کو کہنا افترا ہے یہ خود مقدوح ہے بچند وجہ
پہلے یہ کہ ایسے روایات شاذہ موضوعہ روایات متفق علیہا کے معارض نہین ہو سکتے کیونکہ جو روایتین ہم استدلال مین
ذکر کرتے ہین وہ امامیہ کی کتابون مین متواترات سے ہین اور کتب معتبرہ اہلسنت مین بھی بہت سی سندون سے کہ وہ بھی معتبر
اور زیادہ تواتر کے قریب اثو ہین اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ سائل کا قصہ اور انگوٹھی کا حال رکوع مین دینا فقط
ثعلبی کا قول ہے کہ وہ اس مین متفرد ہے یہ دروغ بے فروغ ہے کیونکہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین چند سندون سے اس
حدیث کو روایت کیا ہے منہا ما رواہ عطاء عن ابن عباس انہا نزلت فی علی ابن ابیطالب یعنی بعض انمین سے وہ ہے کہ عطا نے
ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہے اور جناب غفران مآب نے شافعی ابن مغازلی سے
پانچ طریق سے روایت کی ہے منہا عن عبد اللہ بن عباس قال مر سائل بالنبی وفی یدہ خاتم قال من اعطاک ہذا الخاتم قال ذاک الراکع
وکان علی یصلی فقال الحمد للہ الذی جعلہا فی وفی اہل بیتی وسیاتی من تفسیر الدر المنثور مثلہ اور پوشیدہ نہ رہے کہ ابن عباس

وہی ابن عباس ہین کہ جنکی شان مین امام اہلسنت ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے کتاب زین الفتی مین کہا ہی کہ
ابن عباس ھو الذی بحر الامۃ وحبرھا وشمسھا وبدرھا یعنی ابن عباس وہی وہ شخص ہی کہ جو اِس اُمت محمد کا دریا ہی اور بہت
بڑا کامل اور آفتاب اور ماہتاب ہی اور بھی فخر رازی امام اہلسنت نے عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ
جب یہ آیت پیغمبر خدا پر نازل ہوا تو دیکھا مین نے علی کو کہ اپنی انگوٹھی ایک محتاج پر حال رکوع مین تصدق کرتے تھے
پس مین اُنکی ولایت کا اعتراف کرتا ہون اور اس روایت کی نقل مین کچھ مفسر تفسیر کبیر ہی متفرد نہین ہین بلکہ یہ روایت
صحاح اہلسنت مین بھی موجود ہی اور یہی راوی سے ابن اثیر نے بہت مفصل کتاب جامع الاصول مین حرف فا مین
کتاب الفضائل کے فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین روایت کیا ہی اور اصل روایت صحاح کی یہ ہی کہ قال اتیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورھط من قومی فقلنا ان قومنا حادونا لما صدقنا اللہ ورسولہ واقسموا ان لا یکلمونا فانزل
اللہ تعالی انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا ثم اذن بلال لصلوۃ الظھر فقام الناس یصلون فمن بین ساجد وراکع اذا سائل
یسئل فاعطاہ علی خاتمہ وھو راکع فاخبر السائل رسول اللہ فقرا علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا
الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون اور جناب غفران مآب نے
عماد الاسلام مین کتاب جمع بین الصحاح الستہ کے جز ثالث سے آخر ثلث سے اُسکے جو تفسیر سورہ مائدہ مین ہی صحیح نسائے
فی قولہ تعالی انما ولیکم اللہ الخ ابن سلام سے یہی روایت کو بعینہ نقل کیا ہی اور جناب اخوند صاحب نے جامع الاصول
صحیح نسائے سے عبد اللہ بن سلام سے اِس روایت کا ترجمہ اِسطرح ذکر کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ آیا مین خدمت مین پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور کہا مین نے کہ چونکہ مین نے تصدیق خدا و رسول کی کی ہی اسلیے میری قوم مجھسے کنارہ کش
ہو گئی ہی اور دشمنی کرتے ہین اور قسم کھائی ہی کہ مجھسے بات نہ کرینگے پس حق تعالی نے اِس آیت کو نازل فرمایا اِس مین
وقت نماز ظہر کے باعث سے بلال نے اذان کہی اور سب حاضرین مشغول نماز پڑھنے مین ہوے پس بعضے سجدہ مین تھے
اور بعضے رکوع مین تھے ناگاہ ایک سائل نے سوال کیا پس علی علیہ السلام نے رکوع مین اپنی انگوٹھی اُسے دی اور
سائل نے پیغمبر خدا کو خبر دی کہ علی نے انگوٹھی رکوع مین مجھے دی پس حضرت رسول نے یہ آیہ ساتھ دوسرے آیہ کے
جو اُسکے بعد ہی پڑھا پھر مفسر تفسیر کبیر نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی حیث قال وروی عن ابی ذر انہ قال
صلیت مع رسول اللہ یوما صلوۃ الظھر فسال سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سألت فی مسجد الرسول
فما اعطانی احد شیئا وعلی رضی اللہ عنہ کان راکعا فاومی بخنصرہ الیمنی وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم فرای النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فقال اللھم ان اخی موسی سالک فقال رب اشرح لی صدری الی قولہ واشرکہ فی امری فانزلت قرانا ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل
لکما سلطانا اللھم وانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اھلی علیا اشدد بہ ظھری قال ابوذر فواللہ
ما اتم الرسول ھذہ الکلمۃ حتی نزل جبرئیل فقال یا محمد اقرأ انما ولیکم اللہ ورسولہ الی اخرھا اور اسکے بعد مفسر مذکور نے کہا ہی

کہ یہ مجموع اسکا ہی جو متعلق روایات سے ہے اس مسئلہ مین اور خدا اجرا جاننے والا ہی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین سدی اور عتبہ بن حکیم اور غالب بن عبد اللہ سے نقل کیا ہی کہ انھون نے کہا ہی کہ انما عنی بقولہ سبحانہ وتعالی والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ مر بہ السائل وھو راکع فی المسجد فاعطاہ خاتمہ یعنی نہین مراد فرمایا اس آیت سے خدا نے مگر علی ابن ابیطالب کو کہ جب سائل انکے پاس سوال کرتا ہوا پہونچا اور اسوقت وہ حضرت مسجد مین بحال رکوع تھے پس اس سائل کو انگوٹھی آپنے عطا فرمائی بعد اسکے پھر مفسر مذکور نے کہا ہی

اخبرنا ابو الحسن محمد بن القاسم بن احمد الفقیہ ابنا ابو محمد عبد اللہ بن احمد الشعرانی ابنا ابو علی احمد بن علی بن رزین ابنا المظفر بن الحسن الانصاری ابنا السدی بن علی الوراق ابنا یحیی بن عبد الحمید الحمانی عن قیس بن الربیع عن الاعمش عن عبایہ بن الربعی قال بینا عبد اللہ بن عباس جالس علی شفیر زمزم یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل رجل متعمم بعمامۃ فجعل ابن عباس لا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا قال الرجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن عباس سألتک باللہ من انت قال فکشف العمامۃ عن وجہہ وقال یا ایہا الناس من عرفنی ومن لم یعرفنی فانا جندب بن جنادہ البدری ابو ذر الغفاری سمعت النبی بھاتین والا فصمتا ورأیتہ بھاتین والا فعمیتا یقول علی قائد البررۃ وقاتل الکفرۃ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ اما انی صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما من الایام صلوۃ الظہر فسئل سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سألت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعطنی احد شیئا وعلی کان راکعا فاومی بخنصرہ الیمنی وکان یتختم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم من خنصرہ وذلک بعین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما فرغ النبی من صلوتہ رفع رأسہ الی السماء فقال اللھم ان اخی موسی سألک فقال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقہوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری فانزلت علیہ قرانا ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما اللھم فانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اھلی علیا اشدد بہ ظہری قال ابو ذر فواللہ ما استتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الکلمۃ حتی نزل جبرئیل فقال یا محمد اقرأ قال وما اقرأ قال اقرأ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون

اور واضح ہو کہ یہ ابو ذر وہی ابو ذر ہین کہ جنکے لیے جامع الاصول مین اس سے کہ انھون نے جناب رسول مقبول سے روایت کی ہی کہ فرمایا وما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراء اصدق لہجۃ من ابی ذر اشبہ عیسی فی ورعہ قال عمر افتعرف لہ ذلک یا رسول اللہ قال نعم فاعرفوا اخرجہ الترمذی یعنی نہ آسمان نے کسی پر سایہ ڈالا ہو نہ زمین نے کسی کو اٹھایا ہو جو ابو ذر سے زیادہ راست گفتار ہو وہ اپنی پرہیزگاری و ورع مین مشابہ ہین عیسی علیہ السلام سے کہا عمر ابن الخطاب نے کہ آیا آپ اس حال کو اسکے لیے جانتے ہین فرمایا کہ ہان پس چاہیے کہ تم بھی پہچانو روایت کیا ہی اسے ترمذی نے بالجملہ جو روایت بنقل ثعلبی منسوب طرف جناب ابی ذر کے منقول ہوئی اسکا ملخص جناب اخوند صاحب نے بعبارت فارسی حق الیقین مین جو لکھا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین روایت کی ہی کہ ایک روز ابن عباس چاہ زمزم کے

کنارے بیٹھے ہوے تھے اور حدیث نقل کرتے تھے ناگاہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حاضر ہوے اور کہا کہ ایہا الناس مین جو
اباذر غفاری سنا ہون مین نے رسول خدا سے ان دونون کانون سے اپنے والا انکا سننا جاتا رہے اور دیکھا ہے ان دونون آنکھون سے
اپنی والا انکی بینائی نہ رہے کہ علی نیکوکارون کے پیشوا ہین اور کافرون کے مارنے والے ہین جو انکی مددگاری کرے وہ خدا
کی طرف سے منصور ہے اور جو انکی مدد نہ کرے وہ خدا کی طرف سے مخذول ہے بدرستیکہ ایک سائل نے ہاتھ آسمان کی طرف
بلند کیے اور کہا کہ خداوندا گواہ رہنا کہ مین نے سوال کیا مسجد رسول خدا مین اور کسی نے مجھے کچھ نہ دیا اور اسوقت علی علیہ السلام
حالت رکوع مین تھے پھر اشارہ کیا سائل کو چھوٹی انگلی سے سیدھے ہاتھ کی کہ ہمیشہ جسمین انگوٹھی رکھتے تھے وہ سائل
آیا اور انگوٹھی کو آنحضرت کی انگلی سے لیا اور پیغمبر خدا بھی نماز مین تھے اور آنحضرت نے بھی اس امر کا مشاہدہ فرمایا جب نماز سے
فارغ ہوے تو سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا کہ خداوندا میرے بھائی موسیٰ نے تجھسے سوال کیا اور کہا کہ پروردگار
میرے سینہ کو کھول اور میرے کام کو مجھپر آسان کر اور جو گرہ کہ میری زبان مین ہے اسے کھول کہ سب میرے کلام کو سمجھین اور
ایک وزیر میرے لیے مقرر فرما میرے اہل و یگانون سے کہ وہ ہارون ہو اور اسکے باعث میرے بازو کو قوی و محکم کر اور
اُسے میرے کام مین شریک کر پس تو نے انکی دعا کو قبول فرمایا اور اُنسے خطاب فرمایا کہ بہت قریب تیرے بازو کو قوی کرونگا
مین تیرے بھائی سے اور تم دونون کے واسطے سلطنت و استیلا دونگا خداوندا مین ہون پیغمبر تیرا اور برگزیدہ تیرا خداوندا پس
کھول میرے لیے سینہ میرا اور آسان کر میرے لیے میرے کام کو اور مقرر فرما میرے لیے ایک وزیر میرے اہل سے کہ وہ
علی ہو اور مضبوط و محکم کر اس سے میری پشت کو ابوذر کہتے ہین کہ ابھی کلام حضرت کا تمام نہین ہوا تھا کہ جبرئیل نازل ہوے
خدا کی طرف سے اور کہا کہ اے محمد پڑھو پھر اس آیت کو آنحضرت پر پڑھا اور تفسیر زاہدی مین مسطور ہے قال مجاهد نزلت الاية في حق
علی تصدق بخاتم فضه وهو راکع وقال ابن عباس وقال ان بلالا اذن لصلوة الظهر فخرج النبي والناس يصلون فاذا مسكين يطوف ويسأل
الناس فدعا النبي قال هل اعطاك احد شيئا فقال نعم قال ماذا قال خاتم فضة قال من اعطاك قال ذاك الرجل القائم فنظر اليه النبي فاذا هو علي فقال على اي حال اعطاك
فقال اعطاني وهو راکع فنزلت الاية یعنی مجاہد نے کہا ہے کہ نزول اس آیت کا حق علی ابن ابیطالب مین ہوا ہے کہ تصدق کیا آنحضرت نے
چاندی کی انگوٹھی کو درحالیکہ رکوع مین مشغول تھے اور کہا ہے کہ ابن عباس نے کہ بدرستیکہ بلال نے اذان کہی نماز
ظہر کے لیے پس پیغمبر خدا باہر تشریف لاے اور سب حاضرین مسجد نماز کر رہے تھے کہ ناگہان ایک مسکین آیا کہ سب سے سوال کرتا تھا
پس اُسے رسول خدا نے طلب فرمایا اور پوچھا کہ آیا کسی نے تجھے کچھ دیا سائل نے عرض کی کہ دیا ہے فرمایا کیا چیز دی اُسنے کہا
چاندی کی انگوٹھی فرمایا کس نے دیا اُسنے عرض کیا کہ یہ شخص جو کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہے پس پیغمبر خدا نے انکی طرف دیکھا تو جانا
کہ علی ابن ابیطالب ہین پھر فرمایا کہ انگوٹھی تجھے کس حال مین دی اُسنے عرض کیا کہ اس حال مین دی کہ
رکوع مین تھے پس یہ آیہ نازل ہوا اور بعد اسکے امام زاہد نے کہا ہے کہ یہ آیہ دلالت اس امر پر کرتا ہے کہ صدقات
مندوبہ کو بھی زکوٰۃ کہہ سکتے ہین اور فاضل سیوطی نے اپنی تفسیر مین جو مشہور باسم درمنثور ہے اسطرح کہا ہے

قوله تعالى انما وليكم الله ورسوله الآية اخرج الخطيب في المتفق والمفترق عن ابن عباس تصدق علي بخاتمه وهو راكع فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم من اعطاك هذا الخاتم قال ذاك الراكع فانزل الله فيه انما وليكم الله ورسوله الآية واخرج عبد الرزاق وعبد ابن حميد وابن جرير وابو الشيخ وابن مردويه عن ابن عباس في قوله انما وليكم الله ورسوله الآية قال نزلت في علي ابن ابي طالب واخرج الطبراني في الاوسط وابن مردويه عن عمار بن ياسر قال وقف بعلي سائل وهو راكع في صلاة تطوع فنزع خاتمه فاعطاه السائل فاتى رسول الله فاعلمه ذلك فنزلت على النبي هذه الآية انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون فقرأها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على اصحابه ثم قال من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه واخرج ابو الشيخ وابن مردويه عن علي ابن ابي طالب قال نزلت هذه الآية على رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيته انما وليكم الله ورسوله الى آخر الآية فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ودخل المسجد وجاء الناس يصلون بين راكع وساجد وقائم يصلي فاذا سائل فقال يا سائل هل اعطاك احد شيئا قال لا الا ذاك الراكع لعلي ابن ابي طالب اعطاني خاتمه واخرج ابن ابي حاتم وابو الشيخ وابن عساكر عن سلمة بن كهيل قال تصدق علي بخاتمه وهو راكع فنزلت انما وليكم الله ورسوله الآية واخرج ابن جرير عن مجاهد في قوله انما وليكم الله ورسوله الآية نزلت في علي ابن ابي طالب تصدق وهو راكع واخرج ابن جرير عن السدي وعتبة بن حكيم مثله واخرج ابن مردويه من طريق الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس قال اتى عبد الله بن سلام رهط من اهل الكتاب النبي صلى الله عليه وسلم عند الظهر فقالوا يا رسول الله ان بيوتنا قاصية لا نجد احدا يجالسنا ويخالطنا دون هذا المسجد وان قومنا لما رأونا قد صدقنا الله ورسوله تركونا ودينهم واظهروا العداوة واقسموا ان لا يخالطونا ولا يؤاكلونا فشق ذلك علينا فبيناهم يشكون ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ نزلت هذه الآية على رسول الله صلى الله عليه وسلم انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون ونودي بالصلوة صلوة الظهر وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المسجد والناس يصلون بين راكع وساجد وقائم وقاعد واذا مسكين يسأل فدخل رسول الله فقال هل اعطاك احد شيئا قال نعم قال من قال ذاك الرجل القائم قال على اي حال اعطاك قال وهو راكع قال وذلك علي ابن ابي طالب فكبر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عند ذلك وهو يقول ومن يتول الله ورسوله والذين آمنوا فان حزب الله هم الغالبون واخرج الطبراني وابن مردويه وابو نعيم في المعرفة عن ابي رافع قال دخلت على رسول الله صلعم وهو نائم او يوحى اليه فاذا حية في جانب البيت فكرهت ان ابيت عليها فاوقظ صلى الله عليه وسلم وخفت ان يكون يوحى اليه فاضطجعت بين الحية وبين النبي صلى الله عليه وسلم لئن كان منها سوء كان بي دونه فمكثت ساعة فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقول انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون الحمد لله الذي اتم لعلي نعمته وهنيأ له بفضل الله اياه واخرج ابن مردويه عن ابن عباس قال كان علي ابن ابي طالب قائما يصلي فمر سائل وهو راكع فاعطاه خاتمه فنزلت هذه الآية انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا

اور سید ہاشم بن سلیمان بحرانی مرحوم نے کتاب غایت المرام کے اٹھارھوین باب مین اِس حدیث کے مضمون کو موافق طریق اہلسنت چوبیس طریقوں سے روایت کیا ہی ایک ثعلبی سے اور ایک روایت جمع بین الصحاح الستہ سے اور پانچ طریق سے ابن مغازلی شافعی سے اور صحیح نسائی سے ایک اور صدر الائمہ حضرات اہلسنت خطیب خوارزم سے تین سند سے اور فاضل حموینی سے پانچ طریق سے اور حافظ ابونعیم سے چھ طریق سے کہ منجملہ اُسکے یہ ہی الحافظ ابو نعیم یرفعہ الی عوف بن عبید ابن ابی رافع عن ابیه عن جده قال دخلت علی رسول الله وهو نائم اذ یوحی الیه اذا حیة فی جنب البیت فکرهت ان اقتلها واوقظه فاضطجعت بینه وبین الحیة

فان کان شئی کان فی دونہ فاستیقظ وھو یتلو ھذہ الایۃ انما ولیکم اللہ ورسولہ قال الحمد للہ فاتی الی جانبہ فقال ما اضطجعت ھیھنا قلت لمکان ھذہ الحیۃ قال قم الیھا فاقتلھا فقتلتھا ثم اخذ بیدی فقال یا ابا رافع سیکون بعدی قوم یقاتلون علیا حق علی اللہ جھادھم فمن لم یستطع جھادھم بیدہ فبلسانہ فمن لم یستطع بلسانہ فبقلبہ لیس وراء ذلک شئی یعنی حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے ابورافع سے کہ کہا اُسنے کہ مین خدمت مین رسول خدا کی حاضر ہوا وہ حضرت آرام فرماتے تھے ناگاہ اسی حال مین وحی آنحضرت پر نازل ہوئی اور دیکھا مین نے کہ اس مکان مین ایک طرف کو ایک سانپ ہے پس مین نے مکروہ جانا کہ اُسے مارون اور مار کر اُسے حضرت کو بیدار کرون پس اُسوقت مین آنحضرت کے اور اُس سانپ کے بیچ مین لیٹ گیا تاکہ جو گزند آئی ہے وہ مجھے پہونچے پیغمبر خدا کو نہ پہونچے کہ اس اثنا مین وہ حضرت بیدار ہوے اور اس آیت کو پڑھتے ہوے اُٹھے اور بعد اسکے فرمایا کہ الحمد للہ پھر میری طرف تشریف لاے اور فرمایا کہ یہان کیون لیٹا ہے مین نے عرض کیا کہ اس سانپ کے باعث سے فرمایا کہ اُٹھ اور مار اُسے پس مین نے اُسے مارا بعد اسکے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اے ابورافع قریب ہے کہ بعد میرے ایک قوم ایسی ہوگی جو علی سے لڑینگی اور اس قوم پر جہاد خدا کی طرف سے واجب ہے پس جو شخص کہ اُنسے جہاد ہاتھ سے نہ کر سکے اُسے چاہیے کہ زبان سے کرے اور جو زبان سے بھی نہ کر سکے اُسے چاہیے کہ اپنے دل سے کرے اسکے سوا کچھ نہین ہے اور بعض اس سے یہ ہے الحافظ ابونعیم عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ والہ یتوضا للصلوۃ فنزلت علیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الایۃ فتوجہ النبی وخرج الی المسجد فاستقبل سائلا فقال من اعطاک فی المسجد فقال ھذا تصدق علی بخاتمہ وھو راکع فدخل النبی فاذا ھو علی یعنی حافظ ابونعیم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا انھون نے کہ پیغمبر خدا نماز کے لیے وضو فرماتے تھے پس نازل ہوا یہ آیۃ انما ولیکم اللہ ورسولہ الایۃ پس حضرت متوجہ ہوے اور مسجد کی طرف برآمد ہوے پس سائل سامنے سے آتا تھا اُسے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مسجد مین کسنے جھوڑا اُسنے کہا کہ ایک شخص کو جسنے مجھپر انگوٹھی اپنی تصدق فرمائی حال رکوع مین پسکر جب حضرت داخل مسجد ہوے تو دیکھا کہ وہ علی ابن ابیطالب ہین اسی لیے جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہے کہ سیوطی نے بہت سی سندون سے اور فخر رازی نے دو سند سے اور زمخشری اور بیضاوی اور نیشاپوری اور ابن تتبع نے اور واحدی اور سمعانی اور بیہقی و نطنزی اور صاحب مشکوۃ اور مولف مصابیح اور سائر مفسرین و محدثین خاصہ و عامہ نے سدی اور مجاہد اور حسن بصری اور اعمش اور عتبہ بن ابی حکیم اور غالب بن عبد اللہ اور قیس بن ربیعہ اور عبایہ بن ربعی اور ابن عباس اور ابی ذر اور جابر اور غیر انکے صحابیون سے روایت کی ہے اور حسان وغیرہ شعرا نے اُسے نظم بھی کیا ہے سید ہاشم بحرانی علیہ الرحمہ نے روایت اخطب خوارزم مین لکھا ہے کہ حسان بن ثابت نے بعد اس آیت کے نازل ہونے کے قصیدہ کہا ہے کہ بعض اشعار اسکے یہ ہین ابا حسن تفدیک نفسی ومھجتی وکل بطی فی الھدی ومسارع فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعا فدتک نفوس القوم یا خیر راکع فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ وبینھا فی محکمات الشرائع اور معنی اسکے یہ ہین کہ اے ابوالحسن قربان ہو تجھپر سے جان میری اور جو ہوا مین تیز اور آہستہ چلنے والا ہے پس تو وہ ہے کہ جسنے حال رکوع مین عطا فرمایا

عطا ہوون مجھپر سے تمام قوم کی جاتین انی بہترین رکوع کرنے والے پس بھیجا تیری شان مین خدا نے بہترین ولایت کو
یعنی امامت کو اور مبین ظاہر فرمایا اُسے قرآن مین جو مشتمل ہی اوپر احکام محکمہ دین وملت کے اور ایک روایت مین جو حافظ
ابونعیم سے نقل کی ہو آئین ہو کہ اس روز بعض شعرا نے حسان کے سوا اور بھی اس مضمون کو نظم کیا ہو چنانچہ بعض اُن شعرا کے
یہ ہین اوفی الصلوٰۃ مع الزکوٰۃ اقامہا واللہ یرحم عبدہ الصبارا من ذا بخاتمہ تصدق راکعا واسرہ فی نفسہ اسرارا اور اس سے بخوبی
لائح ہوتا ہی کہ نزول اس آیہ کا شان مین اُن جناب کے عہد جناب رسالتمآب مین اس مرتبہ کو مشہور ہوا تھا کہ جیسے
شعرا نے بھی جو معاصر تھے نظم کیا تھا اور مفسرین اور محدثین نے بھی فریقین کے اُسے بہت کثرت سے روایت کیا اور یہ
جو کچھ کہ یہان لکھا گیا اِس سے یہ واضح ہوتا ہی کہ شیعون کی غرض یہ ہی کہ محدثین و مفسرین کا اتفاق اِس روایت پر ہی
کہ یہ آیہ خاص امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہی نہ یہ کہ سب حضرات اہلسنت اسکے قائل ہین کہ
موافق روایت کے اِس آیہ سے وہی حضرت مراد ہین کیونکہ اکثر انحضرات سے مخالف اُن روایات کے جو صحاح اور
دیگر کتب معتبرہ مین اُنکی وارد ہوئی ہین قائل اِس امر کے ہوے ہین کہ یہ آیہ شان مین جملہ مومنین کے نازل ہوا ہی
جیساکہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ اِس آیہ مین دو قول ہین پہلے یہ کہ مراد عامہ مومنین ہون اور اسکے بنا بر راکعون
سے خاشعون جملہ اوامر و نواہی الہی کے لیے مراد ہونگے اور فاضل زمخشری نے کشاف مین کہا ہی وھم راکعون الواو فیہ للحال
ای یعملون ذلک فی حال الرکوع وھو الخشوع والاخبات والتواضع للہ اذا صلوا و زکوا و قیل ھو حال من یؤتون الزکوٰۃ بمعنی یؤتونہا
فی حال رکوعہم فی الصلوٰۃ وانہا نزلت فی علی حین سالہ سائل وھو راکع فی صلوتہ فطرح لہ خاتمہ کانہ کان مرجا فی خنصرہ فلم
یتکلف لخلعہ کثیر عمل تفسد بمثلہ صلوتہ فان قلت کیف صح ان یکون لعلی رضی اللہ عنہ واللفظ لفظ جماعۃ قلت جی بہ علی لفظ الجمع و
ان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ فینالوا مثل ثوابہ ولینبہ علی ان سجیۃ المومنین یجب ان تکون علی ھذہ الغایۃ من الحرص علی البر والاحسان
و تفقد الفقراء حتی ان لزمہم امر لا یقبل التاخیر وھم فی الصلوٰۃ لم یوخروہ الی الفراغ منہا پھر فخر رازی نے کہا ہی کہ دوسرا قول یہین یہ ہی کہ مورد آیہ کا
شخص خاص ہو اور جو اسکے قائل ہین اُنھون نے بھی اختلاف کیا ہی پس اول اقوال وہ ہی کہ عکرمہ نے روایت کی ہی کہ
یہ آیت شان ابی بکر مین نازل ہوئی ہی اور دوسرا وہ ہی کہ علی کی شان مین نازل ہوا ہی اور اِس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہی
کہ تفسیر مفسر کبیر اور مفسر کشاف نے قول اول کو جو روایت مین ہی کہ عامہ مومنین کے حق مین نازل ہوا اور اقوال پر مقدم
کیا ہی اور شیخ ابن حجر نے بھی انھین دونون صاحبون کی پیروی کی ہی جیساکہ صواعق مین کہا ہی وکذلک زعمہم الاجماع علی نزولہا
فی علی فقد قال الحسن ناھیک بہ جلالۃ وامامۃ انہا عامۃ ویوافقہ ان الباقر علیہ السلام قال فی جواب من سئلہ ہل نزلت الایۃ فی علی منہم
انتہی کلامہ اور شاہ صاحب نے بھی اسی سے استدلال کیا ہی لیکن جواب مین شیخ ابن حجر کے جو فاضل شیرازی نے
لکھا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ پہلی نسبت اِس قول کی حسن کی طرف ثابت نہین ہوتی اور دوسرے بر تقدیر تسلیم اجماع
مفسرین اور کثرت روایات محدثین کے مقابل مین ایک شخص کا قول کیا اعتبار رکھ سکتا ہی تیسرے یہ کہ حسن کی طرف

نسبت اِس روایت کی ہی اُسکا حال یہ نسبت جناب علی ابن ابیطالبؑ کے مختلف فیہ ہی اسلیے کہ ایک جماعت اُسے دشمنان امیرالمومنین علی علیہ السلام سے جانتے ہین بوسطہ اُن چند کلمات ناشائستہ کے کہ جو اُس سے مشہور ہین اور کتب مین مسطور ہین ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی کہ وہ اُن اشخاص سے ہی جو علی علیہ السلام کے دشمن تھے اور آنحضرت کی مذمت کرتے تھے اور اُسنے حماد بن سلمہ سے روایت کی ہی کہ حسن بصری نے کہا کہ اگر علی مدینہ مین سوکھی روٹی کھاتے تو اُنکے لیے بہتر تھا اُس سے جسکے وہ مرتکب ہوے اور کہا ہی اُسنے کہ روایت کی ہی حسن سے کہ وہ منجملہ اُن اشخاص کے تھا کہ جنھون نے ہمرہی علی کی جہاد مین اختیار نہ کی پھر اُسنے کہا ہی کہ مروی ہی کہ حسن وضو کرتا تھا اور وسواس کے باعث سے وضو مین پانی زیادہ گراتا تھا جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ نے بہ نسبت اِس اسراف کے اُسے سرزنش فرمائی حسن نے کہا کہ وہ خون مسلمانون کے جو امیرمومنان نے گراے ہین اُس سے زیادہ نہ تھے یہ سنکر اُن جناب نے فرمایا کہ تجھے میرا فعل ناگوار اور برا معلوم ہوا اُسنے کہا ہان پھر حضرت نے فرمایا کہ ہمیشہ تو آزردہ و دلگیر رہیگا اور بسبب اِس دعاے جناب امیر علیہ السلام کے حسن ہمیشہ مہموم و گرفتہ خاطر رہا اور پھر اِسکے بعد ابن ابی الحدید نے کہا ہی اور لیکن ہمارے اصحاب یعنی ایک جماعت معتزلہ سے پس وہ کہتے ہین کہ حسن دوستون سے علی ابن ابیطالبؑ کے تھا اور وہ حسن کے حال کو بہ روایت واقدی اور ابان بن عیاش نقل کرتے ہین کہ اُسنے کہا کہ مین نے حسن سے پوچھا کہ آپ اعتقاد کے ساتھ جو کچھ تجھسے کہتے ہین کہ تو نے علی ابن ابیطالبؑ کے بارے مین کہا ہی وہ کیا ہی حسن نے کہا کہ ای بھائی میرے خون کو بچا اُن ستمگارون سے اگر ایسا نہ کرون تو مجھے دار پر کھینچ دین یہان تک مضمون ابن ابی الحدید تھا اب اسکے بعد لائق غور ہی کہ کلام حسن بصری کا محل اعتماد مین نہین ہوسکتا کیونکہ یہ مخالفت مشہور یا اُسنے عداوت سے کہا ہو یا بخیال تقیہ دونون طرح اُس سے احتجاج زیبا نہین اور جو روایت کہ شیخ ابن حجر اور شاہ صاحب نے بہ روایت مجروحین حضرت ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے روایت کی ہی اُسکا حال بھی انشاء اللہ واضح ہوگا لیکن قبل اُسکے کچھ تھوڑا سا حال آنحضرت کا بیان کرنا ضرور ہی تا کہ سب پر حقیقت امر ظاہر ہو اور اُنکی کیفیت عناد و تعصب کی بہ نسبت اہلبیت علیہم السلام کے واضح ہو بہ نظر انصاف اِس فرقہ منکرین فضائل اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے افعال کو دیکھنا چاہیے کہ روایات متفق علیہا کو جنھین خود بہت سی سندون سے روایت کرتے ہین اپنے پیٹ کے پیچھے ڈالکر محض انکار فضیلت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے لیے کبھی جملہ مومنین کو آیت کا مورد قرار دیتے ہین کبھی کہتے ہین کہ خاص ابوبکر کی شان مین یہ آیہ نازل ہوا ہی اور اقوال شاذہ منکرہ کو مثل قول ابی بکر نقاش و عکرمہ جو رئیس نصاب ہی اپنی سندون مین ذکر کرتے ہین حالانکہ جب اخبار فضیلت اہلبیت علیہم السلام کو بعض شیعون کی روایت سے سنتے ہین تو اُنکی تکذیب پر مبادرت کرتے ہین جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ سناری نے جو علماے حضرات اہلسنت سے ہی امارات وضع اخبار مین ذکر کیا ہی منہا کون الراوی لہ نصبا مثلا و الحدیث فی فضائل اہل البیت فی ذم محاربیھم اور خود اخبار اہلسنت کو جو عموماً صحابہ کے فضائل مین ہا

یا خاص ابی بکر کے فضائل میں ہو اگرچہ اسکی نقل میں بعض اہلسنت متفرد ہوا ہو اپنا معتمد علیہ جانتے ہیں اور اُس سے
استدلال کرتے ہیں حالانکہ اگر شیعہ کو بسبب محبت اہلبیت علیہم السلام کے نقل فضائل میں متہم بکذب جانتے ہیں
تو اہلسنت بھی خصوصاً جو اُنسے نواصب و خوارج ہیں وہ بطریق اولی نقل فضائل اصحاب ثلثہ میں بسبب اُنکی محبت کے
متہم بوضع ہونگے کیونکہ اُنکے یہاں اولاً باسباب رہبتیہ و رغبتہ ریاست خلفاے جور کے لیے یہ امور ہو بھی چکے ہیں
دوسرے اُنکے ائمہ اربعہ سے ابوحنیفہ نے فتویٰ دیا ہے کہ حمایت مذہب کے لیے وضع کرنا حدیث کا جائز ہے اور حجۃ الاسلام
امام غزالی نے بھی اسکی گواہی دی ہے حیث قال اجاز ابوحنیفہ وضع الحدیث علی وفق مذہبہ جیسا کہ مقدمہ میں اسی کتاب
امامت کے اُسے لکھ چکا ہوں بخلاف شیعوں کے کہ نہ انکے ائمہ کرام نے نہ علما نے کسی نے اُسے تجویز نہیں کیا اسلیے
متہم بوضع انکا ہونا بہ نسبت شیعوں کے اولی ہے کتاب کافی کلینی میں سلیم بن قیس ہلالی سے ماثور ہے کہ عرض کیا میں نے
خدمت میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے کہ میں نے سنا ہے سلمان و مقداد و ابی ذر سے کچھ چیز کو قرآن کی تفسیر سے
اور احادیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو مغائر اُنسے ہے جو دست مردم میں موجود ہے اور آپ سے تصدیق
روایت سلمان کی اور جو انکی بظاہر میں سُنتا ہوں اور دیکھا میں نے کہ جو زیادہ دست مردم میں تفسیر قرآن و احادیث سے
کہ منسوب طرف پیغمبر خدا کے ہے آپ حکم خلاف اُسکے فرماتے ہیں اور بہ نسبت اُسکے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ سب باطل ہے
آیا آپ یہ گمان فرماتے ہیں کہ دیدہ و دانستہ خلق نے پیغمبر خدا پر تہمت باندھی ہے اور قرآن کی تفسیر اپنے دل سے کی ہے پس
جناب امیر علیہ السلام متوجہ ہوے میری طرف اور فرمایا کہ پوچھا تو نے تو اب چاہیے کہ جواب کو سمجھ دست مردم میں
حق ہے اور باطل ہے اور سچ ہے اور جھوٹ ہے اور ناسخ ہے اور منسوخ ہے اور عام ہے اور خاص ہے اور محکم ہے اور متشابہ ہے اور حفظ ہے
اور وہم ہے بہ تحقیق کہ جھوٹ باندھا گیا پیغمبر خدا پر آنحضرت کے عہد میں یہاں تک کہ کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور یہ
فرمایا ایہا الناس قد کثرت علی الکذابۃ فمن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار اور بعد اُسکے پھر جھوٹ باندھا گیا آنحضرت پر بعد عہد
آنحضرت کے وانما اتاکم الحدیث من اربعۃ لا خامس لہم پہلے وہ مرد ہے کہ منافق تھا ظاہر میں اسلام کو ظاہر کرتا تھا اور تصنع
چاہتا تھا کہ کچھ اپنا کام نکالے نہ جھوٹ باندھنا آنحضرت پر گناہ جانتا تھا نہ کوئی حرج اپنے لیے اسمیں سمجھتا تھا پس اگر خلق
یہ جانتی کہ یہ شخص منافق اور کذاب ہے تو کوئی خبر اُس سے قبول نہ کرتے اور اسکی روایت کو قبول نہ کرتے لیکن انھوں نے کہا کہ یہ
مصاحب رسول ہے اور اُن جناب کو دیکھا ہے اور روایات کو اُسنے اپنے کان سے سُنا ہے پس اس شبہ سے فریب کھا کر
اُسکے اقوال پر عمل کر گئے اور اعتماد کرنے لگے درحالیکہ اُسے پہچانتے نہ تھے حالانکہ حق تعالی نے اپنے پیغمبر کو خبر دی تھی جو کچھ
کہ خبر دی تھی اور اُنکا وصف فرمایا تھا ساتھ اُسکے جو وصف فرمایا تھا خداوند عزوجل نے واذا رایتہم تعجبک
اجسامہم وان یقولوا تسمع لقولہم ثم بقوا بعدہ فتقربوا الی ائمۃ الضلال والدعاۃ الی النار بالزور والکذب والبہتان فولوہم وحملوہم علی رقاب الناس واکلوا
بہم الدنیا وانما الناس مع الملوک والدنیا الا من عصم اللہ فہذا احد الاربعۃ انتہی قدر الحاجۃ من کلامہ صلوات اللہ علیہ

بالجملہ یہ بات بہت واضح ہی کہ روایات سے قطع نظر کرکے عقل بھی اُسکے ساتھ حکم کرتی ہی اور تجربہ بھی اُسکا شاہد ہی اور کچھ
شیعہ خاص یہ بات نہین کہتے بلکہ حضرات اہلسنت بھی اسباب وضع حدیث مین مثل اسکے ذکر کرتے ہین جیسا کہ
شیخ اہلسنت رحمۃ اللہ سندھی نے مختصر تنزیہ الشریعہ مین اصناف وضاعین کے بیان مین لکھا ہی الصنف الخامس
اصحاب الاغراض الدنیویۃ کالقصاص والسؤال و اصحاب الامراء و قصہ غیاث مع المہدی کہ خود بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہی اسپر شاہد ہی اور
بھی انھین وضاعین کے اوصاف سے اصحاب آہوا و بدع کو شمار کیا ہی حیث قال فہم وضعوہا نصرۃ لمذاہبہم و ثلباً لمخالفیہم
اور جب یہ امر مقرر ہو چکا تو پھر اگر اہلسنت یا نوصب جو ثقات اسلام بین ہین اپنی نصرت مذہب کے لیے بے اسکے کہ
کوئی سند ظاہر و واضح اور دلیل لائح ہو آیہ کریمہ کی ابی بکر کے حق مین نازل ہونے کا ادعا باسباب مزبورہ کرین تو وہ
ہرگز اس لائق ہوگا کہ اسے کوئی صاحب عقل و ذہن سنے یا اُسپر کان رکھے خصوصاً جب اُنکے علماے نحلہ نے کہ اکابر اور
بڑے اُس مذہب کے ہین ایسے راویون کی روایات مین بلکہ انھین راویون کی روایات مین عموماً قدح و جرح کیا ہو پھر
اُنکی مخصوص روایت کسطرح بہ مقابل روایات کثیرہ متفق علیہا کے لائق استدلال کے ہوگی اور پوشیدہ نہ رہے کہ
جو شاہ صاحب نے اُن روایات کثیرہ کے معارضہ مین ابو بکر نقاش کی روایت کو ذکر کیا ہی اُسکا حال یہ ہی کہ ابن
خلکان نے جو مجمل علما اور محققین حضرات اہلسنت سے ہی اپنی کتاب وفیات الاعیان مین اِسکے حال کے بیان مین
لکھا ہی ابو بکر محمد بن الحسن المقری المعروف بالنقاش الموصلی الاصل البغدادی المولد والمنشا کان عالماً بالقرآن فی حدیثہ مناکیر باسانید
مشہورۃ قال البرقانی کل احادیث النقاش مناکیر و لیس فی تفسیرہ حدیث صحیح و ذکر فی وجہ تسمیتہ بالنقاش انہ نسبتہ الی من ینقش السقوف والحیطان
و کان ابو بکر المذکور فی مبدا امرہ من یتعاطی ہذہ الصناعۃ فعرف بہا و قال انہ توفی یوم الثلثا و دفن یوم الاربعا لثلث خلون من شوال سنۃ اثنتین و خمسین و ثلثمائۃ
انتہی مختصراً اور بعض افاضل نے تاج الدین عبد الوہاب سبکی سے جو طبقات شافعیہ سے ہی ترجمہ مین ابی بکر نقاش کے
نقل کیا ہو و من تصانیفہ کتاب شفاء الصدور فی التفسیر و فیہ موضوعات کثیرۃ ضعفہ غیر واحد انتہی مختصراً اور بھی فرمایا ہی کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے
اپنے رسالہ مین جسکا فوائد کا فیہ نام ہی ذکر نقاش کے بعد لکھا ہو قال الذہبی فی المیزان صار شیخ المقرئین فی عصرہ علی ضعف فیہ
و حدث بمناکیر قال ابن الشیرازی انہ لیس بثقۃ پھر جب محققین اہلسنت اسکا یہ حال لکھین تو اُسکی روایت مختلفہ کا ذکر جسے
اُسنے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف نسبت دی ہو و حاشاہ عن ذلک الا للتقیہ لما ثبت من مذہبہم بالضرورۃ اور عکرمہ دروغ گو
کی روایت کو جسے اُسنے منسوب ابن عباس کی طرف کیا ہی حالانکہ وہ اُنپر جھوٹ باندھا کرتا تھا جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب
اسکا بھی حال بیان ہوگا بہ مقابل اُن روایات کے جسے فاضل سیوطی نے اور شیخ الاسلام حضرات اہلسنت نے
بہت سی سندون سے ابن عباس سے نقل کیا ہی اور وہ روایت متفق علیہا بین الفریقین ہین انصاف سے بعید ہی اور
کوئی عاقل منصف اسے پسند نہ کریگا اور تقدیم جرح کی ترجیح تعدیل پر مختص اسکے ساتھ ہی کہ دونون قول متعادل ہون
اور یہ بات یہان نہین ہی اور اسکے ساتھ بعض اہلسنت کا ثعلبی کے حق مین یہ کہنا کہ وہ حاطب لیل ہی جرح مین اُسکی صریح

نہین ہی اور ثعلبی کی روایت کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنا یہ کہکر کہ سب اہلسنت کے نزدیک اسکی روایت کا اعتبار نہین ہی
یہ خود لائق اعتبار کے نہین کیونکہ ابن خلکان نے ثعلبی کی مدح کی ہی اور یہی لیے اسکے جواب مین جو جناب سلطان العلماء نے
فرمایا ہی وہ سلطان الکلام ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ بنظر انصاف دیکھنا چاہیے کہ ثعلبی جو ابن خلکان کا ممدوح ہی وہ تو بنظر
اسکے کہ وہ روایت جو متضمن ولایت حضرت امیر علیہ السلام کو ہی روایت کرنے سے حاطب لیل ہوا اور نقاش بدقماش
جو مناکیر کو روایت کرتا ہی ممدوح ہوا پس بمقتضاے ثبت العرش ثم انقش پہلے نقاش کا ممدوح ہونا اور اسکی روایات
کی صحت ثابت کرنی چاہیے بعد اسکے اسکے نقوش بیہودہ سے استدلال کیا جاے ہان چونکہ اسکی بھی کنیت ابوبکر تھی
اس جہت سے شاہ جی کے نزدیک معتمد ہوا ہو لیکن جو ایسا ہی ہو چاہیے کہ ابوبکر جوہری کی بھی روایت پر جو اسنے درباب
باغ فدک روایت کی ہی اعتماد کرنا چاہیے اور جو فرق جوہری و نقاش مین ہی وہ ظاہر ہی پوشیدہ نہین ہی فقط اور حقیقت
یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے ابی بکر نقاش و عکرمہ کی روایت پر استناد کیا ہی یہ سُننے کے قابل نہین ہی محض عناد و نفسانیت کی
بلکہ لومڑی کا استشہاد اپنے دم سے ہی اور واقع مین وہ دونون روایتین افترا ہین وراز قبیل وضع مین ابوبکر نقاش نے
حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام پر افترا کیا ہی اور اسی طرح عکرمہ نے ابن عباس پر تہمت کی ہی اور برتقدیر تنزل وہ محمول بتقیہ
خلفاے جور سے ہونگی کیونکہ یہ انکار فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے کرنا اور خلاف حق کہنا اور ایسے اخبار کو
وضع اور نقل کرنا جسنے امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل کا اختصاص باقی نہ رہے بنی امیہ کی سعی اور خلفاے جور کی
کوشش اور خوارج کا کام تھا جناب امام ابوجعفر علیہ السلام سے خلاف حق کلام کسطرح صادر ہو سکتا ہی مگر یہ کہ بحال تقیہ
فرمایا ہو اور مؤید ہی اس دعوے پر وہ روایت جو کتاب کافی مین کلینی سے مذکور ہی کہ ابوبکر مسروق کہ از جملہ اصحاب حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام ہین انھون نے آن جناب کی خدمت مین عرض کیا کہ مین اکثر آدمیون سے گفتگو کرتا ہون اور
حقیت مذہب کے اثبات پر احتجاج کرتا ہون قول خداے عزوجل سے انما ولیکم اللہ الایۃ لیکن وہ جواب مین کہتے ہین
کہ یہ آیہ شان مین ایک قوم کی مسلمانون سے نازل ہوا تھا پھر جو کچھ کہ مجھے معلوم تھا اس آیہ کے حال سے اور جو اُسکے
مشابہ ہین وہ سب کچھ کہا لیکن وہ سکوت نہین کرتے یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ جب یہ معنی واقع ہو چکا تو تو انھین مباہلہ
کی طرف دعوت کر راوی نے عرض کیا کہ مباہلہ کسطرح کرون حضرت نے مباہلہ کی کیفیت بیان فرمائی راوی کہتا ہی
کہ خدا کی قسم مین نے ایک کو بھی مخالفین سے نہین پایا کہ مباہلہ کو قبول کرے پھر جب آنحضرات کے علم و یقین کی نسبت
اس آیہ کے نازل ہونے کے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان مین یہ حال ہو تو کسطرح ہو سکتا ہی کہ قول
ابوبکر نقاش صحیح ہو اور جو روایت کی عکرمہ نے اس آیہ کے نازل ہونے مین در خصوص ابی بکر خلیفہ اول حضرات اہلسنت
نقل کی ہی وہ تو سب سے زیادہ غریب و نادر ہی اور بلا شبہ احادیث موضوعہ سے ہی اور انھین اخبار کثیرہ سے ہی جو
فضائل ابی بکر مین وضع کیے گئے ہین یہان تک کہ اہلسنت نے بھی بعض بعض اخبار کو اُنسے صاف لکھ دیا ہی کہ یہ وضعی ہین

جیساکہ اسی کتاب کے مقدمہ مین ہمنے اُسکا حال مجملاً لکھا ہی اور پھر ہم کہتے ہین قال السندی حدیث ان الله اتخذ
لابی بکر فی اعلیٰ علیین قبۃ من یاقوتۃ بیضاء معلقۃ بالقدرۃ الی اخرہ وفیہ محمد الزارع والحمل فیہ علی الزارع وھو مما صنعت یداہ وھو کذاب
یضع الحدیث وعصی موسی یلقف ما یافکون حدیث ابن عباس لما نزلت اذا جاء نصر الله الحدیث وفیہ ان الله جعل ابابکر خلیفتی علی دین الله واخرہ فاطاعوہ والله
رشدوا ولا یصح وفیہ عکرمۃ الکوفی ویبطلہ الحدیث الصحیح اور روایت عکرمہ سرگروہ خوارج کے موضوع ہونے کی دلیل وہ ہی جو فاضل شہرستانی نے
کہا ہی کہ اسی جہت سے مسلم نے اپنی صحیح مین کوئی حدیث اس سے روایت نہین کی اور بتصریح بعض محققین اہلسنت روایت
اسکی پایہ اعتبار سے ساقط ہی جیساکہ جناب سید سند نے بعض افاضل سے نقل کیا ہی کہ انھون نے تہذیب الکمال فی
اسماء الرجال سے ترجمہ مین اُسکے عکرمہ کے نقل کیا ہی قال انما احتج بحدیثہ الائمۃ القدماء لکن بعض المتاخرین اخرج حدیثہ عن حیز الصحاح اور اس سے
زیادہ یہ ہی کہ ایک جماعت نے محققین اہلسنت سے تکذیب کی اس سے عکرمہ کی تصریح کی ہی اور اُسے کذاب کے ساتھ
ملقب کیا ہی اور یہ علامت واضح ہی اُسکی روایت کے موضوع ہونے پر ساتھ اس مضمون غریب کے قال السندی
وللوضع امارات منہا ان یصرح بتکذیب راویہ جمع کثیر یمتنع فی العادۃ تواطؤھم علی الکذب یعنی شیخ رحمۃ الله سندی جو اعاظم علماے حدیث
اہلسنت سے ہین انکا قول ہمارے اس دعوے پر شاہد ہی جو انھون نے کہا ہی کہ وضع حدیث کے لیے بہت سی علامتیں ہین
بعض اُنمین سے یہ ہی کہ اُسکے راوی کے تکذیب کی تصریح جمع کثیر نے کی ہو کہ ازروے عادت کے ممنوع ہی کہ جماعت کی
جماعت جھوٹ پر اتفاق کرے فقط اور جب یہ مقرر ہو چکا تو اب انشاء الله جمع کثیر کی گواہی سے عکرمہ کی تکذیب ثابت
کیجاتی ہی اور بعد اسکے پھر محل احتجاج کسی طرح اُسکی روایت سے باقی نہین رہ جاسکتا اور یقینی اُسکی روایت کو اخبار
موضوعہ سے جاننا چاہیے جناب سید سند نے فرمایا ہی فقد نقل الفاضل المذکور سبعۃ مشکور من جملۃ من المجمع علی تکذیبہ بالکذب ونقیصہ
منہا انہ قال مسلم بن ابرہیم عن الصلت بن دینار انی سمعت المجنون قال سألت محمد بن سیرین عن عکرمۃ فقال ما یسوءنی ان یکون من اھل الجنۃ ولکنہ کذاب
ومنہا انہ قال وھب بن خالد سمعت یحیی بن سعید الانصاری وایوب ذکرا عکرمۃ فقال یحیی کان کذاباً وقال ابوبکر الاسمعیلی عن ھشام بن عبدالله بن عکرمۃ
المخزومی سمعت ابن ابی ذئب یقول رایت عکرمۃ مولی ابن عباس وکان غیر ثقۃ عن الاصمعی عن ابن ابی الزناد مات کثیر وعکرمۃ مولی ابن عباس فی یوم واحد
فشھد الناس جنازۃ کثیر وترکوا جنازۃ عکرمۃ قال الواقدی قال خالد ابن القاسم عجب الناس لاجتماعھما فی الموت واختلاف رأیھما عکرمۃ یظن انہ یری رای
الخوارج یکفر بالبیعۃ وکثیر شیعی یومن بالرجعۃ ونقل عن ابن خلکان انہ قد تکلم فیہ لانہ قیل انہ کان یری رای الخوارج وقال عبدالله بن الحرب
دخلت علی علی بن عبدالله بن عباس وعکرمۃ علی بابہ مکتف فقلت اتفعل ھذا بمولاکم فقال ان ھذا یکذب علی ابی
یعنی مسلم بن ابرہیم نے صلت بن دینار سے نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے مجنون سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ مین نے محمد بن
سیرین سے عکرمہ کا حال پوچھا اُسنے کہا کہ مجھے برا نہین معلوم ہوتا کہ وہ بھی بہشت مین جاے لیکن برا جھوٹا تھا اور بعض
اُنمین سے یہ ہی کہ وہب بن خالد نے کہا کہ مین نے سعید انصاری اور ایوب سے سنا کہ انھون نے عکرمہ کو یاد کیا پس یحییٰ نے
کہا کہ برا جھوٹا تھا اور ابوبکر اسمٰعیل نے ہشام بن عبدالله بن عکرمہ مخزومی سے نقل کیا ہی کہ اُسنے کہا سنا مین نے ابن ابی ذئب سے

کہ وہ کہتا تھا عکرمہ ابن عباس کا غلام تھا اور غیر ثقہ تھا اور اصمعی بن ابی الزیاد نے کہا کہ کثیر اور عکرمہ ابن عباس کا غلام دونوں ایک روز مرے پھر سب خلق کثیر کے جنازے کی شریک ہوئی اور عکرمہ کے جنازے پر کوئی نہ آیا اور واقدی نے کہا ہی کہ خالد بن قاسم نے کہا کہ آدمیوں کو تعجب اسکا ہوا کہ عکرمہ اور کثیر مرنے میں تو مجتمع ہوے اور اعتقاد میں مخالف تھے عکرمہ تو اعتقاد مذہب خوارج کا رکھتا تھا اور کثیر شیعہ مذہب تھا رجعت کا ایمان رکھتا تھا اور ابن خلکان نے کہا ہی کہ عکرمہ میں کلام مردم مختلف ہی اور وہ مذہب خوارج پر تھا اور عبداللہ بن حرب نے کہا کہ میں عبداللہ بن عباس کے بیٹے کی ملاقات کو ایک روز گیا دیکھا میں نے کہ عکرمہ کے ہاتھ پس پشت بندھے ہوے تھے اور وہ دروازہ پر کھڑا تھا میں نے ابن عباس کے بیٹے سے کہا کہ تم غلام کے ساتھ ایسی زیادتی کرتے ہو انھون نے کہا کہ یہ میرے باپ پر تہمت کرتا ہی اور بھی انھین فاضل نے طبقات سے نقل کیا ہی کہ اُسنے ترجمہ میں عکرمہ کے کہا ہی کہ وہ جمیع علوم میں ید بیضا رکھتا تھا سوا اسکے کہ متہم تھا ساتھ اعتقاد خوارج کے اور وہ اِس اعتقاد باطل کو اپنے آقا ابن عباس کی طرف بھی نسبت کرتا تھا اور وہ جھوٹ تھا جو ابن عباس پر باندھتا تھا اِسی جہت سے وہ معرض جرح اور تزئیف ائمہ میں پڑ گیا امام مالک اور یحیی ابن سعید انصاری اُسپر انکار ملیغ رکھتے ہیں اور عبداللہ بن عمر سے منقول ہی کہ اگر وہ اعتقاد باطل حروریہ کا قائل نہوتا تو اُسکی حدیث بلند مرتبہ تھی اور زیبا تھا کہ روایت کے طلب کرنے کو اُس سے دور سے رنج سفر کھینچ کر آتے اور قبول کرلی شارح صحیح بخاری کو انہی فاضل نے نقل فرمایا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اُسنے کہا ہی کہ وجہ اول عکرمہ پر طعن کی جو شدید وجوہ ہی یہ ہی کہ عمر نے اپنے غلام سے جسکا نام نافع تھا فرمایا کہ لاتکذب علینا کما یکذب عکرمۃ علی ابن عباس اور اِسمین بہت سی روایتین ذکر کی ہین اور اُسکے بعد کہا ہی کہ دوسری وجہ طعن کی عکرمہ پر یہ ہی کہ اُسنے مذہب خوارج کو اختیار کیا تھا پس ابن لہیعہ نے ابو الاسود محمد بن عبدالرحیم سے نقل کیا ہی کہ وہ عکرمہ سے غضبناک تھا اور اِسکا سبب یہ تھا کہ عکرمہ نجدہ حروری پر وارد ہوا اور چھ مہینے اُسکے پاس رہا پھر پھر کر ابن عباس پاس آیا فقال قد جاء العبد قال فکان یحدث برای نجدۃ وقال کان یحدث برای الصفریۃ وقال الجرجانی قلت لاحمد بن حنبل اکان عکرمۃ اباضیا فقال انہ یقال کان صفریا وقال ابو طالب عن احمد کان یری رای الخوارج الصفریۃ وعنہ اخذ اھل افریقیۃ وقال علی بن المدینی یقال انہ کان یری رای نجدۃ الی ان قال ولاجل ھذا ترکہ مالک وقال مصعب الزبیری کان یری رای الخوارج وزعم ان عبد اللہ ابن عباس کان علی ھذا المذھب الی غیر ذلک مما یدل علی اصرارہ علی تلک الطریقۃ الخبیثۃ واخذ اقوام من الخوارج عنہ الحدیث الذی یدل علی تصدیقہ ما قالہ صاحب الملل والنحل وعلی تکذیبہ فی روایتہ للمسلمین غیر ایضا اور تیسری وجہ میں کہا ہی کہ کان یاتی الامراء یطلب جوائزہم ولم یترک موضعا الا خرج علیہ قال الیہ قال ابو نعیم قدم علی الوالی باصبہان واجازہ بثلثۃ آلاف دراہم قال ھذا جمیع ما قیل فیہ من القدح اور یہی علامات وضع سے ہی کیونکہ شیخ رحمۃ اللہ سندی نے لکھا ہی المصنف الخامس اصحاب الاغراض الدنیویۃ کالقصاص واصحاب الامراء اور جب عکرمہ کا حال بشہادت محققین حضرات اہلسنت ثابت کر دیا تو اب اہلسنت کو اختیار ہی بعد اسکے چاہین اُسے جھوٹا کہین جیسا کہ وہ ہی اور اُنکے محققین نے کہا ہی اور اِس کہنے کے بعد اِس روایت سے کہ نزلت الآیۃ فی ابی بکر دست بردار ہون اور

تصدیق احادیث متفق علیہا کی کریں فہو المطلوب اور عناداً اگر کبھی پر اصرار منظور ہی کہ عکرمہ کیسا ہی ہو لیکن انکی روایت کی
تصدیق کرینگے تو اپنے مشائخ کی تکذیب کریں لیکن سمجھنا چاہیے کہ تکذیب مشائخ سے کل صحاح سقیم ہو جائینگی کیونکہ
صحت روایات کا مدار رواۃ کے اچھے برے ہونے پر ہی اور جب مشائخ جھوٹے ہوے تو جیسا انکی مذمت
جھوٹی ہوئی اسی طرح انکی شہادت مدح میں بھی راوی کی لائق قبول نہو گی علاوہ اسکے پہلی صورت ہر عاقل کے نزدیک
متعین ہی کیونکہ عکرمہ کی روایت کے سوا کسی روایت میں وارد نہیں ہی کہ یہ آیہ ابی بکر کی شان میں نازل ہوا ہی اور
انکی روایت حقیقت میں روایت نہیں ہی بلکہ ادعاے بحت اور افترا ہی اور کسی کتاب میں کتب خاصہ و عامہ کے
وارد نہیں ہوا کہ ابی بکر نے حال رکوع میں انگوٹھی تصدق کی اور کسی شخص کے یہ حکایت گوش زد نہیں ہوئی الا مورخین یا
لکھتے شعر انظم کرتے بلکہ اگر غور سے دیکھیے تو قول عکرمہ کذاب میں بھی باوصف وضع اسکی تصریح نہیں ہی بلکہ جائز ہی کہ اسکے
قول میں بھی رکوع سے مراد خضوع لیں جیسا کہ اکابرین مذہب اہلسنت نے بانسبت جملہ مومنین کے رکوع کو خضوع پہ
حمل کیا ہی بلکہ عمر بن الخطاب خلیفہ حضرات اہلسنت کا رکوع میں بکثرۃ انگوٹھی کو تصدق کرنا عبارت سے پایا جاتا ہی اگرچہ بلحاظ
ترتیب نزول آیہ کا نہوا جیسا کہ صدوق علیہ الرحمہ نے انکے حق میں ایک روایت نقل کی ہی اور وہ یہ ہی وروی عن عمر بن
الخطاب انہ قال واللہ تصدقت باربعین خاتما وانا راکع لینزل فی ما نزل فی علی ابن ابیطالب فما نزل اور مصنف کتاب مبین ابو احمد محرم
واحدی سے نقل کیا ہی کہ منشے کہا وروی التصدق بالخاتم من سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایضا فیہ یقول الشاعر تصدق
فی الصلوۃ بخاتمہ یعنی روایت کیا گیا ہی تصدق کرنا انگوٹھی کے ساتھ ہمارے سردار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اور بھی انکی
مدح میں شاعر نے کہا ہی کہ عمر نے تصدق کیا ہی نماز میں انگوٹھی کو الخ راقم رسالہ کہتا ہی کہ واحدی نے نام شاعر نہیں لکھا
جیسا کہ روایت اخطب خوارزم میں تصریح ہی کہ حسان نے قصیدہ کہا تھا تاکہ دیکھا جاے کہ یہ شاعر کون ہی کیونکہ حسان کا
زمان جناب سالتمآب میں کہ وقت نزول آیہ تھا ہونا ثابت ہی بالجملہ معنی اس روایت کے یہ ہیں کہ عمر بن الخطاب نے کہا کہ
قسم ہی خدا کی کہ میں نے چالیس انگوٹھیاں حال رکوع میں تصدق کیں اس امید سے کہ میرے بارے میں بھی نازل ہو وہ
جو حق میں علی ابن ابیطالب کے نازل ہوا پس کچھ نازل نہوا اگر بالفرض وہ اسکے کسی نے یاد نہیں کیا کہ یہ آیت انکی شان
میں نازل ہوئی خلیفہ اول حضرات اہلسنت کے تو ایک انگوٹھی کے بھی حال رکوع میں تصدق کرنے کی کوئی خبر و
اثر کہیں نہیں ہی اور خود یہ قول خلیفہ ثانی کا کیسا شاہد ہی کہ نزول آیہ بحق علی ابن ابیطالب ہوا ہی نہ بحق ابی بکر و الا وہ
تو کہتے کہ لینزل فی ما نزل فی حق ابی بکر کیا عکرمہ کو خلیفہ ثانی سے بھی زیادہ صادق اور عالم کوئی کہہ سکتا ہی اور اس صورت میں
عکرمہ کی تصدیق کرنے سے تکذیب مشائخ کے سوا شیخ ثانی کے بھی جو شیخ المشائخ ہیں معنی تکذیب لازم آتی ہی
چونکہ بحسب مقام مقولہ خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت کا ذکر ہو گیا اسلیے میں کہتا ہوں کہ بڑے تعجب کا مقام ہی کہ
کیا یہ صاحب یہ سمجھے تھے کہ محض انگوٹھی کا دینا نزول آیہ کی علت تامہ ہی جو چالیس انگوٹھیاں دیں یہ نہ سمجھے کہ یا عا

وعبادات مین خلوص نیت کو بڑا دخل ہی اور وہی معتبر ہی تصدق وہی ہی جو مقرون نیت قربت کے ساتھ ہو نہ وہ کہ مشتمل قصد فاسد اور طلب منفعت اور حسد وعداوت اور مقابلہ ہمشیاے امت کے لیے ہو کیا یہ آیہ اُسوقت تک نازل نہوا تھا جو حق تعالی فرماتا ہی انما یتقبل اللہ من المتقین یا سورۂ دہر مین وصف نیت تصدق کے بیان مین جو حق تعالی انقل قول متصدقین مقبولین فرماتا ہی کہ انھون نے تصدق کے وقت سائل سے کہا تھا لا نرید منکم جزاء ولا شکورا اُس سے بھی آگاہ نہ تھے حق تعالی عمل خالص کو قبول فرماتا ہی اور جب تصدق مقرون اس ارادے سے ہوا تو کیونکر مقبول ہوتا پھر ایسی نیت فاسد کے ساتھ اس محال کی آرزو کسطرح کی اور اس سے کیا فائدہ ہوا اور سب سے زیادہ لطیف بات یہ ہی کہ جناب سید سند نے بعض علماسے نقل فرمایا ہی کہ صاحب کتاب خصائص محمد بن طبری نے جو علماے حضرات اہلسنت سے ہین اپنے خلیفہ کی تقلید سے کہا ہی کہ مین نے چالیس انگوٹھیان حالت رکوع مین اپنی راہ خدا مین اس آرزو سے تصدق کین تا کہ میری بھی شان مین کوئی آیہ نازل ہو جیسا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا لیکن کوئی آیہ نازل نہوا تھا ان ہتدیہ سب سے زیادہ عاقل ہین کہ قطع نزول وحی کے بعد بھی آرزوے نزول آیہ کرتے ہین معلوم نہین کس طرح یہ آرزو و تمنا جو مشعر بہ بیعقلی بلکہ کفر ہی کی قرآن کا نازل ہونا تو مختص پیغمبر کے ساتھ تھا اب کس کے ذریعے سے انتظار نزول آیہ کا کرتے تھے اور اہی سفاہت اور عدم معرفت سے معلوم ہوتا ہی کہ جب انھون نے بے وقت یہ آرزو کی تو انکے اسلاف نے جنکی طمع اور رغبت مال کی طرف اور تحصیل عزت دنیا کی طرف اُنسے بہت زیادہ تھی کیونکر سعی اور آرزو اس مقدمہ مین نہ کی ہوگی کیونکہ انکا زمانہ تو نزول وحی کا تھا اور ادراک صحبت کا جناب رسالتمآب کی کیا تھا لیکن مقام تاسف ہی کہ بسبب نقصان عقل کے پیشوا و مقلد دونون کا نقصان ہوا اور کوئی فائدہ مترتب نہوا اور شاید صاحب خصائص کو سبب اقدام اس فعل پر قول فاضل زمخشری کا ہوا ہوگا جو انھون نے صیغہ جمع کی توجیہ مین کہا ہی کہ اگرچہ آیہ علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہی لیکن جمع کا صیغہ اسلیے کہ جو کوئی مثل انکے عمل کرے مثل اُس ثواب کے پائیگا لیکن یہ نہ سمجھے کہ مماثلت غیر حقیقی مین آسمان و زمین کا فرق ہی مماثلت حقیقی یہ ہی کہ نیت صادقہ اور عمل خالص مین ہو اور وہ البتہ قبول عمل اور ثواب بے حساب سے فائز ہونے کا باعث ہی لیکن مصداق اس مماثلت کا ائمہ اہلبیت معصومین ہین نہ غیر انکے لکونھم مشترکین فی العصمۃ اور صیغہ جمع کے فرمانے کا سبب بھی وہی ہی جیسا کہ آیندہ واضح ہوگا انشاء اللہ اور مماثلت غیر حقیقی وہ ہی کہ اعضا و جوارح سے عمل کرے نیت فاسدہ کے ساتھ کیونکہ اگرچہ مماثلت ظاہری اسمین متحقق ہوتی ہی لیکن یہ عمل اپنے صاحب پر وبال ہوتا ہی اور یہ عاقل لائق اعزاز نہین بلکہ قابل تادیب ہی تاکہ پھر ایسا فعل زشت عمل مین نہ لاے بالجملہ ان روایات سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہی کہ جو فضیلت کہ اس آیت سے مستفاد ہوتی ہی وہ اس مرتبہ مین سب کی نظر مین ظاہر تھی کہ سب اسلاف اہلسنت سے اسکی تحصیل کی آرزو کرتے تھے لیکن انکے بعد جو حضرات اُنسے ہوے انھون نے خلاف کرکے اس فضیلت کے ابطال مین کوشش کی ہی اور بعض

کہتے ہیں کہ دلالت ہے آیہ کی بحق وہی ہی مختار پایہ اعتبار سے ساقط ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ اس عمل خیر کی تنقیص اور تحقیر کے
پیرایہ میں ظاہر کریں اسی جگہ سے ہے کہ مصنف تفسیر کبیر اپنی تفسیر میں اور شاہ صاحب نے اپنے تحفہ میں نصر اللہ کابلی کی
تقلید کر کے دلالت آیہ کے نقض میں بلکہ العیاذ باللہ نقض کے اثبات میں جناب امیر علیہ السلام کے واسطے
بہت کچھ کوشش کی ہے جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا بالجملہ کیفما کان یہ حکم کہ آیہ شان ابی بکر میں نازل ہوا ہے
جیسا کہ عکرمہ نے اور اُسکے تابعین نے گمان کیا ہے تحقیقی پایہ اعتبار سے ساقط ہے جیسا کہ گذرا اور لائق لحاظ یہ ہے کہ
پہلے خلیفہ اول کا ایمان ہی میں کلام ہے دوسرے یہ بات کہ انھوں نے حال رکوع اور اقامت صلوٰۃ میں زکوٰۃ
بوجہ مشروع نہیں دی یہ سب کو معلوم ہے بلکہ دنیا میں اُسکا شائع و مشہور ہے پھر اس صورت میں یہ کہنا کہ مراد اس آیہ سے
ابی بکر ہیں ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی کلام کو اُسکی جگہ سے تحریف کرے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ محدثین اہلسنت
قاطبۃً ثعلبی کو اور اُسکی روایتوں کو بمقابل ایک جو کے بھی نہیں خریدتے اور اُسے حاطب لیل قرار دیتے ہیں کہ وہ
رطب و یابس میں تفرقہ نہیں کرتا انتہی حقیقت یہ ہے کہ یہ بیزاری ثعلبی کی نسبت اس جہت سے ظاہر کی ہے کہ اُسنے زیادہ
تعصب نہیں ظاہر کیا ہے بلکہ کبھی کبھی وہ اُن روایات کو حضرات اہلسنت کی جو مطابق روایات فرقہ حقہ امامیہ کے
فضائل اہلبیت علیہم السلام میں ہیں ذکر کرتا ہے والا اُسکے مشائخ اہلسنت سے ہونے میں کچھ مقام تامل کا نہیں ہے
اسی جگہ سے ہے کچھ عکرمہ کی روایت منسوب با بن عباس بطور انفراد وہ جمع ہے اس سے بھی ثعلبی نے مطابق روایات
اہلسنت کے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور روایت عبد الملک کو بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جو اُسنے کہا ہے سألت ابا جعفر
عن قولہ تعالی انما ولیکم اللہ قال ہم المؤمنون قلت فان ناسا یقولون ہو علی قال فعلی من الذین امنوا اور جو روایت ابوذر سے ثعلبی نے
نقل کی ہے اُسی سے بہ تہذیب مفسر تفسیر کبیر نے بھی نقل کی ہے پھر ثعلبی میں اور اور اہلسنت کے علما میں تفرقہ کس راہ سے ہے
کہ وہ حاطب لیل ہے اور وہ نہوں اگر یہی روایت ابی ذر کے نقل کرنے کے باعث سے ثعلبی کو ایسا بیقدر و منزلت کیا ہے
کہ ایک جو کو نہیں خریدتے تو چاہیے امام المتکلمین کے لیے بھی ایسی ارزانی مقرر فرما دیں اور اگر ثعلبی کی روایت کو جو
مشاہیر مفسرین اہلسنت سے ہے ایک جو کو کوئی نہیں خریدتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ فاضل سیوطی وغیرہ اُسکی روایات کو
نقل کرتے ہیں اور کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ اہلسنت سے نہ تھا اگر اس جہت سے کہ اُسنے روایات کو جو مطابق مذہب
شیعہ کی روایات کے تھیں ذکر کیا اُسکا باعث ہو کہ اُسکی روایات صحیح نہوں تو جمیع میں اصحاح اور اور اُنکے اسلاف کی بھی
کتابیں جنمیں روایات مطابق روایات مذہب شیعہ کے موجود ہیں چاہیے وہ بھی غیر صحیح ہوں اور اس سے تو بڑی مصیبت
حضرات اہلسنت کے لیے عائد ہوگی کہ سوا کتاب اللہ کے پھر کچھ اُنکے ہاتھ میں نہ رہ جائیگا سنت تو غیر ثابت اور غیر صحیح
ہوجائیگی شاہ صاحب کے اظہار تعصب اور تکذیب کو کافی ہے جو قاضی شمس الدین بن خلکان نے ثعلبی کے احوال کے
بیان میں کہا ہے اور یہ بجنسہ عبارت اُسکی ہے کان اوحد زمانہ فی علم التفسیر و صنف التفسیر الکبیر الذی فاق غیرہ من

من التفاسیر وله کتاب العرائس فی قصص الانبیاء وغیر ذلک ذکره السمعانی ویقال له الثعلبی والثعالبی وهو لقب له ولیس بنسب قاله بعض العلماء وقال ابو القاسم القشیری رایت رب العزت فی المنام وهو یخاطبنی واخاطبه فکان فی ذلک ان قال الرب تعالی اسمه اقبل الرجل الصالح فالتفت فاذا احمد الثعلبی مقبل ذکره عبد الغافر بن اسمٰعیل الفارسی فی کتاب سیاق النیشاپوری واثنی علیه وقال هو صحیح النقل موثوق به حدث عن ابی طاهر بن خزیمه والامام ابی بکر بن مهران المقری وکان کثیر الحدیث کثیر الشیوخ انتهی موضع الحاجة اب لائق انصاف ہی کہ جو شاہ صاحب نے بحق ثعلبی فرمایا تھا کہ محدثین اہلسنت قاطبۃً اُسے اور اُسکی روایت کو بمقابل ایک جو کے نہین خریدتے یہ سچ ہی یا جھوٹ ہی اسی طرح اُنکے جملہ اقوال کا حال سمجھنا چاہیے کہ جھوٹ کو سچ بنا کر دکھاتے ہین لیکن اہل نظر پر کیونکر پوشیدہ ہوسکتا ہی اور جو کچھ کہ ابن خلکان نے لکھا ہی اسی کے قریب تاریخ یافعی مین بھی موجود ہی پھر دعوی اتفاق قاطبۃ محدثین کا کسطرح سچا ہوسکتا ہی اور ہرچند کہ امامیہ کے نزدیک حق تعالی کی رویت سوتے جاگتے دونون حال مین باطل ہی لیکن حضرات اہلسنت کے مذہب کے موافق جب حال بیداری مین رویت خدا کی مجوز ہوئی تو خواب مین بطریق اولی مجوز ہوگی اور عجب عجاب یہ ہی کہ قشیری نے خواب مین باری تعالی کو دیکھا اور اُس سے کلام کیا اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو یہ مرتبہ حاصل نہوا اور زیادہ تر عجب یہ ہی کہ قشیری نے تکذیب کی نص کتاب اللہ کی قال اللہ تعالی فی سورۃ حمعسق وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء انه علی حکیم کیونکر جناب قشیری نے باری تعالی شانہ کو بے حجاب و بے پردہ دیکھا اور کلام کیا جناب سید سند نے فاضل قنوجی سے نقل فرمایا ہی کہ اُسنے کتاب بحر المذاہب مین ایسے خوابون کی تصریح کی ہی اور ایک جماعت نے اہلسنت سے اُسپر اعتماد بھی کیا ہی اور جب شیطان کا صورت انبیا پر متمثل ہونا نہین ہوسکتا تو حق تعالی کے ساتھ وہ کیونکر متمثل ہوسکتا ہی پھر جو کوئی ایسا ہو کہ امام قشیری اُسکے صالح ہونے کو خدا کی گواہی سے نقل کرے جسکی گواہی سے زیادہ کسی کی گواہی نہین ہی اُسکی حدیث کو بمقابل جو کے نہ خریدنا اپنے خدا کے قول کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنا ہی بعض علما نے کہا ہی کہ اگر حاطب لیل کے خطاب سے ضعف وانحطاط ثعلبی کے مرتبہ مین آوے تو چاہیے کہ قتادہ کا بھی مرتبہ اِس خطاب سے ناقص ہوجاے کیونکہ تہذیب الکمال مین قتادہ کے ترجمہ مین شعبی سے منقول ہی قیل له هل رایت قتادہ قال نعم رایته حاطب لیل وقال سفیان بن عیینه قال الشعبی قتادہ حاطب لیل حالانکہ قتادہ بہت بڑا مفسر حضرات اہلسنت کا ہی اور بہت سی روائتین اُسکی صحیح بخاری مین موجود ہین اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ بیشتر روایات اُسکی تفسیر مین کلبی سے ہین وهو ابی صالح وهو اوهن ما یروی من التفسیر عندهم قاضی شمس الدین بن خلکان نے کلبی کے حال مین کہا ہی وکان الکلبی من اصحاب عبد اللہ بن سبا انتهی اور خرابی اِس قول کی بھی ظاہر ہی کیونکہ ایک بام دو ہوا نہین ہوسکتا اگر شاہ صاحب کے نزدیک ابن خلکان معتبر ہی تو چاہیے قول اُسکا جرح وتعدیل دونون مین معتبر ہو جناب سید سند نے بعض افاضل سے نقل فرمایا ہی کہ اُنھون نے لکھا ہی کہ ابن خلکان نے کہا ہی ابو النضر محمد بن السائب الکلبی الکوفی صاحب التفسیر وعلم النسب کان اماما فی هذین العلمین اور تہذیب الکمال سے نقل کیا ہی کہ کلبی سے جمع کثیر اہلسنت

روایت کرتے ہیں حیث قال فی ترجمتہ روی عنہ اسمعیل بن ابی خالد و حیادہ بن ابی سلیم والحکم بن ظہیر و حماد بن سلمۃ و ذکر جماعۃ کثیرا اور جب یہ ہوا تو کلبی پر طعن اس جماعت پر طعن ہوگی معہذا یہ روایت خاص اور صحاح وغیرہ کی روایتوں سے معاضد ہی پس بر تقدیر یکہ کلبی کا عدم وثوق بھی ثابت ہو تو اسی روایت کے صحیح ہونے میں کیسا اختلال ہو سکتا ہی اور کیا ضرور ہی کہ صحاب ابن سبا سے اگر کلبی ہو تو جمیع عقائد میں مثل ابن سبا کے ہو دیکھو حضرات اشاعرہ کو کہ اصحاب ابوالحسن اشعری سے ہیں لیکن درباب وجود اپنے شیخ کی مخالفت کرتے ہیں اور جب قاضی ابن خلکان کو شاہ صاحب نقل توثیق ثعلبی میں موثوق نہیں جانتے تو کیا وجہ ہی کہ کلبی کے حال کے بیان میں صادق جانتے ہیں اور بھی ابو مسلم قاضی مزبور کو منصوب بہ تشیع کیا ہی اور ترمذی نے انہیں ثقات اہلسنت سے جانا ہی اور امام متکلمین حضرات اہلسنت کے اپنی تفسیر کبیر میں ذیل آیہ من انفق من قبل الفتح لکھا ہی قال الکلبی نزلت ھذہ الآیۃ فی ابی بکر اور یہ منافات نام اسکے رفض و غلو سے رکھتا ہی اور سدی بھی مشاہیر علمائے حضرات اہلسنت سے ہیں چنانچہ فاضل سیوطی وغیرہ نے در منثور وغیرہ میں انسے روایات نقل کی ہیں اور جو بعض وجوہ کلبی کے حال کے بیان میں لکھی گئیں یہاں بھی جاری ہوتی ہیں اور بعض فضلا نے ابن خلکان کے قول کے جواب میں جو انہوں نے بہ نسبت کلبی کے لکھا ہی وکان من اصحاب عبداللہ بن سبا کہا ہی کہ تہذیب الکمال میں مذکور ہی کہ ایک شخص نے یزید ابن زریع سے کہا کہ کلبی کافر ہی انہوں نے کہا کافر نہیں ہی ولیکن روایت بعض علی صدرہ و یقول انا سبائی انا سبائی اور یہ قول اسکا دلالت کرتا ہی یقیناً اس بات پر کہ وہ سبائی نہ تھا جیسا کہ امام شافعی کے بھی شعار میں قریب اسکے واقع ہوا ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی اور ظاہر ہی کہ سینہ پر ہاتھ مارنا اور انا سبائی کہنا بسبیل انکار ہی بالجملہ ہمیں ثعلبی سے مطلب ہی نہ کلبی سے غرض ہی بلکہ اصل مقصود ہمارا یہ ہی کہ روایت مورد نزول خاص کے آیہ کی بحق امیر المومنان باتفاق اکثر مفسرین و محدثین اہلسنت متفق علیہ ہی اور مطابق ہی روایت منقولہ فرقہ حقہ سے اور وہ روایت تنہا نقل ثعلبی کی نہیں ہی بلکہ کتب صحاح وغیرہ میں بھی ہی اور بقدر کثرت علمائے حضرات اہلسنت کی نقل میں اسکی ... حد تواتر کو پہونچی ہی مرتبہ شاذ و نادر میں نہیں ہی تو اب کلام کرنا کسی ایک یا دو ناقل روایت مذکور کے بارے میں کہ جرح مضر نہیں ہو سکتا اور وہ ہمنے بحمد اللہ بالکمال وجوہ ثابت کر دیا اگر اب بھی کوئی اس سے انکار کرے تو وہ بدیہیات کا اور روز روشن کا انکار ہی اور جنھوں نے انکار کیا تھا انکا بھی حال ظاہر ہو گیا کہ وہ محض تعصب و عناد کی راہ سے تھا اسی طرح جناب راہ انکار کو اختیار کریگا اسکا سبب بھی وہی عصبیت اور انکار فضائل اہلبیت سے جاننا چاہیے اور اب ہم بفضلہ تعالیٰ اس آیہ کے نازل ہونے کو حق میں جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے خاصہ موافق اخبار منقولہ حضرات اہلسنت کے ثابت کر چکے اور اسی سے واضح ہو چکا کہ سوا آنحضرت کے اور کوئی فرداً یا جمعاً مورد اسکا نہیں ہو سکتا اب کچھ اخبار خاصہ کو لکھتے ہیں جس سے واضح ہو کہ علمائے امامیہ جو اسے استدلال کرتے ہیں اسکا ماخذ کیا ہی کیونکہ اصل سنت ثابتہ اخبار خاصہ میں جو ائمہ معصومین علیہم السلام سے

مروی اور قطعی الصدق ہیں اخبار عامہ سے یقین نہیں حاصل ہو سکتا وہ فقط خصم پر اتمام حجت کو اور تقویت و تعضید کو
ان اخبار کی مذکور ہوتے ہیں اور بعد اسکے انشاء اللہ وجہ دلالت اس آیہ کریمہ کے مطلوب پر لکھونگا جاننا چاہیے کہ سید ہاشم
مرحوم نے باب تاسع عشر میں انیس طریق سے موافق طرق امامیہ ذکر کیا ہے کہ آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ جناب امیرالمومنین
علی ابن ابیطالبؑ کے حق میں نازل ہوا اور وہ نص امامت کی اُن جناب کی اور دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کی ہے
چنانچہ انہی بعض سے حدیث وہ ہے جو محمد بن یعقوب علیہ الرحمہ نے اپنے سلسلہ سے احمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے جناب
ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے تفسیر میں آیہ وافی ہدایہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا
میں فرمایا ہے کہ نہیں ارادہ فرمایا ہے خدا نے ولی سے مگر جو تمسے اولی ہو اور احق تمہارے ساتھ اور تمہارے اموال و
انفس کے ساتھ خدا ہے اور رسول اُسکا ہے اور والذین امنوا سے ارادہ فرمایا ہے علی ابن ابیطالبؑ اور اُنکی اولاد کو جو ائمہ ہونگے
روز قیامت تک بعد اُسکے اُن سب کا وصف فرمایا خدائے عزوجل نے پس فرمایا کہ وہ وہ ہیں جو برپا کرتے ہیں نماز کو اور
دیتے ہیں زکوٰۃ کو حال رکوع میں اور جناب امیرالمومنین نماز ظہر پڑھتے تھے اور دو رکعتیں نماز کی پڑھ چکے تھے رکوع کے
حال میں تھے اور ایک ردا یا بردیمنی قیمتی ہزار دینار کا آنحضرت کی زیب بدن تھا کہ جناب رسول خدا نے وہ اُن جناب
کو اوڑھایا تھا اور نجاشی نے اُسے پیغمبر خدا کے لیے بطور تحفہ بھیجا تھا کہ سائل آیا اور اُسنے آنکر کہا کہ السلام علیک یا ولی اللہ
و اولی بالمومنین من انفسہم تصدق علی مسکین یعنی سلام ہو تجھپر اے دوست خدا اور وہ جو نفوس مومنین سے اولیٰ ہے
مسکین پر تصدق فرمایئے یہ سنکر حضرت نے اُس ردا کو گرا دیا اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اسے اٹھا لیجا بعد اسکے حق تعالیٰ نے
اِس آیہ کو اُنکی شان میں نازل فرمایا اور جملہ اولاد میں آنحضرت کی اِس نعمت کو اُنکی منتقل فرمایا پس جو کوئی اُنکی اولاد میں سے
درجہ امامت سے فائز ہوتا ہے تو وہ مثل اِس نعمت کے پاتا ہے پس وہ سب اولاد سے آنحضرت کے تصدق کرتے ہیں
حال رکوع میں اور وہ سائل جسنے امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا وہ فرشتوں سے تھا اور جو اور ائمہ سے
کہ اولاد آنحضرت کی ہیں سوال کرتے ہیں وہ بھی فرشتوں سے ہوتے ہیں اسی طرح اِس روایت کو فاضل کاشانی نے
تفسیر صافی میں نقل کیا ہے لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ یہ روایت قصہ مشہور سے جو درباب وجہ نزول آیہ مذکور عطائے
انگشتری بحال رکوع سائل کو ہے مخالفت رکھتی ہے اور جمع کرنا اسکا ممکن ہے اسطرح کہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے
دو بار تصدق بحال رکوع فرمایا ہو پہلے سائل کو نماز میں ردا کو دیا ہو اور دوبارہ انگوٹھی عنایت فرمائی ہو اور آیت
بعد عطائے انگشتری نازل ہوئی ہو لکذا قیل اور دوسری وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ معصوم علیہ السلام نے لفظ حلیہ فرمایا ہو
جو بالکسر و بالضم زیور کے معنی پر ہے کہ وہ انگوٹھی کو بھی شامل ہے کیونکہ اصل فقرہ حدیث کا یہ ہے وکان امیرالمومنین فی
صلوٰۃ الظہر وقد صلی رکعتین وھو راکع وعلیہ حلۃ قیمتہا الف دینار وکان النبی کساہ ایاہا وکان النجاشی اھداہا لہ لیکن یا راوی کی
سماعت کا قصور ہوا ہو کہ وہ اُسے اپنی سماعت کے موافق بالضم حلہ بمعنی ردا اپنی نقل میں کہہ گیا یا سمجھ میں اسکی

اِسی طرح آیا اور اِسی کے موافق الفاظ کساء ہا بھی اُسنے نقل مین کہا ولیکن معصوم علیہ السلام نے حلیہ کہ یعنی زیور ہی فرمایا ہو
تاکہ غرابت قصہ عطا کی رفع ہو جاے کیونکہ انگوٹھی کا دینا بحال رکوع سائل کو مشہور اور مجمع علیہ ہی اور ردا کا دینا
نادر ہی اِسلیے ضرورت تاویل کی داعی ہی اور بعض اُنھین روایات سے وہ ہی جو محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے
باسناد اپنے روایت کی ہی کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے جناب
علی ابن الحسین علیہ السلام سے تفسیر مین اِس آیہ کے جو حق تعالی نے فرمایا ہی یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا ارشاد فرمایا کہ جب آیہ
انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا نازل ہوا تو چند اصحاب پیغمبر خدا کے مسجد مدینہ مین جمع ہوے اور کہا انھون نے
آپسمین کہ اگر اِس آیہ سے انکار کرتے ہین تو سب سے انکار کرنا پڑتا ہی اور اگر اسے قبول کرتے ہین تو یہ ذلت ہی جس حیثیت سے
کہ مسلط کرتے ہین ہمپر علی ابن ابیطالب کو بعد اسکے انھون نے کہا کہ یہ ہم جانتے ہین کہ محمد سچے ہین اپنے کلام مین
ولیکن ہم انھین کی اطاعت و فرمانبرداری کرینگے اور علی ابن ابیطالب کی اطاعت نہ کرینگے جبکہ چاہتے ہین کہ وہ ہمکو
حکم دین اور فرمان روائی کرین اُسوقت یہ آیہ نازل ہوا یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا یعنی پہچانتے ہین نعمت خدا کو اور
پھر ولایت علی سے انکار کرتے ہین اور کثر انکے کافر ہین یعنی منکر ولایت علی ابن ابیطالب ہین اور بعض اُنھین سے وہ روایت ہی
جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنے جناب امام ابو جعفر علیہ السلام سے تفسیر آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ الایۃ مین
نقل کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ چند شخص قوم یہود سے مسلمان ہوے تھے کہ بعض انھین سے عبد اللہ بن سلام
اور اسد اور ثعلبہ اور ابن یامین اور ابن صوریا تھے یہ سب خدمت مین جناب رسول خدا کی حاضر ہوے اور عرض کیا
کہ اے نبی اللہ بہ تحقیق کہ موسی علیہ السلام نے یوشع بن نون کے لیے وصیت کی تھی آپ کا وصی کون ہی اے پیغمبر خدا
اور آپ کے بعد ہمارا ولی اور امام جسکی اطاعت واجب ہو کون ہو پس یہ آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین
یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و ھم راکعون نازل ہوا حضرت نے فرمایا کہ اٹھو سب اٹھے اور ہمراہ پیغمبر خدا کے مسجد کی طرف
متوجہ ہوے ناگاہ مسجد مین پہونچکر حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص مسجد سے باہر جاتا ہی حضرت نے اس سے فرمایا
کہ اے سائل آیا تجھے کسی نے کچھ دیا تھا اسنے کہا کہ ہان یہ انگوٹھی دی ہی حضرت نے فرمایا کہ کسنے تجھے انگوٹھی دی
اُسنے کہا کہ اِس شخص نے جو نماز پڑھتا ہی حضرت نے فرمایا کہ کس حال مین دی تھی اُسنے عرض کیا کہ حال رکوع مین
دی تھی یہ سنکر پیغمبر خدا نے تکبیر فرمائی اور سب اہل مسجد نے بھی اللہ اکبر کہا بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ولی
تمہارے میرے بعد علی ابن ابیطالب ہین سب نے اسکے جواب مین عرض کیا کہ رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و
بمحمد نبیا و بعلی ابن ابیطالب ولیا پس اِسکے بعد حق تعالی نے نازل فرمایا اِس آیہ کو ومن یتول اللہ و رسولہ والذین
امنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون اور بعض اُنھین اخبار سے وہ ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنے امام جعفر صادق
علیہ السلام سے کہ انھون نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے جناب امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہم السلام سے

روایت فرمایا ہی کہ جب ابوبکر مالک خلافت ہوا تو بوقت اتمام حجت اور اظہار حق کے واسطے جو علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے مناشدہ فرمائی یعنی قسم دیکر اپنے فضائل کا اقرار ابوبکر سے لیتے تھے اور جو نصوص کہ پیغمبر خدا نے انحضرت کے واسطے فرمائی تھی اُسے یاد دلاتے تھے پس منجملہ اُس احتجاج کے جو حضرت نے اپنے وجوب استحقاق خلافت کے لیے فرمایا یہ تھا کہ ابوبکر سے فرمایا انشدک باللہ الی الولایۃ من اللہ مع ولایۃ رسول اللہ فی ایۃ زکوۃ الخاتم ام لک قال بل لک یعنی ای ابابکر مین تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا خدا کی طرف سے ولایت ساتھ ولایت رسول خدا کی ایت مین جو انگوٹھی کے تصدق کرنے کے بعد نازل ہوئی میرے واسطے ہی یا تیرے واسطے ابوبکر نے کہا کہ آپ کے واسطے ہی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جیسے شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب المجالس مین باسناد اپنے جناب ابی ذر سے روایت کی ہی کہ روز شوری جناب امیر علیہ السلام نے جو بمقابل عثمان و زبیر و عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کے مناشدہ اور نصوص رسول خدا سے احتجاج فرمائی اور سب نے اُنکی تصدیق کی یہ بھی فرمایا تھا کہ آیا تم مین ایسا بھی کوئی ہی کہ جسنے زکوۃ رکوع کی حالت مین دی ہو اور اُسکے حق مین یہ آیہ نازل ہوا ہو انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الایۃ سوا میرے سب نے اعتراف کیا کہ ہم مین ایسا کوئی نہین ہی اور محسن کاشانی نے تفسیر صافی مین جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ انحضرت سے سوال کیا طاعت اوصیائی مفروض ہی یعنی خدا نے کتاب مین اُسے واجب فرمایا ہی حضرت نے فرمایا کہ ہان اوصیا وہ ہین جنکے لیے حق تعالی نے فرمایا ہی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور وہ اوصیا وہ ہین جنکے لیے قرآن مین فرمایا ہی انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الایۃ اور اِسی جگہہ سے صاف واضح ہوتا ہی کہ جو حق تعالی نے اِس آیت مین اکثر صیغہ جمع کے فرمائے ہین اُس سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام کی جماعت ہی یا عام جماعت مسلمین جیسا کہ بعض اہلسنت بنا بر بعض روایات شاذہ کے جو مذکور ہو چکین گمان کرتے ہین کیونکہ واجب الطاعت خدا ہی اور رسول خدا ہین یا وہ جو مثل اُنکے محفوظ خطا و زلل سے ہون اور یہ سوا ائمہ معصومین علیہم السلام کے اور کسی کے لیے مرتبہ حاصل نہین ہی جیسا کہ ہم بحث عصمت مین لکھ چکے ہین اور انشاء اللہ ہم عنقریب وجہ استدلال مین اِس آیت کی لکھینگے اور اِسی کتاب مین کتاب احتجاج سے نقل کیا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ منافقین نے پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ آیا تمھارے پروردگار کو کچھ اور ہمپر واجب کرنا بھی باقی ہی بعد اِسکے کہ جو وہ واجب کر چکا کہ اُسے بھی آپ بیان فرمائیے یہان تک کہ ہم اپنے نفوس کو تسکین دین کہ اب کچھ باقی نہین ہی سوا اِسکے بعد اِسکے حق تعالی نے یہ آیہ نازل فرمایا قل انما اعظکم بواحدۃ یعنی کہو ای محمد کہ مین تمھین وعظ و نصیحت نہین کرتا اب مگر ایک امر کے ساتھ یعنی ولایت کے ساتھ بعد اُسکے یہ آیہ نازل فرمایا انما ولیکم اللہ و رسولہ الایۃ اور اُنمین امت کے واسطے نہ بیان فرمایا سوا اِسکے کہ جسدن کسی نے اُنمین سے زکوۃ حال رکوع مین ایک شخص کے سوا نہ دی تھی اور اگر سوا بیان وصف کے اُسکے نام کی تصریح فرمائی ہوتی کتاب مین تو جیسا اور اور گرا دیا

کتاب سے اُس نام کو بھی گرا دیتے راقم رسالہ کہتا ہی کہ کیا سچ فرمایا ہو میرے آقا ے مخبر صادق نے کیونکہ جب تعصب
و عناد کو مردم نے اختیار کیا اور حق سے دوری کی اور ضلالت سے نزدیک ہوے قرآن کو جلایا تحریفات پر
کمر باندھی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے حکم محکم کو پس پشت اپنے ڈال کر حقوق واجبہ ذوی القربی کے
غصب پر اور قتل اور استیصال اہلبیت اور ہتک حرمت ہر گانی نبی کے بعد امادہ ہوے اور نصوص یقینیہ کو در باب
خلافت اور وصایت وصی مختار فرمائی تعین یکسر وجب العمل نہ جانا اور بیعت غدیر خم کو جو وصی حقیقی کے ساتھ بحکم خدا
و رسول کی تھی توڑ ڈالا اور مخالف قرآن عدم توریث نبی کے مضمون کی حدیث بنائی گئی اور اجراے حدود و قصاص
مین مخالفت احکام الٰہی کی کی گئی اور آیات قرآنیہ کی ترتیب موافق اپنی خواہشون کے دی گئی اور اسمین اکثر خلق شریک
ہوئی یہان تک اب بھی بڑی بڑی حدیثین مٹائی جاتی ہین اور بہ مقابل ایک دو خبر کے جو موضوع اور شاذ ہین
اخبار متفق علیہا جنکے ناقلین کی کتابین اور آثار موجود ہین ضعیف اور بے اصل بنائی جاتی ہین تو فقط ایک نام کا گرا دینا
کتنی بڑی بات ہی واقعی حق تعالیٰ بڑا خبیر اور عالم اپنے بندون کے حال سے اور بڑا حکیم ہی جو کچھ کہ اس بارے مین فرمایا
وہی عین مصلحت تھا اور اسکا فائدہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا ہی اور ظاہر ہوگا بالجملہ علماے امامیہ نے روایات ائمہ معصومین
علیہم السلام اس بارے مین بہت نقل کی ہین لیکن بعض کا اُنسے ذکر کرنا کافی ہی کہ شیعون کو ماخذ استدلال معلوم ہو
فائدہ بعض اخبار اہلسنت مین وارد ہی کہ جو انگوٹھی جناب امیر علیہ السلام نے سائل کو بحال رکوع تصدق فرمائی فائدہ ۱
وہ سونے کی تھی جیسا کہ منجملہ روایات خطب خوارزم کے جو سید ہاشم نے نقل کی ہین ایک روایت ہین کہ وہ ابن عباس
کی طرف منسوب ہی یہ فقرہ مقولہ سائل کا مذکور ہی کہ جب پیغمبر خدا نے اُس سے پوچھا ہل اعطاک احد شیئا قال نعم خاتم
من ذھب الخ لیکن یہ امر غیر صحیح ہی کیونکہ تعلیم سے آنحضرت کے اور اُنکی اولاد طاہرین کے ادنی شیعون سے اور
غلامون سے اُن جناب کے سونے کے زیورات کے پہننے کو حرام جانتے ہین پھر کیونکر ہوسکتا ہی کہ وہ جناب حال
نماز مین اُسے پہنتے پس یا یہ غلطی راوی کی ہی یا دانستہ تبدیل و تحریف لفظ ہی بالجملہ حقیقت یہ ہی کہ جو انگوٹھی جناب
امیر المومنین علیہ السلام نے حال رکوع مین سائل کو تصدق فرمائی اور وہ عمل خالص ایسا مقبول ہوا کہ بعد اُسکے آیہ
انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا شان مین اُن جناب کی نازل ہوا وہ چاندی کی تھی جیسا کہ سید ہاشم مرحوم نے
اس مضمون کو نقل کیا ہی عمار بن موسیٰ ساباطی سے کہ اُسنے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جو
انگوٹھی کہ تصدق فرمایا اُسکے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام نے حلقہ اُسکا چار مثقال چاندی کا تھا کہ بہ حساب وزن
ہندی کے اٹھارہ ماشہ چاندی ہوتی ہی اور نگینہ اُسکا پانچ مثقال یاقوت سرخ کا تھا اور قیمت اُسکی بقدر خراج
ملک شام کے تھی اور خراج شام کی مقدار تین سو حمل نقرہ یعنی چاندی کا بوجھ جسے چار پایہ اٹھا سکے اور چار احمال
ذہب کے تھے اور وہ انگوٹھی مران بن طوق کی تھی جسے امیر المومنین علیہ السلام نے مارا تھا اور اُسکی انگلی سے اُتار کر

ہمراہ اور غنائم کے خدمت مین جناب رسالتمآب کی لاے تھے اور پیغمبر خدا نے انحضرت کو وہ انگوٹھی عنایت فرمائی تھی بموجب ارشاد نبی کے حضرت نے اُسے اپنی انگشت مبارک مین پہنا تھا اور جب مسجد کی طرف متوجہ ہوے تو وہ انگوٹھی دست مبارک مین تھی اُسی انگوٹھی کو اثناے نماز مین جناب رسالتمآب کے پیچھے سائل کو عطا فرمایا تھا اور غزالی نے کتاب سرالعالمین مین لکھا ہی کہ جو انگوٹھی امیرالمومنین علیہ السلام نے حال نماز مین تصدق فرمائی وہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی تھی اور جمع مین انکی ممکن ہی کہ کہا جاے کہ پہلے حضرت نے انگشتر مران بن طوق کی تصدق فرمائی ہو اور بعد اُسکے انگشتر سلیمان تصدق کی ہو دوبارہ حالت رکوع مین دیا ہو لیکن نزول آیہ بعد تصدق فرمانے انگشتر سلیمان کے ہوا ہو یا واقع مین وہ انگوٹھی جواہر خانہ سلیمان بن داؤد کی ہو اور غیر اُس انگوٹھی کے ہو جسکے سبب سے سلیمان مالک ملک تھے اور موید اس امر کو کہ وہ انگوٹھی جو تصدق فرمائی وہ سلیمان کی تھی وہ خبر ہی جو مصنف کتاب مبین مرحوم نے اس آیہ کی تفسیر مین سدی سے کہ اُسنے ابی عیسیٰ سے اور اُسنے ابن عباس سے نقل کی ہی قال مر سائل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال من اعطاک ہذا الخاتم قال ذاک الراکع وکان علی کرم اللہ وجہہ یصلی فقال النبی الحمد للہ الذی جعلہا فی وفی اہل بیتی انما ولیکم اللہ الآیہ بالجملہ اسی روایت کے آخر مین ہی وکان علی خاتمہ الذی تصدق بہ سبحان من فخری بانی لہ عبد یعنی وہ انگوٹھی جسے جناب امیر علیہ السلام نے تصدق بحال رکوع فرمایا اُسکے نگینہ پر یہ الفاظ کندہ تھے جنکا ترجمہ یہ ہی کہ پاک و برتر ہی وہ کہ جسکی نسبت میرا محل فخاریہ ہی کہ مین اُسکا بندہ ہون پھر ظاہر ہی کہ کافر اس عبارت کو کسطرح کندہ کرتا ہاں سلیمان علیہ السلام یا اور کاملین معرفت کی نسبت یہ البتہ زیبا ہی کہ ان الفاظ کو نقش نگین اپنا کرکے ہر وقت اُسے دیکھین اور اپنا سبب افتخار سمجھین راقم رسالہ کہتا ہی کہ علاوہ عمل خالص کے یہ تصدق وخیرات کیونکر مقبول نہوتی کیونکہ موافق کلام الہی کے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون انگشتر سلیمان بن داؤد علیہ السلام سے مرتبہ کے لائق ہو سکتی ہی لیکن جن حضرات نے کہ چالیس انگوٹھیان دیکر امیدوار نزول آیہ کے ہوے تھے وہ یہ نہ سمجھے کہ ان انگوٹھیون مین بھی کوئی ایسی انگوٹھی تھی کہ اُسکے جو مقابل مین وہ معدود ہوتی پھر کسطرح ہمسری کرنی چاہتے تھے فقط اور واضح ہو کہ یہ واقعہ بست وچہارم ذی حجہ کا ہی جیسا کہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اسکی تصریح فرمائی ہی تکمیل اب بحمد اللہ کہ مجھے بیان استدلال سے اس امر پر کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوا ہی اور انکے غیر کے حق مین اُسکے نازل ہونے کا ادعا باطل ہی اور یہ کہ ماخذ علماے امامیہ کا اس اعتقاد مین کیا ہی فراغ نقل اخبار و اثار سے حاصل ہوا اب مین اس آیہ کی دلالت کرنے کی وجہ اپنے مطلوب پر بحسب وجوہ دیگر لکھتا ہون جاننا چاہیے کہ جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ وجہ دلالت کرنے کی اس آیہ کی امامت پر ان جناب کے یہ ہی کہ لفظ انما لغت عرب مین حصر کا کلمہ ہی اور لفظ ولی لغت مین کئی معنی پر آیا ہی پہلے یاور دوسرے دوست تیسرے صاحب اختیار چوتھے اولی بتصرف اور ان چار معنون سے دو معنی جو آخر مین ہین یعنی تیسرا اور چوتھا وہ ایک دوسرے سے قریب ہین اور پہلے دو معنی کہ پہلا اور دوسرا ہی یہ معنی اس آیہ مین یقینی مراد نہین ہو سکتے کیونکہ یاور

اور دوست ہونا مومنین کا یہ مخصوص خدا اور رسول کے ساتھ اور بعض مومنین کے ساتھ جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہون نہین ہوسکتا بلکہ سب مومنین ایک دوسرے کے یاور اور دوست ہین جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہی کہ والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض اور فرشتے بھی مومنین کے یاور اور دوست ہین جیسا کہ فرمایا ہی نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ بلکہ بعض کفار بھی بعض مومنین کے محب و یاور ہوتے ہین اور اگر کہین کہ آیہ بلفظ جمع وارد ہوا ہی پھر کسطرح آنحضرت کے ساتھ مخصوص ہوگا تو جواب اسکا ہم دینگے کہ عرب وعجم کے عرف مین جمع کا اطلاق واحد پر باعتبار تعظیم کے شائع ہی سوا اسکے اور بھی بہت سی باریکیان آیت مین ہین اور اسکے ساتھ ہم اختصاص کا دعوی نہین کرتے کیونکہ ہماری احادیث خاصہ مین وارد ہو کہ سائر ائمہ علیہم السلام اسمین داخل ہین اور ہر امام قریب امام ہونے کے اس فضیلت سے فائز ہوتا ہی اور صاحب کشاف نے کہا ہی کہ ہر چند مراد اس آیہ سے وہ حضرت ہین مگر حق تعالی نے اسے بلفظ جمع اسلیے فرمایا کہ تا اور اشخاص بھی مومنین سے آنحضرت کی متابعت کرین اور موید اس امر پر کہ آیہ آنحضرت کی شان مین ہی اور ولایت سے مراد امامت ہی وہ ہی جو صحیح مسلم اور صحیح ترمذی مین عمران بن حصین سے روایت کی ہی کہ حضرت رسول نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت امیر علیہ السلام کو اس لشکر کا امیر فرمایا تھا جب حضرت نے فتح فرمائی تو ایک لونڈی کو غنیمت سے اپنے لیے مخصوص فرمایا یہ بات لشکر کو اچھی نہ معلوم ہوئی اور چار شخصون نے صحابہ سے اتفاق کیا اس بات پر کہ جب پیغمبر خدا کی خدمت مین پہونچین تو حضرت سے اس مضمون کو عرض کرین اور قاعدہ یہ تھا کہ جب مسلمان جنگ سے پھرتے تھے تو پہلے خدمت مین پیغمبر خدا کی آتے تھے اور سلام کرتے تھے اسکے بعد اپنے اپنے گھرون کو جاتے تھے اسکے موافق جب پیغمبر خدا کی خدمت مین آئے اور سلام کیا تو ایک شخص منجملہ ان چارون کے اٹھا اور عرض کیا کہ علی نے ایسا کیا پیغمبر خدا نے اسکی طرف سے روے مبارک پھیر لیا پھر دوسرا شخص اٹھا اور اسنے بھی وہی بات کہی یہ سنکر حضرت نے اسکی طرف سے بھی منہ پھیر لیا تیسرے شخص نے بھی اسی طرح عرض کیا اور اسی طرح حضرت نے اسکی طرف سے بھی روے مبارک پھیر لیا جب چوتھے شخص نے بھی اسی طرح عرض کیا تو ان چارون کی طرف متوجہ ہوے اور اسوقت آثار غضب وغیظ روے مبارک سے ظاہر تھے اور تین بار فرمایا کیا چاہتے ہو علی سے کیا چاہتے ہو علی سے کیا چاہتے ہو علی سے بدرستیکہ علی مجھسے ہی اور مین اس سے ہون اور وہ ولی ہر مومن کا ہی بعد میرے اور ابن عبد البر نے کتاب استیعاب مین روایت کی ہی ابن عباس سے کہ پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ تو میرے بعد ہر مومن کا ولی ہی پس معلوم ہوا کہ ولایت ایسا امر ہی کہ انسے مخصوص ہی اور ولی جو آیہ مین ہی وہ انہین حضرت کی شان مین ہی اور پہلے فقرہ سے حدیث اول کے معلوم ہوتا ہی کہ جو اختصاص جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر خدا کے ساتھ تھا وہ دوسرے کو نہ تھا اور بھی تخصیص فرمائی مابعد کے ساتھ اپنی دونون حیثیون مین خلافت پر دلیل واضح ہی کیونکہ محبت ونصرت حال حیات مین بھی تھی اور ہر عاقل جانتا ہی کہ ایسا بزرگ ابوبکر وعمر وعثمان کی بیعت

اور اُنکا محکوم نہین ہو سکتا انتہی خلاصۃ کلامہ اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ دوسرے یہ کہ لفظ ولی بہت سے
معانی پر مشترک ہی المحب والناصر والصدیق والمتصرف فی الامر اور لفظ مشترک سے ایک معنی مراد نہین ہو سکتا مگر
قرینہ خارجیہ کے باعث سے اور قرینہ ماسبق موید اس امر کو ہی کہ معنی ناصر کے آیہ مین مراد ہون کیونکہ کلام تقویت
قلوب اور تسلی دہی مومنین اور ازالہ خوف مین انکے جو از طرف مرتدین رکھتے تھے تھا اور مابعد کا قرینہ یہ چاہتا ہی
کہ محب وصدیق کے معنی مراد ہون اور وہ قول باریتعالی ہی یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ہزوا ولعبا من الذین
اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء بعضہم اولیاء بعض کیونکہ یہودی ونصاری اور اور کافرون کو کوئی اپنا امام نہ بناتا تھا اور نہ آپسمین بعض
بعض کو امام کرتے تھے اور انما کا کلمہ جو حصر کے واسطے مفید ہی وہ بھی اسی معنی کو چاہتا ہی کیونکہ حصر اُس مقام پر ہوتا ہی
کہ کوئی نزاع یا تردد اور سرکشی کا اعتقاد متعین ہوا ہو اور بالاجماع آیہ کے نازل ہونے کے وقت مین کوئی تردد اور
نزاع امامت مین اور ولایت تصرف مین نہ تھی بلکہ نصرت ومحبت تھی انتہی ملخص کلامہ اور جواب اسکا پہلے یہ ہی
کہ شاہ صاحب کا یہ کلام فرع ہی ثبوت اشتراک کا پہلے یہ چاہیے کہ اسکو ثابت کرین کہ لفظ ولی ان معانی مین مشترک ہی
کیونکہ لفظ ولی معانی متعددہ مین اگرچہ مستعمل ہی لیکن اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ ہر معنی کے مقابل مین اُن معانی کے
اُسکی وضع واضع سے واقع ہوئی ہی تاکہ اُسے مشترک کہین اور جب تک کہ وضع کا اثبات لفظ کے لیے ہر معنی کے
مقابل مین نہ کیا جاے اشتراک کا اثبات ساتھ مسئلہ اصولیہ کے خار راہ ہی کیونکہ جب حقیقت ومجاز اور اشتراک مین
کوئی امر دائر ہو اور دو احتمال ہون کہ یہ لفظ مستعمل ان معانی متعددہ مین بطور حقیقت ومجاز ہی یا بسبیل اشتراک ہی تو
اشتراک مرجوح ہوگا اور استعمال اُسکا حقیقت ومجاز مین راجح سمجھا جائیگا اور دوسرا جواب اسکا یہ ہی کہ بر تقدیر اسکے
کہ اشتراک کو بھی ہم تسلیم کرین جب بھی تو قرینہ بلکہ بہت سے قرینے ہمارے ارادہ مطلوب پر قائم ہین جیسا کہ کلام مین
جناب اخوند صاحب کے گذرا اور انشاء اللہ اور وجہون کا بھی بیان عنقریب آتا ہی نہ اُسکے برخلاف جیسا کہ شاہ صاحب
کو گمان ہوا ہی اور اسکے جواب مین کافی ہی جو جناب سلطان العلما نے کتاب بوارق مین افادہ فرمایا ہی اور ملخص اُس کلام کا
یہ ہی کہ ما تقدم مین ثابت ہوا کہ ولی سے ارادہ معنی ناصر ومحب کا کرنا اس مقام پر صحیح نہین ہی الا بمقتضاے المؤمنون
والمومنات بعضہم اولیاء بعض کے محبت ونصرت کی تخصیص مومنین کے ساتھ جو متصف بصفات مذکورہ ہون نہین ہی
شارح مقاصد نے اس مشکل کے دفع کرنے کو لکھا ہی کہ نصرت اگرچہ عام ہی لیکن جب کسی جماعت مخصوص کی طرف
مومنین سے مضاف کیجاے پس بالضرور مختص بمن عداہم ہوگی کیونکہ انسان اپنے نفس کا ناصر نہین ہو سکتا پس گویا کہ
بعض مومنین کے لیے کہا گیا ہی انما ناصرکم البعض الآخر بعد اسکے اپنے امام فخر رازی سے نقل کیا ہی کہ انھون نے کہا ہی
ہذا السؤال علیہ المعول فی دفع ہذہ الشبہۃ وانہ دقیق ہی لیکن چونکہ یہ تقریر جسکی متانت کا اعتراف انکے امام نے کیا ہی کلام سے
خالی نہ تھی اسلیے خود اُسنے کہا ہی وانت خبیر بان معناہ علی اختصاص الخطاب بالبعض من المومنین وعلی کون المومنین الموصوفین جمیع ما عداہم

اس سے علاوہ یہ بات ہی کہ اگر ولی سے مراد ناصر ہو جب بھی ہمارا مطلوب ثابت ہوگا کیونکہ مخاطبین کا اتحاد ناصرین کے
ساتھ ممکن نہین ہی اور نصرت کی تخصیص ساتھ خدا اور رسول کے اور انکے ساتھ جنھون نے حال رکوع مین زکوۃ عطا
فرمائی دلالت اس امر پر کرتا ہی کہ مراد ناصر سے وہ ہی جو نصرت کرنے والا بوجہ کامل ہو مثل خدا و رسول کی نصرت کے
کیونکہ ظاہر آیہ کا خدا و رسول اور جو متصف ہون ان ان صفات مین ان سب کی تشریک ہی اختصاص ولایت مین
اور چونکہ خدا و رسول کی نصرت مومنین کی نصرت سے زیادہ قوی ہی اسی طرح اسکی نصرت بھی جو متصف باوصاف
مذکورہ ہی کہ بعد نصرت خدا و رسول کے اسکا مرتبہ ہی قوی ہوگی غایت امر یہ ہی کہ نصرت کا مفہوم کلی مشکک ہی کہ جو شدت
اور اولیت اور اولویت کی راہ سے متفاوت ہو سکتی ہی بلکہ تحقیق ہوا کہ جتنے معانی کے لفظ ولی کے ذکر کیے ہین وہ اولی
بہ تصرف کی طرف رجوع کرتے ہین جیساکہ جناب سید شہید قاضی نور اللہ نے اسکی تصریح فرمائی ہی اور یہ بھی بات ہی کہ جب
ولی لفظ مشترک ہی تو اسکا معنی ناصر پر حمل کرنا بھی صحیح نہین اور قرینہ سیاق جو شاہ صاحب نے قرار دیا ہی ممنوع ہی کیونکہ تینون
آیتون کا وقعۃ نازل ہونا ممنوع ہی بلکہ آیات بتدریج نازل ہوئی ہین اور جمع کرنا آیتون کا اس ترتیب کے ساتھ
فعل عثمان کا مشہور و مشاہر ہی پھر اسکے ماقبل و مابعد سے احتجاج کرنا احتجاج فعل عثمانی سے ہوگی اور وہ محل اعتبار سے
ساقط ہی پھر بعد تسلیم کرنے عدم ارتباط والتیام سیاق و سیاق کے اعتراض خلیفہ سوم حضرات اہلسنت کی طرف
متوجہ ہوتا ہی کہ انھون نے ایک نہج خاص پر قرآن کو مرتب کر کے کتاب اللہ کو بے ربط کر دیا اور واقع مین یہ انھون نے
بہت سے فائدون کی نظر سے اپنے دل کے موافق کیا جیساکہ ہر عالم باخبر کو معلوم ہی اور اسی جہت سے اکثر آیات قرآن مین
ارتباط نہین ہی پھر اس مین جو تمھارا جواب ہی وہی امامیہ کا بھی جواب ہوگا انتہی خلاصۃ کلامہ رحمہ اللہ مگر شاید حضرات
اہلسنت اس مقام پر کہین کہ آیات قرآنی کی ترتیب بنہج ترتیب عثمانی اکثر اہلسنت کے نزدیک موافق نظم خدا کے اور
توقیف رسول خدا کے ہو بلکہ بعض انکے قرآن کے سورون کی بھی شان ترتیب کو توقیفی جانتے ہین پھر جو تمنے دعوی
کیا ہی کیسطرح صحیح ہو سکتا ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ اولاً بنا بر اس مذہب کے جو حضرات اہلسنت قرآن کے جمع کرنے کی فضیلت کو
اپنے خلیفہ ثالث کے لیے گمان کرتے ہین وہ پھر باقی نہین رہ سکتی علاوہ اسکے ایک جماعت کثیر نے انکے عالمون سے
شان ترتیب سورہاے قرآنی کو اجتہاد و راے کے ساتھ قرار دیا ہی جیساکہ علامہ سیوطی نے کتاب الاتقان فی علم القرآن مین
لکھا ہی کہ اجماع و نصوص مترادف اسپر ہی کہ آیات قرانی کی ترتیب توقیفی ہی لیکن اشکال کیجاتی ہی روایت ابو داؤد سے اور
طریق محمد بن اسحاق سے یحیی بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر سے کہ اسنے اپنے باپ سے روایت کی ہی کہ کہا اسنے کہ حارث بن
خزیمہ دو آیہ آخر سورہ برات سے لایا اور کہا اسنے کہ اشہد انی سمعتہما من رسول اللہ ووعیتہما اسکے بعد عمر نے کہا کہ مین بھی گواہی
دیتا ہون کہ بہ تحقیق کہ ان دونون آیتون کو مین نے بھی سنا ہی بعد اسکے کہا کہ اگر تین آیتین ہوتین تو معین سورہ علیحدہ کر دیتا مین
پس دیکھو آخر سورون کے قرآن کے سورون مین سے اور آخر مین ان آیتون کو کسی سورے کے ملحق کر دو بعد اسکے

فاضل سیوطی نے کہا ہی کہ قال ابن حجر ظاهر هذا انهم كانوا لا يلفون ايات السور باجتهادهم و سائر الاخبار تدل على انهم لم يفعلوا شيئا من ذلك الا بتوقيف
یعنی ابن حجر نے کہا ہی کہ ظاہر اس روایت کا یہ ہو کہ تھے صحابہ کہ ترتیب دیتے تھے سورون کی آیتون کو موافق اجتہاد
ورائے کے اور باقی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ ایسا نہ کرتے تھے انتہی ملخص کلامہ سبحان اللہ کیا جرأت خلیفہ صاحب کی ہی
کہ جو چیز بالاتفاق توقیفی تھی اُسے بمجرد اپنی خواہش وخیال کے بے اسکے کہ اُنھین کچھ تذکر و تردد فرماتے اپنی اور اپنے
حاضرین دربار کی رائے پر رکھکر حکم کر دیا کہ سورون کے آخر کو دیکھو جسکے ساتھ مناسبت ہو ملحق کر دو اور شیخ ابن حجر بھی
اسکا اعتراف کرتے ہین اور بعد اعتراف کہتے ہین کہ اور سب اخبار اسپر دلالت کرتے ہین کہ صحاب ایسا نہ کرتے تھے
لیکن عقلا کا اقرار اپنے نفوس پر مقبول ہی سوا اورون کے اقرار کے اپنے نفوس کے واسطے خصوصًا جبکہ حضرات اہل اہوا سے
اور رائے پر اپنی عمل کرنے والے ہوے تو یہ بعید کہان کیجا سکتی ہی کہ توقیف خدا اور رسول کی پابندی کرتے پھر یہ روایت
جو انکی زبان سے کاشف حقیقت امر کی جاری ہوئی ہی وہ ایسا امر ہی کہ جو کچھ ہمارے علما کہتے ہین اور تصریح کرتے ہین کہ صحابہ نے
آیات کی ترتیب اپنی رائے کے موافق کی تھی گو حضرات اہلسنت اُسے چھپاتے ہین ورنہ اسکی صدق پر دلالت اس
روایت کی بہت واضح ہی اور یہی کو موید ہی جو فاضل سیوطی نے قاضی ابی بکر سے نقل کیا ہی کہ اُنھون نے کہا ہی ان نظمه وترتيبه
ثابت على ما نظمه الله ورتبه عليه رسوله من السور ولم يتقدم من ذلك مؤخر ولا اخر منه مقدم وانه يمكن ان يكون الرسول قد رتب سوره ويمكن ان يكون
قد وكل ذلك الى الامة بعده ولم يتول ذلك بنفسه هذا الثاني اقرب یعنی تحقیق کہ نظم و ترتیب قرآن کا ثابت ہی کہ اوپر نظم خدا کے ہی اور
جسطرح کہ رسول خدا نے آیات کو سورون کی مرتب فرمایا ہی اور اُنمین کسی نے تقدیم وتاخیر نہین کی اور یہ بھی ممکن ہی کہ
پیغمبر خدا نے سورون کی ترتیب فرمائی ہو اور ممکن ہی کہ اس ترتیب کو امت کے سپرد فرمایا ہو اپنے بعد اور خود اسکے
متولی اپنے ایام حیات مین نہ ہوے ہون اور دوسرا احتمال یعنی ترتیب کو بحال امت چھوڑنا اقرب ہی پس بر تقدیریکہ مراد
اسی ترتیب آیات اور اگر ترتیب سے مراد سورون کی ترتیب ہو باراده اسکے کہ آنحضرت نے سورہ سورہ کو مرتب فرمایا ہو
اور یہ کہ کلام سے اُسکے ایک سورہ کا لفظ جو مکرر تھا گر گیا تو جسمین کلام ہمارا ہی اُس سے خارج ہوگا لیکن جناب سید سند نے
فرمایا ہی کہ اکثر نسخ موجودہ مین لفظ سورہ کی تکرار نہین ہی بالجملہ ہمین اعتماد جمع عثمان پر نہین ہی خواہ وہ شان موجود ہو یا غیر اس
شان کے ہو دوسرے یہ کہ تبصریح صاحب اتقان وغیرہ معلوم ہوتا ہی کہ ترتیب نزول قرآن کی اس ترتیب تلاوت کی
غیر ہی اور جب یہ ہوا تو معتبر شان نزول ہوگی فہم معنی مین نہ شان تلاوت جسکا سیاق وسباق شاہ صاحب لیتے ہین خصوصًا
جبکہ وہ توقیفی اور تعبدی ہوا اور جائز ہی کہ ایک آیت دوسری کے بعد کسی پوشیدہ مصلحت کے لیے نازل ہوئی ہو کہ وہ
عقول ناس پر ظاہر نہو سکے پھر کیونکر سیاق قرینہ ہو سکتا ہی اسکے لیے جو شاہ صاحب نے کہا ہی اور تیسری وجہ یہ ہی کہ
ہم اُس سیاق وسباق کے عوض مین جو شاہ صاحب نے ذکر کیا ہی اُنکے مطلوب کے خلاف پر واضح قرینہ بیان کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ اسی جزو ششم مین قرآن کے پہلے آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم ہی اور دوسرے آیہ والی ہذا یہ انما ولیکم اللہ و

رسول الایہ ہی اور تیسرے آیہ شریفہ بلغ ما انزل الیک ہی اور پہلا آیہ اور جو بعد ہی وہ بیچ والے آیہ کے ساتھ تینون ایک ہی سلک مین
منتظم ہین اور سب شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوے ہین اور انکا نازل ہونا از روے روایات محدثین فرقہ شیعہ
اور علماے حضرات اہلسنت ثابت و معلوم ہی جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین حسکانی وغیرہ ایک جماعت سے
شیوخ عامہ کے کہ انھون نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ اُسنے کہا کہ ہم مجمع عید غدیر سے بچھڑنے نہ پاے تھے
کہ یہ نازل ہوا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایۃ اور تفسیر الکبیر مین ابو سعید خدری سے روایت کی ہی انہ قال
نزلت ہذہ الایۃ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر خم فی علی بن ابیطالب یعنی یہ آیہ جناب امیر علیہ السلام کی
شان مین نازل ہوا ہی اور امام حضرات اہلسنت مفسر تفسیر کبیر نے اس آیہ کی ذیل مین دس وجہین اپنی تفسیر مین ذکر کی ہین
اور آخر کلام مین کہا ہی العاشر نزلت ہذہ الایۃ فی فضل علی رضی اللہ عنہ ولما نزلت ہذہ الایۃ اخذ بیدہ وقال من کنت مولاہ فعلی
مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر فقال ہنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولی کل مومن و مومنۃ وہو قول ابن عباس والبراء بن عازب ومحمد بن علی انتہی یعنی دسوین وجہ یہ ہی کہ یہ آیہ فضیلت و
بزرگی مین علی رضی اللہ عنہ کی نازل ہوا ہی اور جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ
جسکا مین مولا ہون پس علی اُسکا مولا ہی اور مولا ہی ہر مومن و مومنہ کا اور یہ قول ہی ابن عباس اور براء ابن عازب اور
محمد بن علی کا اور حافظ ابو نعیم سے کتاب ما نزل فی القرآن مین اور واحدی سے کتاب اسباب نزول آیات مین اور شیخ
ابوبکر شیرازی و مرزبانی وغیرہ سے مثل اسی کے روایات نقل کی گئی ہین اور روایتین اس بارے مین بہت ہین یہان تک کہ
اثر مین وارد ہوا ہی نزلت ہکذا بلغ ما انزل الیک فی علی کما رواہ الثعلبی وابن عساکر اور ہر ایک ان تینون آیتون سے بانفرادہا
دلیل اسکی ہی کہ ولایت علی ابن ابیطالب بمعنی اولیٰ بتصرف ہونے کے ہی جیسا کہ عنقریب مفصلاً بیان کیا جائیگا انشاء اللہ
اور بعد اجتماع آیات اور ملانے بعض انکی کے ساتھ بعض کے ہمارے مطلوب پر قرینہ قطعی ہی کیونکہ آیہ بلغ ما انزل الیک کا
حجۃ الوداع مین خطبہ غدیر سے پہلے نازل ہونا اور جو اہتمام کہ اسمین مرعی ہوا اور بہت تاکید اسمین ہوئی اور جناب پیغمبر خدا کو
جو اسمین خیال تھے اُسکے رفع کے لیے حق تعالیٰ نے شر ناس سے عصمت کا وعدہ فرمایا کہ وہ بھی تاکید تاکید کے بعد ہی خاص
بیان ولایت حضرت امیر کے لیے اور پھر آیہ اکملت لکم دینکم کا بعد اُسکے نازل ہونا علاوہ اُس سے جو گذرا اقتران ولایت
خدا اور رسول کا ولایت سے آنحضرت کے جنکی شان مین انما ولیکم اللہ نازل ہوا یہ سب قرائن واضحہ اسکے ہین کہ لفظ ولایت
مستعملہ سے مراد ان مقامات مین ولایت تصرف ہی کیونکہ خود ظاہر ہی کہ اسقدر اہتمام سوا اُسکے کہ اُس سے غرض یہ ہو کہ
خلق امام انام علیہ السلام سے اہتمام اختیار کرین اور اُسکی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم سمجھین محض اظہار
مودت و نصرت کے لیے نہین ہو سکتا جیسا کہ کہا گیا ہی انما ذلک لامر عظیم نیاط بہ ایۃ الحق اجمعین الیس الا امر الریاسۃ
العامہ فی الدنیا والدین وحفظ شریعۃ سید المرسلین ولذلک نزلت عقیبہ ایۃ اکمال الدین و اتمام نعمۃ رب العالمین پھر یہ
ولایت وہی ولایت ہی کہ روز غدیر مین جناب امیر علیہ السلام کی شان مین ظاہر ہو کر باعث اکمال دین اور اتمام نعمت کا ہوئی ہی

اور یہ جو کچھ کہ ہمنے بیان کیا ہی سی کو وجہ وظاہر شان مین نزول ان آیات کے جاننا چاہیے نہ وہ جو عامہ اقاویل فاسدہ
کہتے ہین اور انشاءاللہ اسکا بیان کافی آیندہ آتا ہی اور اب دوسری طرح بھی جواب شاہ صاحب کا یہ ہی کہ کہا جائے
کہ شاہ صاحب کا عجیب حال ہی کہ اپنے امام المتکلمین مفسر تفسیر کبیر کی تقلید کرکے جو غثین نے رطب ویابس اس آیہ کی
تفسیر مین ذکر کیے ہین اُسے بے تامل یہ بھی کہتے ہین اور اُس کلام کے پیش وپس مین نظر نہین کرتے یہ تو غور وتامل کے
لائق امر ہی کہ جسطرح لفظ مشترک کے معانی سے ایک معانی کا ارادہ کرنا جب تک کہ اسپر کوئی قرینہ قائم نہو صحیح نہین
ہوسکتا اسی طرح معانی مشترک سے چند معنون کا ارادہ کرنا بھی اہل اصول کے نزدیک نہین ہوسکتا پھر اس صورت مین
اگر سیاق کا قرینہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولی سے نصرت کے معنی مراد لین اور سیاق کا قرینہ دال اسپر ہی کہ محبت مراد
لین پھر اس صورت مین اگر ایک معنی دونو معنون سے مراد ہو تو ترجیح بلا مرجح اور دو قرینون سے ایک کا لغو کر دینا
لازم آیگا اور یہ کسطرح ہوسکتا ہی کہ حکیم علی الاطلاق کے کلام کا سیاق اسکے سیاق سے منافی ہو اور اگر دونون
معنی مراد لیے جائین تو معانی مشترک مین جمع لازم آیگا اور وہ محذور ہی جیسا کہ امام جمہور حضرات اہلسنت نے
اسکی تصریح کی ہی نقض مین قول شیعہ کے جو وہ کہتے ہین کہ الولی فی اللغة قد جاء بمعنی الناصر والمحب وجاء بمعنی المتصرف ولا منافات
بین المعنین فوجب حملہ علیہما یعنی ولی لغت مین ناصر ومحبت کے معنون پر بھی آیا ہی اور متصرف فی الامور کے معنون پر بھی
آیا ہی اور ان دونون معنون مین منافات نہین ہی پھر واجب ہوا کہ ولی کو دونون معنون پر حمل کرین تو اسکی بنسبت
کہا ہی الجواب ان ذلک غیر جائز لما ثبت فی اصول الفقہ انہ لا یجوز حمل اللفظ المشترک علی المفہومیہ معاً یعنی جواب اسکا یہ ہی کہ یہ
حمل جائز نہین ہی کیونکہ ثابت ہوا ہی اصول فقہ مین کہ لفظ مشترک کا حمل کرنا اسکے دونون مفہومون پر ساتھ ہی جائز
نہین ہی اور یہ اعتراف وتصریح ایسی نہین ہی کہ اسے کوئی نہ سمجھے پھر لائق ہنسی کے یہ بات ہی کہ اسے امام نے چند
سطرون کے بعد اپنی تقریر اول کو بھلا دیا اور کہا کہ کل من انصف وتامل فی مقدم الآیة وموخرہا قطع بان الولی فی قولہ انما ولیکم اللہ
لیس الا بمعنی الناصر والمحب یعنی جو انصاف وتامل کرے گا آیہ کے مقدم وموخر مین وہ یقین کرے گا اس امر مین کہ
لفظ ولی اس آیہ مین نہین ہی مگر ناصر ومحب کے معنون پر فقط پھر بڑے تعجب کی بات ہی کہ اس امام نے شیعون کی
تقریر مین تو معانی مشترک کے جمع کرنے کو ممتنع کہا اور جانا اور اپنی تقریر مین معانی مشترک کو جمع کر دیا ایک بام
دو ہوا کیونکر ہوسکتا ہی اگر جمع معانی مشترک مین ممتنع ہی تو چاہیے دونون صورتون مین ممتنع ہو یہ کیسا کہ شیعون پر
نقض کرنے کو تو ممتنع ہی اور اپنی تاویل کرنے کو ممتنع نہین جو وہ اپنے لیے جائز سمجھے چاہیے کہ شیعون کے لیے
بھی جائز جانین اگر کوئی کہے کہ جمع بین المعانی ایک جماعت کے نزدیک علماے اصول کے جبکہ قرینہ قائم ہو اگرچہ
بالمجاز کیون نہو جائز ہی تو ہم کہینگے کہ اس قول کے بنا پر ہوسکتا ہی کہ ان دونون معنون کے ساتھ تیسرے معنی بھی
یعنی اولیٰ بتصرف ہونا بھی مراد ہو بسبب اُن قرینون کے جو پہلے گذرے اور آیندہ ابھی مذکور ہونگے انشاءاللہ تعالیٰ

to imagination, Joan replies, " O yes, that is how Goc sends His messages to us." I recall the exact sound o Miss Thorndike's voice as she uttered those words There was a happy finality about it as though, for th(speaker, the matter was settled happily and for ever, anc a thrill that was almost a throb. The sound reminded m(of a thrush's song on a spring morning, when raptur(presses out rapture and melody crowds on melody unti the little throat seems like to burst. I can believe tha1 hundreds of Miss Thorndike's hearers endorsed thos(words, the perfect expression of which may have been due to a joyous conviction of their truth, or merely to the perfection of her art.

At Snellham it was impossible to avoid thinking about the nature of the work on which so many of the towns-people were engaged, and ' thinking sometimes makes the heart so sore '. My heart used to ache for the intelligent working man engaged, year in, year out, on work in which it was impossible to take an intelligent interest. What a mind-deadening drudgery, to be replaced when strength failed by a poverty-stricken old age! I have heard a teacher's life described as drudgery because, forsooth, it involves line upon line and precept upon precept. Those who speak thus do not know the meaning of the word as we knew it in Snellham, and are far from realizing the glorious opportunities of a teacher's life. In one respect it is unsurpassed—from beginning to end it may be made sacrificial.

Envy is often misplaced. A friend of mine was once expostulating with someone for lavishing expensive gifts

اجمعوا علی انہ للحصر قال و قولہ فی ذلک حجۃ اور اسکے ساتھ صاحب منہاج نے بھی کہا ہی کلمہ انما للحصر لان ان الاثبات و ما للنفی
فوجب الجمع بین النفی والاثبات لیکن صاحب منہاج کا قول غرابت سے خالی نہین ہی علامہ تفتازانی نے قول ماتن کی
شرح مین جو اسکا قول ہی و انما کان انما مفید للحصر لتضمنہ معنی ما و الا یہ کہا ہی و فی ہذا الکلام اشارۃ الی ان ما فی انما لیس ھی
النافیۃ علی ما توہمہ بعض الاصولیین و ذلک لان ان لا تدخل الا علی الاسم و ما النافیۃ لا تنفی الا ما دخلت علیہ باجماع النحاۃ و اشار بلفظ
التضمن الی انہ لیس بمعنی ما و الا حتی کانہما مترادفان اذ فرق بین ان یکون فی الشیٔ معنی الشیٔ و ان یکون الشیٔ الشیٔ علی الاطلاق فلیس
کل کلام یصلح فیہ ما و الا یصلح فیہ انما بعد اسکے تین وجہون سے استدلال کیا ہی جو مشتاق اطلاع ہو وہ اس مقام کو اس کتاب مین
دیکھے اور اس سے بخوبی واضح ہوا کہ انما کلمہ حصر کا باتفاق علماے عربیہ ہی اور صاحب نہایۃ المرام المتکلمین جو حضرت
اہلسنت کی تشکیک ایمن سننے کے قابل نہین اور جو شبہ جلد اول مین انھون نے حسن استفہام تاکید سے دعوی اشتراک پر
مستثبت کیا ہی اور اس سے شیعون پر بہت بڑی بات جانکر حجت لاے ہین یہ سوقت صحیح ہوتا اور شیعون پر توجہ
ہوتا جبکہ تمام علماے شیعہ یا اکثر انکے اسکے قائل اور معترف ہوتے حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ حسن استفہام سے استدلال
کرتے ہین سید مرتضی علیہ الرحمہ بحسب ظاہر اکیلے ہین وہ تحقیق اسکے خلاف ہی اور وجوب الاتباع حق ہوتا ہی نہ غیر حق
اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اُسے رد فرمایا ہی یہ کہکر کہ حسن استفہام اشتراک پر دلالت نہین کرتا لانہ قد یستحسن لا لاجلہ
بل التحقیق ارادۃ الحقیقہ دون المجاز اور ظاہر ہی کہ حسن استفہام کی وجہ مقام تحقیق ارادہ حقیقہ مین سوا مجاز کے باوصف
اسکے کہ جب قرینہ صارفہ نہو تو حقیقت متعین الارادہ ہوتی ہی مجاز کا شائع ہونا اور احتمال اسکا کہ ایسے قرینے پوشیدہ ہون
کہ جو مخاطب کی فہم مین نہ آئے ہون ہوتا ہی حاصل کلام یہ ہی کہ حسن استفہام عام ہی اور عام کی دلالت خاص پر
نہین ہوسکتی اور دوسری وجہ کا وجوہ تشکیک سے جواب عبارت شرح تلخیص سے ظاہر ہی اور تیسری وجہ کا
جواب یہ ہی کہ جو کہنے والا کہتا ہی انما الناس اہل العلم یہ اسی قبیل سے ہی جسکی طرف ہمنے اشارہ کیا ہی کہ مجازات محاورات
مین شائع ہین اور سلب کی صحت دلیل مجاز ہونے پر ہی اور واقع مین سلب کا عدم حقیقت کی امارت ہی
اور چونکہ غیر اہل علم سے مفہوم ناس کا سلب کرنا صحیح نہین ہی پس اُنسے اسکی نفی کرنا یا مجاز پر محمول ہوگا یا مراد اس
ناس سے جو اہل علم مین کامل الانسانیت ہونگے اور وہ دوسرا مجاز ہی اور یہی طرح اسکی مشاکل مین جیسا انما الرجل
ہو الشجاع ہی جاننا چاہیے اور الاستعمال علامۃ الحقیقۃ قضیہ اہل اصول کی زبان پر مشہور ہی اور اگر لفظ کا استعمال کرنا
غیر موضوع لہ مین اسکے معنی حقیقی کا ہادم ہو تو ہر جگہ پر نقض معانی حقیقیہ پر وارد ہوگا اور جب یہ مقدمہ واضح ہوا تو
اس سے معلوم ہوا کہ جو بعض حضرات کو یہ توہم ہوا ہی کہ کلمہ انما قرآن مین چند مقام پر سوا معنی حصر کے بھی آیا ہی جیسا کہ
حق تعالی فرماتا ہی انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم یا فرماتا ہی انما انت منذر من یخشیہا اور فرماتا ہی انما یرید اللہ
لیذہب عنکم الرجس اہل البیت پھر ان مقامات مین انما کا لانا باوجود اسکے کہ معلوم ہی کہ مومنین منحصر انہین موصوفین بصفت

مذکور مین نہین ہین اور اندازِ فرمانا آنحضرت کا من جہتہٖ بر مقصود نہین تھا اور حق تعالیٰ کا ارادہ عام ہی یہی ارادہ خاص مین منحصر نہین ہی دلیل اسکی یہ ہی کہ انما محض حصر کے لیے موضوع نہین ہی ورنہ اشتراک لازم آے یہ توہم باطل ہی کیونکہ استعمال لفظ کا عام ہی حقیقۃ سے پھر اگر ان مواضع مین معنی حقیقی انما کی مراد ہون تو اس سے کیا لازم ہی کہ جو معنی کہ مراد ہون ان مقامات مین وہ بھی حقیقت ہون اور جب انکا حقیقت ہونا ثابت ہوا تو معنی حصر کی نفی کرنی رفع اشتراک کے لیے لازم ہوگی اور اگر ایسا مجاز دلالت اسپر کرے کہ انما حصر کے لیے موضوع نہین تو لیس الا مین کہ اسکی وضع حصر کے واسطے زیادہ واضح ہی بدلیل قول خدا تعالیٰ لیس للانسان الا ما سعی اسکا بھی حصر باطل ہوتا ہی کیونکہ ظاہر ہی کہ انسان کو تمتع اور فائدہ کثیر بے اسکے کہ سعی اور کوئی عمل کیا ہو حاصل ہوتا ہی جیسا کہ ادنی اسکا یہ ہی کہ آفتاب و ماہتاب کی اور اور ستارون کی روشنی مین معاملات کرتا ہی اور ہوا سے فائدہ ترویح کا حاصل کرتا ہی یا اپنے اعضا و جوارح سے منتفع ہوتا ہی کہ آنکھ سے دیکھتا ہی کان سے سنتا ہی ناک سے سونگھتا ہی منھ سے کھاتا ہی معدہ سے ہضم غذا کا فائدہ اٹھاتا ہی اور اسی طرح حق تعالیٰ فرماتا ہی ان یتبعون الا الظن کیونکہ اسمین بھی ظاہر ہی کہ وہ بغیر ظن کے بھی اعمال کرتے تھے اور فرماتا ہی وما انا الا نذیر مبین اور اس جگہ بھی ظاہر ہی کہ انحصار صفات کا آیۃ مین نہین ہی اور اسکی مثال بہت ہین اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ شبہہ عدم سبق نزاع کا امامت مین حضرات اہلسنت نے اپنے زعم مین صحت حصر کی شرط گردانا ہی تا کہ اس سے معنی ولایت کے ارادے سے قدح کرین ورنہ یہ انکے علما کے کلام مین جابجا موجود ہی جیسا کہ علامۂ قوشجی نے شرح تجرید مین کہا ہی علی ان الحصر انما یکون نفیا لما وقع فیہ تردد او نزاع ولا خفاء فی انہ عند نزول الایۃ لم یکن نزاع فی امامۃ الائمۃ الثلثۃ اور فاضل تفتازانی نے شرح مقاصد مین کہا ہی فان الحصر انما یکون باثبات ما نفی عنہ الغیر ولم یکن الا ولایۃ الیہود والنصاری للنہی عن اتخاذھا ولیست ھی التصرف والامامۃ ولیکن علماے عربیت کے کلام مین حصر کا انحصار سبق نزاع مین مفہوم نہین ہوتا اور جو اسکا ادعا کرے اسکا اثبات و بیان اسکے ذمہ مین ہی اور اگرچہ ہمارا منصب نہین ہی لیکن تبرعاً اظہار حق کے لیے اہل ادب کی نصوص سے ثابت کر دیتے ہین آگاہ ہو کہ صاحب دلائل الاعجاز نے کہا ہی کہ اعلم ان موضع انما ان تجی لخبر لا یجہلہ المخاطب ولا ینکرہ او لما ینزل ھذہ المنزلۃ وما والا لخبر ینکرہ او فی حکمہ یعنی جان تو کہ استعمال انما کا مقام یہ ہی کہ وہ ایسی خبر کے واسطے آتا ہی کہ جسے مخاطب یعنی جسکی طرف خطاب ہوتا ہی وہ اس سے جاہل نہو اور اس سے انکار نہ رکھتا ہو یا اسکے لیے مستعمل ہو جو اسکے قائم مقام ہو اور لفظ ما و الا اس حکم مین آتا ہی جسے مخاطب کو انکار ہو یا جو اس انکار کے حکم مین ہو اور صاحب تلخیص کہتا ہی کہ واصل الثانی ان یکون ما استعمل لہ مما یجہلہ المخاطب وینکرہ بخلاف الثالث یعنی دوسرے کی اصل یہ ہی کہ استعمال کیا جاے جہان مخاطب جانتا نہو یا انکار رکھتا ہو اس کلام کے قبول کرنے سے بخلاف تیسرے کے فقط اور واضح ہو کہ دوسرے سے مصنف نے ما و الا کو مراد لیا ہی اور تیسرے سے انما کا ارادہ کیا اور کتاب ایضاح مین ہی ان اصل النفی والاستثناء ان یکون الحکم الذی استعمل ھو لہ من الاحکام التی یجہلہا المخاطب وینکرہا بخلاف انما فان اصلہ ان یکون الحکم المستعمل فیہ مما یعلمہ المخاطب

ولا ینکرہ یعنی نفی اور استثنا کی اصل یہ ہے کہ ہوے حکم ایسا حکم استعمال کیا گیا ہو وہ واسطے اسکے منجملہ اُن حکام کے
جسے مخاطب نہین جانتا یا اُس سے انکار کرتا ہو بخلاف انما کے کہ اسکی اصل یہ ہو کہ استعمال ہو جو حکم مستعمل ہو وہ اس قبیل سے ہو
جسے وہ جانتا ہو یعنی جسکی طرف خطاب واقع ہوا ہو اور وہ اس سے انکار نہ کرتا ہو اور ان سب سے بخوبی واضح ہو کہ
انما سبق نزاع وانکار کو نہین چاہتا اگرچہ بعض نے اسمین بھی اشکال کیا ہو حیث قال وفیہ اشکال لان المخاطب اذا کان عالما
ولم یکن حکمہ مشوبا بالخطاء لم یصح الحصر بل لا یفید سوی لازم الحکم وکان مراد الشیخ ان یجی الخبر من شانہ ان لا یجہلہ المخاطب ولا ینکرہ
حتی تزول ادنی تنبیہ لا یصر علیہ کیونکہ یہ تاویل بھی ہمارے قول کی موید ہوگی اور پھر ہم دوسری طرح بعد تنزل یہ کہتے ہین کہ
جو انھون نے عدم سبق نزاع کو امامت مین شرط صحت حصر گردانا ہی یہ شرط قصر اضافی مین شرط ہوگی نہ قصر
حقیقی مین جیسا کہ جناب سلطان العلماء رحمہ اللہ نے بسبیل نقل کلام فاضل سید شوستری کے فرمایا ہو کہ کلام تفتازانی سے
مستفاد ہوتا ہو کہ تردد و نزاع کا واقع ہونا قصر اضافی مین شرط ہو نہ قصر حقیقی مین جیسا کہ فرمایا ہو لان اعتقاد المخاطب
بثبوت ما نفاہ المتکلم قطعا او احتمالا مختص بالقصر الغیر الحقیقی الا تری انہم اتفقوا علی صحة ما فی الدار الا زید قصرا حقیقیا مع انہ
لیس دالا علی ان معتقدا ان جمیع الناس فی الدار اھ اور اس کلام کا حاصل یہ ہو کہ جائز ہو کہ قصر صفت موصوف کے لیے بطور قصر حقیقی ہو
اور تردد و نزاع کا واقع ہونا قصر اضافی کے ساتھ مخصوص ہو انتہی ملخص کلامہ اور تیسرے طریقے سے اسکا جواب
اور یہ ہو کہ بیان حصر بر نزاع کا سابق ہونا اور مقتضی قصر کا مقدم ہونا ارادہ اولویت تصرف کے منافی نہین ہو کیونکہ
جو شخص کہ اولی بتصرف مسلمانون کے امور مین مثل خدا کے اور اسکے رسول کے ہوگا وہ یقینی ناصر اور محب اور مصلح
اُنکے امور کا بجمیع وجوہ ہوگا پھر ان حضرات کو کیا ہو کہ فکر و کلام نصرت اور محبت کے بارے مین کرتے ہین جو مرجع امور کے
اُسکی طرف نظر نہین کرتے اور چاہیے یہ کہ اپنی نظر کو اسی کی طرف بمفاد حسبنا اللہ ونعم الوکیل مقصور کرین اور بمقتضاے
ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم اپنے اولیاے حقیقی کی طرف کیون رجوع نہین کرتے
اور یہ اہل عربیت کا قاعدہ ہو کہ کبھی غیر منکر کو منکر کے حکم مین اور عالم کو جاہل کے حکم مین لیتے ہین جبکہ وہ مقتضاے علم
انکار اور علم پر اپنے عمل نہ کرے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہو وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ای مقصور علی رسالة لا یتعداہا
الی التبری عن الہلاک اب اس مین دیکھیے کہ فاضل تفتازانی نے کہا ہو المخاطبون وہم الصحابة رضی اللہ عنہم اجمعین عالمون بکونہ
مقصورا علی الرسالة غیر جامع بین الرسالة والتبری عن الہلاک لکنہم کانوا یعدون ہلاکہ امرا عظیما ونزل استعظامہم منزلة انکارہم ایاہ ای الہلاک
فاستعمل لہ النفی والاستثناء یعنی جنکے خطاب اس آیہ مین واقع ہوا ہو وہ سب صحابہ تھے کہ وہ اسکے عالم اور جاننے والے تھے کہ پیغمبر
وہی حضرت ہین اور وہ جامع رسالت اور حیات دائمی کے نہین ہین لیکن وہ سب آنحضرت کی ہلاکت کو امر عظیم
جانتے تھے اور یہ استعظام ہلاکت انکا اس مرتبہ کو پہونچا تھا جیسے انکار ہلاکت سے کہین پس اس انکار کے لیے نفی
و استثنا کا استعمال کیا گیا انتہی ترجمہ کلامہ اور خبیر پر پوشیدہ نہوگا کہ جو فاضل تفتازانی نے کہا ہو کہ سب صحابہ اسکے

عالم تھے یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انہیں اصحاب سے خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت نے موت نبی سے انکار صریح
کیا ہے جیسا کہ مقدمہ میں اسی کتاب کے موافق انہیں کی روایت کے ذکر ہو چکا ہے بلکہ جائز ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کے
علم میں تھا کہ بعضے اُنسے پیغمبر کے بعد انکار ولایت سے اُن جناب کی کرینگے اسی لیے اس تاکید سے فرمایا کہ جیسا کہ بخاری
وغیرہ کتب حضرات اہلسنت میں موجود ہے لیکن انہیں خدا کی تاکید سے کچھ فائدہ نہوا اور اس انکار کے مرتکب ہوئے
یہاں تک کہ انکے ساتھ والوں نے انہیں آگاہ کیا بالجملہ حقیقت تو یہ ہے کہ چونکہ صحابہ کفار کی نصرت و محبت سے مانوس و
دل تنگ تھے اور باطن میں انکی محبت کے خواہان تھے تاکہ کچھ قوت و شوکت اپنے لیے پیدا کریں جیسا کہ روایت
جامع الاصول سے پیدا ہے کہ راوی نے کہا کہ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میں خدمت میں پیغمبر خدا کی حاضر ہوا اور عرض
کیا میں نے کہ ہماری قوم نے ہمیں اپنے سے جدا کر دیا ہے بسبب اسکے کہ ہمنے خدا و رسول کی تصدیق کی ہے اور انھوں نے
قسم کھائی ہے کہ ہمسے بات نہ کرینگے الحدیث پس گویا کہ وہ نصرت خدا و رسول اور اولی الامر سے غافل تھے اور جو علم اس
نصرت کا انہیں دیا گیا تھا اُسے بھلائے ہوئے تھے اور بمنزلہ منکر و جاہل کے پہونچ گئے تھے اسلیے مستحسن یہ ہوا کہ تاکید
فرمایا انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الایۃ تاکہ وہ جانیں کہ اولی الامر کی طرف رجوع کرنی چاہیے اور غیروں سے مددگاری
و نصرت کا خیال کرنا باوجود اسکے کہ ایسے حامی موجود ہوں نہیں چاہیے اور یہ جو ہمنے کہا ہے وہ صاحب مفتاح کی تقریر پر
بہت منطبق ہوتا ہے کیونکہ اُسنے کہا ہے ان طریق انما یسلک مع مخاطب فی مقام لا یصر علی خطائہ و یجب علیہ ان لا یصر علی خطائہ کقولہ
انما ہو اخوک لمن یعلم ذلک و یقربہ وانت ترید ان ترققہ علیہ چوتھی یہ بات ہے جواب میں کہ حق تعالیٰ نے جو علیم و خبیر عواقب امور اور وقائع
وہ امور سے ہے اُسے زیبا ہے کہ اپنے علم ابدی کے موافق جو نزاع کہ بعد ہونے والی تھی امامت میں کہ وہ اس وقوع ظاہری سے
اسکے علم میں محقق تھی اُسکے موافق اس نزاع کے سد باب کے لیے بنا بر اتمام حجت کے کلام کو پہلے سے فرمایا ہو اور یہ امر کہ
جو بہت بڑا اختلاف میں واقع ہوا ہے یقینی تقدم بالحفظ کو چاہتا ہے اور حق تعالیٰ کو اطلاع منافقین کے ارادے اور انکی
باطنی دشمنیوں پر بھی اسی جہت سے ہمیشہ امر ولایت میں تاکید پر تاکید فرماتا تھا پھر علیم خبیر کا قیاس اُس پر جو مافی الضمیر سے
جاہل ہیں نہ کرنا چاہیے اگر جاہل تاکید میں پہلے نزاع کے ہونے کے محتاج ہوں تو ہوں خدائے خبیر اسکا محتاج نہیں
ہو سکتا اور یہ بات بہت ظاہر ہے پانچویں وجہ جواب کی وہ ہے جو سید شوستری نے فرمائی ہے کہ قصر کسی تردد کے دفع کرنے
کو بعض اشخاص سے دربارہ منحصر ہونے ولایت کے خدا و رسول میں یا مشترک ہونے اُسکے خدا و رسول میں اور غیر انکے میں
واقع ہوا ہو اور اس صورت میں قصر تعیین اشتراک کے لیے ہوگا جیسا کہ حق تعالیٰ کے قول میں ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس
کیونکہ یہ قصر قلب ہے اثبات اشتراک رسالت کو اور اسکے عام ہونے کو بہ نسبت تمام خلق کے اور رد فرمانے کو احتمال
اختصاص رسالت کو آنحضرت کے جیسا کہ اہل کتاب گمان کرتے تھے چھٹی وجہ وہ ہے جو سید نے فرمایا ہے کہ حصر کا فائدہ
یہ ہے کہ جو اُن جناب سے امامت میں منازعت کرے مطلقاً اسکی نفی ہے نہ یہ کہ جو آیہ کے نازل ہونے کے وقت نزاع

رکھتا ہو جسکی نفی ہو والا لازم آتا ہی کہ کلمہ توحید نفی الوہیت کے لیے جسکے مفید ہو جو الوہیت کا مدعی اسکے نازل ہونے کے
زمانے مین ہو نہ نفی الوہیت کو مدعیان الوہیت کی مطلقاً اور یہ ظاہر الفساد ہی انتہی محصلاً اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی
خلاصہ اسکا یہ ہی تیسرے اعتبار لفظ کے عموم کے واسطے ہی نہ خصوص سبب کے واسطے قاعدہ اصولیہ متفق علیہا ہی شیعہ و
سنی مین پس آیہ کا مفاد حصر ولایت کا ایسے چند اشخاص مین ہوگا کہ حضرت امیر بھی انمین داخل ہین کیونکہ جمع کے
صیغے اور الذین کا کلمہ الفاظ عموم سے باتفاق امامیہ ہین جیساکہ سید مرتضیٰ نے کتاب ذریعہ مین اور ابن مطہر نے اپنی
کتاب نہایہ مین اسے ذکر کیا ہو پس حمل جمع کا واحد پر متعذر ہی اور حمل عام کا خاص پر خلاف اصل ہی کہ بدون ضرورت کے
اسکے مرتکب نہونا چاہیے انتہی ترجمہ بعض کلامہ اور اسکا جواب یہ ہی کہ عموم لفظ کا ارادہ خاص کے منافی نہین ہو کیونکہ عام
خاص پر صادق آتا ہی پھر خصوص سبب صریح ہی اراوے مین کہ آنحضرت کا فعل سبب نزول کا آیہ کے ہوا اور مشارکت
غیر کی صفات مخصوصہ مین آنحضرت کے ساتھ جو شاہ صاحب نے کہی ہو وہ شیعون کے مطلوب کے منافی نہین ہی کیونکہ
انکا معتقد بنا بر اخبار خاصہ کے یہ ہی کہ سب ائمہ معصومین علیہم السلام مصداق آیہ مین داخل ہین جیساکہ مجملاً اس سے پہلے
مذکور ہوچکا اور تفصیل عنقریب انشاء اللہ آتی ہی اور غیر ائمہ معصومین علیہم السلام اسمین شامل نہین ہوسکتے کیونکہ وہ اہل ایمان سے
نہین بلکہ انکا نفاق و شقاق ثابت ہوچکا ہی پھر کسطرح اسکے مصداق ہوسکتے ہین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے
اسکے جواب مین جو فرمایا ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ شاہ جی کا قواعد اصولیہ کو ذکر کرنا ساتھ اس بات کے کہ خود معنی مراد کو
نہین سمجھے کسی ثمر کا مثمر نہین ہوسکتا سوا اسکے کہ اپنے مریدون کی محفل مین بیجا افتخار کرلین بالجملہ انکا کلام مردود ہی اس
راہ سے کہ جب ولایت حضرت امیر کی فی الجملہ اس آیت سے باعتراف منکرے ثابت ہوچکی تو مطلوب جو شیعون کا ہی
حاصل ہوچکا ہی اب رہی انکے غیر کی ولایت کی نفی وہ بہ دلیل خارجی ثابت ہی پس بعد تسلیم کرنے عموم کے بمقتضائے
مامن عام الا وقد خص عموم اسکا مخصص ہوگا ساتھ ماعدائے منازعین کے بسبب دلیل خارجی کے پس نکل گیا وہ جسے
دلیل نے خارج کیا اور باقی اپنے حال پر باقی رہا اپنے خیال محال سے شاہ صاحب چاہتے ہین کہ عموم الفاظ کا اثبات
کرکے اصحاب ثلثہ کو بھی داخل کرین سمین اور یہ آرزو محال کی ہی کیونکہ قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ کا مقتضا یہ ہی کہ جتنے
اشخاص متصف ان صفات سے ہین کہ جو آیت مین مذکور ہین انکی ولایت ثابت ہی اور اسکا تحقق منازعین مین ممنوع ہی
کیونکہ ایمان اور اقامت صلوۃ اور زکوۃ کا حال رکوع مین دینا انکے ممنوع ہی اور حقیقت مین یہ صفات نفی ولایت اصحاب
ثلثہ کے لیے اور جو انکے نظائر ہین مفید نہین کیونکہ وہ سب ان صفات جلیلہ سے معرا اور مبرا تھے ہان یہ ممکن ہی کہ شیعہ
بعد تسلیم کرنے عدم اندراج ولایت جمیع ائمہ معصومین کے اول امر سے کہین کہ ہر گاہ اوصاف مذکورہ باقی ائمہ دین مین
متحقق تھے پس بمقتضائے العبرۃ لعموم اللفظ امامت سب ائمہ اطہار کی اس سے ثابت ہوئی اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی
کہ پس حمل جمع کے صیغہ کا واحد پر متعذر ہی الخ یہ بات ایسی ہی کہ جسکے سننے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یا اسکا کہنے والا بے علم ہی

حتی کہ قرآن بھی اُسنے نہین پڑھا یا حق پوشی کے لیے ناحق کوشی کو اختیار کیا ہو لیکن شق اول کا گمان شاہ صاحب کے
بارے مین نہین ہو سکتا کیونکہ خود بھی مفسر قرآن ہین ہان دوسری شق ضرور اور متیقن ہوتی ہی کیونکہ حمل جمع کا واحد پر
مجازات شایعہ عرب سے ہی اور قرآن شریف مین بہت موجود ہی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی ان ابراہیم کان امۃ قانتا
اور فرماتا ہی ثم افیضوا من حیث افاض الناس اور یہ خطاب خاص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف ہی اور فرماتا ہی وعلمنا
منطق الطیر اور فرماتا ہی الذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا لکم اور پہلے لفظ ناس سے مراد ابن مسعود ہی اور دوسرے لفظ
ناس سے مراد ابوسفیان ہی جیسا کہ انکے مفسرین نے تصریح اس تفسیر کے ساتھ کی ہی اور گنہگارون کی حکایت مین فرماتا ہی
کہ وہ کہینگے رب ارجعون اور فرماتا ہی وانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور فرماتا ہی وامطرنا علیہم مطرا پھر بعد اسکے
جب شاہ صاحب نے صیغہ جمع کا حمل کرنا واحد پر متعذر جانا ان آیات مین جو جمع کے صیغے خداوند یگانہ کی شان مین پیہم
وارد ہوے ہین انہین کس معنی پر حمل کرینگے اور علاوہ اسکے شاہ صاحب کے اس اعتراض کا جواب بطور دفع دخل مقدر
تو فاضل زمخشری کے بھی کلام مین مذکور ہو چکا ہی جو اس فاضل نے کہا ہی فان قلت کیف یصح ان یکون لعلی رضی اللہ عنہ واللفظ
لفظ جماعۃ قلت جی بہ علی لفظ الجمع وان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ انتہی پھر اب تعذر کہان ہو سکتا ہی
اور اسی طرح فاضل نیشاپوری نے بھی اپنی تفسیر مین لکھا ہی اور فاضل نیشاپوری نے دلیل منع کے مقدمات مین یہ تسلیم کر لیا ہی کہ
لفظ جمع کا اطلاق واحد پر تعظیم کے لیے ہوتا ہی حیث قال وایضا الطلاق لفظ الجمع علی الواحد لاجل التعظیم مجاز پھر شاہ صاحب
اس اطلاق کو اور حمل صیغہ جمع کو واحد پر کیون متعذر کہتے ہین یا جیسا کلام خدا کی تاویل و تفسیر موافق اپنی راے کے برخلاف
حقیقت امر کے کرنی چاہتے ہین اسی طرح اُن مفسرین کے بھی کلام کی تاویل کچھ فرمائی ہوگی اور اگر مجازات شایعہ کو
متعین الارادہ نہ کہینگے تو متعذر الارادہ بھی تو نہین کہہ سکتے بالجملہ جو حکم تعذر کا شاہ صاحب نے کیا ہی یہ بقول مطلق صحیح
نہین ہو سکتا اور اس صورت مین کہ عام کا اطلاق خاص پر کرین یعنی یہ کہین کہ یہ حمل صیغہ جمع کا واحد پر جبکہ ضرورت
حمل کی مفقود ہو اور قرینہ منتفی ہو تو متعذر ہی تو اسکے جواب مین کہہ سکتے ہین کہ یہ عام کا اطلاق خاص پر کیونکر جائز ہوگا
اور یہ لفظ عام کا اطلاق خاص آیہ کریمہ مین جائز نہین ہی پھر اگر کہین کہ ہمارے یہان قرینہ مراد یعنی جمیع مومنین کا آیہ سے
مراد ہونا موجود ہی تو بحمد اللہ شیعہ بھی کہہ سکتے ہین کہ تمھارا قرینہ تو خیالی ہی اور قرینہ تفسیر بحسب راے ہی اور ہمارا قرینہ
مراد آیہ سے جو خاص ہی وہ احادیث متفق علیہا جسکا بیان اوپر ہو چکا اور سنت ثابتہ ہی موجود ہی اور اسی لیے فاضل
زمخشری نے باوجود اسکے کہ تمسے ہی اسی کو اختیار کیا پھر اب بعد فاضل مذکور کے اقرار کرنے کے اس قرینہ کا انکار بدیہی کا
انکار ہی اور حقیقت مین اُسے خوب سمجھتے ہین کہ منشا اسکا محض تعصب اور حق پوشی ہی تیسرے یہ کہ چند سطرون کے بعد
خود ہی راکعین کی تاویل مین معنی خاشعین شاہ صاحب نے کہا ہی کہ چونکہ خشوع معنی متعارف اس لفظ کا ہی تو
اس لفظ کا حمل کرنا اس معنی پر بلا ضرورت بھی جائز ہی جیسا کہ وہ اپنے محل پر مقرر ہی انتہی ترجمۃ کلامہ جلا یہ کیا بات ہی

کہ شیعون کے قول مین تو جمع کا واحد پر حمل کرنا جو مجاز شائع ہی متعذر کہا گیا اور اپنے لیے مجاز مختار رکھا گیا پھر ایک قسم مجاز کی کسطرح غیر مجاز و مجاز ہوسکتی ہی اب محل شکر یہ ہی کہ انھین کے قول سے انکا قول مجروح و باطل ہوا جو تھے وہ ہی ہی جو جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا خلاصہ اسکا یہ ہی کہ علاوہ اسکے یہ ہی کہ ما نحن فیہ مین حمل جمع کا عموم پر متعذر ہی کیونکہ الذین یقیمون الصلوۃ الخ کہ جمع ہی محمول ولیکہ پر ہی اور حمل جمع مفرد پر جائز نہین ہی مگر نزدیک ضرورت کے اور جو شاہ صاحب نے اپنے قول سابق مین کہا ہی کہ حمل عام کا خاص پر خلاف اصل ہی کہ بدون ضرورت کے اسکا ارتکاب نہین کر سکتے اسکا جواب وہ ہی جو جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ قصہ سائل کی روایت کا مقتضی یہ ہی کہ وہ معنی مجازی پر محمول ہی کیونکہ شان نزول اسکا مقتضی اسکی ہی کہ وھم راکعون جملہ یوتون الزکوۃ سے حال واقع سمجھا جاے جیساکہ جاء زید وھو راکب مین متبادر ایسا ہی ہوتا ہی اور پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اس آیہ مین یہ قصہ کہان مذکور ہی یہ حماقت کی بات ہی کیونکہ جمیع آیات قرآن مین قصص اور انکے اسباب نزول مذکور نہین ہوتے پھر اگر یہ بھی شرط ہو کہ ہر آیہ مین اسکا مذکور رہونا بھی ضرور ہو تو بہت سے الفاظ عام ایسے ہین کہ مفسرین نے انھین اشخاص مخصوصہ پر حمل کیا ہی وہ صحیح نہو حقیقت یہ ہی کہ شان نزول جملہ قرائن حالیہ سے ہی نہ مقالیہ سے انتہی ملخص کلامہ اور واقع مین یہ ہی کہ سبب کا خاص ہونا عموم جواب کا مخصص نہین ہی لیکن اس جگہ پر کہہ سکتے ہین کہ یوتون الزکوۃ وھم راکعون سے مراد حال کے معنی ہین یا استقبال کے بر تقدیر اول کلی ایک ہی فرد مین منحصر ہوگا کیونکہ اجماع اسی پر ہی کہ آیہ کے نازل ہونے کے وقت کسی نے سائل کو انگوٹھی سوا علی ابن ابیطالب کے نہین دی اور بر تقدیر ثانی یعنی جبکہ استقبال کے معنی مراد لین تو علی ابن ابیطالب کا فعل جو آیہ کے نازل ہونے کا سبب ہوا مصداق آیہ سے خارج ہوگا اور یہ بھی اجماع کے خلاف اور اسکی خرق کا سبب ہی اور اگر حال و استقبال دونون مراد لین تو معانی مشترکہ مین جمع لازم آیگا اور عموم سے مجاز مراد ہوگا یعنی وہ شخص جسکی شان سے یہ ہی کہ اسنے ایسا کام کیا برابر ہی کہ تحقق اسکا بالفعل ہو یا بالقوہ ہو اور اس تقدیر مین اسکا جواب وہی ہوگا جو شق اول مین مذکور ہوا یعنی عموم کا باقی رکھنا اپنے حال پر ساتھ اسکی تخصیص کے ائمہ علیہم السلام کے ساتھ اور یہ اسی وقت تک ہی کہ رکوع سے اسکے شرعی معنی مراد لیے جائین جیساکہ نصوص مستفیضہ کے ذریعے سے وہ متعین ہی اور رکوع سے خشوع کے معنی مراد لینا یہ فاسد ہی جیساکہ انشاء اللہ واضح ہوتا ہی عنقریب فانتظرہ پھر شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر شیعہ کہین کہ یہان ضرورت تحقق ہی کیونکہ سائل پر تصدق رکوع کی حالت مین ایک شخص کے سوا دوسرے سے واقع نہین ہوا تو ہم کہینگے کہ اس آیہ مین یہ قصہ کہان مذکور ہی کہ عموم پر حمل کا مانع ہو بلکہ وھم راکعون ایک جملہ معطوف جملہ ہاے ماسبق پر ہی اور صلہ ہی موصول کا یعنی الذین ھم راکعون یا حال ہی یقیمون الصلوۃ سے اور بہر تقدیر رکوع کے معنی خشوع کے ہین نہ رکوع اصطلاحی انتہی ترجمہ کلامہ اور جواب اسکا یہ ہی کہ اس آیہ مین قصہ عطاے زکوۃ کا حال رکوع مین خاص سیما بذریعہ نصوص کے جو اس آیہ کی شان نزول مین وارد ہوے ہین مذکور ہی اور رکوع کی لفظ کے معنی کو مقصود شرعی کے سوا معنی لغوی کی طرف

جو خشوع ہی پہنچیر نا محض عصبیت وعناد کی راہ سے ہی بلکہ نصوص کے مقابل مین اجتہاد کا دخل دینا ہی اور فساد اسکا ظاہر ہی
کیونکہ حدیث جمع بین الصحاح مین صاف ہی اذن بلال لصلوۃ الظہر فقام الناس یصلون من بین راکع وساجد فاذ سائل یسئل
فاعطی علی علیہ السلام خاتمہ السائل وھو راکع فاخبر السائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انما ولیکم اللہ الی قولہ راکعون
یعنی اس حدیث مین صاف ہی کہ اذان دی بلال نے نماز ظہر کی اور سب نوافل پڑھتے تھے کوئی رکوع مین تھا کوئی
سجدے مین تھا کہ سائل آیا اور اسنے سوال کیا پس علی ابن ابیطالب نے اپنی انگوٹھی سائل کو دی جن حالون کے رکوع مین
تھے پس خبر دی سائل نے پیغمبر خدا کو پس آنحضرت نے آیہ کو ہمپر پڑھا پھر اب تصریح کے بعد بھی رکوع کو غیر معنی شرعی
مراد لینا کیونکر ہوسکتا ہی اذان اپنے معنی پر جو شرعی ہی رہی اور صلوۃ ظہر اپنے معنی شرعی پر رہی الناس یصلون معنی شرعی پر
رہیں رکوع کے معنی خشوع کے لیے جائین یہ لائق انصاف ہی اور اسی طرح یہ جو تاویل کرکے شاہ صاحب چاہتے ہین عام معنی
مراد لین اسکی اب گنجائش بعد ان اخبار کے کہان ہی کیونکہ اگر یؤتون الزکوۃ وھم راکعون کے مصداق جناب امیر علیہ السلام نہ تھے تو
اس حال مین جو پیغمبر خدا نے اس آیہ کو پڑھا اسکا مصرف کیا تھا اور اس روایت سے بھی زیادہ مصرح وہ حدیث ہی جسے شافعی ابن
مغازلی نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا ہی کہ کہا انھون نے مر سائل بالنبی صلی اللہ علیہ وفی یدہ خاتم قال من اعطاک ھذا
الخاتم قال ذاک الراکع وکان علی یصلی فقال الحمد للہ الذی جعلھا فی وفی اھل بیتی یعنی سائل پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا اور اسکے ہاتھ مین
انگوٹھی تھی پیغمبر خدا نے فرمایا کسنے یہ انگوٹھی تجھے دی اسنے عرض کیا کہ اس رکوع کرنے والے نے اور وہ علی علیہ السلام
تھے کہ نماز پڑھ رہے تھے یہ سنکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جمیع حمد ثابت ہی اس خدا کے واسطے جسنے اس بزرگی و
کرامت کو گردانا میری میرے اہلبیت مین اب کہان ہوسکتا ہی کہ رکوع کی تفسیر خشوع کے ساتھ کیجاے اور رسول
آنحضرت کے معنی عام مراد لیے جائین کیونکہ صاف اس سے واضح ہی کہ سائل نے راکع کہا اور ابن عباس نے کہا
کہ وہ علی علیہ السلام تھے کہ نماز پڑھتے تھے اب رکوع سے مراد سوا فعل خاص کے افعال صلوۃ سے اور اسی طرح
سوا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے دوسرے معنی مراد نہین ہوسکتے اور واو کو جو حال کے لیے وھم راکعون مین ہی
واو عاطفہ قرار دینا اور اسکے مدخول کو موصول الذین کا صلہ گردانا جیساکہ شاہ صاحب نے کہا ہی خلاف سوق وارباب فہم
کے ذوق سے بہت بعید ہی اور اگر واقع مین یہ صلہ اسی موصول کا ہوتا تو جسطرح یؤتون ویقیمون تھا اسی طرح یہ بھی یرکعون صیغہ
مضارع کا ہوتا اور سب کا عنوان ایک ہوتا نزول مین نہ مختلف اسی لیے فاضل زمخشری نے بھی اس واو کی حالیت کی
تصریح کشاف مین کی ہی حیث قال وھم راکعون الواو فیہ للحال ای یعملون ذلک فی حال الرکوع وھو الخشوع والاخبات والتواضع
للہ اذا صلوا واذا زکوا وقیل ھو حال من یؤتون الزکوۃ بمعنی یؤتونھا فی حال رکوعھم فی الصلوۃ وانھا نزلت فی علی اور جس صورت مین کہ واو حالیہ ہوا
تو اسکا حال گردانا یقیمون الصلوۃ سے ورنہ حال گردانا یؤتون الزکوۃ سے باوجود اسکے کہ پہلا جملہ دور ہی اور دوسرا
قریب ہی بہت بعید از عقل ہی بلکہ اقرب یہ ہی کہ وہ حال یؤتون الزکوۃ سے متعلق ہو بسبب اسکے کہ یہ مضمون روایات کثیرہ مین

وارد ہو چکا ہی اور بحمد اللہ کہ اِس بیان سے رکاکت کلام کی شاہ صاحب کے اہل سخن اور علما پر پوشیدہ نہ رہیگی اور عنادو
ناحق کوشی اُنکی بہ نسبت اُنکے سابقین کے بھی زیادہ ظاہر ہو گی کیونکہ فاضل زمخشری نے بھی اگرچہ احتمال حالیت کا بہ
نسبت یقیمون الصلوۃ کے مقدم رکھا ہی لیکن یوتون الزکوۃ کو بھی اُسکے ساتھ ملا دیا ہی جیسا کہ اِسپر قول فاضل مزبور کا
اذا صلوا و اذا زکوا دلالت کرتا ہی بخلاف شاہ صاحب کے کہ کسقدر تحاشی اِس سے کرتے ہین کہ وھم راکعون یوتون
الزکوۃ سے حال ہونے پاوے اور اسی لیے بالمرہ اِس احتمال کو باوصف اسکے کہ یوتون الزکوۃ وھم راکعون سے قریب ہی لیکن
اُسے دور پھینکتے ہین جیسا کہ اُنکی تقریر جو مذکور ہوئی اُس سے لائح ہی اور یہین اپنے مفسرین کی بھی مخالفت کا پاس نہین
صریحی مخالفت کرتے ہین جیسا کہ اخبار متفق علیہا کو اپنے پس پشت ڈالتے ہین اور حق کو ڈھانپتے ہین اور کہتے ہین کہ بتقدیر
معنی رکوع خشوع ہین نہ رکوع اصطلاحی اور اسکا جواب یہ ہی کہ جو پیشتر اِس سے مذکور ہوا اُس سے واضح ہوتا ہی کہ شاہ صاحب
کی تردید حاصر نہین ہی اور احتمال قریب کو اُنھون نے چھوڑکر احتمالات بعیدہ کو اختیار کیا ہی پس یہ قول انکا کہ بتقدیر معنی رکوع کے
خشوع ہین نہ رکوع اصطلاحی یہ موجبہ کلیہ کے عنوان سے درست نہین ہو سکتا بلکہ باعتبار اقرب احتمالات معنی اصطلاحی
شرعی متعین ہی جیسا کہ نصوص مستفیضہ بلکہ متواترہ المعنی سب اُسی کے ساتھ ناطق ہین اور تعجب کی بات یہ ہی کہ شاہ صاحب کو
حالت غیظ و جذب مین اپنے اپنا کہا بھی نہین یاد رہا کیونکہ اپنے خلیفہ اول کے مبحث امامت مین خود ہی فرمایا ہی کہ الفاظ
قرانی کو حتی الامکان معانی اصطلاحی شرعی پر حمل کرنا چاہیے نہین معلوم ہوتا کہ یہان کیا ہوا جو باوصف شہادت روایات
کثیرہ متفق علیہا کے بیان اُس کلیہ سے عدول فرمانا ضرور ہوا کہ جسکے باعث سے ایسی بات کہی کہ جسے منصف اُسے کبھی نہ
پسند کریگا قدبعہ پھر فرمایا ہی شاہ صاحب نے کہ اگر شیعہ کہین کہ رکوع کا حمل خشوع پر کرنا حمل لفظ کا ایسے معنی پر ہی جو اسکے
معنی شرعی کے غیر ہی اور اسکا شارع کے کلام مین ہونا خلاف اصل ہی تو ہم کہینگے کہ رکوع خشوع کے معنی پر بھی قرآن مین
مستعمل ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی وارکعی مع الراکعین حالانکہ بالاجماع سابقین کی نماز مین رکوع اصطلاحی نہ تھا اور فرماتا ہی
فخر راکعا اور ظاہر ہی کہ رکوع اصطلاحی مین خرور و سقوط نہین ہوتا انتہی ترجمۃ کلامہ سبحان اللہ یہ کلام و تلبیس تو لائق
دید و انصاف ہی جو شیعون کے جواب مین کہا ہی پہلے سمجھنا چاہیے کہ مقصود شیعون کا کیا ہی وہ تو اصل حقیقت کا ضبط
کرتے ہین اور شاہ صاحب استعمال سے اسکا جواب دیتے ہین سبحان اللہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان کجا ضبط
حقیقت اور کجا استعمال کیونکہ قضیہ قابلہ الاستعمال اعم من الحقیقۃ یہ اصولیین مین مشہور ہی اور یہ مسلمات سے ہی کہ عام کی
دلالت خاص پر نہین ہو سکتی شیعون نے اصل استعمال کی نفی کب کی تھی کہ اسکا اثبات اُنکے قول کے منافی ہوا اور پھر
اسکے ساتھ جو مثال لائے ہین اُس مین بھی ہنوز استعمال کب ثابت ہوتا ہی کیونکہ جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے اِسکی
رد مین فرمایا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ جو وارکعی مع الراکعین کو اُنھون نے کہا ہی اُسے ہم تسلیم نہین کرتے کہ مجرد خشوع جو غیر
معنی لغوی ہی وہ اُس سے مراد ہو کیونکہ فخر راکعا کا یعنی جبکہ جانے کا ارادہ محتمل ہی اور اسی طرح فخر راکعا مین بھی

اور رکوع شرعی کا بھی احتمال ہی اور یہ کہان سے معلوم ہوا کہ سابقین کی نماز مین رکوع مطلقاً نہ تھا اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی حالانکہ بالاجماع نماز سابقین مین رکوع اصطلاحی نہ تھا یہ دوسرا جھوٹ ہی اب تک مفسرین مذہب کے اپنے
اقوال سے اطلاع نہین رکھتے اور اجماع کا دعویٰ کرتے ہین قاضی بیضاوی نے تفسیر قول خدائے تعالیٰ مین جو فرمایا ہی
یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین مین کہا ہی امرت بالصلوة فذکرها بارکانها مبالغة فی المحافظة علیها وقدم
السجود علی الرکوع اما لکونه کذلک فی شریعتهم او للتنبیه علی ان الواو لا یوجب الترتیب او لیقترن ارکعی بالراکعین للایذان بان من لیس فی صلوتهم
رکوع ام لیسوا مصلین انتہی یعنی مریم مامور ہوئین نماز کے ساتھ بعد اسکے حق تعالیٰ نے نماز کے ارکان کو انکے لیے ذکر فرمایا اور
ارکان کا ذکر فرمانا اسپر محافظت صلوة کے لیے مبالغہ ہی اور سجود کو رکوع سے بیان مین مقدم فرمانا یا اسلیے ہی کہ انکی شریعت
مین اسی طرح تھا یا اس آگاہ کرنے کو ہی کہ واو ترتیب کا موجب نہین ہوتی یا اسلیے کہ وارکعی مع الراکعین کا قریب واقع ہونا
واسجدی سے توضیح اسکی کرتا ہی کہ جنکی نماز مین رکوع نہین وہ نماز گذار نہین ہین فقط اور قریب اسکے تفسیر کشاف مین بھی
موجود ہی اور بھی فاضل زمخشری نے تفسیر مین فخر راکعاً کی کہا ہی وعبر بالراکع من الساجد لانه ینحنی ویخضع کالساجد وبه
استشهد ابو حنیفة واصحابه فی سجدة التلاوة علی ان الرکوع یقوم مقام السجود وعن الحسن لانه لا یکون ساجداً حتی یرکع ویجوز ان یکون قد
استغفر الله لذنبه واحرم برکعتی الاستغفار والانابة فیکون المعنی خر للسجود راکعاً ای مصلیاً لان الرکوع عبارة عن الصلوة انتہی
یعنی ساجد کو تعبیر مین راکع فرمایا اسلیے کہ وہ بھی جھکتا ہی اور اظہار خضوع مثل ساجد کے کرتا ہی اور اسی تاویل سے استشہاد
کیا ہی ابوحنیفہ اور انکے اصحاب نے سجدہ تلاوت مین علاوہ اسکے کہ رکوع قائم مقام سجود کا ہی اور حسن سے مروی ہی
کہ عبادت کرنے والا ساجد نہین ہوتا جب تک کہ راکع نہولے اور جائز ہی یہ کہ انھون نے خدا سے اپنے گناہون کے
واسطے استغفار کیا ہو اور احرام ساتھ دو رکعتون کے استغفار و انابت کے لیے کیا ہو پس فخر سجود کے لیے راکع ہوگا
اے مصلی و نماز گذار ہوگا اسواسطے کہ رکوع عبارت ہی نماز سے انتہی اب اس سے جھوٹ شاہ صاحب کا ظاہر ہوا بحمد اللہ
علاوہ اسکے یہان معنی حقیقی کے مراد لینے سے صارف اس جگہ موجود ہی پس اسپر ما نحن فیہ کا قیاس نہین ہوسکتا پھر فرمایا ہی
کہ مگر قول شاہ صاحب کا جو ہی کہ چونکہ خشوع معنی مجازی متعارف اس لفظ کا ہی جسمین حمل اس لفظ کا اس معنی پر بلا ضرورت
بھی جائز ہی جیسا کہ اپنے محل مین مقرر ہی انتہی پس اسکے مجاز ہونے کا شیوع ممنوع ہی اور قرینہ معنی حقیقی کے مراد لینے کا کہ
ثعلبی وغیرہ کی روایت ہی موجود ہی اور صارف اسکا مفقود ہی پھر وہ کسطرح مجاز ہوسکتا ہی علاوہ اسکے شاہ صاحب نے
جمع کے واحد پر حمل کرنے کے حکم کو متعذر کیا ہی باوجود اسکے کہ وہ مجازات شایعہ سے ہی ہان دروغ گو کو حافظ نہین
رہتا اور فرماتا ہی کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ رکوع کا استعمال معنی غیر خشوع مین حقیقی نہو جیسا کہ خلیل ابن احمد صاحب لباب العین نے
کہا ہی کل شی منک یوجد فیمس برکبة الارض او لا یمس بعد ان یطاطا راسه فهو راکع اور ابن درید نے جمہرہ مین کہا ہی الراکع الذی یکبو
علی وجهه ومنه الرکوع فی الصلوة علاوہ اسکے جمع کے صیغون کا حمل کرنا مومنین پر بتقدیر عطف کے اور حال ہونے کے

یقیمون الصلوۃ سے خشوع کے ارادے سے ان دونون صورتون مین فساد معنی لازم آتا ہی کیونکہ ولی باعتراف شاہ صاحب
کے معنی ناصر ہی اور نصرت کی تخصیص مومنین خاشعین کے ساتھ صحیح نہین بلکہ بمقتضاے المومنون والمومنات جملہ
مومنین کے ساتھ عام ہی حالانکہ کلام الہی اس صورت مین نعوذ باللہ قبیح ہوتا ہی کیونکہ مضاف ومضاف الیہ اور ناصرین
ومنصورین مین تغایر لازم ہی پس حصر وہی کہ قول خدا انما ولیکم اللہ ورسولہ مین مخاطبین مومنین خاشعین کے سوا ہون
اسطرح کہ انکا ناصر خدا ورسول اور خاشعین ہین اور یہ بہت استہجان رکھتا ہی بلکہ اگر خاشعین کے ساتھ بشارت کا تعلق جائز ہو
اسطرح کہ ناصرین انکے خدا ورسول اور باقی مومنین ہین تو انسب ہوتا ساتھ اس بات کے کہ ظاہر آیہ کا ولی کے حال کی
تعریف ہی بہ نسبت اسکے جو ولی کو نہ پہچانتا ہوتا کہ ان اوصاف سے جو آیہ مین مذکور ہین صاحب اوصاف کا علم حاصل کرے
پھر اگر راکع سے مراد خاشع لیجاے تو یہ ظاہر ہی کہ خشوع امور قلبیہ سے ہی جو مخفی ہین اور اب یہ تعریف تعریف بالمجہول ہوگی
کہ روایات مذکورہ سے مخالف ہی علاوہ اسکے یہ تاویل ارادہ مجاز کی بھی مستلزم ہی کیونکہ پہلے احتمال مین واو استیناف کے
معنون پر ہوگی اور متبادر قول سے کہنے والے کے زید یصلی ویوتی الزکوۃ وھو صائم اور اسکے امثال سے یہ ہی کہ واو حال کے لیے ہی
اور متبادر حقیقت کی دلیل ہی اور جیسا کہ صیغہ جمع کا حمل کرنا واحد پر مجاز ہی اسی طرح واو کا استیناف کے لیے لینا بھی مجاز ہی
بلکہ صیغہ جمع کو واحد پر حمل کرنا مجازات شایعہ سے ہی کہ اکثر مقام پر قرآن مین اسکا استعمال موجود ہی اور واو کو استیناف
کے لیے لینا یقینی مجازات شاذہ سے ہی کہ اسکی نظیر قرآن مین وارد نہین ہوئی اور دوسرے احتمال مین لازم آتا ہی کہ
وھم راکعون کو حال لین باوجود اسکے کہ یوتون الزکوۃ اقرب ہی اور ابعد کو لینا اقرب کے ہوتے ہوے مستحسن نہین ہی
اور شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اور بھی مین کہتا ہون کہ یوتون الزکوۃ کا حمل کرنا انگوٹھی کے تصدق کرنے پر سائل کے
واسطے مثل لفظ رکوع کے حمل کرنے کے ہی غیر معنی شرعی پر پس تمہارا جو جواب اسمین ہوگا وہی ہمارا جواب رکوع مین
ہوگا بلکہ رکوع کا ذکر کرنا بعد اقامت صلوۃ کے ہمارا موید ہی کہ تا تکرار لازم نہ آے اور زکوۃ کا ذکر کرنا اقامت صلوۃ کے بعد
تمہارا مخالف ہی کہ قرآن مین یہ بات معروف ہی کہ جہان زکوۃ کو صلوۃ کے قریب لاتے ہین اس سے مراد زکوۃ مفروضہ ہوتی ہی
نہ تصدق مطلقا اور اگر رکوع کو معنی حقیقی پر اسکے حمل کرین پھر بھی حال یقیمون الصلوۃ سے ہی اور سب مومنین کو عام ہوگا
کیونکہ اکثر ہی نماز یہود سے جو رکوع سے خالی تھی اور اس صورت مین بھی موالات یہود سے کہ بعد اسکے آیہ وارد ہی بہت
چسپان ہی انتہی ترجمہ کلامہ پوشیدہ نہ رہے کہ شاہ صاحب نے یوتون الزکوۃ کے حمل کرنے کو انگوٹھی کے سائل کو
دینے پر بہت ہی ضعیف اور بے اصل سمجھا اور شیعون کی طرف سے تراشا ہوا مضمون جانکر یہ کہا کہ یہ حمل کرنا زکوۃ کا
تصدق پر ویسا ہی ہی کہ جسطرح حضرات اہلسنت نے رکوع کو غیر معنی شرعی پر حمل کیا ہی اور اسی لیے کہا کہ جو شیعہ اس
حمل کا جواب دینگے وہ حضرات اہلسنت رکوع کے خشوع پر حمل کرنے کا جواب دینگے لیکن اس سے بالفعل منصف
دقیقہ رس کو معلوم ہوگا کہ شاہ صاحب کو خوب اسکا یقین تھا کہ یہ رکوع کا حمل خشوع پر بناے بلت ہی اور غیر صحیح ہی

کوئی صاحب فہم و تمیز اسے پسند نہ کریگا اسلیے تیسرے جواب میں تحقیق جواب فاسد کی دوسرے فاسد کرنیکا جواب پہلی
بیان ہوں سے انکا لغو ہونا اس حال کے تو تیسرے کا نادرست ہوگیا اور تحویل لازم ہوتا ہی کہ خود شیعون ہی چاہتے ہیں تاویل پہ
احتمال نہیں ہوا یقینی اسکو بھی غلط سمجھتے ہیں جیسا کہ یؤتون الزکوۃ کو تصدق خاتم پر غلط سمجھتے ہیں اور وجوہ اسکے
عدم صحت کے لکھتے ہیں اور دونوں احتمالوں کو ایک سا سمجھتے ہیں لیکن ہم تعجب کرتے ہیں کہ جو شاہ صاحب دونوں
احتمالوں کو یکسان سمجھے ہیں یہ غلط محض ہی اور حاشا شیعوں کا جواب باصواب مثل انکے جواب کے نہیں ہی کیونکہ
یؤتون الزکوۃ کا حمل کرنا تصدق کرنے پر انگوٹھی کے سائل کو جو قضایا سے مشہور سے خاص بنظر النصوص واردہ
فریقین کے متعین ہی کیونکہ یہ ایسے معنی ہیں کہ اسکا مضمون اخبار ماثورہ اہلبیت علیہم السلام اور اخبار مرویہ حضرات اہلسنت مین
وارد ہوا ہی ایسی خبر نہیں ہی کہ شیعوں نے اُسے اپنے دل سے بنایا ہی یا خود پیدا کیا ہی بلکہ روایات صحیحہ اسکے ساتھ ناطق اور
فریقین سے اہل درایت کا شان نزول پر اس آیہ کے اطباق و اجماع ہی جیسا کہ مصنف کتاب بیان مرحوم نے لکھا ہی
اقول الفضلاء الخمسة عشر من العلماء المحققين رووا عن الاثني عشر من الصحابة والتابعين رضي الله عنهم هذه الآية فيه على ما
نظمه الشاعر وتواتر به الخبر یعنی پندرہ علماے محققین نے روایت کی ہی بارہ صحابہ اور تابعین سے اس آیہ کے نازل ہونیکو
امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں جیسا کہ نظم کیا ہی اسی شاعر نے اور خبر ساتھ اسکے متواتر ہی پس وہ معنی معانی شرعیہ
ہیں اور جو حضرات اہلسنت کہتے ہیں کہ لفظ رکوع آیہ میں معنی خشوع کے ہی معنی شرعی پر نہیں ہی یہ محض انکی دل سے
بنائی بات ہی اور تفسیر قرآن کے موافق اپنی راے اور خواہش کے ہی جو منافی نصوص واردہ کے ہی پھر ہمارا یہ جواب انکا
جواب کسطرح ہوسکتا ہی اور اگر کوئی ان پاس بھی ایسی حجت ہو تو اسے بھی ظاہر کریں ہی گو یہی میدان ہی قل هاتوا برهانكم
ان كنتم صادقين اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ رکوع کا ذکر اقامت صلوۃ کے بعد ہمارا موید ہی کہ تکرار لازم نہ آئے
یہ بھی لائق تعجب ہی کیونکہ جب واو کی حالیت کو تسلیم کر چکے تو اب قصہ تمام ہو چکا اسکے بعد اب پھر یہ توہم کرنا
کہ وہم راکعون حال یقیمون الصلوۃ سے واقع ہوکر ذکر رکوع کی تکرار لازم آئیگی خود توہم فاسد ہی اور از قبیل بنانے فاسد
علی الفاسد ہی اصل یہ ہی کہ وہم راکعون کا حال یقیمون الصلوۃ سے واقع ہونا مسلم نہیں ہی پھر تکرار کا لازم آنا جو حال
ہونے کی فرع ہی کیونکہ مسموع ہوسکتا ہی رکوع کا ذکر یقیمون الصلوۃ کے بعد اس سے متصل آیہ مزبورہ میں نہیں ہی
بلکہ اتصال اسکا یؤتون الزکوۃ سے ہی اور حال ضمیر یؤتون سے ہی اور اب تکرار لازم نہ آئیگی اور اصول کے مسائل مشہورہ
سے ہی کہ جب استثنا یا اور کوئی مخصص کئی جملوں کے بعد کلام میں واقع ہو تو جو جملہ سب کے آخر میں ہی اس سے تعلق قطعی ہوتا ہی
اور اسکے سوا اوروں کے ساتھ مشکوک ہی اور اکثر کے نزدیک قرینہ کا محتاج ہی پس تعلق اسکا سب کے ساتھ مع جملہ اخیرہ
محل شک ہی چہ جاے اسکے کہ ماقبل اخیرہ کے ساتھ متعلق ہو کہ یہ بات کسی کے قول سے مطابقت نہیں رکھتی اور
قطعیات کی مخالف ہی جیسا کہ شرح مختصر الاصول میں ہی اذا تعاقب جمل بعضها على بعض بالواو ثم ورد بعدها استثناء

فیمکن ان یرد الی الجمیع والی الاخیرۃ خاصۃ ولا نزاع فیہ انما الخلاف فی الظہور فقال الشافعی ظاہر فی رجوعہ الی الجمیع ای کل واحد منہا وقالت الحنفیۃ الی الجملۃ الاخیرۃ وقال القاضی ابوبکر والغزالی بعیرہما بالوقف بمعنی لا ندری انہ حقیقۃ فی ایہما وقال المرتضی انہ مشترک بینہما فیتوقف علی ظہور القرینۃ بعد ذلک ان موافقان الحنفیۃ فی الحکم وان خالفا فی المأخذ لانہ یرجع الی الاخیرۃ فیثبت حکمہ فیہا ولا یثبت فی غیرہ کالحنفیۃ لکن ہولاء لعدم ظہور تناولہا والحنفیۃ لظہور عدم تناولہا انتہی اور اب اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہے وہ صاف باطل ہوتا ہے اور جب وہ قول خود ہی باطل ہے تو جو کہا ہے کہ رکوع کا ذکر اقامت صلوۃ کے بعد ہمارا موید ہے وہ صلاحیت تائید کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اگر باطل کی تائید باطل کرے تو لائق عجب نہیں ہے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ زکوۃ کا ذکر اس آیہ میں اقامت صلوۃ کے بعد تمہارے مخالف ہے کہ عرف قرآن میں جہاں کہیں کہ زکوۃ کو صلوۃ کے قریب لاتے ہیں وہاں اس سے مراد زکوۃ مفروضہ ہوتی ہے نہ تصدق مطلقا الخ جواب اسکا یہ ہے ایک کہ یہ کلیہ جو تم نے بنایا ہے سو قت تمام ہوتا کہ ہم میں سے بھی علما زکوۃ معروضہ مراد لیتے اور یہاں نزاع تو ہمارے تمہارے یہی ہے کہ ہم زکوۃ سے یہاں صدقہ مندوبہ مراد لیتے ہیں جیسا کہ روایتوں کا ظاہر بھی یہی ہے پھر اب کلیہ کلیہ کہاں باقی رہا اور جب جملہ وہم راکعون یؤتون الزکوۃ کی ضمیر سے حال واقع ہوا جیسا کہ ہمنے اسے بہت وضوح کے ساتھ ثابت کر دیا تو اب ہرگز تکرار کا شائبہ نہوگا اور یہی کو موید ہوگا جسپر ہمنے آیہ کو حمل کیا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ زکوۃ کا ذکر صلوۃ کے قریب قرآن میں جہاں قرینہ راکعین سے خالی ہے وہ قرینہ اسکا ہے کہ زکوۃ سے فریضہ مراد ہو لیکن اُس زکوۃ کو جو قرینہ راکعین سے مقترن ہے قیاس کرنا اُس زکوۃ پر جو اس سے خالی ہے یہ قیاس مع الفارق ہے پس وہ دلیل اسپر نہوگا کہ جسمیں ہم کلام کرتے ہیں وہ زکوۃ فریضہ ہو ساتھ اس بات کے کہ یہاں زکوۃ کو فریضہ پر حمل کرنا نص کے مقابل میں اجتہاد کرنا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جو شاہ صاحب نے کو ٹھہرایا ہے کہ زکوۃ فریضہ کے معنوں پر ہے یہ اُنکے بھی تو جملہ مفسرین کے موافق نہیں ہے بلکہ اُنکے محققین بھی زکوۃ کو اس آیہ میں صدقہ تطوع پر حمل کرتے ہیں جیسا کہ مصنف کتاب مبین نے واحدی سے جو مشائخین حضرات اہلسنت سے ہیں نقل کیا ہے کہ فاضل مذبور نے کہا ہے واستدل اہل العلم بہذہ الایۃ علی ان العمل القلیل لا یقطع الصلوۃ وان دفع الزکوۃ الی السائل فی الصلوۃ جائز مع نیۃ الزکوۃ وقد حمل بعض المفسرین الزکوۃ فی ہذہ الایۃ علی صدقۃ التطوع واستدل بہا علی تسمیتہا بالزکوۃ اور امام زاہد سے بھی ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے بھی کہا ہے کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہے اسپر کہ صدقات مندوبہ کو زکوۃ کہہ سکتے ہیں پھر چاہیے یہ تھا کہ پہلے شاہ صاحب اپنے علمائے محققین کے کلام کو دیکھتے اور تامل کرتے کہ زکوۃ سے زکوۃ مفروضہ کا ارادہ کرنا اتفاقی ہے یا اختلافی پھر جب خود حضرات اہلسنت میں بھی محققین و متقدمین علما سے اس جگہ زکوۃ سے صدقہ مندوبہ مراد لیتے ہیں تو اب شیعوں پر کیا اس سے حجت گردانتے ہیں کہ اُنکے یہاں تو کوئی اسکا قائل ہی نہیں ہے جان تو کہ مفسر تفسیر کبیر نے اس مقام پر یہ تقریر کی ہے کہ زکوۃ نام ہے واجب کا نہ مندوب کا اور اسپر دلیل لائے ہیں قول خدا تعالی سے واتوا الزکوۃ اور کہا ہے کہ اسکا حمل کرنا صدقہ مندوبہ پر اصل کے خلاف ہے پس اس آیہ میں بھی اگر زکوۃ مفروضہ مراد ہو تو اس سے یہ لازم آتا ہے

کہ جناب امیر علیہ السلام نے عطاے زکوٰۃ مین اول اوقات سے معاذ اللہ تاخیر فرمائی ہو اور ایسی خبر کی نسبت آنحضرت
کی طرف نہ کرنی چاہیے کہ یہ بات اکثر علماکے نزدیک معصیت ہی انتہی ملخصًا کلامہ ناظرین پر اسکے پوشیدہ نہ رہیگا کہ اصل
غرض اِس کلام سے یہ ہی کہ چونکہ شیعہ بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام اور دیگر ائمہ کرام اہلبیت علیہم السلام کے ادعاے عصمت
کرتے ہین اور اُن سب حضرات کو معصوم جانتے ہین اسلیے ایسی بات پیدا کیجیے کہ جس سے منکر وہ یہ کہین کہ چونکہ آنحضرت کا
معصوم جاننا یقینیات اور عمدہ معتقدات سے ہی اور چونکہ اِس آیہ کے ساتھ استدلال کرنے سے منافی عصمت کا لازم آنا
ضرور ہوتا ہی اسلیے وہ اِس سے احتجاج مین متمسک نہون اور ایک عمدہ نص کتاب اللہ کی کم ہو جاے اور انکے استدلال مین
کمی ہو جاے والّا یہ کیونکر خیال کیا جاے کہ امام اہلسنت کو حقیقت مین اسکا علم نہ تھا کہ زکوٰۃ واجب و مستحب دونون کو
شامل ہی بالجملہ یہ قول مفسر مزبور کا کہ زکوٰۃ واجب کا نام ہی نہ مندوب کا یہ مسلّم نہین ہی اور کسطرح اسے تسلیم کرین حالانکہ اقسام
زکوٰۃ سے بعض وہ ہین جو ہمارے یہان مندوب ہین جیساکہ تجارت کی زکوٰۃ اور گھوڑون کی زکوٰۃ ہی اور زکوٰۃ کا اطلاق
صدقہ مندوبہ پر قرآن اور غیر قرآن مین بھی آیا ہی اور حضرات اہلسنت مین بھی ہی اِسی جگہ سے ہی کہ خود شاہ صاحب نے
زکوٰۃ مفروضہ لفظ زکوٰۃ سے عرف قرآن مین مشروط بشرط اقتران بہ صلوٰۃ کیا ہی اور مطلقًا ارادہ مندوب کو ممتنع نہین جانا
بلکہ خود مفسر تفسیر کبیر ذیل کریمہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ اولئک ہم المضعفون مین تعمیم کے رضی ہو گئے ہین
جیساکہ کہا ہی الزکوۃ تنمو عند اللہ کما اخبر النبی ان الصدقۃ تقع فی ید الرحمن فتربو حتی تصیر مثل الجبل فینبغی ان یکون اقدامکم علی الزکوۃ اکثر اور جار اللہ
زمخشری نے اِسی آیہ کی تفسیر مین کہا ہی وما اتیتم من زکوۃ ای صدقۃ تبتغون بہا وجہہ خالصًا لا تطلبون بہ مکافاۃ ولا ریاء ولا سمعۃ
واولئک ہم المضعفون ذو الاضعاف من الحسنات اب پھر بھی اِس تصریح کے بعد مفسر تفسیر کبیر کا انکار کرنا اور کہنا کہ زکوٰۃ کا استعمال صدقہ
مندوبہ پر ایسا نہین ہوتا اور اُسے خلاف اصل قرار دینا محض مکابرہ ہی یا نہین علاوہ اِسکے خود کتب حضرات اہلسنت سے
باوجود اسکے کہ ذکر صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ مقترن ہو مگر اُسکا حمل کرنا مندوبہ پر مستفاد ہوتا ہی جیساکہ اِسی آیہ مین ہی پھر واقع مین
یہ ہی کہ زکوٰۃ مطلق سے ارادہ تصدق کا ممتنع نہوگا بلکہ ہمنے نقل کلام واحدی سے ثابت کر دیا کہ مفسرین اہلسنت نے
ارادہ تصدق مندوب کا زکوٰۃ سے جو اِس آیہ مین وارد ہی کیا ہی اور امام زاہد نے تو بسبب کمال توضیح کے تصریح کی ہی کہ یہ
آیہ دلیل ہی اِسکی کہ لفظ زکوٰۃ کا اطلاق صدقہ تطوع پر ہوتا ہی حیث قال ثم فی الایۃ دلالۃ علی ان اسم الزکوۃ یقع علی صدقۃ التطوع
وھو نظیر قولہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ انتہی اور اِس کلام سے صاف لایح ہی کہ صدقہ مندوبہ کا ارادہ زکوٰۃ سے
آیہ مین اِسقدر واضح ہی کہ اُسے اِس اطلاق کی صحت کی دلیل گردانا ہی اور یقینی کلام خدا تعالیٰ کا حجت ہی اور اب یہ قول
فخر رازی امام حضرات اہلسنت کا کہ زکوٰۃ حقیقی غیر زکوٰۃ واجبہ پر مستعمل نہین ہو سکتی لائق تسلیم نہین ہو سکتا اور برتقدیر
تسلیم اسکا صارف معنی حقیقی پر حمل کرنے سے موجود ہی اور وہ روایات مخالفین کے ہین اور یہ جواب جبوقت ہو سکتا ہی کہ جب
یہ بھی تسلیم کر لیا جاے کہ جو آنحضرت نے سائل کو عطا فرمایا وہ تطوعًا دیا تھا والّا ممکن ہی کہ وہ حضرت نصاب شرعی کے

مالک ہوں جو عبارت اس سے ہی کہ بیس دینار یا دو سو درم ہوں اور جو کچھ کہ سائل کو دیا وہ زکوۃ واجبہ ہو جیسا کہ واحدی نے کہا ہی کہ اہل علم نے استدلال اس آیہ سے اسپر کیا ہی کہ جائز ہی کہ زکوۃ واجبہ کو نیت زکوۃ کے ساتھ نماز مین دے سکتے ہین اور قول اسکا اوپر گذرا اور جو توہم مفسر تفسیر کبیر کو ہوا ہی کہ اگر زکوۃ سے مراد زکوۃ واجبہ لین تو اس سے یہ لازم آتا ہی کہ آنحضرت نے اداے وجب مین تاخیر فرمائی یہ انکا حکم تاخیر محض کے لیے کرنا انکی بدگمانی کا سبب ہی والا ممکن ہی کہ زکوۃ اُسی وقت آنحضرت پر واجب ہوئی ہو بلکہ اول ساعت وجوب کی ہو اور اُن جناب نے بمفاد سارعوا الی مغفرۃ من ربکم نماز کے اتمام تک کے لیے اپنے تئین مہلت نہ دی ہو پھر اس صورت مین فعل آنحضرت کا ممدوح ہوگا نہ مذموم پھر کیا وجہ کہ اس فعل کی نسبت آنحضرت کی طرف نہ کیجاے لیکن غرض امام حضرات اہلسنت کی اس بیان سے زیادہ یہ بھی ہی کہ اسے ظاہر کیجیے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام پاس مال دنیا نہ تھا اسلیے در پردہ فقر کا اثبات بہ نسبت اُن جناب کے کرکے استخفاف و توہین بھی ظاہر کیجیے اور یہ کہیے کہ جب واجب الزکوۃ ہی نہ تھے تو پھر کسطرح زکوۃ واجب ہوتی اور وہ حضرت دیتے اور جب زکوۃ کا دینا ثابت نہوا تو پھر کسطرح مورد نزول آیہ ہوئے اور اسی طرح شاہ صاحب نے بھی اسی ارادے سے کہا ہی کہ مشہور یہ ہی کہ علی ابن ابیطالب فقیر تھے پھر واجب الزکوۃ کہان سے ہوے اور اسی جگہ سے ہی کہ شیعہ کہتے ہین کہ جب تین روٹیان تصدق کین تو سورہ ھل اتی انکی شان مین نازل ہوا انتہی ترجمہ کلامہ سبحان اللہ کیون حضرات متصفین یہ ارادہ توہین کا بہ نسبت برادر و خلیفہ رسول کے کسطرح جائز سمجھے اور خاص کرکے شاہ صاحب کو کب زیبا تھا کہ اپنے تئین تو مریدون سے شاہ صاحب کہلائین اور امیر مومنان خلیفہ رسول کو صاف بلفظ فقیر یاد کرین خضی اللہ فاہ اگر عطایا و مواہب آنحضرت کے جو کتب فریقین مین مذکور ہین جمع کیے جائین تو بہاے سلطنت سے بھی زیادہ ہوتے ہین پھر واجب الزکوۃ اور صاحب نصاب شرعی ہونا کیا خیر ہی کتنے سائل و فقیر بسبب آنحضرت کی جود و بخشش کے غنی اور واجب الزکوۃ ہوگئے یہ البتہ مسلم ہی کہ مثل اور اہل دنیا کے جمع اموال پر نظر نہ تھی بلکہ بکمال غناے ذاتی دنیا اور مال دنیا کو عزیز نہ جانتے تھے اور ہمہ وقت بقدر رضاے بادشاہ حقیقی کی تحصیل مین مصروف رہتے تھے اور بکمال جود و سخا اور زہد و بے رغبتی سے دنیا مین اور ایثار و تصدق فرمانے سے مومنین باخدا پر بے خبر رہا کرتے تھے پھر جو استخفاف کہ مطمح نظر شاہ صاحب وغیرہ کو ہی وہ بحمد اللہ کسی طرح نہین ممکن ہی جو معزز و مکرم خدا اور رسول کے نزدیک ہی اُسے کسی کے استخفاف کرنے سے کیا ضرر پہونچ سکتا ہی اگرچہ کسی ارادہ بد سے اپنے نزدیک آنحضرت کو فقیر کہین لیکن وہ واقع مین مشتق الفقر فخری سے ہوگا اسکے سوا کچھ نہین ہوسکتا مگر جو استغراب انھون نے وجوب زکوۃ سے بہ نسبت آنحضرت کے کیا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ ایک وقت مین بے زر ہونا اور دوسرے وقت مین مالک نصاب ہونا محال استعجاب نہین ہی پس قصہ مشہور جو نزول سورہ ھل اتی کا ہی کہ اُسے اپنی عداوت کی راہ سے جو اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہی بہت مخفف

اور کمال مرتبہ مین مختصر کرکے شیعون کی طرف تنہا منسوب کرکے حالانکہ انکے اخبار بھی اسکی شان نزول مین
ناطق اور ہمارے اخبار سے موافق ہین دلیل اسکی گردانتا ہی کہ وہ جناب مالک نصاب شرعی غیر وقت نزول مین
اس آیہ کے بھی نہ تھے یہ نہین ہوسکتا دلالت اس آیہ کی وقت خاص نزول کے لیے اُسکے ہوسکتی ہی باقی ھل اتی اور آیہ
انما ولیکم اللہ دونون کا وقت نزول ایک نہین ہی کہ انمین منافات لازم آئے ظاہر یہی ہی کہ انما ولیکم اللہ الایہ نازل
ہونے کے وقت حضرت بخبر نہ تھے خواہ تطوعا تصدق فرمایا ہو یا زکوۃ مفروضہ کو اشارہ کیا ہو اسی لیے جناب غفران مآب نے
عماد الاسلام مین ارادہ زکوۃ کو مذکور فرمایا ہی اور جو انگوٹھی کہ تصدق فرمائی ہی اسکی قیمت کی نسبت جو بعض اخبار مین
تصریح وارد ہی وہ بھی دیکھنے کے لائق ہی پھر ایسے صاحب ہمت کو منسوب طرف فقر کے کرنا محض عداوت پر محمول
ہوگا نہ حقیقت امر پر فتفطن اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر رکوع کو اسکے معنی حقیقی پر حمل کرین الخ اسکا جواب
یہ ہی کہ اگر رکوع اجزاء نماز ہووے سے ہو اور یقیمون الصلوۃ سے حال واقع ہو تو اس صورت مین قباحت یہ ہی کہ
حال و ذو الحال مین فصل جملہ یؤتون الزکوۃ سے لازم آتا ہی اور بھی تغایر مخاطبین اور انکے اولیاؤن مین نہین باقی رہتا
پس لازم آتا ہی کہ وہ اولیا و انصار اپنے نفوس کے ہون اور جو انھون نے کہا ہی کہ اس صورت مین نہی موالاۃ یہود
کہ بعد اس آیہ کے وارد ہی بہت چسپان ہوگی اسکا جواب یہ ہی کہ اس سے پہلے تحقیق ہو چکی کہ ترتیب جمع اور تلاوت
قرآن کی بحسب ترتیب نزول ہر آیہ کی مسلم نہین ہی اور یہ ارتباط جو شاہ صاحب نے پیدا کیا ہی وہ بھی جمع و ترتیب
غیر مسلم کی فرع ہی پھر یہ تو فاسد کی بنا فاسد پر ہوگی اور اسی جگہ سے ہی کہ اخبار اہلبیت علیہم السلام مین وارد ہی کہ فرمایا
لیس شئی ابعد من عقول الرجال من تفسیر القرآن ان الایہ لتنزل فی شئی و وسطہا فی شئی و اخرہا فی شئی اور یہ تفسیر صافی مین موجود ہی پس اب
یہ حکم جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اس صورت مین نہی موالات یہود سے جو بعد اسکے آیہ مین ہی بہت چسپان ہوگی
یہ بہت ہی نامربوط ہوگا کیونکہ تفسیر قرآن کی بحسب رائے کے ہی جو منہی عنہ ہی پس یہ ارتباط اختراعی انکا جو روایات
صحیحہ کے مخالف ہی لائق التفات کے نہین ہوسکتا پھر شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر وہم راکعون یؤتون الزکوۃ سے
حال واقع ہو تو صفت مدح کی نہین رہتی بلکہ یقیمون الصلوۃ کے مفہوم مین قصور پیدا کرتی ہی کیونکہ مدح اور فضیلت
نماز کی یہی ہی کہ اُس عمل سے خالی ہو جو نماز سے تعلق نہین رکھتا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو غایت امر یہ ہی کہ فعل کثیر مفسد نماز ہی
اور قلیل مفسد نہین لیکن یقینی معنی اقامت صلوۃ مین قصور پیدا کرتا ہی اور کلام الہی کو تناقض و تخالف پر حمل کرنا جائز
نہین ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تقریر سخیف شاہ صاحب کی دلالت دو امرون پر کرتی ہی ایک یہ
کہ اسکا کہنے والا عاقل نہین اور اصل مطلب کو نہین سمجھتا دوسرے یہ کہ کمال مرتبہ بغض و عداوت علی ابن ابیطالب
علیہ السلام سے رکھتا ہی اور ہمہ تن منظور نظر اسکے یہی ہی کہ کسی طرح ایسی بات پیدا کیجیے کہ نزول اس آیہ کا شان مین حضرت کے
ثابت نہونے پاوے اور نہ انمین خوف خدا و رسول ہی نہ پاس و لحاظ جناب خلافت مآب ہی کہ حق تعالی نے انکی فضیلت کو

ذکر فرمایا اُسے چھپانا اور مٹانا چاہتے ہیں اور اس تقریر کو شاہ صاحب نے تشکیک امام المتکلمین سے اپنے لیا ہے جو انھون نے
تفسیر کبیر مین اپنی لکھا ہے ان اللائق لعلی بن ابی طالب ان یکون مستغرق القلب بذکر اللہ حال ما یکون فی الصلوۃ والظاہر ان من کان
کذلک فانہ لا یتفرغ لاستماع کلام الغیر ولفہمہ ولذا قال تعالی الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات
والارض ومن کان قلبہ مستغرقا فی الفکر کیف یتفرغ لاستماع کلام الغیر وقال ایضا ان دفع الخاتم فی الصلوۃ الی الفقیر عمل کثیر واللائق بحال علی ان لا یفعل ذلک یعنی لائق
علی ابن ابیطالب کے یہ تھا کہ یاد خدا مین مستغرق ہوتے جبکہ نماز پڑھتے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ جو شخص کہ ایسا ہو وہ
کلام غیر کے سُننے اور سمجھنے کے لیے فارغ نہین ہوتا اسی لیے حق تعالی نے فرمایا صفت مین یاد خدا کرنے والون کے
کہ وہ گروہ جو یاد کرتے ہین خدا کو حال قیام و قعود مین اور اپنے پہلوؤن پر اور تفکر کرتے ہین خلق سموات و ارض مین
اور جو شخص کہ فکر مین مستغرق ہو وہ کیونکر غیر کے کلام کے سُننے کو فارغ ہوگا اور یہی کہا ہے کہ انگوٹھی کا نماز مین فقیر کو
دینا عمل کثیر ہے اور لائق علی کے حال کے نہین ہے کہ ایسا فعل وہ کرین انتہی ترجمہ کلامہ سبحان اللہ ؎ تو کار زمین را
نکو ساختی کہ بر آسمان نیز پرداختی یہ تو ایسی تقریر ہے کہ جسنے اُسکے قائل کو لائق اسکے نہ رکھا کہ اُسے مسلمان بھی کہ سکین اس
نصیحت بیجا اور ایراد بے محل اور ناروا کو دیکھنا چاہیے جو اُنکے کلام مین وارد ہے اور اِس امر پر شاہد ہے کہ کہنے والے کو
اِسکی کمال عصبیت و بغض و عناد نے اُسکی چشم عقل کو نابینا کر دیا کہ ایسی باتین پوچ و پادر ہوا زبان پر لایا مدیح
اور فضائل کو جناب امیر علیہ السلام کے چاہتے ہین کہ بذریعہ تسویلات شیطانی صورت مذمت اور نقص مین جلوہ گر کرین مِ
چراغے راکہ ایزد برفروزد ۔ ہر آنکس پف کند ریشش بسوزد تھوڑے سے تامل مین منصف خوب سمجھے گا کہ یہ ایرادات
کہان سے کہان تک پہونچتے ہین کیا یہ علی ابن ابیطالب کو کوئی علمائے متفلسفین سے سمجھے ہین یا کتاب ہند اور احادیث
متفق علیہا کو کوئی کتاب حکمت سے جانتے ہین کہ ایسے شکوک کر کے اُسکا ابطال سہل سمجھے یہ وہ علی ابن ابیطالب ہین کہ
جنکی نسبت صحاح مین انس بن مالک سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ما من نبی الا ولہ نظیر فی امتہ وعلی ابن ابیطالب
نظیری اور یہی ہین ابن عباس سے ہے کہ قال رسول اللہ علی منی مثل راسی من بدنی اور انس سے منقول ہے قال رایت رسول اللہ جالسا مع
علی فقال انا وھذا حجۃ اللہ علی خلقہ یہ وہ علی ابن ابیطالب ہین جنکے لیے صحاح مین ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا
یہ وہ ہین جنکے لیے خطیب نے روایت کی ہے بذریعہ اپنی اسناد کے قال قال رسول اللہ علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یفترقا حتی
یردا علی الحوض یہ وہ ہین کہ جنکی بہ نسبت عبد اللہ بن سلام تفسیر قول ملک علام ومن عندہ علم الکتاب مین کہتا ہے کہ سالت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال انما ذلک علی ابن ابیطالب اوردہ الثعلبی بھلا یہ کس سے نصیحت کرتے ہین کہ ایسا فعل کرنا انھین نہ چاہیے
کیا خوب نظیر نبی اور مثل سر نبی اور در شہر علم اور صاحب قرآن اور صاحب علم کتاب بھی لائق انکی نصیحت و تعلیم کے ہین
اور اسی طرح خدا اور رسول کے علم کو کیا سمجھے ہین کیا یہ جو کچھ کہ انھین قباحت اس فعل سے معلوم ہوئی اور اسکا التزام اپنی
محنت و عقل کے موافق انھون نے کیا یہ خدا اور رسول کو نہ معلوم ہوگی والا کسطرح محل مدح مین یہ آیت نازل ہوتی

اور پیغمبر خدا کیونکر حمد و شکر اسکے بعد فرماتے جیسا کہ روایت سدی مین ہی کہ بعد نزول اس آیت کے فرمایا
الحمد للہ الذی جعلھا فی وفی اھل بیتی انما ولیکم اللہ الایہ اور بڑے تعجب کی بات یہ ہی کہ حق تعالی کے افعال مین حسن و قبح عقلی کو معتبر
نہین جانتے بلکہ کہتے ہین کہ جو کچھ خدا کرے وہ بہتر ہی پھر کیا سبب ہی کہ خدا نے تو محل مدح مین اس آیت کو نازل فرمایا
اور اس فعل کو آنحضرت کے پسند فرمایا اور اچھا سمجھا اب یہ بعد خدا پسند ہو چکنے کے پھر کیون اُسے قبیح کہتے ہین بالجملہ اس
جگہ پر کیا خوب تقریر ہی جو جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام مین فرمائی ہی اور اسکا محصل یہ ہی کہ اگر رازی کا
کلام تمام ہو تو یہ انکی تقریر نقیض کلام خدا و رسول پر مشتمل ہوگی کیونکہ سوق آیت کا مدح پر دلالت کرتا ہی اور شان نزول
آیت کی روایتین جو متفق علیہ ہین اُنسے بخوبی واضح ہی کہ جو کام کہ حضرت سے ظاہر ہوا وہی باعث اس آیت کے نازل ہونے کا
ہوا اور وہ مدح کے لائق تھا نہ یہ کہ مذمت کے قابل ہو پھر اگر یہ کار جناب حیدر کرار کی شان کے لائق نہوتا تو پھر
کسطرح پروردگار عالم اور سردار اولاد آدم اسکی مدح و تعریف فرماتے اور محل مدح مین اسکا ذکر فرماتے اور بھی اکثر مفسرین
اہلسنت نے اسکی تصریح کی ہی کہ یہ آیہ حضرت امیر علیہ السلام کے رتبہ بلند پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ فاضل نیشاپوری نے
بعد ذکر خلاف علما اس آیہ کی تفسیر مین کہا ہی والحق انہ ان صحت الروایۃ فلابد من دلالۃ قویۃ علی عظم شان علی کرم اللہ وجہہ ولنا
فی ذلک تطویل الا ان اصحاب المذاھب تکلموا فیھا ورد ناحاصل کلامھم علی سبیل الاختصار اور فاضل زمخشری کا کلام صریح ہی
اس امر مین کہ یہ آیہ نہایت مدح پر آنحضرت کی دلالت کرتا ہی بسبب اسکے کہ طاعت اس حالت مین آنحضرت نے فرمائی
جیسا کہ صیغہ جمع کی توجیہ مین کہا ہی کہ یہ اسلیے ہی کہ تا اور مردم بھی مثل آنحضرت کے فعل کی طرف رغبت کرین پس
بسبب تاسی کے مثل آنحضرت کے ثواب پائین اور اسی توجیہ مین کہا ہی ولینبہ علی ان سجیۃ المومنین یجب ان تکون علی
ھذا الغایۃ من الحرص علی البر والاحسان وتفقد الفقراء حتی ان لزمھم امر لا یقبل التاخیر وھم فی الصلوۃ ولم یؤخروہ الی الفراغ منھا انتھی
حاصل معنی اس عبارت کے یہ ہین کہ یہ دینا اسلیے تھا کہ تا آگاہ فرمائین کہ مومنین کا خاصہ طبع یہ ہی اور واجب ہی
کہ بہ نسبت نیکی اور احسان کرنے کے اور فقیرون کے دریافت حال پرسی پر ایسے حریص ہون کہ اس سے وہ اپنی ذات پر
ایسا لازم و واجب جانتے ہون کہ اُسمین کبھی تاخیر نہ کرین اور جب اس قسم سے کوئی بات انپر واجب ہو جائے
اگرچہ حالت نماز مین ہون لیکن اسی حال مین دیتے ہین اور فارغ ہونے کا نماز سے انتظار نہین کرتے اور یہ کلام اثبات
مدح اور اس فعل کے اچھے ہونے پر بوجہ تام دلالت کرتا ہی لیکن معلوم نہین کہ اس معترض کو کیا جوش عصبیت ہوا جو تقرب
باری کی مذمت کرنے لگا اُس فعل پر جسکی مدح جناب باری نے فرمائی اور اسی کلام جار اللہ زمخشری سے شبہ
امام اہلسنت کا دفع ہو گیا تھا زیادہ کچھ ضرورت نہ تھی لیکن اب بحمد اللہ ہم بطور حل شبہ اول کا پہلے جواب دیتے ہین
اور کہتے ہین کہ شاہ صاحب اتنا نہ سمجھے کہ پیغمبر اور وصی پر ایک بوے خوش ریاحین عنایات ارحم الراحمین سے کہ
جو مصداق لا یشغلہ شان عن شان کا ہی بر وقت جاری اور ایک مسحہ فیوض باری سے ہر آن انکی ذوات مقدسہ پر

ہی

طاری رہتا ہی پھر فعل آنحضرت کا حضور قلب سے شاغل نہوگا اور اِس بات کے ساتھ جبکہ ضمیمے راجح فعل کے مجتمع ہوجائین تو عبادات خالصہ سے کوئی منافات نہین رکھتا اور یہ بھی عجیب بات ہی کہ اپنے اولیاؤن کے حق مین افعال البشریہ کو شاغل استغراق سے معرفت مین نہین جانتے اور علی ابن ابیطالبؑ کے فعل مین استغراب کرتے ہین جبکہ فعل طاعت کو حال طاعت مین عمل مین لاے ہون اور لائق غور یہ بات ہی کہ حضرت کا یہ فعل کہ سائل کو حال رکوع مین انگوٹھی تصدق فرمائی ایکبار وقوع اسکا ماثور ہی اور وہ ایسا فعل ہی جسے خدا اور رسول نے پسند و قبول فرمایا یہان تک کہ اُسی کی وجہ سے یہ آیہ نازل ہوا جیساکہ فریقین کی روایات اِسپر شاہد ہین پھر ایسے فعل کی بہ نسبت تو استغراب ہوتا ہی اور انواع نقائص اُسمین نکالے جاتے ہین اور خلیفہ ثانی نے چالیس بار اِس فعل کو بہ نیت فاسد کیا جیساکہ اوپر گذرا جسپر کوئی آیہ نازل نہوا اُسکی نسبت کوئی نقص و استغراب نہین تجویز ہوتا حالانکہ لائق ان اعتراضات کے وہ فعل ہوسکتا ہی کہ حرام اپنا ہوا اور الا کوئی آیہ مدح مین اُس فعل کی بہ نسبت بھی نازل ہوتا ولیکن نہین ہوا الا اسقدر یہ حضرات اُسے شہرت دیتے اور نقل مین اُسکی متفق ہوکر ازدحام کرتے جیساکہ اُس فعل کے باعث سے جانتے ہین کہ اِس آیہ مین بھی حصہ لگائین اور خلافت کی طرح اِس فضیلت کو بھی غصب کرکے اُن تک پہونچائین جیساکہ مصنف کتاب المبین نے جو قول واحدی سے اِس آیہ کی تفسیر مین نقل کیا ہی اُسمین موجود ہی وروی التصدق بالخاتم عن سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایضا فیہ یقول الشاعر تصدقت فی الصلوۃ بخاتم الخ حقیقت یہ ہی کہ ایسی باتین غلبہ عصبیت و عناد سے کہی جاتی ہین اور اُسکا کہنے والا مذموم و مشہور بہ جبن و سخافت ہوتا ہی اور اگر کلام غیر کا سُننا عموماً منافی حضور قلب کے ہوتا تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ممدوح نہوتا بلکہ نماز واجبہ کو بھی تنہا پڑھنا افضل ہوتا کیونکہ امام غیر ماموم ہوتا ہی اور جماعت مین ضرور ہی کہ ماموم قرأت امام کو سُنے اور قیام و قعود و رکوع و سجود مین امام یا مکبر کی آواز کو سنکر اِن افعال مین امام کا اتباع کرے حالانکہ افضل اداے صلوۃ مفروضہ مین یہ ہی کہ بجماعت بجالاے فتدبر اور بھی جناب غفران مآب نے سید نور اللہ رحمہ اللہ سے ایک جواب اِس جگہ پر نقل فرمایا ہی قال ان غایۃ الامر فی ذلک ما یحصل للاولیاء من الوحدۃ والکثرۃ فی الخلوۃ فی الجلوۃ فقد اثبت النقشبندیہ من المتصوفہ اھل السنۃ ھذہ المرتبۃ لانفسھم واشتھر منھم انھم یقولون خلوت در انجمن سیدا ارم فلا ینبغی ان ینازع مع علی فی حصول نظیر ھذہ المرتبہ اور اِس عبارت کا محصل یہ ہی کہ ممکن ہی کہ اُسوقت آنحضرت پر ایسی حالت طاری ہوئی ہو کہ جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہی وحدت کی کثرت مین اور خلوت کی جلوت مین اور تعجب کی جگہ ہی کہ فرقہ نقشبندیہ متصوفہ اہلسنت سے اپنے لیے اِس مرتبہ کو ثابت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم انجمن مین خلوت رکھتے ہین پھر کیا سبب ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ اِس بارے مین مناقشہ کرتے ہین کیونکہ جب غیر انبیا اور اوصیا کا حال ایسا ہو تو علی ابن ابیطالبؑ کا فعل کسطرح منافی استغراق کے معارف الٰہیہ مین ہوسکتا ہی خصوصاً جبکہ وہ فعل از قبیل جمع بین الطاعتین ہو اور دوسرا شبہ جو اُنکا ہی کہ انگوٹھی کا سائل

کو دینا فعل کثیر ہی جو مفسد صلوۃ ہی اُسکا جواب پہلا یہ ہی کہ جو فاضل زمخشری نے کشاف مین کہا ہی کانہ کان مرجا فی خنصرہ
فلم یتکلف لخلعہ کثیر عمل یفسد بمثلہ صلوتہ یعنی وہ انگوٹھی چھوٹی انگلی مین آنحضرت کی ڈھیلی تھی کہ اُتارنے مین اُسکے
زیادہ تکلیف کی حاجت نہین پڑی جس سے مصداق ایسے عمل کثیر کا ہو جس سے نماز مین فساد ہو کفی اللہ المومنین القتال اور
دوسرا جواب وہ ہی جو ثعلبی کی روایت مین ابو ذر رضی اللہ عنہ سے گذرا کہ آنحضرت نے سائل کو اشارہ انگشت
مبارک سے فرمایا پس اُس سائل نے انگوٹھی کو انگشت مبارک سے اُن جناب کے اُتار لیا حیث قال وکان علی راکعا
فاومی الیہ بخنصرہ الیمنی وکان یختتم بہا فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم من خنصرہ وذلک بعین رسول اللہ پھر اس روایت کی بنا پر اشکال اصل سے
ساقط ہوگا اور تیسرا جواب یہ ہی کہ امام زاہد اہلسنت نے اپنے امام مجاہد سے نقل کیا ہی کہ اُسنے اِس آیہ کی طرف
اشارہ کرکے کہا ان الایۃ تدل ایضا علی ان العمل الیسیر مباح فی الصلوۃ الا تری ان النبی خلع نعلیہ فی الصلوۃ واخذ بذوابتی ابن عباس دار
من یسارہ الی یمینہ فی الصلوۃ قال الزاہد الی قولہ وہذا اولی الاقوال لان فیہ فائدۃ جدیدۃ اور بھی جناب غفرانمآب نے فرمایا ہی کہ
مروی ہوا ہی کہ پیغمبر خدا اُسودہ بنت زمعہ کو حالت قیام مین نماز کے اُٹھا لیتے تھے اور پھر زمین پر نیچے بٹھا دیتے تھے جبوقت
کہ سجدے مین تشریف لیجاتے تھے پھر جو کوئی کہ فعل علی مین استقباح کریگا یقینی پیغمبر خدا کے فعل مین بطریق اولی
استہجان کریگا کیونکہ علی ابن ابیطالب نے ایک طاعت کو دوسری طاعت کے ساتھ ملادیا ہی اور کیسی
طاعت ہی وہ جسکے لیے باعتراف فاضل زمخشری قرآن مین حث و ترغیب اُسکے لیے وارد ہوا اور جو ایسے فعل کو
جناب امیر علیہ السلام کے طریقہ خشوع کے منافی جانے گا تو وہ اُس فعل کو پیغمبر خدا کے بطریق اولی مستقبح جانے گا پھر جو
تاویل اور محمل صحیح کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے افعال کے لیے پیدا کرینگے وہی فعل وصی حقیقی کے واسطے آنحضرت کے
بہت اچھی طرح تاویل و محمل ہو سکتا ہی کہ ہرگز معنی اقامت صلوۃ مین اُس سے قصور نہین آتا پھر الزام دینا حمل کرنے سے
اِس کلام کے معانی متناقضہ پر جو توجیہات رکیکہ باطلہ آنحضرات نے چاہا تھا وہ مندفع ہوگیا فسیعلم ما کانو یعلمون پھر
شاہ صاحب نے کہا ہی کہ معہذا اِس قید کو بالاجماع کچھ دخل نہین ہی صحت امامت مین نظر دانہ عکسا پھر تعلیق حکم
امامت سے اِس قید کے ساتھ کلام باری کی لغویت لازم آتی ہی مثل اسکے کہ کہین کہ بادشاہی کے قابل ایسا
شخص ہی جو سرخ جامہ رکھتا ہو اور اگر اِن سب سے ہم درگذرین تو اگر یہ دلیل حصر امامت کی حضرت امیر مین ہو
تو اور آیات اُسکی معارض ہونگی انتہی ترجمہ کلامہ اور اسکے جواب مین جو جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی
وہ کافی ہی کہ یہ قید ولی کی متمیز ہونے کو اغیار سے ہی نظر باینکہ زکوۃ حال رکوع مین دینا آنحضرت کے غیر سے متحقق نہین ہوا
نہ یہ کہ وہ امامت کی شرط ہی اور اُسکی تحقیق مین دخل رکھتی ہی جیسا کہ خاصف النعل کی حدیث مین اشارہ وصف
مخصوص کے ساتھ آنحضرت کے اُسوقت مین ہی اور مداخلت اُس وصف کی امامت مین کوئی معنی نہین رکھتی کیونکہ
محل تعریف مین اوصاف ممیزہ کا ذکر کرنا ضروری ولابدی ہی پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اُسسے کچھ مداخلت نہین ہی

یہ خلاف عقل ہو مثلاً حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ خلیفہ اول ابوبکر بن ابی قحافہ ہین پھر یہ بات ظاہر ہی کہ ابو قحافہ کے
جیتے ہوئے کو انکی خلافت مین مداخلت نہین ہی پھر چاہیے کہ یہ بھی صحیح ہو علاوہ اسکے شیعون کے موافق مدخلیت بھی
اُنکی محقق ہی کیونکہ اعلیٰ مرتبہ کی یہ عبادت آنحضرت سے ظہور مین آئی پھر امام کا متصف ہونا ساتھ اسکے کہ سب خلق
اسکے بندے ہین فضیلت کی دلیل ہی اور وہ امامت کو مستلزم ہی پھر جو مثال کہ شاہ صاحب اس مقام پر لائے
وہ مربوط و مناسب نہین ہی انتہی محصل کلامہ اور اسکی توضیح یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اس قید سے کلام باری تعالیٰ کی
لغویت لازم آتی ہی مثل اسکے کہ کہین کہ تمھاری بادشاہی کے قابل وہ شخص ہی جو سرخ کپڑے رکھتا ہو پھر اگر انکی مراد
اس سے یہ ہی کہ اسطرح کپڑے کا پہننا استحقاق سلطنت کا باعث ہی تو البتہ اس کہنے والے کے کلام کی لغویت ظاہر
اور مسلم ہی لیکن مثال ممثل لہ پر منطبق نہین ہی اور اگر مراد اس کہنے والے کی تمیز ہی جیسے جس جگہ کہ بسبب مکان و زمان
خاص یہ وصف مختص ہو مستحق سلطنت کے ساتھ تو یہ کلام لغو نہوگا کیونکہ تمیز کے واسطے اختصاص وصف ظاہر کا
کافی ہی خصوصاً باعتبار مخاطب و رسائل کے دیکھو حمیرا کے لفظ کو جو ام المومنین جناب عائشہ کے القاب سے ہی
اور انکی مدح کی احادیث مین سرخی رنگ کا ذکر مثل سرخی جامہ کے حلیہ مدح سے عاری ہی تمیز کا فائدہ ہی اور جو
شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر یہ دلیل حصر امامت کی جناب امیر مین ہو تو اور آیات اسکی معارض ہونگی جواب اسکا
یہ ہی کہ یہ ولایت بمعنی اولی بالتصرف ہونے کے جو مرادف امامت کے اس آیہ مین ہی اسکے انحصار سے غرض یہ ہی کہ بعد
جناب رسالتمآب کے یہ ولایت منحصر جناب امیر علیہ السلام مین رہی اور آنحضرت سے انکی گیارہ اولاد مین ایک کے بعد
دوسرے مین منحصر رہتی آئی جسطرح زمان حیات مین آنحضرت کے سوا ان جناب کے اور کوئی مستحق امامت و وصایت
و خلافت رسول کا نہ تھا اُسی طرح ہر امام ائمہ معصومین علیہ السلام سے اپنے زمانے مین خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوتے آئے
اور غیر انکے کوئی مستحق اسکا جناب کی طرف سے نہ تھا اور نہ ہی اور آنحضرات کا اشتراک منافی اس انحصار مطلوب کے
نہین ہی کیونکہ وہ سب اہل عصمت اور فرع اصل واحد کی ہین اول یہ فضیلت حق تعالیٰ کی طرف سے جناب امیر
علیہ السلام کے واسطے عطا ہوئی اور جو نعمت آنحضرت کے لیے حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اسی کو انکی اولاد طاہرین مین
منتقل فرمایا جیسا مضمون روایت کا جسے کافی کلینی سے اول اخبار خاصہ مین نقل کیا ہی اسپر دلالت کرتا ہی حیث قال و
صیر نعمتہ فی ولادہ بنعمتہ فکل من بلغ من اولادہ مبلغ الامامۃ یکون بہذہ النعمۃ مثلہ فیتصدقون و ہم راکعون الخ پس انکا اشتراک اس نعمت
مین جو اشتراک امامت مین ہی حصر مقصود کے منافی نہین ہی اور جب یہ معنی ارادہ کیے جائین تو اسکے معارض کوئی
آیہ نہین ہی اور اگر کوئی ادعا کرے تو فخلیہ للبیان و ہذا ما یتعلق بتفسیر الآیۃ ودفع الشبہات علیہا واللہ من العاصم من الخطاء والزلات ابو یعصمنی
عن الخطاء والزلات دوسرا آیہ جو فضیلت پر آنحضرت کی دلالت کرتا ہی وہ کریمہ بلغ ما انزل الیک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ
یعصمک من الناس ہی یعنی اے پیغمبر خدا پہونچا و خلائق کو جو کچھ بھیجا گیا ہی خدا کی طرف سے تمھارے پاس اور اگر نہ کروگے جسکے

ساتھ مامور ہوے ہو اور نہ پہونچاؤ گے اُسے خلق تک پس کوئی پیغام اپنے پروردگار کا تمنے خلق کو نہین پہونچایا اور اُسکی
ادائے رسالت نہین کی اور خدا تعالی تمہین محفوظ رکھنے والا ہی شر ناس سے اور تیسرا کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم ہی یعنی آجکے دن کامل کیا مین نے تمہارے واسطے دین تمہارا اور تمام کیا تمپر اپنی نعمتون کو اور پسند کیا
تمہارے واسطے اسلام کو کہ یہ دونون آیتین اسی جزو قرآن مین وارد ہین اور دونون فضیلت پر آنحضرت کی دلالت کرتی ہین
جیساکہ تفسیر آیہ اولی مین اسکا اشارہ ہم کرچکے ہین اور اب ہم تفصیل کرتے ہین اسکی جو ان دونون آیتون کی شان نزول
مین وارد ہوا ہی اور جسقدر کلام اس شان مین متفق ہی پس کہتے ہین ہم کہ آیہ اولی کی تفسیر مین تفسیر کبیر مین ابو سعید خدری سے
مروی ہی قال نزلت هذه الآیه بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر خم فی علی ابن ابی طالب یعنی کہا اُسنے کہ روز غدیر خم علی ابن ابیطالب کے
بارے مین نازل ہوا بلغ ما انزل الیک من ربک اور تفسیر در منثور مین ہی اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویه و ابن عساکر عن ابی
سعید الخدری مثله زاد انه اخرج ابن مسعود قال کنا نقرء علی عهد رسول الله یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی مولی المومنین لم تفعل فما بلغت
رسالته والله یعصمک من الناس یعنی ابن ابی الحاتم اور ابن مردویه اور ابن عساکر نے مثل روایت سابق ابو سعید خدری سے روایت
کی ہی اور زیادہ اس سے یہ لکھا ہی کہ ابن مسعود نے کہا کہ ہم اصحاب پیغمبر خدا کے زمانے مین اس آیہ کو اسطرح پڑھتے تھے
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک علیا مولی المومنین اور سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجت الخصام کے باب سی و ہفتم مین نو
طریق سے طرق حضرات اہلسنت کی روایت شان نزول کی اس آیہ کی نقل کی ہین جملہ اُسکے وہ ہی جو ثعلبی نے
اپنی تفسیر مین اس آیہ کی تفسیر مین جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ معنی اُسکے
یہ ہین بلغ ما انزل الیک من ربک فی فضل علی ابن ابیطالب اور دوسرے نسخہ مین ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ اسطرح نازل ہوا
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی رواه جعفر ابن محمد پھر جبکہ یہ آیہ نازل ہوچکا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے ہاتھ
علی ابن ابیطالب کا پکڑا اور فرمایا کہ من کنت مولاه فعلی مولاه اور دوسری روایت پھر ثعلبی نے ابن عباس سے نقل کی ہی
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیه نزلت فی علی ابن ابیطالب امر النبی ان یبلغ فیه فاخذ رسول الله بید علی وقال من کنت مولاه
فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه یعنی ابن عباس سے کہا کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا
کہ پیغمبر خدا کو حکم خدا ہوا کہ دربارہ علی ابن ابیطالب تبلیغ رسالت فرماوین پس آنحضرت نے ہاتھ علی ابن ابیطالب کا
پکڑا اور فرمایا کہ جسکا مین مولا ہون اُسکا علی ابن ابیطالب مولا ہی خداوندا دوست رکھ اُسے جو اس سے موالات کرے اور
دشمن گردان اُسے جو اس سے دشمنی رکھے اور تیسری روایت کتاب کشف الغمہ مین زر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ کہا اُسنے
کہ ہم پیغمبر خدا کے زمانے مین اُسے اسطرح پڑھتے تھے یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین فان لم
تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس اور چوتھے ابراہیم حموینی نے کتاب سمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین
مین ابو ہریرہ سے روایت نقل کی ہی قال قال رسول الله لیلة اسری بی الی السماء سمعت نداء من تحت العرش ان علیا رایة الهدی

وحبیب من یومن بی بلغ علیاً فلما نزل النبیؐ من السماء نسی ذلک فانزل اللہ عزوجل یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لایھدی القوم الکافرین یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جس شب کو مین آسمان پر گیا تو ایک آواز زیر عرش سے مین نے سُنی کہ تحقیق کہ علی نشان ہدایت ہی اور دوست اُسکا ہی جو میرے ساتھ ایمان لائے تبلیغ کرو دربارہ علی علیہ السلام کے خلق کو پھر جب پیغمبر خدا آسمان سے تشریف لائے تو وہ تبلیغ کو آنحضرت نے بسبب نسیان کے نہ فرمایا پھر حق تعالیٰ نے نازل فرمایا یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک الآیۃ اور پانچوین قریب اِس سے روایت ہی جو محمد بن احمد بن شاذان نے کتاب مناقب مأتہ مین ابی ہریرہ سے نقل کی ہی اور اُسمین اِسقدر زیادہ کیا ہی کہ آیہ اِسطرح نازل ہوا تھا یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ چھٹے صاحب مناقب فاخرہ فی العترۃ الطاہرہ نے روایت کی ہی بذریعہ محمد بن اسحاق کے جناب ابی جعفر علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے والد بزرگوار اور جابر عالی مقدار سے نقل فرمایا کہ جب پیغمبر خدا نے حجت الوداع سے مراجعت فرمائی تو ایک زمین پر کہ اُسے صوحان کہتے تھے وہ حضرت اُترے پس اُس جگہہ یہ آیہ نازل ہوا یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس پھر جبکہ عصمت ناس سے نازل ہوئی تو حضرت نے ندا فرمائی الصلوٰۃ جامعہ یہ سنکر سب خلق جو ہمراہ تھی وہ جمع ہوئی پس فرمایا کہ کون شخص تم مین سے اولیٰ تمھارے نفوس سے ہی یہ سنکر سب نے پکارکر کہا کہ خدا اور رسول اُسکا ہی پھر ہاتھ علی ابن ابیطالب کا پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ فانہ منی وانا منہ وھو منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی یعنی جسکا مین آقا اور مولا ہون اُسکے علی ابن ابیطالب بھی مولا ہین خداوندا دوست رکھ اُسے جو اُس سے موالات کرے اور دشمن گردان اُسے جو اُس سے دشمنی رکھے اور مدد کر اُسکی جو اُسکی نصرت و یاری کرے اور مخذول فرما اُسے جو اُسکے درپے مخذول ہو کیونکہ وہ مجھسے ہی اور مین اُس سے ہون اور وہ مجھسے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے ہی فرق یہ ہی کہ پیغمبر کوئی میرے بعد نہین ہوسکتا بعد اِسکے جناب ابوجعفر نے فرمایا کہ یہ آخر فریضہ تھا کہ حق تعالیٰ نے اُسے امت محمدؐ پر واجب فرمایا تھا پھر اِسکے بعد حق تعالیٰ نے نازل فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً جناب ابوجعفر نے فرمایا کہ پس قبول کیا سب نے پیغمبر خدا سے ہر اُس چیز کو کہ جسکے لیے آنحضرت نے حکم فرمایا فرائض الٰہی سے نمازین اور روزے مین اور زکوٰۃ مین اور حج مین اور تصدیق کی نبی کی اُس حکم پر ابن اسحاق کہتا ہی کہ مین نے جناب ابوجعفرؑ سے عرض کیا کہ یہ واقعہ کسدن کا ہی حضرت نے فرمایا کہ انیس اٹھارہ تین شہر ذی حجہ سے گذر چکی تھین اور دسوان برس ہجرت کا تھا حجۃ الوداع سے حضرت پھرے تھے اور پیغمبر خدا کے روز وفات مین اور روز نزول آیہ مین ستّر دن کا فاصلہ تھا ساتوین حافظ ابونعیم سے کتاب نزول القرآن فی امیر المومنین علی ابن ابیطالب مین قریب اسی کے روایت کی ہی اور آٹھوین روایت پھر اُسی کتاب مین حافظ ابونعیم سے کہ اُسنے عطیہ سے نقل کیا ہی قال نزلت

ہذہ الایۃ علی رسول اللہ فی علی بن ابی طالب یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وقد قال اللہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور ابن مالکی نے فصول مہمہ مین ابوسعید خدری سے نقل کیا ہو قال نزلت ہذہ الایۃ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر فی علی ابن ابیطالب یعنی کہا صحابی مذکور نے کہ یہ آیہ نازل ہوا یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک روز غدیر خم مین حق مین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور اسی کتاب کے باب ثامن و ثلثون مین موافق شیعون کے آٹھ طریق سے اسی مضمون کو روایت کیا ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ دونون آیہ حق مین امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے نازل ہوے چنانچہ بعض ان اخبار خاصہ سے وہ ہو جو محمد بن یعقوب کلینی نے جناب امام ابوجعفر علیہ السلام سے بذریعہ اپنی اسناد کے نقل کیا ہو کہ فرمایا انحضرت نے کہ حق تعالی نے پانچ چیزین اپنے بندون پر واجب فرمائین تھین انمین سے اکثر خلق نے چار کو لیا اور ایک کو ترک کیا ابو جارود راوی اس حدیث کا کہتا ہو کہ مین نے عرض کیا کہ مین قربان ہون آپ پر سے آیا آپ انکے نام میرے واسطے فرما سکتے ہین فرمایا کہ نماز ہی آدمی نہ جانتے تھے کہ کیونکر پڑھتے ہین پس جبرئیل آے اور کہا کہ ای محمد انھین انکی اوقات نماز سے خبردار کر بعد اسکے زکوۃ نازل ہوئی پھر حق تعالی نے فرمایا کہ ای محمد انھین انکی زکوۃ سے خبر دے جسطرح انھین انکی نماز سے خبردار کیا تھا اسکے بعد روزہ نازل ہوا پس پیغمبر خدا کا اسکی بنسبت یہ حال تھا کہ جب روز عاشورہ آتا تھا تو دیہات و قریات گرد کے تھے انکے رہنے والون کو آگاہ فرماتے تھے اسوقت وہ روزہ رکھتے تھے اس دن مین اسکے بعد شہر رمضان جو شعبان و شوال کے بیچ مین ہی یہ نازل ہوا اسکے بعد حج نازل ہوا پھر حق تعالی نے فرمایا کہ اپنی امت کو انکے حج سے خبردار کر و جیسا کہ نماز و زکوۃ و صوم کو انھین تعلیم کیا اسکے بعد ولایت نازل ہوئی اور نہین نازل ہوئی یہ مگر روز جمعہ عرفہ کو الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور کمال دین کا ولایت علی ابن ابیطالب کے ساتھ تھا پس پیغمبر خدا نے یہ خیال فرمایا کہ ابھی میری امت حدیث العہد جاہلیۃ کے ساتھ ہی اور جب مین انھین اس سے خبردار کرونگا اپنے ابن عم کے ساتھ تو کہنے والا اسمین کہیگا یعنی جو منافقین ہین وہ خیالات فاسد کرینگے اور کہینگے لیکن حضرت فرماتے ہین کہ یہ بات مین نے اپنے دل مین کہی تھی زبان سے اسے نہین نکالا تھا کہ خدا کی طرف سے یہ عزیمہ نازل ہوا جسمین تاکید امر کا وعدہ میرے ساتھ تھا کہ اگر اسکے بعد مین تبلیغ نہ کرتا تو معذب ہونے کا اندیشہ تھا پھر بعد اسکے نازل ہوا تھا یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین بعد اسکے پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ ای گروہ آدمیان کوئی پیغمبر پیغمبران سے جو میرے پیشتر ہوگئے ہین نہ تھا مگر یہ کہ اسے خدا نے ایک عمر زندگانی کے واسطے عطا فرمائی تھی پھر جب وہ مدت تمام ہوئی اور اسے طلب فرمایا تو اس نبی نے اس طلب کو قبول کیا پس قریب ہی کہ مین بھی اب بلایا جاؤنگا اور داعی اجل کو لبیک کرونگا اور مجھسے بھی پوچھا جائیگا اور تمسے بھی پوچھا جائیگا پس تم کیا کہوگے سب نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہین اور دینگے کہ آپ نے

قولہ غدیر خم
موضع بالجحفۃ
وتشدید المیم
والتنوین اسم غیضۃ
علی ثلثۃ امیال
من الجحفۃ عندہا
غدیر مشہور
یضاف الی الغیضۃ
ہکذا ذکرہ الشیخ
محی الدین النوری
قال الفیروزابادی
غدیر خم موضع
علی ثلثۃ امیال
من الجحفۃ بین
الحرمین او خم
اسم غیضۃ
ہنالک بہا غدیر
۱۲ م

تبلیغ رسالت فرمائی اور نصیحت کی اور جو کچھ کہ آپ پر واجب تھا خدا کی طرف سے اُسے ادا فرمایا پس حق تعالی آپ کو جزا دے جو بہترین جزا مرسلین کی ہی بعد اسکے تین بار فرمایا کہ ای پروردگار میرے تو گواہ رہ پھر فرمایا کہ ای گروہ مسلمانان یہ تمھارا اولی ہی بعد میرے پس چاہیے کہ جو موجود ہین اور سُنتے ہین وہ اس وصیت و تبلیغ کو میری جو حاضر نہین تھے اُن ہین پہونچا دین بعد اسکے جناب امام ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ وہ حضرت خلق خدا پر خدا کے امین تھے اور مستودع خدا کے علم کے اور اُسکے دین کے جسسے وہ راضی ہی تھے روایت بڑی ہی بقدر ضرورت ترجمہ کر لیا اور بعض اُنمین سے وہ ہی جو عیاشی نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُن دونون نے کہ حق تعالی نے پیغمبر خدا کو حکم فرمایا کہ علی ابن ابیطالب کو منصوب فرما دین آدمیون کے سامنے تاکہ وہ سب کو اُنکی ولایت سے آگاہ و خبردار کرین پس پیغمبر خدا کو یہ خوف تھا کہ منافقین یہ نہ کہین کہ اپنے ابن عم کی محبت سے یہ کہتے ہین یا کہ طعن کرین اس بارے مین آنحضرت پر جیسا کہ اُنکا طریقہ تھا پس حق تعالی نے وحی نازل فرمائی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الایۃ پس حضرت رسول خدا کھڑے ہوے اور اظہار و تبلیغ ولایت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا روز غدیر خم فرمایا اور بعض اُنمین سے عیاشی کی روایت ہی جو جناب ابو جعفر سے نقل کی ہی کہ جب جبرئیل حجت الوداع مین نازل ہوے ظاہر کرانے کو امر علی ابن ابیطالب کے تو یہ آیہ حضرت پر پڑھا یا ایہا الرسول ما انزل الیک الایۃ پس اسکے بعد تین روز تک حضرت رسول نے تامل فرمایا یہان تک کہ جحفہ مین تشریف لاے اور جب جحفہ مین اُترے اُس مقام پر کہ غدیر اُسکا نام ہی تو ندا دی حضرت نے کہ الصلوٰۃ جامعۃ اُسوقت جتنے ہمراہی تھے وہ گرد حضرت کے جمع ہوے اُسوقت فرمایا پیغمبر خدا نے کہ من اولی بکم من انفسکم سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ خدا اور رسول اُسکا پھر دوبارہ وہی کلمہ فرمایا اور پھر سب نے وہی جواب عرض کیا پھر تیسری بار اسی طرح پوچھا پھر سب نے کلام اول کو عرض کیا اُسوقت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ فانہ منی وانا منہ وھو منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اسی طرح تین روایتین اور اسی مضمون کی عیاشی سے اور ایک سعد بن عبداللہ سے اور ایک روایت ابن بابویہ علیہ الرحمہ سے نقل کی ہی اور اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون آیتون کا بحق علی ابن ابیطالب علیہ السلام نازل ہونا موافق روایات فریقین کے جو متفق علیہا ہین ثابت و ظاہر ہی اور لائق اسکے ہی کہ اُسکے ساتھ اعتقاد کیا جاے کہ اس نقل روایت مین دوست و دشمن سب مقر ہین اور علماے اہلسنت سے اکثر مفسرین اور محدثین اسکی نقل پر اتفاق رکھتے ہین جیسا کہ بعض اقوال تفسیر کبیر سے اول بیان شان نزول مین اسکے مذکور ہوئی اور پھر کہتا ہون مین کہ اسی کتاب مین مفسر مزبور نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آیہ فضیلت مین علی علیہ السلام کے نازل ہوا اور بھی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ یہ آیہ اسی طرح نازل ہوا بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی

اور جب یہ آیہ نازل ہوا تو علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ انتہی اور اہلبیت خوب جانتے ہیں جو گھر میں ہے اور مفسر تفسیر کبیر نے اس آیہ کی شان نزول میں دس وجہیں ذکر کی ہیں چنانچہ آخر میں سب کے کہا ہے العاشر نزلت ہذہ الایۃ فی علی فلما نزلت اخذ بیدہ وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر رضی اللہ عنہ فقال ہنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنۃ وہو قول ابن عباس والبراء ابن عازب و محمد بن علی یعنی دسویں وجہ یہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی حق میں علی ابن ابیطالبؑ کے اور پیغمبر خدا نے ہاتھ انکا پکڑا اور فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اسکا مولا علی ہے خداوندا دوست رکھ اسے جو اس سے موالات کرے اور دشمن رکھ اسے جو اس سے دشمنی کرے پس ملاقات کی آنحضرت سے عمر ابن الخطاب نے اور کہا کہ مبارک ہو تمہیں اے فرزند ابو طالب کہ صبح کی تمنے ہمارے آقا اور ہر مومن و مومنہ کی مولا ہو کر اور یہ قول ہے ابن عباس اور براء ابن عازب اور محمد بن علی کا صحابیوں سے ولیکن اسکے بعد مفسر مذکور نے کہا ہے کہ واعلم ان ہذہ الروایات وان کثرت الا ان الاولی حملہ علی انہ تعالی امنہ من مکر الیہود والنصاری وامرہ باظہار التبلیغ من غیر مبالاۃ منہ بہم وذلک لان ماقبل ہذہ الایۃ بکثیر وما بعدہا بکثیر لما کان کلاما مع الیہود والنصاری امتنع القاء ہذہ الایۃ الواحدۃ فی البین علی وجہ تکون اجنبیۃ عما قبلہا وما بعدہا یعنی جان تو کہ اگر یہ روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن اولی یہ ہے کہ حمل انکا اسپر کیا جاے کہ حق تعالی نے پیغمبر خدا کو یہود و نصاری کے مکر سے بیخوف فرمایا اور حکم فرمایا آنحضرت کو کہ تبلیغ کو ظاہر فرماویں انکے ساتھ بیخوف ہوکر انکے مکر سے اور یہ اسلیے کہا ہے کہ بہت کچھ اس آیت کے پہلے اور اسی طرح بعد اس آیت کے کلام یہود و نصاری کے ساتھ ہے اور ممتنع ہے کہ یہ ایک آیہ بیچ میں اسی وجہ پر حمل کیا جاے جو قبل و بعد سے اجنبی ہو اور مولنا طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں علماے اہلسنت سے اسطرح روایت کی ہے روی الحاکم ابو القاسم الحسکانی فی کتاب شواہد التنزیل باسنادہ عن ابی عمیر عن اذینہ عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس وجابر بن عبد اللہ قال امر اللہ محمدا صلی اللہ علیہ والہ ان ینصب علیا علما للناس فیخبرہم بولایتہ فتخوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ان یقولوا حابی ابن عمہ وان یطعنوا فی ذلک علیہ فاوحی اللہ الیہ ہذہ الایۃ فقام علیہ السلام بولایتہ یوم غدیر خم یعنی حاکم ابو القاسم حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل میں ابن عباس و جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حق تعالی نے حکم فرمایا پیغمبر خدا کو کہ علی ابن ابیطالبؑ کو منصوب بخلافت سب کے سامنے فرماویں پس خبردار کریں انکو علی ابن ابیطالب کے اولی بتصرف ہونے کے ساتھ جو خلافت و امامت ہے پس پیغمبر خدا کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا منافقین است کہیں کہ اپنے ابن عم کی محبت کے باعث سے یہ کہتے ہیں یا سرکشی اسمیں آنحضرت سے اور فتنہ پردازی کریں پس حق تعالی نے اس آیہ کو بطور وحی آنحضرت پر نازل فرمایا پس آنحضرت نے روز غدیر خم ولایت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کو ظاہر فرمایا ایضا فیہ باسنادہ مرفوع عن ابن شبان بن علی الحنوی عن ابی صالح عن ابن عباس قال نزلت ہذہ الایۃ فی علی فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ بیدہ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وقد ورد ہذا الخبر

ابواسحق الثعلبی فی تفسیرہ باسنادہ مرفوعا الی ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ فی امر النبی ان یبلغ فاخذ رسول اللہ بید علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اور یہی تفسیر مین باسناد مرفوع ابن عباس سے ہی کہ اُسنے ابی صالح سے اور اُسنے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ یہ آیت نازل ہوئی علی ابن ابیطالب کے حق مین پس اُسکے بعد پیغمبر خدا نے ہاتھ آنحضرت کا پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اور یہی خبر کو ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہی اور منجملہ اخبار خاصہ کے جو روایات اس بارے مین جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مشہور ہین وہ بعض اُنمین سے مذکور ہوئین اور جناب سید سند نے جو اُسے حدیقہ مین نقل فرمایا ہی یہ ہی کہ ان اللہ تعالی اوحی الی نبیہ ان یستخلف علیا فکان یخاف ان یشق ذلک علی جماعۃ فانزل اللہ ھذہ الایۃ تشجیعا لہ علی القیام بما امرہ باداۂ والمعنی ان ترکت تبلیغ ما انزل الیک وکتمتہ کانک لم تبلغ شیئا من رسالات ربک فی استحقاق العقوبۃ یعنی تحقیق کہ حق تعالی نے وحی نازل فرمائی اپنے نبی پر تاکہ علی ابن ابیطالب کو اپنا خلیفہ و جانشین فرماوین پس پیغمبر خدا کو خوف اسکا تھا کہ یہ امر جماعت پر منافقین کی بہت دشوار ہوگا پس حق تعالی نے اس آیہ کو نازل فرمایا تاکہ خوف حضرت کا برطرف ہو اور جو حکم ہوا ہی اُسکی ادا پر قیام فرماوین اور معنی آیت کے یہ ہین کہ اگر تم ترک کروگے تبلیغ اس حکم کی جو تمھارے اوپر نازل کیا گیا ہی اور اسے پوشیدہ رکھوگے تو گویا تمنے کوئی چیز رسالت اور احکام الہی سے نہین پہونچائی اور اس صورت مین استحقاق عقوبت ہوگا اور جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ اخبار عامہ وخاصہ مین وارد ہوا ہی کہ آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الایۃ اس واقعہ مین نازل ہوا ہی جیسا کہ بعضے اخبار مذکور ہوے اور فخر رازی نے تفسیر کبیر مین از جملہ محتملات نزول آیہ مین کہا ہی کہ یہ آیہ فضیلت علی علیہ السلام مین نازل ہوا اور بعد نازل ہونے کے پیغمبر خدا نے ہاتھ علی ابن ابیطالب کا پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ پس عمر نے آنحضرت سے ملاقات کی اور کہا کہ گوارا ہو تمھین اے پسر ابوطالب صبح کی تمنے ہمارے مولا اور ہر مومن ومومنہ کے مولا ہوکر پھر کہا ہی کہ یہ قول ابن عباس سے اور براء ابن عازب اور محمد بن علی کا ہی اور شاہد اسپر کلام ثعلبی کا انکی تفسیر مین اور حسکانی کا شواہد التنزیل مین سے اور بہت جماعت نے روایت کی ہی کہ یہ آیہ امر غدیر مین نازل ہوا اور یہ صریح ہی اس بارے مین کہ مولا سے مراد خلیفہ وامام ہی کیونکہ حق تعالی کا اسطرح تہدید فرمانا کہ اگر پیغمبر خدا تبلیغ نہ فرماوین تو انکی کسی رسالت کی تبلیغ نہین کی اور پیغمبر خدا کا خائف ہونا اس سے کہ تبلیغ مبادا اثارہ فتنہ کا موجب ہو یہان تک کہ حق تعالی ضامن ہوا کہ انھین منافقین کی شر سے باز رکھیگا یہ سب دلیل اسکی ہین کہ وہ امر کہ جسکی تبلیغ کے لیے پیغمبر خدا کو حکم فرمایا وہ ایسا امر ہوگا کہ ابلاغ اُسکا موجب صلاح امور دین ودنیا کا آدمیون کی ہوگا اور اُس سے خلق کے لیے روز قیامت تک حلال و حرام ظاہر ہوگا اور شرائع دین اُسکے باعث سے ضائع ہونے سے اور متغیر ومتبدل ہونے سے محفوظ رہینگے اور اسکا قبول کرنا طبع مردم پر دشوار ہوگا اور جو احتمالات کہ حضرات اہلسنت نے مولا کے لفظ مین پیدا کیے ہین انمین سے

کوئی اس قسم کے امور کا مظنہ بھی نہین رکھتا مگر خلافت و امامت آنحضرت کی ایسی چیز ہی کہ جسکے باعث سے جو پیغمبر خدا نے
احکام دین و ایمان کی تبلیغ فرمائی اُسکا باقی رہنا ممکن ہی اور اِسی سے مسلمانون کے امور منتظم ہوتے ہین اور اِس جہت سے
کہ منافقین کے دلون مین جناب امیر علیہ السلام کی دشمنی اور عداوت پوشیدہ رہتی تھی پیغمبر خدا کو بہ نسبت منافقین کے
یہ مظنہ ہوا تھا کہ شور ان فتنہ و فساد کا ہوگا اسلیے حق تعالیٰ ضامن ہوا کہ آنحضرت کو اُنکی شر سے محفوظ رکھے انتہی ترجمہ
کلامہ رحمہ اللہ اور فی الواقع یہ ہی کہ جیسی تاکید شدید اور تہدید اس آیہ مین ہی وہ ظاہر ہی بلکہ کہہ سکتے ہین کہ اور آیات قرآنی
مین اسطرح حکم موکد بہ نسبت جناب رسالتمآب کے نہین ہوا اور اِسکی دلالت صاف اس بات پر ہی کہ وہ امر بہت ہی
عظیم ہی جسکے لیے ایسا حکم ہوا اور یقینی بادنی تامل یہ امر واضح ہوتا ہی اور بلاشبہ اس امر عظیم سے ارادہ خلافت و امامت
کا جو متعلق بامور دین و دنیا ہی بہت صحیح ہی اور کوئی امر بعد اقرار شہادتین اُس سے زیادہ نہین ہی خصوصًا بعد نازل ہونے کے
اس آیہ کے پیغمبر خدا کا اِس ولایت کو ظاہر فرمانا اور سب سے پہلے تین بار اقرار اولویت کا اُنکے نفوس سے لینا اور
اہتمام تبلیغ اُسمین فرمانا جیسا کہ روایات مین وارد ہی اور پھر کوئی امر جدید مثل اظہار واجب از قسم طاعات وغیرہ کا نہ
فرمانا جیسا کہ کوئی اُسپر شاہد نہین ہی کیسا قرینہ مخصصہ اس ارادے کے واسطے موجود ہی کہ جسے ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہی پھر
اُسکی توجیہ مین جو مفسرین نے اختلاف کیا ہی اکثر منشا اُسکا تعصب و عناد ہی جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی المسئلہ
الثانیہ لقائل ان یقول قولہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ معناہ فان لم تبلغ رسالتہ فما بلغت رسالتہ فای فائدۃ فی ہذا الکلام یعنی دوسرا مسئلہ
یہ ہی کہ کہنے والے کے واسطے پہونچتا ہی کہ کہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ اگر نہ کیا تو نے تو نہین پہونچائی رسالت اپنے
خدا کی اسکے معنی یہ ہین کہ اگر نہ پہونچائی رسالت اُسکی تو نہین پہونچائی رسالت اُسکی پھر اس کلام مین کیا فائدہ ہی بعد
اُسکے جمہور مفسرین کا جواب جو اُنھون نے کہا ہی اسطرح کہ مراد اس سے یہ ہی کہ اگر ایک اِس حکم کو نہ پہونچایا خلق کی طرف تو
تو ایسا ہوگا گویا اُسنے کوئی حکم احکام سے نہین پہونچایا اور اس جواب کے بعد لکھا ہی کہ میرے نزدیک یہ ضعیف ہی اِسلیے
کہ جو شخص بعض کو بجالائے اور بعض کو ترک کرے پس اگر اُسے کل کا ترک کرنے والا کہین تو جھوٹ ہوگا اور بھی اگر کہین کہ
مقدار جرم کی ترک بعض مین مثل مقدار جرم کے ترک کل مین ہی تو وہ بھی محال و ممتنع ہی پس ساقط ہوا یہ جواب بعد اسکے
کہا ہی کہ والاصح عندی ان یقال ہذا خرج علی قانون قولہ انا ابوالنجم وشعری شعری ومعناہ ان شعری قد بلغ الکمال فی الفصاحۃ والمتانۃ الی حیث
متی قیل فیہ انہ شعری فقد انتہی مدحہ الی الغایۃ التی لا یمکن ان یزاد علیہا فہذا الکلام یفید المبالغۃ التامۃ من ہذا الوجہ فکذا ہہنا فان
لم تبلغ رسالتہ فما بلغت رسالتہ یعنی انہ لا یمکن ان یوصف ترک التبلیغ کان ذلک تنبیہا علی غایۃ التہدید واللہ اعلم یعنی بہت صحیح میرے نزدیک یہ ہی کہ اسکے جواب
مین کہا جاے کہ یہ قول جناب قدس الٰہی کا اسطرح ہی کہ جیسا ابوالنجم شاعر کا قول ہی کہ مین ابوالنجم ہون اور شعر میرا میرا شعر ہی اور
معنی اُسکے یہ ہوتے ہین کہ شعر میرا اسقدر کمال مرتبہ فصاحت و متانت کو پہونچا ہوا ہی کہ جب کہا جاے کہ وہ شعر میرا ہی
تو اُسکی مدح انتہا کے درجہ کو پہونچ گئی کہ اب اُس سے زیادتی مدح مین ممکن نہین ہی پس یہ کلام اس وجہ سے مفید ہوتا ہی

مبالغہ تامہ کے لیے اسی طرح بیان پر خدا نے فرمایا ہو کہ اگر تو تبلیغ رسالت نہ کرے گا تو تو نے کوئی رسالت نہین
پہونچائی یعنی ممکن نہین ہو کہ موصوف ترک تبلیغ کے ساتھ ہو سکے اور یہ تنبیہ ہو اور انتہاے تہدید کے واللہ اعلم انتہی
ترجمہ کلامہ اب بچشم انصاف غور کے لائق یہ ہو کہ جو اِن مفسر نے تہدید بلیغ کی تفسیر کی ہو وہ کس احتمال کے ساتھ
چسپان ہو سکتی ہو کیونکہ دس وجہین احتمالات کی فخر رازی نے نزول آیہ مین لکھی ہین اور وہ یہ ہین کہ پہلا احتمال یہ ہو کہ آیہ
قصہ رجم و قصاص مین وارد ہوا ہو دوسرا یہ کہ درخصوص یہود سے دوستی کرنے کے بارے مین اور انکے دین اسلام کے
ساتھ ٹھٹھا کرنے مین وارد ہوا ہو تیسرے نزول اسکا درخصوص ازواج کے مخیر کرنے کے بارے مین ہو اس خوف سے
کہ وہ دنیا کو بسبب اسکے اختیار نہ کرین چوتھے یہ کہ دربارہ زید اور زینب بنت جحش کے آیا ہو پانچوین درخصوص
جہاد چھٹے درخصوص حکم لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ الایہ نازل ہوا ہو ساتوین یہ کہ نزول اسکا حق مسلمین مین حج
جبکہ شرائع اور مناسک کو وہ حضرت پہونچا چکے کیونکہ آنحضرت نے حجۃ الوداع مین یہ فرمایا ہو کہ ھل بلغت یعنی آیا
مین پہونچا چکا سب نے جواب مین عرض کیا کہ نعم اسوقت فرمایا اللھم فاشھد آٹھوین یہ کہ ایک درخت کے نیچے بعض
سفرون مین نازل ہوا تھا نوین یہ کہ نازل ہوا اِس بابت مین جو آنحضرت کو یہود و نصاریٰ سے تھی دسوین یہ کہ
فضیلت علی ابن ابیطالب مین نازل ہوا ہو جیسا کہ پہلے اِس سے نقل اسکے نزول کی مرویہ ابی سعید خدری اباُ ہو چکی پس
یہ امر پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ سوا قول اخیر کے جو بشہادت روایات فریقین ثابت ہو جتنے اقوال ہین سب پوچ
و بے حقیقت ہین اور مرجوح ہونا سب کا خود زبانی مفسر مذکور کے ثابت ہو کیونکہ اُسنے کہا ہو الاولی حملھا علی انہ تعالی امنہ
من مکر الیہود والنصاری من عنوہ بالا تہیم لقرینہ ما قبلہا وما بعدہا من کثیر من الآیات الواردۃ فی امرھم الامتناع ورود امر واحد قرینۃ بینھما ترجمہ
پس اور احتمالات سابقہ کے بے حقیقی اور انکا مرجوح ہونا اسی کے کلام سے ظاہر ہو اور علاوہ اسکے علماے امامیہ نے سب کے
جواب دیکر انہین باطل و ضعیف کیا ہو اور سوا اِس سے احتمال عاشر کے جو سب سے آخر مین ہو یعنی اسکا شان حضرت
امیر مین نازل ہونا سب محل نزاع سے خارج ہین پھر حاجت تطویل کلام کی انکے نقض و ابرام مین زیادہ متعلق
نہین ہو اسلیے اِس جگہ اہم و ضروریہ ہو کہ عنان توسن کلام میدان تحقیق احتمال اخیر کی طرف کہ تقویت نزول آیہ کی شان
جناب امیر علیہ السلام مین ہو پھیری جاے اور کلام امام حضرات اہلسنت کا پوچ اور بے حقیقت ہونا جو انھون نے
اسکے نازل ہونے کو امر یہود و نصاریٰ مین تقویت دی ہو ظاہر کیا جاے تاکہ حق بمرکز قرار پکڑے اور اسکے لیے
پہلے ضرور ہو کہ تمہید مین چند مقدمے قائم کیے جائین جیسا کہ جناب سیا سند نے فرمایا ہو تاکہ شکوک و شبہات کا
مدخل بند ہو پس جاننا چاہیے کہ اِس مین کوئی شک نہین ہو کہ یہ کریمہ مشتمل ہو قصواے تاکید اور منتہاے تہدید اور غایت
تاکید اور نہایت تشدید پر کیونکہ پہلے صریح بلفظ بلغ حکم تبلیغ ہو دوسرے اِس جہت سے کہ اُسے بقولہ فما بلغت رسالتہ
موکد فرمایا ہو کیونکہ وہ ایسی تہدید پر مشتمل ہو کہ اُس سے زیادہ اور مرتبہ زیادتی کا نہین ہو تیسرے اِس جہت سے کہ

بقوله انه یعصمک من الناس وعدہ فرمایا ہو اور یہ فریقین کے مفسرین کے نزدیک مسلم ہی کہ عنوان بیان کا مختلف ہو
پھر جو کچھ کہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ یہ آیہ بطریقہ قول ابی النجم شاعر و شعری شعری کے
پردۂ غیب سے جلوہ ظہور مین باہر آیا اور قول ابی النجم کے معنی یہ ہین کہ میرا شعر فصاحت و متانت مین نہایت
درجہ کو پہونچا ہی اس حیثیت سے کہ جب کوئی کسی شعر کو میرے میری طرف منسوب کرے پس بدرستیکہ اسکی
مدح کو قصوی غایت تک پہونچا چکا پس یہ مفید مبالغہ تامہ کے واسطے ہی پس اسی طرح اس آیہ کا مفاد اور مساق
عقول سلیمہ کے نزدیک ہی وکانہ قال ان لم تبلغ رسالته فما بلغت رسالته یعنی انه لایمکن ان یوصف بترک التبلیغ وکان ذلک تنبیہا علی غایة التهدید
اور مفسرین کے اقوال کی تضعیف مین کہا ہی کہ جو بعض کہتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہی کہ اگر ایک حکم کو نہ پہونچایا تو
اسکے مثل ہوگا جیسے کسی کو حکم نہ پہونچایا وہ میرے نزدیک ضعیف ہی کیونکہ جسنے بعض کی تبلیغ کی اور بعض کی نہ کی
اگر اس سے کہین کہ سب کی تبلیغ نہ کی تو یہ دروغ محض ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ مقدار جرم کی بعض کے ترک مین کل کے
ترک کی مقدار کے برابر ہی پس یہ بھی محال ہی اسکا جواب یہ ہی کہ جسے انھون نے جھوٹ جانا ہی وہ اسوقت جھوٹ
ہو سکتا ہی کہ جب کہنے والے نے یہ بطور حقیقت کہا ہو اور یہ بیان نہین ہی بلکہ بر سبیل تشبیہ ہی اور تشبیہ مین کذب
نہین ہی بلکہ وہ مبالغہ ہی اور کچھ نہین ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ بعض کے ترک کرنے کا جرم اشد ہوتا ہی پھر اگر اُسے
کل کے ترک سے مشابہ کرین تفخیم و مبالغہ کی راہ سے تو اسمین جھوٹ ہی نہ امتناع ہی اور اسپر عقول سلیمہ کا اجماع ہی اور
جسطرح سے کہ ہو لیکن سب کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہی کہ اصل اس آیہ مین تاکید اور مبالغہ تہدید مین ہی اب بنظر
انصاف دیکھنا چاہیے کہ اس تاکید کے لائق اور اس تہدید کے مناسب کون امر مہمات اسلامیہ سے ہی اور جسے حق تعالی نے
عقل سلیم اور وجدان مستقیم عنایت فرمایا ہی وہ جب بانصاف اسمین غور و تامل کرے گا تو یقینی جان سکتا ہی کہ کلام الہی
اس آیہ مین مقتضاے حال کے موافق ان وجوہ سے کسی وجہ پر سوا اسی احتمال کے جسے اہتمام ماشر فخر رازی نے لکھا ہی اور روایات
کے موافق مجمع علیہ فریقین ہی منطبق نہین ہوتا کیونکہ وہ ایسا امر عظیم ہی کہ اسی پر مدار حراست اسلام کا اور حفظ شرائع
احکام کا ہی اور اسی کے لیے منافقین کے دلون مین کینہ ہاے دیرینہ تھے جو لائق خوف کے تھے اور اُسی کے ذریعہ سے
اہل دنیا کو یقین تھا کہ ہم خزائن و اموال دنیا پر متصرف ہونگے اور اسی طمع سے اہل دنیا آمادہ قتل پر جناب
رسالتماب کے ہوے تھے اور عقبہ مین کپے آنحضرت پر ڈھلکاے تھے تا کہ وہ حضرت ہلاک ہوجائین پہلے اس سے
کہ کچھ خلافت و امامت کا انتظام فرمائین اور اسی لیے کہ حضرت کو اسکے اعلان مین انواع مخاوف کا منافقین سے
خیال تھا حق تعالی نے اپنے قول سے والله یعصمک من الناس اس خوف کو اپنے نبی کے دل سے دفع فرمایا اور اسکی
تقویت کو یہ کافی ہی کہ یہ آیہ سال حجة الوداع مین نازل ہوا کیونکہ اسوقت کفر کو بہت اضمحلال ہو چکا تھا اور یہود و نصاری
ضعیف تھے اور دین اسلام اچھی طرح قائم تھا اور اسکے احکام خوب شائع تھے ادنی شخص بھی مسلمانون سے کسی حکم

کرنے مین خوف کفار نہ رکھتا تھا چہ جائے پیغمبر خدا کہ حضرت کی تو وہ کمال قوت اور ظہور شوکت کا زمانہ تھا پس وقت
یہود و نصاری سے کیسا خوف جسکا امن آنحضرت کو بذریعہ اِس آیت کے دیا گیا پس احتمال خوف کا یہود و نصاری سے
محض خیال و توہم باطل ہی ہو سکتا ہے کہ قبل نزول اِس آیہ کے جناب رسالتمآب نے بنی نضیر و بنی قریظہ کا جوانی مدینہ منورہ
سے اخراج کر چکے تھے اور خیبر کو فتح کر چکے تھے اور حارس و مرحب کو قتل کر چکے اور فدک کو لیچکے تھے پھر کیا مقام بعد
خوف کا یہودیون سے تھا اور نصاری عس امن تھے جوانی مدینہ مین نہ تھے اور اُنسے مصالحہ بھی ہو چکا تھا اور رجوع مفسر
تفسیر کبیر نے اپنے مذہب مختار کی ترجیح مین استناد اِس سے کیا ہی کہ ایک آیہ اجنبیہ کا وارد ہونا بیچ مین اُن آیات کے
جو متعلق بذم یہود و نصاری ہین ممتنع ہی وہ حقیقت مین اجتہاد ہی مقابل اُن نصوص کے جو اِس بارے مین وارد
ہوئی ہین اور وہ فرع ہی اِسکی کہ تلاوت کی ترتیب ہر ہر آیت کا جمع موافق نزول کے ہی اور یہ مسئلہ تو اول نزاع ہی
اور جبکہ جمع کرنا اُن آیات کا جو امکنہ اور ازمنہ متفاوت مین بتقاریب مختلفہ و متخالفہ نازل ہوئی تھین اُس ترتیب
نزول کے موافق نہین ہوا اور خواہ بسبب صحابہ کے اجتہادات کے ہوا ہی جیسا کہ واقع مین ہی یا بسبب کسی مصلحت
شرعیہ اور حکمت توقیفیہ کے ہوا ہو جیسا کہ حضرات اہلسنت اِسکا گمان کرتے ہین اور تصریح فرماتے ہین پھر اب
ارتباط ایک آیہ کا دوسرے کے ساتھ کب لائق استناد ہو سکتا ہی بلکہ وہ موافق اپنی شان نزول کے دلالت
مطلوب پر کریگا اور لیکن آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا پس کثر حضرات اہلسنت مثل خسکانی
وغیرہ نے موافق جناب اخوند صاحب کے سعید خدری سے روایت کی ہی کہ ہم مجمع روز عید غدیر سے پھر تھے
کہ یہ آیت نازل ہوئی یعنی آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الایہ حاصل معنی اِسکے یہ ہین کہ آج کامل کیا مین نے تمہارے واسطے
دین تمہارا اور تمام کیا تمپر نعمت کو اپنی اور راضی ہوا اور پسند کیا مین نے تمہارے واسطے اسلام کو جو دین ہی
تمہارا پس پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین حمد کرتا ہون خدا کی دین کے کامل کرنے پر اور نعمت کے تمام کرنے پر اور
راضی ہونے سے پروردگار کے میری رسالت اور علی ابن ابیطالب کی ولایت پر اور دوسری روایت سے ہی
کہ فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر دین کے کامل کرنے پر الخ اور یہی نازل ہوا الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم و اخشون
یعنی آجکے دن ناامید ہوے کافر باطل کرنے سے تمہارے دین کے یعنی دین کی حفاظت کرنے والے خدا کی
طرف سے مشخص ہوگئے پس اب طامعین کے دندان طمع ابطال دین مین اکھڑ گئے اور یہ وہی ہی جو حضرات
ائمہ کرام سے ماثور ہی کہ فرماتے تھے فی کل خلف منا عدول ینفون عنہ تحریف الغالین و ابطال المبطلین پس اب مبطلین و کفار سے
نہ ڈرو اور مجھسے ڈرو حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ کافرین ناامید ہوے اور ظالمین یعنی منافقین
طمع مین پڑے اور فاضل سیوطی نے کتاب درمنثور مین ابن مردویہ سے اور ابن عساکر سے کہ اُنھون نے ابو سعید
خدری سے روایت کی ہی کہ جب حضرت رسولؐ نے علیؑ کو روز غدیر خم مین نصب کیا اور اُنکی ولایت کے ساتھ

آواز بلند کی اُسوقت جبرئیل نازل ہوے اور یہ آیہ لاے الیوم اکملت لکم دینکم اور روایت کی ہی ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب سے باسنادہ انکے ابوہریرہ سے کہ جب روز غدیر خم ہوا کہ وہ اٹھارھوین ماہ ذی حجہ کی ہی رسول خدا نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ پس یہ آیہ نازل ہوا اور صاحب کتاب جامع الاصول نے صحیح مسلم سے روایت کی ہی طارق بن شہاب سے کہ ایک جماعت نے یہود سے عمر ابن الخطاب سے کہا کہ اگر ہم گروہ یہود پر ایسا آیہ نازل ہوتا الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ اور جانتے ہم کہ یہ کسدن نازل ہوا ہی تو ہر آئینہ اُس روز کو اپنا روز عید قرار دیتے راقم رسالہ کہتا ہی کہ الحمد للہ کہ مومنین عارفین اُس روز کو روز عید اپنا جانتے ہین جیسا کہ اسے حق تعالی نے مقرر فرمایا اور اُس روز اہل حق کی آنکھون کو ٹھنڈا کیا وانہ لحق مثل ما انکم تنطقون واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون اور اسی لیے حق تعالی نے معاندین کی بھی زبانون پر اُسے جاری فرمایا تاکہ اہل حق کو وقت احتجاج اُس سے قوت ہو یہان تک کہ مخالفین نے اپنی کتابون مین اور محدثین فریقین نے اپنے صحف مین اُسے بطور حکایت و روایت لکھا اور ظاہر ہی کہ حدیث متفق علیہ بہت مضبوط حجت ہوتی ہی اگرچہ معاندین نے بہت کچھ اخفاے حق مین کوششین اور سیان کین اور یہ چاہا کہ کسی حیلہ سے ان آیات کو نص خلافت پر امیر المومنین علیہ السلام کے ہونے دین لیکن الحق یعلو ولا یعلی کسی طرح اسکا اخفا ممکن نہوا اور خفاے حق جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے کیا ہی جسکا جواب ہمنے دیا ہی اسی طرح جو حضرات سے زیادہ متعصب ہوے ہین انکے پیشواؤن سے انھون نے بھی دست و پا مارے مگر کچھ نہوا جیسا کہ بخاری و مسلم نے اپنی صحیح مین لکھا ہی کہ یہ آیہ حجت الوداع مین شب عرفہ کو نازل ہوا اور یہ مطابق اسکے ہی جو عمر ابن الخطاب سے انھون نے نقل کیا ہی روایت سابقہ مین بعد حکایت کرنے قول یہود کے کہ انھون نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ کسوقت نازل ہوا بروز جمعہ عرفہ کے دن نازل ہوا تھا قال سیوطی فی الاتقان اخرج ابوعبیدہ عن محمد بن کعب قال نزلت سورۃ المائدہ فی حجۃ الوداع بین المکۃ والمدینہ ومنہا اکملت لکم دینکم وفی الصحیح عن عمر انہا نزلت عشیہ عرفہ یوم الجمعہ عام حجۃ الوداع وله طرق کثیرۃ ولکن اخرج ابن مردویہ عن ابی سعید الخدری انہا نزلت یوم غدیر خم واخرج مثله من حدیث ابی ہریرہ وفیہ انہ الیوم الثامن ذی الحجۃ مرجعہ من حجۃ الوداع وکلاہما لا یصح فاضل سیوطی نے کتاب الاتقان مین لکھا ہی کہ ابوعبیدہ نے محمد بن کعب سے روایت کی ہی کہ سورۂ مائدہ حجت الوداع مین مکہ و مدینہ کے بیچ مین نازل ہوا اور اسی سے ہی آیہ الیوم اکملت لکم دینکم اور حدیث صحیح مین عمر سے منقول ہی کہ وہ آیہ شب عرفہ روز جمعہ سال حجت الوداع مین نازل ہوا اور اس روایت کے لیے بہت سے طریق ہین ولیکن ابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہی کہ وہ آیہ نازل ہوا روز غدیر خم مین اور اسی طرح حدیث ابی ہریرہ سے نقل کیا ہی اور اسمین ہی کہ روز نزول اسکا اٹھارھوین ذی حجہ کی تھی کہ وہ حضرت حجت الوداع سے تشریف لاتے تھے اور یہ دونون صحیح نہین ہوسکتے انتہی ترجمہ کلامہ لیکن جب اس سورہ کا نازل ہونا مکہ و مدینہ کے بیچ مین مسلم ہوا اور نازل ہونا

اس آیہ کا بخصوص روز غدیر موافق روایت ابوسعید کے اور ابوہریرہ کے بھی معلوم ہوا تو اب کلام خلیفہ ماننے کا کان
رکھنے کے قابل نہین ہوسکتا کیونکہ نہ روز عرفہ مکہ و مدینہ کے بیچ مین وقت مراجعت حج کے واقع ہوسکتا ہی اور نہ
اٹھارھوین کو ذی حجہ کی روز عرفہ کہہ سکتے ہین اگرچہ قوت حافظہ کا حال خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت کے معلوم ہی کہ
بارہ برس مین سورۂ بقرہ یاد نہو سکا اور وفات جناب رسالتماب مین آیہ وما محمد الا رسول کو بھول گئے تھے اسی طرح
اکثر آیات و احکام کے بارے مین اعتراف انکا ثابت ہی کہ کہا ہی گویا مین نے یہ سنا ہی نہ تھا لیکن بظاہر یہان محض
اخفاے حق کے واسطے یہ کہا ہوگا تاکہ نص خلافت وصی رسول کا اثبات نہونے پاے والا کہان روز عرفہ اور کہان
وقت مراجعت حج سے درمیان مکہ و مدینہ اور ہیجدہم ذی حجہ اور یہ تکذیب انکے قول کی محض شیعون کے کہنے سے
ثابت نہین ہی کہ حضرات اہلسنت کو انکار کا محل ہو بلکہ دو صحابیون کے بیان سے انکے قول کا خلاف واقع ہونا
ثابت ہی اور ظاہر ہی کہ دو شخصون کی نقل جب وہ ایک امر پر متفق ہون ایک سے کہ وہ اپنی روایت مین متفرد ہو اور
سہو کرنا اسکا اکثر مقام پر ثابت ہو پیش عقلا لائق اعتبار کے ہی فتفطن اور پھر ساتھ اسکے برتقدیر تنزل و تسلیم یہ ہی کہ
چونکہ آیہ تبلیغ کا اور وحی مؤکد کا اس خصوص مین نزول اور عصمت کا وعدہ شرور اہل صفاین سے خدا کی طرف سے
روز غدیر سے پہلے ہوا تھا اگر آیہ روز عرفہ کو نازل ہوا ہو جب بھی تو ہمارے مقصود کو مخل اور متعلق بامر ہو نہین سکتا
کیونکہ انکا اضمحلال اور استیصال تو پہلے اس سے ہوچکا تھا پھر انکے بارے مین کس تبلیغ کی ایسی ضرورت تھی اور کیا
انکا خوف تھا جسکے لیے خدا نے وعدہ عصمت فرمایا یہ بات تو ادنی تامل سے واضح ہوسکتی ہی جناب سید نے جو
اس جگہ بعد ابطال قول رازی کے فرمایا ہی بہترین اقوال سے یہ ہی فتعین ان یکون المراد ابلاغ حکم یتحقق بابلاغہ ابلاغ مجموع
الاحکام وبہ کمال الدین واتمام الانعام وانہ ہو الحکم الذی کان صعبا ثقیلا علی الاقوام من تعیین مصداق الاصل الرابع من اصول دین
الاسلام بنصب علی واظہار امامتہ ووجوب طاعتہ علی الانام لما علم ان قلوب القوم کانت مملوۃ من بغض علی علیہ السلام لقتلہ
لاباہم واخوانہم واولادہم واقاربہم فی غزوات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کما تضمنتہ الروایۃ السابقۃ من الثعلبی وغیرہ من الاعلام فکان ذلک
ہو المظنۃ لرجوع الناس قہقری الی الجاہلیۃ الکبری الخ اور ترجمہ اسکا یہ ہی کہ پس معین ہوا یہ کہ مراد اس سے ابلاغ ایسے حکم کا ہو
کہ جسکے ابلاغ سے جملہ احکام شرعیہ کا ابلاغ متحقق ہو اور بسبب اسکے اکمال دین کا اور اتمام انعام کا ممکن ہو اور وہ
وہی حکم ہی جو دشوار و گران تھا سب قومون پر معین کرنے سے مصداق اصل چہارم کے اصول دین حق سے بسبب منصوب
کرنے علی علیہ السلام کے اور ظاہر فرمانے انکی امامت کے اور واجب کرنے انکی طاعت کے سب خلق پر کیونکہ
جانا گیا ہی کہ سب قوم کے دلون مین علی علیہ السلام کی عداوت بھری ہوئی تھی بسبب اسکے کہ آنحضرت نے اکثر
مسلمون کے باپ دادا کو اور انکے بھائیون کو اور انکی اولاد کو اور عزیزون کو پیغمبر خدا کے ساتھ لڑائیون مین مارا تھا
جیسا کہ روایات سابقہ ثعلبی وغیرہ علما کے اس قصہ پر متضمن ہین پس یہی سبب سے یہ مظنہ تھا کہ وہ سب جاہلیت کی طرف

رجوع کر جائینگے اور اسلام سے پھر جائینگے جیسا کہ روایت قصہ حارث فہری کی جسکے حق مین آیہ سال سائل بعذاب واقع نازل ہوا اسپر شاہد ہی اور حذیفہ بن یمان کی روایت سے گئے لنڈھانے کی پیغمبر خدا کی راہ مین اور سوقت حضرت کا اہل نفاق کو اور بعض صحاب کو پہچاننا اسکے مصداق ہی اور یہی امر محتاج کرتا تھا طرف اس وعدہ عصمت بزرگ کے جو خدا نے فرمایا تھا پھر اسکے بعد جو سید نے فرمایا اسکا حاصل یہ ہی کہ گویا حق تعالی نے اس آیت مین نسبت اپنے نبی کے فرمایا کہ بھیجا اس چیز کو جو تیری طرف نازل کیا گیا ہی حکم سے بطور ایجاب فوری تعین کرنے مین علی بن ابیطالب کے واسطے امامت کے اور اگر تو اسے نہ کریگا اور اسمین اہمال کریگا تو ہوگا مثل اسکے جسنے کل کو نہ پہونچایا بعد اسکے چونکہ حق تعالی کو معلوم تھا کہ اس امر عظیم کا کرنا پیغمبر پر دشوار ہی بخوف ان عداوتون کے اور دشمنیون کے جو قوم کے دل مین ہین اسلیے حضرت کی توطین قلب اور تسلی خاطر کے واسطے اور تاکہ اسمین کچھ مبالاۃ نہ فرماوین یہ فرمایا کہ واللہ یعصمک من الناس پھر ذکر فرمایا ہی فقد تم النص واندفع الاحتمال الذی قصدہ الشقی الخناس الذی یوسوس فی صدور عوام الناس اور واضح رہے کہ اس ارادہ سید کا دفع کرنا اسکا ہی جو حدیث غدیر کے معنی ولایت مین تصرف کا ارادہ حضرات اہلسنت کے امام نے کیا تھا اور تفصیل اسکی انشاء اللہ عنقریب آتی ہی اور مناسب مقام تائید مرام کے لیے یہ ہی کہ ایک روایت کتب امامیہ سے ایسی نقل کیجاے کہ جس سے وہ تفصیل معلوم ہو جسے حضرات اہلسنت بطور مجمل ذکر کرتے ہین اور سید سند نے اسے حدیقہ مین نقل فرمایا ہی پس واضح ہو کہ روایت طولانی حدیقہ مین مسطور ہی کہ کہا انھون نے ان اللہ امر رسولہ فی سنۃ عاشرۃ من ھجرتہ من مکۃ الی المدینہ ان یحج ھو ویحج الناس فاوحی اللہ الیہ بذلک واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق یعنی حق تعالی نے حکم فرمایا اپنے پیغمبر کو دسوین برس ہجرت سے کہ حج فرماوین وہ حضرت اور سب آدمی آنحضرت کے ساتھ حج کرین پس وحی فرمائی طرف آنحضرت کے اس آیت کے ساتھ جسکے ظاہر معنی یہ ہین کہ ندا دو آدمیون مین یعنی حکم کو انمین ظاہر کرو اسطرح کہ انھین دعوت کرو حج کی طرف کہ پیادہ و سوار اور جو دور کے رہنے والے ہین وہ بھی سب حج مین تمھارے پاس حاضر ہون پس پیغمبر خدا نے حکم فرمایا منادیون کو کہ انھون نے بلندی اور پستی کے رہنے والون کو یہ ندا دی کہ آگاہ ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس سال حج کا ارادہ فرمایا ہی اسلیے کہ تمام لوگو مناسک حج کے تعلیم فرماوین تاکہ سنت نبوی آخر زمان تک جاری رہے یہ سننے کے بعد کوئی انمین سے جو دائرہ اسلام مین داخل ہوے تھے باقی نہ رہا مگر یہ کہ اس سال دہم ہجرت کی آنحضرت کے ساتھ موسم حج مین حاضر ہوا اور وہ حضرت سب کے ساتھ مع اپنے ازواج کے سفر حج کے لیے باہر مدینہ سے تشریف لیے اور وہ حج حجۃ الوداع تھا اور جب مناسک حج کو ادا فرما چکے اور محدثات اور بدعات جاہلیت کو زائل کر چکے تو داخل مکہ ہوے اور وہان مقیم تھے کہ جبرئیل پہلے سورہ عنکبوت کے ساتھ خداوند جلیل کی طرف سے آئے اور کہا آنحضرت سے کہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا

صدقوا ولیعلمن الکاذبین ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ساء ما یحکمون کہ حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ آیا گمان کرتے ہین آدمی کہ چھوڑ دیے جائینگے ساتھ اسی قدر کے جو کہتے ہین کہ ہم ایمان لاے ہین اور حال یہ ہی کہ آزمائش کیے جائینگے اور بہ تحقیق کہ آزمائش کی ہی مین نے ان شخصون کی جو ان سے پہلے گذر گیے ہین پس ہر آیینہ ملاحظہ فرمائیگا حال کو انکے دعوی ایمان مین جھوٹے ہین آیا گمان کرتے ہین وہ اشخاص جو عمل بد کرتے ہین کہ مجھپر بھی سبقت لیجائینگے بدی وہ حکم جو کرتے ہین بعد اسکے رسول خدا نے فرمایا کہ اے جبرئیل وہ فتنہ کیا ہی پس جبرئیل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ بدرستیکہ حق تعالی نے تجھپر سلام فرمایا ہی اور تیرے لیے فرماتا ہی کہ نہین بھیجا مین نے کسی پیغمبر کو تمسے پہلے مگر یہ کہ حکم فرمایا اسے اسکی اجل کے پہونچنے کے قریب ساتھ اس امر کے کہ اپنی امت پر خلیفہ کرے بعد اپنے ایسے شخص کو جو اسکے قائم مقام ہو اور اسکی سنتون کو زندہ رکھے پس اسکے فرمان بردار رہتے گو اور اسکے مخالفین دروغگو ہوتے ہین دعوی ایمان مین وقد دنا یا محمد مصیرک الی ربک وجنته وهو یامرک ان تنصب لامتک من بعدک علی بن ابی طالب وتعهد الیه فهو الخلیفة القائم برعیتک وامتک ان اطاعوه وان عصوه وسیفعلون وهی الفتنة التی تلوت علیک الایة فیها وان الله عز وجل یامرک ان تعلمه جمیع ما علمک وتستحفظه جمیع حفظک واستودعک فانه الامین المؤتمن یا محمد انی اخترتک من عبادی نبیا واخترته لک وصیا یعنی قریب پہونچا ہی اے محمد وقت موت اور رجوع تمھارا تمھارے پروردگار کی طرف اور تشریف لیجانا تمھارا اسکے بہشت کی طرف اور وہ حکم فرماتا ہی تمکو کہ نصب کرو اپنی امت کے واسطے اپنے بعد کے لیے علی ابن ابیطالب کو اور عہد کرو انکی طرف پس وہ خلیفہ بحق ہی کہ قائم ہوتا ہی ساتھ ان امرون کے جنکی طرف تمھاری امت محتاج ہی خواہ اطاعت کرین خواہ اسکی نافرمانی کرین اور قریب ہی کہ نافرمانی کرینگے اور یہی ہی وہ فتنہ اور آزمائش جسکا وعدہ اس آیت مین ہی جو مین نے تمپر پڑھی ہی اور بہ تحقیق کہ خداے عز وجل حکم فرماتا ہی تمھین کہ تعلیم کرو اسے سب وہ کچھ جو تمکو خدا نے تعلیم فرمایا ہی اور یاد لاؤ اسے وہ سب جو تمھین یاد دلایا گیا ہی اور تمھین سپرد کیا گیا ہی پس بدرستیکہ وہ امین مؤتمن ہی اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بدرستیکہ مین نے تجھے اپنے بندون سے برگزیدہ کیا نبوت کے لیے اور اس سے برگزیدہ کیا تیرے وصی ہونے کے لیے فدعا رسول الله صلی الله علیه وآله علیا فخلا به یومه ذلک ولیلته واستودعه العلم والحکمة التی آتاه الله ایاها وعرفه ما قال جبرئیل وکان ذلک فی یوم عائشة بنت ابی بکر فقالت یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لقد طال استخلاؤک بعلی منذ الیوم قال فاعرض عنها رسول الله صلی الله علیه وآله فقالت لم تعرض عنی یا رسول الله بامر لعله یکون لی صلاحا فقال صدقت وایم الله وانه لامر صلاح لمن سعد بقبوله من الایمان به وقد امرت بدعاء الناس جمیعا وستعلمین ذلک اذا انا قمت به فی الناس یعنی بعد اسکے طلب فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو اور بعد اسکے خلوت فرمائی انکے ساتھ اس دن اور اسکی شب کو بھی اور امانت سپرد فرمائی انھین اس علم و حکمت کی جو خداوند عالم نے آنحضرت کو عطا فرمائی تھی اور سمجھایا انھین وہ جسکے لیے جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا اور یہ امر نوبت عائشہ بنت ابی بکر مین واقع ہوا تھا پس کہا عائشہ نے کہ اے رسول خدا خلوت کا زمانہ آپکی علی علیہ السلام کے ساتھ بہت طولانی ہوا صبح سے ابھی تک خلوت نہین تمام ہوئی

یہ سنکر حضرت نے منھ اپنا پھیر لیا عائشہ کی طرف سے عائشہ نے کہا کسلیے آپ منھ پھیرتے ہین ای رسول خدا
اپنے اُس خبر سے کہ شائد اُسمین میری صلاح ہو یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ سچ کہا تو نے قسم بخدا کہ وہ امر صلاح کا ہو اُسکے
جو اُسکے قبول کرنے سے سعادت اندوز ہو اور اُسکے ساتھ جلد ایمان لاے وبہ تحقیق کہ مین مامور ہوا ہون کہ سب
خلق کو اُسکی طرف دعوت کرون اور قریب ہی کہ تو بھی جانے گی جسوقت کہ مین اُس سے خبر دونگا اُسے سب خلق کے
بیچ مین قالت یا رسول اللہ تخبرنی بہ الان لاتقدم بالعمل بہ والاخذ بما فیہ الصلاح عائشہ نے کہا کہ ای رسول خدا اُسی وقت مجھے
اُس سے خبر دیجیے گا کہ تا مین سبقت کرون اُسپر عمل کرنے مین اور سکھینے مین اُسکے جسمین مصلحت میرے لیئے ہی ہو قال ساخبرک
بہ فاحفظیہ حفظک اللہ فی العاجلة والآجلة جمیعا وکانت لک الفضیلة والسبقة الی الایمان باللہ ورسولہ وان اذعتہ وترکت رعایتہ ما
القیتہ الیک منہ کفرت بربک وحبط اجرک وبرئت منک ذمة اللہ وذمة رسول اللہ وکنت من الخاسرین یعنی فرمایا کہ قریب ہی کہ مین خبر دونگا تجھے اُس سے
پس چاہیے کہ حفظ کرے تو اُسکے ساتھ تاکہ حفاظت کرے تیری خداے عزوجل دنیا اور آخرت دونون مین اور یہ
تیرے لیئے فضیلت اور سبقت طرف ایمان کے ساتھ خدا ورسول خدا کے اور اگر میرا راز افشا کریگی اور ترک کریگی
رعایت اُسکی جو تیری طرف مین اُس راز سے القا کرونگا تو کافر ہوگی تو اپنے پروردگار سے اور ثواب تیرا محو ہو جائیگا
اور خدا ورسول کا ذمہ اُس سے بری ہوگا اور تو زیان کارون سے ہوگی فقال ان عمری قد انقضی وامرنی ربی ان انصب علیا
للناس علما واجعلہ فیہم اماما واستخلفہ کما استخلف الانبیاء من قبلی اوصیاءہا وانا صائر الی امر ربی وآخذ فیہ بامرہ فلیکن ہذا الامر منک تحت لسانک الی ان یاذن
اللہ بالقیام فضمنت لہ ذلک یعنی بعد اُسکے فرمایا پیغمبر خدا نے کہ عمر میری یعنی زندگانی دنیا تمام ہوئی اور حکم فرمایا ہی خدا نے
میرے مجھے کہ منصوب کرون علی علیہ السلام کو خلق کے لیئے علم ہدایت اور گردانون اُسکے واسطے خلق مین منصب امامت
اور استخلاف کرون اُسکے ساتھ یعنی اپنا خلیفہ اپنی اُمت کے لیئے اُسے کرون جیسا کہ اور پیغمبرون نے مجھسے پہلے اپنے
وصیون کو اپنی اُمت مین خلیفہ وجانشین کیا تھا اور مین رجوع کرتا ہون اپنے پروردگار کے حکم کی طرف اور عمل کرونگا
اُسکے عمل مین لانے سے موافق اُسکے حکم کے پس چاہیے کہ تو اس راز کو اپنے دل کی تاریکی کے اندر پوشیدہ رکھ
یہان تک کہ حق تعالی مجھے حکم فرماے اُسکے ظاہر کرنے کو بعد اُسکے عائشہ نے اپنے ذمہ مین لیا اُسکے اخفا کو وقد اطلع
اللہ نبیہ علی ما یکون منہا فیہ ومن صاحبہا حفصة وابویہما فلم تلبث ان اخبرت حفصة واخبرت کل واحدة منہما اباہا فاجتمعا فارسلا
الی جماعة الطلقاء والمنافقین فخبراہم بالامر فاقبل بعضہم علی بعض وقالوا ان محمدا یرید ان یجعل ہذا الامر فی اہل بیتہ کسنة کسری وقیصر الی
آخر الدہر ولا واللہ ما لکم فی الحیوة من حظ ان افضی ہذا الامر الی علی بن ابی طالب وان محمدا عاملکم علی ظاہرکم وان علیا یعاملکم علی ما یجد فی نفسہ منکم فاحسنوا
النظر لانفسکم فی ذلک وقدموا رایکم فیہ ودار الکلام فیما بینہم واعادوا الخطاب واجالوا الرای فاتفقوا علی ان ینفروا بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ ناقتہ علی عقبة ہرشی وقد کانوا صنعوا مثل
ذلک فی غزاة تبوک فصرف اللہ الشر عن نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ من القتل والاغتیال والسم علی غیر وجودہ یعنی بعد اُسکے مطلع کیا خدا نے اپنے پیغمبر کو اُس چیز
جو اُنسے واقع ہوا اور خصوص اُس راز کے اور اُنکی صاحبہ حفصہ سے اور اُن دونون کے باپون سے اور یہ اشارہ ہی طرف آیہ کریمہ ولقد صغت قلوبکما

کی طرف بعد اسکے کچھ مدت نہ گذری تھی کہ عائشہ نے حفصہ سے کہا اور ان دونون نے اپنے اپنے باپ سے اسے بیان کیا اور وہ دونون جمع ہوے اور جمع ہو کر ایک جماعت طلیقان و منافقان کے پاس کہنے والے کو بھیجا اور حقیقت امر سے آگاہ و خبردار کیا بعد اسکے متوجہ ہوے بعض انکے ساتھ دوسرے بعض کے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ چاہتے ہین کہ اس امر کو اپنے اہلبیت مین کرین اور اپنے خاندان سے باہر نہ جانے دین مثل طریقہ کسری و قیصر کے آخر زمان دنیا تک و قسم خدا کی کہ تمھارے واسطے کوئی حظ اور لطف زندگانی دنیا کا باقی نہین رہیگا اگر یہ امر علی ابن ابیطالب تک پہونچا بدرستیکہ محمد تمھارے ساتھ معاملہ ظاہر اسلام کے ساتھ کرتے تھے اور بدرستیکہ علی ابن ابیطالب تمھارے ساتھ معاملہ کرینگے موافق اسکے جو تمھارے دل مین ہوگا پس فکر خوبی کی کرو اسلیے جسمین تمھارے نفوس کی صلاح آئین ہوا اور مکر اس فکر کا ذکر اپنے آپسمین کیا اور اپنی رائین بیان کین بعد اسکے اسپر اتفاق کیا ان منافقین نے کہ آنحضرت کے ناقہ کو عقبہ ہرشی پر دوڑائین تاکہ دشمن آنحضرت کے پہاڑ پر ناقہ سے گر کر ہلاک ہو جائین اور یہ تازہ مضمون نہ تھا بلکہ ایک مرتبہ اور بھی اس سے پہلے غزوہ تبوک مین مثل اسی حرکت ناسزا کے انسے سرزد ہو چکی تھی لیکن حق تعالی نے انکے شر کو آنحضرت سے دفع فرمایا تھا اور شر انکا بوجوہ متعددہ تھا اور انھون نے کسی پر قدرت نہ پائی تھی نہ قتل پر نہ اغتیال پر نہ زہر دینے پر وقد کان اجمع اعداء رسول اللہ من الطلقاء من قریش و المنافقین من الانصار و من کان فی قلبہ من الارتداد من العرب فی المدینہ و من حولہا فعقدوا و تحالفوا علی ان ینفروا بہ ناقتہ و کانوا اربعۃ عشر رجلا و کان من عزم رسول اللہ ان تقیم علیا علیہ السلام و ینصبہ للناس بالمدینہ اذا قدم یعنی اور مجتمع ہوے تھے دشمنان پیغمبر خدا ان اشخاص سے جنھون نے قید اسلام سے بسبب فدیہ دینے کے رہائی پائی تھی قریش سے اور اہل نفاق سے جو حضرات کے صحابیون سے تھے پس آپسمین انھون نے عہد و پیمان کیا تھا اور ہم قسم ہوے تھے اس بات پر کہ حضرت کے ناقہ کو زمین ناہموار پر ڈرا کر دوڑائین اور وہ چودہ شخص تھے اور پیغمبر خدا کا یہ قصد مصمم تھا کہ علی ابن ابیطالب کو مدینہ مین پہونچکر وصایت کے ساتھ منصوب فرماوین فسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یومین و لیلتین فلما کان فی الیوم الثالث اتاہ جبرئیل باخر سورۃ الحجر فقال اقرا و لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین انا کفیناک المستہزئین و قال و رحل رسول اللہ و السیر مسرعا علی دخول المدینہ لینصب علیا علما للناس فلما کانت اللیلۃ الرابعۃ ہبط جبرئیل فی اخر اللیل فقرا علیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ و اللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین و ہم الذین ہموا برسول اللہ یعنی پس حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ دو دن اور دو راتین راہ چلے تھے کہ تیسرے دن جبرئیل آئے اور آخر سورہ حجر کو لاے اور کہا کہ پڑھو قول حق عز و جل کو جو فرماتا ہے اور حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ ہر آئینہ پوچھینگے ہم سب سے جو کچھ کہ وہ عمل مین لاتے ہین پس ظاہر کرو اس چیز کو جسکے لیے تم مامور ہوے ہو اور منہ پھیر و جماعت مشرکین سے بدرستیکہ مین نے کفایت کی ہے تیرے لیے یعنی تیری حفاظت کی ہے اور دفع کیا ہے شر کو

ہنسنے والون کی تجھسے پس کوچ فرمایا آنحضرت نے کہ جلدی کرتے تھے سفر مین اس ارادے سے کہ مدینہ مین جلد داخل ہون تاکہ جلد داخل ہوکر علی کو امامت کے ساتھ منصوب فرماوین اور انہین علم ہدایت خلق کے لیے قرار دین پس جبکہ چوتھی رات سفر کے لیے پہونچی تو پھر جبرئیل بحکم خداوند جلیل آخر شب کو تشریف لاے اور آیہ یا ایہا الرسول کو آنحضرت پر پڑھا جسکا محصل مضمون یہ ہی کہ ای رسول خدا پہونچاؤ اس پیام کو جو بھیجا گیا ہی تمھاری طرف تمھارے پروردگار کی جانب سے دربارۂ علی ابن ابیطالبؑ کے اور اگر نہ کروگے اس کام کو پس ایسا ہی کہ تبلیغ کسی رسالت کی نہین کی اور وہ خدا عاصم اور حافظ تیرا ہی شر خلق سے بدرستیکہ خدا ہدایت نہین کرتا قوم کفار کو اور یہ وہ جماعت ہین جنھون نے پیغمبر خدا کے ساتھ ارادہ بد کیا تھا یہ سنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اما ترانی یا جبرئیل اغذ السیر مجتا فیہ لادخل المدینۃ فافرض ولایتہ علی الشاهد والغائب فقال لہ جبرئیل ان اللہ یامرک ان تفرض ولایتہ غدا اذا نزلت منزلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعم یا جبرئیل غدا افعل ذلک ان شاء اللہ وامر رسول اللہ بالرحیل من وقتہ وسار الناس معہ حتی نزل بغدیر خم وصلی بالناس وامرهم ان یجتمعوا الیہ ودعا علیا ورفع رسول اللہ ید علی الیسری بیدہ الیمنی ورفع صوتہ بالولاء لعلی علی الناس اجمعین وفرض طاعتہ وامرهم ان لا یتخلفوا علیہ بعدہ وخبرهم ان ذلک من امر اللہ وقال لهم الست اولی بالمومنین من انفسهم قالوا بلی یا رسول اللہ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ ثم امر الناس ان یبایعوہ فبایعہ الناس جمیعا فلم یتکلم منهم احد وقد کان ابو بکر وعمر تقدما الی الجحفۃ فبعث الیهما وردهما قال لهما النبی صلی اللہ علیہ وآلہ مہ یا ابن ابی قحافۃ ویا عمر بایعا علیا بالولایۃ من بعدی فقالا امر من اللہ ورسولہ فقال وهل یکون مثل هذا من غیر امر اللہ نعم امر من اللہ ورسولہ فبایعا ثم انصرفا وسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی یومہ ولیلتہ حتی اذا دنوا من عقبۃ هرشی فتقدمہ القوم فتواروا فی ثنیۃ العقبۃ وقد حملوا معهم دبابا وطرحوا فیہا حصی قال حذیفۃ فدعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودعا عمار بن یاسر وامرہ ان یسوق ناقتہ وانا اقودها یعنی حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ ای جبرئیل آیا تم دیکھتے نہین کہ مین بسرعت وکوشش تمام سفر کر رہا ہون تاکہ مدینہ پہونچون پس وہان پہونچکر ولایت کو علی ابن ابیطالبؑ کے شاہد وغائب پر واجب کرون یہ سنکر جبرئیل نے آنحضرت سے کہا کہ بدرستیکہ خداوند عالم بتعیین حکم فرماتا ہی کہ کل کے دن ولایت علی ابن ابیطالبؑ کو فرض و واجب کرو جبکہ اپنی منزل پر اترو پس پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ای جبرئیل یقینی کل کے روز اس کام کو کرونگا انشاءاللہ تعالی اور اسی وقت سے حضرت نے کوچ کا حکم دیا اور سب حضرت کے ساتھ روانہ ہوے یہان تک کہ بہ مقام غدیر خم اترے اور حضرت نے نماز ادا فرمائی بجماعت اور علی ابن ابیطالبؑ کو ولایت کے ساتھ منصوب فرمایا اور تفصیل اس قصہ کی انشاءاللہ عنقریب بیان مین حدیث غدیر خم کے احادیث نصوص امامت مین آنحضرت کے آئیگی انشاءاللہ تعالی پھر حذیفہ نے کہا کہ سیر فرمائی ان جناب نے جماعت اصحاب کے ساتھ بقیہ مین اس روز وشب کی یہان تک کہ پہونچے وہ حضرت قریب عقبہ ہرشی کے اور جب اس گھاٹی کے قریب وہ حضرت پہونچے تو جو منافقین تھے وہ آگے بڑھ گئے اور جو بیچ اس گھاٹی کے تھے اسمین جاکر چھپ رہے اور اپنے ساتھ کچھ چھرے کے رکھتے تھے اور انمین پتھر کے ٹکڑے بعض سے تھے

تاکہ جب انھین دھکا دین تو اُس سے آواز برجی اور ھیبت پیدا ہو کہ بسبب اُسکی ہیبت کے آنحضرت کا ناقہ
رم کرے اور العیاذ باللہ وہ حضرت ہلاک ہون حذیفہ کہتے ہین کہ قریب اُس عقبہ کے پہونچکر جناب پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھے اور عمار یاسر کو بلایا اور حکم دیا کہ ہم دونون آدمی ناقہ کو آنحضرت کے لیچلین اور مین آگے سے
کھینچتا تھا اُسے حتی اذا صرنا فی راس العقبۃ ثار القوم من ورائنا ودحرجوا الدباب بین قوائم الناقۃ فذعرت وکادت تنفر برسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ فصاح بہا النبی لیس علیک باس فانطقہا اللہ بقول عربی فصیح فقالت یا رسول اللہ لا ازلت یدا عن مستقر ید ولا رجلا عن موضع رجل وانت علی
ظہری فتقدم القوم علی الناقۃ لیدفعوہا فاقبلنا انا وعمار نضرب وجوہہم وکانت لیلۃ مظلمۃ فزالوا عنا وایسوا ما ظنوا وقدروا یعنی جسوقت کہ ہم سر عقبہ پر ہونچے
تو منافقین ہمارے پشت سر کی طرف سے دوڑے اور ہیجان مین آئے اور جو بچے کہ لیے ہوے تھے انھین
ناقہ کے پاؤن کے بیچ مین سے دھلکایا پس ناقہ نے وحشت کی اور قریب تھا کہ رم کرے اور کوئی آسیب
آنحضرت کو پہونچے پس پیغمبر خدا نے بآواز بلند ناقہ سے خطاب فرمایا کہ تجھپر کوئی حرج نہین ہی اُسوقت
وہ ناقہ قدرت خدا سے گویا ہوا اور بقول عربی فصیح حضرت سے عرض کیا کہ قسم ہی خدا کی ای رسول خدا کہ
نہ کسی ہاتھ کو اُسکی جگہ سے اور نہ پاؤن کو اُسکے مقام سے ہٹاؤنگا جسوقت تک کہ آپ میری پیٹھ پر تشریف
رکھتے ہین پس قوم منافقین بڑھکر ناقہ کی طرف آئے تاکہ اُسے اپنے ہاتھون سے اُسکی جگہ سے دفع کرین اور گرا دین
پس مین اور عمار اُس شب تار مین آگے بڑھے اور اُنکے منھ پر مارنا شروع کیا یہان تک کہ وہ پس پا ہوے اور بھاگے
اور جسکی انھین اُمید تھی اُس سے مایوس ہوے فقلت یا رسول اللہ من ہولاء القوم الذین یریدون ما تری فقال یا حذیفۃ ہولاء
المنافقون فی الدنیا والاخرۃ فقلت الا تبعث الیہم یا رسول اللہ رھطا فیاتوا برؤسہم فقال ان اللہ امرنی ان اعرض عنہم واکرہ ان یقول الناس انہ دعا اناسا من
قومہ واصحابہ الی دینہ فاستجابوا لہ فقاتل بہم حتی ظہر علی عدوہ ثم اقبل الیہم فقتلہم ولکن دعہم یا حذیفۃ فان اللہ لہم بالمرصاد وسیمہلہم قلیلا ثم یضطرہم الی عذاب
غلیظ فقلت من ہولاء المنافقون یا رسول اللہ من المہاجرین ام من الانصار فسماہم رجلا رجلا حتی فرغ عنہم وقد کان فیہم اناس کنت کارہا ان یکونوا فیہم فسکت عند ذلک
پس عرض کیا مین نے کہ ای رسول خدا یہ کون قوم ہین جو ایسا ارادہ فاسد جیسے آپ نے ملاحظہ فرمایا دل مین
رکھتے ہین پس فرمایا کہ ای حذیفہ یہ منافقین ہین دنیا و آخرت مین پس عرض کیا مین نے کہ کیا وجہ ہی کہ ایک جماعت
کو آپ اُنپر نہین بھیجتے کہ اُنکے سر کاٹ کر آپ پاس لائین پس ارشاد فرمایا کہ حق تعالی نے مجھے حکم فرمایا ہی کہ اُنسے
اعراض و روگردانی کرون اور مین کراہت رکھتا ہون اِس سے کہ لوگ کہین کہ فلان شخص نے اپنی قوم سے
ایک جماعت کی اپنے دین کی طرف دعوت کی پس انھون نے اُسے قبول کیا پس انھین اپنا شریک کرکے دعوی الوہ
جنگ اپنے دشمنون سے کیا یہان تک کہ اُنپر غالب آیے پھر انھین سے مقابلہ کیا اور انھین مارا و لیکن چھوڑ دے
انھین انکے حال پر کہ حق تعالی محل انتظار مین ہی اور قریب ہی کہ تھوڑی مہلت دیکر انھین سخت عذاب کی طرف
بھیجیگا پس عرض کیا مین نے کہ یہ منافقین کون ہین مہاجرین سے ہین یا انصار سے ہین پس پیغمبر خدا نے

نام بنام ایک ایک کا مجھے نشان دیا یہان تک کہ آخر تک اُنکے نامون سے پہونچے کہ بہ تحقیق اُنکی وہ جماعت تھی کہ مین مکروہ رکھتا تھا کہ وہ اُنمین داخل ہون پس جسوقت کہ آنحضرت نے تصریح اُنکے نامون کی فرمائی تو مین چپ ہوا اور مین نے سکوت کیا فقال رسول اللہ یا حذیفة کانک عصاک فی یعنی من سمیت لک ادفع راسک الیھم فرفعت طرفی الی القوم وھم وقوف علی الثنیة فبرقت برقة فاضاءت جمیع ما حولنا وثبتت حتی خلتھا شمسا طالعة فنظرت واللہ الی القوم فعرفتھم رجلا رجلا فاذا ھم کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ والقوم اربعة عشر تسعة من قریش وخمسة من سائر الناس فقال الفتی سمھم لنا یرحمک اللہ فقال حذیفة واللہ ابوبکر وعمر وعثمان وطلحة وعبد الرحمن وسعد بن ابی وقاص وابو عبیدة بن الجراح ومعویة بن ابی سفیان وعمرو بن العاص ھولاء من قریش واما الخمسة الاخر فابو موسی الاشعری والمغیرة بن شعبة الثقفی واوس بن الحدثان البصری وابو ھریرة وابو طلحة الانصاری قال حذیفة ثم انحدرنا من العقبة وقد طلع الفجر فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فتوضا وانتظر اصحابہ فانحدروا من العقبة واجتمعوا ورایت القوم باجمعھم وقد دخلوا مع الناس وصلوا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یعنی بعد اسکے آنحضرت نے بعلم نبوت میرے دل کے حال کو پہچانا اور فرمایا کہ اے حذیفہ گویا تو شک رکھتا ہو بعض ان اشخاص مین کہ جنکے نام مین نے تجھے بتاے سر اپنا اُنکی طرف بلند کر تاکہ تو خود دیکھ لے پس مین نے نظر اپنی اُنکی طرف بلند کی وہ چوٹی کے اوپر کھڑے تھے پس ایک برق چمکی اُس سے اطراف روشن ہو گئے اور وہ روشنی ٹھہری یہان تک کہ گمان کیا مین نے کہ آفتاب نے طلوع کیا ہو پس قسم بخدا کہ دیکھا مین نے اُنہین اور ایک ایک کو پہچانا کہ جسطرح آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا اُسی طرح پایا مین نے کہ جو وہ شخص تھے نو قریش سے اور پانچ اورون سے پس وہ جوان انصاری کہ جو حال دریافت کرنے کو حذیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا تھا اُسنے کہا کہ نام اُنکے مجھے بتاؤ خدا تمپر رحمت اپنی بھیجے یہ سُنکر حذیفہ نے کہا کہ قسم ہو خدا کی کہ وہ نو شخص پس ابوبکر اور عمر و عثمان و طلحہ و عبد الرحمن و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح و معاویہ بن ابی سفیان و عمرو بن عاص یہ اشخاص قریش سے تھے اور پانچ نفر اور پس وہ ابو موسی اشعری اور مغیرہ بن شعبہ ثقفی اور اوس بن الحدثان بصری اور ابوہریرہ و ابو طلحہ انصاری تھے اسکے بعد حذیفہ نے فرمایا کہ بعد اسکے ہم پہاڑ کی گھاٹی سے نیچے اترے درحالیکہ فجر طالع ہو چکی تھی پس پیغمبر خدا اترے اور وضو فرمایا اور انتظار صحابیون کا فرمایا یہان تک کہ وہ سب اترے گھاٹی سے اور مجتمع ہوے اور دیکھا مین نے اُن سب کو کہ جماعت مین آے اور سب کے ساتھ شریک ہوے اور پیغمبر کے پیچھے نماز مین مشغول ہوے فلما انصرف من صلوتہ التفت فنظر الی ابی بکر وعمر وابی عبیدة یتناجون فامر منادیا فنادی فی الناس لا تجتمع ثلثة نفر من الناس یتناجون فیما بینھم بسر فارتحل رسول اللہ بالناس من منزل العقبة یعنی پس جبکہ نماز سے حضرت فارغ ہوے تو التفات فرمایا طرف ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ کے تو دیکھا حضرت نے کہ آپسمین مخفی مشورہ کرتے ہین پس حکم فرمایا منادی کو کہ درمیان مردم ندا دیوے کہ تین شخص باہم مشورہ کرنے کو باہم مجتمع نہون اور اسکے بعد حضرت نے منزل عقبہ سے کوچ فرمایا اور اس روایت کے

تتمہ مین کیفیت تقاعد و تخالف کی مبغضین و مخالفین علی ابن ابیطالب کی نکث بیعت پر آنحضرت کی اور لکھنا صحیفہ ملعونہ کا بہ تفصیل مذکور ہے اختصار کے لیے اسی قدر پر اقتصار کیا گیا اور علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر مین ذیل کریمہ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم وهموا بما لم ینالوا الخ فرمایا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ یہ آیہ نازل ہوا تھا حق مین اُن اشخاص کے جنھون نے کعبہ مین تخالف اس معنی پر کیا تھا کہ خلافت کو بنی ہاشم پر نہ پھرنے دینگے پس یہی تھا کلمہ کفر معنوی بعد اسکے وہ کمین مین بیٹھے پیغمبر خدا کے واسطے مقام عقبہ مین اور چاہا کہ آنحضرت کو قتل کرین اور قتل نہ کر سکے اور وہ قول ہے خدا تعالیٰ کا وهموا بما لم ینالوا اور عیاشی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا غدیر خم مین جو کچھ کہ فرمایا اور سب لشکر اپنے اپنے خیمون مین جا چکے تو مقداد کا گذر ایک جماعت پر ہوا اُسنے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ جسوقت کہ مرگ آنحضرت کی قریب پہونچی ہے اور ایام زندگانی اُنکے فانی ہوے ہین اور اجل اُنکی آئی ہے چاہتے ہین کہ بعد اپنے ولی اور حاکم اور امام ہمارے اوپر علی ابن ابیطالب کو کرین قسم بخدا کہ جانینگے کہ اسکا کیا انجام ہوتا ہے یہ سنکر مقداد پیغمبر خدا کی خدمت مین گئے اور جو کلمات کہ اُنسے سنے تھے اُنھین حضرت کی خدمت مین عرض کیا پس فرمایا الصلوٰة جامعة یہ سنکر اُنھون نے آپسمین کہا کہ مقداد نے ہمپر تہمت باندھی ہے چلو اور خدمت مین حضرت کے چلکر قسم کھائین انکار پر پس مستعد ہوے اسپر اور آنکر حضرت کے سامنے بیٹھے اور عرض کیا کہ ہمارے باپ اور مان آپ پر سے فدا ہون ہم قسم کھاتے ہین اُسی خدا کی جسنے آپکو بحق مبعوث فرمایا اور مرتبہ نبوت کے ساتھ آپکو گرامی و بزرگ مرتبہ کیا کہ ہرگز ہمنے وہ نہین کیا جو آپ نے سنا ہے پس اسکے بعد حضرت نے اُنپر یہ آیہ پڑھا یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر الآیہ اور اسی مضمون کے موافق اور بھی روایات طرق شیعہ سے وارد ہوئی ہین اور اہل سنت اس قصہ کو اس عنوان سے ذکر نہین کرتے بلکہ شان نزول مین اس آیہ کے عقبہ کا ماجرا جنگ تبوک سے مراجعت کے وقت لکھتے ہین جیسا کہ فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ قصد کیا اُنھون نے اُس چیز کا کہ اُس تک پہونچے پیغمبر خدا کے قتل کرنے سے اور وہ اسطرح تھا کہ پندرہ شخصون نے اُنمین سے آپسمین موافقت کی تھی جبکہ غزوہ تبوک سے پھرے ہین اس امر پر کہ آنحضرت کو اُنکے مرکب سے رود نالہ کی طرف گرا دین جبکہ وقت شب وہ حضرت بلندی عقبہ پر پہونچین پس عمار یاسر نے مہار مرکوب کی آنحضرت کی پکڑی اور کھینچتے تھے اور حذیفہ پیچھے سے اُسے ہانکتے تھے پس اسی حال مین حذیفہ نے سنا کہ اونٹون کے پاؤن کی آواز اور ہتھیارون کے آپسمین ملنے کی صدا آتی ہے پس فرمایا پیغمبر خدا نے کہ پکڑو پکڑو دشمنان خدا کو یہ سنکر وہ بھاگ گئے یا اتفاق اور قصد اُنھون نے اسپر کیا تھا کہ پیغمبر خدا کو اور مومنین کو مدینہ سے باہر نکال دین یہانتک کہ عبد اللہ بن ابی کو سرگروہ کرین اگرچہ پیغمبر خدا اسپر راضی ہون اور عطاء اللہ ملقب بجمال حسینی جو محدثین مسلم الثبوت اہلسنت سے ہے اُسنے کتاب روضة الاحباب مین

جہان وقائع سال نہم کی ہجرت نبوی سے لکھتے ہین وہان اُن معجزات کی ذیل مین جو باب وآیاب غزوہ تبوک مین آنحضرت سے ظاہر ہوئے کہا ہی کہ ایک شب کو اثنائے مراجعت مین ایک عقبہ سامنے آیا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ نے منادی سے فرمایا کہ ندا کرے کہ عقبہ پر کوئی نہ چڑھے جب تک کہ پیغمبر خدا عقبہ سے نہ گذرین پس وہ حضرت حذیفہ اور عمار یاسر کے ساتھ سر عقبہ پر تشریف لاے اور حذیفہ اونٹ کی مہار پکڑے تھے اور عمار پیچھے سے اونٹ کو ہانکتے تھے حذیفہ کہتا ہی کہ ناگاہ فی الحال بارہ سوار اور ایک روایت مین ہو کہ چودہ سوارون کو مین نے دیکھا کہ ہماری طرف متوجہ ہوے مین نے اس حال سے پیغمبر خدا کو خبردار کیا حضرت نے ایک آواز ایسی فرمائی کہ وہ سب بھاگ گئے اور ایک روایت مین ہو کہ عمار آگے بڑھے اور انکے اونٹون کے منہ پر مارا بعد اسکے فرمایا حضرت نے کہ تمنے اس قوم کو پہچانا کہا مین نے کہ نہین ای پیغمبر خدا اسلیے کہ وہ اپنے منہ باندھے ہوے تھے فرمایا یہ وہ جماعت ہین جو روز قیامت تک منافق رہینگے آیا تم جانتے ہو کہ کیا دل مین رکھتے تھے ہمنے عرض کی نہین فرمایا چاہتے تھے کہ اس عقبہ مین میرے مزاحم ہوئے اور اونٹ کو میرے دور اتے کہ مین اپر سے گرتا اور مجھے قتل کرتے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر کیا وجہ ہی کہ آپ ان قوم کے عشیرہ وقبیلہ پر لشکر نہین بھیجتے کہ اُنکا سر کاٹ کر آپ پاس بھیجدین فرمایا کہ مجھے خوش نہین آتا کہ عرب کہین کہ محمد نے ایک قوم کی مرافقت سے اپنے دشمنون سے مقاتلہ اور لڑائیان کین یہان تک کہ انپر ظفریاب ہوے اور جب فتح پا چکے تو انھین قتل کیا اور مارا بعد اسکے فرمایا کہ خداوندا انھین رحمت وسیاہ مین گرفتار کر مین نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ رحمت وسیلہ کیا رحمت ہی فرمایا کہ شعلہ ہی آگ کا کہ انکے دل مین واقع ہوگا اور انھین ہلاک کریگا بعد اسکے انکے نام اور انکے باپون کے نام حذیفہ وعمار سے بتائے اور حکم فرمایا کہ انھین مردم سے پوشیدہ کرنا اور اس قوم کو رسوا نہ کرنا بیہقی کہتا ہی کہ مین گواہی دیتا ہون صحت کی ساتھ اس قصہ کے جیسے مسلم نے روایت کیا ہی طریقہ ابوطفیل سے کہ کہا اُسنے کہ ایک شخص کے بیچ مین اہل عقبہ سے اور حذیفہ بن یمان مین کچھ گفتگو واقع ہوئی اس شخص نے کہا کہ مین تجھے قسم دیتا ہون خدا کی کہ تو کہ کہ اصحاب عقبہ کے شخص تھے حضار مجلس نے کہا کہ ای حذیفہ چونکہ اسنے قسم دی ہی تو جواب کہو حذیفہ نے کہا کہ مجھے خبر دی ہی کہ چودہ شخص تھے اگر تو بھی اسی جملہ سے ہی تو پندرہ ہونگے قسم کھاتا ہون خدا کی کہ بارہ شخص اُنمے دشمن خدا اور رسول ہین دنیا مین اور روز قیامت مین اور تین شخصون نے اُنمین سے عذر کیا تھا کہ آنحضرت کے منادی کی ندا ہمنے نہین سنی تھی اور جو اس جماعت منافق سے سرگروہ تھے اُنسے مین خبر نہین رکھتا پیغمبر خدا نے انھین اپنی نظر مین معذور رکھا تھا اور بھی مسلم نے عمار یاسر کے طریق سے روایت کی ہی کہ انھون نے کہا کہ حذیفہ نے مجھے خبردار کیا کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے صحابون مین بارہ شخص ہین کہ وہ منافق ہین جنت کا منہ

نہ دیکھینگے اور اُنکی بو کو نہ سونگھینگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے مین نہ جالے اور آٹھ شخص اُنمین سے زحمت
و بلیہ مین گرفتار ہونگے ایک آگ کا شعلہ اُنکے شانون کے بیچ مین ظاہر ہوگا اور اُنکے سینون سے اُٹھیگا اور اِسی
جہت سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہم حذیفہ کی شان مین کہتے تھے صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہ
اور حضرت جسوقت صحابہ کے فضائل بیان فرماتے تھے تو کہتے تھے اعلمہم بشان المنافقین حذیفہ انتہی ترجمہ کلامہ
پھر یہ جو کچھ کہ لکھا گیا کلام حضرات اہلسنت سے وہ اگرچہ مشتمل اُس حکایت عقبہ پر نہین ہی جو روایات خاصہ مین
مذکور ہی لیکن نہ البتہ کچھ منافقین کا بیان احوال اور حذیفہ کا اُنھین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پہچنوانے سے پہچاننا
مشترک ہی پھر حرکات قبیحہ کا اُنسے ظاہر ہونا وقت مراجعت سفر حجۃ الوداع سے جیسا کہ امامیہ کی روایات مین
وارد ہی مقرون بقرائن و قریب بقیاس ہی ملا معین نے اپنی تاریخ مین جو موسوم بمعارج النبوۃ ہی اِس قصہ کے
ذکر کرنے کے بعد کہا ہی کہ روایت ہی کہ چند بار عمر حذیفہ پاس آتے تھے اور اُنھین قسم دیتے تھے کہ جسوقت
پیغمبر خدا تمھارے سامنے منافقین کا ذکر کرتے تھے عمر کو تو اُنمین یاد نہین فرمایا اور پھر اِس روایت کے بعد
لکھا ہی کہ رسالہ شیخ احمد غزالی مین ہی کہ عمر کی طرح آدمی کو ہونا چاہیے کہ اُنکی شان مین دن کو تو اول من صافحہ
الرب عمر ہوتا ہی اور شب کو حذیفہ کے دروازے پر جاکر پوچھتے ہین کہ ھل ذکرنی رسول اللہ مع المنافقین اور یہ بات بھی دیکھنے کے
لائق ہی کہ اِسکے قائل کو کسقدر اسلام سے جدائی ہی کیونکہ پہلے وہ قول اُنکا اول من صافحہ الرب عمر دلالت اِسپر کرتا ہی
کہ باریتعالی العیاذ باللہ جسیم ہی جب تو مصافحہ کر سکے اور اِسی قول سے فضیلت خلیفہ ثانی پر فخر کرتے ہین حالانکہ حق تعالی کا
جسم ہونا محال ہی اور جب یہ محال ہی تو مصافحہ بھی عمر کے ساتھ محال ہوگا بالجملہ یہ فضیلت تو کسی طرح ہو نہین سکتی اب
رہا اُنکا نفاق پھر وہ تو ظاہر ہی کہ جب صلح حدیبیہ مین شک ہوا تو وہ بالا نفاق کیونکر ہو سکتا ہی اور جو اُنھون نے
حذیفہ سے پوچھا تھا یہ صاف اِسی کا قرینہ ہی کہ چونکہ اُنکے دل مین شک و ریب رہتا تھا اور خوب جانتے تھے
اپنا حال اِسی لیے پوچھتے تھے اور اِس عیب سے برأت جواب مین یقینی اُنکے لیے حذیفہ نے نہین کی ورنہ شیخ
اُسے ضرور اُنکی اظہار فضیلت کے لیے لکھتے جیسا کہ اُنکا سوال کرنا لکھا تھا تاکہ مرید سنکر خوش ہوتے اور جو کچھ کہ
کتب فریقین کے موافق حالات اُنکے روایات و سیر سے جانے جاتے ہین اُنسے یقینی ثابت ہوتا ہی کہ
ایسی حرکات جب تک کہ نفاق نہو صادر نہین ہو سکتین اور اِسی لیے جو کتاب مورخ انگریزی نے ولایت
لندن مین جناب رسالتمآب کے حال مین لکھی ہی اُسکے ترجمہ کو راقم رسالہ نے دیکھا تھا اُسمین خلیفہ ثانی کے حال
مین لکھا تھا کہ اُنھین قبل اسلام سے بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے بہت عداوت تھی بالجملہ
واقع مین اُنھین منافقین کی ہمرہی سے اور اُنکے فساد سے جناب رسالتمآب کو ولایت علی ابن ابیطالب کی
فرض کرنے سے اُنھین باتون کا خیال تھا جو ہوئین لیکن جب حق تعالی نے حکم قطعی فرمایا انتظار اُن

مصالح کے جو اُنکے علم مین تھے تو موافق ارشاد خدا اُنکی چہل کے لیے جیسا کہ روایات سابقہ فریقین مین ہی
اور گذرا اور آیندہ آیگا انشاء اللہ تعالی ولایت کو آنحضرت کی سب پر ظاہر اور فرض فرمایا پس واضح ہوا کہ
یہی احتمال جو معاضد باخبار فریقین ہی اور بنا بر عقول سلیمہ کے دلالت اُسکی مطلوب پر شیعون کے موافق
واضح ہی صحیح ہی اور سب باطل ہین والحق یعلو ولا یعلی فتذکر چوتھے آیہ کریمہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ہی
جیسا کہ صاحب کتاب المبین نے جلال الدین سیوطی سے کہ اُنھون نے اپنی تفسیر درمنثور مین اور ثعلبی سے کہ
اُنھون نے اپنی تفسیر مین روایت کی ہو کہ کہا عبد اللہ بن عباس نے اور فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ
یہ آیہ نازل ہوا شان مین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور صادقین سے اس آیہ مین مراد وہی حضرت ہین
اور اولاد اور ذریت آنحضرت کی اُسمین داخل ہین انتہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ لفظ جمع سے واحد کا مراد ہونا
جیسا کہ اس روایت مین ہی منافی استعمال کو نہین ہی کیونکہ کبھی استعمال مین تعظیم کے واسطے اطلاق صیغہ جمع کا
واحد پر کیا جاتا ہی جیسا کہ تفسیر آیہ اولی مین ہم لکھ چکے ہین پس خصم کو گنجائش انکار کی اسمین نہین ہی اور کتاب
حجت الخصام کے مصنف مرحوم نے اسی کتاب کے باب ثانی والاربعون مین حضرات اہلسنت کے طریق کے
موافق سات طریق سے نقل کیا ہی کہ مراد صادقین سے محمد وآل محمد ہین کہ وہ ائمہ کرام ہین صلوٰۃ اللہ علیہم من الملک العلام
چنانچہ بعض اُنسے وہ ہی جو صدر الائمہ حضرات اہلسنت خطیب خوارزم نے بوسائط اپنے ابن عباس سے نقل کیا ہی
فی قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین قال ہو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یعنی ابن عباس نے کہا کہ مراد
صادقین سے وہی علی علیہ السلام ہین اور بعض اُنسے وہ ہی جو ابراہیم بن محمد حموینی نے کہ اعیان علمائے حضرات
اہلسنت سے ہی بذریعہ اپنے محدثین ومشائخ کے نقل کیا ہی کہ عن ابن عباس فی ہذہ الآیۃ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ
وکونوا مع الصادقین قال مع علی بن ابیطالب یعنی ابن عباس سے جو تفسیر اس آیہ کی پوچھی تو مع الصادقین سے کہا مراد مع علی ابن ابیطالب ہی
اور بعض اُنسے وہ ہی جو حافظ ابو نعیم نے جناب امام جعفر بن محمد علیہم السلام سے روایت کی ہی فی قولہ عز وجل اتقوا اللہ
وکونوا مع الصادقین قال محمد وعلی علیہما السلام کہ آنحضرت نے اسکی تفسیر مین فرمایا کہ صادقین سے مراد یہان محمد وعلی علیہما السلام
ہین اور بعض اُنسے وہ ہی جو ابن شہر آشوب نے موافق طریقہ اہلسنت کے تفسیر ابی یوسف یعقوب بن سفیان سے کہ اُنسے
مالک ابن انس سے اور اُنسے نافع سے اور اُنسے ابن عمر سے روایت کی ہی قال یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
قال امر اللہ الصحابہ ان یخافوا اللہ ثم قال وکونوا مع الصادقین یعنی مع محمد واہل بیتہ یعنی کہا ابن عمر نے اسکی تفسیر مین کہ حق تعالی نے
پیغمبر کے صحابون کو حکم فرمایا کہ خدا سے خوف کرین اور بعد اسکے فرمایا کہ صادقین کے یعنی محمد اور اُنکے اہلبیت کے ساتھ
رہین اور بعض اُنسے وہ ہی جو ابن شہر آشوب نے موافق طریق حضرات اہلسنت کے کتاب شرف المصطفی سے کہ
اُنسے خرکوشی سے اور کشاف سے کہ اُسنے ثعلبی سے روایت کی ہی جناب ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ اس

آیہ مین مراد صادقین سے محمد و آل محمد علیہم السلام ہین اور صاحب عقل سلیم پر پوشیدہ نہین رہ سکتا بلکہ مثل روز روشن ظاہر ہی کہ صادقین کا اطلاق سوا ائمہ معصومین علیہم السلام کے دوسرے پر صادق نہین آسکتا جیساکہ مقدمہ مین اس کتاب کے اسکا بیان ہو چکا ہی اور حکم اطاعت کرنے کو غیر معصوم کے لیے مطلقاً حکیم علی الاطلاق کو زیبا نہین ہی اور استفادہ اِس مطلب کا کلام ملک علام سے اظہر معانی آیت کا ہی اِس جگہ پر بنا اِسکی کہ اکثر مفسرین اہل اسلام نے خاص و عام سے اسے لکھا ہی اور تصریح کی ہی جیساکہ مولٰنا طبرسی علیہ الرحمہ نے تفسیر مجمع البیان مین جو فرمایا ہی یہ ہی

ثم خاطب اللہ سبحانہ للمومنین المصدقین بامر اللہ المقرین بنبوۃ نبیہ صلی اللہ علیہ والہ فقال یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ ای اتقوا معاصی اللہ واجتنبوہا وکونوا علی مذہب من یستعمل الصدق فی اقوالہ وافعالہ وصاحبوہم ورافقوہم کقولک انا مع فلان فی ہذہ المسئلۃ ای اقتدی بہ وقد وصف اللہ الصادقین فی سورۃ البقرۃ بقولہ ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر الی قولہ اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون یعنی پھر خطاب فرمایا حق سبحانہ تعالٰی نے اُن مومنین کے ساتھ جو تصدیق کرنے والے ہین ساتھ حکم خدا کے اور اقرار کرنے والے ہین پیغمبری کے ساتھ اُسکے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ کی پس فرمایا کہ ای وہ گروہ جو ایمان لاے ہو اتقا کرو ساتھ خدا کے یعنی پرہیز کرو خدا کے گناہون سے اور اُنسے اجتناب اور دوری کرو اور ہو اوپر مذہب اُس شخص کے جو راستی کو عمل مین لاتا ہی اپنے اقوال و افعال مین اور مصاحبت و ہمراہی کرو راست گویون کی اور یہ استعمال ویسا ہی کہ جسطرح تو کہتا ہی کہ مین فلان شخص کے ساتھ ہون اِس مسئلہ مین ای اُس شخص کے ساتھ اقتدا کرتا ہون اور یہ تحقیق کہ حق تعالٰی نے راستگویون کی مدح فرمائی ہی سورہ بقرہ مین اپنے قول سے لیکن نیک وہ شخص ہی جو ایمان لاے ساتھ خدا کے اور روز آخرت کے اپنے قول تک کہ وہ گروہ ایسے جو راست گفتار ہین اور بہ تحقیق کہ وہی پرہیزگار ہین اور انشاء اللہ عنقریب اِسکا بیان ہوگا کہ سوا ائمہ معصومین علیہم السلام کے اور کوئی مصداق اُن صفات جلیلہ کا اور مطاع واجب الاتباع نہین ہوسکتا اور فاضل زمخشری نے تفسیر کشاف مین ذیل مین اِس آیہ کے اور احتمالون سے پہلے کہا ہی وہم الذین صدقوا فی دین اللہ نیۃ و قولاً و عملاً اور فاضل بیضاوی نے کہا ہی فی ایمانہم و عہودہم او فی دین اللہ نیۃ و قولاً و عملاً اور یہی بہت پر ظاہر ہی کہ صدق نیتون مین اور قصدون مین اور قول و عمل مین ساتھ طاعت رب معبود کے بجمیع وجوہ مساوق عصمت ہی پھر یہ قول کہنے والے کا دلالت کرتا ہی اِس بات پر کہ اہل عصمت کی متابعت اور اُنکا ہر زمانے مین موجود ہونا واجب ہی گو وہ کہنے والا خود اِسے نہ جانتا ہو کہ میرے اِس کلام سے یہ بات پیدا ہو جائیگی اور بالاتفاق کوئی شخص معصوم نہین سوا علی ابن ابیطالب کے اور اُنکی آل اطہار کے اور اِسی جگہ سے ہی کہ تفسیر صافی مین کافی کلینی سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت نے اِسکی تفسیر مین فرمایا ایانا عنی اور مجمع البیان مین آنحضرت سے منقول ہی کہ فرمایا مع الصادقین ای مع آل محمد اور مرزا محمد بدخشی نے کتاب مفتاح النجا مین لکھا ہی واخرج ابن مردویہ وعبد الرزاق الرسعنی عن ابن عباس فی قولہ تعالٰی کونوا مع الصادقین مع علی و علی ابن ابراہیم قمی علیہ الرحمہ نے

کما ہو ھمزالائمۃ علیہم السلام اور کتاب کمال الدین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ
آنحضرت نے زمانہ خلافت عثمان میں مجمع مہاجرین وانصار میں فرمایا کہ میں تمسے سوال کرتا ہوں ساتھ خدائے عزوجل کے
کہ آیا نہیں جانتے ہو تم کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو سلمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ آیہ عام ہے یا خاص تو فرمایا
آنحضرت نے کہ جو اس میں مامور ہیں پس عامہ مومنین ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا ہے اتباع کے ساتھ اور لیکن صادقوں
پس وہ مخصوص ہے میرے بھائی علی ابن ابیطالب اور انکے اوصیاؤں کے ساتھ جو بعد میرے ہونگے روز قیامت تک
وھذا ھو الحق الصریح الذی قال بہ اصحابنا الشیعۃ اور مولانائے طبرسی نے مجمع البیان میں کلینی سے کہ اُسنے ابن عباس سے
روایت کی ہے قال کونوا مع الصادقین مع علی واصحابہ اور مصنف حجت الخصام نے دس طریق سے موافق طرق امامیہ کے
اس مضمون کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے چنانچہ بعض اُنسے وہ ہے جو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب امالی میں
جناب امام ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ تفسیر مع الصادقین میں فرمایا مع علی ابن ابیطالب اور بعض اُنسے وہ ہے
جو محمد بن حسن شیبانی نے کتاب نہج البیان میں معنی میں اس آیہ کے لکھا ہے قال روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ علیہما السلام
ان الصادقین ھھنا ھم الائمۃ الطاہرون من آل محمد یعنی فرمایا جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے
کہ صادقین سے مراد یہاں ائمہ طاہرین آل محمد سے ہیں قال وروی ایضا انہ سئل عن الصادقین ھھنا فقال ھم علی وفاطمہ وحسن
وحسین وذریتہ الطاہرون الی یوم القیامۃ اور یہی کتاب میں مصنف نے کہا ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ تحقیق کہ پیغمبر خدا سے پوچھا
گیا کہ مراد صادقین سے یہاں کون ہیں فرمایا کہ وہ علی ابن ابیطالب اور فاطمہ زہرا اور حسن وحسین اور انکی ذریت طاہرین ہیں
روز قیامت تک اور یہی سے ہے کہ جو عیاشی نے باسناد اپنے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
فی قولہ کونوا مع الصادقین بطاعتھم یعنی فرمایا آنحضرت نے کہ صادقین کے ساتھ ہو بسبب انکی اطاعت کرنے کے
یعنی معیت جسدانی مراد نہیں ہے اور شیخ ابن حجر نے کتاب صواعق محرقہ میں اپنی ذیل آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا
ولا تفرقوا میں ثعلبی سے کہ اُسنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا اُن جناب نے
نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا یعنی وہ رسن محکم خدا کی ہم ہیں جسکے لیے فرمایا ہے کہ چنگل مارو
اور مضبوط تمسک کرو ساتھ حبل اللہ کے سب کے ساتھ اور جدا نہو اور بعد اس روایت کی نقل کے شیخ مذکور نے
کہا ہے وکان جدہ زین العابدین اذا تلی قولہ تعالی یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یقول دعاء طویلا یشتمل علی طلب اللحوق
بدرجۃ الصادقین والدرجات العلیۃ وعلی وصف المحن یعنی انکے دادا امام زین العابدین کا یہ حال تھا کہ جب یہ آیہ یا ایھا الذین آمنوا
اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کی تلاوت فرماتے تھے تو اُس وقت بڑی دعا پڑھتے تھے جو مشتمل اُس پر تھی کہ وہ حضرت
اپنا لاحق ہونا درجہ صادقین کے ساتھ اور اور جو بڑے درجے ہیں خدا سے طلب کرتے تھے انتہی حاصل کلامہ اور
محصل اس بیان کا تقویت ہے اس روایت کی جو پہلے ثعلبی سے شیخ اہلسنت نے نقل کی کیونکہ یہ اختصاص حضرت کا

بعد تلاوت آیہ مذکورہ کے اس دعا کے ساتھ یہ دلیل ایسی ہی کہ وہ حضرت اپنے تئین بھی صادقین سے جانتے تھے
اور استحقاق اپنا لحوق کو ان درجے سے اور درجہ ہاے رفیعہ سے واجب جانکر حق تعالی سے دعا فرماتے تھے بالجملہ
ان دونون آیتون سے اور دونون تفسیرون سے صادقین کی جو اوپر مذکور ہوئین معنی صادقین کے و حبل المتین کے
اہل انصاف کی نظر مین کالنور علی شاہق الطور واضح ہو چکے پس مفاد رسن محکم دین کا اور مصداق صادقین کا
کہ مرتبہ انکا رفعت و جلالت مین ایسا ہو کہ جناب سید الساجدین اس آیہ کی تلاوت کے وقت ہمیشہ درگاہ کبریائی سے
انکی آرزو کرتے تھے سوا اہلبیت طاہرین کے کہ جنکے دامن سے تمسک کرنا جیسا موافق حدیث متفق علیہ فریقین کے
کہ وہ حدیث ثقلین ہی واجب تھا اسی طرح ان دونون آیتون کے ذریعہ سے بھی لازم ہی اور اعتصام انکے حبل کے
ساتھ اور رہنا انکے ساتھ مامور بہ ہی اور انکے سفینہ پر وجوب رکوب متحتم ہی دوسرا کوئی نہین ہو سکتا اور واضح ہو کہ
اگر کوئی شخص اس مقام پر یہ کہے کہ مفاد دونون آیتون کی تفسیر کا بنا بر دونون روایتون کے آپسمین منافات رکھتا ہی
کیونکہ پہلی حدیث سے جو مفہوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ یہ بزرگوار بالفعل حبل معتصم بہ تھے اور دوسری حدیث سے معلوم
ہوتا ہی کہ از روے وصول مین مرتبہ صادقین تک متمنی رہتے تھے پھر جو چیز کہ حاصل ہو اسکی کوئی آرزو نہین کرتا اور
اس سے فی الجملہ منافات لازم آتی ہی اور جواب اسکا یہ ہی کہ یہ آرزو کرنا منافی مرتبہ حصول بالفعل کو نہین ہی بلکہ ایک
قسم تواضع کی ہی خالق کے سامنے اور یہ مستغرب نہین ہی کیونکہ پیغمبر خدا ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کہ سب
پیغمبرون سے افضل تھے لیکن ہمیشہ دعا مین درگاہ خدا سے اپنے لیے مدارج عالیہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے
کہ وسیلہ ایک درجہ میرے درجات سے ہی پس جبکہ خداے عز و جل سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے میرے لیے
درجہ و وسیلہ خدا سے طلب کرو پس مراد صادقین کے ساتھ ہونے سے ملازمت ائمہ معصومین علیہم السلام کی ہی فقط
لاغیر اور مفسر تفسیر کبیر نے اس معنی پر متنبہ ہونے کے بعد نصوص کے مقابل مین اجتہاد کرکے کہا ہی کہ مراد صادقین سے
جو آیہ مین ہی اجماع ہی اور یہ حمل کرنا صادقین کا اجماع پر بالاجماع باطل ہی جیسا ہم مقدمہ مین بھی اسے مجملا لکھ آئے ہین
اور کوئی اس حمل کرنے پر ایسی دلیل نہین ہی کہ مفید قطع و یقین کے لیے ہو بلکہ اقناع کو بھی مفید نہین توجیہ رکیک ہی کہ امام
اہل تشکیک سے صادر ہوئی ہی اور ایسے شخصون سے اسکا صدور مستغرب بھی نہین ہی اور مفصل جواب اسکا وہ ہی کہ جناب آخوند صاحب نے
کتاب حق الیقین مین فرمایا ہی بعد ذکر کرنے اس آیہ کے کہ معنی اس آیہ کے یہ ہین کہ اے وہ گروہ جو ایمان لاے ہو ڈرو
خدا سے اور رہو ساتھ صادقین و راست گویون کے ہر چیز مین خصوصا دعوی ایمان مین ساتھ گفتار و کردار کے اور فرمایا ہی
کہ ظاہر ہی کہ مراد انکی ہمراہی سے متابعت انکی ہی گفتار و کردار مین نہ یہ کہ بدن سے اور جسد سے انکے ساتھ رہے کیونکہ
ایسی ہمراہی کہ سب مومنین انکے ہمراہ چلین پھرین یہ محال بھی ہی اور بے فائدہ ہی اور امامت کے معنی یہی ہین چونکہ
قرآن مجید مین خطاب عام مین اور جمیع امت کو اور سب زمانون کو باتفاق امت شامل ہین پس چاہیے کہ ہر زمانے مین

ایک راست گو ایسا موجود ہو کہ امت اسکے ساتھ ہو اور معلوم ہی کہ فی الجملہ صادق مراد نہین ہی ورنہ لازم آئے کہ جو
سچ کہے اسکی متابعت واجب ہو اور یہ باتفاق باطل ہی پس چاہیے کہ صادقین جملہ افعال و اقوال مین مراد ہون
اور وہ معصوم ہی پس اس سے وجود معصوم کا ہر زمانے مین اور اسکی متابعت کا واجب ہونا ثابت ہوا اور
باتفاق سوا پیغمبر خدا اور دوازدہ امام علیہم السلام کے اور کوئی معصوم نہین ہی پس حقیت انکے مذہب کی
اور امامت انکے ائمہ کی ثابت ہوئی ساتھ اسکے فاضل سیوطی نے تفسیر درمنثور مین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مشہور مین
ابن عباس اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ مراد صادقین سے علی ابن ابیطالبؑ ہین
اور ابراہیم محمد بن ثقفی اور خرگوشی نے کتاب شرف النبی مین اصمعی سے بسند اسکے حضرت امام محمد باقر
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ مراد صادقین سے محمدؐ و علی ہین اور حضرت امیرالمومنین سے روایت کی ہی
کہ صادقون ہم ہین کہ عترت آنحضرت کی ہین اور حضرت صادقؑ سے منقول ہی کہ صادقون آل محمد ہین اور
بعضی روایات مین وارد ہوا ہی کہ مراد صادقین سے وہ ہین کہ جنکی شان مین حق تعالی نے فرمایا ہی
من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا یعنی جملہ مومنین سے وہ چند
مرد ہین کہ جنھون نے سچ کہا ہی اور سچا کیا ہی اس عہد و پیمان کو جو خدا کے ساتھ باندھا تھا کہ رسول خدا کے ساتھ
ثابت قدم رہے اور دشمنان دین کے ساتھ لڑتے رہے اور بھاگے نہین تا کہ مارے جائین اور آنحضرت کی
متابعت دل و جان سے کرین پس بعضون نے اُنمین سے وفا اس عہد پر کی یہان تک کہ شہید ہوے اور بعضے
اُنمین سے شہادت کا انتظار کر رہے ہین اور اپنے عہد کی تبدیل نہین کی ساتھ کسی عہد کے بدلنے کے اور احادیث
خاصہ و عامہ مین وارد ہوا ہی کہ یہ آیہ اہلبیتؑ کی شان مین نازل ہوا ہی اور مراد اس سے حمزہ اور جعفر اور
علی ابن ابیطالبؑ علیہ السلام ہین کہ انھون نے عہد کیا تھا کہ جب تک مارے نہ جائینگے ہاتھ پیغمبر خدا کی
نصرت سے نہ اٹھائینگے اور وفا اس عہد پر کی اور جو مارے گئے وہ حمزہ و جعفر تھے اور جسنے کہ انتظار شہادت کا
کھینچا وہ امیرالمومنین علیہ السلام تھے کہ لڑائی سے کبھی نہین بھاگے جیسا کہ ابوبکر و عمر و عثمان اور انکے امثال نے کیا
اور آنحضرت نے تغیر و تبدل دین مین خدا کے نہین کی مثل انکے جنھون نے لڑائی سے بھاگنا اختیار کیا تھا
اور اس آیہ کے اسباب نزول مین اہلسنت کے طرق سے روایت کی ہی کہ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ
مین ہون وہ جو شہادت کا انتظار کر رہا ہون و تبدیل نہین کرتا دین مین کسی طرح کی تبدیل انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ
پوشیدہ نرہے کہ ان روایات کو اس جگہ ذکر کرنا اشارہ دوسرے معنی کی طرف ہی جو اس آیہ کے ہین
سوا اس معنی راجح کے جو بیشتر کلام مین مذکور ہوے اور استدلال کی بنا اسی پر تھی اور یہ بھی اگرچہ عترت
طاہرہ کی فضیلت اور منافقین صحابہ کی مذمت پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ منطوق و من المومنین رجال صدقوا الآیہ کا

صحیح ہے لیکن یہ قول مرجوح ہے بہ نسبت ظاہر آیہ کونوا مع الصادقین کے اور یہی سبب ہے مولنا طبرسی علیہ الرحمہ نے مجمع البیان
مین بعد اپنے کلام سابق کے جو کہا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ مراد صادقین سے وہ بزرگوار ہین کہ جنکا ذکر
حق تعالی نے اپنی کتاب مین فرمایا ہے بقولہ رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ یعنی حمزہ بن مطلب و جعفر ابن ابیطالب
ومنہم من ینتظر یعنی علی ابن ابیطالب اور ظاہر سیاق اِس کلام کا جو انھون نے فرمایا کہ کہا گیا ہے دیکھنے سے دلالت اسی امر پر
کرتا ہے کہ منظور مفسر مزبور کو تضعیف اور تمریض اِس قول کی ہے اور اُسکی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ وہ تخصیص صدق کی ہے
بے اِسکے کہ کوئی مخصص مقام موجود ہو اور صارف اُسی کلام مین پایا نہین گیا اور جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ ظاہر
یہ تفسیر عامہ سے اہل مین منقول ہو جیسا کہ فاضل زمخشری نے بعد احتمال راجح کے کہ آیہ کا حمل کرنا صدق نیت اور
قول وعمل پر ہے کہا ہے والذین صدقوا فی ایمانہم و معاہدتہم اللہ و رسولہ علی الطاعۃ من قولہ رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ الا تماور فاضل بیضاوی نے
بالعکس اِس احتمال کے مقدم رکھ کے کہا ہے کونوا مع الصادقین فی ایمانہم و عہودہم او فی دین اللہ نیۃ و قولا و عملا اور گویا اخوند صاحب کے
اِس روایت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اِس تقدیر پر بھی فضیلت آنحضرت کی اِس آیہ کریمہ سے واضح ہے اور
مذمت اصحاب ثلثہ کی سب پر لائح ہے پھر روایت اہلسنت کی جو سعید بن جبیر سے تفسیر مین اِس آیہ کی کرتے ہین
بقولہ مع ابی بکر و عمر اور سدی کا قول مع کعب بن مالک یہ باوجود اِسکے کہ شاذ بھی ہین افتراے محض ہوگئین کیونکہ [illegible] وفا اپنے
عہود پر کب حاصل تھی کہ اِسکا مصداق ہو سکین والا پیغمبر خدا کی ہمرہی سے ہنگام جہاد کب گریز اختیار کرتے اور تنہا
پیغمبر خدا کو مجمع کفار مین کہ جہان ہر ایک اُن مین سے دشمن رسول تھا کیونکر چھوڑتے اور لیکن استدلال کی بنا اِس جگہ
امامت ائمہ کرام علیہم السلام پر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسی پر ہے کہ آیہ کریمہ مطلق رکھا جاے ساتھ ظاہر ہونے اِس امر کے
کہ امر مبالغہ اور کون معہم علی الاطلاق درست نہین آتا مگر اضافت کرنے سے ایسے صادق کی طرف کہ جو جمیع اقوال و افعال مین
سچا ہو کہ وہ مساوق ہے معصوم کو جو محفوظ جمیع احوال مین ہو پھر جناب اخوند صاحب نے فرمایا ہے کہ مین واسطے استدلال اِس
آیہ مین اِس مدعا کی مضبوطی کے لیے نقل کرتا ہون ایک مشاہیر علماے عامہ سے اور ایک بزرگترین علماے خاصہ سے
پہلے وہ ہے کہ جو فخر رازی نے کہ سُنیون کا امام ہے اپنی تفسیر کبیر مین کہا ہے کہ حق تعالی نے اِس آیہ مین مومنون کو حکم فرمایا ہے
کہ سچون کے ساتھ رہین پس چاہیے کہ صادقین ہر زمانے مین موجود ہون کیونکہ کسی کے ساتھ رہنا مشروط اِسکے
ساتھ ہے کہ وہ چیز موجود ہو پس ناچار ہے کہ ہر زمانے مین صادقین موجود ہون پس چاہیے کہ جمیع امت اجماع باطل پر
نکرین اور یہ اِسپر دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور یہ مخصوص زمان حضرت رسول سے نہین ہے کیونکہ بتواتر ثابت ہوا ہے
کہ قرآن کے خطابات روز قیامت تک جمیع مکلفین کی طرف متوجہ ہین اور یہی آیہ جمیع اوقات کو شامل ہے تخصیص
بعض زمانون سے مفہوم آیہ سے نہین معلوم ہوتی جو موجب تعطیل حکم آیہ کا ہو اور بھی حق تعالی نے انھین تقوے کے ساتھ
حکم فرمایا ہے اور یہ حکم ہر اُس شخص کے ساتھ شامل ہے کہ جو ممکن ہے کہ متقی ہو اور خطا اُسپر جائز ہو پس آیہ کریمہ دلالت اِسپر

کرتا ہی کہ جو شخص جائز الخطا ہو وہ پیروی اُسکی کرے کہ جسکی عصمت خطا سے واجب ہی اور وہ وہ ہین کہ حکم کیا ہی
خدا نے اُنکے ساتھ کہ سچے ہین اور اس حکم کا مترتب ہونا اس باب مین دلالت اِسپر کرتا ہی کہ اس حکم کے باعث سے
جائز الخطا پر واجب ہی کہ اقتدا و پیروی کرے ایسے صادق کی کہ اُسکی خطا سے وہ مانع ہی اور یہ معنی سب زمانون مین ہی
پس چاہیے کہ معصوم بھی ہر زمانون مین ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہین لیکن کہتے ہین کہ جمیع امت معصوم ہی اور شیعہ
کہتے ہین کہ ایک شخص ہی امت سے اور ہم کہتے ہین کہ یہ قول باطل ہی اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو چاہیے کہ ہم پہچانتے کہ وہ
کون شخص ہی تاکہ اُسکی متابعت کرتے اور ہم کہ نہین پہچانتے کسی کو امت مین یہان تک ترجمہ کلام مفسر تفسیر کا تھا اور
حق تعالیٰ نے حق کو بیان پر اُسکے قلم اور زبان پر جاری فرمایا اور بعد تمام کرنے ایسی دلیل محکم کے ایسا جواب سست اپنے
کہا ہی کہ جس سے اپنی عصبیت و عناد کو سب پر ظاہر کیا ہی اور اگرچہ کسی عاقل پر اس جواب کا ضعف مخفی نہین ہی
لیکن توضیح کے لیے مین چند وجہون سے اُسکے ضعف کو بیان کرتا ہون پہلے یہ کہ جب تصریح اُسکی کی کہ ہر زمان مین
احتیاج معصوم کے ساتھ ہی تاکہ خطا سے محفوظ رہین تو اب کوئی اسے تجویز کرسکتا ہی کہ ان عصرون مین کہ حضرت
رسالت کی ملت مشرق و مغرب عالم کو گھیرے ہوے ہی کسی کو ممکن ہی کہ جمیع امت کے اقوال کو جان سکے
کہ کسی نے اس مسئلہ مین خلاف نہین کیا خصوصاً اس تشتت آرا ہوا کے ساتھ جو امت مین ہم پہونچی ہی فاضل ہی
کہ جسکا دعویٰ اُسکے لیے جابر علما سے زیادہ ہی خوب معلوم ہی کہ دس مسئلہ مین بھی مسائل اسلامیہ سے یہ فاضل
مذہب امامیہ کو نہین جانتا چہ جاے اُسکے کہ سب فرقون کا مذہب ہر مسئلہ مین جانا جاے اور اگر بر فرض محال
سب کو کوئی دیکھے اور سب سے سُنے تو کہان سے معلوم ہوا کہ سب نے اعتقاد واقعی اپنا اس سے بیان کیا ہوگا
کیونکہ کبھی تقیہ کرتے ہین پھر ممکن ہی کہ بعض نے تقیہ کیا ہو جیسا کہ امامیہ کے مذہب مین جائز ہی اور بھی کہان سے معلوم
ہوسکتا ہی کہ مرنے کے وقت تک وہ سب ایسے مذہب پر باقی رہے تھے اور یہ بھی بنا بر اکثر علما کے تحقق اجماع مین
شرط ہی اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ رجوع کرنا اہل حل و عقد کے قول کی طرف جیسا کہ انھون نے اس
مقام کے سوا کیا ہی باوجود اسکے کہ وہ غیر معتمد علیہ ہی اس جگہ پر کچھ اہلسنت کو اس سے فائدہ نہین حاصل ہوتا کیونکہ
فرقہ ہاے اسلامی کی بہت شاخین ہین اور بہت کم ہی کہ مسلمانون نے ضروریات دین کے سوا اور کسی امر پر
اتفاق کیا ہو اور جب اتفاق جملہ مسلمین کا جو امت سے عبارت ہین سوا امور معدودہ کے اور سب مین ثابت ہوا
تو اب رجوع اہل حل و عقد کی طرف جملہ امور مین کسطرح جائز ہوگی اور آیہ کا منشا صاف ظاہر ہی کہ مراد اُسے تعمیم
رجوع کی ہی جملہ شرائع و احکام مین پھر اخوند صاحب نے فرمایا ہی اپنے آخر مین اس کلام کے کہ اگر کہین کہ جو وجہین
کہ عدم تحقق اجماع مین تمنے کہین وہ علماے شیعہ پر بھی وارد ہوتی ہین تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے کیہ اجماع کو
باعتبار دخول قول معصوم علیہ السلام حجت جانتے ہین کیونکہ جیسا کہ ایک شخص پر خطا و غلط جائز ہی مجموع پر بھی جائز ہی

اور علم ساتھ داخل ہوسے لنے معصوم علیہ السلام کے اقوال علماے امامیہ مین ائمہ علیہم السلام کے زمانون مین
اور قریب انھین زمانون کے ممکن ہی کہ انھین حاصل ہوا ہو اور یہ رسالہ محل اس بات کی تحقیق کا نہین ہو انتہی ترجمہ
کلامہ اور پر ظاہر ہی کہ اجماع مین کلام کرنا ایک سخن علٰحدہ ہی اور انشاء اللہ جہان حضرات اہلسنت کا قول جو اثبات
شیخین کی خلافت کا باجماع کرتے ہین رد کیا جائیگا وہان اسکی تفصیل مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ولیکن یہان
عمدہ غرض اس کلام سے یہ ہی کہ امام اہلسنت نے صادقین سے جو ارادہ اجماع کا باختراع و ابداع اپنے
کیا ہی وہ غلط ہی اور انکی تاویل کی رکاکت ظاہر ہی کیونکہ صادقین اور اولوالامر کہنا اور اس سے اجماع مراد لینا ایسا ہی
کہ جیسا مثل مشہور ہی کہ آسمان گفتن و ریسمان خواستن اور صاحبان ذوق سلیم اور محاورہ دان اسے خوب جانتے ہین
پھر اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ برتقدیر تسلیم کرنے اس امر کے کہ ایسا اجماع ممکن ہی اور علم اسکے متحقق ہونے سے بھی
ہوسکتا ہی پھر جب بھی تو تھوڑے سے مسائل مین یہ علم حاصل ہوسکتا ہی پھر بالکلیہ خطا کسطرح رفع ہوسکتی ہی
انتھی اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ جیسا فخر رازی نے کہا ہی کہ یہ آیہ باطلاقہا سب زمانون کو شامل ہی اسی طرح ہم کہتے ہین کہ
آیہ باطلاقہا جملہ احکام اور جمیع احوال کو شامل ہی اور ظاہر ہی کہ جو تقویٰ کے ساتھ مامور ہین وہ جائز الخطا ہین پس چاہیے
کہ وہ ہر حال مین اور ہر چیز مین ایک صادق کی پیروی کرین جسپر خطا جائز نہو اور اجماع کہ فرضی ہی اور نادر الوقوع ہی وہ
معصوم کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز نہین کرسکتا پھر وہ ایسا صادق کہ ہر امر مین موارد اجماع و مواقع نزاع کا
مرجع ہوسکے نہین ہوسکتا مگر شخص معصوم کہ مطاع و جب الاتباع ہو جیسا کہ امامیہ کہتے ہین نہ اجماع جیسا کہ امام اہلسنت نے
کہا ہی بسبب اپنے مخالف ہونے کے عترت معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین سے پھر اخوند صاحب فرماتے ہین کہ تیسری
وجہ یہ ہی کہ ظاہر آیہ بلکہ صریح اسکا یہ ہی کہ جنھین حق سبحانہ تعالیٰ نے اس آیہ مین امر فرمایا ہی کہ صادقین کی متابعت کرین اور
انکے ساتھ رہین وہ غیر صادق ہین اور اسی وجہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ مامور ہین باتباع صادقین آپس مین جدا ہین
ایک نہین ہین کچھ صادقین ہین اور باقی غیر صادقین ہین اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ غیر صادقین مامور ہین اطاعت
صادقین کے ساتھ پھر جمیع امت کیونکر صادقین ہوسکتی ہی انتھی اور اس سے واضح ہی کہ صادقین کی تفسیر اجماع امت سے
جائز نہوگی بسبب ممتنع ہونے اتحاد مطیع و مطاع کے اور ساتھ اسکے اجماع کا ارادہ کرنا اس آیہ سے اجماع فریقین کے
خلاف ہی پس یہ اجماع بنفسہ ارادہ اجماع کا مبطل ہوگا اور اس کلام کی توضیح یہ ہی کہ جار اللہ زمخشری نے کشاف مین
کئی قول ذکر کیے ہین پہلے یہ کہ مراد صادقین سے وہ اشخاص ہون جنھون نے دین خدا مین نیت کی راہ سے اور
اقرار لسانی کی جہت سے اور عمل کی حیثیت سے راستی کی اور دوسرے یہ کہ مراد ہون کہ جنھون نے وفا کی ساتھ اسکے
جسکا عہد اپنے پروردگار سے کیا تھا تیسرے یہ کہ مراد اس سے وہ تین شخص ہون کہ جنھون نے توبہ کی تھی ای کونوا
مثلہم ہو لا فی صدقہم وثباتہم چوتھے یہ کہ ابن عباس سے نقل کی ہی کونوا کا خطاب مومنین اہل کتاب کی طرف ہی ای کونوا مع اہل

... پانچوین یہ کہ خطاب اُنکے ساتھ ہی جن تین شخص نے طاقات سے تخلف جناب تبوک سے
... سے نقل کیا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ جو ... نہین چاہیے اور نہ کہ
... سے نہ پہنچے کسی چیز کا اور پھر اُسپر رفاقہ کرے اور وہ اس قول مین اپنے اس آیہ سے استدلال کیا ہی
و ... اور قریب ہی اس سے وہ جو بیضاوی مین ہی اور خود فخر رازی نے بھی صدر کلام مین ... اس
آیہ کی تفسیر مین کہا ہی ای اتقوا اللہ فی مخالفۃ امر الرسول وکونوا مع الصادقین یعنی مع النبی واصحابہ فی غزواتہ ولا تکونوا متخلفین یعنی پرہیز کرو اور ڈرو
خدا سے مخالفت کرنے مین رسول سے اور رہو ساتھ صادقین کے یعنی ساتھ پیغمبر کے اور اُنکے اصحابون کے لڑائیون مین
اور نہو چھوڑ کر چلے جانے والون سے اور تفسیر درمنثور وغیرہ مین ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے
کہ انھون نے نافع سے روایت کی ہی انہا نزلت فی الثلاثۃ الذین خلفوا فی تبوک قیل لہم کونوا مع محمد واصحابہ وعن کعب بن مالک
فینا نزلت وعن ابن المنذر وابن حاتم وابن مردویہ عن ابن عمر قال ہو محمد واصحابہ وعن سعید بن جبیر مع ابی بکر وعمر وعن الضحاک مع علی
ابن ابی طالب وعن ابی جعفر مع علی ابن ابیطالب وعن ابی الشیخ والسدی قال کونوا مع کعب بن مالک ومرارہ بن ربیع وہلال بن امیہ الذین تخلفوا عن تبوک
بالجملہ اُن راویون نے روایت کی کہ یہ آیہ نازل ہوا اُن تین شخصون کے حق مین جنھون نے غزوہ تبوک مین روگردانی کی تھی او
اُنسے کہا گیا کہ ہو ساتھ محمد و اصحاب محمد کے اور کعب بن مالک سے ہی کہ اُسنے کہا ہمارے حق مین یہ آیہ نازل ہوا اور ابن منذر اور ابن
حاتم و ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ صادقین وہ محمد اور اصحاب اُنکے ہین اور سعید بن جبیر سے منقول ہی
کہ مراد ابی بکر و عمر ہین اور ضحاک سے منقول ہی کہ مع علی ابن ابیطالب مراد ہی اور یہی جناب ابو جعفر سے ہی کہ مع علی بن ابی طالب مراد ہی اور
واضح رہے کہ تفسیر صادقین کی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ بہت سی روایات اہلسنت کے طریقون کے
موافق وارد ہی جیسا کہ ہم ذکر بھی بعض کا انکی کر آئے ہین اور ابی الشیخ اور سدی سے منقول ہی کہ کہا اُسنے کہ کونوا یعنی ہو
مع کعب بن مالک و مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کی جنھون نے جنگ تبوک سے تخلف کیا تھا اور طرفہ تر یہ بات ہی کہ بنا بر
اس روایت کے مومنین کو حکم ہوا ہی کہ جو لوگ متخلف جنگ تبوک سے ہوے ہین اُنکے ساتھ رہین اور یہ بمنزلہ اسکے
کہ صالحین بیعت کرین فاسقین کی پھر جب یہ اختلاف خود حضرات اہلسنت مین ہی اور شیعون کا تو فرقہ اسی پر اجماع
کیے ہی کہ صادقین سے آیہ مین علی ابن ابیطالب اور اُنکی اولاد معصومین جو اوصیاے طاہرین ہین مراد ہین نہ غیر اُنکے
پھر جو امام حضرات اہلسنت نے اختراع کیا ہی کہ صادقین سے اجماع امت مراد ہی یہ ایسی چیز ہو گئی کہ کسی سے اُنکے سوا
منقول نہین ہی اور خلاف اجماع ہی اور یہ بھی کسی کو متوہم نہو کہ یہ اُنکا قول تفسیر کونوا مع محمد واصحابہ کو مساوق ہی کیونکہ
امت کا لفظ عام ہی اور صادقین کی تفسیر پیغمبر خدا اور اُنکے اصحابون کے ساتھ خاص ہی اور تعجب کا محل یہ ہی کہ خود
مفسر تفسیر کبیر نے بیان معنی اطیعوا اللہ مین کہا ہی کہ جو تفسیر قرآن کی اقوال مفسرین کے خلاف ہو وہ لائق قبول نہین
اور اس سے مخالفت اجماع کی جو بطلان کو لازم ہی جاننا چاہیے اور پھر بیان پر اُتنی محظور و ممنوع کے ساتھ خود ہی

کار بند ہوے اور اگر ان روایات مین مصنف خود خوض و فکر کرتا یا اب بھی انکے پس ماندہ تامل کرین تو جانین کہ کونوا مع الصادقین کی جو تفسیر کرتے ہین اسمین مخاطب نہین معلوم ہوتا کہ کون ہی اور جنھون نے کہ جنگ تبوک سے روگردانی کی تھی اور خود اسپر نادم و پشیمان ہوکر توبہ کی تھی انکے ساتھ پھر اس خطاب کی کیا ضرورت تھی فائدہ اسکا یہ تھا کہ وہ پشیمان فعل سابق سے اپنے ہوکر تائب ہوے اور جب یہ خود ہی ہو چکا تھا تو پھر یہ خطاب بمنزلہ تحصیل حاصل کے ہوگا اور جو تفسیر انھون نے کونوا مع الصادقین کی مع ابی بکر و عمر کی ہی اور دوسرے مین مع علی بن ابیطالب کہا ہی اسکی حقیقت یہ ہی کہ پہلی تفسیر کی روایت روایات شاذہ طائفہ حضرات اہلسنت سے ہی کہ وہی اسکی نقل مین متفرد اور اسکی وضع مین متہم ہین اور انکے بھی اکثر علما اسپر اعتنا نہین کرتے والا خود مفسر تفسیر کبیر کب قول جدید کا اختراع کرتے اور اجماع امت کی طرف جاتے جو خلاف اجماع ہی بلکہ اسی کو قوت دیتے اور اس اجماع کے عوض مین اسی اجماع مقبول کو اپنے جو دلیل صحت خلافت شیخین ہی اس روایت اور آیہ کے استدلال سے قوی کرتے اور جب یہ حال ہی تو وہ روایت اعتنا کے لائق نہین ہان دوسری روایت تفسیر آیہ کی جسمین مع علی بن ابیطالب ہی یہ روایت بسبب اسکے کہ اتفاق فریقین اسکے مضمون کے ساتھ ہی کیونکہ تخصیص روایت جناب ابوجعفر علیہ السلام کی طرفین کے نزدیک مسلم ہی اور محفوف بقرینہ بھی ہی کہ امیر المومنین علیہ السلام کے حق مین ہی اور اسمین خطاب مومنین کے ساتھ مناسب و چسپان ہی پس یہ تفسیر البتہ متعین ہی پھر اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ چوتھے یہ ہی کہ نفی مذہب شیعہ مین کہا ہی کہ اگر ایسا ہوتا تو چاہیے کہ ہم بھی جانتے کہ کون یہ ہی اسکے مثل ہی جو اہل کتاب کہتے ہین کہ نبوت جناب رسالتمآب کی باطل ہی کیونکہ اگر حق ہوتی تو چاہیے کہ ہم بھی اُسے پہچانتے اور انکی حقیت کو جانتے یا یہود کہتے ہین کہ اگر عیسی پیغمبر ہوتے تو چاہیے کہ ہم بھی انکی حقیت کو جانتے اور حق یہ ہی کہ نہ جاننا انکی تقصیر کی طرف رجوع کرتا ہی چاہیے کہ اپنے تعصب کو نکال کر جو دلائل نبوت کے ہین اور اخبار و آثار کی طرف رجوع کرین اور بچشم انصاف دیکھین تاکہ بمقتضاے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا حق اونپر ظاہر ہو اگر وہ سچے ہین تو حق انپر ظاہر نہین ہوا اگر گمان صادق تو یہ ہی کہ حق انپر ظاہر ہی لیکن حب دنیا اور متابعت ہواے نفسانی کے لیے اظہار نہین کرتے انتہی حقیقت یہ ہی کہ عصمت کی دلیلین عقلی و نقلی بہت ہین کہ بعض اُنسے مقدمہ کتاب مین مذکور ہوئین اور پھر انشاءاللہ عنقریب مذکور ہونگی اور اشارہ اسکی طرف شیخ مفید علیہ الرحمہ کے بھی کلام مین ابھی آتا ہی لیکن علماے حضرات اہلسنت دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے ہین پھر سوا اسکے کیا کہا جاے کہ وہ مصداق اسی کا ہین جو حق تعالی فرماتا ہی من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور پھر اخوند صاحب فرماتے ہین کہ دوسرے کلام کا علماے خاصہ سے نقل کا جو وعدہ کیا تھا اسکا حال یہ ہی کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ اس آیہ کی تفسیر کیا ہی اور کسکی شان مین یہ آیہ نازل ہوا ہی شیخ سدید جناب مفید نے فرمایا جواب مین کہ یہ آیہ جلیلۃ الدلالت حضرت امیر المومنین کی شان مین نازل ہوا ہی اور حکم اسکا انکی اولاد امجاد کے لیے کہ پیشوایان دین او

ائمہ صادقین مین جاری ہوا اور اِس بارے مین بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین اور آیہ کے بھی سیاق سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ جناب مقدس الٰہی نے اِس آیہ مین سب کو حکم فرمایا ہے کہ متابعت کرو صادقین کی اور اُنسے جدا
نہون اور چاہیے کہ جنھین ملا کی ہے اور حکم فرمایا ہے وہ غیر اُنکے ہون کہ اُنھین حکم کیا ہے کہ اُنکے ساتھ رہو اور اُنکی متابعت کرو
کیونکہ یہ محال ہے کہ کسی کو حکم کرین کہ اپنے ساتھ رہو اور اپنے حکم کی متابعت کرو پس کہتا ہون مین کہ مراد صادقین سے یا سب
راست گو ہین یا بعضے اُنسے پہلا باطل ہے کیونکہ ہر مومن باعتبار ایمان کے صادق ہے اور اُس دعوی مین راست گو ہے پس
لازم آتا ہے کہ سب مومن مامور ہون اپنی متابعت کے ساتھ اور یہ محال ہے اور اگر بعضے اُنسے مراد ہین تو یا بعض معہود و
معلوم مراد ہین کہ الف و لام عہد خارجی کے لیے ہے یا بعض غیر معہود مراد ہے بنا بر اوّل کے چاہیے کہ وہ جماعت معلوم و
معروف ہو اور مخاطبین اُنھین پہچانتے ہون اور آیات اُنکے اسم و نسب کے ساتھ وارد ہو چکی ہون اور ان مخاطبین نے
اُنھین سنا ہو اور جو کوئی کہ دعوی کرے کسی ایک کے لیے سوا اُس جماعت کے جسکے لیے ہم دعوی کرتے ہین وہ
باطل ہے کیونکہ معلوم ہے کہ دوسرے کے حق مین یہ مرتبے متحقق نہین ہوے اور وہ معہود نہ تھے اور خود معترف ہین کہ
پیغمبر خدا کے زمانے مین اُنکی خلافت کی تعیین نہین ہوئی تھی اور بنا بر دوسرے احتمال کے کہ بعض غیر معہود مراد ہو
پس چاہیے کہ بعد اسکے اُس بعض غیر معہود کی تعیین و تخصیص کیجاے ورنہ تکلیف امر مجہول کے ساتھ ہوگی کہ اُسے
بجا نہ لا سکین اور وہ محال ہے اور معلوم ہے کہ سوا ائمہ علیہم السلام کے کسی نے دعوی تعیین و تخصیص کا نہین کیا اور
نہین ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ یہی مراد ہین اور کوئی نہین جناب سید سند نے ایک دوسری تقریر اِس جگہ فرمائی ہے
وہ یہ ہے کہ الصادقین جمع محلی باللام ہے کہ وہ عموم کے لیے مفید ہوتی ہے جیسا کہ یہ امر اصول مین ثابت ہے پس اس صورت
مین احتمال اوّل متعین ہوگا لیکن مراد صدق سے اگر صدق فی الجملہ لیا جاے تو حکم ساتھ متابعت صادقین کے
علی الاطلاق درست نہین آتا اور اگر مراد صدق سے جمیع الوجوہ ہو جیسا کہ اطلاق کا مفاد ہے پس حکم متابعت اور
معیت مطلقًا کے ساتھ درست آتا ہے اور مصادق عصمت کے واسطے ہے اور اِس مقام پر دونون اطلاق یعنی اطاعت کا
اطلاق اور صدق کا اطلاق حکیم علی الاطلاق کے کلام مین جو عموم کی طرف رجوع کرتا ہے یہ مطابق ہوگا عموم جمع
محلی باللام کے لیے پس حاصل معنی آیہ کے یہ ہونگے کہ جمیع اُمور مین ساتھ کافہ صادقین معصومین کے رہن اور کسی جگہ
اُنسے تخلف اور روگردانی نہ کرین پس یہ آیہ منطبق ہوگا مفاد سے حدیث متفق علیہ کے جو حضرت نے فرمایا تھا
مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجیٰ و من تخلف عنها غرق و هوی اور واقع مین یہ ہے کہ یہ دلیل بہت خالص
اور صاف ہے اور مسلمات سے خصام کے ہے اسی لیے امام فخر رازی نے بھی طرف ابداع تاویل اجماع کی انکی طرف
رجوع کی ہے اور جو کچھ کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے وہ بھی قریب اسی کے ہے جیسا کہ موافق نقل جناب
آخوند صاحب کے اُنکا بیان یہ ہے کہ فرماتے ہین کہ اور بھی دلیل عقلی و نقلی ہم رکھتے ہین کہ یہی مراد ہین لیکن دلیل عقلی

پس اسواسطے کہ اس آیہ مین حکم ہوا ہی کہ امت متابعت انکی کرین علی الاطلاق اور تخصیص کسی ایک امر کے سوا دوسرے کی نہین ہوئی پس چاہیے کہ یہ معصوم ہون اور نہین تو لازم آتا ہی کہ امت مامور ہو کہ خطا و معصیت مین انکی متابعت کرے اور وہ محال ہی اور چونکہ عصمت ایک امر باطنی ہی کہ حق تعالی کے سوا کوئی اسپر مطلع نہین ہوسکتا پس چاہیے کہ نص امامت پر اور عصمت پر انکی ہوئی ہو اور باتفاق امت انکے غیر پر نص نہین ہوئی پس ثابت ہوا کہ یہی مراد ہین اور لیکن دلیل نقلی وہ ہی کہ حق تعالی نے قرآن مین صادقین کے اوصاف ایسے فرماے ہین کہ وہ اوصاف علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سوا کسی اور مین جمع نہین ہوے کیونکہ فرماتا ہی کہ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب یعنی نیکی نہین ہی یہ کہ پھیرو تم اپنے مونہون کو مشرق و مغرب کی جانب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبیین ولیکن نیکوکار وہ ہی کہ ایمان لاے ساتھ خدا کے اور روز قیامت کے اور فرشتون کے اور خدا کی کتابون کے اور پیغمبرون کے واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب اور دیوے مال کو باوجود اسکے کہ مال کی محبت ہو یعنی اسکی احتیاج ہو یا دینے کی محبت یا ساتھ محبت خدا کے اپنے خویشان و عزیزان کو یا خویشان رسول خدا کو اور یتیمان یعنی اطفال بے پدر کو اور مسکینان محتاج کو اور مسافرون کو جو اپنے گھر نہین جاسکتے اور فقیرون کو جو سوال کرتے ہین اور آزاد کرنا بندون کا واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون اور بر پا رکھین نماز کو اوقات فضیلت مین آداب و شرائط کے ساتھ اور ادا کرین زکوۃ کو اور وہ ہین کہ وفا کرتے ہین اپنے عہد کے ساتھ کہ جو خدا کے اور خلق کے ساتھ کرتے ہین اور وہ ہین کہ صبر کرتے ہین فقر و بدحالی پر اور مرض و درد و آزار مین اور وقت جہاد مین دشمنان دین کے یہ ہین راست گو اور صادق ہین دعوی ایمان مین اور وفاے عہد مین یہ ہین پرہیزگار پس شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کہا ہی کہ حق تعالی نے اس آیہ مین جمع کیا ہی ان خصلتون کو بعد اسکے گواہی دی ہی اس شخص کے لیے کہ جس مین یہ کامل ہون صدق و تقوی کے ساتھ علی الاطلاق بلکہ حصر کیا ہی صدق و تقوی کو انہین اوصاف مین چنانچہ جو علم معانی و بیان مین مقرر ہین پس پہلے آیہ کو جو اسکے ساتھ ملاتے ہین تو مفاد اسکا یہ ہوتا ہی کہ متابعت کرو ان سبھون کی جنہین یہ خصلتین مجتمع اور کامل ہین اور ہم اصحاب رسول خدا مین سوا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور کسی کو ایسا نہین پاتے کہ یہ خصلتین اسمین جمع ہوئی ہون پس چاہیے کہ مراد صادقین سے پہلے آیہ مین وہ ہون اور مامور ہہ انکی متابعت کے ساتھ جمیع امت ہو کیونکہ آیت مین تخصیص کسی امر کے ساتھ سوا دوسرے امر کے نہین ہی اور لیکن بیان ان اوصاف کے اجتماع و کمال کا آنحضرت مین یہ ہی کہ اول آیہ مین ایمان ساتھ خدا کے اور روز قیامت کے اور فرشتون کے اور پیغمبرون کے مذکور ہوا ہی اور اسمین کوئی شبہ نہین ہی کہ وہ حضرت سب سے پہلے ایمان سب کے ساتھ لاے تھے باخبار متواترہ جو عامہ و خاصہ مین مشہور ہین یہ مضمون موجود ہی

کہ وہ حضرت اول اُن مردون سے ہین جنھون نے پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کیا جیسا کہ آنحضرت نے جناب سیّدہ سے فرمایا تھا کہ مین نے تجھے تزویج کیا اُسکے ساتھ جو قدیم جملہ صحابہ سے زیادہ ہی اسلام مین اور انقیاد اُسکا سب سے پہلے ہی اور متواتر ہی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مین بندہ خالص خدا کا اور بھائی پیغمبر خدا کا ہون اور مجھسے پہلے یہ بات کسی نے نہین کہی اور نہ بعد میرے کوئی کہیگا مگر جو بہت جھوٹ بولنے والا اور افترا باندھنے والا ہوگا اور اورون سے سات برس پہلے مین نے نماز کی اور فرماتے تھے کہ خداوندا مین اقرار نہین کرتا کسی ایک شخص کے لیے اِس اُمت سے کہ اُسنے مجھسے پہلے تیری عبادت کی ہو اور جسوقت کہ خوارج کے کلام آنحضرت کی سماعت مین پہونچے تو فرمایا کہ آیا یہ کہتے ہین کہ علی جھوٹ بولتا ہی مین نے کب دروغ کہا اور خدا پر جھوٹ کہتا ہون حالانکہ مین وہ ہون کہ جسنے سب سے پہلے خدا کی عبادت کی ہی اور اُسکے رسول پر کب افترا باندھا مین نے اور حالانکہ مین وہ ہون جو پہلے سب سے ایمان لایا اور تصدیق کی اُنکی اور مددگاری کی انکی اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا صبح کو اُس شب کی جسمین حضرت امیر علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی کہ اِس شب کو اُسنے انتقال فرمایا ہی کہ جسپر پہلے گذرنے والون نے اُسپر پیشی نہین پائی اور آیندہ آنے والے کمالات مین اُسکے نہین پہونچ سکتے اور دلائل اِسکے بہت ہین کہ اُنکا ذکر موجب تطویل کلام کا ہی پس حق تعالی نے ایمان کے بعد اموال و تصدقات کے دینے کو فرمایا اور بہ نصوص قرآنی اور احادیث متواتر وہ حضرت اِس صفت مین سب سے آگے ہین جیسا کہ حق تعالی سورہ ہل اتی مین فرماتا ہی ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا یعنی کھلاتے ہین کھانے کو باوجود اپنی بھوک اور محبت کے اُسکے ساتھ یا محبت خدا کے لیے مسکین اور یتیم اور اسیر کو اور اتفاق مفسرین کا اور راویان عامہ اور خاصہ کا اِسپر ہی کہ یہ آیہ بلکہ مجموع یہ سورہ شان مین علی اور فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کی نازل ہوا ہی اور پھر فرماتا ہی الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرا وعلانیة فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون یعنی وہ گروہ کہ راہ خدا مین انفاق کرتے ہین اور دیتے ہین اپنے مالون کو رات کو اور دن کو پوشیدہ و ظاہر پس اُنکے واسطے ہی اجر و ثواب اُنکا اور کچھ خوف نہین ہی اُنپر اور نہ اندوہناک ہونگے یعنی آخرت مین شیخ نے فرمایا ہی کہ روایات مستفیضہ وارد ہوئی ہین کہ یہ آیہ شان مین امیر المومنین کی نازل ہوا ہی اور کوئی خلاف اِسمین نہین ہی کہ آنحضرت نے اپنے ہاتھ کی مشقت سے ایک جماعت کثیر غلامون سے آزاد فرمائی کہ اُسکا شمار نہین ہو سکتا اور بہت سے کھیت اور باغ جنھین اپنی قوت بازو سے زندہ و سرسبز فرمایا تھا وقف کیا بعد اُسکے حق تعالی نے پھر نماز کے برپا کرنے کو اور زکوۃ کے دینے کو حکم فرمایا اور وہ بھی شان مین آنحضرت کی ہی بہ دلالت آیہ انما ولیکم اللہ کہ اہل نقل اتفاق کیے ہین اِس امر پر کہ جب آنحضرت نے حال رکوع مین زکوۃ دی تو یہ آیہ نازل ہوا مولف کہتا ہی کہ ہو سکتا ہی کہ شیخ نے اِس آیہ کو اِس معنی پر حمل کیا ہو

ساتھ اِس بات کے کہ واؤ کو عہد اتوا الزکوٰۃ کے معنی حال لیا ہو بقرینہ اِس آیہ کے اور قرینہ یہ ہی کہ مال کا دنیا سابق اس آیہ مین مذکور ہو چکا ہی اور تاسیس تاکید سے اولیٰ ہی سید شیخ نے فرمایا ہی کہا ہی کہ بعد اسکے حق تعالیٰ نے وفا فرمانے کو عہد پر فرمایا ہی اور صحابہ سے کوئی نہین ہی کہ نقض عہد اسنے ظاہر نہ کیا ہو یا اسکی نسبت اسکی طرف نہ دی ہو مگر وہ حضرت کہ کوئی احتمال نہین کرتا کہ آنحضرت نے توڑا ہو اُس عہد کو جو حضرت رسول کے ساتھ کیا ہو مددگاری مین اور جانفشانی مین اور آنحضرت کی حمایت مین پس یہ صفت بھی مخصوص آنحضرت سے ہی پھر حق تعالیٰ نے صبر کرنے کو بلاؤن مین اور سختیون مین اور لڑائیون مین فرمایا اور یہ بھی معلوم ہی کہ کسی شخص نے لڑائیون مین اور سختیون مین صبر نہین کیا وہی حضرت ہین کہ باتفاق دوست و دشمن کے کسی جنگ مین روگردان نہین ہوے اور نہ بھاگے نہ کسی دشمن سے ڈرے پس بعد اسکے کہ حق تعالیٰ ان سب خصلتون کو ذکر فرما چکا تو فرمایا کہ اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون یعنی یہ ہین جو صادق و راست گو ہین نہ غیر انکے اور یہ ہین کہ پرہیزگار ہین یعنی وہ صادق کہ جسکی متابعت کے واسطے ہمنے حکم کیا ہی وہ ہی کہ جسمین یہ سب صفات جمع ہون اور وہ امیر المومنین علیہ السلام ہین اور تعبیر آنحضرت سے جو بلفظ جمع فرمائی وہ آنحضرت کی تعظیم و تشریف کے لیے ہی کیونکہ عرب جمع کی لفظ کو واحد پر اسوقت اطلاق کرتے ہین کہ جسوقت اشارہ ساتھ رفعت و بزرگی اور علو منزلت کی طرف اسکی کرتے ہین اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ لفظ جمع کو اسلیے لاتے ہین کہ اشارہ اِس بات پر کرین کہ اور جماعت بھی اسمین اسکی شریک ہی اور اِس جگہ پر یہ بھی مراد ہو سکتا ہی کیونکہ سب ائمہ کرام اِس مرتبہ مین اور اِن صفات جلیلہ مین آنحضرت کے ساتھ شریک ہین انتھی ترجمہ کلامہ اور معین اِس بیان کو وہ ہی جو فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی و الآیہ کما تری جامعۃ للکمالات الانسانیۃ بأسرھا دالۃ علیہا صریحا و ضمنا فانہا بکثرتہا و تشعبہا منحصرۃ فی ثلثۃ اشیاء صحۃ الاعتقاد و حسن المعاشرۃ و تہذیب النفس الی ان قال و الیہ اشارۃ بقولہ من عمل بہذہ الآیۃ فقد استکمل الایمان یعنی آیہ جیسا کہ تو دیکھتا ہی جامع ہی واسطے جمیع کمالات انسانیہ کے دلالت کرتا ہی اسپر صریحا اور ضمنا پس تحقیق کہ وہ کمالات اپنی زیادتی اور شاخ شاخ ہونے کی جہت سے تین چیزون مین منحصر ہین صحت اعتقاد اور حسن معاشرت اور تہذیب نفس اور اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہی آنحضرت نے کہ جو عمل کرے ساتھ اِس آیہ کے اسنے یقینی استکمال اپنے ایمان کا کیا ہی انتھی اور ظاہر ہی کہ ایمان کامل علم و عمل دونون کے ساتھ حاصل ہوتا ہی اور غیر معصوم کو علم و عمل کا کمال میسر نہین ہو سکتا پس بمفاد اولئک الذین صدقوا ان صفات کے حاوی اور اِن کمالات کے جامع اہلبیت علیہم السلام مین فقط نہ کوئی سوا انکے پس یہی راست گو ہونگے اور صادقین اور راست گو بمفاد کونوا مع الصادقین مطاع واجب الاتباع ہین پس یہی حضرات وہ ہین کہ جنکی اطاعت خلق پر واجب ہی اور اسی جگہ سے ہی کہ مولانا طبرسی نے مجمع البیان مین فرمایا ہی و استدل اصحابنا بہذہ الآیۃ علی ان المعنی بہا امیر المومنین علی علیہ السلام لانہ لا خلاف بین الامۃ انہ کان جامعا لہذہ الخصال فہو مراد بہا قطعا و لا قطع علی کون غیرہ

جابہ الیہا ولہذا قال الزجاج والفراء انہا مخصوصۃ بالانبیاء المعصومین لان ہذہ الاشیاء لا یودیہا بکلیتہا علی الحق الواجب فیہا الا الانبیاء علیہم السلام
یعنی استدلال فرمائی ہی ہمارے علماؤن نے جو قدیم تھی اِس آیہ سے اوپر اِس بات کے کہ مراد اُس سے جناب علی ابن ابیطالب ہین کیونکہ خلاف نہین ہی اُمت مین اِس بارے مین کہ وہ حضرت جامع اِن خصلتون کے تھے پس وہی حضرت مراد اُس سے یقینی ہونگے اور یقین اِسکا نہین ہی کہ سوا آنحضرت کے کوئی جامع اِن صفات کا تھا اور اِسی لیے زجاج و فراء نے کہا ہی کہ یہ آیہ مخصوص ہی انبیاے معصومین علیہم السلام کے ساتھ کیونکہ اِن باتون کو کوئی ادا نہین کرسکتا جو حق واجب اُسکی ادا کا ہی مگر پیغمبران علیہم السلام اور چونکہ مدار اُسکی ادا کا بوجہ کامل عصمت پر ہی اور اہلسنت عصمت سے غیر انبیا کی اپنی حمایت مذہب کی راہ سے انکار کرتے ہین اور اپنے یہان کسی کو جامع اِن کمالات اور حاوی اِن صفات جلیلہ کا نہین پاتے اِسلیے کہدیا کہ مخصوص انبیاے معصومین علیہم السلام کے ساتھ ہین اور اگر کوئی اور بھی اصحابون سے ہوتا تو بالضرور اُسکا بھی نام لیتے اور اُسکے حق مین بڑے زور و شور سے ثابت کرتے اِس سے یہ بخوبی معلوم ہوا کہ غیر آنحضرت کے کوئی جامع اِن کمالات کا نہ تھا اب رہا یہ امر کہ جو زجاج و فراء نے تخصیص اِسکی فقط بانبیا کی ہی پس وہ باطل ہی اُس قول سے جو فاضل بیضاوی نے آنحضرت سے نقل کیا ہی کہ من ایامن علی بھذہ الایۃ فقد استکمل الایمان کیونکہ اُس سے امکان عمل زمان آیندہ مین اور ترغیب عمل کی اِس آیہ کے موافق ثابت ہی لیکن نبوت ختم ہولی پھر اب نبی کہان سے آئین جو عمل اِسکے موافق کرینگے کیونکہ بعد جناب ختم المرسلین کے نبی کا ہونا محال ہی اور جب یہی تو یہ ترغیب اور امکان عمل اِس آیہ کے موافق متعلق بافراد ممتنعۃ الوجود بعد النبی ہوگا اور اِسکا حال ظاہر ہی پھر کسطرح تخصیص اُسکی انبیاے معصومین سے صحیح ہوسکتی ہی اور پھر کیا فائدہ تعریف کا اِن صفات کے بیان سے حاصل ہوا ہان یہ امر صحیح ہی کہ کہا جاے کہ یہ آیہ مخصوص ہی نبی کے ساتھ اور اُس جماعت کے ساتھ جو مرتبہ عصمت مین شریک انبیاے معصومین علیہم السلام ہین اور وہ باتفاق اہلبیت علیہم السلام ہین کیونکہ غیر نبی آنحضرت کے سوا کوئی عصمت کا مدعی نہین ہوا اور نہ کسی نے اُمت سے اُنکے غیر کی عصمت پر اتفاق کیا ہی اگر بعد نبی معصوم دنیا مین ہین تو یہی بزرگوار ہین پس وہی مصداق اِس آیہ کا ہونگے اور وہی مطاع واجب الاتباع ہونگے اور زیادہ توضیح اِس مطلب کی جو مولناے طبرسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی یہ ہی کہ استدلال کیا ہی ہمارے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے اِس امر پر کہ مقصود اُس آیت سے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین کیونکہ درمیان اُمت کے اِسمین خلاف نہین ہی کہ وہ حضرت جامع اِن مراتب جلیلہ کے تھے پس آنحضرت کے آیہ سے مراد ہونے مین شک نہین ہی اور اِسی طرح سب ائمہ علیہم السلام کے بھی مراد آیہ ہونے مین شبہہ نہین ہی والا اجماع مرکب کا خرق لازم آے اور لیکن اور اصحاب پس اُنکے جامع ہونے کا خاص اِن اوصاف کے لیے یقین قطعی نہین ہی بلکہ یہ امر یقینی ہی کہ وہ جامع اِن صفات کے اور حاوی اُنپر بروجہ اکمل نہ تھے کیونکہ یہ امر اجماعی ہی کہ کوئی شخص

ہمارے ائمہ علیہم السلام کے سوا معصوم نہین ہی اور اُسے صادق علی الاطلاق اور عامل بجمیع اعمال طاعت نہین کہہ سکتے بلکہ صفات اُنکے جو اہل خلاف سے ہین وہ برخلاف ان صفات کے تھے جیسا کہ انشاء اللہ باب مطاعن مین اسکا حال معلوم ہوگا اور ان صفات کی تکمیل کا مورد وہ ہی جو جناب اخوند صاحب نے بعد قول سابق کے فرمایا ہی کہ مولف کہتا ہی کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین مجاہد سے اور اُسنے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کے پاس چار درم تھے اِس سے زیادہ کچھ آنحضرت پاس مال دنیا سے نہ تھا پس ایک درم کو چھپاکر اور ایک درم کو سب کے سامنے علانیہ اور ایک درم کو دن مین اور ایک درم کو رات مین آنحضرت نے تصدق فرمایا پس یہ آیہ اُنکی شان مین نازل ہوا کہ الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار تا آخر آیہ کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کے کلام مین گذرا اور یزید ابن رومان سے روایت کی ہی کہ کسی کی شان مین قرآن کی آیتین اِس کثرت سے نازل نہین ہوئین جیسا کہ علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوئین تیسرے یہ کہ بہت سی احادیث طریق موالف و مخالف سے آیات صدق و تصدیق کی تفسیر مین آنحضرت کے ساتھ وارد ہوئی ہین جیسا کہ ابن مردویہ نے اور حافظ ابونعیم نے کتاب حلیہ مین اور فاضل سیوطی نے کتاب درمنثور مین اور اوروں نے ابن عباس سے اور مجاہد سے روایت کی ہی تفسیر قول خدا تعالیٰ کی والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون یعنی وہ شخص جو راستی کو لایا اور جسنے اسکے ساتھ تصدیق کی یہ ہین پرہیزگار ان اور کہا ہی کہ جو راستی کو لایا وہ پیغمبر خدا ہین اور جسنے کہ اُنکی تصدیق کی وہ علی ابن ابیطالب ہین اور بنابر اسکے موصول وصدق مین مقدر ہی اور اہل عربیت سے کوئی حذف موصول کو تجویز کرتے ہین اور پھر حق تعالیٰ نے فرمایا ہی والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم الخ اور احمد حنبل نے اور اور جماعت نے ابن عباس سے اور اور صحابیون سے روایت کی ہی کہ یہ آیہ حضرت امیرالمومنین کی شان مین نازل ہوا ہی اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہی کہ شان مین علی اور حمزہ و جعفر علیہم السلام کی نازل ہوا ابن عباس نے کہا یعنی وہ اشخاص کہ جو ایمان لاے ساتھ خدا کے اور اُسکے رسولون کے وہ بہت سچے اور تصدیق کرنے والے اور پیغمبرون کے گواہ ہین اِس پر کہ انھون نے تبلیغ رسالت کی ہی اُنھین کے واسطے ہی مزد و اجر اُنکا تصدیق رسالت حضرت رسول پر اور نور اُنکا صراط پر ہی اور پھر حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا یعنی وہ جماعت کہ جنھون نے اطاعت خدا اور رسول کی کی تھی پس یہ روز قیامت کو اُنکے ساتھ ہونگے کہ جنپر خدا نے انعام فرمایا ہی پیغمبرون سے اور صدیقون سے اور شہیدون سے اور نیک کام کرنے والون سے اور وہ جماعت اچھے رفیقون سے ہین پس معلوم ہوا کہ صدیقون کا مرتبہ پیغمبرون کے بعد شہیدون سے اور صالحون سے بہت بلند ہی اور یہ مصداق ولایت و امامت کا ہی اور عامہ و خاصہ نے بطریق متواترہ روایت کی ہی کہ علی ابن ابیطالب صدیق اِس اُمت کے ہین اور فخر رازی اور ثعلبی اور

احمد بن حنبل نے مسند میں اور ابن شیرویہ نے کتاب فردوس میں اور ابن مغازلی نے اور اوروں نے حضرت رسول سے روایت کی ہی کہ صدیقون تین نفر ہین حبیب نجار کہ مومن آل یسین ہی اور حزقیل کہ مومن آل فرعون ہی اور علی ابن ابیطالبؑ اور وہ افضل ہین انمین سے اور ثعلبی نے دوسری سند سے روایت کی ہی عباد بن عبد اللہ سے کہ سنا مین نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے مین ہون صدیق اکبر اور اس سخن کو نہ کہیگا میرے بعد مگر جو دروغگو ہوگا سات برس پہلے اوروں سے مین نے نماز پڑھی اور صدیق لغت عرب اور عرف دونون مین معصوم سے مرادف ہی یا قریب المعنی اس سے ہی صاحب صحاح نے کہا ہی کہ صدیق دائم التصدیق اور وہ شخص ہی کہ تصدیق کرے اپنی گفتار کو اپنے کردار سے اور حق تعالی نے اپنے پیغمبرون کو اس سے وصف فرمایا ہی حضرت ادریس کی شان مین فرمایا ہی انہ کان صدیقا نبیا اور حضرت یوسف کے حق مین فرمایا ہی یوسف ایہا الصّدیق اور جو شخص کہ ان آیات کا مصداق اور صاحب ان صفات کا ہو یقینی وہ امامت و خلافت کے لیے احق ہی اس سے جو اُنسے بہرہ و نصیب نہ رکھتا ہو اور افترے کی راہ سے اُسے صدیق کہتے ہون جیساکہ برعکس نہند نام زنگی کافور انتہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجت الخصام مین سولہ[16] حدیثین طرق اہلسنت سے نقل کی ہین جسمین تصریح ہی کہ صدیق اکبر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ ہین چنانچہ بعض اُنسے وہ روایت ہی کہ موافق ابن احمد نے بذریعہ اسناد و وسائط اپنی کے انس سے نقل کیا ہی قال رایت رسول اللہ فی المنام فقال رسول اللہ یا انس ما حملک علی ان لا تودی ما سمعت منی فی حق علی بن ابیطالب حتی ادرکتک العقوبۃ ولولا استغفار علی لک ما شممت رائحۃ الجنۃ ابدا لکن ابشر فی بقیۃ عمرک ان اولیاء علی و ذریتہ و محبیہم السابقون الاولون الی الجنۃ ابدا و ہم جیران اولیاء اللہ واولیاء اللہ حمزۃ و جعفر و الحسن و الحسین واما علی فہو الصدیق الاکبر ولا یخشی یوم القیمۃ احبہ یعنی کہا انس نے کہ دیکھا مین نے خواب مین پیغمبر خدا کو پس فرمایا رسول خدا نے کہ اے انس تجھے کسنے برانگیختہ کیا ہی کہ تو نہین پہچانتا خلق کو جو مجھسے سنا ہی علی ابن ابیطالب کے حق مین یہان تک کہ عذاب خدا تجھے پہونچے اور اگر علی ابن ابیطالب تیرے لیے استغفار اس جرم کتمان حدیث فضیلت پر نہ کرینگے تو تو ہرگز بوے بہشت کو نہ سونگھیگا ولیکن تو بشارت دے امت کو اپنی بقیہ عمر مین اس بات کی کہ علی ابن ابیطالبؑ کے اولیا یعنی جانشینان اور ذریت طاہرہ انکی اور دوست انکے پس وہ سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے بہشت مین جانے والے ہین اور وہ ہمسایہ ہین دوستان خدا کے اور دوستان خدا حمزہ و جعفر اور حسن اور حسین ہین اور لیکن علی ابن ابیطالبؑ پس وہ صدیق اکبر ہین نہین ڈرتا روز قیامت سے جو انہین دوست رکھے اور بعض انسے وہ ہی الخامس عشر ابن شہر اشوب عن علی بن الجعد عن الحسن عن ابن عباس فی قولہ تعالی والذین امنوا باللہ و رسولہ اولئک ہم الصدیقون قال صدیق ہذہ الامۃ علی بن ابی طالب ہو الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم الحدیث یعنی ابن شہر آشوب نے باسناد اپنے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ انھون نے تفسیر قول خدا تعالی مین والذین امنوا باللہ و رسلہ اولئک ہم الصدیقون مین کہا کہ صدیق

اس امت کے علی ابن ابیطالب ہین اور وہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہین الخ الحدیث حدیث زیادہ تر تعارض
ضرور نقل کیا گیا اور بعض ان سے وہ ہی الحافظ محمد بن مومن الشیرازی فی کتابہ المستخرج من تفاسیر الاثنی عشر فی تفسیر قولہ
تعالی والذین امنوا باللہ ورسلہ الآیۃ یرفعہ الی ابن عباس قال الذین امنوا باللہ ورسلہ واحد علی بن ابیطالب وحمزہ بن المطلب وجعفر الطیار و اولئک
ہم الصدیقون قال صدیق ہذہ الامۃ علی بن ابیطالب فہو الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم یعنی حافظ محمد بن مومن شیرازی نے اپنی کتاب
مستخرج مین ابن عباس سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے تفسیر آیہ والذین امنوا باللہ ورسلہ مین کہ ایمان لانے والے
ایک علی ابن ابیطالب ہین اور حمزہ ابن مطلب اور جعفر طیار ہین اور اولئک ہم الصدیقون کی تفسیر مین کہا ہی کہ اس امت کے
صدیق علی ابن ابیطالب ہین کہ وہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہین اور جناب سید سند نے مرزا محمد بدخشی سے کہ انھون نے
مفتاح النجا سے نقل کیا ہی الطبرانی عن سلمان وابی ذر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی ان ہذا اول من امن بی وہو
اول من یصافحنی یوم القیمۃ وہذا الصدیق الاکبر وہذا فاروق ہذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وہذا یعسوب المومنین والمال یعسوب الظالمین
یعنی طبرانی نے سلمان وابوذر رضی اللہ عنہما دونون سے ساتھ ہی روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا علی ابن کے واسطے کہ یہ اول ہر کا ہی کہ جو ایمان لایا اور پہلے سب سے مجھسے مصافحہ کریگا روز قیامت کو اور یہ
صدیق اکبر اور یہ فاروق اس امت کا ہی کہ حق کو باطل سے جدا کریگا اور طرفہ ماجرا یہ ہی کہ شاہ صاحب نے اپنی تفسیر
فتح العزیز مین لکھا ہی کہ صدیق وہ ہی کہ جسکی قوت نظریہ مثل پیغمبرون کی قوت نظریہ کے کامل ہو اور ابتداے عمر سے
جھوٹ کہنا اور دورویہ سخن زبان پر لانا اسکے شایان نہو اور مقدمات دینی مین اخلاص تمام اس سے ظاہر ہو کہ
اصلا حظ نفس کا ثبوت اسمین نہو اور علامات سے صدیق کی یہ ہی کہ اپنے عزم مین تردد نہ کرے اور نماز مین ہر چند
اشیاء صعب اسکے آگے آئے لیکن چپ وراست اپنے ملتفت نہو اور علانیہ وسر اسکا برابر ہو اور کسی پر لعنت نہ کرتا ہو اور
خواب کی تعبیر کا علم خوب جانتا ہو انتہی توجیہ کلامہ لیکن بڑے تعجب کی بات ہی کہ پہلے شاہ صاحب نے کہا ہی کہ
صدیق وہ ہی جسکی قوت نظریہ مثل پیغمبرون کی قوت نظریہ کے کامل ہو اور دوسرے جھوٹ کہنا ابتداے عمر سے
اور دورویہ سخن لانا اسکے شایان نہو پھر اب اسکے بعد خلیفہ اول کو اپنے کسطرح صدیق کہینگے کیونکہ چالیس برس تک
انکا شرک خدا کے ساتھ کرنا قبل مشرف ہونے اسلام سے ضروری ہی پھر اگر انکی بھی قوت نظریہ مثل انبیا کی قوت
نظریہ کے ہوتی تو یقینی چشم زدن بھی شرک کی طرف میلان نہ کرتے اور اگر ابتداے عمر سے جھوٹ بولنا اور کلام
دورویہ کا کہنا صدیق کی شایان نہوتا تو خدا کے ساتھ شرک کرنا جو بمفاد محققون کا ہر کذب سے اعظم ہی چالیس برس تک
اسمین خلیفہ اول انکے منہمک نہ رہتے اور بہت واضح ہی کہ ایام کفر مین ہر قسم کی مخالفت الہی کے مرتکب ہوتے تھے
لیکن اگر بنظر تامل وانصاف دیکھا جاے تو بعد اسلام ظاہری بھی دروغ گوئی اور نفاق ہمیشگی برطرف نہین ہوے
جیسا کہ وہ حدیث جو صحاح مین مروی ہی کاذبا غادرا آثما خائنا باوضح دلالت اثبات کذب ونفاق پر انکے دلالت

کرتی ہی پھر اسکے بعد آیہ کونوا مع الصادقین کی تفسیر مین مع ابی بکر و عمر کہنا اور اپنے خلیفہ اول کو باسم صدیق کہر یاد کرنا
حقیقت مین موافق اسی مصرعہ کے ہی جو اخوند صاحب نے فرمایا ہی اور اس سے صدق کلام معجز نظام صدیق کبر
است خیر الانام یعنی امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا جو فرمایا تھا کہ لا یقولہا بعدی الا کاذب مجوبی ظاہر ہوا
تیسرے صدیق کی علامتون سے شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ اپنے عزم مین تردد نہ کرے اور نماز مین
ہر چند صعب حادثہ پیش آئے چپ و راست اپنے ملتفت نہو اسمین عقل حیران ہی کہ وہ کون تھا جسنے ابو سفیان سے
قبل سلام حال نماز مین کہا تھا لا تفعل ما امرتک اسے کیا کہینگے یا اسوقت یہ خلیفہ اول کوئی اور تھے اور اسی طرح
پہلے خلافت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو غصب کر کے اپنے تئین خلیفہ قرار دیا پھر منبر پہ کہا اقیلونی اقیلونی کی
مدالبلند کی یہ عزیمت کیسی تھی جسمین تردد نے راہ پائی چوتھے تازہ معنی مفہوم صدیق مین شاہ صاحب نے
یہ اعتبار کیا ہی کہ کسی پر لعن نہ کرتا ہو یہ بنیاد دروغ بیفروغ ہی شاید اسلیے یہ مضمون تراشا ہی کہ ہر گاہ لعن نہ کرنے سے
صدیق ہونا مشہور ہو جائیگا تو جو عوام سے لعنت کرنے والون کے ہین وہ سنکر باز رہینگے والا حقیقت مین تو یہ
کیونکر ہو سکتا ہی علیک لعنتی الی یوم الدین و لعنۃ اللہ علی الکاذبین قرآن مین موجود ہی پھر اگر مطلقاً لعنت کرنا
صدق کے منافی ہوتا تو العیاذ باللہ خداوند عالم کہ صدق الصادقین ہی چاہیے صفت صدق سے عاری ہو جو لعنت کے
مستحق ہین انپر لعنت کرنا عین طاعت ہی اور حق تعالی کا قرآن مین فرمانا یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون مستحق
ملعونون کے اور مدح مین لعنت کرنے والون کے کافی و وافی ہی اور یہ سلسلہ کبھی قطع نہوگا جو مستحق لعن ہین ہمیشہ انپر
لعنت کرنے والے تا قیامت لعنت کرتے رہینگے چاہین شاہ صاحب راضی ہون اور چاہین ناراض ہون
سد باب لعنت کا نہوا ہی نہوگا بعد اسکے کہ حق تعالی قرآن مین فرما چکا جیسا کہ گذرا طاعت الہی مخلوق کی رضامندی
کے لیے کسطرح ترک ہو سکتی ہی اور حقیقت یہ ہی کہ علاوہ طاعت کے خوب ثابت ہی کہ مظلوم کبھی اپنی اذیت و ضرر کو
جو دست ظالم سے پہونچے نہین بھولتا اور ہمیشہ درپے انتقام رہتا ہی اور جب تک کہ حق تعالی اسے ظالم پر مسلط کرے
اور دست اختیار و انتقام دے ادنی مرتبہ انتقام یہ ہی کہ اسپر لعن کرتا ہی اور حق تعالی سے جو صاحب قدرت و انتقام ہی
اس ظلم کے عوض مین یہ چاہتا ہی کہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے جیسا کہ مشہور ہی کہ کسی نے پیغمبر خدا کی ہجو
کہی تھی جب حضرت کو معلوم ہوا اور اسکے اشعار جو مشتمل ہجو پہ تھے سنے تو اسکے حق مین کہا اللہم انک تعلم انی
لا احسن الشعر فالعنہ بکل حرف لعنۃ یعنی خداوندا تو خوب جانتا ہی کہ مین شعر نہین کہتا پس ہر حرف کے عوض مین اسپر
لعنت کر پھر جب نبی کا فعل جسکی شان مین انک لعلی خلق عظیم وارد ہی اسطرح صادر ہوا تو حال امت کو دیکھنا چاہیے
کہ جسوقت ظلم ظالمین کو یاد کرتے ہین اور انکے مخالفین خدا و رسول سے اور اتلاف حقوق اہلبیت علیہم السلام کا
اور جو قتل و ہتک حرمت اور اذیتین انحضرتین ظلمہ کے ہاتھ سے پہونچین کتب فریقین مین دیکھتے ہین اور اسپر مطلع

ہوتے ہین اور جو برائیان اُنسے پیدا ہوئین اور آج تک سبھی باقی ہین اور رہینگی اُسے سمجھتے ہین اور دوست اختیار پر
اپنے مقام کو نہین پاتے پھر سوا لعنت کرنے کے کیا کرین اور صدیق اکبر باتفاق اُمّت یعنی علی ابن ابیطالب نے بھی
جابرہ بنی اُمیّہ پر لعنت فرمائی ہی کہ وہ سب پر ظاہر ہی پھر اگر لعن کرنا تصدیق ہونے کے درجہ سے منافی ہو تو چاہیے کہ
اصدق الصادقین اور مخبر صادق اور صدیق اُمّت علی بن ابیطالب علیہ السلام کو بھی اِس درجہ سے خارج کہین اور پانچوین جو کہا ہم
کہ تعبیر خواب کے علم کو خوب جانتا ہو یہ تخصیص کیسی جب قوت نظریہ کامل ہی تو سب مین کامل ہونا چاہیے اور
ہر علم مین رعایا سے فائق ہونا ضرور ہی جیسا کہ ہمارے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو تھا نہ یہ کہ رعایا سے پوچھ پوچھ کر حکم کرین
اور ہر بار اعتراف کرین کہ ہمین یہ نہ جانتا تھا جیسا کہ خلفاے جور کا حال تھا فقط کہ پانچوین آیہ وافی ہدایہ یہ مباہلہ ہو اور
حقیقت اسکے نازل ہونے کی جو مشہور اور کتب مین مسطور ہی یہ ہی کہ جب نصاری نجران نے باوصف حشمت اور
جمعیت زیادہ اپنے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعوت کے وقت مین لڑنا قبول نہ کیا تو پہلے ایک جماعت کو
اپنی قوم سے جو دانشمند و علماء سے تھے آنحضرت کی خدمت مین امتحان نبوّت کے لیے مناظرہ کرنے کو بھیجا جب وہ
آئے اور حضرت کی خدمت مین حاضر ہوے تو انھون نے حضرت عیسی کے بارے مین کلمات غلو کے کہے
اور گفتگو بہت ہوئی اور جو دلیلین و حجتین ہدایت اور اعلان حق مین زیبا تھین وہ جناب رسالتماب نے انپر
تمام فرمائین لیکن وہ کجی اور اعوجاج سے اپنے باز نہ آئے اُسوقت حق تعالی کی طرف سے آنحضرت پر حکم مباہلہ
کرنے کا انکے ساتھ نازل ہوا اسطرح کہ فرمایا حق تعالی نے فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا
وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ظاہر معنی اسکے یہ ہین کہ جو کوئی کہ تجھسے مجادلہ کرے
حضرت عیسی کے امر مین بعد اسکے کہ علم تیری طرف سے آچکا یعنی وہ بینات جو علم کا سبب ہوتے ہین تم انپر
تمام کر چکے پھر اب کہو کہ آؤ تا کہ بلائین ہم اپنے بیٹون کو اور تم اپنے بیٹون کو اور ہم اپنی عورتون کو اور تم اپنی عورتون کو
اور ہم اپنی جانون کو اور تم اپنی جانون کو بعد اسکے مباہلہ کرین اور خدا کے نزدیک تضرع کرین پس بھیجین خدا کی
لعنت کو دروغ گویون پر فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین اِس آیہ کے بیان مین کہا ہی فمن حاجک من النصاری فیہ
فی عیسی من بعد ما جاءک من العلم ای من البینات الموجبۃ للعلم فقل تعالوا ای ہلموا بالرای والعزم ندع ابناءنا وابناءکم وانفسنا وانفسکم ای
یدع کل منا ومنکم نفسہ واعزۃ اہلہ والصقہم بقلبہ الی المباہلۃ ویحمل علیہا وانما قدمہم علی النفس لان الرجل یخاطر بنفسہ لہم ویحارب
دونہم ثم نبتہل ای نتباہل بان نلعن الکاذب منا والبہلۃ بالضم والفتح اللعنۃ واصلہ الترک من قولہم بہلت الناقۃ اذا ترکتہا بلا صرار
فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین عطف فیہ بیان روی انہم لما دعوا الی المباہلۃ قالوا حتی ننظر فلما تخالوا قالوا للعاقب وکان ذا رایہم ما ترى
فقال واللہ لقد عرفتم نبوتہ ولقد جاءکم بالفصل فی امر صاحبکم واللہ ما باہل قوم نبیا الا ہلکوا فان ابیتم الا الف دینکم
فوادعوا الرجل وانصرفوا فاتوا رسول اللہ وقد غدا محتضنا الحسین آخذا بید الحسن وفاطمۃ تمشی خلفہ وعلی خلفہا وہو یقول اذا انا دعوت

پانچوین آیہ مباہلہ

فامنوا فقال اسقفهم یا معشر النصاری انی لاری وجوها لو سالوا الله ان یزیل جبلاً من مکانه لازاله فلاتباهلوا فتهلکوا فاذعنوا الرسول و بذلوا الجزیة الفی حلة حمراء وثلثین درعاً من حدید فقال علیه السلام والذی نفسی بیده لو تباهلوا لمسخوا قردة وخنازیر ولاضطرب علیهم الوادی نارا ولاستاصل الله نجران واهله حتی الطیر علی الشجر وهو دلیل علی نبوته وفضل من اتی بهم من اهلبیته اور جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین صاحب کشاف سے جو نقل کیا ہی وہ واقع مین کچھ بڑھا ہوا ہی مضمون تفسیر بیضاوی سے اسی لیے مین اسکی نقل پر اکتفا کرتا ہون کہ وہ معنی ہی ترجمہ عبارت بیضاوی سے بالجملہ روایت صاحب کشاف کے یہ ہی کہ جب حضرت رسول خدا نے نصاری کی دعوت مباہلہ کی طرف فرمائی تو انھون نے عرض کیا کہ ہمین مہلت دیجیے کہ ہم پھر کر جائین اور کچھ فکر کرین اور پھر کل حاضر ہونگے جب مکان پر پہونچکر آپسمین مشورہ کیا تو جو انمین صاحب راے تھا اُس سے کہا کہ ای عبد المسیح تو کیا مصلحت دیکھتا ہی اُسنے کہا کہ خدا کی قسم ای گروہ نصاری تم جانتے ہو کہ محمد صلعم پیغمبر مرسل ہی اور حضرت عیسی کے بارے مین اُسنے حجت قاطعہ تمپر تمام کی ہی اور کسی گروہ نے پیغمبر سے اپنے مباہلہ نہین کیا مگر یہ کہ بڑے اُنکے زندہ نہ رہے اور بچے اُنکے جوان نہوے اگر تم بھی مباہلہ کروگے تو اسی وقت ہلاک ہو جاؤگے اور اگر اپنے دین کی الفت ہی اور یہ چاہتے ہو کہ اپنے دین سے جدا نہو تو اُسکے ساتھ صلح کر و اور اپنے ملک کو پھر چلو پھر وہ جمع ہو کر آے پیغمبر خدا کی خدمت مین اُسوقت صبح کو کہ حضرت دولت سرا سے اسطرح برآمد ہو چکے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کو اپنی گود مین لیے تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑے تھے اور جناب فاطمہ زہرا حضرت کے پس سر آتی تھین اور جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام جناب سیدہ کے پس پشت آتے تھے اور جناب رسول خدا اُن بزرگوارون سے فرماتے تھے کہ جب مین دعا کرون تو تم آمین کہنا یہ دیکھکر اسقف نجرانی نے کہا کہ ای گروہ نصاری مین چند مُنہ ایسے دیکھتا ہون کہ اگر خدا سے وہ یہ دعا کرین کہ پہاڑ کو اُسکی جگہ سے ہٹا دے تو اُنکی دعا سے اور اُنکے مُنھ سے پہاڑ ہٹ جا مباہلہ نہ کرو کہ ہلاک ہجاؤگے اور روے زمین پر کوئی نصرانی روز قیامت تک نہ رہ جائیگا پس انھون نے کہا کہ ای ابو القاسم ہماری راے اسپر قرار پکڑتی ہی کہ تمسے مباہلہ نہ کرین اور آپ کو آپ کے دین پر چھوڑین اور ہم اپنے دین پر ثابت رہین یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ جب تم مباہلہ سے انکار کرتے ہو تو مسلمان ہو تا کہ تمھارے لیے بھی وہ ہو جو مسلمانون کے واسطے ہی انھون نے اس سے انکار کیا حضرت نے فرمایا کہ مین تمسے لڑونگا انھون نے کہا کہ ہمین عربون سے لڑنے کی طاقت نہین ہی ولیکن آپ سے ہم صلح کرتے ہین کہ جنگ نہ فرمائیے اور نہ ہمین ڈرائیے نہ ہمین ہمارے دین سے پھیریے بشرطِ اسکے کہ ہر سال مین ہم جزیہ دینگے دو ہزار حلہ یعنے چادر ہزار ماہ صفر مین اور ہزار ماہ رجب مین تو تیس زرہ عادی قدیم لوہے کی دینگے یہ سُنکر حضرت نے اسی پر اُنسے صلح فرمائی اور فرمایا کہ قسم ہی اُس خداوند کی کہ جسکے دست قدرت مین میری جان ہی کہ ہلاک ہوتا اہل نجران پر لٹکا یا گیا تھا اور اگر مباہلہ کرتے تو سب مسخ ہو جاتے بوزینہ و خوک کی صورت پر اور یہ میدان اُنپر آگ کا ہو جاتا اور یقینی حق تعالے

نے اصل

مستاصل فرماتا نجران اور اہل نجران سب کو یہان تک کہ جو پرندے وہان درختون پر تھے وہ بھی اور اس سے پہلے
کہ سال پھرتا سب نصاری ہلاک ہوجاتے انتہی ترجمہ بعض کلامہ واضح ہو کہ اس آیہ کے وجوہ دلالت پر جو فضیلت
اور امامت پر اہل عصمت کی دلالت کرتا ہی ہمارے علمانے بہت سی وجہین بیان فرمائی ہین لیکن مین پہلے
جسطرح جناب سید سند نے شاہ صاحب کی تقریر کو جو انھون نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین لکھی ہی ذکر فرما کر
اسکے شبہون کا جواب دیا ہی اسی طرح نقل کرتا ہون اور پھر اور تقریرین بھی لکھونگا انشاء اللہ تعالی تا لطف سوال و
جواب کا بھی فریقین پر واضح ہو اور صاحبان فہم اس سے بہرہ مند ہون پس جان تو کہ فاضل حزبور نے لکھا ہی
کہ منجملہ آیۃ المباہلۃ اور شیعون کے تمسک کا طریق اس سے یہ ہی کہ جب فقل تعالوا الخ نازل ہوا تو آنحضرت گھر سے
باہر تشریف لائے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین کو اپنے ساتھ لیا پس معلوم ہوا کہ ابناءنا سے مراد حسن و حسین ہین اور
انفسنا سے مراد حضرت امیر المومنین ہین اور جب حضرت امیر نفس رسول ہوے اور ظاہر ہی کہ حقیقی معنی نفس ہونیکے
یہان محال ہین پس مساوی ہونا مراد ہوگا اور جو کہ مساوی پیغمبر زمان کے ساتھ ہو وہ بالضرور افضل و اولے
بتصرف اپنے غیر کی بہ نسبت ہوگا کیونکہ مساوی افضل کے واسطے اولی بتصرف ہی پس وہی امام ہوگا کیونکہ امام کے
معنی نہین ہین مگر افضل و اولی بتصرف کے اور یہ تقریر منتظم اکثر علماے شیعہ کو بہم نہین پہونچی اور یہ حق اس سالک کا ہی کہ اس تقریر
غیر منتظمہ کو انکی ترتیب انیق اور تقریر رشیق آسنے مہذب و منقح کر دیا ہی اگر کسی کو اس کلام کی صداقت مین کچھ تردد ہو تو
انکی کتابون کو دیکھے کہ کسقدر کلام کو منتشر کیا ہی اور مطلب کو نہین پہونچایا ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور جواب مین اسکے جناب
سید سند نے فرمایا ہی وہ کافی ہی الحمد للہ کہ شیعہ اپنے دشمنون کی اعانت کے محتاج نہین ہین پس اپنا احسان اپنے پاس
رکھین فریقین کی کتابین موجود ہین پس یہ کیا دروغ بیفروغ ہی جو شاہ صاحب نے کہا ہی کیونکہ بمفاد ان
البصیر بما فی البیت جو تقریرین کہ شیعون کے محققین نے اپنی کتابون مین ذکر کین ہین وہ مخالفین کو کہان میسر ہین مگر یہ
کہ ان سے اخذ کیا ہی اور انکے قول کو انسے نقل کیا ہوگا اور دور نہین ہی کہ یہ تقریر بھی شاہ صاحب نے علامہ مصنف
نہج الحق سے اخذ کی ہو جیسا کہ انھون نے ذکر آیہ مباہلہ کے بعد فرمایا ہی اجمع المفسرون علی ان ابناءنا اشارۃ الی الحسن و الحسین و
نساءنا اشارۃ الی فاطمۃ و انفسنا اشارۃ الی علی علیہ السلام فجعلہ اللہ نفس محمد و المراد المساواۃ والمساوی الاکمل و الاولی بالتصرف اکمل و اولی بالتصرف
اور شاہ صاحب نے اسکے اس عبارت کا ترجمہ کرتے اور ساتھ حذف کرنے مقدمہ اجماع کے اس تقریر سے اور نہ لانے مقدمہ
الانسان لا یدعو نفسہ کے جو اور شیعون کی تقریر مین موجود ہی کچھ فرق نہ کیا کہ انکا مایہ افتخار ہوتا اور ظاہرا ادعی تبدیل کا
دونون مقدمون مین انھین نہین ہوا مگر تعبیر خواب کا مقدمہ اجماع سے اور اپنے نزدیک دوسرے مقدمہ مین انھون
نے گنجائش کلام کی پائی اور یہ بات بہت صاف ہی کہ جو شاہ صاحب نے خود ستائی کی ہی اگر واقع مین اس تقریر کے
استحکام کے لیے یہ مقدمون کی تبدیل کی ہوتی تو ٹھیک تھی جیسا کہ ارباب حق نے اس تقریر کے سد باب کے لیے ان احتمال مین

رفع کرنے کو شکوک کے کیا ہی جسے بھی ذکر کرتے پس اُسکا ذکر نہ کرنا اور تبدیل کرنا اُنہی سے اُنکی خیانت اور
غودستائی کی شناخت سب پر لایح و ظاہر ہوتی ہی پھر اگر تامل کی راہ سے دیکھا جاوے کہ وہ تقریر جو شاہ صاحب نے
لکھی ہی اور وہ تقریرین جو اور علماے حضرات اہلسنت نے خواہ شیعون سے نقل کرکے یا بطور خود لکھی ہین تو محکم
وہی ہین کہ شکوک کے مدخل اُسمین بند ہین بخلاف تقریر شاہ صاحب کہ اُسمین گنجائش اُنہین کے نزدیک
ثابت ہی چہ جاے اِسکے کہ شیعون کی تقریر کا مقابلہ کیا جاے جو اُنکی کتابون مین ہین لیکن شاہ صاحب نے
تقریر مختصر اختصار کیا تاکہ ممکن ہو کہ عوام کی نظر مین باوصاف اظہار استحکام پُرانے شبہے اہلسنت کے اِسکے بعد
رونق دین لیکن یہ طبع سازی اہل بصیرت کی نظر مین جلوہ گر نہین ہو سکتی اور مین پہلے استدلال کی تقویت کے لیے
مخالف و موالف کے کلام سے اِس دلیل کی قوت کا حال بر وجہ تفصیل دکھاتا ہون اور پھر انشاء اللہ شاہ صاحب کے
اقوال کا ابطال کر دکھانگا جاننا چاہیے کہ فخر الدین رازی امام حضرات اہلسنت نے تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ شہر رے مین
ایک شخص تھا کہ اُسے محمود بن حسن حمصی کہتے تھے اور وہ شیعون کے علماے متکلمین سے تھا اور وہ یہ گمان
رکھتا تھا کہ علی ابن ابیطالب سوا پیغمبر آخر الزمان کے سب پیغمبرون سے افضل تھے اور اِس مدعا پر اپنی وہ دلیل
لاتا تھا بقول خدا تعالیٰ انفسنا و انفسکم اِس طرح انفسنا سے نفس رسول مختار مراد نہین ہو سکتا کیونکہ انسان
اپنے نفس و جان کی خود دعوت نہین کر سکتا بلکہ مراد غیر آنکی ہین اور اُمت نے اتفاق کیا ہی اِسپر کہ غیر نبی غیر علی ابن
ابیطالب کے نہ تھا اور ظاہر ہی کہ مراد اُس سے نہین ہو سکتی مگر یہ کہ نفس علی اور نفس رسول متحد ہو پس آیہ کا
مدلول یہ ہوگا کہ علی مثل رسول ہی اور وہ مقتضی اِسکا کہ جمیع اُمور مین پیغمبر اور وصی برحق مساوی بھی ہون پھر کہا ہی
ترک العمل بہذا العموم فی حق النبوة و فی حق الفضل لقیام الدلائل علی ان محمدا صلی اللہ علیہ و آلہ کان نبیا و ما کان علی کذلک و لانعقاد الاجماع
علی ان محمدا کان افضل من علی فبقی فیما وراءہ معمولا بہ و اما سائر الشیعة فیستدلون بہذہ الآیة علی افضلیتہ عن سائر الصحابة و اقتصر فی الجواب
بدعوی الاجماع علی ان غیر النبی لا یکون افضل من النبی یعنی چھوڑ دیا ہی اُسنے عمل کرنا اِس عموم پر حق نبوت مین اور حق فضیلت کی مساوات
کیونکہ دلائل اُسپر قائم ہین کہ پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ نبی تھے اور جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب
پیغمبر نہ تھے اور اجماع اُمت اِسپر منعقد ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ جناب علی ابن ابیطالب سے افضل تھے پس
باقی رہیگا وہ عموم معمول بہ جملہ اموں مین سوا اُن دونون امرون کے لیکن سب شیعہ پس اِس آیہ سے استدلال کرتے
ہین آنحضرت کے افضل ہونے پر سائر صحابہ سے اور اقتصار اُنکے جواب مین اِسی پر کیا گیا ہی کہ اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہی اِسپر
کہ غیر نبی افضل نبی سے نہین ہو سکتا اور اخوند صاحب نے حق الیقین مین اِس تقریر کی شرح اِسطرح فرمائی ہی کہ مراد
نفس سے نفس محمد نہین ہی کیونکہ دعوت کا مقتضا مغایرت ہی اور آدمی اپنے تئین خود نہین پکارتا اور بلاتا پس
چاہیے کہ دوسرا امر او ہو اور باتفاق مخالف و موالف سوا زنان و فرزندان کے کہ جسے بانفسنا تعبیر کرتے ہین علی ابن

ابیطالب

ابی طالب کے سوا کوئی نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالی نے نفس علی کو نفس محمد فرمایا ہے اور اتحاد حقیقی دو نفس میں محال ہے پس چاہیے کہ مجاز ہو اور یہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ لفظ کا حمل کرنا اقرب مجازات پر ساتھ حقیقت کے اولی ہے ابعد پر حمل کرنے سے اور اقرب مجازات برابر ہونا ہے تمام صفات اور شرکت ہے جمیع کمالات میں مگر جو کچھ کہ دلیل سے باہر ہو جاوے اور جو کہ باجماع ان کمالات سے خاص ہونا پیغمبری کا ہے کہ علی علیہ السلام اس میں شریک نہیں ہیں پھر اور کمالات میں شریک ہونگے اور منجملہ کمالات سے آنحضرت کے یہ ہے کہ افضل سائر انبیا سے اور جمیع صحابہ سے ہیں اور اگرچہ مساق اس کی تقریر خالی جمعی کی افضلیت کی طرف ہے جیسا کہ دعوی انکا صریح ہے لیکن دو وجہ سے مثبت دعوی امامت کے ہے ایک تو تقریب کی راہ سے اور دوسرے جگہ سے ہے کہ جناب اخوند صاحب نے حق الیقین میں فرمایا ہے کہ فخر رازی نے باوجود اپنی عصبیت کے جو اسے تھی اس تقریر کے نقل کرنے کے بعد فقط اسکے جواب میں یہ کہا ہے کہ جسطرح کہ اجماع اسپر منعقد ہوا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ علی علیہ السلام سے افضل ہیں ایسا ہی اجماع منعقد ہے کہ انبیا غیر انبیا سے افضل ہیں اور بطلان اس رازی کے قول کا ظاہر ہے کیونکہ شیعہ اس اجماع کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ رازی اگر یہ کہتا ہے کہ اہلسنت نے یہ اجماع کیا ہے تو تنہا انکا اجماع کیا اعتبار رکھتا ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ جمیع امت نے اسپر اجماع کیا ہے تو یہ مسلم نہیں ہے بلکہ اسکا بطلان ظاہر ہے کیونکہ اکثر علماے شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت امیر اور سائر ائمہ افضل سائر انبیا سے ہیں اور احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ اپنے ائمہ دین سے صلوات اللہ علیہم اجمعین اس بارے میں نقل کرتے ہیں اور سب مقدمات اسکے واضح تھے اس جہت سے اس فاضل نے کہ اسے امام المشککین کہتے ہیں کچھ تصرف اسمین نہ کر سکا پھر اس دلیل سے بھی امامت حضرت امیر کی ثابت ہوئی کیونکہ از جملہ کمالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے امامت اور وجوب اطاعت ہے اور وہ پیغمبری کے سوا ہے پھر چاہیے وہ حضرت امام ہوں اور بھی افضل ہونا سائر انبیا سے جو سب سے اعلی مراتب امامت کا لازم ہے قطع نظر اس سے کہ ترجیح مرجوح قبیح ہے پھر شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں اخوند صاحب کی تقریر پر سوا اسکے کہ لفظ امامت کی جگہ اولی کی لفظ کو بدل دیا جو امامت کا مرادف ہے اور کیا بڑھایا جو انکا مایہ تفاخر ہوگا بلکہ اخوند صاحب کی تقریر میں مبانی استدلال کی تشیید زیادہ ہے اور مداخل شکوک کا سد اسمین بہت ہے کہ اسکے بعد فرمایا ہے کہ اگر کوئی معاند متعسف مناقشہ کرے اور کہے کہ ممکن ہے کہ دعوت نفس کی مراد مجازاً ہو اور جب مجاز کی بنا ہے تو سب برابر ہیں مجاز ہونے میں ایک مجاز دوسرے مجاز سے اولی نہیں ہے تو اسکا جواب کئی طرح سے دے سکتے ہیں اور بہت واضح ہے کہ اہمال کرنا ان مقدمات کے بیان میں اسلیے ہے کہ تا اپنے شکوک کی گنجائش کو جلوہ دے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب افضلیت آنحضرت کی اور مفضولیت اور صحابہ کی اس آیہ سے ثابت ہو چکی اور تفضیل مفضول اور ترجیح مرجوح عقل و نقل دونوں کی راہ سے قبیح ہے پھر وہ حضرت اولی اور احق بامامت ہونگے قال اللہ عز وجل افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فما لکم

کیف تحکمون اور اسی وجہ کی طرف فخر رازی نے نہایت العقول مین اشارہ کیا ہی طریقہ رابعہ مین بیان ادلہ مین
جو شیعون کے واسطے اثبات امامت امیر مومنان مین ہین لکھا ہو کہ تحقیق کہ علی افضل صحابہ ہین اور جب ایسا ہوا
تو واجب ہی کہ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے امام وہ ہوون نہ دوسرا اور کہا ہی کہ کلام مقام ثانی مین گذر چکا
الحال وہ وقت ہی کہ مقام اول کو بیان کرون بعبارت اسکے کہا ہی کہ شیعہ حجت لاتے ہین انحضرت کی تفضیل پر قرآن سے
اور اخبار سے اور استقراء احوال علی ابن ابیطالب سے اور اسکی ذیل مین شیعون کے احتجاج کو آیہ مباہلہ کے ساتھ
اسطرح ذکر کیا ہی کہ جناب رسالتماب نے مقام مباہلہ پر علی ابن ابیطالب کو بلایا اور یہ معنی غایت فضیلت پر
انحضرت کی دلالت کرتا ہی اور دعوی اول کا بیان دو وجہ سے ہی ایک یہ کہ اخبار اس مضمار مین قریب تواتر
اور غایت اشتہار مین ہین دوسرے یہ کہ مراد قول سے انحضرت کے انفسنا وانفسکم فاطمہ وحسنین علیہم السلام نہین ہین
بسبب اسکے کہ انکا اندراج ابنائنا ونسائنا مین ہی اور اسی طرح انحضرت کا نفس بھی مراد نہین ہی کیونکہ انسان اپنے نفس کو
خود نہین بلاتا پس معلوم ہوا کہ دعوت اسکی کی تھی کہ جو غیر نفس نبی اور غیر فاطمہ وحسنین علیہم السلام ہو اور باتفاق امت سوا
علی ابن ابیطالب کے دوسرے کو نہین بلایا پس معلوم ہوا کہ مدعو علی ہین اور دوسرے کا بیان بھی دو طرح پر ہی پہلے
یہ کہ قصد انحضرت کا مباہلہ سے یہ تھا کہ حقیت اپنے دین کی اظہار اور روشن فرماوین اور یہ مقتضی اسکے ہی کہ مباہلہ مین
ایسے شخص کو حاضر فرماوین کہ جسکے بارے مین شفقت اور رافت انحضرت کی بہت ہو والا منافقین کہتے کہ اگر
انحضرت کو یقین نصرت اپنے دین کی ہوتی تو یقیناً اپنے اقارب کو جو محبوب ترین مردم انکے تھے اور انکی نسبت
انسان کو خوف زیادہ ہوتا ہی شریک کرتے نہ بیگانون کو اور اجانب کو جنکے مرجانے کی انکو کچھ پروا نہین اور ظاہر ہی
کہ شفقت حضرت کی جناب امیر پر سب سے زیادہ یا بسبب انکے شدت قرب کے پیغمبر کے ساتھ تھی
یا بسبب انکے کمال فضل کے تھی اول باطل ہی والا جسطرح حضرت امیر کو مباہلہ کا شریک کیا عقیل وعباس کو
بھی مباہلہ مین داخل فرماتے پھر جب یہ نہ تھا تو ثابت ہوا کہ غایت اشفاق انحضرت کا ان اشخاص پر جنھین مباہلہ
مین داخل اور حاضر فرمایا بسبب انکے کمال فضل کے تھا پس اس سے لازم آتا ہی کہ علی افضل خلق ہو دوسرے یہ کہ
انحضرت نے جب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو اپنا نفس وجان قرار دیا تو اس سے واجب ہوا کہ جو مدارج عالیہ
پیغمبر خدا کے واسطے حاصل ہین وہ انحضرت کے لیے بھی حاصل ہوون لان ذلک مقتضی الوحدۃ ترکنا العمل بہ فیما عرف بالضرورۃ
وھو التعدد فوجب العمل بہ فیما عداہ اور یہ تقریر بھی بہت متین ہی اور دلالت کرتی ہی اسی امر پر جسکے لیے شیعہ استدلال کرتے
ہین اور کہتے ہین کہ جناب امیر علیہ السلام پیغمبر خدا سے نبوت کے سوا ہمسری رکھتے ہین اور اس برابری کا استنباط
لفظ انفسنا سے کرتے ہین اور حقیقی نفس رسول کو مراد نہین لیتے بلکہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو مراد انفسنا سے لیتے ہین
بدلیل مستحیل ہونے شخص کی دعوت کے اپنے نفس کے واسطے کیونکہ یہ بہت سی وجہون سے ثابت ہوا ہی

انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اب پھر مین بر سر اثبات استدلال تقریب اول آیا ہون کہ جسے شاہ صاحب نے
مقدم کیا ہی پس کہتا ہون مین کہ پہلا مقام اس تقریر مین وہ ہی کہ مراد انفسنا سے حضرت امیر علیہ السلام ہین اور
شاہ صاحب نے شیعون کی دلیلون کو جو اس مطلب پر وہ رکھتے ہین کہ مراد انفسنا سے وہی حضرت ہین مطلقا ذکر
نہین کیا اور دیدہ و دانستہ انکے ذکر مین خیانت کی ہی اور پھر قدرت خدا کی ہی کہ مباہات اپنی تقریر کا اور اثبات حق
اپنا شیعون پر کیا ہی اور جو تقریر کہ شیعون کی طرف سے بیان کی ہی اسکے جواب مین لکھا ہی کہ اس تمسک مین بوجوہ عدیدہ
خلل نے راہ پائی ہی پہلے یہ کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ انفسنا سے حضرت امیر مراد ہین بلکہ نفس نفیس پیغمبر خدا مراد ہی
فقط اور اسکے جواب مین جناب سلطان العلماء طاب ثراہ نے فرمایا ہی کہ یہ کلام چند وجہون سے مردود ہی پہلی وجہ یہ ہی
کہ ایک دلیلون سے ہمارے مفسرین کا اجماع ہی اسپر کہ انفسنا سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہین اور شاہ صاحب
کا اس سے انکار کرنا بسبب انکے جہل کے ہی اپنی کتب اخبار و تفسیر سے کیونکہ فاضل سیوطی جو انکے اعاظم مفسران
مذہب سے ہی اسنے اپنی تفسیر در منثور مین لکھا ہی قال جابر انفسنا رسول اللہ وعلی وابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمہ کتاب
مذکور حاضر ہی جو چاہے دیکھ لے اور بھی ثعلبی نے اپنی تفسیر مین حضرت امیر کو انفسنا مین داخل کیا ہی اور امام
فخر رازی کا بھی کلام اسی کی طرف اشارہ رکھتا ہی اور فاضل ابن روزبہان نے کہا ہی کہ والمراد بالانفس ھنا الرجال
کانہ امر بان یجمع اولادہ ونسائہ ورجال اھل بیتہ فکان النساء فاطمہ والاولاد الحسن والحسین والرجال رسول اللہ وعلی یعنی مراد انفس سے اس جگہ مرد ہین گویا
کہ وہ حضرت مامور ہوے تھے ساتھ اس بات کے کہ جمع کرین اپنی اولاد کو اور عورات کو اور مردان اہلبیت کو
پس عورت فاطمہ تھین اور اولاد آنحضرت کی امام حسن اور امام حسین تھے اور مردون مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے اور بھی دلالت کرتا ہی اسپر جو شیخ ابن حجر نے صواعق مین دارقطنی سے روایت
کی ہی ان علیا یوم الشوری احتج علی اھلھا فقال انشدکم باللہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ فی الرحم منی ومن جعلہ نفسہ وابنائہ ابنائہ
ونسائہ نساءہ غیری قالوا اللھم لا اور مولانا اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ مین اسکا ترجمہ اسطرح فرمایا ہی کہ ابن حجر جو متعصبین اہلسنت سے ہی
اسنے اپنی کتاب مین جو نقل کیا ہی وہ مؤید اسکا ہی کہ یہ آیہ فضیلت پر حضرت مرتضی علی کی دلالت کرتا ہی اور کہا ہی کہ
حضرت مرتضی علی علیہ السلام نے حجت فرمائی تھی پانچون صحابہ پر جس روز کہ عمر ابن الخطاب نے امامت کو شوری پر
قرار دیا ہی اور فرمایا کہ مین تمھین خدا و رسول کے ساتھ قسم دیتا ہون کہ تم مین کون ہی جو رسول خدا سے قرابت اسکی
مجھسے زیادہ ہو اور پیغمبر خدا نے روز مباہلہ اسکے بیٹون کو اپنا بیٹا اور اسکی عورت کو اپنی عورت اور اسکے نفس کو
اپنا نفس کہا ہو انھون نے جواب مین کہا اللھم لا یعنی بارخدایا کوئی شخص ہم مین سے نہین ہی کہ ایسا ہو پس اے
اس جماعت پر کہ باوجود اس تصدیق کے جو انھون نے کی تھی اور قسم کھائی تھی کہ خصم بھی اسے کہتا ہی پھر عثمان کو
خلیفہ کیا اور روز قیامت کی روسیاہی پر راضی ہوے ولیکن اگر تین شخصون کی جگہ پر تین سو کو مقدم کرتے جب بھی رتبہ

علی مرتضی علیہ السلام کا کم ہوتا انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ پھر جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہی کہ یہ صریح ہی اس بارے مین
کہ سب صحابہ آنحضرت کو نفس رسول جانتے تھے پھر کیا سبب ہی کہ یہ جاہل یعنی شاہ صاحب اپنی عصبیت کی
راہ سے اس سے انکار کرتا ہی اور حقیقت مین منکر رسول ہی اور کسی نے مفسرین مشاہیر سے اسکا انکار نہین کیا بلکہ
دعوی اجماع مفسرین نے اسپر کیا ہی اور فضل ابن روزبہان نے بھی باوجود اس عداوت اور خصومت کے اسمین
کچھ قدح نہین کی حالانکہ وہ ایسے مقامات پر بہت قدح کرتا ہی اور اسی کے موید ہی جو پیغمبر خدا نے فرمایا ہی علی منی
وانا من علی اور فرمایا ہی علی منی مثل راسی من بدنی اور فرمایا آنحضرت سے کہ حربک حربی اور جو روایت کہ فردوس دیلمی
مین ہی کہ وہ حضرت بمنزلہ میری روح کے ہین اور موید ہی اس سے وہ روایت جو جمع الجوامع الکبیر مین ہی عمرو بن عاص سے
قال انا قدمت من غزوۃ السلاسل فسالت رسول اللہ ای الناس احب الیک قال عایشہ قلت لست اسالک عن النساء قال ابوھا قلت فای
الناس احب الیک بعد ابی بکر قال حفصہ قلت لست اسالک عن النساء قال ابوھا قلت یا رسول اللہ فاین علی فالتفت الی اصحابہ ان ھذا یسالنی عن نفسی
یعنی کہا عمرو بن عاص نے کہ مین غزوۂ سلاسل سے پھر کر پیغمبر خدا کی خدمت مین آیا پس پوچھا مین نے
آنحضرت سے کہ سب آدمیون مین زیادہ محبوب آپ کے نزدیک کون ہی فرمایا عائشہ مین نے عرض کیا
کہ مین عورتون کو نہین پوچھتا یہ سنکر فرمایا کہ اسکا باپ مین نے سوال کیا کہ یہ مین سمجھا لیکن ابوبکر کے بعد کون
محبوب ہی فرمایا حفصہ مین نے عرض کیا کہ عورتون کے حال سے نہین پوچھتا فرمایا اسکا باپ جب تو مین نے کہا
کہ ای پیغمبر خدا پھر علی ابن ابیطالب کہان رہے یہ سنکر آنحضرت نے اپنے صحابون سے التفات فرمایا اور
کہا کہ یہ شخص سوال کرتا ہی میرے نفس سے یعنی ابھی تک تو غیرون کے حال سے سوال کرتا تھا اب اسکے حال کو
پوچھتا ہی جو میری جان و نفس ہی کہ وہ علی ابن ابیطالب ہین اور بھی ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی
جاءت الاخبار بان رسول اللہ اخذ الحسن و حمل الحسین علی صدرہ و یقال بیدہ الاخری و علی معہ و فاطمہ من ورائھم فحصلت ھذہ الفضیلۃ
للحسن و الحسین من جمیع ابناء اھل البیت لرسول اللہ و ابناء امتہ و حصلت ھذہ الفضیلۃ لفاطمہ بنت رسول اللہ من بین بنات النبی و بنات اھل بیتہ و بنات
امتہ و حصلت ھذہ الفضیلۃ لامیر المومنین من بین اقارب رسول اللہ و اھل بیتہ و امتہ بان جعلہ رسول اللہ کنفسہ بقولہ و انفسنا و انفسکم
یعنی ابوبکر نقاش نے کہا ہی کہ اخبار اسی طرح وارد ہوے ہین کہ پیغمبر خدا نے امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور امام حسین
علیہ السلام کو اپنے سینہ پر سوار کیا یا دوسرے ہاتھ پر اپنے بٹھایا تھا اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام آنحضرت کے
ساتھ تھے اور جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا سب کے پیچھے تھین پس حاصل ہوئی یہ فضیلت واسطے حسن و حسین کے
منجملہ تمامی اولاد اہلبیت رسول کے اور اولاد امت کے اور حاصل ہوئی یہ فضیلت واسطے جناب فاطمہ زہرا
دختر پیغمبر خدا کے سب دختران پیغمبر خدا اور دختران اہلبیت اور دختران امت مین اور حاصل ہوئی یہ فضیلت
واسطے امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے سب اقربائون مین سے پیغمبر خدا کے اور اہلبیت کے اور انکی امت کے

اسطرح کہ انھین حضرت رسولؐ نے مثل اپنے نفس کے گردانا اپنے فرمانے سے وانفسنا وانفسکم کے اور اسی طرح عبد الجبار معتزلی کا کلام بھی اسی کو مشعر ہی کہ انفسنا سے مراد وہ حضرت ہین اور کتاب جواہر العقدین سے بعض افاضل نے عبد الرحمان بن عوف سے نقل کیا ہی لما فتح رسول اللہ مکۃ انصرف الی الطائف فحاصرھا سبع عشرۃ او تسع عشرۃ ثم قام خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اوصیکم بعترتی خیرا وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوۃ ولتؤتن الزکوۃ او لابعثن الیکم رجلا منی او کنفسی یضرب اعناقکم ثم اخذ بید علی فقال ھذا اخرجہ ابن شیبہ وعند ابو یعلی و منطلحہ و بقیۃ رجالہ ثقات انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ لیکن لائق ملاحظہ یہ امر ہی کہ حضرات علماے اہلسنت کا عجب حال ہی کہ اپنی عصبیت کے وقت شدت مین کسی امر کا خیال نہین کرتے اور ایسے کلام کر جاتے ہین کہ جسپر کلی کو ہنسی آئے جیسا کہ امام اہلسنت فخر رازی نے اپنی کتاب نہایۃ العقول مین اس حجج وضحات کو منع کیا ہی حیث قال واما ایۃ المباھلۃ فالاعتراض علی وجہ الاستدلال بھا انہ لا نسلم انہ دعا علیا رضی اللہ عنہ قول الشیعۃ الاخبار بذلک متظاھرۃ قلنا لا نسلم فان اسحق ذکر ھذا الخبر فی کتابہ ولم یذکر علیا یعنی لیکن آیہ مباہلہ پس اسپر اعتراض بطور استدلال کرنے کے یہ ہی کہ تسلیم نہین کرتے کہ پیغمبر خدا نے جناب علی ابن ابیطالب کو بلایا اور مباہلہ مین انھین شریک کیا شیعہ یہ کہتے ہین کہ اخبار اس بارے مین ظاہر ہین ہم کہتے ہین کہ ہم اسے تسلیم نہین کرتے کیونکہ اسحق نے اس خبر کو ذکر کیا ہی اپنی کتاب مین اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ذکر نہین کیا انتہی ترجمہ کلامہ سبحان اللہ کیا جوش عصبیت ہی کہ کتاب اسحق کے سوا صحاح اور جملہ کتب اخبار و تفسیر و سیر اپنے مذہب والون کی نظر سے ساقط ہین اور اوام عدمی سے استدلال ہی کافی ہی اسکے جواب مین جو جناب غفران مآب نے فرمایا ہی عماد الاسلام مین کہ اسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ جب کوئی خبر علماے مخالف و موالف مین شائع ہو جاے اور صحاح اخبار مین انکے مروی ہو چکی تو ایک شخص کا اس سے ذکر نہ کرنا اسکی دیانت مین البتہ قادح ہو گا لیکن صحت مین اس خبر کے اصلا قدح نہین کر سکتا ساتھ اسکے نہ ذکر کرنا ایک شخص کا دلالت اسپر نہین کرتا کہ مذکور حقیقت مین معدوم تھا کیونکہ جائز ہی کہ اس ایک کے لیے ایسے مواقع ہون جس سے اسنے ذکر نہ کیا ہو فقط پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مضمون کہ بعد نزول اس آیہ کے جناب رسولؐ خدا نے جناب علی مرتضی اور جناب سیدہ اور حضرت حسنین علیہما السلام کو طلب فرمایا کتب فریقین مین اس کثرت کے ساتھ مروی ہی کہ کسی طرح صاحب انصاف کو اور جو چشم بینا رکھتا ہو گا اسے گنجائش اس سے انکار کی نہین ہی بلکہ یہ امر انکار ضروریات سے انکار ہی چنانچہ سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجۃ الخصام کے باب ثالث مین مقصد ثانی کی انیس حدیث طرق اہلسنت سے شاہد اس مطلب پر نقل کی ہین چنانچہ بعض انمین سے وہ روایت ہی کہ صحیح مسلم کے جزو رابع مین ذکر فضائل علی ابن ابیطالب مین باسناد اپنے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے کہ اسنے اپنے باپ سے روایت کی ہی قال امر معاویۃ بن ابی سفیان سعدا فقال ما منعک ان تسب ابا تراب فقال اما ما ذکرت ثلثا قالھن لہ رسول اللہ فلن اسبہ لان یکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم سمعت رسول اللہ علیہ خلفہ فی

بعض مغازیہ فقال لہ علی یا رسول اللہ خلفتنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا انہ
لا نبی بعدی وسمعتہ یقول یوم خیبر لاعطین الرایة رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فقال فتطاولنا لہا فقال ادعوا الی علیا فاتی
بہ ارمد العین فبصق فی عینیہ ودفع الرایة الیہ ففتح اللہ علیہ ولما نزلت ہذہ الآیة قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل دعا
رسول اللہ علیا وفاطمة وحسنا وحسینا وقال اللہم ہؤلاء اہل بیتی یعنی سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ ایک دن معاویہ بن ابی سفیان نے
اُس سے کہا کہ ای سعد کیا مانع ہی تیرے واسطے اِس سے کہ تو ابوتراب پر سب و لعن نہین کرتا سعد نے کہا کہ جو تو کہتا ہی
اُسکی تین وجہین ہین کہ اُنھین پیغمبر خدا نے فرمایا ہی کے سبب سے مین لعن آنحضرت پر نہین کرتا کہ اگر اُن مین سے
ایک بھی مجھے میسر ہوتی تو وہ جملہ نعمتون سے میرے نزدیک محبوب تر ہوتی مین نے سُنا ہی پیغمبر خدا سے
جبکہ آنحضرت نے جناب امیر کو بعض لڑائیون مین مدینہ مین اپنے مقام پر خلیفہ فرمایا تھا اور حضرت علی ابن ابیطالب نے
پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ آپ مجھے عورتون مین اور بچون مین چھوڑتے ہین تو اُسوقت پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ
آیا تم راضی نہین ہوتے اِس بات پر کہ تم میرے لیے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے فرق اتنا ہی کہ بعد میرے
پیغمبر نہوگا اور سنا ہی مین نے پیغمبر خدا سے روز خیبر کو کہ ہر آئینہ اب دونگا مین علم لشکر اُس شخص کو جو خدا کو
اور اُسکے رسول کو دوست رکھتا ہی اور خدا اور رسول اُسے دوست رکھتے ہین یہ کہکر سعد نے کہا کہ ہم سب
صحابیون نے آرزو و انتظار کیا کہ یہ مرتبہ میسر ہمکو ہو لیکن اُسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس علی ابن
ابیطالب کو بُلاؤ جب وہ حضرت حاضر ہوے تو اُسوقت اُنکی آنکھین دُکھتی تھین پیغمبر خدا نے اپنا لعاب دہن
اُنکی آنکھون مین ڈالا اور علم لشکر اُنکے سپرد فرمایا پھر حق تعالیٰ نے فتح کو اُنکے ہاتھ پر جاری فرمایا اور جب یہ آیہ قل تعالوا
ندع ابنائنا وابنائکم الآیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا اور حسنین کو بُلایا اور کہا کہ
خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین اور یہہ ایک روایت صحیح مسلم کی مثل خبر مذکور کے نقل کی ہی کہ اُسمین بھی بعینہ
اِسی طرح ہی اور بعض اُسنے وہ روایت ہی جو تفسیر ثعلبی سے اور درمنثور سے نقل کی گئی اور بعض اُسنے وہ روایت ہی
جو ابن مغازلی نے باسناد و وسایط اپنی کتاب مناقب مین جابر ابن عبداللہ سے نقل کیا ہی کہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ
بزرگان نجران سے عاقب اور طیب یہ دو شخص پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوے پس حضرت نے اُنھین
اسلام کی طرف طلب فرمایا اُنھون نے عرض کیا کہ ای محمد ہم قبل اُسکے کہ آپ اسلام کی طرف دعوت فرماوین
مسلمان ہوچکے ہین یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور اگر تم چاہو تو مین کہہ دون کہ کیا تمھین اسلام
قبول کرنے سے مانع ہی اُنھون نے کہا کہ اچھا بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ محبت صلیب کی اور شراب کا
پینا اور سور کے گوشت کا کھانا بعد اُسکے اُنھین حضرت نے ملاعنہ کی طرف دعوت فرمائی یعنی اُنسے فرمایا کہ
تم ہمارے لیے اور ہم تمپر رحمت خدا سے دور ہونے کو اور مبتلا بہ بلا ہونے کو دعا کرین تاکہ حق و باطل جدا ہوجاے

انھون نے وعدہ کیا کہ ہم صبح کو اسکی تعمیل کے لیے حاضر ہونگے پھر جب صبح ہوئی تو پیغمبر خدا نے ہاتھ
علی ابن ابیطالب کا اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کا پکڑا اور انھین بلوایا کہ مباہلہ کرین لیکن انھون نے
مباہلہ سے انکار کیا اور خراج دینے کا اقرار کیا بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ قسم ہے اسکی جسنے مجھے حق کے ساتھ
مبعوث فرمایا ہے کہ اگر وہ دونون مجھسے مباہلہ کرتے تو یہ صحرا انپر آگ برساتا اسکے بعد جابر نے کہا کہ فیھم نزلت ھذہ الآیۃ
فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے حق مین یہ آیہ نازل ہوا اور اسی روایت جابر کا
تتمہ یہ ہے کہ قال الشعبی ابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمہ وانفسنا علی ابن ابیطالب اور پھر ایک دوسری روایت جزء ثانی
کتاب مغازی سے بہت بڑی نقل کی ہے کہ اسمین بھی ہے کہ بعد نزول آیہ مباہلہ راوی کہتا ہے فاصبح رسول اللہ مشتملا علی
علی والحسن والحسین فی الخمیل وفاطمۃ تمشی عند ظہرہ للملاعنۃ الخ اور بعض انمین سے وہ روایت ہے جو حافظ ابو نعیم نے باسناد اپنی ابن عباس سے
نقل کیا ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ جب اہل نجران آے اور بعد اتمام حجت حق تعالی نے یہ آیہ نازل فرمایا فقل تعالوا الآیۃ
تو پیغمبر خدا اسطرح تشریف لاے کہ انکے ساتھ علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور فاطمہؑ تھین اور جب میدان مین حضرت کھڑے ہوے
تو ان بزرگوارون سے فرمایا کہ جسوقت مین دعا کرون تو تم آمین کہنا بعد اسکے اہل نجران نے مباہلہ سے انکار کیا
اور جزیہ دینے پر مصالحہ کیا اور پھر حافظ ابو نعیم سے کہ انسے شعبی سے اسی طرح روایت کی ہے اور ایک روایت
ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیا سے نقل کی ہے اسمین بھی ہے قال لما نزلت ھذہ الآیۃ دعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی بیتی
اور دو روائتین موفق بن احمد سے روایت کی ہین ایک مین ان روایات سے ہے دعا رسول اللہ فی المباھلۃ علیا وفاطمۃ و
حسنا وحسینا ثم قال اللھم ھؤلاء اھلی اور دوسری روایت مین یہ لفظ ہے وخرج رسول اللہ وعلی بین یدیہ والحسن والحسین عن یمینہ وایسارہ
الحسین عن شمالہ وفاطمۃ خلفہ ثم قال ھلموا فھؤلاء ابنائنا الحسن والحسین وھؤلاء انفسنا وھذہ نسائنا الفاطمۃ اور دو روائتین ابراہیم محمد بن
حموینی سے نقل کی ہین ایک مین ہے فغدا رسول اللہ اخذ بید علی وفاطمۃ والحسن والحسین صلوات اللہ علیہم اور اسی روایت مین ہے
قال الشعبی قال جابر وانفسنا وانفسکم قال رسول اللہ وعلی صلوات اللہ علیہما ونسائنا فاطمۃ علیہا السلام وابنائنا الحسن والحسین صلوات اللہ علیہما
اور دوسری روایت مین ہے ابن عباس سے نزلت فی رسول اللہ وعلی علیہ السلام نفسہ اور دو روائتین حموینی سے نقل کی ہین
ایک مین ہے فاخذ النبی بید علی والحسن والحسین صلوات اللہ علیہم وجعلوا فاطمۃ ورائہم اور دوسری روایت مین ہے لما نزلت ھذہ الآیۃ
دعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا صلوات اللہ علیہم فقال رسول اللہ اللھم ھؤلاء اھلی اور پانچ طریق سے مالکی سے اس مضمون کی
روایات نقل کی ہین ایک مین ہے لما نزلت ھذہ الآیۃ دعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا وقال اللھم ھؤلاء اھلی اور دوسری مین ہے
فلما اصبح جاء الی رسول اللہ فخرج وھو محتضن الحسین آخذا بید الحسن وفاطمۃ خلفہ وعلی خلفہم وھو یقول اللھم ھؤلاء اھلی اور تیسری روایت مین
مالکی سے ہے قال جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انفسنا وانفسکم محمد وعلی علیہ السلام وابنائنا وابنائکم الحسن والحسین ونسائنا فاطمۃ صلوات
اللہ علیہم اجمعین اور پھر چوتھی روایت مالکی کی ہے ایضا عن الحاکم فی مستدرکہ علی بن عیسی وقال صحیح علی شرط مسلم انتہی اور پانچوین روایت مالکی کی ہے

ابداعی ابی داؤد الطیالسی عن شعبۃ الشعبی مرسلاً انتھیٰ اور مصنف کتاب مبین نے لکھا ہے کہ روی العشرۃ من المحدثین عن الاحد عشر
من الصحابۃ والتابعین انھا نزلت فی النبی وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین رضی اللہ عنہم اجمعین یعنی دس محدثین نے گیارہ صحابہ و تابعین سے
روایت کی ہے کہ یہ آیہ نازل ہوا جناب رسول خدا اور علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا اور امام حسن و امام حسین کے حق میں
اور مصنف مذکور نے کہا ہے اقول روی ذلک صاحب المشکوۃ وصاحب جامع الاصول عن صحیح مسلم عن سعد بن ابی وقاص انہ لما نزلت آیۃ
المباھلۃ دعی النبی علیا وفاطمۃ والحسن والحسین وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی والثالثۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ایضا والحافظ ابونعیم عن ابن عباس و
ابن الصباغ المالکی فی فصولہ عن ام سلمۃ وجابر ابن عبداللہ الانصاری قال قال جابر بن عبداللہ انفسنا محمد وعلی وابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمۃ و
ھکذا رواہ الحاکم فی مستدرکہ عن علی بن عیسیٰ وقال صحیح علی شرط مسلم ورواہ ابوداؤد الطیالسی عن شعبۃ عن الشعبی وروی عن ابن عباس والبراء بن عازب نحو ذلک
اور جناب اخوند صاحب نے حق الیقین میں فرمایا ہے کہ احادیث متواترہ طرق عامہ و خاصہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ
شان میں آل عبا علیہم السلام کی نازل ہوا ہے جیسا کہ صاحب جامع الاصول اور اوروں نے صحیح مسلم سے روایت
کی ہے سعد بن ابی وقاص سے کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلواۃ اللہ علیہ وآلہ نے علی ابن ابیطالب اور فاطمہ
اور حسن اور حسین صلوات اللہ علیہم کو طلب فرمایا اور کہا کہ اللھم ھؤلاء اھل بیتی اور جناب سید سند نے حدیقہ میں ترمذی سے
نقل فرمائی ہے کہ اُسنے اپنی صحیح میں باسناد اپنے عامر بن سعد سے کہ اُسنے اپنے باپ سے روایت کی ہے لما نزلت ھذہ
الآیۃ ندع ابنائنا الآیۃ دعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی ثم قال ھذا حدیث حسن غریب صحیح یعنی پہلی وہ حدیث
نقل کی جسکے معنی مکرر مذکور ہو چکے ہیں یعنی بعد نزول اس آیہ کے پیغمبر خدا نے علی کو اور جناب سیدہ و حسنین کو بلایا
اور بعد اسکے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے غریب ہے صحیح واضح ہو کہ حسن اُس مصنف کی اصطلاح میں وہ حدیث ہے کہ جسکے اسناد میں
کوئی راوی ایسا نہو کہ وہ متہم ہو یعنی تہمت اُسپر کی گئی ہو اور نہ شاذ ہو کہ نقل روایت اُس سے کم ہوئی ہو اور روایت
وہ بیوجہ کرتا ہو یعنی کسی محل نزاع میں یا کسی کی خوشی خاطر کے لیے یا کسی کی تائید مذہب کے لیے روایت کی ہو
اور صحیح و حسن کی حد و تعریف میں یہ فرق ہے کہ جو شرائط صحیح کے ہیں وہ حسن میں معتبر ہیں لیکن عدالۃ راوی کی صحیح میں
چاہیے کہ ظاہر ہو اور اتفاق کامل ہو اور حسن میں شرط نہیں ہے اور پھر وہ محتاج ہے طرف اسکے کہ بیوجہ روایت
کی ہو گی جیسا کہ حسن میں ہے اور حسن بھی اُنکے نزدیک مثل صحیح کے حجت ہے اسی لیے وہ صحیح میں درج کیجاتی ہے
اور ابن صلاح نے کہا ہے کہ قول الترمذی حدیث حسن صحیح یرید بہ انہ روی باسنادین احدھما یقتضی الصحۃ والاخر الحسن وایضا الحسن
اذا روی من حد الخر ترقی من الحسن الی الصحیح لقوتہ من الجہتین اور کسی طرح ہو اُس مصنف کے اس قول سے یہ بات ظاہر ہوئی
کہ روایت کے ساتھ اعتماد و وثوق چاہیے اور یہی اسنادوں کے متعدد ہونے سے جو قوت حاصل ہوئی ہے اسی سے
وہ حد صحیح کو پہونچی ہے اور ہمارا مطلوب بھی اسیقدر ہے لیکن یہ جو اُسنے کہا ہے کہ غریب ہے خواہ یہ قول اسی جگہ پر ہو یا اور
اُسکی امثال میں بھی جو کہا جاتا ہے کہ وہ امر عجیب ہے کیونکہ غریب میں شرط یہ ہے کہ ایک راوی ہو اور اس حدیث کی روایت کا

تعارض ظاہر ہی جیسا کہ گذرا اور بھی فاضل سیوطی نے تفسیر درمنثور مین یہی خبر کو مسلم و ترمذی اور ابن منذر اور
حاکم اور بیہقی سے روایت کیا ہی حیث قال اخرج مسلم و الترمذی و ابن المنذر و الحاکم و البیہقی فی سننہ عن سعد بن وقاص لما نزلت ھذہ
الآیۃ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم دعا رسول اللہ صلعم علیا و فاطمہ و حسنا و حسینا فقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی بعد اسکے طرفہ مضمون یہ ہو کہ
فاضل مذکور نے اسکے بعد کہا ہی و اخرج ابن جریر عن علباء بن احمر الیشکری قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قل تعالوا الآیۃ ارسل رسول اللہ الی علی و فاطمہ
و ابنیہما الحسن و الحسین و دعا الیہود لیلاعنہم یعنی جب آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے کسی کو بھیجا علی ابن ابیطالب اور
فاطمہ اور انکے دونون بیٹون کے بلانے کو اور یہود کو بلایا کہ وہ بھی آپس مین نصاری سے ملاعنہ کرین سبحان اللہ یہ اسلیے ہی
کہ تا فضیلت علی ابن ابیطالب اور اہلبیت کی مٹائی جاے کہ فقط اہلبیت کو شریک مباہلہ نہین فرمایا تھا بلکہ یہود
کو بھی طلب فرمایا تھا اور جواب اسکا صاحب عقل پر پوشیدہ نہین ہی کہ اول اہلبیت کا شریک فرمانا اور انکا مباہلہ
مین طلب کرنا موافق روایات مشہورہ فریقین کے ایسا ہی کہ جیسا ظہور نور شمس طور پر ہی اسکے مقابل مین ایسی روایت
شاذ و غریب کیا مفید و لائق اعتنا ہو سکتی ہی دوسرے سنیین کی کثیر روایات مین یہ مضمون ہی جیسا کہ موفق بن احمد نے
کتاب فضائل مین جو روایت ابن عباس سے نقل کی ہی اسمین موجود ہی کہ جب حضرت نے نصاری نجران کو
مباہلہ کی طرف طلب فرمایا قال السقف لاصحابہ انظروا ان خرج فی عدۃ من اصحابہ فباہلوہ فانہ کذاب و ان خرج فی خاصۃ من اہلہ فلا تباہلوہ فانہ نبی
یعنی سقف نے جو علماء بزرگان نصاری سے تھا اپنے صحابون سے کہا کہ دیکھو کہ اگر وہ اپنے صحابون کے ساتھ نکلے
مباہلہ کے لیے تو تم بھی اس سے مباہلہ کرو اسلیے کہ اس صورت مین وہ مدعی نبوت جھوٹا ہوگا اور اگر وہ اپنے ہمراہ
خواص اہلبیت کو لیکر نکلے تو اس سے مباہلہ نہ کرنا کہ وہ پیغمبر برحق ہی اور یہ مضمون بہت سے اخبار مین ہی اور مفسرین نے بھی
انکے لیے لکھا ہی پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ وہ حضرت سوا خواص اہلبیت علیہم السلام کے اورون کو شریک فرماتے تو اہل
نجران کیون مصالحہ جزیہ دینے پر کرتے بلکہ مباہلہ کرتے اور مقابلہ سے باز نہ آتے اور جب یہود کو ملاعنہ نصاری کے واسطے
طلب فرمایا تو کیا صحابی حضرت کی نظر مین مثل انکے بھی نہ تھے جو صحابون کو طلب فرماتے حالانکہ کسی روایت سے
اسکا اثر ظاہر نہین ہوتا کہ آنحضرت نے صحابون کو شریک مباہلہ فرمایا ہو ہان اسکا تعجب نہین ہی کہ پیغمبر خدا نے
علی ابن ابیطالب اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کو تو اسلیے طلب فرمایا ہو کہ شریک مباہلہ ہون اور یہود اور اورون
کو اسلیے حکم حضوری دیا ہو کہ تا جب مباہلہ سے حقیقت اسلام ظاہر ہو تو وہ سب دیکھنے والون پر حجت ہو اور سبب
انکی ہدایت کا ہو جیسا کہ اسی روایت مین موفق ابن احمد کی جسمین بعض فقرات ابھی زبانی سقف کی منقول ہوے
موجود ہی فلما اصبح ابعث النبی الی اہل المدینہ و من حولہا فلم تبق بکر لم تر الشمس الا خرجت و خرج رسول اللہ و علی بین یدیہ و الحسن عن یمینہ اخذا
بیدہ و الحسین عن شمالہ و فاطمہ خلفہ ثم قال ہلموا فہؤلاء ابناءنا الحسن و الحسین و ہؤلاء انفسنا و ہذہ نساءنا فاطمہ فجعلوا یستترون
بالاسطوانات و یستتر بعضہم ببعض تخوفا ان یبداہم بالملاعنۃ الخ لیکن اس وضع حدیث اور سخن ساز نے اسکا کچھ خیال نہ کیا

اسمین کسی کے خلاف مرتبہ لازم آتا ہی اور کیسی خرابی ہوتی ہی کیونکہ مباہلہ اظہار حقیقت کے وسطے تھا تو اہل حق سے
اہل باطل کو دفع کرنا منظور تھا پھر کیا یہود انکے نزدیک حق پر تھے جو پیغمبر خدا نے دفع نصاری کے لیے طلب
فرمایا تھا شاید یہ واضع حدیث کچھ یہود سے محبت رکھتا ہوگا یا در پردہ انکی حقیقت کا اثبات کرنا چاہتا تھا جو اسے کہا
اور فاضل سیوطی سے تعجب ہی کہ باوجود اسلام پھر اسپر کیونکر راضی ہوے ناحق کو حق کے ساتھ شریک کرسکے
کیا کیا خرابیان لازم آتی ہین اور کیسا تعصب وعناد کا ثبوت کامل ہوتا ہی کہ جسے ادنی عقل خدا نے دی ہی وہ بھی
اپنے مقام پر جب بنظر انصاف دیکھتا ہی تو سمجھتا ہی کہ منشا اسکا عداوت ہی جسنے وقت نقل عقل کو سلب کرلیا فقط
اس سے زیادہ طرفہ یہ امر ہی کہ اسی فاضل نے اس جگہ پر لکھا ہی اخرج ابن عساکر عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ہذہ الآیۃ فجاء بابی بکر و
ولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان وولدہ وبعلی وولدہ یہ مضمون بھی ایسا عجیب ہی کہ کسی تفسیر اور کسی حدیث مین سوا اس تفسیر اور روایت کے
کسی نے دیکھا ہوگا تفسیر بیضاوی اور کشاف زمخشری اور تفسیر کبیر امام فخر رازی جو بڑی تفسیرون سے حضرات
اہلسنت کی ہین وہ اس سے خالی ہین اور آثار وضع کے اسپر ظاہر ہین اور یہ گمان نہین ہوتا کہ خواص وعوام سے کسی نے
تحقیق اس مجمع کا مباہلہ مین سنا ہوا اور بڑے تعجب کی بات یہ ہی کہ ایسا دروغ بیفروغ جعفر بن محمد اور انکے الد بزرگوار
باندھا ہی کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا عقل حیران ہی کہ جب مباہلہ مین صحابیون کا شریک کرنا موافق روایات
اہلسنت زبانی اسقف دلیل کذب دعوی نبوت کی تھی تو پھر حضرت کسطرح شریک فرماتے اور اگر شراکت صحابیوں کی
اور انکی اولاد کی سواے شراکت اہلبیت علیہم السلام جائز ہوتی تو اور صحابیون کو بھی چاہیے شریک فرماتے جب غیر
اہلبیت کی شرکت اور مداخلت انفسنا اور ابنائنا اور نسائنا مین صحیح ہوئی تو سب برابر تھے خصوصیت اصحاب
ثلثہ کی کیا تھی اور کافی ہی تکذیب کو اس خبر کی جو ابوبکر نقاش کی تقریر اسکی تفسیر سے قول جناب سلطان العلما طاب ثراہ
مین مذکور ہوئی اور بعض اس سے یہ ہی فحصلت ہذہ الفضیلۃ للحسن والحسین من جمیع ابناء اہل البیت لرسول اللہ وابناء امتہ و
حصلت ہذہ الفضیلۃ لفاطمۃ بنت رسول اللہ من بین بنات النبی وبنات اہل بیتہ وبنات حصلت ہذہ الفضیلۃ لامیر المؤمنین من بین اقارب
رسول اللہ واہل بیتہ وامتہ بان رسول اللہ جعلہ کنفسہ بقولہ وانفسنا وانفسکم انتہی وکفی اللہ المؤمنین القتال کیونکہ صاف اس سے ظاہر ہی کہ امت
و اہلبیت سے کوئی سوا ان بزرگوارون کے اس فضیلت مین شریک نہین ہوا پھر کیا حال ہی حضرات اہلسنت کا
کہ اپنی بھی کتب کو نہین دیکھتے اور جو وقت جوش تعصب جی مین آتا ہی وہ کہتے ہین اور سبب اسکے کہ اہلبیت
علیہم السلام سے بغض وعداوت دل مین بھرا رہتا ہی اسلیے کیا کیا جد وجہد ابطال فضائل آل مین کرتے ہین جیسا
کہ فخر رازی کہتے ہین بعد ان اخبار کثیرہ کے وارد ہونے کے کتب فریقین مین کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ پیغمبر خدا نے
مباہلہ مین علی ابن ابیطالب کو بلایا اسلیے کہ اسحق نے اپنی کتاب مین اس خبر کے ساتھ اسے ذکر نہین کیا اور فاضل
سیوطی جو قائل بھی ہین اور روایت کو نقل بھی کرتے ہین پھر اسکے بعد بھی یہود کو بھی شریک دعوت مباہلہ کرتے ہین

میں

تاکہ شریک ملاعنہ وہ بھی ہوں اور اختصاص علی ابن ابیطالب کا اس دعوت مین نہ رہے اور کبھی ابابکر و عمر و
عثمان اور انکی اولاد کو اس شرکت مین علی ابن ابیطالب اور اہلبیت پر مقدم کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ
منافقون کو آنحضرت کا ہمسر بنائین یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون چونکہ حقیقت حال
اس خصوص مین اپنے کمال وضوح کی راہ سے خاصہ و عامہ پر پوشیدہ نہین ہے اور فاضل بیضاوی اور زمخشری اور
ابوبکر نقاش سب نے اسکا اعتراف کیا ہے کہ یہ فضیلت مختص باہلبیت علیہم السلام ہے پھر ایسی روایتون کا اختلاق و وضع
ندامت کے سوا کچھ ثمرہ پیش عقلا نہین دے سکتا یہان تک کہ بعض نے فخر رازی نے انکار کیا تھا کہ پیغمبر خدا نے
مباہلہ مین علی ابن ابیطالب کو نہین بلایا وہ ایسی بات ہے کہ ایسے متعصب کی بھی روایت سے ثابت ہوتا ہے اگرچہ
باشتراک دیگران بھی ہو وھو نعم الوفاق منصف کو چاہیے کہ جسے متفق علیہ جانے اسکا یقین کرے اور جسے
اسکے خلاف پاوے اور روایات خصم مین بھی غریب دیکھے اسے اخبارات موضوعہ سے یقینی جانکر طرح کرے
اور لائق کان رکھنے کے اسے نہ سمجھے دوسری وجہ یہ ہے کہ شخص کی دعوت بہ نسبت اپنے نفس کے حقیقی نہین ہو سکتی
پھر انفسنا سے ذات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کسی طرح مراد نہین ہو سکتی بلکہ مراد اس سے علی ابن ابیطالب ہین کیونکہ
غیر آنحضرت کے رسول خدا کے سوا کوئی یقینی مراد نہین ہے اور فخر رازی نے کہا ہے اسکے جواب مین کہ ممتنع نہین ہے
یہ کہنا کہ انسان مجازاً اپنے نفس کی دعوت کر سکتا ہے جبکہ اپنے نفس سے ارادہ اسکے حاضر ہونے کا کسی موضع مین
کرے پس گویا کہ وہ اس دعوت سے اپنے نفس کو حکم کرتا ہے اور اسکے قبول کرنے کے لیے کہتا ہے اور یہ امر بھی اگرچہ
مجاز ہے لیکن جو شیعہ کہتے ہین کہ مراد انفسنا سے علی ابن ابیطالب ہین وہ بھی تو مجاز ہے اور انکا مجاز ہمارے مجاز سے
اولی نہین ہے اب شیعون کو چاہیے کہ اپنے مجاز کی ترجیح ہمارے مجاز سے ثابت کرین انتھی ترجمۃ کلامہ اور ہی جہت سے
ہمارے علماء رضوان اللہ علیہم اسکے جواب مین درپے اسکے ہوے ہین کہ ترجیح کا اثبات کرین چنانچہ جناب خوند صاحب نے
حق الیقین مین فرمایا ہے کہ اگر کوئی معاند متعسف یہان پر مناقشہ کرے اور کہے کہ ممکن ہے کہ انفسنا سے اپنے نفس کی
دعوت مراد ہو مجازاً اور ایک مجاز دوسرے مجاز سے اولی نہین ہے تو ہم اسکا جواب کئی وجہون سے دے سکتے ہین
اور اس رسالہ مین دو جوابون پر اکتفا کرتا ہون پہلے یہ کہ مجاز اطلاق نفس مین بہت شائع ہے دوسرے مجاز سے
اور عرب و عجم مین شائع ہے کہ کہتے ہین کہ تم بمنزلہ ہماری جان کے ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے خصوص مین یہ معنی
بہت سی روایتون مین طرق عامہ و خاصہ سے وارد ہوا ہے جیسا کہ صحاح مین منقول ہے کہ حضرت پیغمبر خدا نے
جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ انت منی وانا منک یعنی اے علی تم مجھسے ہو اور مین تمسے ہون اور کتاب فردوس الاخبار
مین روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ علی بمنزلہ میرے سر کے ہین میرے بدن سے اور دوسری روایت
مین ہے کہ روح میری ہے میرے بدن سے اور ایک گروہ منافقین سے خطاب کر کے فرمایا کہ نماز کرو اور زکوۃ

نسبت ایک سلک مین کھینچا ہی اور مجاز کو نفس مین منحصر جانتا ہی اور لیکن بنا بر قول جواز جمع کے جیسا کہ شافعیہ سے
منقول ہی پس اگر حقیقہ و مجاز کہین تو اُسکا باطل ہونا واضح ہی جیسا کہ فاضل محب اللہ نے کہا ہی و یلزم کونہ حقیقۃ
و مجازا مع انہ اتفق علی منعہ کلبس ثوب ملکا و عاریۃ یعنی ایک چیز کے حقیقی اور مجازی ہونے سے باوجود اسکے کہ اسکے منع پر
سب نے اتفاق کیا ہی لازم آتا ہی کہ ایک کپڑا ایسا پہنین کہ وہ مملوک بھی ہو اور عاریت بھی ہو فقط اور اگر مجاز صرف
کہین تو یہ لفظ مختلف فیہ اس مجاز سے کہ جسکے جواز پر اتفاق ہی البتہ مرجوح ہوگا اور اگر عموم مجاز کی تاویل کو پیش
کرین تو باوجود اسکے کہ جو مجاز ہونے کا مدعی ہی اُسکی عبارت کے ساتھ کہ اُسنے مجاز کی تخصیص بہ نسبت نفس کے
کی ہی موافق نہین آتا ثانیاً نفسہ بھی بعید ہی کیونکہ اسکے بنا بر تو بالمرہ حقیقت ہاتھ سے جاتی ہی اور دعوت بہ نسبت
اپنے جملہ ملابسات کے کیا انفس اور کیا ابنا اور کیا نسا کے مجاز ہوجاتی ہی پھر تخصیص کہان رہیگی وہ تو عن اصلہ منتفی ہوجائیگی
اور جب یہ حال ہی تو اس تقدیر پر بھی شیعون کے قول کا رجحان واضح ہی کیونکہ بنا بر اسکے قول کے مجاز منحصر ہوتا ہی
ایک لفظ انفس مین پھر وہی متعین ہی اور بھی مؤید ہی بنصوص اور خاص کر کے مفسرین کا اجماع اُسپر متحقق ہی پھر
اسی کو مراد معتبر جاننا چاہیے اور جو اسکے سوا خلاف نصوص و اجماع مفسرین کے شاہ صاحب نے رنگا ہی
وہ محض تلمیع و تلبیس ہی تلک فقاقع لا اصل لہا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی بہ نسبت شیعون کی تقریر کے کہ یہ کلام
مشابہ ہی اُس حجام کے کلام سے الخ یہ کلام شاہ صاحب کی شان کے خلاف ہی اگر کوئی جاہل مثل ویسے ہی حجام کے
جسکی حکایت شاہ صاحب نے لکھی ہی کہتا تو اُسے زیبا تھا اور قائل اسکا ایسا ہی معلوم ہوتا ہی جب تو
سخن بے محل کہتا ہی اور جو حکایت جواز و نر گاؤ کی ذکر کی ہی اُس سے مطلقاً مناسبت شیعون کے قول سے
نہین ہی کیونکہ یہ امر بخوبی ثابت ہو چکا کہ دعوت کا اطلاق حقیقی ممنوع ہی اور مجاز مسلم خصم بھی ہی لیکن وہ مفید نہین ہی
شیعون کے مجاز کی ترجیح ثابت ہی اور کولھو کے پھیرنے کا استعمال از بسکہ مجاز شائع ہی وہ جائز ہی اور اس جگہ
ایسا استعمال شائع مطلق نہین ہی اور اس مثال مین شاہ صاحب کی اور جو ہم کہتے ہین فرق ہی اسلیے کہ اُس
مثال مین فی الحقیقت حرکت کولھو اور بیل دونون کے واسطے ہی اسلیے کہ بیل واسطہ فی الثبوت ہی لا فی العروض بخلاف
دعوت کے کہ وہ حقیقت مین متعلق غیر نفس داعی کے ساتھ ہوتی ہی اسلیے کہ اسکا مقتضا مغایرت ذات داعی کی
و مدعو کی ہی اور تعلق اسکا نفس نبی کے ساتھ مجاز ہی علاوہ اسکے جو حکایت حجام کی شاہ صاحب نے لکھی ہی وہ خود
انکے مذہب کے موافق نہین کیونکہ وہ حکایت صریح دلالت اسپر کرتی ہی کہ بیل کی حرکت حقیقی ہی نہ کولھو کی والا دونون کی
حرکت ثابت ہو اور جس طرح کہ کولھو کو بیل حرکت دیتا ہی اسی طرح بیل کو خدا اور قضا و قدر الٰہی پھراتا ہی اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ اور بھی پیغمبر خدا کی جانب سے الخ اسکے جواب مین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی محصل اسکا یہ ہی
کہ پہلے شاہ صاحب بیان کرین کہ مصداق نسائکم و ابنائکم کا کون ہین اور اولاد اور داماد وفد نجران کے کون کون تھے

انکے سب کے نام معین ظہار کرین اسکے بعد مصداق انفسکم کو ہمسے پوچھین بالجملہ مباہلہ خدا کے حکم سے تھا اور آیہ مین مذکور ہوا اور داب مباہلہ کا حاضر ہونا ان بزرگوارون کا تھا جو شریک مباہلہ بدعوت نبی ہوے تھے اور اسکا ذکر اخبار فریقین مین ہی یہی یہ بات کہ یہ سب نصاری کی طرف سے بھی حاضر تھے پھر اسکا اثبات کرین اور بعد ازا ہمسے شاہ صاحب کیا پوچھتے ہین کہ مصداق انفسکم کو بتاؤ اپنے محدثین و مفسرین سے پہلے پوچھین اور جو شاہ صاحبنے کہا ہی کہ پس معلوم ہوا کہ حضرت امیر ابنا مین داخل ہین الخ یہ بھی خوب بات ہی یہ شاہ صاحب کو کہان سے معلوم ہوا حالانکہ جو جو تقریرین کہ پیشتر گذرین انسے کبھی یہ معنی تازہ پیدا نہین ہوے اور کوئی وجہ وجیہ کہ جس سے اس لازم کا لزوم ضروری ہو نظر کو نہین ہوئی اور کوئی ربط اسے کلام ہاے گذشتہ سے نہین ہی اور ساتھ اسکے ہنوز کلام اسمین ہی کہ مجاز دعوت مین ہی یا مجاز انفس مین ہی امامیہ مجاز انفس مین منحصر کرتے ہین اور اہلسنت دعوت مین مجاز کہتے ہین امام فخر رازی سے ترجیح مجاز کی انفس مین شیعون سے طلب کی تھی اب شاہ صاحب نے دونون مجاز جمع کیے یعنی ایک دعوت مین مجاز دوسرا داماد کو بیٹا کہتے ہین مجاز اور یہ بات ظاہر ہی کہ وہ مجاز پھر ایک مجاز کو رجحان ہی اور استناد اسکے محاورہ عرف کی طرف محض بیجا ہی اسلیے یہ قول شاہ صاحب کا تو کان رکھنے کے بھی لائق نہین ہی اور کسی نے اب تک انکے بھی مفسرین اور علماے محققین مین سے کسی نے اس احتمال دوراز کار کو لکھا نہین لفظ انفس مین جو مجاز ہی کہ وہ موافق محاورات عرب و عجم کے شائع ہی اور اسکی تائید اخبار فریقین اور اقوال جمہور مفسرین مین واقع ہی اُس سے گریز کرنا اور ایسے احتمال دوراز کار کو لفظ دعوت مین مجاز کے قرار دینکے مرتکب ہوکر محض عصبیت سے اور بسبب بعض اہل ہند کے محاورہ کے ہیتنا اس سے اختیار کرنا مثل مشہور کا مصداق ہوتا ہی جو عرب کہتے ہین فر من المطر و وقف تحت المیزاب جناب سلطان العلماء نے اسکے جواب مین جو فرمایا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ یہ سفاہت دیکھنے کے قابل ہی کہ اب تک کسی نے مفسرین سے نہین کہا ہی کہ حضرت امیر ابنا مین داخل ہین اور یہی جگہ سے ہی کہ ہمیشہ موافق اسکے جو فریقین کی کتابون مین ماثور ہی یہ ہی کہ جمیع صحابہ حسنین علیہما السلام کو مخاطب بابن رسول کرتے تھے جناب امیر علیہ السلام کو کسی نے اس خطاب سے مخاطب نہین کیا ہان برادر رسول خدا کا اطلاق البتہ آنحضرت پر مسلم ہی اور احادیث مین وارد ہی جیساکہ حدیث مواخاۃ اسپر دلالت کرتی ہی اور بارہا وہ حضرت خود بھی فرماتے تھے انا اخو رسول اللہ اور بھی اگر وہ حضرت ابنا مین بھی داخل ہون جب بھی تو فضیلت اُن جناب کے واسطے حاصل ہوگی جیساکہ حسنین علیہما السلام کے واسطے حاصل ہی اور جو ہم شیعون کا مطلوب ہی کہ یہ آیہ فضیلت پر آنحضرت کی دلالت کرتا ہی وہ بہرکیف جب بھی حاصل رہیگا اور بھی بیٹے کا اطلاق داماد پر اور اسکا محاورہ عرب مین شائع ہونا ممنوع ہی اور جو اسکا مدعی ہی وہ لائق مطالبہ دلیل ہی بغیر اسکے کہ اسکا قرینہ پایا جاے یہ اطلاق باطل ہی انتہی ترجمۃ کلامہ رحمہ اللہ اور

بنابر اس تحقیق کے جو شاہ صاحب پر مکاشفات مین ظاہر ہوئی ہوگی کہ داماد بھی بیٹا ہی چاہیے کہ انکے قول کے
موافق جو عثمان بن عفان کو بھی ختن رسول کہتے ہین وہ بھی ابنا مین داخل ہون اور انکا بھی طلب کرنا و شریک
مباہلہ فرمانا جائز ہو حالانکہ جمہور اہلسنت کے نزدیک پیغمبر خدا نے انہین طلب نہین کیا اور انکی دعوت کو پسند
نہین فرمایا ایک سیوطی نے جو صحابہ کے ہمراہ عثمان بن عفان کے بھی آنے کو لکھا ہی وہ روایت شاذ و متروک ہی کہ
اسپر مفسرین فریقین نے اعتنا اور تعرض نہین کیا پس ثابت ہی کہ یہ قول لائق قبول نہین فتدبر بعد اسکے
شاہ صاحب نے کہا ہی اجیسا کہ حسنین علیہما السلام بھی حقیقت مین فرزندان نہین ہین انتہی پوشیدہ نہ رہے
کہ یہ کلام عداوت انضمام جو حالت جوش عصبیت مین شاہ صاحب کے منہ سے نکلا اور بے محل صادر ہوا
کیونکہ بیان ترجیح احد المجازین سے مطلب ہی نہ یہ کہ حسنین علیہم السلام ابنائے حقیقی رسول خدا کے تھے یا نہین یہ
اشارہ ہی اپنے شبہہ کا ہی جو قدمائے اہل خلاف مثل بنی امیہ اور بنی عباس قدیم الایام سے بیٹے ہونے کی
نفی مین بالکہ حسنین علیہما السلام اور سائر ائمہ کرام علیہم السلام کے انتساب مین پیغمبر خدا کی طرف کیا کرتے تھے
اور دندان شکن جواب ائمہ معصومین علیہم السلام سے اور انکے شیعون سے پاتے آئے ہین اور جواب سننے کے بعد
مصداق فبهت الذی کفر کا ہوتے آئے ہین اور اسی لیے انکے امام فخر رازی نے اسے بسمع قبول سنا ہی اور اس
بارے مین حق کی طرف رجوع کی ہی اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ کتاب کافی کلینی مین اور احتجاج طبرسی مین
مذکور ہی اور لفظ خبر یہ ہی عن ابی الجارود قال قال ابو جعفر ما یقولون فی الحسن والحسین قلت ینکرون علینا انهما ابنا رسول الله یعنی ابی جارود
جو راوی ہی اسنے کہا کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ دربارہ امام حسن و امام حسین علیہما السلام
مخالفین کیا کہتے ہین عرض کیا مین نے کہ انکار کرتے ہین اس سے کہ وہ دونون بزرگوار فرزند رسول مختار کے ہین
یہ سنکر حضرت نے فرمایا فبای شی احتججتم یعنی کس چیز سے تم انپر حجت لائے قلت بقول الله فی عیسی بن مریم و من ذریته
داود الی قوله وکل من الصالحین فجعل عیسی فی ذریة ابراهیم واحتججنا علیهم بقوله تعالی قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم یعنی عرض کیا مین نے کہ حجت لائے
ہم انپر حق تعالی کے قول سے جو دربارہ عیسی بن مریم فرمایا ہی کہ عیسی بن مریم کو ابراہیم کی ذریت سے قرار دیا ہی
اور حجت لائے ہم انپر قول خدا سے جو کریمہ قل تعالوا ندع ابناءنا مین فرمایا ہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ اس حجت کو
تفسیر کبیر مین مصنف تفسیر نے پسند فرمایا ہی جیسا کہ ذیل مین اس آیہ کے کہا ہی اور واقع مین شاہ صاحب کے
قول کے رد کرنے کو انکے امام کا یہ قول کافی ہی هذه الآیة دالة علی ان الحسن والحسین کانا ابنی رسول الله صلی الله علیه وآله لانه وعد ان
یدعو ابناءه فدعا الحسن والحسین فوجب ان یکونا ابناءه یعنی یہ آیہ دلالت کرتا ہی اسپر کہ حسن و حسین دونون بیٹے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے تھے
کیونکہ آنحضرت نے وعدہ فرمایا تھا کہ اپنے بیٹون کو طلب کرونگا پس واجب ہی کہ یہ دونون بیٹے آنجناب کے
ہون انتہی لیکن بڑے افسوس کا مقام یہ ہی کہ جو امام اور پیر ہو وہ اس آیہ کو آنحضرت کے فرزندان رسول خدا ہونے کی

دلیل قرار دی اور پیروانکی مجاز کا دعا کرے کہ انکے فرزند حقیقی ہونے کی نفی کرے اور اپنی عصبیت و عناد کو ظاہر
کرے حالانکہ انکے امام نے اسی دلیل پر اثبات مین نبوت حقیقی کے اکتفا نہین کیا بلکہ اور بھی دلیل قرآن سے حسنین
علیہما السلام کے فرزند حقیقی ہونے پر بہ نسبت پیغمبر خدا کے ذکر کی ہے حیث قال ومما یوکد ہذا فی سورۃ الانعام ومن ذریتہ داؤد و
سلیمان الآیۃ ومعلوم ان عیسیٰ انما انتسب الی ابراہیم بالام لا بالاب فثبت ان ابن البنت قد یسمی ابنا یعنی اس معنی کو موکد ہے قول حق تعالیٰ کا جو سورہ انعام مین
فرمایا ہے ومن ذریتہ داؤد الخ کیونکہ معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہم السلام کی طرف منتسب نہین ہوئے مگر اپنی
ماں کی طرف سے پس ثابت ہوا کہ بہ تحقیق فرزند دختر کا بھی نام بیٹا رکھتے ہین اور یہ کلام فخر رازی کا صاف اس بات پر
مشعر ہے کہ بیٹے کا اطلاق فرزند دختر پر بسبیل حقیقت ہوتا ہے جیسا کہ شیعون مین بھی مذہب منصور ہے پھر اگر کوئی
شخص یہ کہے کہ یہ قول فخر رازی کا کہ قد یسمی ابنا مجاز ہونے پر دلالت کرتا ہے تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ حرف
قد صیغہ مضارع پر لغت عرب مین اگرچہ تقلیل کے معنی کے واسطے آتا ہے لیکن معنی تحقیق کے بھی آتا ہے اور آیا ہے جیسا کہ
اپنے مقام پر ثابت ہے پس اس جگہ اسے بمعنی تحقیق کے سمجھنا چاہیے کیونکہ غرض اس بیان سے مصنف کی تائید
دلیل اول کی ہے جسکی دلالت فرزند حقیقی ہونے پر ظاہر ہے اور اثبات اس امر کا ہے جس سے بعض مخالفین کو انکار تھا
جیسا کہ عنوان کلام اسکا دلیل اول مین اسکا شاہد ہے کہ اسنے کہا ہے ہذہ الآیۃ دالۃ علی ان الحسن والحسین کانا ابنی رسول اللہ
اسمین اسنے بلفظ ان جو دلالت معنی تحقیق پر کرتا ہے اپنے دعوے کو مصدر و موکد کیا ہے اور اگر معنی تحقیق کی مراد نہوتی تو یونہی کہتا
کہ ہذہ الآیۃ دالۃ علی کون الحسن والحسین ابنی رسول اللہ اور جب قول اول مین تحقیق کا ارادہ ثابت ہو چکا تو قول ثانی
مین بھی اس حرف قد کو معنی تحقیق کے لیے مفید سمجھنا چاہیے والا کلام اول کی تائید کلام ثانی سے کیا حاصل ہوگی علاوہ
اسکے ہو سکتا ہے کہ تقلیل ابن مطلق کے اطلاق کی ابن البنت پر اس جہت سے ہو کہ اکثر اسے ابن البنت کہتے ہین جیسا کہ
فرزند کے فرزند کو ابن الابن کہتے ہین نہ اس جہت سے کہ سلب کرنا ابن کا اس سے صحیح ہے اور وہ مجاز ہونے کی دلیل ہے
بلکہ اس اعتبار سے کہ عام کا استعمال خاص مین اس حیثیت سے کہ وہ بھی ایک فرد ہے عام سے حقیقت ہے اگرچہ خاص کو
اکثر تلفظ خاص تعبیر کرتے ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو نفی کرنے والے آنحضرت کے فرزند رسول ہونے سے ہین
انکا لفظ اور مقصود اس لفظ سے نفی حقیقت کی ہے نہ مجاز کی کیونکہ مجاز مین تو کوئی مانع نہین ہے یہان تک کہ پسر
خواندہ کو بھی پسر کہتے ہین پس مجیب کی غرض اثبات حقیقت ہے نہ سوا اسکے فتدبر اور پوشیدہ نہ رہے کہ جناب
سید سند نے فرمایا ہے کہ لفظ ابن اور ولد اور ذریت کا صادق آنا ابن البنت پر بسبیل حقیقت اگرچہ علماے فریقین کے
نزدیک مختلف فیہ ہے جیسا قفال نے جو علماے اہلسنت سے ہے اسنے بیٹے کی اولاد کا انتساب بو لبنت کی طرف
صحیح جانا ہے اور اسکی صحت کا حکم کیا ہے حیث قال کل احد ینسب الیہ اولاد بنیہ اور صاحب تلخیص نے جو اہلسنت سے ہے
اس انتساب کو خصائص نبی سے جانا ہے جیسا کہ شیخ ابن حجر نے اپنے صواعق محرقہ مین کہا ہے وعلم من الاحادیث السابقۃ

قولہ صاحب التلخیص من اصحابنا ان من خصائصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اولاد بناتہ ینسبون الیہ صلعم واولاد بنات غیرہ
لا ینسبون الی جدہم فی الکفاءۃ وغیرہا وانکر ذلک القفال وقال لا اختصاص بل کل احد ینسب الیہ اولاد بناتہ ویردہ الخبر السابق کل بنی انثی ینتمون لعصبۃ یعنی حسنین
علیہما السلام کے فرزند رسول ہونے میں بلکہ جملہ بنی فاطمہ کے فرزند رسول ہونے میں بنا بر تصریح شیخ ابن حجر کے
کوئی خلاف ظاہر نہیں ہے اور بھی جگہ سے ہے کہ بعد چند سطروں کے شیخ ابن حجر نے کہا ہے ثم معنی الانتساب الیہ صلی اللہ علیہ
الذی ہو من خصوصیاتہ انہ یطلق علیہ انہ اب لہم وانہم بنوہ فی الکفاءۃ والوقف علی الاولاد والوصیۃ لہم او لابنات غیرہ فلا یجری فیہم مع صدقہ لہم
هذه الاحکام قال ومن فوائد ذلک انہ یقال للحسنین ابنا رسول اللہ وھو اب لہما اتفاقا انتہی کلامہ اور واضح ہو کہ شیخ ابن حجر
آخر میں اپنے اس کلام کے کہا ہے کہ فائدوں سے اسکے یہ ہے کہ حسنین علیہما السلام کو فرزندان رسول خدا کہتے ہیں اور
وہ حضرت انکے باپ ہیں بالاتفاق یہ اس راہ سے بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی گمان کرے کہ پیغمبر خدا نے انہیں
اپنا بیٹا قرار دے لیا تھا کیونکہ انقطاع تبنی کی تصریح قرآن میں بقولہ تعالی وما کان محمد ابا احد من رجالکم ہو چکی ہے
پھر کوئی کلام فرزند حقیقی ہونے میں حسنین علیہما السلام کی بہ نسبت جناب رسالتمآب کے نہیں ہے لیکن بسبب
پرانے شبہوں کے اختلاف انتساب میں اولاد دختری کی طرف جد مادری کے علمائے فریقین میں جاری اور ساری ہے علاوہ
اور بھی ذریعہ نفی کا حسنین علیہما السلام کے فرزند ہونے کی بہ نسبت جناب رسالتمآب کے منافقین کے نزدیک ہوا
پھر اس صورت میں اگر بیان کو طول ہو لیکن سخن دلگیر نہ ہونا چاہیے کیونکہ اصل سبب یہی ہے اسلیے ایسی تحقیق ہونی چاہیے
کہ جس سے کسی کو مجال انکار باقی نہ رہے اور حقیقت امر مثل روز روشن سب پر واضح ہو پس کہتا ہوں میں باضافہ و
تصریح بعض مطالب جو جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ منتسب ہونا اولاد دختری کا اجداد و جدات کی طرف میرے
نزدیک ضعیف ہے بلکہ اولاد پسری اور دختری دونوں اولاد ہونے میں اجداد کے خواہ وہ اجداد پدری ہوں یا
مادری ہوں داخل ہیں اور یہ مفاہیم مشہورہ ذریت و نسل اور عقب اور بنوت کی مصداق ہیں بسبیل حقیقت
مندرج ہیں اور دلیل انکے حقیقی ہونے پر وہ بھی ہے جو گذرا قول صاحب صواعق محرقہ اور قفال وغیرہ سے اور سوا اسکے
اور بھی وجہیں ہیں پہلے یہ کہ روایت میں ہے کہ ابو الجارود نے جب آیہ مباہلہ سے جو حجاج اسنے مخالفین پر کی تھی
خدمت میں معصوم علیہ السلام کے عرض کی تو حضرت نے سنکر فرمایا فای شئ قالوا یعنی پھر اسکے بعد مخالفین نے
کیا کہا قال قلت قالوا قد یکون ولد البنت من الولد ولا یکون من الصلب ابو الجارود کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ
اولاد دختر کبھی ایسا ہے کہ اولاد سے ہو اور اولاد صلبی نہیں ہوتی قال فقال ابو جعفر علیہ السلام واللہ یا ابا الجارود لاعطینک من
کتاب اللہ انہما من صلب رسول اللہ لا یردہا الا کافر قال قلت جعلت فداک واین قال حیث قال حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم الی قولہ وحلائل
ابنائکم الذین من اصلابکم فسلہم یا ابا الجارود ہل یحل لرسول اللہ نکاح حلیلتیہما فان قالوا نعم کذبوا واللہ ولئن قالوا لا فہما واللہ ابناہ لصلبہ
واللہ ما حرمن علیہ الا للصلب یعنی راوی کہتا ہے کہ پھر فرمایا آنحضرت نے کہ قسم بخدا اے ابا جارود وہ آیہ میں تجھے کتاب الہی سے

ایسی حجت کو کتاب خدا سے کہ جو دلالت اسپر کرتی ہی کہ اولاد صلبی ہین اور رد نہین کرتا اُسے مگر کافر ہم نے عرض کیا
کہ مین آپ پر سے قربان ہون کہان ہی قرآن مین ایسی حجت جسکی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہی فرمایا کہ جہان کہین
خداوند عالم نے فرمایا ہی حرمت علیکم الآیہ یعنی حرام کی گئین تمپر مائین تمھاری اور بیٹیان تمھاری اور بہنین تمھاری
یہان تک کہ فرمایا کہ جورو ان بیٹون کی تمھارے جو تمھارے صلب سے باہر آئے ہین پھر اب پوچھ مخالفون سے کہ
آیا پیغمبر خدا پر حلال ہی کہ ازواج حسنین علیہما السلام سے نکاح کرین پس اگر کہین کہ حلال ہی تو قسم خدا کی جھوٹ
کہتے ہین اور اگر کہین کہ حلال نہین ہی تو خدا کی قسم پھر لازم آئیگا خبر کہ حسنین علیہما السلام فرزندان رسول خدا اُنکے
صلب سے ہون قسم بخدا کہ سبب تحریم ازواج کا اُنکی پیغمبر خدا پر نہین ہی مگر اندراج اُنکا حلائل ابناے صلب مین
دوسرے یہ کہ نہ منتسب ہونے کی وجہ اولاد دختر کی کے اصلاب اجداد مادری سے یہ ہی کہ گویا مخالفین یہ
سمجھتے ہین کہ مان محض ظرف ہی اور نطفہ مختص صلب داماد کے ساتھ ہی حالانکہ اولاد زن و شوہر دونون کے نطفہ سے
پیدا ہوتی ہی جیساکہ دلالت کرتا ہی اسپر قول حکیم علیم یخرج من بین الصلب والترائب اور صلب صلب رجل ہی یعنی پشت
مرد کی ہی اور ترائب عورت کے سینہ کی ہڈیان ہین جنپر چھاتیان ہوتی ہین اور فرماتا ہی انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج
اور امشاج کی تفسیر یہ ہی کہ جو مختلط ہو اور جب مرد و عورت کی منی باہم مختلط ہو اُسی وقت مصداق امشاج ہوگا
اور جملہ اخبار کی دلالت اسپر ہی کہ جو بچہ کبھی مشابہ مان سے اور اُسکے اقرباؤن سے ہوتا ہی اور کبھی باپ سے اور
اُسکے عزیزون سے ہوتا ہی یہ باعتبار نطفہ کی سبقت کے ہوتا ہی مثلاً اگر پہلے باپ کا نطفہ نکلا ہی تو باپ سے
اور اُسکے اقربا سے مشابہ ہوگا اور اگر پہلے مان کا نطفہ نکلا ہی تو بچہ مان سے اور اُسکے اقرباؤن سے مشابہ ہوتا ہی راقم
رسالہ کہتا ہی کہ یہ وجہ محتاج اس بیان کی ہی کہ آیا منی کا وجود مختص برجال ہی یا مرد و عورت دونون مین پیدا ہوتی ہی
اور تخلیق جنین کا باپ اور مان دونون کی منی سے ہی یا نہین پس جاننا چاہیے کہ شیخ الرئیس نے کتاب الشفا مین
کہا ہی کہ اطبا و حکما مین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی جالینوس اور اطبا قاطبۃ اسکے قائل ہین کہ منی مرد و عورت دونون مین
ہوتی ہی اور ارسطو اور اُسکے اصحاب اسپر ہین کہ منی مرد مین پیدا ہوتی ہی اور شیخ نے کبھی اس کتاب مین حمایت
جالینوس کی کی ہی اور کبھی ارسطو کی جیساکہ یہ اُسکی عادت ہی کہ مسائل حکمیہ مین جو مختلف فیہ ہین کبھی کسی فریق کی
تحسین کرتا ہی اور کبھی کسی فریق کی تقویت یا تضعیف کرتا ہی لیکن کتاب قانون مین اُسنے اسی مذہب کو اختیار
کیا ہی کہ مرد و عورت دونون مین منی پیدا ہوتی ہی اور دونون کی منی مادہ بچہ کے پیدا ہونے کا واقع ہوتی ہی
جیساکہ عنقریب انشاءاللہ اسکا بیان ہوگا لیکن مین پہلے کہتا ہون کہ یہ خلاف اس مسئلہ مین اس جہت سے
ہوا ہی کہ اطبا نے تو باعتبار مشاہدہ و تجربہ کی حقیقت امر کا اقرار کیا کہ دونون مین جوہر منی کو پایا اس سے اُسکے
قائل ہوے اور اصحاب ارسطو نے جو نظر اُسکی تعریف پر کی کہ تعریف اُسکی اسطرح کرتے ہین کہ منی جسم رطب سیال ہے

کہ خلاصۂ بدن سے اسکی طرف مستحیل ہوتا ہی ایسا استحالہ کہ اُسکے ساتھ صلاحیت رکھے اِسکی کہ اُس سے دوسرا شخص
پیدا ہو اور باہر آتی ہی قضیب سے چھلکتا ہوا تو چونکہ عورت مین اُنھون نے قضیب کو نہ پایا اور اچھلتے ہوئے
نکلتے نہ دیکھا جسطرح کہ مرد مین منی نکلتی ہی اِس سے اُنکا انکار کیا لیکن اِس انکار کے ساتھ اسکے قائل ہین کہ ایک
رطوبت سفید عورت مین ہی کہ اُسمین قوت قابلہ واسطے انعقاد و تصور کے ہی پھر یہ انکار از قبیل نزاع لفظی ہوگا کہ
اطبا اُسے منی کہتے ہین اور حکما رطوبت بیضاء قابلۃ للانعقاد والتصور نام رکھتے ہین لیکن کچھ فرق اُسکی حقیقت مین
نہین ہی حقیقت دونون کے موافق ایک ہی اور کوئی شبہ نہین ہی اِسمین کہ وہ جسم رطب سیال جو رطوبات بدن سے
پیدا ہوتا ہی اور صلاحیت اِسکی رکھتا ہی کہ اُس سے دوسرا شخص پیدا ہو دونون مین موجود ہی اور یہی اتفاق اطبا کا ہی
جیسا کہ اِسے فاضل قرشی نے بھی شرح قانون مین تسلیم کیا ہی اور استدلال چند مقدمات سے کر کے کہا ہی فلابد ان
یکون للمرءۃ منیا انتھی من شاء فلیراجع الیہ یہ ضروری بات ہی کہ مرد کی منی مین تصویر کی قوت یعنی صورت بنانے کی
زیادہ ہی اور عورت کی منی مین صورت کے قبول کرنے کی اور صورت بننے کی قوت زیادہ ہی جیسا کہ شیخ الرئیس نے
کہا ہی قانون مین وعند جالینوس و الاطباء ان الذکر والانثی جمیعا ذوعا یقال علیہ اسم المنی فیھما باشتراک الاسم بل بالتواطؤ وفی کل
واحد من الزرعین قوۃ التصویر والتصور معا لکن زرع الذکر اقوی فی القوۃ التی ھی مبدأ التصویر باذن اللہ وزرع الانثی اکثر فی القوۃ التی عنھا
مبدأ التصور وان منی الذکر ینفق فی قرب الرحم فیبلعہ فم الرحم بجذب شدید وان منی الانثی ینفق من داخل رحمھا من اوعیتہ وعروق الی موضع
الحبل واما العلماء الحکماء فاذ لحصل مذھبھم کان محصولہ ان منی الذکر فیہ مبدأ التصویر وان منی الانثی فیہ مبدأ التصور فی الامر الخاص بدوان
القوۃ المصورۃ فی منی الذکر تنزع فی التصویر الی شبہ ما انفصلت عنہ الا ان یکون عائق ومنازع اور فاضل گیلانی نے شرح قانون مین کہا ہی
واما کیف یکون التخلق من المنیین ولیس فی واحد منھما قوۃ فاعلۃ للتخلیق والتصویر کما ھو الحق ومذھبنا فلیعلم ان کل واحد من المنیین فانہ مادۃ للجنین
وصالح لیتولد الجنین منہ وذلک اذا کان علی المزاج المعتدل لکن منی الذکر ان اکثر حرارۃ و یبوسۃ من المعتدل و منی المرءۃ اکثر برودۃ و رطوبۃ من المعتدل فلذلک
لا یتولد من واحد منھما شخص وفی الاکثر یکون کلا من الانثیین خارجۃ عن الاعتدال علی ما ذکرناہ فلذلک انما یصلح کل واحد منھما لان یکون عنہ الشخص
اذا امتزج بالاخر فحینئذ یحدث منھما مزاج معتدل و ذلک یکون فی الرحم اور حاصل اسکا یہ ہی کہ لیکن کسطرح بچہ پیدا ہوتا ہی دونون منیون سے
حالانکہ کسی ایک مین اُن دونون سے قوت فاعلہ تخلیق و تصویر کی نہین ہی جیسا کہ وہی حق ہی اور یہی اطبا کا مذہب ہی
پس جاننا چاہیے کہ ہر ایک دونون منیون سے وہی مادہ ہی بچہ کے واسطے اور صلاحیت رکھتا ہی اِسکی کہ اُس سے
بچہ پیدا ہو اور یہ اُسوقت ہی کہ جب وہ مزاج معتدل پر ہو لیکن مرد کی منی بہ نسبت معتدل کے گرم و خشک زیادہ ہی
اور عورت کی منی بہ نسبت معتدل کے سرد و تر زیادہ ہی اِسی لیے ایک سے کوئی شخص پیدا نہین ہو سکتا یعنی
نہ تنہا مرد کی منی سے پیدا ہوتا ہی اور نہ تنہا عورت کی منی سے شخص پیدا ہو سکتا ہی اور اکثر مین یہ بات ہی کہ ہر ایک کے
انثیین کا مزاج اعتدال سے خارج ہوتا ہی جیسا کہ ہمنے اُسے ذکر کیا ہی پس اِسی واسطے نہین صلاحیت رکھتا

ہر واحد دونون کے جوہر منی سے اِس بات کی کہ اُس سے شخص پیدا ہو مگر جبکہ وہ دوسرے سے ملے اور مختلط ہووے یہان تک کہ اُس امتزاج سے اعتدال حاصل ہو اور یہ رحم مین ہوتا ہی اور اِس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ منی مرد و عورت دونون مین ہی اور ہرگز ایک کی منی سے وجود شخص ممکن نہین جب تک کہ امتزاج و اختلاط رحم مین نہو اور بعد اختلاط کے بچہ اِن دونون سے پیدا ہوتا ہی اِسی کی طرف حق سبحانہ تعالی نے اشارہ فرمایا ہی انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج اور شیخ الرئیس نے فصل رابع مین مقالہ تاسعہ کی کتاب حیوان الشفا مین تصریح کی ہی حیث قال فاذا اجتمع المنی من الرجل والمرأۃ فی الرحم استدار علی نفسہ یعنی جبکہ مجتمع ہوتی ہی منی مرد سے اور عورت سے رحم مین تو وہ بہیئت مستدیرہ رحم مین قرار پکڑتی ہی اور فاضل قرشی نے کہا ہی فلذلک اذا اجتمع المنیان فی الرحم و اختلطا حصل من اختلاطھما مزاج انسانی استعد ذلک الممتزج من المنیین لقبول صورۃ الانسان والتعلق بنفس انسانیۃ وحصل لہ ذلک من اللہ تعالی یعنی اِسی لیے جبکہ مجتمع ہوتی ہین دونون منیان رحم مین اور مختلط ہوتی ہین اور ملتی ہین تو حاصل ہوتا ہی اُن دونون کے ملنے سے مزاج انسانی ایسا مزاج کہ مستعد ہوتا ہی یہ ممتزج دونون منیون سے واسطے قبول کرنے صورت انسان کے اور متعلق ہونے کے ساتھ نفس کے اور حاصل ہوتا ہی یہ خدا کی طرف سے پھر اب اِن تصریحات کے بعد جو محققین علماے حکمت سے واقع ہوئی ہین پھر بھی یہ محل باقی ہی کہ کوئی اُس سے انکار کرے اور کہے کہ نطفہ مختص داماد کے ساتھ ہی اور مان محض ظرف ہی مگر یہ کہ چشم علم کور ہو یا تعصب و عناد غالب ہو اور وہ اظہار کلمہ حق سے مانع ہو علاوہ اِسکے اولاد صلبی سے کیا مراد لینگے سوا اِسکے کہ منسوب الی الصلب کہین اور اِس صورت مین منسوب صلب کی طرف ہونے کے کیا معنی ہین اگر فقار ظہر یا وہ اعضا باپ کے جنین فقار پائے گئے ہین مراد ہین تو اُنسے بچہ کو کچھ تعلق نہین ہی اور نسبت اُنکی طرف بے حقیقت ہی اور اگر خارج عن الصلب مراد لین کہ وہ ماء رجل اور منی ہی تو البتہ یہ نسبت صحیح ہوگی لیکن حقیقت ما یخرج عن الصلب اور ما یخرج عن الترائب کی واحد ہی کہ دونون جوہر جسم رطب سیال سفید ہین کہ مستحیل ہونے مین طرف اِسکے اخلاط بارد اور صلاحیت رکھتا ہی اِسکی کہ اُس سے دوسرا شخص پیدا ہو جبکہ حاصل ہو اُسی امتزاج سے اعتدال لائق افاضہ صورت انسان و نفس کی جیسا کہ کلام حکیم گیلانی و قرشی مین گذرا اور وہ دونون مادہ بچہ کے پیدا ہونے کا ہین بلکہ مشارکت مان کی زیادہ ہی جیسا کہ اصحاب ارسطو قائل ہوے ہین کہ مرد کی منی رحم مین افادہ تولید و تصویر کا کرنے کے بعد باقی نہین رہتی بلکہ تحلیل ہو جاتی ہی اور مصنف موارد الحکم نے کہ شارح قانون ہی اسباب عسر حبل اور عقر مین کہا ہی وقد لا یحدث بینھما ای الزوجین ولد لکون منی الرجل مخالفا لما یثیر ما فی المنی المرأۃ مستعد القبول و مشارکا علی احد المذھبین اشارۃ الی الخلاف وقع بین الاطباء ھل العضو ان الجنین انما یتکون من منی المرأۃ فقط و منی الرجل یؤثر فیہ تاثیرا یستعد بہ لان یخلق منہ المولود من غیر ان یصیر ھذا المنی جزء من بدنہ وقال البعض الآخر انہ یتخلق من المنیین جمیعا فیکون کل واحد جزء امنہ حاصل معنی اِسکے یہ ہین کہ کبھی نہین پیدا ہوتا ہی دونون مین یعنی مرد و عورت مین

جو عورہ اور خاوند مین بچہ بسبب اسکے کہ مرد کی منی تاثیر مین مخالف ہی عورت کی منی سے جن حالون کی عورت کی منی
مستعد القبول ہو یا مشارک بنابر ایک دو مذہبون کے یعنی جبکہ عورت کی منی قبول صورت کے لیے مستعد ہو
اور مرد کی منی مین قوت افادہ تولید و تصویر کی نہو اور یہ بنابر اس مذہب کے ہی جو کہتے ہین کہ منی مین عورت کی
استعداد قبول کی صورت کی ہی فقط اور جو کہتے ہین کہ مرد و عورت دونون کی منی مین قوت عاقدہ و منعقدہ ہی اور
دونون مشارک ہین بنابر انکے منی عورت کی مشارک ہوگی یعنی اسمین قوت عاقدہ و منعقدہ ہوگی لیکن مرد کی
منی مین نہوگی تو اس صورت مین بچہ پیدا نہوگا اسی لیے شارح نے کہا ہی کہ یہ قول مصنف کا مستعد القبول او
مشارکا علی احد المذہبین اشارہ ہی طرف اس اختلاف کے جو اطبا مین واقع ہی پس بعض نے کہا ہی کہ بچہ
نہین بنتا مگر مان کی منی سے فقط اور باپ کی منی اسمین تاثیر کرتی ہی ایسی تاثیر کہ مولود اس سے پیدا ہو بے اسکے
کہ یہ منی باپ کی بدن مولود کا جزو واقع ہو اور دوسرے بعض نے کہا ہی کہ بچہ پیدا ہوتا ہی دونون منیون سے
سب سے بس ہوتا ہی ہر واحد انمین سے جزو بدن مولود کا انتہی اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ مولود مین کسقدر مشارکت
مان کو ہی یہان تک کہ بعض اطبا اسکے قائل ہوگئے کہ باپ کی منی کو سوا افادہ قوت تولید و تصویر کے کچھ دخل ہی
نہین ہی اور باپ کی منی جزو بدن مولود کا ہوتی ہی نہین یہان تک کہ فاضل قرشی نے اقرار کیا ہی کہ کبھی بچہ
محض مان کی منی سے پیدا ہوتا ہی حیث قال فلذلک انما یعرض الحبل اذا اجتمع المنیان و مع ذلک یحصل فی النادر الحبل من منی المراۃ وحدہ
اور یہ قول اسکا شرح مین قانون کے فن عشرون کے جو اعضاء تناسل کے امراض کے بیان مین ہی واقع ہی
من شاء فلیرجع الیہ علاوہ اسکے مشارکت مان کی تغذیہ جنین کے ساتھ اور تربیت اسکے نفس کی نفس جنین کے لیے
واضح ہی پھر ایسی حالت مین نظر محض کہنا سوا بے علمی کے اور حماقت کے احتمال نہین رکھتا اور جب ثابت
ہوچکا کہ بچہ باپ اور مان دونون کی منی سے پیدا ہوتا ہی بلکہ مان کی مداخلت اور مشارکت بچہ کے بننے مین اور اسکے
بڑھنے مین باپ سے زیادہ ہی تو اب انتساب ابن البنت کا جد مادری کی طرف بھی البتہ حقیقی اور صحیح ہوگا
اور ویسا ہی ہی جیسا یہ انتساب طرف اجداد پدری کے حقیقی ہوتا ہی اور یہ ثبوت یقینی بذریعہ برہان لمی حاصل
ہوتا ہی جسکا مرتبہ بہت بڑا ہی استدلال عقلی مین اور یہ جو کچھ لکھا گیا موافق کتب عربیہ طبیہ کے ہی جسکے مصنفین اکثر
اہلسنت ہین ولیکن جو کچھ کہ حق اور صادق ہی وہ تحقیق حکمائے متاخرین فرنگستان کے ہی جسے سوائے تسلیم کرنے کے
کسی کو چارہ نہین ہی کیونکہ وہ تحقیق از قسم مرئیات ہی اور وہ یہ ہی کہ عورت کی منی مین بیضہ ہی اور مرد کی منی مین کیڑا
ہوتا ہی یعنی ایک جسم مشابہ بہ کرم ہی اور اسمین حیات ہی صورت مین وہ مثل بچہ ماہی کے ہی جو اسی روز پیدا ہوتا ہی یہ حیوان
منی کے ساتھ زندہ رحم مین جاتا ہی اور بعد انزال کے اپنی حرکت ذاتی سے بھی تیرہ منٹ مین نصف انچہ آگے
بڑھتا ہی اگر منی عورت کی اپنے مقر اور محل تولد سے جو دونون کیسہ جانب یمین و یسار رحم مین ہین نکل کر رحم مین ہو

جاوے

داخل نہین ہوئی تھی تو یہ حیوان رحم مین جاکر اُن بیضات منویہ کے پس رحم مین متلاشی بحرکت دوری پھرتا ہی جب
نہین پاتا تو نکل آتا ہی اور نکلنے کے وقت مرجاتا ہی اور اگر منی رحم کے اندر قبل اِس حیوان کے پہونچنے کے آچکی تھی تو یہ
حیوان اپنا سر اُس بیضہ کے اندر گڑاتا ہی اور فوراً مرجاتا ہی اور بعد اُسکے رفتہ رفتہ مرد کی منی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر رحم سے
نکلجاتی ہی فقط اِس حیوان کے ملنے سے بیضہ منویہ عورت کے ساتھ یہ اثر ظاہر ہوتا ہی کہ وہ بیضہ آناً فاناً وسیع
ہوتا جاتا ہی اور سیمین خون جمع ہوتا ہی بعد اسکے نقاط ثلثہ بڑھتے ہین جس سے دل و دماغ و جگر پیدا ہوتا ہی پھر سب
بچہ کامل ہوتا ہی جیسا کہ تفصیل خلق جنین لکھی ہی بالجملہ کوئی جز باپ کی منی سے جز بدن مولود نہین ہوتی سب
نکلجاتی ہی یہ خلاصہ تحقیق ہی پھر اب لائق غور ہی کہ بعد اسکے اب بھی اِسکا محل باقی ہی جو کوئی نادانی سے یہ کہے کہ مان
ظرف محض ہی حقیقت امر تو یہ ہی کہ جو کچھ ہی وہ مان ہی اور تمام وجود و نشو و نماے مولود اُسی سے ہی اور اِس صورت مین نسبت
بنوت کی ابن الام کے جد مادری کی طرف حقیقی اور اولی ہی فتفکرو کن علی حق ولا تغفل اور جب یہ عموماً ثابت ہوچکا
تو ساتھ تائید آیات واخبار کے یقینی جاننا چاہیے کہ حسنین علیہما السلام ابناے صلبی حقیقی جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ کے تھے اور اِسی طرح جملہ بنی فاطمہ کا حال ہی شد بد تیسری وجہ یہ ہی کہ ہارون نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے
پوچھا له جوزتم ان یقول الخاصه والعامه لکم یا بنی رسول الله وانتم بنو علی وانما ینسب المرء الی ابیه وفاطمه انما هی وعاء فقلت لو ان النبی
نشر فخطب الیک کریمتک هل کنت تجیبه فقال سبحان الله ولم لا اجیبه بل افتخر علی العرب والعجم وقریش بذلک فقلت له ولکنه صلی الله علیه وآله لا یخطب
الیّ ولا ازوجه فقال ولم فقلت لانه ولدنی ولم یلدک فقال احسنت یا موسی ثم احتج علیه بالآیتین السابقتین یعنی کتاب احتجاج طبرسی مین منقول ہی کہ حضرت امام
موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ ہارون عباسی نے آنحضرت سے کہا کہ یہ تمنے کسلیے جائز رکھا ہی کہ خاصہ و عامہ تمہین ابن فرزند
رسول خدا کہتے ہین حالانکہ تم اولاد علی ابن ابیطالب سے ہو اور شخص منسوب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہی اور فاطمہ
ظرف محض ہین پوشیدہ نرہے کہ جو دوسری وجہ بین کہا گیا تھا کہ مخالفین مان کو بچہ کی بہ نسبت ظرف محض جانتے ہین
اُسکا ثبوت اِس روایت سے بہت واضح ہی بالجملہ جواب مین اسکے جناب امام ہفتم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ اِسوقت زندہ ہون اور تجھسے تیری بیٹی کو اپنی زوجہ بنانے کے لیے طلب فرماوین تو آیا تو اُنکے خطبہ
و طلب کو قبول کریگا یا نہین ہارون نے کہا سبحان اللہ اگر پیغمبر خدا بیٹی کو میری طلب فرماوین تو کیون نہ قبول کرون
بلکہ افتخار کرون اِس سے تمامی عرب و عجم و قریش پر یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ لیکن وہ حضرت نہ ہمسے تمہاری بیٹی کو
طلب فرماوینگے اور نہ ہم اپنی بیٹی کو اُنکے نکاح مین دینگے یہ سنکر ہارون نے کہا کہ اِسکی کیا وجہ ہی حضرت نے فرمایا کہ اسکی
وجہ یہ ہی کہ ہم اُنکی اولاد سے ہین اور وہ حضرت ہمارے دادا ہین اور تمہارے دادا نہین ہین یہ سنکر ہارون نے کہا کہ واقعی آپنے
خوب فرمایا اے موسیٰ چوتھی وجہ یہ ہی کہ میراث منحصر ہی نسبت اور سبب مین اور وراثت باپ کے اقرباؤن مین اور مان کے
اقرباؤن مین بسبب نسب کے ہی نہ سبب کے یعنی متقرب بین اب اور متقرب بین ام کی وراثت نسبی ہی نہ سببی پس اِس سے

ثابت ہوا کہ نسب طرفین کے واسطے ہی غایت ما فی الباب یہ ہی کہ متقربین بالاب کا نسب متقربین بالام کے نسب سے
اقوی ہی فرائض شریفیہ مین بھی واخ الاخت لاب وام عن بنت الابن لکونہا ابعد من القرابۃ وتقدیمہا علی الاخت لام لا قرابتہا الاب لقرابتہ الام
انتہی یعنی میت کی بہن حقیقی جو ایک ماں باپ سے ہو دختر ابن سے موخر کی گئی اسلیے کہ وہ ابعد ہی قرابت سے اور
مقدم ہونا بہن حقیقی کا مادری بہن پر اسلیے ہی کہ باپ کی قرابت ماں کی قرابت سے قوی تر ہی انتہی ولیکن قرابت کبھی
مختص غیر اولاد حقیقی کے ساتھ بھی ہوتی ہی کہ انہین قرابت ولایت حقیقی کی حاصل ہوتی ہی کیونکہ اولاد کی اولاد ہی
اسی لیے بعض اخبار خاصہ مین وارد ہی کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ انا لولدہ وما لحق بذوی قرابتہ یعنی ہم اولاد
پیغمبر خدا ہین اور انکے قرابت دارون سے نہین ہین وجہ پانچوین وہ روایت ہی جسے فاضل بخاری نے لکھا ہی
اور شیخ ابن حجر نے اسے اپنی کتاب صواعق مین نقل کیا ہی حیث قال اخرج البخاری عن ابی بکرہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ
والہ علی المنبر والحسن الی جنبہ ینظر الی الناس مرۃ والیہ مرۃ ویقول ان ابنی ہذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین قال واخرج
الترمذی عن اسامہ انہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ والہ والحسن والحسین علی ورکیہ فقال ہذان ابنای وابنا ابنتی اللہم انی
احبہما فاحبہما واحب من یحبہما یعنی فاضل بخاری نے ابی بکرہ سے روایت کی ہی کہ کہا اسنے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ سے جبکہ وہ حضرت منبر پر تشریف رکھتے تھے اور امام حسن انکے پہلو مین تھے کہ کسی وقت وہ
حضرت حاضرین کی طرف نظر فرماتے تھے اور کبھی امام حسن کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تحقیق کہ
بیٹا میرا یہ سید و سردار ہی اور یہ مضمون اتفاقی ہی اور بہت سی احادیث مین مثل اسکے وارد ہی اور بعد اسکے جو مضمون ہی
یعنی امید ہی خدا سے کہ وہ اسکے ذریعہ سے صلاح فرماے درمیان دو لشکرون کے مسلمانون سے یہ یقینی شاذ و غریب ہی
اور ترمذی نے اسامہ سے نقل کیا ہی کہ اسنے کہا کہ دیکھا مین نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو جن حالون کہ امام حسن و
امام حسین علیہما السلام آنحضرت کی گود مین جانب راست وچپ تھے کہ فرمایا یہ دونون بیٹے میرے ہین اور میری بیٹی کے
بیٹے ہین خداوندا مین ان دونون کو دوست رکھتا ہون پس تو بھی انھین دوست رکھ اور دوست رکھ انھین جو انکو دوست
رکھین اور ظاہر اسکا یہی ہی کہ مراد اس سے فرزند حقیقی ہی اور مثل اسی کے سبط ابن جوزی نے روایت کی ہی جناب
سید سند نے بعض افاضل سے نقل فرمایا ہی کہ انھون نے کہا بل ظاہر الشیخ الطوسی اجماع الائمۃ علی ذلک فلاحظ کثرۃ استعمال فی
الحسن والحسین بل وباقی الائمۃ کثیرہ بحد صحا ارادۃ المجاز اور واضح ہو کہ شاہ صاحب نے اپنے رسالہ سر الشہادتین مین
اختیار کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے حسنین علیہما السلام کو اپنا فرزند بنا لیا تھا اور سبب اس قول کا بھی یہ ہی کہ تا انکے فرزند
حقیقی صلبی ہونے سے انکار باقی رہے لیکن جسطرح حمل لفظ ابن کا جو ان احادیث سابقہ مین وارد ہی مجازی پر
نہین ہو سکتا اسی طرح متبنی پر بھی یعنی فرزند قرار دے لینے پر بھی کہ وہ بھی قسم فرزند مجازی کی ہی اہل سنت کے علما کی
تصریح کے موافق نہین ہے اور وہ حمل منافی ہی اس سے جو صواعق محرقہ مین شیخ ابن حجر نے تصریح کی ہی کہ حکم متبنی کا

منقطع ہو چکا تھا قول خدائے تعالیٰ سے وما کان محمد ابا احد من رجالکم ورس سے علاوہ یہ ہے کہ ہرگز ذہن سلیم اسے قبول نہیں کرتا خصوصًا بعد اُسکے جو ہمنے ثابت کر دیا کہ ابن البنت کا بھی انتساب جد مادری کی طرف باعتبار نطفہ ام کے حقیقی ہے کیونکہ جہان تحقیق حقیقت کا ممکن ہے وہان تکلفات کے ارتکاب کی کیا ضرورت ہے لیکن جو شاہ صاحب نے حسنین علیہما السلام کے متبنّی ہونے پر بمقام استشہاد کہا ہے فقد ثبت بطرق متعددۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال ہما ابنای یعنی ثابت ہوا ہے بطریق ہائے متعددہ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ وہ دونون میرے بیٹے ہین وروی احمد فی مسندہ عن ابی اسحاق السبیعی عن ہانی بن ہانی عن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ قال لما ولد الحسن جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت سمیتہ حربا قال بل ہو حسن فلما ولد الحسین قال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت حربا قال بل ہو حسین فلما ولدت الثالث قال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت حربا قال بل ہو محسن قال انی سمیتہم باسماء ولد ہارون شبر وشبیر ومشبر واخرجہ الطبرانی فی الکبیر والدار قطنی فی الافراد والحاکم والبیہقی وابن عساکر کلہم عن علی رضی اللہ عنہ واخرجہ البغوی والطبرانی عن سلمان رضی اللہ عنہ مثلہ وفی القاموس شبر کبقم وشبیر کقمیر ومشبر کمحدث ابنا ہارون علیہ السلام انتہی یعنی روایت کی ہے احمد نے اپنی مسند مین ابی اسحاق سبیعی سے کہ اُسنے ہانی بن ہانی سے کہ اُسنے امیر المومنین جناب علی مرتضی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا اُن جناب نے کہ جب امام حسن پیدا ہوے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لاے اور فرمایا کہ مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ اُسکا کیا نام رکھا ہے مین نے عرض کیا کہ حرب نام رکھا ہے فرمایا بلکہ حسن اُسکا نام ہے اور جب امام حسین پیدا ہوے تو آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ اور اُسکا کیا نام رکھا مین نے عرض کیا کہ حرب فرمایا بلکہ وہ حسین ہے پھر جب تیسرا پیدا ہوا تو فرمایا کہ مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ کیا نام اُسکا رکھا ہے مین نے عرض کیا کہ حرب فرمایا کہ بلکہ یہ محسن بعد اُسکے فرمایا کہ مین نے اُن سب کا نام موافق ہارون کے فرزندون کے نام کے رکھا ہے کہ اُنکے فرزندون کا نام شبر اور شبیر اور مشبر تھا اور اِس سے روایت کیا ہے طبرانی نے کتاب کبیر مین اور دارقطنی نے افراد مین اور حاکم اور بیہقی اور ابن عساکر سب نے علی رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا ہے اُسے بغوی نے اور طبرانی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے مثل اِسی کے اور قاموس مین ہے شبر بقم کے وزن پر اور شبیر قمیر کے وزن پر اور مشبر محدث کے وزن پر فرزندان ہارون تھے لیکن دیکھنے والے پر اِسکے پوشیدہ نہ رہیگا کہ جو شاہ صاحب کو بہ نسبت حسنین علیہما السلام کے گمان ہوا ہے کہ وہ دونون بزرگوار فرزندان زبانی پیغمبر خدا کے تھے حقیقی نہ تھے اِسپر دلالت اِس حدیث کی کسی طرح نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات بہت ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے اکثر مقامات پر ابن البنت کو ابن فرمایا ہے جیسا کہ فریقین کی روایات اُس سے مملو ہین اور کسی طرح اِن مین اِسکا اشعار نہیں ہے کہ حضرت نے اُنہین مُنہ بولا بنایا تھا اور سوا شاہ صاحب کے اور کسی عالم نے علماے فریقین سے یہ نہین کہا کہ مراد ابن سے جو اِن روایات مین وارد ہے متبنّی ہے اور کسی نے یہ نہین کہا کہ حسنین علیہما السلام بھی زید متبنّی کی طرح پیغمبر خدا کے متبنّی تھے

پھر جو شاہ صاحب نے اِس حدیث سے اِسپر استدلال کیا ہی کہ وقت قرب ولادت مین حضرت رسول کا بلفظ
ابن فرمانا متبنی کی دلیل ہی یہ ایسی بات ہی کہ اُس سے عداوت اور سفاہت ظاہر ہوتی ہی یہ تو ہم سوقت مین کہنا صحیح ہوتا
کہ اطلاق حقیقی کا ممکن نہوتا اور جب وہ ممکن ہی تو اِسکی کیا ضرورت ہی کہ موافق کفار ہنود کے نواسے کو بیٹا یا متبنی بنائین
۱۰ بعد انقطاع حکم متبنی جو بحکم خدا ہو چکا تھا پھر کہین کہ پیغمبر خدا نے اِس فعل کو فرمایا اور بیٹا بنایا اور عمل متروک کو
رواج دیا اِن نصوص سے اقتباس حقیقت لغویہ کا کیون نہین کرتے کیا وہ ممکن نہین ہی بلکہ وہی ظاہر ہی اور شائع ہی اس
دعوے پر جو امامیہ کرتے ہین نہ اِسپر جو شاہ صاحب کو مظنون از قسم ان بعض الظن اثم ہوا ہی پھر اگر کہین کہ اولاد دختری جد
مادری کی اولاد نہین ہی اِسلیے ہم اُسے متبنی پر حمل کرتے ہین تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے کہ یہ تو پہلی نزاع ہی ہمارے تمھارے
کہ اُسے ہمنے کہا ہی اور جو اُسکی خلاف پر دلالت کرتا ہی لکھا ہی اور پھر عنقریب اُسے لکھینگے یہان تک کہ منصف پر حقیقت امر
ثابت ہو جاے جسکی وجہ یہ ہی کہ بنی آدم مین بلا شبہ فرزندان پسری اور فرزندان دختری داخل ہین جیسا کہ شیخ ابن حجر نے
صواعق محرقہ مین قفال سے اُسے نقل کیا ہی کل احد ینسب الیہ اولادہ انہ اگرچہ اِسپر کہا ہو ویرد الخبر کل بنی ام ینتمون الی عصبۃ کیونکہ
انتساب اقوی کے ساتھ اِس انتساب کے جو ضعف کے ساتھ ہو نفی نہین کرتا حق تعالیٰ فرماتا ہی واذ اخذ ربک من بنی آدم من
ظہورھم ذریتھم یعنی جبکہ نکالا مین نے فرزندان آدم سے اُنکی پشتون سے ذریات کو یعنی اولاد کو اُنکی اور حدیث قدسی مین ہی
یا ابن آدم ما تنصفنی اتحبب الیک بالنعم وتتبغض الی بالمعاصی یعنی ای فرزند آدم انصاف تو نہین کرتا کہ مین تو تیرے ساتھ اظہار محبت کرتا ہون
نعمتون کے وارد کرنے سے اور تو میرے ساتھ اپنی دشمنی اور مخالفت کو ظاہر کرتا ہی گناہگاری کے ساتھ یعنی گناہون کا
مرتکب ہوکر اور فاضل بیضاوی نے ذیل آیت کریمہ ومن ذریتہ داؤد الی قولہ عیسیٰ مین کہا ہی ھو ابن مریم وفی ذکرہ دلیل
ان الذریۃ تتناول اولاد البنت یعنی اور عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے ہین اور حق تعالیٰ نے جو یہ قرآن مین ذکر فرمایا یہ
دلیل اِسکی ہی کہ ذریت اولاد دختری کو بھی شامل ہی اور جو شاہ صاحب نے شرح مشکوٰۃ مین کہا ہی ان ابن البنت لہ حکم الابن
ولھذا جعل عیسیٰ فی بنی اسرائیل یعنی فرزند دختر کے واسطے بھی ابن کا حکم ہی اور اِسی لیے عیسیٰ بنی اسرائیل مین شمار کیے جاتے
ہین یہ مخالف اُن مصرحات کے ہی جو فاضل بیضاوی اور امام فخر رازی وغیرہ نے اُسکی تصریح کی ہی کیونکہ اُن سے
اطلاق زبان کو عموم کا شاہد گردانا ہی نہ یہ کہ ابن البنت کو خارج جانکر حکم ابن کو اُسکے لیے خارج سے استفادہ کیا ہو
جیسا کہ شاہ صاحب کو اِسکا گمان ہوا ہی اور اِسکی رد مین کافی ہی اُنکے شیخ ابن حجر کا قول جو اُنھون نے کہا ہی اور گذرا
ثم معنی الانتساب الیہ صلوات اللہ علیہ الذی ھو من خصوصیاتہ انہ یطلق علیہ انہ ابٌ لھم وانھم ابناؤہ حتی یعتبر ذلک فی الکفاءۃ الی ان قال وحتی یطلق
فی الوقف علی اولادہ واما بنات غیرہ فلا یجری فیھم مع جدھم لامھم ھذہ الاحکام نعم یستوی الجد للاب وللام فی الانتساب الیھما حیث یطلق علیہ
والنسل والعقب علیھم فقد اراد صاحب التلخیص بالخصوصیۃ ما اراد القفال بعد بما دل فان ذلک فلا وجہ لتعقیبہ یعنی حسنین علیہما السلام کے منتسب
ہونے کے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف ایسے معنی کہ وہ خصوصیات سے آنحضرت کے ہین یہ ہین کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ پر یہ اطلاق کیا جاتا ہی کہ وہ حضرت اُنکے باپ ہین اور وہ حضرات ان جناب کے بیٹے ہین یہانتک
کہ یہ بات کفایۃ المنتہی مین بھی معتبر ہی بیان تک کہ شیخ مذکور نے کہا ہو کہ یہ باپ بیٹا ہونا اس درجہ تک ہو کہ وہ حضرات داخل
ہوتے ہین اُس وقف مین جو آنحضرت کی اولاد کے لیے ہو اور لیکن آنحضرت کے سوا جو اورون کی بیٹیان ہین اُنمین
جاری نہین ہی اُنکے جد مادری کے ساتھ یہ احکام ہان جد پدری اور جد مادری اِس بات مین برابر ہین کہ انتساب
اولاد دختری اور پدری کا دونون کی طرف ہوگا اِس حیثیت سے کہ دونون پر اطلاق ذریت اور نسل اور عقب کا
ہوتا ہی پس صاحب تلخیص نے خصوصیت سے اُس معنی کا ارادہ کیا ہی جو گذرا اور قفال نے عادم خصوصیت سے
یہ تیسوا انتساب کا مراد لیا ہی پھر دونون مین کچھ خلاف نہین انتہی ترجمۃ کلامہ پھر اب اِس تصریح کے بعد ابن البنت کسطرح
خارج ہوسکتا ہی خصوصًا ما نحن فیہ مین یہ کہان متصور ہوسکتا ہی اور جب انتساب اولاد دختری اور پسری دونون کا
اجداد پدری اور مادری کی طرف برابر ہی تو پھر اِس زعم باطل کا محل کہان ہی کہ ابن البنت کو خارج جانکر حکم
ابن کا اُسکے لیے خارج سے استفادہ کرین فتدبر ساتوین وجہ وہ ہی جو فاضل فیروزآبادی نے قاموس مین کہا ہی
والابن ہو الولد اور حق تعالی نے قرآن مین فرمایا ہی یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم اولاد پسری اور اولاد دختری دونون کو شامل ہی
پھر اِن دونون مقدمون سے ظاہر ہوا کہ ابن البنت مثل ابن الابن ہی دادا کے لیے آٹھوین وجہ یہ ہو کہ دادا خواہ پدری ہو
یا مادری ہو آبا مین داخل ہی اور ازواج اولاد پسری اور دختری دونون کے حکم حرمت حلائل ابنا مین داخل ہین
اور یہ حضرات اہلسنت نے جد مادری کا نام جد فاسد رکھا ہی یہ خود قول فاسد ہی کتاب کافی مین روایت منقول ہی
حاصل اُسکا یہ ہی کہ ایک روز ہارون رشید اور جناب امام ابو الحسن روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مین داخل ہوے
پس جناب ابو الحسن ہارون سے آگے بڑھے اور اشارہ قبر شریف کی طرف کرکے کہا حضرت نے کہ السلام علیک یا ابت یعنی
رحمت خدا نازل ہو آپ پر اے پدر عالیمقدار اُسوقت ہارون نے کہا کہ جو حق تعالی نے بہ نسبت حضرت عیسی کے
فرمایا ہی وہ سنا ہی حضرت نے فرمایا کہ ہان یہ سنکر ہارون نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ وہ حضرت اُنکے باپ ہین
از روے حقیقت کے نوین وجہ یہ ہی کمال الدین بن طلحہ شامی شافعی نے روایت کی ہو کہ شعبی آل رسول کی طرف
میلان رکھتا تھا اور اُسکا یہ حال تھا کہ جب ذکر آل رسول ہوتا تھا تو کہتا تھا ہم ابنا و رسول اللہ و ذریت یعنی وہ فرزندان
رسول خدا ہین اور اُنکی نسل و ذریت ہین پس اُنکی کتاب مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول مین اُسکے حال سے
یہ لکھا ہی کہ یہ خبر حجاج بن یوسف کو پہونچی اور تکرر اُسکی صحبت مین اِسکا ذکر ہوا اور کثر اشخاص نے اُس سے کہا کہ شعبی کا
یہ حال ہی یہ سنکر اُسے غصہ آیا اور شعبی کی نسبت آزردگی ظاہر کی اور اُسے ایک روز اپنی صحبت مین طلب کیا
جسوقت کہ بزرگان مصر مین اور اُنکے علما اور قرا اُسکے پاس مجتمع تھے جب شعبی آیا اور بیٹھا تو اُسنے کہا کہ یہ کیا بات ہی
جو مجھے تیرے حال سے پہونچی ہی اور وہ گواہی دیتی ہی تیرے جہل و نادانی کی یہ سنکر شعبی نے کہا کہ وہ کیا بات ہی

ای امیرالمومنین حجاج نے کہا کہ کیا تو یہ نہین جانتا فرزندان رجل منسوب نہین ہوتے مگر اپنے باپ کی طرف اور نواسے
نہین ہوتے مگر آبا سے پھر تیرا کیا حال ہی کہ فرزندان علیؑ کو فرزندان رسول و ذریت رسولؐ کہتا ہی آیا انھین بھی
اتصال کچھ پیغمبر خداؐ سے ہی سوا اسکے کہ انکی مان فاطمہؑ ہین جو دختر رسول ہین اور نسب بدختران نہین ہوتا بلکہ
بہ پسران ہوتا ہی یہ سنکر شعبی نے ایک ساعت بھر گردن جھکائی یہان تک کہ حجاج نے انکا انتساب بین
اولاد دختری کے جد مادری کی طرف مبالغہ بہت کیا بعد اسکے شعبی نے کہا کہ یہ کیا سبب ہی کہ مین تجھے
کلام کرتے اس شخص کا دیکھتا ہون کہ جو کلام خدا اور سنت نبی سے جاہل ہو یا اس سے روگردان ہو یہ سنکر حجاج کا
غیظ و غضب اور بھی زیادہ ہوا اور کہا کہ مجھسے شخص کے لیے تو ایسا کہتا ہی وای ہو تجھپر شعبی نے کہا کہ ہان یہ
قرآن مصر مین موجود ہین آیا حق تعالی نے قرآن مین نہین فرمایا یا بنی آدم یا بنی اسرائیل اور ابراہیم کی حکایت مین فرماتا ہی
ومن ذریتہ عیسیٰ اور آیا عیسیٰ کا اتصال تینون سے مان کے سوا اور کچھ تھا اور پیغمبر خدا سے بصحت منقول ہی کہ فرمایا
ھذا ابنی سید جب یہ سخن شعبی کا تمام ہوا تو حجاج نادم ہوا اور شعبی کے ساتھ مدارا و تلطف کرنے لگا اور شعبی کا
قول حجت ہی سب اہلسنت کے واسطے دسوین وجہ یہ ہی کہ ابن البنت اپنی مان کا بیٹا ازروے حقیقت کے ہی
اور اس سے معلوم ہوا کہ فرزند حقیقی ہونے کے لیے صلب سے پیدا ہونا ضرور نہین ہی اور مفہوم ابن مین صلب سے
پیدا ہونا معتبر نہین ہی کیونکہ ابن البنت جسطرح دختر کا بیٹا ہی اسی طرح اسکے شوہر کا بھی یعنی دونون کا فرزند حقیقی ہی
اور جسطرح دخترزادہ ابن البنت ہی اسی طرح پسرزادہ ابن الابن ہی غایت مرمیان یہ ہی کہ ابن الابن جد پدری کا
ابن ہی بیچ مین تکرار صلب ہی اور ابن البنت مین صلب مکرر نہین ہی بلکہ مان واسطہ ہی بالجملہ پوتا اور نواسہ دونون بواسطہ
فرزند ہین بیچ واسطہ نہین ہین پھر اگر واسطہ کا تحقق بیٹا ہونے کے منافی ہو تو چاہیے کہ پسرزادہ بھی بیٹا نہو جسطرح
کہ شاعر عرب نے کہا ہی بنونا بنو ابنائنا اور اس جگہ سے واضح ہوا کہ جو بعض ہمارے علمانے مثل شہید ثانی رضوان اللہ
علیہ کے بسبب اسکے کہ شبہہ اہل خلاف کا پہلے سے انکے ذہن مین مرتکز ہو گیا تھا کہا ہی کہ پسر دختر جد مادری کا
پسر نہین ہو سکتا بسبب اسکے کہ سلب بنوت اس سے صحیح ہی یعنی یہ کہہ سکتے ہین کہ یہ اپنے نانا کا بیٹا نہین ہی
اور یہ مجاز کی نشانی ہی یہ انکا قول تمام نہین ہی والا اس سے یہ لازم آتا ہی کہ ابن الابن بھی حقیقت مین دادا کا
بیٹا نہو واسطے صحیح ہونے اس بات کے کہ اسے کہین کہ یہ فلان شخص کے فرزند کا فرزند ہی ساتھ اس بات کے کہ
سلب کا صحیح ہونا مجاز کی دلیل اسوقت ہی کہ سلب حقیقی ہو والا سلب مجازی جسطرح کہ بلید و احمق کو کہتے ہین
کہ انسان نہین ہی یہ اطلاق کے مجاز ہونے کے اوپر دلیل نہین ہو سکتا اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابن کا اطلاق ابن الابن اور
ابن البنت پر حقیقی ہی تو اس سے بنوت کے سلب کرنے کی صحت بمعنی عام یقینی مسلم نہوگی بلکہ مقصود نفی سے
اس جگہ ولدیت خاصہ کی نفی ہوگی جو بلا واسطہ ہوتی ہی اور عام جبکہ استعمال کیا جاے خاص مین بما ھو خاص

تو مجاز ہوتا ہی یقیناً جیساکہ فاضل بحرانی نے کتاب حدائق مین فرمایا ہی اما ما قال شیخنا الشہید الثانی فی قرینۃ المجاز من صحۃ السلب فی قول القایل انہ لیس ابنی بل ابن بنتی او ابن ابنی مردود بانہ غیر مسلم علی اطلاقہ فان الانسان یسلب ولدیۃ حقیقۃ اذا المراد لقرینۃ الاضراب ان مراد القایل المذکور انہ لیس ابنی و ولدی بلا واسطہ فان قال لیس ولدی من غیر الاتیان بالاضراب منعنا صحۃ السلب اما احتجاج بقول شاعر بنونا بنو ابنائنا و بناتنا ابناؤهن بنو الرجال الاباعد یعنی سلب بنوت کی صحت کو یعنی حقیقی بیٹا ہونے کی نفی کی صحیح ہونے کو جو شاعر کے کلام سے احتجاج کیا ہی کہ اسنے کہا ہی کہ فرزند ہمارے ہماری اولاد ذکور ہی اور بیٹیان جو ہماری ہین انکے بیٹے غیر مردون کی اولاد ہین پس یہ اُن اولاد کے مقابل مین جو آیات قرانی اور عقلیات اور احادیث نبوی وغیرہ سے مذکور ہوئین پایہ اعتبار سے ساقط ہی جیساکہ بعض فاضل عراق نے کہا ہی کہ یہ بیت ساتھ اسکے کہ اعرابی کا جاہل قول ہی معارض کتاب و سنت کو نہین ہو سکتے بلکہ وہ محمول ہی ارادہ متعارف معتاد پر جلب منافع دنیویہ اور رفع مضار پر اولاد پسری کے ساتھ نہ اولاد دختری کے ساتھ یعنی ایک مشہور بات ہی کہ پسر اور اسکی اولاد کے گھر کو اور اسکے مال کو اپنا گھر اور اپنا مال جانتے ہین اور خانہ دختر کو اور اسکی اولاد کے گھر کو خانہ غیر سمجھتے ہین بعض ان مثل بیگانون کے جانتے ہین بلکہ شاید ظہور ارادہ اس شاعر کا مجاز سے اور مبالغہ کرنے سے نفی مین شاید اسکے اسی پر ہو کیونکہ ارادہ بیان وضع کا اور لغت کا بعید ہی بلکہ ممکن ہی کہ یہ اسطرح ہو جیساکہ قول شاعر ہی انت ومالک لابیک کیونکہ مراد اس سے ایک نوع مجاز ہی فقط علاوہ اسکے انتہائی بات جو اس بیت سے معلوم ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ پسر دختر پسر حقیقی نہین کہا ہی اور اس نبوت مین تو کچھ محل کلام کا نہین ہی لیکن جو مفہوم کی راہ سے وہ مشعر اسکا ہی کہ اس شاعر کا نواسہ اسکا بیٹا نہین ہو سکتا وہ محتمل اسکا ہی کہ قوت پر قرابت پدری کے اور ضعف قرابت مادری پر محمول ہو اور اسی طرح اولاد دختری کا شمار عرب کے قول مین فلان تمیمی اور ہاشمی بر تقدیر تسلیم اختصاص عرفی قوت پر نسبت پدری کے محمول ہوگا اور اس جگہ سے واضح ہوا کہ حلال ہونا صدقون کا ہاشمیون کے دخترزادون پر اور نہ مستحق ہونا انکا خمس کے لیے جیساکہ امامیہ کے نزدیک وہ مشہور ہی نفی نسب دختری کا مستلزم نہین ہو سکتا کیونکہ محتمل ہی کہ باپ کی طرف کا نسب اپنی قوت کی راہ سے حکم شرعی کا مناط ہو سو اُس نسب کے جو ان کی طرف سے ہی نہ اس راہ سے کہ نسب مادری واقع مین نہین ہی اور اسے قوت نسب پدری کی راہ سے حق تعالی نے فرمایا ہی ادعوهم لآبائهم و الا میراث وغیرہ کے احکام مین نسب مادری کا ثابت ہونا واضح ہی اور اولاد پسری و دختری بقدر استحقاق اپنی میراث لیتے ہین پس ولد و اولاد میت اور سب متقربان پدری اور متقربان مادری دونون وارث ہین اگرچہ نصیب متقرب پدری کا متقرب مادری سے زیادہ ہی اور اسی جگہ سے ہی کہ کبھی قوت نسب پدری کی شرف جد مادری کے لیے معارض ہوتی ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ نسب مادری نسب پدری پر غالب آجاتا ہی پھر اس صورت مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا جو شرف ایسا ہی کہ جس سے کوئی شرف معارض نہین ہو سکتا کیونکہ قوی ترین ہو اور حسنین علیہما السلام ابنا رسول اللہ

نمون حقیقۃ وعرفًا فان کل نسب منقطع الا نسبہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور یہی جگہ سے ہی کہ آیات واخبار اِس بات مین اِس امر کے
کہ وہ دونون بزرگوار فرزند حقیقی رسول مختار کے ہین بھرے ہوے ہین اور اہل عرف بھی اِس سے انکار نہین کرتے
اور یہی جگہ سے ہی کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کو ہمیشہ ابن الصدیق کہتے تھے اِسلیے کہ والدہ شریفہ آنحضرت کی بیٹی
قاسم بن محمد بن ابی بکر تھین اور مخالفین اپنے گمان مین حضرت کا شرف جانکر یہ کہتے تھے اور شرکت نسب کی راہ سے
علی ابن ابیطالبؑ کی مدح مین وہ لکھتے ہین اول ہاشمی ولد من ہاشمیین ونسبوہ الی ہاشم من الجہتین قال سبط ابن الجوزی قال
اہل السیر لا یعرف خلیفۃ ابواہ ہاشمیان سوی امیر المومنین علی علیہ السلام یعنی وہ حضرت اول ہاشمی ہین جو دو ہاشمیون سے
پیدا ہوا اور آنحضرت کو دو جہتون سے یعنی باپ کی اور مان کی دونون کی طرف سے ہاشم کی طرف منسوب
کرتے ہین اور سبط ابن جوزی نے کہا ہی کہ اہل سیر واخبار کا مقولہ ہی کہ کوئی خلفا سے معروف اِس بات مین نہین ہی کہ اُسکے
باپ اور مان دونون ہاشمی ہون سوا امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ کے اگرچہ اِس جگہ کلام کو طول زیادہ ہوا
لیکن یہ اِسلیے ہی کہ تا تنقیح مرام اور رفع اوہام بخوبی حاصل ہو اور وہ بحمد اللہ مثل روز روشن واضح ہو چکا اب ہم
بر تقدیر تنزل کہتے ہین کہ بالفرض اگر اولاد دختری کو پسران جد مادری بلکہ اولاد پسری کو بھی پسران جد پدری
باعتبار عرف کے نہ کہین جب بھی اِس سے یہ نہین لازم آتا کہ اولاد جناب سیدہ کو بھی پیغمبر خدا کے فرزندان حقیقی
نہ کہین کیونکہ شیخ ابن حجر نے ذیل تفسیر آیہ مباہلہ مین بعد چند حدیثون کے ذکر کے کہا ہی اور اصل عبارت پیشتر مذکور
ہو چکی ہی اب حاصل اُسکا لکھتا ہون اور وہ یہ ہی کہ احادیث سابقہ سے جانا گیا کہ وجہ صاحب تلخیص کے قول کی
جو ہمارے اصحاب سے ہی یہ ہی کہ خصائص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے یہ ہی کہ انکی اولاد دختری اُنکی
طرف منسوب ہوتی ہی اور اُنکی اولاد دختری اُنکے جد مادری کی طرف منسوب نہین ہوتی اور فاضل قفال نے اِس سے
انکار کیا ہی اور کہا ہی کہ یہ خصوصیت نہین ہی بلکہ ہر شخص کی اولاد دختری اپنے جد مادری کی طرف منسوب ہوتی ہی
انتہی ترجمہ کلامہ پھر کیا وجہ ہی کہ لفظ ابنا بوضع شرعی اِن مین حقیقت نہو حالانکہ حقیقت شرعیہ اکثر الفاظ مین موافق
اکثر اصولیین کے ثابت ہی خواہ بوضع تخصیصی ہو کیونکہ اکثر الفاظ موضوع لغت سے اُسکے غیر کی طرف منتقل ہوے ہین
اور نقل اُنکی صریح ہی اور بسبب کثرت استعمال کے معانی شرعیہ مین اور معنی منقول الیہ مین حقیقت ہو گئے ہین اور معانی
لغویہ اُنکے چھوٹ گئے ہین اور بعد تتبع کرنے کے موارد استعمال ابن رسول مین جو عرف خاص مین ہی بلکہ عرف
عام مین بھی یہ معنی ایسے ہین کہ انکار کو اُسمین دخل نہین ہی دو جہت سے پہلے یہ کہ فرزند رسول کا لقب حسنین
علیہما السلام کے ساتھ مختص نہین ہی بلکہ اُنکے فرزندان ذریت پر بھی صادق آتا ہی اور کس مدت سے سادات
اِسی نام سے مشہور و معروف ہین اور یہ لقب سادات کے واسطے عموماً گذشتگان سابق اور لاحق اور دوست
اور دشمن سب کی زبان پر جاری ہی پھر اگر اِسکی وجہ یہ ہوتی کہ پیغمبر خدا نے حسنین علیہما السلام کو زبانی فرزند بنایا ہوتا

تو اُن دونون بزرگوارون سے آگے یہ انکی اولاد تک تعبیر متعدی نہوتی دوسرے یہ کہ متبنّی کو لازم نہین ہو کہ اولاد بھی اسکی متبنی ہو اسلیے حق تعالیٰ نے قرآن مین زید کے فرزند ہونے سے نفی فرمائی پس اس صورت مین حسنین علیہما السلام ابناے رسول موافق عرف شرعی مین ساتھ اسکے کہ وہ اولاد آنحضرت کیا ز روے حقیقہ کے ہین نسب ان بزرگوارون کا بلا شبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے ملتا ہو جیسا کہ صاحب صواعق نے کہا ہو شرح آیہ مباہلہ مین ومن فوائد ذلک ان یقال الحسنین ابناء رسول اللہ وھو اب لھما اتفاقا ولا یجری فیہ القول الضعیف انہ لا یجوز ان یقال لہ ابو المومنین ولا عبرة بمن منع ذلک حتی فی الحسنین من الاموبین للخبر الصحیح الا انی فی الحسن ان ابنی ھذا سید ثم معویة وان نقل عنہ نقیض رجوعہ عن ذلک مع غیر معویة من بقیہ الاموبین لمانع لا یعتد بہ فقد تحقق لھم من النسب والجزئیة ما دخلوا فی عداد اللہ بہ بنص القرآن قال الوا علیہ السلام وکذلک خصصا لکن اولادنا من آل رسول اللہ بولادتنا منہ فولد المولد ولد حقیقة ان فرض عدمہ عرفا واختصوا باسم الا سباط والحفدة من اجل ولادتھم منہ فی الحقیقة ولیکن جو کچھ کہ وقف کے مسائل مین ایک جماعت نے علماؤن سے لکھا ہو کہ اولاد موافق عرف کے مختص ہو اولاد بلا واسطہ کے ساتھ پس جان تو کہ اُن علماؤن کی نظر صحت سلب کے ساتھ تھی اور اسکا جواب ہم اس سے پہلے کہ آے ہین صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہو کہ اُن علما کے کلام کی بنا عرف عام پر ہو اور یہ حقیقت لغویہ کی نفی نہین کر سکتا جیسا کہ روایت ابی الجارود کو لکھکر کہا ہو وھذہ الروایة مما یدل علی ان ولد البنت ولد حقیقة ومثلھا من الروایات کثیر وھی غیر بعید عن منافاة الولد مما یقع فی الوقف ونحوہ الی الولد خلصہ دون ولد الولد من حیث العرف وان خالف اللغة اوھو المحکم فی مثلہ حاصل یہ ہو کہ وقف کرنے والے کا کلام عرف ومحاورے پر اسکے صاحب کے محمول ہوگا نہ اصل موضوع لغت پر اور حق یہ ہو کہ اگر کسی سے اُسکے نواسے کو پوچھین کہ یہ تیری اولاد سے ہو تو یقینی وہ یہ کہیگا کہ ہان میری اولاد سے ہو پھر مخالف ہونا عرف لغت کا مسلم نہین ہو اور اس سے قول خداے تعالیٰ کا یوصیکم اللہ فی اولادکم موید ہو لیکن کہہ سکتے ہین کہ اگرچہ اصل لفظ ولد حقیقت ہو معنی اعم مین لیکن جب اُسے مضاف کرین تو اضافہ کی حالت مین اقرب اولاد کی طرف ذہن کا تبادر ہوتا ہو پس وقف مین قدر متیقن الارادہ مین اکتفا کرتے ہونگے اگرچہ لفظ دونون امرون کا بحسب حقیقت محتمل ہو جیسا کہ وہ لفظ جو مشترک جزو کل مین ہو جبکہ کل کے ارادہ کا قرینہ نہو تو جزو پر اکتفا کرتے ہین کہ وہ قدر متیقن بھی ہو سکتا ہو اور ابنائنا کی لفظ مین چونکہ بواسطہ بنوت کا متحقق ہونا ممکن نہین ہو پس قرینہ معنی عام کا ہوگا اور حاجت قرینہ کی طرف مجاز مین اصل معنی کے سمجھنے مین ہو اور عمومات اور مشترکات مین حاجت اسکی ہو کہ تعین مراد کو جانین اور تحقق بیان دوسرا ہی نہ پہلا پس وہ حقیقہ کی منافی نہوگا اور یہ بات اُس شخص پر جو علم اصول کو اچھی طرح جانتا ہو بخوبی واضح ہو اور پھر بتقدیر تنزل کہا جاتا ہو کہ اگر مراد اسکی انتفاے بنوت حقیقی سے مصطلحہ ہو جو مجاز کے مقابل ہو تو ہمین کچھ اس سے ضرر نہین ہو اور اگر مراد اسکی یہ ہو کہ آنحضرت کی اولاد سے حسنین علیہما السلام حقیقت مین نہ تھے تو اسکا باطل ہونا جلی بدیہیات سے ہو اور اسکے مستند بہت ہین جیسا کہ فاضل بیضاوی

وبل تفسیر کریمہ حرمت علیکم امہاتکم الی قولہ وبنات الاخت مین کہا ہی لیس المراد بہ ذوالتھن بل تحریم نکاحھن و امہاتکم تعم من لہ
اوولدت من ولدک وان علت و بناتکم تعم بنتا و بنت لدتھا وولدت من لدتھا وان سفلت الی آخر ما قال ام ان تجاسر علیہ المکابرون المعاندون و سہ ای ہو
یعنی نہین ہی مراد اِس قول سے نفوس اشخاص اُنکے جو اِس آیہ مین مذکور ہین بلکہ تحریم اُنکے نکاح کی ہی اور امہاتکم عام ہی
اُسے کہ جسکے بطن سے تو پیدا ہوا ہی یا تیرے باپ مان اُس سے پیدا ہوے ہون اِسی طرح جسقدر بلند ہوتی جاے
حرمت ساری ہوتی چلی جائیگی اور بناتکم شامل ہوتا ہی اُس سے جو تجھسے پیدا ہوے یعنی دختر صلبی اور وہ جو اُسکے
پیٹ سے پیدا ہوئی ہو اگرچہ کسی مرتبہ مین اسفل کے پہونچے یہان تک کہ آخر مین اُسکے کہا ہی کہ اگرچہ جسارت کرین اُسپر
مکابرین اور معاندین اور وہم ساری ہو انتھی ترجمۃ کلامہ اور اِس سے صاف ظاہر ہی کہ اولاد دختری بھی اولاد ہی
اور نواسے کا بھی وہی حال ہی جو بیٹے کا ہی اور جب ولادت حقیقۃ ثابت ہو چکی تو وہ شرف و فخر کے لیے
کافی ہی ساتھ اِس بات کے کہ حضرت نوح کا بیٹا بسبب بداعمال کے بمفاد انہ لیس من اھلک حضرت نوح کے
بیٹا ہونے سے باہر ہو گیا اور حضرات سادات جو اعیان اہل بہشت بسبب قرب صوری اور معنوی کے جناب
رسالتمآب کی فرزندی سے فائز ہوے پھر اگر حقیقت لغویہ نہو تو نہو ولادت اور ولایت اور عصمت اور کرم و
تقوی جو اقصی مرتبہ مین رکھتے تھے بمفاد ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم قریب اُنکا درجہ اعلی سے متحقق ہی لانھم من طینۃ
واحدۃ طابت وطھرت بعضھا من بعض اور جسطرح سے کہ ہو وہ دونون بزرگوار فرزند رسول مختار بنص قران و اقرار سید الانس
والجان ہین جیساکہ سبط ابن جوزی نے قصہ مباہلہ مین جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہی کہ وخرج رسول اللہ وعلی بین
یدیہ والحسن عن یمینہ والحسین عن شمالہ وفاطمۃ خلفہ ثم قال ھلموا فھؤلاء ابنائنا واشار الی الحسن والحسین وھذہ نسائنا یعنی فاطمۃ
وھذا انفسنا یعنی نفسی واشار الی علی فلما رای القوم ذلک خافوا وجاؤا الیہ الخ اور امام فخر رازی نے جو کہا ہی اور لفظ اُنکا اوپر مذکور ہو چکا ہی
حاصل اُسکا یہ ہی کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہی اِس بات پر کہ حسن و حسین فرزندان رسول خدا تھے کیونکہ آنحضرت نے
وعدہ کیا تھا کہ اپنے بیٹون کو طلب فرمائینگے پس واجب ہی کہ وہ دونون فرزند ہون آنحضرت کے اور بنا بر اسی کے
جو فخر رازی نے کہا ہی اور حدیث مین وارد ہوا ہی اِس سے یہ لازم آتا ہی کہ جناب امیر ابنا مین داخل ہون اور
دوسرے اِسمین اشعار اِسکا ہی کہ یہ اطلاق حقیقی ہی جیساکہ بعضے علماے فریقین سے اِسکے قائل ہوے ہین اور اِسی لیے
سید شریف کو زکوۃ لینے سے منع کرتے تھے فثبت کونھما ابنائہ صلی اللہ علیہ وآلہ حقیقۃ وھو المطلوب اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی ولان العرف بعد الختن ابنا من غیر تنبہ فی ذلک یعنی عرف مین داماد کا شمار بیٹون مین ہوتا ہی بے اِسکے کہ اِسمین
کچھ شبہ ہوا ہو انتھی کلامہ یہ بھی عجب بات ہی عرف عام و خاص کا حسنین علیہما السلام کے فرزند رسول
ہونے سے انکار کرنا اور داماد کے بیٹا ہونے کا استناد عرف کی طرف کرنا انصاف کی جان پر ستم توڑنا ہی جہان
شاہ صاحب نے یہ کہا تھا وہان کاش کوئی سند بھی کلام عرب سے ایسی نقل کی کرتے کہ جسپر اعتماد و وثوق ہوتا

اور جب تک یہ نہو تو کلام لائق قبول نہین ہی بعض فضلا نے اسکے جواب مین جو کہا ہی حاصل اسکا یہ ہی سید نورالدین سیمہوری نے
کتاب جواہر العقدین مین روایت مکالمہ رشید کی جو امام موسی کاظم کے ساتھ ہوا ہی اور اسمین حضرات ائمہ معصومین
علیہم السلام کے انتساب سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف ذکر کیا ہی بقولہ انتم بنو علی وانما ینسب الرجل الی جدہ لابیہ
دون جدہ لامہ فجوابہ بقولہ تعالی ومن ذریتہ داؤد الی قولہ وعیسی فالیاس من قال لیس لعیسی اب انما الحقہ بذریۃ الانبیاء من قبل امہ ذکر کی ہی
اسمین ہی کہ پھر آنحضرت نے اسکے بعد رشید پر حجت تمام فرمائی آیہ مباہلہ سے اور فرمایا کہ آنحضرت نے مباہلہ مین
دعوت نہین فرمائی مگر علی اور فاطمہ اور حسنین علیہما السلام کی فجعلا الابناء اور یہ صریح ہی اسمین کہ انحصار ابن رسول کا
حسنین علیہما السلام مین ہی پھر اگر جناب امیر علیہ السلام بھی ابنا مین داخل ہوتے تو یہ حصر کسطرح درست ہوتا اور
جب یہ نہوا تو وہ حضرت بلا شبہہ نفسنا کا مصداق ہونگے نہ ابنا کا جیسا کہ اخبار فریقین اسپر شاہد ہین علاوہ اسکے
اگر ہم مقولہ شاہ صاحب کو بھی تسلیم کرین تو اس صورت مین بھی حضرات اہلسنت پر زیادہ دشواری ہوگی کیونکہ
اہل عرف جسطرح داماد شخص کو اسکا بیٹا شمار کرتے ہین جبکہ اولاد پسری اسکی نہو اسی طرح اہل عرف داماد کو جملہ
امور مین خصوصا امر ریاست مین جب اولاد پسری نہ رکھتا ہو تو اسکا قائم مقام بھی جانتے ہین پھر اس صورت مین
شیعون کا تو مطلب بلا کلفت حاصل ہوگا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ یہی نفس بمعنی قریب اور ہم نسب کے
اور ہم دین وہم ملت کے آیا ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی یخرجون انفسہم من دیارہم ای اہل دینہم اور فرماتا ہی ولا تلمزوا انفسکم
فلولا اذ سمعتموہ ظن المومنین والمومنات بانفسہم خیرا پھر حضرت امیر کو چونکہ اتصال نسب وقرابت ودامادی واتحاد دین و
ملت وکثرت معاشرت والفت کا اس حد تک تھا کہ علی منی وانا من علی انکے حق مین ارشاد ہوا اگر نفس کے ساتھ بھی
تعبیر فرمایا ہو تو کیا بعید ہی پس اس سے مساوات لازم نہین آتی جیسا کہ آیات مذکورہ سے مساوات لازم نہین آتی
انتہی ترجمہ کلامہ ایک جواب اسکا وہ ہی جو جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی کہ بر تقدیر شائع ہونے اور متبادر
ہونے ان معانی کے ما نحن فیہ مین ان معانی کا لینا اور ارادہ کرنا مستحسن نہین ہی جیسا کہ شاہ صاحب نے مراد جانکر کہا ہی
کیونکہ اقربا جناب رسول خدا کے مثل عقیل وعباس اور اہل مذہب وملت آنحضرت کے بہت تھے پھر تخصیص
آنحضرت کی چاہیے عبث ہو ہان ارادہ ان معانی کا شیعون کو زیادہ مفید ہی کیونکہ نہ مومن ومسلم ہونا اصحاب ثلثہ کا
اور انکے تابعین کا اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہی اور دوسری بات یہ ہی کہ اہلسنت کے نزدیک اول اسلام انکے
صدیق مین یعنی جو سب سے بیشتر مسلمان ہوا وہ ابوبکر ہین حضرات اہلسنت ہین پھر چاہیے کہ پہلے نفس مین جو
ہم مذہب کے معنی پر آیا ہی وہ بھی داخل ہون حالانکہ کسی خبر مین یہ نہین وارد ہوا اور بھی اگر مجرد قرابت وہم مذہبی مراد ہو
تو کوئی فضیلت نہین ہی اور یہ اتفاقی ہی کہ آیہ مباہلہ فضیلت اہلبیت پر دلالت کرتا ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور جناب
سید سند نے فرمایا ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ نفس کا اطلاق نفس شخص پر حقیقت ہی اور اسکے غیر پر مجاز ہی اور جب حمل کرنا حقیقت پر

متمتع ہو تو محل کرنا اُس مجاز پر جو سب سے زیادہ قریب ہو لازم ہی جیساکہ اسکی طرف اشارہ گذرا اور وہ نہین ہی مگر ایسا شخص جو سب طرح سے مماثل ہو اور مماثلت خاصہ جو تماثل فی الدین سے مقید ہی وہ بعید تر ہی اُس سے جو سب طرح مماثل ہو پھر بلا ضرورت ابعد کی طرف نہین پھر سکتا اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس کے ساتھ تعبیر فرمایا ہو تو کیا بعید ہی سبحان اللہ ہمارے نزدیک اطلاق نفس ہی مین جناب امیر پر ہرگز بعید نہین بلکہ وہی متیقن اور متعین ہی لیکن تخصیص بلا مخصص مین البتہ بعد ہی کہ تم مماثلت مطلقہ کو بوجہ دین وملت کے ساتھ تخصیص کرتے ہو اور اگر یہ مماثلت خاصہ دین ومذہب کی ملحوظ ہوتی اور انفس سے سب ہم مذہب مراد ہوتی تو چونکہ صیغہ جمع جبکہ مضاف ہو تو مفید عموم کے واسطے ہوتا ہی چاہیے کہ پیغمبر خدا سب صحابہ کو جمع فرماتے اور مباہلہ مین طلب کی تعلیم فرماتے اور جبکہ یہ اتفاق نہوا تو ارادہ مماثلت خاصہ کا جو شاہ صاحب سمجھتے تھے باطل ہوا اور پھر وہی مماثلت مطلقہ ثابت ہوگی جیساکہ خود بھی شاہ صاحب نے مماثلت مذہب پر اکتفا نہ کرکے یکجہتی وکثرت معاشرت اور الفت ومحبت کو آنحضرت کی نسبت جناب امیر علیہ السلام کے بڑھایا ہی اور ظاہر ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی الفت و محبت کی بنا دنیا کی محبت پر نہین ہو سکتی بلکہ تقوی پر اور قرب وزلفی عند اللہ پر ہوگا جیساکہ خود شاہ صاحب نے اعتراف کیا ہی اُس سے اور اوپر گذرا اور یہ جو شاہ صاحب نے کہکر جو استبعاد انکے نزدیک اس تعبیر مین تھا کہ پیغمبر خدا نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو اپنا نفس فرمایا اور قرار دیا تھا رفع کیا لیکن خود ظاہر ہی کہ ان امور کو وجہ تعبیر مین اور استبعاد کے رفع کرنے مین کوئی دخل نہین ہی بے اسکے کہ تقریب اسکے معنی حقیقی کی طرف کیجاے تا کہ تشبیہ تام تر ہو اور شیعون کا مطلوب یہی ہی کہ مجازات مین جہان تک ممکن ہو حقیقۃ سے قریب ہونیکی رعایت رہے اور اسکے ساتھ ہمارے قول کو جو ہم کہتے ہین کہ جناب امیر کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے باستثناء مرتبہ نبوت اور فضائل مین مساوات ہی مؤید وہ حدیث ہی جسے خود شاہ صاحب نے مسلم رکھا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا علی منی وانا منہ کیونکہ سوا اُن جناب کے یا انکے فرزند حقیقی کے جو سردار جوانان اہل بہشت ہین اور کسی کے لیے یہ خطاب مستطاب صادر نہین ہوا اور ظاہر ہی کہ یہ عبارت صادق نہین آتی مگر اُس شخص پر کہ جو مجالست اور مماثلت اور قرب صوری ومعنوی رکھتا ہو نہ یہ کہ محض نسبی اتصاف رکھتا ہو یا الفت قلبی بغیر وجہ شرعی اُس سے ہو اور بہت تعجب کا مقام یہ ہی کہ شاہ صاحب نے اس حدیث کے تسلیم کرنے کے بعد بھی شیعون کے قول سے عدول کرنا پسند کیا اور جو شیعون نے اس آیہ سے احتجاج مین ان مقدمات کو لکھا تھا اُس سے چشم پوشی اختیار کی بعد اسکے پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ دوسرے یہ ہی کہ اگر مساوی جمیع صفات مین مراد ہو تو اُس سے یہ لازم آتا ہی کہ حضرت امیر علیہ السلام نبوت اور رسالت اور خاتمیت اور بعثت مین جملہ خلق کی طرف اور چار سے زیادہ جواز

نکاح کے اختصاص ہین اور درجہ رفیعہ مین جو روز قیامت مین پیغمبر خدا کے واسطے ہی اور شفاعت گیری اور مقام
محمود اور نزول وحی اور دیگر احکام مین جو خاص جناب رسالتماب کے لیے ہین چاہیے کہ شریک ہون اور
یہ بالاجماع باطل ہی اور اگر مساوی بعض مین مراد ہی تو اُس سے کچھ فائدہ نہین ہی کیونکہ مساوی بعض اوصاف مین
یا افضل و اولی بتصرف یعنی افضل و اولی بتصرف نہین ہو سکتا اور یہ بہت ظاہر ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور اِسکے
جواب مین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی کہ مراد مساوات سے مساوات جمیع فضائل کی ہی الا ما اخرجہ
الدلیل کیونکہ جب حمل اتحاد حقیقی پر دو شخصون مین ممکن نہوا تو حمل اقرب مجازات پر حقیقت مین متعین ہوگا
اور چونکہ دلائل خارجیہ سے جناب خاتم النبیین کا اختصاص نبوت سے اور حلال ہونا ازواج نہ گانہ کا اور وجوب نماز
تہجد کا اور جو اسکے نظائر ہین بالاجمال ثابت ہو چکا ہی اسلیے یہ مستثنی ہونگے اور باقی مفاد آیہ مین داخل ہونگے جیسا کہ
پوشیدہ نہین ہی اِس سے علاوہ یہ ہی کہ قیامت کے دن شفاعت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے لیے شیعون کے
نزدیک ثابت ہی پھر اِسے خصائص نبی سے کیون شمار کیا گیا یہ باجماع امت کب مخصوص پیغمبر خدا کے ساتھ ہی
اور یہ بھی ممکن ہی کہ مساوات سے مراد صفات نفسیہ کاملہ مین مساوات ہو کہ وہ موجب استحقاق کے درجہ نبوت
وغیرہ کے ہی اور یہ ظاہر ہی کہ حصول بعثت کا اور نبوت کا ختم ہونا اور سوا اسکے بالفعل افعال نفسیہ سے نہین ہین
جیسا کہ غزالی امام حضرات اہلسنت نے کہا ہی اور جناب سلطان العلما نے اُسے کتاب احقاق الحق سے نقل فرمایا ہی
اور اُسکا حاصل ترجمہ یہ ہی کہ نہین ہین احکام واسطے افعال کے صفات ذاتیہ اور نہین ہین وہی مگر شارع کا ارتباط ہی
ساتھ اُن افعال کے از روے امر کے اور نہی کے اور حث و زجر کے پس محرم یعنی جو فعل کہ حرام کیا گیا ہی وہی وہ ہی کہ
کہا گیا ہی جسمین لا تفعل یعنی اسے عمل مین نہ لا اور واجب وہ ہی جسمین کہا گیا ہی کہ اُسے ترک نہ کرو اور وہ مثل نبوت کے نبی کا
ذاتی نہین ہی ولیکن وہ عبارت ہی کسی شخص کے مختص ہونے سے بخطاب تبلیغ انتہی اور جس درجہ رفیعہ کی تخصیص روز
قیامت کو پیغمبر خدا کے ساتھ کی ہی ممکن ہی کہ وہ جناب امیر کے لیے بھی حاصل ہو غایت امر یہ ہی کہ خصوصیت جناب
رسالتماب کی خاتم النبیین ہونے سے حضرت امیر کے مبعوث نہونے سے اور آنحضرت کو پیغمبر کہنے سے مانع
ہوئی اگرچہ درجہ کی راہ سے قابلیت آنحضرت کے واسطے بھی ہو جیسا کہ حق تعالی کے واسطے بھی مثل اسکے لفظ
جوہر کو بمعنی موجود لا فی الموضوع کے نہی کہتے ہین اور یہ کچھ اُس سے زیادہ بعید نہین ہی جو حضرات اہلسنت اپنے یہان
اخبار خاصہ در باب شیخین کے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بحق ابی بکر فرمایا کہ انا و ابو بکر
کفرسی رہان اور عمر بن الخطاب کے حق مین کہا ہی کہ لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب کما فی المشکوۃ عن الترمذی اور جو
شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بھی اگر یہ آیہ امامت کی دلیل ہو تو اُس سے لازم آتا ہی کہ حضرت امیر حین حیات
پیغمبر خدا مین امام ہون اور وہ بالاتفاق باطل ہی اور اگر تقیید کرین کسی وقت کی سوا دوسرے وقت کے تو یہ بات

ساتھ اس بات کے کہ اُسپر دلیل کوئی لفظ مین نہین ہی مفید مدعی بھی نہین ہو سکتی کیونکہ اہلسنت بھی حضرت
امیر کی امامت کو کسی وقت مین اوقات سے ثابت کرتے ہین انتھی ترجمہ کلام او اسکے جواب مین یہ کہ سکتے ہین
کہ یہ آیہ دلالت ایسی فضیلت پر آنحضرت کی کرتا ہی جس سے استحقاق امامت وخلافت کا ثابت بنص قرآن ہوتا ہی
اور یہ استحقاق یقینی حین حیات سے پیغمبر خدا کے آنحضرت کے واسطے حاصل تھا اور اسی سے محتمل ہی کہ وہ حضرت
زمان حیات نبی سے متصف بامامت ہون اور کیونکر نہو حالانکہ بعض اخبار سے ثابت ہی کہ شب معراج حضرت
رسول نے فرمایا کہ عرش پر لکھا دیکھا مین نے لا اله الا الله محمد رسول الله ایدته بوزیره ونصرته بوزیره پوچھا مین نے کہ وہ
میرا وزیر کون ہی تعلیم ہوا کہ علی ابن ابیطالبؑ اور یہ واقعہ معراج قبل ہجرت کا ہی اسی طرح جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین
نازل ہوا تو بعد اُسکے جناب امیر علیہ السلام کو وزیر وخلیفہ اپنا آنحضرت نے فرمایا جیسا کہ اوپر گذرا پھر کیونکر حین حیات
نبی مین متصف بامامت نہ تھے اور دلالت کرتا ہی اسپر بار بار آنحضرت کا اس معنی سے صحابون کو خبردار کرنا جیسا کہ
روایت صحاح کی متن سے اسپر دلالت کرتی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انا وھذا حجة الله اور دلالت کرتی ہی اسپر حدیث
منزلت جو پیغمبر خدا نے فرمایا تھا انت منی بمنزلة ھارون الخ اور دوسری مراد امامت کا عموم بحسب الاوقات ہو لیکن
خرج ما اخرجة الدلیل من الاوقات تیسرے یہ کہ مراد بعض اوقات ہو لیکن یہ حضرات اہلسنت کو مفید نہین ہو سکتا کیونکہ
وہ حضرات بھی اگرچہ بعض اوقات مین حضرت امیر کو امام جانتے ہین لیکن بحسب نص امام نہین جانتے اور یہ
کلام کہ وہ حضرت امام منصوص خدا و رسول ہین اور اُسکے ساتھ بلافصل امام نہین یہ بلاشبہ اجماع مرکب کا خارق ہی
کیونکہ امامت آنحضرت کی باجماع اہل اسلام ثابت ہی شیعہ کہتے ہین کہ امام بنص خدا و رسول ہین اور بلافصل خلیفہ
رسول ہین اور اہلسنت کہتے ہین کہ خلافت آنحضرت کی منصوص نہین ہی اور بلافصل خلیفہ نہین ہین بلکہ بعد خلفائے
ثلثہ کے مرتبہ ہی پھر شاہ صاحب نے جو کہا کہ بعض اوقات کی امامت مفید مدعی نہین کیونکہ اہلسنت بھی بعض
اوقات مین خلافت حضرت امیر کو ثابت کرتے ہین اس سے یہ لازم آیا کہ مثل شیعون کے امام منصوص جانتے ہین
اور یہ بات کہ امامت منصوص بھی ہو اور پھر اُسکے ساتھ بلافصل امام نہ جانین یہ اجماع مرکب کے خلاف ہی واضح ہو
کہ یہان تک استدلال آیہ مباہلہ سے اس جہت سے کہ وہ مشتمل انفسنا پر ہی متعلق بتقریر اول نقض وابرام کی جہت سے تھا
اب دوسری تقریر واسطے استدلال کے آیہ کریمہ مباہلہ کے ساتھ اسے قطع نظر کرکے کہ کلمہ انفسنا سے احتجاج کیا جاے
بعد تنزل وتسلیم کرنے اسکے کہ نفس سے تعبیر علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہون یا نہون لیکن تشبیہ ہر وجہ سے
مراد نہو پس جو تقریر کہ امام حضرات اہلسنت فخر رازی کی نہایت العقول سے پیشتر منقول ہو چکی ہی اس سے واضح ہوا ہی
اور اب پھر اسکا خلاصہ ذکر کرکے دوبارہ اسکے مبانی کو محکم مضبوط کیا جاتا ہی پس کہتا ہون مین کہ محصل اسکا یہ ہی
کہ کوئی شک نہین ہی اس مین کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ابن ابیطالبؑ کو مباہلہ کے وقت طلب فرمایا

اسواسطے کہ پہلے اخبار اسکے ساتھ قریب بتواتر ہین دوسرے یہ کہ وہی حضرت انفسنا سے مراد ہین کیونکہ شخص اپنے نفس کی دعوت نہین کرسکتا اور سوا علی ابن ابیطالب کے دوسرا مدعو نہ تھا پس وہی حضرت انفسنا کی مراد ہونگے قول خدائے تعالی مین اور جب یہ معنی ثابت ہوچکا تو بڑی فضیلت اُن جناب کے واسطے ظاہر ہوئی اس جہت سے کہ قصد جناب رسول خدا کا مباہلہ سے اپنے دین کے اظہار حقیقت تھی اور وہ اس سے مقتضی ہی اور چاہتے تھے کہ مباہلہ مین اسے حاضر کرین کہ جسکی نسبت اُن جناب کی رافت و شفقت نہایت مرتبہ مین ہو والا منافقان کہتے کہ اگر آنحضرت کو یقین اور بصیرت اپنے دین مین ہوتی تو اپنے اقارب کو مباہلہ مین شریک کرتے نہ اجنبیون کو اور انکی ہلاکت سے کچھ حذر وپروا نہین اور ظاہر ہی کہ شفقت اُن جناب کی حضرت امیر اور فاطمہ اور حسنینؑ پر یا بسبب قرابت و خویشی کے تھی یا اس جہت سے تھی کہ حضرت امیر اور فاطمہ و حسنین علیہم السلام قریب معنوی اور علو درجہ سے زیادہ فائز تھے پہلی وجہ باطل ہی والا جسطرح حضرت امیر کو شریک مباہلہ فرمایا تھا عقیل و عباس کو بھی اہل مباہلہ مین داخل فرماتے اور جب یہ نہوا تو ثابت ہوا کہ غایت اشفاق جناب رسالتمآب کا آنحضرات پر جنہین مباہلہ مین حاضر فرمایا تھا بسبب انکے کمال فضل اور غایت بزرگی کے تھا پس اس سے لازم آیا کہ علی افضل خلق ہون پس وہی امام ہون اور اس تقریر کو فاضل زمخشری نے کشاف مین اور اور بھی مفسران خاصہ و عامہ نے بیان کیا ہی اور بعد اسکے جو فاضل زمخشری نے کہا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ اسمین ایسی دلیل ہی کہ کوئی چیز اس سے زیادہ قوی بزرگی پر صحاب کسا کے دلیل نہین ہی اور روایت کی گئی ہی عائشہ سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ برآمد ہوے جن حالون کے دوش مبارک پر آنحضرت کے چادر تھی کہ سیاہ بالون سے بنی ہوئی تھی بعد حضرت کے برآمد ہونے کے امام حسن علیہ السلام آئے انکو بھی اس چادر کے اندر داخل فرمایا پھر امام حسین علیہ السلام آئے انکو بھی اس چادر مین بٹھایا پھر جناب سیدہ آئین پھر علی ابن ابیطالب علیہما السلام آئے بعد اسکے حضرت نے یہ آیہ پڑھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا انتہی ترجمہ کلامہ لیکن چونکہ تفضیل مفضول کو وہ حضرات جائز رکھتے ہین تو بعد اس اظہار و اقرار فضیلت کے پھر بھی اسے مستلزم امامت کے لیے نہین جانتے جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ پھر ہرگاہ معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار عزیزتر اور بڑے محبوب پیغمبر خدا کے نزدیک تھے تو چاہیے کہ اس زمان مین بعد جناب رسالتمآب کے بہترین خلق ہون کیونکہ ہر عاقل متدین پر یہ امر ظاہر ہی کہ محبت آنحضرت کی مثل سائر ناس کے روابط بشریہ کی راہ سے نہ تھی بلکہ جو خدا کے نزدیک محبوب تر تھا اس سے وہ حضرت زیادہ محبت فرماتے تھے اور یہ کسطرح نہو حالانکہ آیات و اخبار مین بہت مذمت محبت اولاد کی اور اسی طرح اباد عشائر کی بدون اسکے کہ دین کی وجہ سے ہو وارد ہوئی ہی اور بھی آنحضرت کی سیرت سے

معلوم ہی کہ خویشان نزدیک کو اپنے سے دور فرماتے تھے بسبب اسکے کہ وہ خدا کے دوست نہ تھے اور جو دور تھے انکی رعایت فرماتے تھے بسبب اسکے کہ انکو خدا دوست رکھتا ہی مثل سلمان و مقداد کے اور جو انکی طرح تھے جیسا کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام آنحضرت کے وصف مین فرماتے ہین والی فیک الابعدین وعادی فیک الاقربین یعنی دوستی کی آنحضرت نے تیری خوشی کے لیے اُنسے جو بیگانہ اور دور تر تھے اور دشمنی کی تیری راہ مین اُنسے جو بیگانہ اور نسب مین قریب تھے اور جب خدا کے نزدیک محبوب ترین مردم ہوئے اور بہترین اُمت ہوئے تو انہین امامت مین اورون کی تقدیم عقل کی راہ سے قبیح ہوگی انتہی ترجمۃ بعض کلامہ رحمہ اللہ اور یہ ایسی بات ہی کہ خود شاہ صاحب نے بھی اسکا اعتراف کیا ہی چنانچہ کہا ہی کہ اصل مین یہ آیہ اہلسنت کی دلائل سے ہی جس سے نواصب کے مقابلہ مین وہ تمسک چاہتے ہین اور تمسک کی اسکے ساتھ وجہ ظاہر ہی کہ جناب رسول خدا حضرت امیر اور حسنین اور جناب سیدہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے اور ان بزرگوارون کو مباہلہ مین کہ بظاہر جسمین ہلاکت کا خطر تھا اسی لیے طلب فرمایا تھا کہ تا مخالفین پر حجت تمام ہو اور اعتماد و وثوق صدق نبوت اپنی ہو اور تعلقات حضرت عیسیٰ کی حقیت کا کہ جسکی خبر دیتے تھے یقین ہو کیونکہ کوئی عاقل جب تک اسکا یقین نہین رکھتا کہ میرا دعویٰ صادق ہی اپنے تئین اور اپنے عزیزون کو معرض ہلاکت و استیصال مین نہین ڈالتا اور آنپر قسم نہین کھاتا اور یہی وجہ مختار اکثر اہلسنت اور شیعہ کی ہی جیسا کہ ملا عبداللہ نے بھی اظہار الحق مین اسی وجہ کو پسند کیا اور ترجیح دیا ہی پھر اس آیہ سے عزیز ہونا ان اشخاص کا پیغمبر خدا کے نزدیک ثابت ہوا اور چونکہ انبیا محبت اور بغض نفسانی سے معصوم ہین تو یہ عزیز رکھنا ان بزرگوارون کا ضرور ہی کہ بحسب دین و تقویٰ و صلاح کے ہوگا پس یعنی ان اشخاص کے واسطے ثابت ہوے اور چونکہ نواصب کا مذہب اسکے خلاف ہی اسلیے انکے مقابلہ مین مفید ہوے انتہی ترجمۃ کلامہ اب محل غور ہی کہ جب وثوق اس تقریر کا قول مخالف و موالف دونون سے واضح ہوا اور روایت مین جو مستفیضہ فریقین مین ہی جیسا کہ فاضل زمخشری وغیرہ نے بھی اُسے نقل کیا ہی بیان کو تہ اور اوپر بھی گذرا اور پھر ملخص اسکا مذکور ہوتا ہی کہ جب مباہلہ کے دن پیغمبر خدا صبح کو دولتخانہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود مین لیے تھے اور ہاتھ امام حسن علیہ السلام کا پکڑے تھے اور جناب امیر اور جناب سیدہ صلوات اللہ علیہما حضرت کے پشت سر سے آتی تھین اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ انسے فرماتے آتے تھے کہ جب مین دعا کرون تو تم آمین کہنا پس اسقف نجران نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ مین ایسے چند منھ دیکھتا ہون کہ اگر خدا سے وہ دعا کرین کسی پہاڑ کے لیے کہ اُسے اسکی جگہ سے ہٹا دے تو حق تعالیٰ انکی خاطر سے اُسے ہٹا دیگا پھر چاہیے کہ تم مباہلہ نہ کرو کہ ہلاک ہو جاوگے اور روے زمین پر کوئی نصرانی نہ رہیگا روز قیامت تک الخ الحدیث اور جسطرح کہ دیکھتے ہو بہت وضوح کے ساتھ دلالت کرتا ہی اسپر کہ انوار مقدسہ انکے

بیشانیہاے خورشید طلعت کے اور تقرب وعظمت اور مرتبون کی آنحضرات کے بلندی حضرت رب العزت کی
درگاہ مین اِس مقدمہ سے دوست ودشمن سب پر ظاہر ہوئی یہان تک کہ کافرون پر بھی اِسکا ایسا ظہور ہوا کہ نصاری
نجران بہ اِس قوت وشوکت کے ساتھ جو اُنکے لیے حاصل تھی آنعَین بھی اِسکے سوا اُسوقت کچھ نہ بن پڑا کہ میدان محاربہ ومباہلہ سے
نکل گئے اور مجادلہ ومباہلہ سے روگردان ہوے اور جزیہ دینا قبول کیا اور یہ معلوم ہی کہ سوا آنحضرات کے کوئی
اِس درجہ بلند سے اور مرتبہ عظمیٰ سے فائز نہین ہوا اور اگر کوئی اور بھی اِن مدارج تقوی اور قرب سے فائز ہوتا تو
پیغمبر خدا بالضرور اُسے بھی شریک مباہلہ فرماتے اور جلالت قدر آنحضرات کی اِس آیہ سے اِس خصوص مین مخالفین بھی
پر اس سے ظاہر ہوئی ہی کہ جار اللہ زمخشری نے بھی کہا ہی وفیہ دلیل لا شئ اقوی منہ فی فضل اھل الکساء جسکا ترجمہ پہلے اس سے
ہم لکھ چکے ہین اور فضل بن روزبہان نے بھی کہا ہی لعمری لامیر المومنین علی فی ھذہ الآیۃ فضیلۃ عظیمۃ وھی مسلمۃ یعنی ہان
واسطے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اِس آیہ مین بڑی فضیلت اور بزرگی ہی اور وہ زیادتی فضیلت اہل اسلام کے
نزدیک مسلم ہی انتہی شکر ہی اُس خدا کا جسنے حق کو دشمنون کی بھی زبان پر جاری فرمایا اور یہ عمدہ فضائل سے آنحضرات کے ہے
کہ حق تعالی نے بذریعہ امین جبرئیل رسول جلیل پر تنزیل فرماکر اُنکے فضائل کو ظاہر فرمایا اور پھر بعد اُسکے بجاحدین و
منکرین دشمنان دین کے دل مین ایسا القا فرمایا کہ جس سے باوصف عداوت کے پھر بھی وہ اقرار واعتراف اُنکے
فضائل کا اپنی زبان سے کر گیے جس سے فضیلت آنحضرت کی اورون سے جنہین اُنکے دشمنون نے خلفاء رسول بنایا
اور حقیت مذہب شیعہ کی اور عناد وعصبیت اُنکے دشمنون کی عقلا پر ظاہر ہوتی رہی ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم اور چونکہ مفضول کی تفضیل بدلیل معقول ومنقول علماے محول کے نزدیک ممتنع ہی پھر یہ حجت
خوارج ونواصب کے مقابلہ مین مفید ہوئی اسی طرح شاہ صاحب کے زعم کے موافق اہلسنت کے بھی مقابلہ مین بھی
مفید ہوگی واضح ہو کہ شارح مواقف نے کہا ہی کان الآیۃ تدل علی الفضیلۃ واما الافضلیۃ فلا یعنی یہ آیت دلالت کرتی ہی
اوپر فضیلت کے اور لیکن یہ دلالت آیت کی کہ وہ حضرت افضل تھے اورون سے پس یہ لائق توجہ کے نہین ہی اور اُسکی
تعلیل مین جو کہا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ جو محبت پیغمبر خدا کی آنحضرات کے ساتھ تھی وہ مبنی اُنکے قرب وزلفی کے
ساتھ نزدیک خدا کے ہی بنابر اسکے کہ اُسکا خصام نے اعتراف کیا ہی اور وہ مرجح ہی اسلیے کہ اُنکے غیر کی بنسبت اِس
مقام پر اُنہین اختیار کیا جاے اور یہ وجہ اُنکی فضیلت مین اور کثرت ثواب مین اور اُنکے خدا کے نزدیک اکرم ہونے مین
ظاہر ہی اور پھر شارح مذکور نے کہا ہی ومسئلۃ الافضلیۃ لا مطمع فیھا فی الجزم والیقین [illegible] یعنی مسئلہ افضل ہونیکا
اُن جناب کے اور صحابہ وخلفا سے پس نہین گنجایش اِسکی نہین ہی کہ کوئی جزم ویقین کی طمع کرے اور یہی طرح سے
جو اُس شارح کے بعض اقوال سے ہی ولا قطع بان امامۃ المفضول لا یصح مع وجود الفاضل یعنی اِسکا یقین نہین ہوسکتا کہ مفضول
کی امامت باوجود موجود ہونے فاضل کے صحیح نہین ہی پس اُسکا جواب یہ ہی کہ آیہ کی دلالت فضیلت پر ہی لیکن وہ فضیلت

ایسی ہی کہ تحقق اسکا اورکسی کے واسطے نہین ہوا ہی اور واقع مین وہ ایسی فضیلت ہی کہ مقتضی اسکو ہی کہ وہ حضرت خلیفۂ
رسول اور امام امت ہون کیونکہ جب نفس نبی اور مساوی فضائل مین پیغمبر کے ساتھ ہوے تو اب ضرور ہوا کہ
یا پیغمبر ہون یا امام امت ہون لیکن چونکہ نبوت کا خاتمہ ہوا اسلیے بذریعہ اسی نص کے استحقاق اُن جناب کا خلافت
رسول کے لیے ظاہر ہوا اور مماثلت نبی کے ساتھ جس سے مصداق انفسنا کا افضل النبیین کے ہوے آنحضرت کے واسطے
اورون سے افضل ہونے کو بڑی قوی علت ہی کہ کوئی عاقل دنیا اس سے انکار نہین کرسکتا مگر یہ کہ کمال عناد
و عصبیت مجوزہ کی تشدید کرکے چشم بصیرت کو کور کردے اور جو شارح مذکور نے تفضیل مفضول کے باوجود
موجود ہونے فاضل کے یقینی صحیح ہونے سے انکار کیا ہی اسکی رد مین کافی ہی جو حق تعالی نے فرمایا ہی افمن یهدی
الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فما لکم کیف تحکمون یعنی آیا وہ شخص کہ راہ راست دکھاتا ہی اور حق کی طرف
پہونچاتا ہی وہ لائق و سزاوار اسکے ہی کہ اسکی اطاعت و بیعت کیجاے یا اس شخص کی جو خود ہدایت نہین پاسکتا
اور راہ راست پر نہین آسکتا جب تک کہ اُسے نہ ہدایت کیجاے پس کیا ہوا ہی تمکو اور کسطرح حکم کرتے ہو اور یہ ارشاد
صدق بنیاد وجوب الانقیاد ایسا ظاہر ہی کہ کچھ محتاج دلیل کا نہین ہی اور اسکے مقابل مین کوئی کلام جو مخالف اسکے ہو
لائق کان رکھنے کے نہین ہی جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی کہ یہ فضیلت کی تقریر جمیع خوارج و نواصب
و اہلسنت پر وارد ہوتی ہی کیونکہ طائفہ خوارج و نواصب تو کیسر آنحضرت کی فضیلت سے انکار کرتے ہین اور
اہلسنت خلفاے ثلثہ سے اُن جناب کے افضل ہونے کے منکر ہین اور چونکہ اس آیہ سے بوجہ مذکور مستفاد ہوتا ہی
کہ وہ حضرت تمامی خلق سے اپنی زیادتی فضیلت کی راہ سے ممتاز تھے تو اہلسنت پر بھی الزام اس آیہ سے درست آتا ہی
تیسری تقریر وہ ہی جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین فرمائی ہی اور وہ یہ ہی هذہ الایة من ادل دلیل علی علو مرتبة
امیر المومنین لانه حکم بالمساواة لنفس رسول الله صلی الله علیه و اله و سلم و انه تعالی عینه فی استعانة النبی صلی الله علیه و اله فی الدعاء و ای فضیلة
اعظم من ان یامر الله تعالی نبیه بان یستعین به علی الدعاء الیه و التوسل به و لمن حصلت هذه المرتبة یعنی یہ آیت بہت بڑی دلیل ہی اوپر بلند مرتبہ ہونے
امیر المومنین علیہ السلام کے اسواسطے کہ وہ حکم ہی علی ابن ابیطالب کی برابری کا نفس رسول کے ساتھ اور یہ کہ حق تعالی نے
تعیین معین فرمایا ہی اسلیے کہ نبی دعا مین اپنی اُنسے اعانت طلب فرماوین اور اس سے زیادہ کون فضیلت ہی کہ حق تعالی
اپنے پیغمبر کو حکم فرماے کہ اپنی دعا مین اُنسے استعانت فرماوین اور اُنکے ساتھ توسل کرین اور کسکے لیے یہ مرتبہ بزرگ
حاصل ہوا ہی انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ اور اس تقریر کو شاہ صاحب نے بھی دوسری وجہ مین دونون وجہون سے
جو تخصیص کے لیے اُنکے طلب کرنے سے مباہلہ مین اور پیغمبر خدا کو تعیین اختیار فرمانے مین اُنکے غیرون پر ہی اس
عنوان سے بیان کیا ہی کہ یہ یا اسلیے تھا کہ یہ حضرات بھی دعا سے مدد دین کہ جو کفار نجران پر منظور تھی شریک ہون اور
پیغمبر خدا کو اپنے آمین کہنے سے مدد دین کہ تا دعاے رسول خدا اُنکے آمین کہنے سے جلد قبول ہو جیسا کہ اکثر شیعون نے

کہا ہی اور ملا عبد اللہ نے بھی ذکر کیا ہی اور اِس تقدیر مین بھی اِنکا مرتبہ بلند دین مین اور اُنکی دعا کا مستجاب ہونا ثابت ہوا اور یہ بھی نواصب کے مقابلہ مین مفید ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور دیکھنے والے کو اِسکے معلوم ہی کہ اِن بزرگوارون کی تخصیص و ترجیح مباہلہ کے ساتھ دونون وجہون سے بے وجہ نہین ہی اور نواصب و جملہ مخالفین کے نقض کلام نافرجام کے واسطے کافی ووافی ہی لیکن طرفہ امر یہ ہی کہ شاہ صاحب نے اِس آیہ کی دلالت کو دونون وجہون سے فضیلت حضرات پر تسلیم کرنے کے بعد خوارج و نواصب کے پردے مین اپنے نصب و تعصب کو اپنی کتاب مین ظاہر کیا ہی اسطرح کہ خوارج کی طرف سے اِن وجہون کے نقض کرنے کے درپی ہو کر کہا ہی کہ جو نواصب نے دونون تقریرون مین قدح کیا ہی کہ پیغمبر خدا کا اِن اشخاص کو مباہلہ مین اپنے ساتھ لیجانا نہ بنا بر وجہ اول کے تھا نہ بسبب دوسری وجہ کے تھا بلکہ اِس راہ سے تھا کہ تا خصم کو الزام دیجیے اُس سے جو اُسکے نزدیک مسلم ہی اور مخالفین کے نزدیک جو کفار تھے مسلم تھا کہ جب تک قسم کرنے کے وقت اولاد کو اور داماد کو نہ حاضر کرین اور اُنکے ہلاک ہونے کی قسم نہ کھائین تو قسم معتبر نہین ہوتی اِسلیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے بھی بطریق الزام اسی پر عمل فرمایا اور ظاہر ہی کہ اقارب و اولاد جو کوئی کہ ہو باعتقاد مردم غیر اقارب سے زیادہ عزیز ہوتے ہین گو اُس شخص کے نزدیک عزت نہ رکھتے ہون اور دلیل اِس وجہ پر یہ ہی کہ اگر اِسطرح مباہلہ کرنا اور اولاد پر قسم کھانا پیغمبر خدا کے نزدیک بھی مسلم ہوتا تو شریعت مین بھی وارد ہوتا حالانکہ شریعت مین ممنوع ہی کہ اولاد کو حاضر کرین اور اُنپر قسم کھائین پس معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ اِسکات خصم کے لیے تھا اور اِسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری وجہ کا بھی کہ وہ بھی درست نہین ہی کیونکہ مقابلہ وفد نجران کا چندان اہم مہمات سے نہ تھا اِس سے زیادہ اور بہت سخت حادثے آنحضرت کو پہونچے اور بہت مشقتین واقع ہوئین لیکن کبھی اِن اشخاص سے مدد دعا مین نہین چاہی اور متفق علیہ ہی کہ پیغمبر کی دعا کفار کے مقابلہ مین اورون سے معارضہ مین یقینی مستجاب ہی والا تکذیب پیغمبر کی لازم آئے اور غرض بعثت کا نقض متحقق ہو اور پیغمبر کو اِس دعا کی استجابت مین کس قسم کا تردد لاحق ہو سکتا ہی کہ اورون سے آمین کہنے مین استعانت کرین پس باطل و فاسد ہی اور بفضل اللہ تعالی اِنکے کلام کا اہلسنت نے قلع و قمع کیا ہی جیسا کہ واجب ہی اور چونکہ اِس رسالہ مین مقام اُس بحث کا نہین ہی بخوف اطالت اُسکے متعرض نہوا بالجملہ اصل مین یہ آیہ اِس مدعا کی دلیل ہی شیعون نے غلو کی راہ سے اِس آیہ کو اہلسنت کے مقابلہ مین ذکر کیا اور لائے کس نیاموخت علم تیر از من * کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد انتہی ترجمہ کلامہ پوشیدہ نہ رہے کہ وہ دلالت آیہ کی ذکر کے بعد پھر قادح اور ناقص حجت کو بہت توضیح کے ساتھ لکھنا اور اُسکے جواب کو جو اُسکا قاطع و قامع ہو نہ کہنا اور حوالہ اورون کے قول پر کرنا صاف دلیل اِسکی ہی کہ اِس شخص کو تضعیف اُن وجوہ کی در پردہ منظور رہی والا بعد ذکر وجوہ کے اور اِس اقرار کے کہ یہ بھی وجہ نواصب کے مقابل مین مفید ہی کسی نے پوچھا تھا کہ پھر نواصب نے اِس احتجاج کے بعد کیا کہا اور اگر اُس سے کہا تھا تو اُسکے قاطع کو بھی ذکر کرتا تھا

جب ایک کلام زبان پر آگیا تو اُسکا جواب دینا پھر خلاف مقام نہین ہی لیکن جسکا تعصب بڑھا ہو وہ کسطرح
اُسکے خلاف کر سکتا ہی بالجملہ جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے شاہ صاحب کی تیر اندازی شیعون کو سکھانے کے
جواب مین فرمایا ہی کہ کاش یہ ثابت کرتے شاہ صاحب کہ اس آیہ سے استدلال کرنے مین اہلسنت کو تقدم حاصل ہی
کیون امر بالعکس کیون نہو کہ اس استدلال کو اہلسنت نے شیعون سے سیکھا ہو بلکہ حقیقت حال بھی اسی طرح ہی
کیونکہ پہلے اس آیہ سے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے استدلال و احتجاج اہل شوریٰ پر فرمایا ہی
انتہی ترجمہ کلامہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ حدیث مناشدت جو مشتمل ہی اسپر کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے
اہل شوریٰ پر اس آیہ سے استدلال مین فرمایا تھا موافق نقل شیخ ابن حجر مع ترجمہ مولانا احمد ار دہلی اوپر مذکور ہوچکا ہی
جہان اثبات اِسکا کیا گیا ہی کہ انفسنا سے وہی حضرت مراد ہین پھر حاجت اعادہ سند کی نہین ہی پھر وہ شعر جو صاحب شاہ صاحب نے
اپنے آخر کلام مین لکھا ہی وہ سراسر بیجا ہی ہان شیعون کو اس شعر کے ساتھ تمثیل صحابہ کے بارے مین نسبت اہلبیت
علیہم السلام کے کہنا زیبا ہی کہ انھون نے شعار اسلام کو وہ دمان سے آنحضرت کے حاصل کیا اور شمشیر علی مرتضیٰ کی بدولت
جنھون نے کفار کو مار مار کر مطیع کیا پیغمبر خدا کے اور آنحضرت کے سایہ مین ساتھ آسائش کے بسر کی اور زراوہ نفاق
مین بیٹھ کر غصب حقوق اہلبیت مین کیا کیا سعیان اور کوششین کین یہان تک کہ دختر رسول خدا کو کیسا کیسا
رنجیدہ و دلگیر کیا حالانکہ وہ پارۂ جگر رسول خدا تھین او اُنکی اذیت رسانی کو اپنی اور خدا کی اذیت رسانی مقرر
فرمایا تھا اِسی طرح اُنکے شوہر پر جو حقیقت مین وصی رسول تھے کیسے کیسے ظلم اور بایتین احداث کین اور اُنکے علما بھی
باوجود یکہ اپنا نام شیعہ اولی رکھتے ہین اور جھوٹی نسبت شاگردی کی اپنے لیے حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف
دیتے ہین اور اسے اپنے واسطے مایہ مفاخرت قرار دیتے ہین لیکن شب و روز کیسے عدائے دین کی مدد مین اور اپنے
خلفائے راشدین کی اعانت مین سرگرم رہتے ہین پھر اُنپر البتہ صادق آتا ہی کہ کس نیاموخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد شیعون کو وہ کیا سکھائینگے یہ اُنسے سیکھنے والے ہین جنھون نے ملائکہ کو تقدیس و تسبیح
سکھائی ہان ایک بات ہی کہ اگر غاصبین حقوق اہلبیت اُنکے حقوق کو غصب نہ کرتے اور اُنکے مقابلہ مین ائمہ
کرام علیہم السلام احتجاجات نہ فرماتے تو نہ شیعہ اسکی تعلیم اپنے ائمہ سے پاتے نہ اسکے محتاج ہوتے اگر
یہ کہین وہ کہ ظلم اور غصب حقوق کر کے ہمنے شیعون کو محتاج احتجاج کیا تو بیجا ہی جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے
اسکے جواب مین فرمایا ہی کہ یہ ناصبی ادعائے مباحثہ کا اپنے نوصب کے ساتھ رکھتا ہی حالانکہ حقیقت مین خود بھی
انھین کے زمرے مین مشہور ہی اور بمقتضائے الکفر ملة واحدة سب کفر مین شریک حال ہین اور اہل حق کے
استدلال دونون قسمون سے تمام ہی اور جو کچھ کہ وجہ تمسک مین اہلسنت کی اس آیہ کے ساتھ نوصب کے الزام دینے کو
لکھا ہی وہی بعینہ شیعون کے تمسک کی وجہ ہی کیونکہ احتمال اول یعنی اس تخصیص کی وجہ کہ اہلبیت کو تنہا جو مباہلہ مین

پیغمبر خدا نے اپنے ہمراہ لیا وہ انکا خدا کے نزدیک صاحب رتبہ بلند ہونا ہے کہ وہی موجب پیغمبر خدا کی محبت کا
اُنکے ساتھ ہوا پس جانا ہے تو نے کہ فخر رازی نے یہی تقریر کو شیعون کی طرف سے بیان کیا ہے اور ناصب نے
بھی کچھ اسمین بڑھایا نہین ہان کچھ تھوڑا سا تغیر کیا ہے کہ وہ بھی بے اصل ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ اہلبیت کا احضار
اسلیے تھا کہ تا انپر وہ حضرت قسم کھائین اور یہ کچھ اصل نہین رکھتا اور یہ تقریر بیب نواصب پر وارد ہوتی ہے کہ
یہ بھی انھین سے ہے کیونکہ وہ فضیلت سے اُن جناب کی راسًا انکار رکھتے ہین ورنہ خلفاے ثلثہ پر انحضرت کی
فضیلت کے منکر ہین اور چونکہ آیہ مزبورہ سے بوجہ مذکورہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ جناب سائر خلق سے بمزید
فضیلت ممتاز ہین تو شیعون پر بھی اِس آیہ سے الزام درست آتا ہے اور دوسرا احتمال جو ہے کہ حضرت نے
اہلبیت علیہم السلام کو اپنے ساتھ مباہلہ مین اسلیے لیا تھا کہ تا آمین کہنے کو انکی بھی استجابت دعا مین مداخلت ہو
پس یہ بھی کتب مین شیعون کے مذکور ہے اور اکثر امامیہ کا مختار ہے اور موید اِس احتمال کا ہے قول خداے تعالیٰ کا
جو فرماتا ہے ثم نبتہل کہ جمع کے صیغہ سے فرمایا ہے کہ وہ دلالت اسپر کرتا ہے کہ ابتہال مخصوص انحضرت کے ساتھ
نہ تھا بلکہ جمیع اہلبیت کو شامل ہے پھر اگر انکی دعا کو مداخلت استجابت مین نہوتی تو صیغہ کا بطور جمع وارد کرنا
مستحسن نہوتا اور دلالت کرتا ہے جو قاضی بیضا نے اپنی تفسیر مین وارد اور اکثر مفسرین اور محدثین نے بھی روایت کی ہے
اور اوپر مذکور ہو چکا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ صبح روز مباہلہ کو جناب رسول خدا دولتخانہ سے برآمد ہوے اِس طرح
کہ امام حسینؑ کو گود مین لیے تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑے تھے اور جناب سیدہ انحضرت کے پس پشت
آتی تھین اور علی ابن ابیطالبؑ اُنکے پیچھے آتے تھے اور پیغمبر خدا انحضرات سے فرماتے آتے تھے کہ جب مین
دعا کرون تو تم سب آمین کہنا اور یہی موید اسکا وہ ہے جو فاضل بیضاوی نے اور جار اللہ زمخشری وغیرہ نے نقل کیا ہے
قال اسقف النصارى وهو المسمى بابي حارثة حين تقدم رسول الله وجثى على ركبتيه والله جثى جثى الانبياء للمباهلة يا معشر النصارى اني
لارى وجوها لو سألوا الله ان يزيل جبلا من مكانه لازاله فلا تباهلوا الى اخر الرواية چونکہ ترجمہ اسکا مکرر ہو چکا ہے اسلیے حاجت اعادہ کی نہین ہے
سبحان اللہ نصاریٰ تو معتقد اہلبیت کی استجابت دعا کے ہون اور نواصب باوصف ادعاے اسلام اسکے منکر ہون
بالجملہ یہ تقریر بھی نواصب کے دونون گروہ پر قائم ہے کیونکہ وہ دلالت کرتی ہے اِس بات پر کہ وہ حضرت اپنے
غیر سے افضل ہین اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ جو کچھ نواصب الخ اسکے جواب مین جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ
براے خدا اِس ناصبی کی ناصبیت کو دیکھنا چاہیے کہ ظاہر مین منافقانہ اظہار محبت جناب امیرؑ کے ساتھ
کرتا ہے اور در پردہ کسطرح درپے اسکے ہے کہ انحضرت کی فضیلتون کو مٹاے کیا دل سے خوش ہو کر نواصب کے کلمات کو
بکمال تحسین و نشاط و سرور بیان کرتا ہے تاکہ در پردہ سلب فضیلت انحضرات کا کرے اور جواب اسکا مطلق نہین دیتا
بلکہ فقط خوف ملامت و تہمت و فضیحت سے کہتا ہے کہ سنیون نے اپنی کتابون مین قلع و قمع وہبی کیا ہے لیکن یہ زبانی

محض ہی جسطرح بعض منافقین نے شہادتین کا اظہار کیا تھا اور عنقریب بیان کیا جائیگا کہ حقیقت مین یہ شبہ سُنیون کا ہی اگرچہ نواصب بھی اُنمین شریک ہون پھر جان تو کہ جو کچھ نواصب سے نقل کیا ہی وہی قول اِس ناصب کے بزرگون کا تھا کیونکہ فضل ابن روزبہان نے علامہ حلی علیہ الرحمہ کے جواب مین کہا ہی کہ ارباب مباہلہ کی عادت یہی تھی کہ مباہلہ کے وقت مین اپنے اعزہ واقارب کو جمع کرتے تھے اسلیے پیغمبر خدا نے حضرت امیر اور اہلبیت کو حاضر فرمایا تھا اب بنظر انصاف دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ شاہ صاحب نے احتمال اول کی رد مین نواصب کی طرف سے نقل کیا ہی اُسکا محصل مطلوب فضل ابن روزبہان کے موافق ہی یا نہین اور جو قاضی عبدالجبار معتزلی نے اپنے شیخ ابوالہاشم سے نقل کیا ہی حیث قال انہ انما خصص صلی اللہ علیہ وآلہ من تقرب منہ فی النسب ولم یقصد الابانۃ عن الفضل ودل علی ذلک بانہ علیہ السلام ادخل فیہا الحسن والحسین مع صغرہما لما اختصا بہ من قرب النسب اور جو کچھ کہ فخر رازی نے کہا ہی لا نسلم دلالتہ علی الفضل قولہم الذین یحضرہم النبی للمباہلۃ یجب ان یکون فی غایۃ الشفقۃ علیہم قال قلنا ہذا مسلم لکن لا نسلم ان غایۃ شفقتہ علیہم کان لفضلہم بل لقربہم منہ بدلیل انہ علیہ السلام احضر الحسن والحسین مع انہما لم یبلغا حد التکلیف لصغرہما وبتقدیر کونہما مکلفین فمن المعلوم ان ثوابہما ما کان یزید علی ثواب من الحق من قبل الفتح قال فعلمنا انہ لیس السبب فی الاحضار الا ما ذکرنا انتہی اور یہ ظاہر ہی کہ یہ کلام نواصب کا ہی جیساکہ خود شاہ صاحب نے اُسکی گواہی دی ہی پھر باعتراف شاہ صاحب فضل ابن روزبہان اور امام فخر رازی نے بھی باوصف اِسکے کہ اہلسنت مین معدود ہین لیکن نواصب مین داخل ہونگے جیساکہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ حقیقت مین وہ اپنے علما کو نواصب کے ساتھ تعبیر کرتے ہین ہان مگر یہ ہوسکتا ہی کہ کہین کہ علماے اہلسنت نواصب سے نہین ہین بلکہ اُنکے شاگردون سے ہین کہ اِس تقریر کو اپنے استادون سے لیا ہی اور اس سے کذب شاہ صاحب کا اُس دعوے مین جو اُنھون نے مخاصمہ اہلسنت کا نواصب کے ساتھ کیا ہی بہت زیادہ واضح ہوتا ہی جب اُنکے علما نے نواصب سے لیا تو اگر شیعہ حضرات اہلسنت کے الزام دینے کو اُنسے لیکر الزام دین تو محل استبعاد کا ہی بالجملہ جو لکھا ہی وہ مردود ہی ساتھ اِسکے کہ احضار اِس جماعت کا قسم کھانے کے لیے نہ تھا اور اُسکا ادعا کذب فضیح اور دروغ صریح ہی اور اِسی طرح یہ دعوی کرنا کہ آنحضرت کا احضار فقط الزام کفار کے لیے تھا کیونکہ کسی نے سوا ناصبین نے اور علمائے اسلام سے یہ نہین کہا کہ نصاری نجران یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک داماد اور اولاد نہ حاضر ہون مباہلہ صحیح نہین ہوتا اور یہ معنی تبواتر ثابت ہوا ہی کہ یہ آیہ اہلبیت کی فضیلت پر مشتمل ہی پھر اگر کفار کا الزام دینا مراد ہوتا تو فضیلت کو اُسمین کیا دخل ہوتا اور سقف نجران یہ کیون کہتا کہ مین ایسے چند منھ دیکھتا ہون کہ اگر خدا سے سوال کرین الخ اور اگر اولاد و داماد کا احضار مباہلہ کی شرط ہوتا جیساکہ شاہ صاحب نے لکھا ہی تو یقینی حق تعالی تصریح اِسطرح فرماتا کہ ندع اولادنا واولادکم واصہارنا واصہارکم لفظ نسائنا وابنائنا سے تطویل بلا طائل کیون فرماتا بلکہ نسائنا تو مشعر اِسی کا ہی کہ باوجود اِسکے کہ متبادر اُس سے ازواج کا احضار ہی لیکن چونکہ اُنمین کسی کو اِسکی قابلیت نہ تھی اِس سے

انکی دعوت نہ فرمائی اور بھی اگر یہی لیے داماد کا احضار تھا تو ذوالنورین کو کیون نہ ہمراہ لیا اور جو کہا ہی شاہ صاحب نے
کہ دلیل اسپر یہ ہی الخ وہ بھی مردود ہی اس سے کہ قسم کھانا اولاد کے ساتھ مذہب مین اور کلام مین کسی کے اور
مباہلہ کے معنی مین داخل نہین بلکہ مباہلہ عبارت اس سے ہی کہ بددعا کرین اور اولاد کے ساتھ قسم کھانا
کسی کتاب مین نہین معلوم ہوتا راقم رسالہ کہتا ہی کہ عرب و عجم کے محاورات مین یہ ہی کہ قسم اپنے اعضا کی اپنی
عمر کی کھاتے ہین لیکن اولاد و داماد کی قسم کھانا اسکا محاورہ نہ قرآن مین دیکھا نہ کتب ادب مین دیکھا گیا نہ
حجاز کے عربون سے جو اثناے حج مین صحبت ہوئی تو سنا یہ شائد شاہ صاحب نے ہندوئن کے کم قوم
جاہلون کے محاورے کے موافق کہا ہوگا کہ وہ البتہ کہتے ہین کہ فرزند کا ہاتھ پکڑ کے کہو لیکن داماد کو وہ بھی نہین کہتے اگر کرتا
پھر کسطرح یہ کہنا جائز ہوا علاوہ اسکے اگر مباہلہ مین اولاد و داماد پر قسم کھانی داخل ہوتی تو پھر نبتہل جمع کا
صیغہ حق تعالی کسطرح وارد فرماتا کیونکہ اولاد و داماد کے ساتھ قسم کھانا تو مخصوص جناب رسالتمآب کے ساتھ ہو سکتا ہی
نہ یہ کہ اور بھی قسم کھائین پھر اس صورت مین تو العیاذ باللہ کتاب خدا مین لغو لازم آتا ہی بالجملہ اب تک مباہلہ
شریعت مین جناب رسول خدا کے وارد اور شائع ہی اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بھی بکرر روایتون سے
منقول ہوا ہی لیکن کہین یہ شرط شروط مباہلہ سے مذکور نہین ہی پھر نوصب کی دلیل ساقط ہوگئی اور آیہ کی
دلالت آنحضرت کی فضیلت پر جسکا انکار کرنا محض شقاوت و بے حیائی سے تھا ثابت ہوا جیساکہ صاحب
کشاف وغیرہ نے اسپر نص کی ہی جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین مثل ایسی تقریرون کے فرما کر کیا خوب
فرمایا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ بالجملہ جو فضیلت کہ اس آیہ سے اہلبیت علیہم السلام کے لیے مستفاد ہوتی ہی وہ ایسی
واضح ہی کہ امام رازی کے سوا کسی پر پوشیدہ نہین ہوا آیا نہین دیکھا تو کہ فاضل زمخشری نے کہ معتزلہ مین بڑے
متعصب ہین لیکن اس جگہ پر بسبب کمال وضوح کے صاف کہا ہی وفیہ دلیل لاشی اقوی منہا علی فضل اصحاب الکساء
اور فاضل روزبہان نے بھی اپنے اس تعصب کے ساتھ جو ظاہر ہی انکی کتاب سے لیکن اقرار کیا ہی حیث قال
نعم فیہ فضیلۃ عظیمۃ لامیر المومنین علی علیہ السلام اور قاضی عبد الجبار معتزلی کا جواب جناب سید مرتضی علم الہدی
کی کتاب شافی سے جو نقل فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ جو ابو ہاشم عبد الجبار نے حکایت کی ہی کہ اسنے کہا کہ پیغمبر خدا نے
آنحضرات کو اظہار فضیلت کے لیے مباہلہ مین ہمراہ نہین لیا تھا بلکہ قصد حضرت کا انکے احضار سے یہ تھا کہ جو نسبت مین
قریب ہین انہین ساتھ لینا چاہیے پس اسکا باطل ہونا ظاہر ہی کیونکہ اگر ایسا ہوتا جسکا اسنے ادعا کیا ہی
تو واجب تھا کہ حضرت رسول خدا مباہلہ مین عباس کو اور انکے بیٹون کو اور عقیل کو بھی طلب فرماتے کیونکہ
عباس و عقیل کا اسلام اور انضمام پیغمبر خدا کے ساتھ بہت پیشتر قصد مباہلہ سے ہو چکا تھا کیونکہ مباہلہ دسوین برس
ہجرت سے ہوا ہی جبکہ سید اور عاقب وغیرہ اساقفہ نجران سے پیغمبر خدا کی خدمت مین آئے ہین اور اس حال مین

اور عباس و عقیل کی ہمراہی پیغمبر خدا کے حاصل کرنے مین بجز زمانہ بیچ مین گذرا ہی اور جناب رسول خدا کا خاص
جناب امیر علیہ السلام کو طلب فرمانا سوا ان اشخاص کے جو قرابت مین انکے قائم مقام تھے یہ اسی کی دلیل ہی جو
ہم شیعہ کہتے ہین کہ بسبب انکی فضیلت کے جو پیش خدا آنحضرت کو حاصل تھی اور انکے اظہار فضائل کے لیے تھا
اور لیکن تعلق اسکا ساتھ داخل ہونے حسنین علیہما السلام کے اس جماعت مباہلہ مین باوجود اسکے کہ سن
آنحضرات کے چھوٹے تھے پس معلوم ہی کہ سن کا چھوٹا ہونا اور حد بلوغ حلم سے ناقص ہونا کمال عقل کے
منافی نہین ہی اور شارع نے بلوغ حلم کو جو کہا ہی تو وہ اسلیے ہی کہ وہ احکام شرعیہ کے متعلق ہونے کی حد ہی
اور یہ تحقیق کہ سن ان دونون صاحبون کے اس حال مین ایسے تھے کہ انکے ساتھ کامل العقل ہونا ممتنع نہین ہی
کیونکہ امام حسن علیہ السلام کا قصہ مباہلہ مین سات برس سے زیادہ تھا اور امام حسین علیہ السلام کا سات برس کے
قریب تھا علاوہ اسکے ہم شیعون کے مذہب کے موافق تو یہ ہی کہ حق تعالی خرق عادت کو ائمہ کے واسطے
جاری کرتا ہی اور انہین مخصوص کرتا ہی اس سے جو انکے غیر کے واسطے نہین ہی پھر اگر یہ بھی صحیح ہو کہ صغر سن کے ساتھ
کمال عقل معتاد نہین ہی تو آنحضرات مین جائز ہوگا کہ بسبیل خرق عادت ہو انتہی ترجمہ کلام مجدالله اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ وفد نجران کا ہلاک کرنا اہم مہمات سے نہ تھا یہ بھی کلام بہت سخیف اور واہی ہی کیونکہ یہ بات ظاہر ہی کہ
مباہلہ مین نصاری کو محتمل تھا کہ اگر دعا آنحضرت کی مستجاب نہوگی تو وہ جناب مع اتباع و جناب ہلاک ہو جائینگے
اور اسلام کا نام روے زمین سے محو ہو جائیگا اور وہ حضرت دعاے بد مین جو انکے لیے کرنے والے تھے
یہ چاہتے تھے کہ ایک بھی انمین سے زمین پر باقی نہ رہ جاے اور کوئی شک نہین ہی کہ یہ زبانی محاربہ محاربات سنانی سے
بمرتبہ سخت و شدید ہی کیونکہ ان لڑائیون مین جو تلوار و نیزے کی ہوئین فناء قوم و مذہب مطمح نظر نہین ہوتا پھر ایسے
محاربے کو یہ کہنا کہ اہم المہمات سے نہ تھا بہت سخیف ہی باقی رہا کلام اعانت و امداد مین امیر المومنین جناب
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے جو اسلام کے آنحضرت نے فرماے کہ یہ بھی منجملہ اس سے امداد اسلام کی ہی پھر یہ تو
مثل روز روشن ظاہر و ہویدا ہی کہ کوئی مصیبت جناب رسالتمآب کے مصائب سے ایسی نہین کہ وہ حضرت
اسمین مشارک نہین اور خرمن حیات کفار فجار کا صاعقہ ذو الفقار آتشبار حیدر کرار سے مثل خاک ہوا ہو اور ابتدا سے
انتہا تک غزوات رسول مختار مین کسی نے ایسی داد اعانت و شجاعت کی دی ہی کہ اسکے حق مین لا فتی الا علی
لا سیف الا ذو الفقار نازل ہوا ہو اور اس سے تو کسی کو انکار زیبا ہی نہین ہی کہ موالف و مخالف اسمین سب یک
زبان ہین زور بازوے ترا اللہ اکبر شاہد است ٭ گر دل خصم تو منکر باش خیبر شاہد است بالجملہ حق تو یہ ہی کہ
جسوقت اعانت محاربہ سیفی و سنانی مین مطلوب ہوئی اسمین اعانت کی اور جسوقت حاجت اعانت کی دعا
اور محاربہ لسانی مین ہوئی اسمین آنحضرت نے اعانت فرمائی اور کیونکر نہو تا حالانکہ ان جناب کو حق تعالی نے روز اول سے

وزیر اور موید اور معین وہ مددگار اپنے حبیب امین مختار کا قرار دیا تھا اور جو شاہ صاحب سے نقل کیا ہی کہ نبی
کی دعا کفار کے مقابلہ مین بلا شرکت غیرے مستجاب ہی یہ عدم استعانت کا موجب نہین ہوسکتا ہی
کیونکہ جب باوصف نبوت کے اور نزول وحی کے احکام شرعیہ مین جناب رسول خدا کو حاجت اعانت و
مشورے کی خلیفہ ثانی سے حضرات اہلسنت کے ہوتی ہو بلکہ حق تعالی بھی خلاف رائے خلیفہ ثانی کے کبھی کوئی
حکم نہ فرماتا ہو جیسا کہ اونکا مذہب ہی تو پھر اگر کسی امر مین آنحضرت کو حاجت اعانت کی جناب امیر سے ہوئی ہو
تو نواصب کو کیون دشوار ہوا اور انکا سینہ کیون فگار رہا اور بھی بمقتضائے یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما
درود وسلام کا بھیجنا جناب رسالتمآب پر لازم و متحتم ہی اور اس سے یہ نہین لازم آتا کہ وہ حضرت ہمارے درود
وصلوۃ کے محتاج ہین بلکہ چونکہ وہ حضرت رحمت خدا کے مستحق ہین تو شاہ صاحب کے زعم کے موافق چاہیے کہ
ہماری دعائین عبث ہون اور پھر اس حکم کا کیا نتیجہ ہوگا بالجملہ استعانت آنحضرت کی دعا مین بالانفراد نہین ہی
بلکہ اس جہت سے ہی کہ اہلبیت علیہم السلام کا آمین کہنا موجب تاکید و تعجیل کا استجابت دعا کے ہوا اور اسکا فائدہ
اظہار ہی اسکا کہ اہلبیت کو درگاہ جناب باری مین زیادہ قرب حاصل ہی اور وہ اورون سے افضل ہین دوسرے یہ
کہ جو دعوی کیا ہی کہ انبیا کی دعا بمقابل کفار کے خود مستجاب ہی والا اس سے یہ فساد لازم آئین یہ خود اُنکے
مذہب کے موافق درست نہین ہوسکتا کیونکہ اجابت دعائے پیغمبر کی کلیت اہلاک امت مین اہلسنت کے نزدیک نہین ہی
جیسا کہ شرح مشکوۃ سے ظاہر ہوتا ہی حیث قال الطیبی فی شرح المشکوۃ متعقبا علی المظہر القائل فی ذیل حدیث رواہ صاحب المشکوۃ بان
جمیع دعوات الانبیاء مستجابۃ والمراد بھذا الحدیث لکل نبی دعاء علی امتہ بالاھلاک کنوح وصالح وشعیب وموسی وغیرھم واما نبینا فلم یدع علی اعدائہ فاعطی
قبول الشفاعۃ عوضا عنہ ھکذا ھذا مشکل لانہ دعا علی احیاء من العرب بقولہ اللھم العن فلانا وفلانا فلانا الی ان قال والتاویل المستقیم ان یعنی قولہ علیہ السلام لکل
نبی دعوۃ مستجابۃ ان اللہ تعالی جعل لکل نبی دعوۃ واحدۃ مستجابۃ فی حق امتہ فکل من الانبیاء نالوھا بالاھلاک قوم وقولہ انما انتھائی الدنیا حیث دعوت علی بعض
فقیل لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم فبقیت لک الدعوۃ المستجابۃ فی الآخرۃ قال واما قولہ ان جمیع دعوات الانبیاء مستجابۃ فقد
عند قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ سئلت اللہ ثلثا فاعطانی اثنتین ومنعنی واحدۃ وھی ان لا یدیق امتہ بعضہم بعض حاصل اسکا یہ ہی کہ صاحب مشکوۃ نے
روایت کی تھی کہ جملہ دعائین پیغمبرون کی مستجاب ہین اور مراد اس سے کہا تھا یہ ہی کہ ہر نبی نے ایک دعا امت کے
ہلاک کرنے کو کی اور وہ مقبول ہوئی جیسا کہ حال نوح وصالح وشعیب وموسی وغیرہ کا مشہور ہی لیکن ہمارے پیغمبر خدا نے
اپنے دشمنون کے واسطے دعائے بد نہ فرمائی اسکے عوض مین حق تعالی نے انھین رتبہ قبول شفاعت کا عطا فرمایا
شارح نے کہا کہ یہ بھی مشکل ہی اسلیے کہ بعض زندون پر قوم عرب سے آنحضرت نے نفرین فرمائی ہی اپنی قوم سے کہ
خداوندا لعنت کر تو فلان شخص کو اور فلان شخص کو یہان تک کہ پھر کہا اُسنے کہ سیدھی تاویل اس حدیث
کی یہ ہی کہ جو حضرت نے فرمایا ہی کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا مستجاب ہی اُسکے معنی یہ ہین کہ حق تعالی نے ایک دعا کو

ہر نبی کے واسطے یہ مقرر فرمایا ہی کہ جب اپنی امت کے حق مین کرین تو اُسے حق تعالی قبول فرماے پس اور پیغمبرون نے
اپنی قوم کے ہلاک مین اُسے کہا اور اُسکے ذریعہ سے اپنی قوم کو ہلاک کیا اور لیکن قول آنحضرت کا کہ مین نے وہ دعا
دنیا مین نہین کی اس حیثیت سے کہ دعا بعض امت کے واسطے کی پس کہا گیا میرے سے لیے کہ نہین ہی تیرے لیے
امر سے کوئی چیز یہان تک کہ توبہ کرے اُنکے اوپر پس باقی رہی تیرے لیے ایک دعاے مستجاب آخرت مین
اور پھر شارح نے کہا ہی کہ لیکن یہ قول کہ جملہ دعائین پیغمبرون کی مقبول و مستجاب ہین پس یہ محل توقف ہی ثابت
نہین ہوتا اس قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے جو فرمایا ہی کہ تین امرون کا مین نے خدا سے سوال کیا تھا
دو مجھے عطا فرماے اور ایک سے مجھے منع کیا یعنی نہ قبول فرمایا اور وہ یہ کہ امت آنحضرت کی اسکا اعتقاد نہ کرے
کہ بعضے مبعوث ہونگے انتہی ترجمۃ کلامہ اور جب یہ حال ہی تو جو دعوی استجابت دعاے انبیا کا کلیتہ
شاہ صاحب نے نقل کیا ہی وہ کیونکر صحیح اور اُنکے مذہب کے موافق ہو سکتا ہی اور جب سب دعائین قبول
نہوئین تو اور مقربان احدیت کا امین کہنے مین شریک کرنا بنظر استجابت کے کیا محل عجب ہو سکتا ہی کیونکہ
اسکے بنا بر پیغمبر کی دعا علت تامہ اجابت کی نہین ہی خصوصًا بنظر اُس قول کے جو آنحضرت سے شارح نے روایت
کیا ہی کہ فرمایا وانا ما نلتها فی الدنیا حیث دعوت علی بعض امتی بلکہ جو کلام کہ طیبی نے آخر مین کہا ہی اُس سے تو استجابت
مطلق دعا کی محل کلام معلوم ہوتی ہی پس اب تو اور صاحبان مکارم کا اپنے ساتھ ملانا اور اُنسے استعانت حصول
مطلوب مین ہو سکتی ہی اور معین اسپر افعال انبیا ہین کہ اور پیغمبرون نے بھی اپنی دعاؤن کو جیسا کہ دعا کرنے والے کا
آداب ہی تحمید و تمجید کے وسیلہ سے اور اسماے حسنی اور حقوق آباے طاہرین اور انوار مقدسہ حضرات
معصومین کی توسیط سے سود مند کرتے رہے ہین پھر اگر یہان بھی جناب رسالتمآب نے اُن بزرگوارون کے
آمین کہنے کو اپنی دعا سے قریب فرمایا تو مانع کیا ہی اور اُن سب باتون سے تنزل کر کے ہم کہتے ہین کہ استعانت
اور استشارہ اور التماس دعا مین اور آمین کہوانے مین اُن مقدسین سے جو گناہون سے طاہر و پاک ہین
کسی طرح موجب منقصت کا جناب پیغمبر خدا کے لیے نہین ہو سکتا بلکہ محتمل یہ ہی کہ گو وہ حضرت واجب الاجابت
ہون لیکن فعل آنحضرت کا مدارج تواضع اور خشوع و خشوع مین جو شارع کو مطلوب ہی منسلک ہوگا پھر حضرات
پیغمبران نے اپنی رایون اور دعاؤن کو ناچیز سمجھ کر گو حاجت نہ تھی لیکن اپنےتئین محتاج اورون کی رایون کا اور دعاؤن کا
قرار دیا ہوگا اور یہ امر شارع کی بھی نظر مین مطلوب ہوتا کہ انبیا علیہم السلام بسبب اسکے عجب سے مبرا اور
خود نمائی اور خود فہمی سے معرا ہون تو تعجب کا مقام کیا ہی اسی جگہ سے ہی کہ جب حضرت موسی کے دل مین
یہ خیال آیا کہ مجھے علم مین اورون سے تفوق ہی تو اُس سے دفع ہونے کو مامور ہوے کہ حضرت خضر کے پاس
رجوع کرین اور اگر ان سب سے تنزل کرین جب بھی تو یہ بات ہی کہ دعا مین شریک کرنا اس مباہلہ کے لیے

صیغہ جمع سے جو نفس ہو آیت مین بہت ظاہر ہی اور لازم نہین ہی کہ مصالح ربانیہ اور حکمتہاے سبحانیہ کی مفصل کوئی
شخص کو اُسکے پھر پہلے قبیل تعبدات کے ہوگا اور مصالح خفیہ کو خدا کے سوا کوئی بشر نہین جانتا اور ممکن یہ کسی کو
نہین ہو سمجھا کہ چون وچرا کرے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بالجملہ یہ دلیل الخ جواب اُسکا یہ ہی کہ واقع مین
یہ آیہ فضیلت اور امامت پر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے دلالت کرتا ہی جیسا کہ اوپر روایت مذکور
ہو چکی ہی کہ پہلے احتجاج و استدلال اسے آنحضرت نے اہل شوری پر فرمایا ہی اور جناب سید سند نے حدیقہ مین
لکھا ہی کہ مولناے مجلسی نے کتاب بحار الانوار مین فصول شیخ مفید علیہ الرحمہ سے روایت نقل کی ہی کہ حاصل
اُسکا یہ ہی کہ مامون نے جناب امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ بزرگترین آیہ جو اہلبیت علیہم السلام کی شان مین
قرآن مین وارد ہوا ہی وہ کونسا ہی تو اُن جناب نے اشارہ اس آیہ کی طرف فرمایا اور اُسکی شرح بیان فرمائی
اور علی ابن ابیطالب کو نفس رسول نص آیہ کے موافق قرار دیا اُسوقت اُسنے کہا کہ آیا یہ نہین ہی کہ حق تعالی نے
لفظ ابنا کو صیغہ جمع سے ذکر کیا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خاص کرکے اپنے دونون فرزندون کو بلایا اور
نسا کو بھی حق تعالی نے بلفظ جمع فرمایا تھا لیکن پیغمبر خدا نے تنہا بیبی کے سوا اور کسی کو نہ بلایا پھر کیون یہ جائز نہو
کہ حق تعالی نے جو فرمایا ہی کہ دعوت کرین اپنے نفس کی اس سے مراد دعوت آنحضرت کے نفس کی حقیقی ہو نہ دعوت
غیر اُنکے کی اور جب یہ جائز ہوا تو اب امیر المومنین کے واسطے یہ بزرگی اور فضیلت متحقق نہوگی یہ سُنکر حضرت امام رضا
علیہ التحیہ والثنا نے فرمایا کہ جو تو کہتا ہی یہ نہین بنتا کیونکہ داعی کی دعوت نہین ہوتی مگر غیر کے واسطے اپنے
جیسا کہ حکم اُسکا غیر کے لیے امر ہی اور علی الحقیقہ کوئی اپنے نفس کو طلب نہین کرتا اور نہ اُس سے امر کرتا ہی اور جبکہ رسول خدا نے
کسی شخص کو مباہلہ مین سوا علی ابن ابیطالب کے نہ طلب فرمایا تو اُس سے ثابت ہوا کہ معتبر نفس رسول وہی ہین اور
مراد انفسنا سے جو کتاب مجید مین وارد ہی وہی ہین اور تنزیل مین حکم اُنکا حکم رسول جلیل کا ہی یہ سُنکر مامون نے کہا
اذا ورد الجواب سقط السوال اور شاید کہ مامون نے یہ توہم کیا ہوگا کہ جسطرح جمع کا صیغہ لفظ ابنا اور نسا مین غیر معنی
جمع مین مستعمل ہوا اُسی طرح لفظ انفس بھی غیر معنی جمع مین مستعمل ہوا پھر اس صورت مین تنہا نفس رسول کا ارادہ آیہ سے
محظور نہوگا اور اب حضرت امیر کا اس فضیلت مین مندرج ہونا ثابت نہوگا اور گویا اُسکے گمان مین اس آیہ سے
استدلال کی بنا اوپر صیغہ جمع کے تھی اور جو کچھ کہ حضرت نے اُسکے جواب مین افادہ فرمایا اُسکا محصل یہ ہی کہ دعوت
نفس دعوت کنندہ کی قطع نظر کرکے استعمال جمع کا واحد مین بر سبیل حقیقت درست نہین ہی پس بلا ضرورت
اُسکا ارادہ کرنا مجوز نہوگا کیونکہ وہ ایسا مجاز ہی جو فائق و زائد ہی اُس مجاز سے جو سائر الفاظ مین آیہ کے اُنھون نے اُسکا
زعم کیا ہی اور بلا ضرورت اُسکی طرف ضرورت جائز نہین ہی پھر مراد غیر اُسکا ہوگا اور چونکہ جناب رسول خدا نے باتفاق
مفسرین معتبرین فریقین سوا جناب امیر علیہ السلام کے اور کسی کو مباہلہ مین طلب نہین فرمایا تو مراد وہی حضرت ہونگے

نہ غیر اسکا بس ہوگا یہ لفظ بھی مثل اور سائر الفاظ کے مجاز متعارف غیر معنی جمع مین کہ نہ زیادہ ہو سکیگا اسمین کوئی دوسرا
مجاز کہ دل اور وجدان سلیم اُسے قبول نہ کرے اور فریقین اُسے مستحسن رکھین پس مامون اپنے سوال کے مندفع ہونیکا
معترف ہوا جو اُسنے اس آیہ کے استدلال پر وارد کیا تھا کیونکہ حصول استدلال کا بہت جید تھا اور مضمون اسکا بہت
اوثق و مضبوط تھا واللہ الحجۃ البالغۃ انتہی ترجمۃ کلامہ رحمہ اللہ بالجملہ اس بیان سے یہ بخوبی ثابت ہوا کہ استدلال شیعون کی
امامت اور افضلیت پر آنحضرت کے اس آیہ سے اُنکے ائمہ کے کلام سے ماخوذ ہی اور احتجاج و استدلال جناب امیر علیہ السلام
اہل شوریٰ پر قدیم ہی اور اسوقت آنحضرت نے استدلال فرمائی ہی کہ نواصب کا فرقہ نہ پیدا ہوا تھا کہ جنکے مقابل مین
اہلسنت یہ استدلال کرنے کا ادعا کرتے ہین پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ شیعون نے اس استدلال کو ہمسے لیکر
پھر ہمپر وارد کیا یہ یقینی باطل ہی کیونکہ ہم منکرین فضیلت سے کیا لیتے تابعین قائل سلونی قبل ان تفقدونی پیروان معترف
اقیلونی اقیلونی فانی لست بخیرکم وعلی فیکم سے کیا لینگے اور اسپر اعتقاد کرینگے شیعہ جو کچھ استدلال مین اُنکے اقوال یا روایات
ذکر کرتے ہین وہ محض اسلیے کہ خصم پر حجت تمام ہو نہ اور کچھ ہان یہ ضرور ہی کہ جو استدلال و بضاعہ اس آیہ سے شیعون کا تھا
کہ اُنکے ائمہ نے فرمایا تھا اُسے شاہ صاحب نے اپنی طرف منسوب کرلیا اور بحمد اللہ کہ وہ چوری اُنکی ہمنے بخوبی
کھول دی اور پھر بحکم ہذہ بضاعتنا ردت الینا ہمین اُس سے آگاہ کرتے ہین اور مصداق ہوتے ہین اس مصرعہ مشہور کا
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد بالجملہ جو کچھ کہ مذکور ہوا اُس سے جتنے شبہات کہ خصام کی طرف سے
ہوے تھے وہ سب دفع ہوے اور جو کچھ کہ فریقین کے مفسرین اور محدثین نے تفسیرات اور نقل روایت مین
لکھا تھا کہ انفسنا سے مراد امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور نسائنا سے مراد جناب سیدہ اور ابنائنا سے
مراد حسنین ہین وہ اپنے حال پر ثابت رہا اور اُس سے استدلال شیعون کا جو تھا کہ یہ آیہ مباہلہ آنحضرت کی فضیلت
اور امامت پر دلالت کرتا ہی وہ درست اور صحیح رہا اور جو مطلوب تھا وہ باحسن وجہ ثابت ہوا بلکہ راقم رسالہ کہتا ہی
کہ جسطرح یہ آیہ دلالت کرتا ہی امامت پر جناب امیر علیہ السلام کی اسی طرح اسکی دلالت امامت پر حسنین علیہما السلام کے بھی ہی
اور یہ کہ وہ ابناے رسول اور افضل خلق ہین ثبوت فرزند رسول ہونے کا بوجہ اکمل ہم دے چکے ہین اور وہی وجہ
افضیلت کو بھی کافی ہی دوسرے شریک فرمانا پیغمبر خدا کا انھین مباہلہ مین اور نہ طلب فرمانا اور یگانہ و بیگانہ کا
بخوبی اسپر دلالت کرتا ہی کہ قرب اُنکا خدا کے نزدیک سب سے زیادہ تھا اور دلالت اُسکی آنحضرات کی امامت پر
اسلیے ہی کہ وہ حضرت افضل و اکمل افراد امت سے تھے جیسا کہ مولانا فاضل طبرسی نے تفسیر مجمع البیان مین
ابن ابی عسلان سے کہ وہ بھی ایک ائمہ معتزلہ سے ہی نقل کیا ہی کہ اُسنے ابنائنا کی تفسیر مین کہا ہی کہ ہذا یدل علی ان
الحسن والحسین کانا مکلفین فی تلک الحال لان المباہلۃ لا یجوز الا مع البالغین یعنی یہ دلالت کرتا ہی اسپر کہ حسنین علیہما السلام اُس
مباہلہ کے وقت مکلف تھے کیونکہ مباہلہ جائز نہین مگر اُنکے ساتھ جو حد بلوغ کو پہونچے ہوے ہین انتہی اور ظاہر ہی

کہ مباہلہ دسوین برس ہجرت سے واقع ہوا ہی اور تزویج جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کی جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ
بعد ہجرت مدینہ منورہ مین ہوئی اور اُسوقت سن حضرت امام حسن علیہ السلام کا سات برس سے کچھ زیادہ تھا اور
امام حسین علیہ السلام کا سن قریب سات برس کے تھا پھر مکلف ہونا بحسب عمر جو معتبر شرعًا ہی کسی طرح ممکن نہین ہی
سوا اسکے کہ کمال عقل مراد لین اور مع ذلک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا جناب حسنین علیہما السلام کو ساتھ لیجانا
دلالت واضحہ رکھتا ہی کہ مباہلہ مین سب کا مکلف ہونا شرط نہین ہی اور وہ تنہا ایسی فضیلت ہی جو پہلے پیغمبرون کو دی گئی
اور اُس سے انھین استحقاق نبی ہونے کا حاصل ہوا اسی طرح یہ کمال عقل آنحضرت کے واسطے ثابت ہوتا ہی جب تو پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین باوصف صغر سن شریک مباہلہ فرمایا اور یہی فضیلت اور استحقاق امامت کے لیے انکے
حق مین فرمایا ابنای ھذان امامان قاما او قعدا فثبت کونہما علیہما السلام امامان بنص القران ایضا وباقرار سید الانس والجان صلوات
اللہ علیہم الملک المنان فتذکر چھٹے اُن آیات سے آیہ کریمہ تطہیر ہی جو فرمایا ہی حق تعالیٰ نے سورہ احزاب مین انما یرید اللہ لیذھب
عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یعنی ارادہ نہین کیا ہی خدا نے مگر یہ کہ برطرف کرے تمسے شرک و گناہ و شک کو
اور ہر بدی کو اے اہلبیت پیغمبر کے اور پاک کرے تمکو جو حق پاک کرنے کا ہی علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ مفسرین نے
اجماع کیا ہی اور جمہور نے روایت کی ہی مثل احمد حنبل وغیرہ نے کہ بہ تحقیق کہ یہ آیہ امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ اور
حسنین اور جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہم کی شان مین وارد ہوا ہی اور روایت کی ہی ابو عبیدہ محمد بن عمران مرزبانی نے
ابو الحمراء سے کہ کہا اُنھون نے کہ مین نے پیغمبر خدا کی نو دس مہینے کے قریب خدمت کی پر حال یہ تھا کہ ہر صبح کے وقت
اپنے دولتخانہ سے وہ جناب باہر نہ آتے تھے مگر یہ کہ دونون بازو علی ابن ابیطالبؑ کے دروازے کے پکڑ کر فرماتے
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر اسکے بعد علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام جواب مین اسکے کہتے تھے کہ وعلیکم السلام
یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا دروازہ علی ابن ابیطالب کا صبح کو پکڑ کر پیغمبر خدا فرماتے تھے الصلوۃ یرحمکم اللہ انما یرید اللہ
لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور بعد اسکے اپنے مصلا پر تشریف لیجاتے تھے اور کذب جس سے اور کوئی خلاف
نہین ہی یہ ہی کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اپنے نفس کے لیے خلافت کا دعویٰ فرمایا تھا
پس واجب ہی کہ وہ حضرت اس دعوے مین صادق ہون مولانا احمد اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ مین فرمایا ہی کہ امام
زمان کو چاہیے کہ صفت عصمت و طہارت سے متصف ہو اور گناہ صغیرہ و کبیرہ کا عمدًا و سہوًا مباشر نہو اور آلودگی
ظاہر و باطن سے اور جو کچھ کہ نقص و عیب کا سبب ہو سکے منزہ ہو تا کہ مستحق مرتبہ خلافت رسول کا اور مستوجب
نہایت قرب الٰہی کا ہو اور اسی لیے حق تعالیٰ نے سورہ احزاب مین اہلبیت علیہم السلام کی عصمت و طہارت کی تصریح
فرمائی ہی اپنے قول سے انما یرید اللہ الایہ کہ وہ باجماع مفسران شیعہ و سنی امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ اور جناب سیدہ
اور حسنین علیہم السلام کی شان مین نازل ہوا ہی اور محدثین اہلسنت نے اپنی احادیث کی کتابون مین اسے نقل کیا ہی

آیۂ تطہیر

راقم رسالہ کہتا ہی سید ہاشم بحرانی نے اپنی کتاب حجت الخصام مین مقصد ثانی کے باب اول مین طرق عامہ سے
یعنی حضرات اہلسنت کے موافق طریقون کے اکتالیس ۴۱ اور موافق شیعون کے طریقے کے چونتیس ۳۴ حدیث باب
ثانی مین اسکے نقل کی ہی جن سب کا حاصل یہ ہی کہ یہ آیہ شان مین رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ اور انحضرات کی نازل
ہوا ہی منجملہ احادیث منقولہ باب اول کے پہلی حدیث مسند احمد بن حنبل سے ہی وہ یہ ہی عبد اللہ ابو عبد الرحمن بن احمد بن حنبل
عن والدہ احمد قال حدثنا محمد بن مصعب وہو القرسانی قال حدثنا الاوزاعی عن شداد بن عمارہ قال دخلت علی واثلہ بن الاسقع وعندہ
قوم فذکروا علیا فشتموہ فشتمتہ معہم فقال الا اخبرک بما رأیت من رسول اللہ قلت بلی قال اتیت فاطمہ علیہا السلام اسالہا عن علی علیہ السلام فقالت توجہ الی
رسول اللہ فجلست انتظر حتی جاء رسول اللہ فجلس و معہ علی و حسن و حسین اخذ کل واحد منہما بیدہ حتی دخل فادنی علیا و فاطمہ فاجلسہما بین یدیہ و اجلس حسنا و
حسینا کل واحد منہما علی فخذہ ثم لف علیہم ثوبہ او قال کساء ثم تلا ہذہ الآیۃ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا ثم قال اللہم ہولاء
اہل بیتی و اہل بیتی احق یعنی روایت کی ہی عبد اللہ ابو عبد الرحمن نے جو فرزند احمد کا ہی کہ وہ حنبل کا بیٹا ہی اپنے باپ احمد سے
کہ کہا اسنے حدیث بیان کی مجھسے مصعب نے کہ وہ قرسانی ہی کہا اسنے کہ حدیث کی مجھسے اوزاعی نے شداد سے جو
عمارہ کا بیٹا ہی کہ مین واثلہ بن اسقع کے جو صحابی تھا پاس گیا اور اسوقت اسکے پاس ایک قوم اور بھی حاضر تھی کہ انہون نے
جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا ذکر کیا اور انحضرت کو بد کہا اور مین بھی انکے ساتھ شتم و بدگوئی مین شریک ہوا پسکر
واثلہ نے کہا کہ آیا تو چاہتا ہی کہ مین تجھے خبر دون اس حال سے جو مین نے پیغمبر خدا سے مشاہدہ کیا ہی مین نے کہا
کہ ہان اسنے کہا کہ ایک روز مین جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت مین گیا تاکہ جناب امیر المومنین کے حال سے
پوچھون اور خبردار ہون کہ وہ حضرت کہان ہین ان معصومہ نے فرمایا کہ وہ رسول خدا کی خدمت مین تشریف
لیگئے ہین یہ سنکر مین انتظار تشریف آوری مین انحضرت کی بیٹھا رہا یہان تک کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ تشریف
لائے اور بیٹھے اور انحضرت کے ساتھ اسوقت جناب علی ابن ابیطالب تھے اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام
اسطرح آئے کہ دونون صاحبزادے ہاتھ انحضرت کا پکڑے ہوے تھے یہان تک کہ پیغمبر خدا کی خدمت مین
داخل ہوے بعد اسکے پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کو اور فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے نزدیک بلایا اور
سامنے اپنے بٹھایا اور پھر حسنین علیہما السلام کو بلاکر دونون صاحبزادون کو اپنی ران پر بٹھایا اور پھر ان سب پر
اپنا کپڑا اڑھایا یا راوی نے چادر کو کہا کہ اڑھایا پھر اس آیہ کو پڑھا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم
تطہیرا پھر فرمایا کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین اور اہلبیت میرے سزاوار تر ہین اور پھر ایک حدیث
عبد اللہ بن احمد حنبل سے نقل کی ہی جو اسنے موافق اپنے طریقے کے ام سلمہ سے روایت کی ہی کہ ترجمہ لفظی اسکا یہ ہی کہ
کہا ام سلمہ نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ایک روز میرے گھر مین تشریف رکھتے تھے پس جناب سیدہ فاطمہ زہرا
ایک دیگ سنگی مین خزیرہ پکاکر لائین اور وہ ایک غذا ہی جو گوشت اور آرد گندم سے مرکب ہی پس داخل ہوئین ۱۰

اُسے لیگئی خدمت مین جناب رسالتمآب کی آنحضرت نے فرمایا کہ اپنے شوہر کو اور اپنے فرزندون کو بلا لاؤ پھر
راوی نے کہا کہ علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہما السلام اور جناب سیدہ داخل اُسی حجرہ کے ہوئے جہان
جناب رسالتمآب تشریف رکھتے تھے اور سب بیٹھے اور اُس غذا سے سب نے ملکر کھانا شروع کیا اور یہ سب
وہ حضرات آنحضرت کے ساتھ ایک مکان مین تھے کہ وہ جگہ آرام فرمانے کی آنحضرت کے تھی کہ اسکے نیچے
ایک دوکان تھی اور ایک چادر خیبری آنحضرت کے ساتھ تھی ام سلمہ کہتی ہین کہ مین حجرے مین اپنے نماز پڑھتی تھی
پس حق تعالیٰ نے اِس آیہ کو نازل فرمایا انما یرید اللہ الایہ بعد اسکے پیغمبر خدا نے اُس چادر کو لیا اور آنحضرات کو
اُڑھایا بعد اسکے اپنے ہاتھ چادر کے اندر سے باہر نکالے اور کہا کہ یہ میرے اہلبیت ہین اور یہ میرے مخصوصین ہین
خداوندا الیجا اور دفع کر اُنسے رجس کو اور پاک کر انہین جو حق ہی پاک کرنے کا ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے بھی اُس
مکان مین سر ڈالکر کہا کہ مین بھی تو آپ کے ہمراہ ہون اے رسول خدا فرمایا کہ تو بھی اچھی ہی تو بھی اچھی ہی اِسی روایت کو
مالکی نے کتاب فصول مہمہ مین بھی نقل کیا ہی اور تیسری روایت ابو سلمہ سے مثل اِسی کے ہی اور یہی جملہ سے روایت
اِسی اسناد سے عبدالملک سے ہی کہ اُسنے داؤد بن ابی عوف بن حجاف سے کہ اُسنے شہر بن حوشب سے کہ اُسنے بھی
ام سلمہ سے مثل اِسی کے روایت کی ہی پھر اُسے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اور اسناد سے واثلہ بن اصقع سے
روایت کی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ مین علی ابن ابیطالب کی جستجو مین آنحضرت کے مکان پر گیا پس جناب سیدہ نے
فرمایا کہ وہ پیغمبر خدا کے لینے کو گئے ہین راوی کہتا ہی کہ بعد اسکے دونون بزرگوار ساتھ ہی تشریف لائے اور گھر مین
تشریف لیگئے اور مین بھی اُنکے ہمراہ داخل خانہ ہوا پس اندر مکان کے جاکر پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کو اپنے
جانب چپ اور جناب سیدہ کو جانب راست اپنے بٹھایا اور حسنین علیہما السلام کو اپنے آگے بٹھایا بعد اسکے جو
کپڑا اوڑھے تھے وہ انہین اُڑھایا اور فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا اور کہا کہ خداوندا
یہ میرے اہل ہین خداوندا یہ سزاوار تر اور حق ہین واثلہ کہتا ہی کہ مین نے بھی کنار خانہ سے پکار کر عرض کیا کہ مین بھی
آپ کے اہل سے ہون اے پیغمبر خدا حضرت نے فرمایا کہ تو بھی اہل سے ہی پھر واثلہ نے کہا کہ بس یہی وہ چیز کہ جسکی
اُمید رکھتا ہون مین جو کچھ کہ امید رکھتا ہون اپنے عمل سے راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو اِس حدیث مین وارد ہی کہ جناب امیر
علیہ السلام کو پیغمبر خدا نے جانب چپ اپنے بٹھایا یہ مضمون غریب ہی اور معارض ہی اُن اخبار سے جنمین وارد ہی
جانب راست آنحضرت کو بٹھایا جیسا کہ روایت ام سلمہ مین ہی جو آیندہ عنقریب انشاء اللہ ذکر کیجائیگی پس یا تصرف
راوی کا ہی کہ اُسنے بھولے سے ایسا کہا ہو یا دانستہ بہ نیت فاسد تبدیل جہت کی ہو ولیکن بر تقدیر صحت وقوع امر
پس شاید مراد اِس سے یہ ہوگا کہ تا اعزاز حضرت کا زیادہ ہوگا کیونکہ دل سینہ کے اندر جانب چپ مین واقع ہی
تو اِس طرف جگہ دینا اِسلیے ہوگا کہ تا دل سے وہ حضرت قریب ہون جیسا کہ پیش حکماء عقلا قاعدہ مروج ہی کہ جب

زیادہ عزیز رکھتے ہین اُسے دل کی طرف جانب چپ مین اپنے بٹھاتے ہین اور جو واثلہ کی زبانی ہو کہ اُسنے
عرض کیا کہ مین بھی آپ کے اہل سے ہون یہ اہلبیت تو حقیقی کسی طرح ہو نہین سکتے جیسا کہ ظاہر ہی شاید
اہل مذہب اور اہل اسلام ہونے کی طرف اُسنے اشارہ کیا ہوگا کہ اُسکے موافق آنحضرت نے فرمایا ہوگا کہ ہان
تو بھی اہل اسلام سے اور میرے اہل دین سے ہی کیونکہ اہل آنحضرت کے بنا بر اُنکے اخبار کے تو وہ ہین جنپر
صدقہ حرام ہی زیادہ ہین جو واقع ہین حق تعالی سے قرب معنوی اور مرتبہ اخلاص حاصل رکھتے ہین جیسا کہ آل عبا کا
حال ہی بہرگونہ یہ محمول مجاز پر ہوگا فتدبر اور روایت وہ ہی جو عبد اللہ ابن احمد بن حنبل نے بذریعہ اپنی اسناد کے
اُسے واثلہ بن اسقع سے کی ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ جب سر مبارک فرزند رسول ثقلین امام حسین علیہ السلام کا شہر
شام مین آیا تو راوی کہتا ہی کہ ایک شامی نے واثلہ سے ملاقات مین اظہار سرور کیا واثلہ اس مشاہدہ سرور سے
غضبناک ہوا اور کہا کہ قسم ہی خدا کی کہ مین ہمیشہ دوست رکھتا ہون امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور امام حسن
اور امام حسین کو جب سے کہ سنا ہی مین نے پیغمبر خدا سے جبتک وہ حضرت خانۂ ام سلمہ مین تھے اور فرماتے تھے
اُنکے بارے مین وہ کچھ جو فرماتے تھے لیکن واثلہ نے کہا کہ ایک روز مین پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا
اور اُس دن وہ حضرت ام سلمہ کے گھر مین تشریف رکھتے تھے کہ اتنے مین جناب امام حسن علیہ السلام آئے اور اُنکو
آنحضرت نے اپنی گود مین جانب راست لیا اور بوسے اُنکے لیے اور اسکے بعد امام حسین آئے اُنہین بھی آنحضرت نے
اپنی گود مین جانب چپ اپنے بٹھایا اور بوسہ لیا اُسکے بعد جناب سیدہ تشریف لائین اُنہین اپنے روبرو بٹھایا
بعد اسکے علی ابن ابیطالب کو بلایا جب وہ حضرت آئے تو اُن سب پر چادر خیبری اپنی اُڑھائی اور گویا مین دیکھتا تھا
کہ اسکے بعد فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا راوی حدیث کہتا ہی کہ مین نے واثلہ سے کہا
کہ یہ جس کیا ہی واثلہ نے کہا کہ شک ہی ہیچ خدا ے عزوجل کے اور روایت پھر اسی محدث نے باسناد اپنے
ابن عباس سے نقل کی ہی کہ کہا انھون نے حدیث طویل مین کہ پیغمبر خدا نے اپنا لباس لیکر اُڑھایا علی ابن ابیطالب
اور جناب فاطمہ اور جناب حسنین علیہم السلام پر اور فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا
آٹھوین وہ روایت ہی جو اُسے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے بوسائط اپنی اسناد کے ام سلمہ زوجہ رسول خدا سے
روایت کی ہی کہ اُسکا حاصل یہ ہی کہ جب مدینہ مین خبر شہادت امام حسین علیہ السلام کی آئی تو ام سلمہ نے اہل عراق پر
لعنت کی اور بعد اُسکے کہا کہ مارا اُنھون نے حسین کو خدا اُنھین مارے اور اُس سے لڑے اور اُسے ذلیل کیا خدا
اُنپر لعنت کرے پس تحقیق کہ مین نے پیغمبر خدا کو دیکھا ہی جبکہ جناب سیدہ آنحضرت کے واسطے کھانا طبق مین
رکھکر لائین اور آنحضرت کے سامنے رکھا تو فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہان ہین آنحضرت نے عرض کیا
کہ گھر مین ہین فرمایا کہ جاؤ اور اُنہین اور اپنے بیٹون کو لے آؤ ام سلمہ کہتی ہین کہ جناب سیدہ تشریف لیگئین اور

حسنین

آنحضرت کو اپنے ساتھ لیکر پھرین اسطرح کہ آگے آگے دونون صاحبزادے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے اور جناب سیدہ کے پیچھے جناب امیر تشریف لاتے تھے یہان تک کہ رسول خدا کی خدمت مین یہ بزرگوار حاضر ہوئے پس ان دونون صاحبزادون کو اپنی گود مین بٹھایا اور جناب امیر علیہ السلام جانب راست اور جناب سیدہ جانب چپ رسول خدا کے بیٹھین بعد اسکے ام سلمہ کہتی ہین کہ آنحضرت نے عبائے خیبری کو جو میرے نیچے بچھی تھی کھینچا اور خود اوڑھا اور آنحضرات کو اوڑھایا اور دونون جانب سے عبا کو پکڑ کر دست راست اپنا دعا کے لیے بلند کیا اور فرمایا کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین انسے رجس کو دفع کر اور پاک کر انہین جو حق پاک کرنے کا ہے ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے کہا کہ اے رسول خدا کیا مین آپ کے اہل سے نہین ہون فرمایا کہ ہان اہل سے ہو لیکن جب دعا علی ابن ابیطالب اور اپنی بیٹی کے لیے اور حسنین علیہم السلام کے واسطے تمام فرما چکے اسوقت مجھے عبا مین داخل کیا راقم رسالہ کہتا ہے کہ یہ مضمون کہ ام سلمہ کو بھی عبا مین بٹھایا مضمون چادر ہے چونکہ روایت کہ طرق امامیہ کے موافق وارد ہوئی ہے اس مین یہ نہین ہے اور غالب ہے کہ مضافات سے ہو اور یہ محض اسلیے ہوگا کہ تخصیص آل عبا کی جو اس چادر مین بیٹھنے کی ہے اسے مٹائین لیکن معارض ہے اس مضمون کو وہ حدیث جو اسی محدث نے اپنے باپ اور اسنے پھر ام سلمہ سے نقل کی ہے اور وہ تیسری روایت ہے جو اسی محدث نے اپنے باپ سے اسکی اسناد سے جو مثل اسناد اول ہے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ کاش اسوقت تم اپنے شوہر اور بیٹون سمیت میرے پاس آتین یہ سنکر جناب سیدہ گئین اور علی ابن ابیطالب کو اور حسنین علیہما السلام کو اپنے ساتھ لیکر تشریف لائین جب یہ حضرات حاضر ہوئے تو پیغمبر خدا نے چادر فدک اپنے اوپر اوڑھائی اور ام سلمہ کہتی ہین کہ بعد اسکے حضرت نے اپنا ہاتھ آنحضرات پر رکھا اور فرمایا کہ خداوندا یہ آل محمد ہین نازل کر تو اپنی رحمتون کو اور برکتون کو اوپر محمد اور آل محمد کے بتحقیق کہ تو صاحب حمد اور بزرگی کا ہے ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے اسکے بعد چادر کو اٹھایا تاکہ انکے ساتھ داخل ہو رہون اور شریک اصحاب کسا ہون پس آنحضرت نے میرے ہاتھ سے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا کہ تو بھی نیک راہ پر ہے اب اس روایت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ خود پیغمبر خدا کا سوا آنحضرات کے اور کا شریک کرنا تو کیسا بلکہ جو ام سلمہ نے خود شریک ہونے کا ارادہ کیا تو مانع ہوئے اور چادر کو انکے ہاتھ سے لے لیا اور درخواست مشارکت کو انکی نہ قبول کیا اور واقع مین یہ ہے کہ اس روایت سے کسقدر صدق لہجہ اور راست گفتاری جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ظاہر ہوتی ہے کہ انکے اظہار ورع اور تقدس کو کافی ہے اور حقیقت مین زوجہ رسول خدا ایسی مقدسہ کو زیبا ہے جو حضوری اور غیبت رسول مین یکسان رہین اور جسطرح درباب اہلبیت علیہم السلام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کو دیکھا تھا اور اقوال کو سنا تھا اسی کے موافق آنحضرات کے ساتھ بخصوص مودت و محبت اور اظہار حقیقت کی رعایت کرتی رہین اور کبھی چشم زدن بھی انکی مخالفت کو پسند نہ کیا واقع مین جو

آنحضرت نے اُنکی بہ نسبت فرمایا تھا آبتک علی خیر اُسکا اثر مشاہدہ ہوا اور منجملہ اُنہی کے حدیث وہ ہے جو اُسے احمد حنبل نے
اپنے باپ سے بذریعہ اُنکی اسناد کے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ اُسکا حاصل یہ ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ میرے گھر مین تھے کہ خادم نے خبر دی کہ جناب علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا دروازے پر
یا صحن مکان مین کھڑی ہین ام سلمہ کہتی ہین کہ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اُٹھو اور میرے اہلبیت کو دیکھو
وہ کدھر ہین ام سلمہ کہتی ہین کہ یہ سنکر مین گئی اور گھر مین مین نے دیکھا قریب ہی آنحضرات کو پایا بعد اُسکے
علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا اور حسنین علیہم السلام خدمت مین حضرت رسول کی حاضر ہوے جن
حالون کے یہ دونون بزرگوار کم سن تھے پس اُن دونون صاحبزادون کو پیغمبر خدا نے لیا اور اپنی گود مین بٹھایا
اور اُنکے بوسے لیے اور ایک ہاتھ سے علی ابن ابیطالب کو اپنے گلے سے لگایا اور دوسرے ہاتھ سے جناب
سیدہ کو گلے سے لگایا اور جناب سیدہ کا بھی بوسہ لیا اور اُسکے بعد اُنپر لباس کہ خز یا صوف کا سیاہ تھا اُڑھایا اور
فرمایا کہ خداوندا تیری طرف نہ تیری آتش غضب کی طرف مین اور میرے اہلبیت ہین ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے
کہا کہ یا رسول اللہ مین بھی تو ہون آپ کے اہلبیت سے یہ سنکر فرمایا یا ام سلمہ اپنی جگہ پر رہ تو بھی اچھی ہے نیک راہ پر ہے
اور حدیث ثقلین سے وہ ہے جو صحیح بخاری سے نقل کی ہے لفظ اُسکا الحادی عشر من صحیح البخاری من الجزء الرابع منه
علی حد کراسین من اخر الجزء واجزاء البخاری من ثمانیة واجزاء مسلم من ستة وهذا من المتفق علیه منهما شیخ البخاری و اخبر الشیخ الامام ابوبکر
عبد اللہ بن منصور بن عمران الباقلانی المقری ص ۷ الجامع بواسط العراق فی رجب من سنة اربع وثمانین خمسمائة قال اخبرنا الشیخ الامام
الحافظ ابو الوقت عبد الاول بن شعیب عن الرجال المتصلین الی الشیخ الی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری یرفعه الی مصعب بن شیبة عن صفیة
بنت شیبة عن عائشة قالت قالت عائشة خرج النبی غداة وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه
ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا حاصل اُسکا یہ ہے کہ مصنف کتاب جمع بین الصحاح نے
لکھا ہے کہ یہ روایت بخاری ومسلم دونون مین متفق علیہ ہے اور صحیح بخاری مین یہ بتوسط روات عائشہ سے منقول ہے کہ
کہا اُنھون نے کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ صبح کو اس طرح برآمد ہوے کہ دوش مبارک پر آنحضرت کے
ایک چادر منقش تھی کہ وہ سیاہ بالون سے بافتہ تھی پس آنحضرت کی خدمت مین امام حسن فرزند علی ابن ابیطالب آئے
اور اُنھین اُن جناب نے اُس ردا کے اندر داخل فرمایا اور اُسکے بعد جناب امام حسین آئے اور اُس ردا مین داخل
ہوے بعد اُسکے جناب فاطمہ زہرا آئین اُنھین بھی اُس ردا مین داخل فرمایا بعد اُسکے علی ابن ابیطالب آئے اُنھین بھی
اُس ردا مین داخل فرمایا بعد اُسکے یہ آیہ حضرت نے پڑھا انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا راقم رسالہ
کہتا ہے کہ فقرات عربی مین اس حدیث کے بہ نسبت اور حضرات کے ہے ثم جاء فادخله اور بہ نسبت جناب سید الشہداء کے ہے
ثم جاء الحسین فدخل معه اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا سن شریف اُس وقت ایسا تھا کہ محتاج رعایت ادب استیذان کے نہ تھے

یا بقرینہ مقام حضرت کو اسکا علم حاصل ہو گیا ہو کہ میری شراکت بھی نانا کو منظور ہی یا یہ خرق عادت حق تعالیٰ نے
اسکا علم اُن جناب کو عطا فرمایا ہوگا لیکن رضامندی اس فعل سے آنحضرت کے جناب رسول خدا کی یقینی ظاہر ہی
اور انھی جملہ سے روایت مسلم بن حجاج قشیری سے ہی کہ اُسنے اپنے صحیحہ مین بتغیر اوساط وسناد روایت کو عائشہ سے
نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا برآمد ہوے جن حالونکے چادر سیاہ بالون کی اوڑھے تھے اور پھر وہی حدیث جو صحیح بخاری سے
منقول ہو چکی نقل کی ہی اور وہ روایت ہی جو ابو اسحق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نے اپنی تفسیر مین قول خدا تعالیٰ
طٰہٰ کی تفسیر مین کہا ہی کہ جعفر ابن محمد الصادق نے فرمایا کہ طٰہٰ طہارت اہلبیت محمدؐ کی ہی اور اسکے بعد قرات فرمائی
انما یرید اللہ الایہ کی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ذیل تفسیر کریمہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ مین کہا ہی کہ
سعد ابن ظریف نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہی کہ علی بن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت مین دو موتی ہین
بطنان عرش کے قریب کہ ایک انکا سفید ہی اور دوسرا انکا زرد ہی اور ہر ایک مین انکے ستر ہزار غرفے ہین کہ انکے
دروازے اور اکواب واباریق ایک عرق سے ہین پس سفید اُسنے واسطے محمد و اہلبیت محمد کے ہین اور زرد اُسنے
واسطے ابراہیم اور اہلبیت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہین اور بعض انھین سے وہ روایت ہی جو ثعلبی نے بذریعہ اپنی
اسناد کے ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ آیہ انما ولیکم اللہ
الایہ نازل ہوا پانچ شخصون کے حق مین فیّ وفی علی وفی حسن وحسین وفاطمۃ یعنی میرے حق مین اور علی ابن ابیطالب کے
حق مین اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب فاطمہ زہرا کی شان مین نازل ہوا راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو تصریح و تخصیص کہ
مورد آیت کی اس روایت مین ہی اسکے بعد کسی طرح ہرگز ممکن نہین ہی کسی کو کہ دوسرے کے حق مین ادعا اسکے نزول کا
کیا کرے یا ارادہ تعمیم کا بہ نسبت ازواج وغیرہ کے کرین اور پھر ثعلبی نے اپنی اسناد سے ام سلمہ سے نقل کیا ہی اس
روایت کو جو مشابہ ہی اُس روایت سے جسے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے وسائط سے نقل کیا تھا اور وہ موافق
مضمون اُن بعض روایات کے ہی جو یہان منقول ہو چکی ہین کہ وہ دوسری روایت ہی پھر منجملہ انکے وہ روایت ہی جو
ثعلبی نے بنی الحرث بن تیم اللہ سے کہ اُسے مجمع کہتے ہین روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین اپنی مان کے ساتھ عائشہ کے
مکان پر گیا پس مین نے اپنی مان سے پوچھا کہ تمسے کیا باتین عائشہ سے ہوئین اُسنے کہا کہ مین نے کہا عائشہ سے
کہ مین نے تمہارا خروج کرنا روز جمل دیکھا اسکے جواب مین عائشہ نے کہا کہ یہ خدا کی طرف سے تھا اسکے بعد مین نے
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے حال سے پوچھا عائشہ نے کہا کہ تو اسکے حال کو پوچھتی ہی جو سب سے زیادہ پیغمبر خدا کے
نزدیک پیارا اور محبوب تھا بہ تحقیق کہ دیکھا ہی مین نے علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کو جن حالون کے پیغمبر خدا انھین
سب کو اپنی چادر مین جمع کیے تھے اور فرماتے تھے کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین اور مخصوص میرے ہین پس
دور کر اُنسے رجس کو اور پاک کر انھین جو حق پاک کرنے کا ہی اسوقت مین نے کہا کہ اے رسول خدا مین بھی تو آپ کے

اہل سے ہون یہ سنکر فرمایا کہ ہٹ جا کنارے تو بھی خیر پر ہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ رواۃ اسکی بہت معتبر ہین حضرات اہلسنت کے کیونکہ ثعلبی نے لکھا ہی کہ خبر دی مجھے حسین بن احمد ثقفی نے عمر ابن الخطاب سے اور اُنسنے یہ حدیث نقل کی عبد اللہ بن فضل سے کہ اُسنے اُسے روایت کیا امام حسن علیہ السلام سے کہ انھون نے روایت کی یزید بن ہارون سے کہ کہا اُسنے خبر دی مجھے توام بن حوشب نے کہ اُسنے اپنے چچا کے بیٹے سے کہ وہ بنی تیم اللہ کے قبیلہ سے تھا اُسے بیان کیا اپنی مان کی زبانی سلسلہ روایت کہین قطع نہین ہوا اور ملاحظہ کتب رجال سے واضح ہی کہ یہ رواۃ انکی معتبر ہین سے ہین پھر بڑے تعجب کی بات ہی کہ ام المومنین عائشہ نے بعد اسکے کہ ملاحظہ اس حال کا خود کیا کیونکر جنگ جمل مین مقابلہ اُن جناب کا کیا اور اُنکی مخالفت اور محاربہ کو اُنکے ساتھ پسند کیا اور پھر بعد اسکے اس فعل قبیح کو خدا کی طرف سے منسوب کیا جو محبوب پیغمبر ہوا اور اُسکے لیے دیکھا ہو کہ نبی نے جنکی دعا مقبول تھی دعا دفع رجس اور حصول تطہیر کی فرمائی اُسے یہ نہ جانا کہ یہ صادق ہین اور اُنسے سوا حق کے اب کچھ اور صادر نہو گا پھر کسطرح خلاف حق کو اختیار کیا اور اُسے خدا کی طرف منسوب کیا یہ دوسرا اغوا شیطان کا تھا کہ امر باطل کو اختیار کرایا اور پھر اُنکے ذہن مین اسکا رسوخ پیدا کرایا کہ یہ من اللہ ہوا حالانکہ یقینی وہ شیطانی امر تھا اور اس سے بھی زیادہ حال اُن علما کا ہی جو اِس روایت کے سُننے کے بعد جسمین پیغمبر خدا کے ارشاد کی نقل ہی کہ جب عائشہ نے درخواست اپنے اندراج کی اُس مجمع مین جو زیر چادر رسول خدا تھا اور اُنکے لیے حضرت دعا فرما رہے تھے کی تو جواب مین حضرت نے فرمایا تنحی یعنی تو علیحدہ ہو اور کنارے ہٹ جا پھر یعنی اہلبیت مین کلام کرتے ہین اور غیرون کو شریک کرتے ہین اُس جماعت مین جسمین پیغمبر خدا نے کسی کو شریک نہین کیا اور اسی جملہ سے روایت وہ ہی جو ثعلبی نے باسناد اپنے اسمعیل بن عبد اللہ بن جعفر طیار سے روایت کی ہی کہ انھون نے جعفر طیار سے نقل کیا ہو ھکذا لفظ الحدیث لما نظر رسول اللہ الی الرحمۃ ھابطۃ من السماء قال من یدع مرتین قالت زینب انا یا رسول اللہ فقال ادعی لی علیا و فاطمۃ والحسن والحسین قال فجعل حسنا عن یمینہ وحسینا عن شمالہ وعلیا وفاطمۃ تجاھہ ثم غشاھم کساء خیبریا ثم قال ان لکل نبی اھلا وھولاء اھل بیتی فانزل اللہ عز وجل انما یرید اللہ الآیۃ فقالت زینب یا رسول اللہ الا ادخل معکم فقال رسول اللہ مکانک فانک علی خیر انشاء اللہ یعنی جب رسول خدا نے رحمت خدا کی طرف نظر فرمائی اور دیکھا کہ وہ آسمان سے نیچے اُترتی آتی ہی تو فرمایا دو بار کہ کسکو بلائین ہم زینب نے عرض کیا کہ مین ہون ای رسول خدا یہ سنکر فرمایا کہ علی و فاطمہ و حسن و حسین کو میرے پاس بلا لا جب یہ بزرگوار آئے تو امام حسن کو جانب راست اور امام حسین کو جانب چپ اپنے اور جناب علی ابن ابیطالب کو اور جناب سیدہ کو اپنے سامنے بٹھایا اور چادر خیبری انھین اُڑھائی اور دعا کی کہ خداوندا ہر نبی کے واسطے اہلبیت ہوتے ہین اور یہ میرے اہلبیت ہین پس نازل فرمایا حق تعالی نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الآیہ اُسوقت زینب نے عرض کیا کہ ای پیغمبر خدا آیا مین بھی آؤن اور ردا مین داخل ہون آپ کے ساتھ حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر رہ تو بھی راہ صواب پر ہی انشاء اللہ تعالی

اور ابراہیم محمد بن حموینی نے بھی اسی روایت کو اور اسناد سے نقل کیا ہو اور اسی سے روایت وہ ہی جو ثعلبی نے اپنی اسناد کے ذریعہ سے واثلہ بن اسقع سے نقل کیا ہی کہ وہ مثل پہلی روایت کے ہی پھر وہ روایت ہی کہ جو ثعلبی نے بذریعہ اپنی اسناد کے ابی حمراء سے نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نو مہینے مدینہ منورہ مین مثل ایک دن کے رہا ہمیشہ یہ دیکھا کہ ہر صبح کو پیغمبر خدا جب اپنے دولتخانہ سے آتے تھے تو علی اور فاطمہ کے دروازے پر کھڑے ہوتے تھے اور فرماتے تھے الصلوۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا اور یہ روایت پھر ثعلبی سے ہی کہ اُسنے بذریعہ اپنی اسناد کے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے فرمایا جناب رسالتماب نے کہ حق تعالیٰ نے خلق کی دو قسمین کین پس مجھے جو اچھی قسم ان دونون مین سے تھی اُسے پیدا فرمایا اور وہ قول ہی خداے تعالیٰ کا و اصحاب الیمین ما اصحاب الیمین پس مین بہترین اصحاب یمین سے ہون بعد اُسکے دونون قسمون کی تین قسمین کین پھر مجھے جو سب سے بہتر قسم تھی اُس سے گردانا اور وہ یہ قول ہی خداے تعالیٰ کا و اصحاب المیمنہ ما اصحاب المیمنہ والسابقون السابقون پس مین سابقین سے ہون اور بہترین سابقین ہون پھر اُن تینون قسمون کو قبیلون پر تقسیم فرمایا پس مجھے بہترین قبائل سے گردانا بعد اُسکے قبائل سے گھر بناے پھر مجھے اُس گھر سے کیا جو سب سے بہتر ہی اور وہ یہ قول ہی خدا کا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا اور بعض روایت اُنسے وہ ہی جو حمیدی سے نقل کی ہی کہ اُسنے بہ نسبت اُسکے لکھا ہی الرابع والستون من المتفق علیہ من الصحیحین عن البخاری و مسلم من مسند عائشۃ عن مصعب بن شیبہ عن صفیہ بنت شیبہ عن عائشۃ قالت خرج النبی ذات غداۃ و علیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جاءت فاطمہ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا و لیس لمصعب بن شیبہ عن صفیہ بنت شیبہ فی مسند فی الصحیحین غیر ھذا اور چونکہ ترجمہ اسکا گیارھوین روایت ہی روایات مذکورہ سے اسلیے اب حاجت اسکے اعادہ کی نہین ہی اور بعض اُنہین سے روایت وہ ہی جسکی نسبت مصنف کتاب نے بہ نسبت اپنی نقل کے اور سند کے لکھا ہی و من الجمع بین الصحاح الستہ من موطا مالک بن انس الاصبحی و صحیح مسلم و البخاری و سنن ابی داود السجستانی و صحیح الترمذی و النسخۃ الکبیرۃ من صحیح النسائی من جمع الشیخ ابی الحسن رزین بن معاویہ العبدری السرقسطی الاندلسی من صحیح ابی داود السجستانی و ھو کتاب السنن فی تفسیر قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا عن عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و علیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جاءت فاطمہ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا قال و عن ام سلمہ زوج النبی ان ھذہ الایۃ نزلت فی بیتھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الایۃ قالت وانا جالسۃ عند الباب فقلت یا رسول اللہ الست من اھل البیت فقال انک الی خیر انک من ازواج رسول اللہ قالت وفی البیت رسول اللہ و علی و فاطمہ و حسن و حسین فجللھم بکساء و قال اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا یعنی یہ روایت منقول ہی جمع بین الصحاح الستہ موطا مالک بن انس اصبحی سے اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری اور سنن ابی داود سجستانی اور صحیح ترمذی اور نسخہ کبیرہ صحیح نسائی سے کہ وہ جمع کردہ شیخ ابو الحسن رزین بن معاویہ عبدری

سرقطی اندلسی ہی کہ اُسنے صحیح ابی داؤد سجستانی سے لیا ہی اور وہ کتاب حدیث کی ہی اُنہین تفسیر مین آیہ انما یرید اللہ الآیہ
اُن عائشہ سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ برآمد ہوے جن حالون کے لباس سیاہ بالون کا بنا ہوا دوش
مبارک پر تھا اُسکے بعد امام حسن آے اُنھین بھی اُسمین داخل کیا بعد اُسکے امام حسین آے اُنھین بھی اُسمین داخل کیا بعد
اُسکے جناب فاطمہ زہرا آئین اُنھین بھی اُسمین داخل فرمایا پھر جناب علی ابن ابیطالب آئے اُنھین بھی اُسمین داخل فرمایا
پھر یہ آیہ پڑھا راقم رسالہ کہتا ہی کہ یہ روایت بھی مثل اُس روایت کے ہی جو صحیح بخاری سے اوپر اُسکا ترجمہ ہو چکا ہی فقط فرق
اتنا ہی کہ اُسمین بہ نسبت سید الشہدا علیہ السلام کے فدخل معہ تھا اسمین فادخلہ ہی باقی مضمون واحد ہی اور اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی
کہ یہ آیت اُنکے گھر مین نہین نازل ہوئی کیونکہ وہ کہتی ہین خرج رسول اللہ یعنی وہ حضرت باہر تشریف لیگئے اِس لباس کے
ساتھ اور دلالت کرتی ہی وہ خبر جو اُنھین صحاح ستہ مین سے بعد اِس روایت کے ام سلمہ سے سید ہاشم مرحوم نے
نقل کی ہی اور اُسکا حاصل یہ ہی کہ ام سلمہ زوجہ رسول سے ماثور ہی کہ یہ آیہ اُنھین کے گھر مین نازل ہوا انما یرید اللہ الخ
اور وہ کہتی ہین کہ مین دروازے کے نزدیک بیٹھی تھی پس عرض کیا مین نے کہ اے رسول خدا کیا مین آپ کے اہل سے
نہین ہون حضرت نے جواب مین فرمایا کہ تو بھی اچھی طرف ہی اور تو ازواج پیغمبر خدا سے ہی اور کہا ام سلمہ نے کہ اُسوقت
گھر مین رسول خدا اور علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام فقط تھے پس اُنھین اپنی چادر اُڑھائی اور فرمایا کہ خداوندا یہ میرے
اہلبیت ہین پس دور کر اُنسے رجس کو اور پاک کر اُنھین جو حق پاک کرنے کا ہی انتہی بڑے تعجب کی بات ہی کہ
اِس تصریح کے بعد پھر بھی محل اِسکا باقی ہی کہ کوئی اُنکے سوا اِس آیت مین جو لفظ اہلبیت وارد ہی اُس سے دوسرون کو مراد
لین اور تاویلات دور از کار قرار دین اور نص کے مقابل مین اجتہاد کرین اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جو مثل اِسکے
کتاب صحیح ابی داؤد سے کہ کتاب سنن ہی مناقب حسنین علیہما السلام مین عائشہ سے منقول ہی جو قریب اللفظ و المعنی تھی
اِسلیے ذکر سند پر اُسکی اشارہ کافی ہی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جو سنن ابی داؤد اور موطا مالک سے منقول ہی
انس سے کہ کہا اُسنے کہ جب سے یہ آیہ نازل ہوا اُسوقت سے چھ مہینے تک جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نماز
صبح کو تشریف لاتے تھے دروازے پر جناب سیدہ کے تشریف لیجاتے تھے اور فرماتے تھے الصلوۃ یا اہل البیت
انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اور مالکی نے اِس روایت کو ترمذی سے نقل کیا ہی اور بعض اُنسے
وہ روایت ہی جو مسلم بن حجاج نے اپنے صحیح مین زید بن ارقم سے نقل کی ہی کہ کہا اُسنے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
ایک دن خطبہ فرمانے کو کھڑے ہوے اُس مقام پر جو مکہ و مدینہ کے بیچ مین ہی اور اُسے خم کہتے ہین پس پہلے حمد
و ثناے الہی ادا فرمائی اور بعد اُسکے وعظ فرمائی اور خدا کی یاد سب کو دلائی بعد اُسکے فرمایا کہ ایہا الناس مین نہین ہون
مگر انسان اور قریب ہی کہ میری طرف فرستادہ خدا کی طرف سے طلب کرنے کو آے اور مین اُسے قبول کرون
حاصل یہ کہ خبر اپنی وفات کی حضرت نے سنائی اور فرمایا کہ مین دو چیز بزرگ تم مین چھوڑتا ہون ایک خدا کی کتاب

کہ اُسمین نور و ہدایت ہی پس لو کتاب خدا کو اور اُسے قبول کرو اور اُس سے متمسک ہو پس کتاب اللہ کی طرف حث
و ترغیب فرمائی بعد اُسکے فرمایا کہ میرے اہلبیت ہین مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین
مین تمھین یاد خدا کو دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین
مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین حصین نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ اے زید آیا اہلبیت
ازواج آنحضرت کے نہین ہین زید نے کہا کہ ہان وہ بھی اہلبیت ہین لیکن اہلبیت وہ ہین جنپر صدقہ بعد
آنحضرت کے حرام ہی اور پھر ابراہیم بن محمد حموینی نے بھی یہی روایت کو دوسری اسناد سے نقل کیا ہی کہ اسمین
اہلبیت کی تصریح زید بن ارقم نے اسطرح کی ہی کہ جب یزید بن حیان نے اُنسے پوچھا من اھل بیتہ نساؤہ قال لا اھل بیتہ
عصبۃ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ آل علی وآل العباس وآل جعفر وآل عقیل اور دوسرے اور پھر اُسی جملہ سے یہی روایت کو ابراہیم
بن محمد حموینی نے اُسی صحابی سے نقل کیا ہی اُسمین اذکرکم اللہ کے عدد کی تفصیل ثلاث مرات ہی اور اُسکے بعد محدث مذکور نے
شیخ احمد بیہقی سے نقل کیا ہی کہ اُنھون نے کہا قد بین زید بن ارقم ان نسائہ من اھل بیتہ وانھم اھل البیت للنساء بتحقیق و ھو متناول
للاول لکل من حرم الصدقۃ من اولاد ھاشم واولاد المطلب لقول النبی ان الصدقۃ لا تحل لمحمد ولا آل محمد واعطاؤہ الخمس الذی عوضہم من
الصدقۃ بنی ھاشم وبنی عبد المطلب وقد سمی زوجتہ الا بمعنی التشبیہ فاذا تخصیص الا من اھل البیت بالذکر ولفظ النبی فی الوصیۃ بھم عام متناول للآل والازواج وقد
امرنا بالصلوۃ علی جمیعھم اور دوسری روایت بھی مثل اسی کے انھین صحابی سے نقل اور سند سے کی ہی اُسمین ہی کہ جب زید سے پوچھا
کہ آیا ازواج پیغمبر خدا کے اہلبیت آنحضرت کے نہین ہین تو زید نے اُسکے جواب مین جو کہا لفظ اُسکا یہ ہی قال لا ایم اللہ
ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر ثم الدھر ثم یطلقھا فترجع الی اھلھا وقومھا اھل بیتہ اھلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ
حق تعالیٰ نے یہ مقرر فرمایا کہ عورت مرد کے ساتھ مدت دراز تک رہتی ہی پھر وہ اُسے طلاق دیتا ہی پس وہ رجوع
کرتی ہی اپنے اہل و قوم کی طرف اہلبیت پیغمبر خدا کے وہ ہین جو اُنسے قریب ہین نسب مین اور صدقہ اُنپر حرام ہی راقم رسالہ
کہتا ہی کہ اب پھر اُسکے بعد ازواج کو شریک اہلبیت کرنا جان انصاف پر ستم توڑنا ہی اور بعض اُنمین سے وہ روایت ہی
جو موافق بن احمد سے کہ صدر ائمہ اہلسنت سے اور خطب الخطبا ہی اور اُسنے اپنی کتاب فضائل امیر المومنین مین باسناد
اپنی ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بعد اُسکے کہ جناب سیدہ علی ابن ابیطالب کے ساتھ
کتخدا ہو چکین چالیس صبح تک دروازے پر جناب سیدہ کے تشریف لیگئے اور جب تشریف لیجاتے تھے تو فرماتے
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور دوسری روایت مین پھر
اسی محدث سے منقول ہی بذریعہ اسی صحابی کے کہ جب آیہ وامر اھلک بالصلوۃ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا
یہ حال تھا کہ نو مہینے تک ہر نماز کے وقت پر جناب سیدہ کے دروازے پر تشریف لیجاتے تھے اور فرماتے تھے
الصلوۃ یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور ایک روایت اسی خطب الخطبا اہلسنت سے

بذریعہ اپنی اسناد کے ام سلمہ سے نقل کی ہے جو مثل روایت منقولہ صحاح ستہ کے ہے اور منجملہ اُسی کے وہ روایت ہے
جو ابراہیم بن محمد حموینی سے منقول ہے کہ اُنھون نے بذریعہ اپنی اسناد کے ثوبان غلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے
نقل کیا ہے کہ کہا اُسنے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حسنین علیہما السلام کو دونون کو لون پر اپنے بٹھایا اور جناب
سیدہ کو اپنی گود مین بٹھایا اور علی ابن ابیطالب کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اللھم ھولاء اھل بیتی یعنی خداوندا
یہ میرے اہلبیت ہین اور بعض اُسی جملہ سے وہ روایت ہے کہ اُسے فاضل حموینی نے باسناد اپنی جناب علی بن الحسین
علیہما السلام سے نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ امام حسن علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اُس شب کو کہ جس رات مین
جناب امیر علیہ السلام نے رتبہ شہادت کا حاصل فرمایا پس اُس خطبہ مین فرمایا کہ ایہا الناس بہ تحقیق کہ انتقال فرمایا ہے
آج کی رات اُس شخص نے کہ نہ پیش روی کی ہے سپر سابقین نے اور نہ اُنکے رتبہ کو پایا ہے آخرین نے پشت زمین پر
اُنھون نے زرد و سفید مال دنیا سے سوا سات سو درہم کے کچھ نہین چھوڑا کہ اُنکی عطا و بخشش سے رہ گیا ہو اور یہ بھی
اِسلیے رہ گیا ہے کہ آپ سے ارادہ تھا کہ غلام خدمت اہل و عیال کے لیے خرید فرمائینگے بعد اُسکے فرمایا کہ ایہا الناس
جسنے مجھے پہچانا ہے اور جو مجھے نہین پہچانتا وہ جانے کہ مین فرزند رسول خدا ہون اور مین فرزند اُسکا ہون جسکا
لقب بشیر ہے اور مین اُسکا فرزند ہون جسے خدا نے باسم نذیر یاد فرمایا ہے اور مین فرزند اُسکا ہون جو داعی الی اللہ تھا
یعنی خدا کی طرف طلب کرتا تھا سب کو اُسکے حکم سے اور سراج منیر تھا یعنی چراغ روشن تھا اور مین اُن اہلبیت سے ہون
کہ جبرئیل ہمارے بیچ مین نازل ہوتے تھے اور ہمارے پاس سے اوپر آسمان کے جاتے تھے اور مین اُن اہلبیت سے
ہون کہ حق تعالیٰ نے اُنسے رجس کو دفع فرمایا ہے اور اُنھین پاک کیا ہے جو حق پاک کرنے کا ہے اور مین اُن اہلبیت سے ہون
کہ حق تعالیٰ نے اُنکی مودت و محبت کو ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے اُسکے بعد اِس آیت کی تلاوت فرمائی جو حق تعالیٰ
فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا پھر فرمایا کہ اقتراف حسنہ کا محبت ہم اہلبیت کی ہے
اور بعض اُنسے وہ ہے جو ابن ابی الحدید سے کہ اعیان علمائے معتزلہ سے ہے اور اُسنے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہے حاصل اُسکا یہ ہے
کہ بہ تحقیق کہ پیغمبر خدا نے بیان فرمایا اپنی عترت کو کہ وہ کون ہین جبکہ فرمایا انی تارک فیکم الثقلین پس آپنے فرمایا
وعترتی اھل بیتی اور دوسری جگہہ پھر اپنے اہلبیت کا بیان فرمایا جب پھر اپنی چادر اُڑھائی اور فرمایا جبکہ آیہ انما یرید اللہ
الخ نازل ہوا کہ اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس بعد اُسکے ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ اگر تو کہے کہ بعض عترت سے
جو پیغمبر خدا نے ارادہ فرمایا اِس کلام سے امیر المومنین علیہ السلام مراد ہین تو مین جواب مین اُسکے کہونگا کہ نفس امیر المومنین
اور اُنکی اولاد سے مراد ہین اور حقیقت مین اصل نفس امیر المومنین مراد ہین اِسلیے کہ فرزندان آنحضرت کے اُنکے تابع ہین اور
اُنکی نسبت اُن جناب سے اُنکے زمان موجودگی مین روشن تارون کی نسبت ہے آفتاب سے جو طالع اور چمکتا ہوا ہو اور
بہ تحقیق کہ پیغمبر خدا نے اِس مطلب پر اپنے قول سے تنبیہ فرمائی ہے وابو کما خیر منکما پھر اُسکے بعد اور شرح بعض اقوال کی

جو بیان صفات عترت مین ہین للمعکر کما ہو فان قات فہذا القول منہ علیہ السلام مستعر بان العترۃ معصومۃ فما قول اصحابکم
فی ذلک یعنی اگر تو یہ کہے کہ یہ قول جناب رسالتمآب کا اشعار اسکا کرتا ہی کہ عترت معصوم ہی پھر اس بارے مین
تمھارے علما و صحاب کا کیا قول ہی تو مین کہونگا کہ نص ابو محمد بن شتویہ فی کتاب الکفایۃ علی ان علیا معصوم ان لم یکن واجبا
لعصمتہ و لا العصمۃ شرط فی الامامۃ لکن دلالۃ النصوص علی عصمتہ و القطع علی باطنہ بقینہ و ان ذلک امر مختص ہو بہ دون غیرہ من سایر الفرق و ہم
بین قولنا زید معصوم و بین قولنا زید واجب العصمۃ لانہ امام و من شرط الامام ان یکون معصوما فالاعتبار الاول مذہبنا
والاعتبار الثانی مذہب الامامیۃ یعنی نص کی ہی ابو محمد بن شتویہ نے کتاب کفایہ مین اس بات پر کہ علی علیہ السلام
معصوم ہین اگرچہ واجب العصمت نہون اور عصمت شرط امامت نہو لیکن نصوص انکی عصمت پر دلالت کرتے ہین
اور آنحضرت کے حسن باطن و یقین کامل کا قطع اور یقین حاصل ہی اور یہ امر ایسا ہی کہ وہ حضرت اس سے مختص ہین
سوا انکے غیر کے سب سے اور فرق ظاہر ہمارے اس قول مین کہ زید معصوم ہی اور اس قول مین کہ زید واجب العصمت ہی
اسلیے کہ امام ہی اور امام کی شروط سے ہی کہ معصوم ہو پس پہلا اعتبار ہمارے مذہب کے موافق ہی اور دوسرا اعتبار
امامیہ کا مذہب ہی انتہی اور اس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ مراد عترت و اہلبیت سے صحاب کسا ہین فقط نہ اور کوئی
اور یہ کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی عصمت فی الحقیقت متفق علیہ ہی فرق فریقین مین فقط اعتباری ہی اور یہی جملہ ہی
جو موافق ابن احمد نے کتاب فضائل علی مین بوسائط اپنے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہی کہ نقل اُسنے
اپنے باپ سے کی ہی کہ کہا اُسنے کہ جناب رسولؐ خدا نے روز خیبر اپنا علم لشکر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام
کو دیا پس آنحضرت کے ہاتھ پر حق تعالیٰ نے فتح اسلام کو جاری فرمایا اور آنحضرت نے اُن جناب کو روز غدیر اپنے پاس
کھڑا کرکے سب خلق کو تعلیم فرمایا اور پہچنوایا کہ وہ جناب مولی ہر مومن و مومنہ کے ہین اور اُنسے فرمایا کہ تو مجھسے ہی اور
مین تجھسے ہون اور فرمایا آنحضرت سے کہ تم مقاتلہ کروگے تاویل پر جیسا کہ کفار کو قتل کیا ہی موافق تنزیل کے اور فرمایا اُنسے
کہ تم مجھسے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ کے ساتھ یعنی جو منزلہ و مقام ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھا وہ تمکو میرے ساتھ ہی
اور فرمایا اُن جناب سے کہ مین صلح و سلامتی خواہ ہون اُس سے جس سے تم صلح و سلامتی چاہنے والے ہو اور برسر جنگ و
دشمنی ہون اُس سے جس سے تم جنگ کرو اور اُس سے دشمنی چاہو اور اُنسے فرمایا کہ تم عروہ وثقی ہو اور اُنسے فرمایا کہ تم بیان
اور ظاہر کروگے اُمت پر میرے بعد جو اُنپر مشتبہ ہو جائیگا اور اُنسے فرمایا کہ تم امام ہو ہر مرد مومن اور زن مومنہ کے اور
تم ولی ہو ہر مومن و مومنہ کے بعد میرے اور فرمایا اُن حضرت سے کہ تم ایسے ہو جسکی شان مین حق تعالیٰ نے نازل
فرمایا واذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر اور فرمایا اُنکے واسطے کہ تم میری سنت اور طریقہ کے لینے والے ہو اور
فساد کے دفع کرنے والے ہو میری ملت سے اور فرمایا اُنکے واسطے کہ مین وہ ہون کہ سب سے پہلے زمین میرے
واسطے شق ہوگی اور تم میرے ساتھ ہوگے شاید کنایہ عالم رجعت سے ہوگا اور فرمایا آنحضرت کے واسطے کہ مین نزدیک

حدیث بیان فضائل ابن احمد اثبات امامت

حوض کے ہونگا اور تو میرے ساتھ ہوگا اور فرمایا آنحضرت کے واسطے کہ مین وہ ہون جو سب سے پہلے بہشت مین داخل ہونگا اور میرے ساتھ داخل بہشت ہونگے تم اور حسنین اور فاطمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین اور فرمایا اُن جناب سے کہ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل فرمائی کہ تیرے اظہار بزرگی کے ساتھ قیام کرون پس مین نے اسکے اظہار مین قیام کیا آدمیون مین اور پہونچایا اُنھین وہ جسکے پہونچانے کو مجھے خدا نے حکم فرمایا تھا اور فرمایا اُنکے واسطے کہ پرہیز کرو اُن ضغائن اور کینون سے جو تمھارے واسطے سینون مین اُن اشخاص کے ہین جو ظاہر نہ کرینگے اُنھین مگر بعد میرے مرنیکے اور وہ گروہ ہی کہ لعنت کرتا ہی اُنپر خدا اور لعنت کرینگے اُنپر لعنت کرنے والے اسکے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ روے پس اصحابون نے عرض کیا کہ ای رسول خدا آپ کسواسطے روتے ہین فرمایا کہ مجھے خبر دی جبرئیل نے کہ وہ علی ابن ابیطالب پر ظلم کرینگے اور اُسے مانع ہونگے اُس سے جو حق اُسکا ہی اور اُسکے ساتھ مقاتلہ کرینگے اور اُسکی اولاد کو قتل کرینگے اور اُنپر ظلم کرینگے بعد اُسکے اور خبر دی ہی مجھے جبرئیل نے خداوند جلیل کی طرف سے کہ یہ ظلم اُسوقت زائل ہوگا کہ جب قائم آل محمد قائم ہوگا اور اُنکی بات بالا ہوگی اور اُمت اُنکی محبت پر مجتمع ہوگی اور دشمن اُنکے کم رہ جاوینگے اور اُنسے کراہت و بیزاری کرنے والے ذلیل ہونگے اور اُنکی مدح کرنے والے بہت ہوجاوینگے اور یہ اُسوقت ہوگا کہ جب شہر متغیر ہوجائین اور بندگان خدا ضعیف ہوجائین اور یاس و ناامیدی مبدل ہو فرح و خوشی کے ساتھ پھر اُسوقت ظاہر ہوگا قائم اُنمین اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ نام قائم آل محمد کا مثل میرے نام کے ہوگا اور اُسکے باپ کا نام مثل میرے باپ کے نام کے ہوگا وہ میری بیٹی کی اولاد سے ہوگا حق تعالیٰ ظاہر فرمائیگا حق کو بسبب اُنکے اور باطل کو مضمحل اور کم زور کریگا اُنکی تلوارون کے زور سے اور سب خلق اُنکی اطاعت کرے گی جو اُنکی طرف راغب ہین اور دوست ہین وہ بھی اور جو اُنسے ڈرتے ہین وہ بھی راوی کہتا ہے کہ یہ فرما کر پیغمبر خدا کا رونا ٹھہرا اُسکے بعد فرمایا کہ ای گروہ مسلمانان تمکو بشارت ہو ساتھ فرح اور کشادگی کے بہ تحقیق کہ وعدہ خدا کا متخلف اور جھوٹا نہین ہوتا اور جو اُسنے حکم کیا ہی وہ نہین پھرتا اور وہ حکیم خبیر ہی اور بہ تحقیق کہ فتح خدا کے قریب ہی خداوندا بہ تحقیق کہ وہ میرے اہل ہین پس اُنسے رجس کو دور کر اور پاک کر اُنھین جو حق پاک کرنے کا ہی خداوندا تو اُنکی حفاظت کرنا اور اُنکی رعایت فرمانا اور اُنکے ساتھ ہونا اور اُنکی مدد فرمانا اور اُنھین عزت دینا اور ذلیل نہ کرنا اور میرے قائم مقام ہونا اُنکے واسطے اور تو جو چاہے اُسپر قادر ہی انتہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ اس روایت سے دیکھنے والے کو علاوہ اِس فائدے کے جو تفسیر اہلبیت کا اختصاص آنحضرت کے ساتھ ہی اور بھی کسقدر فوائد ہین کہ شیعون کو وہ امور اعتقادیہ مین مفید ہین اور موافق اور معین اُنکے دعوے کے ہین کیونکہ امامت کی بھی جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی نص ہی اور بیزاری و لعنت کرنے کی بھی ضرورت ثابت ہی اُنسے جنکے سینون مین ضغائن و کینے اُن جناب کی بہ نسبت تھے اور اُسے اُنھون نے بعد وفات جناب رسالتمآب ظاہر کیا اور اُس خلافت سے جو اُن جناب کا

حق خاص خدا اور رسول کی طرف سے تھا مانع ہوے بالجملہ تولی و تبرا دونون امرون کا وجوب اور ثبوت اس سے بخوبی واضح ہی اور کسقدر نبوت کی تصدیق مین یہ روایت مفید ہی کیونکہ جو خبار آئندہ متعلق بزبان غیبت و وفات اپنے انحضرت نے فرماے تھے انکا کیسا ظہور ہوا کہ اس سے صدق لہجہ نبی کا ظاہر ہوا جو تصدیق نبوت کے واسطے مفید ہی اور اسی طرح اعتقاد رجعت کے لیے بھی مفید ہوا اور یقین واثق ہی کہ جیسا امر اول کے لیے جو فرمایا تھا اور وہ سب اسی طرح ظاہر ہوا اسی طرح امر ثانی جو زمانہ رجعت ہی یہ بھی انشاء اللہ ظاہر ہوگا اور مومنین کی انکھین ٹھنڈی ہونگی اور منکرین کے دل کباب ہونگے اللھم عجل فرجہ وسھل مخرجہ و اکحل ناظرنا بنظرہ منا الیہ اور اسی جملہ سے ہی وہ روایت جو فاضل مذکور نے کتاب مناقب الفاخرۃ فی العترۃ الطاہرہ سے باسناد مصنف کتاب مذبور شریک بن عبد اللہ سے نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ دیکھا مین نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو ایک روز جن حالونکے وہ حضرت کھڑے تھے اور اصحاب پیغمبر خدا کے گرد بیٹھے تھے اور وہ حضرت اُنسے مخاطب ہوکر فرما رہے تھے کہ مین تمھین قسم دیتا ہون کہ ایسا شخص کہ اُس سے بڑا تم مین نہو جو پیغمبر کا بھائی ہی میرے سوا کوئی اور بھی ہی سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین تمھین قسم دیتا ہون خدا کی کہ آیا ہی کوئی تم مین جو خدا اور رسول کے ساتھ ایمان مجھسے پہلے لایا ہو سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین تمھین قسم خدا کی دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی ایک تم مین ہی کہ اُسنے دو قبلون کی طرف نماز پڑھی ہو اور دو بار بیعت کی ہو مجھسے پہلے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمھین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی تم مین ایک بھی ایسا ہی کہ جسکی زوجہ میری زوجہ کے مثل ہو کہ وہ معصومہ پارہ جگر رسول خدا اور بجاے ظہور بزرگی و علا اور مریم کبری اور فاطمہ زہرا اور سیدۃ نساء عالمین تھین سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی تم مین ایسا ہی کہ اسکا بھی چچا مثل میرے چچا کے ہو جو حمزہ تھے کہ وہ شیر خدا اور شیر رسول خدا تھے اور فرشتون نے انھین غسل دیا ہو سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمھین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ کوئی ایک بھی تم مین ایسا ہی کہ اسکی بیٹے مشابہ میرے بیٹون کے جو حسن و حسین سرداران جوانان اہل بہشت ہین ہون سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی ایک بھی تم مین ایسا ہی کہ اسکی قرابت پیغمبر خدا کے ساتھ نیز اور قوی ہو میرے سوا سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا ایک بھی تم مین ہی کہ جسنے میرے سوا پیغمبر خدا کو غسل دیا ہو سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ خدا کی قسم دیکر تمسے پوچھتا ہون کہ آیا تم مین کوئی ایک بھی ہی کہ اُسنے میرے سوا پیغمبر خدا کی انکھین بعد وفات بند کی ہون سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمھین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی ایک بھی تم مین ہی کہ جسنے اپنی جان پیغمبر خدا پر سے قربان کی ہو اور انکے فرش خواب پر سویا ہو اور انکے مقابل مین اپنی جان کو نہ عزیز کیا ہو سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمھین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تم مین کوئی ایک بھی ہی کہ جب وہ کفار سے مقاتلہ کرتا ہو تو جبرئیل اسکے دست راست کی طرف

اور میکائیل اُسکے دست چپ کی طرف رہتے ہون سوا میرے سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ خدا کی قسم دیکر مین پوچھتا
ہون کہ آیا کوئی ایک بھی تم مین ایسا ہی کہ جسکے ساتھ محبت کرنے کو جناب اقدس الٰہی نے حکم فرمایا ہو قال قل لا
اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمسے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون
کہ آیا وہ جسے خدا نے اپنی کتاب مین پاک و طاہر فرمایا حیث قال فی کتابه انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم
تطهیرا تم مین کوئی ہی سوا میرے اور میرے اہلبیت کے سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون
کہ آیا کوئی ایک تم مین ہی کہ جسکا پیغمبر خدا نے روز غدیر خم ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہو کہ من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر کہتا ہون کہ آیا کوئی تم مین ہی کہ جو
تین سہم لیتا تھا ایک سہم قرابت دوسرا سہم خاصہ تیسرا سہم ہجرت سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ قسم خدا کی
تمہین دیکر پوچھتا ہون کہ آیا تم مین وہ شخص کہ جسکے لیے خدا و رسول نے اُسکے دروازے کو مسجد مین کھولنے کا
حکم دیا ہو بعد اُسکے کہ سب کے دروازے بند ہو گئے ہون سوا میرے یہان تک کہ میرے چچا کھڑے ہوے
اور کہا کہ ای پیغمبر خدا ہمارے دروازون کے بند ہونے کو آپ نے حکم دیا اور علی کے دروازے کو کھولا پس فرمایا
آنحضرت نے کہ قسم ہی خدا کی مین نے علی ابن ابیطالب کو اُسمین نہین ساکن کیا بلکہ اُسے خدا نے اُسمین رکھا
اور تمہین نکالا یہ سنکر سب نے کہا کہ سچ فرماتے ہین آپ اسکے بعد آن جناب نے فرمایا کہ خداوندا تو شاہد رہنا
اور خدا کی گواہی کافی ہی انتہی واضح ہو کہ یہ خلاصہ اُن روایات کا ہی جو کتب و طرق اہلسنت سے جامع کتاب
حجت الخصام نے نقل فرمایا تھا اور غرض اسکی نقل سے راقم رسالہ کو اظہار اسکا ہی کہ نزول اس آیہ کا جناب امیرالمومنین
علی ابن ابیطالب کے حق مین اور دلالت اسکی امامت اور فضیلت پر آنحضرت کی متفق علیه بین الفریقین ہی اور
محدثین کا اسپر اجماع ہی جیسا کہ صاحب کتاب المبین نے اس آیہ کو نقل کرکے فرمایا ہی روی الثلثة عشر عن السبعة
انها نزلت فی النبی و علی و فاطمة و الحسن و الحسین و هم اصحاب الکساء علیهم السلام یعنی روایت کی ہی تیرہ محدث نے سات شخصون سے کہ
یہ آیہ نازل ہوا جناب پیغمبر خدا اور جناب علی مرتضیٰ اور جناب فاطمہ زہرا اور جناب امام حسن مجتبیٰ اور جناب
امام حسین سید الشہدا کے حق مین اور وہی بزرگوار اصحاب ردا ہین بالجملہ حاصل اس نقل کا احادیث اہلسنت کے
الزام و اسکات خصم اور تائید اپنی احادیث خاصہ کے ہی اور لیکن جو لائق تمام اعتماد اور قابل اعتقاد ہین پس وہ
احادیث و روایات خاصہ ہین کہ جسکے راوی ثقات مومنین اور اصحاب خاص ائمہ طاہرین کے ہین کہ جنھون نے
اہلبیت صادقین اور ائمہ معصومین علیهم السلام سے احادیث صادقہ کو نقل کیا ہی اسلیے اب مین خلاصہ انکا
روایات خاصہ کا پہلے نقل کرتا ہون کہ تا شیعہ اُسکے موافق اعتقاد کرین اور بعد اسکے پھر انشاء اللہ جو علماء
فریقین مین اس آیہ کے محل استدلال مین لانے سے کلام ہوا اُسے بھی نقل کرونگا تا بغض و عناد اور عصبیت

اور لہذا حضرات اہلسنت کا جو اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہی اور حق پسندی اور صراط مستقیم پر چلنا شیعون کا
اور انکا رسوخ مودت اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ظاہر ہو اور وہ اعتقاد جازم ثابت کا سبب ہو کیونکہ جبتک
انسان حق کو حق اور باطل کو باطل نہین جانتا اسوقت تک اُسے کسی ایک کی طرف اُن دونون سے جزم و یقین
نہین حاصل ہوتا اور یہ اسی وقت مین ممکن ہی کہ جب فریقین کی دلیل کو سُنے اور اسکے مقدمات مین غور و خوض کرے
تو علم حقیقت کا حاصل ہوتا ہی فتدبر واضح ہو کہ سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجت الخصام کے دوسرے باب مین
مقصد ثانی کے موافق طرق شیعہ چونتیس حدیث نقل کی ہین بعض اُنسے وہ ہی کہ محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے
کتاب کافی مین بذریعہ اپنی وسائط کے ابو بصیر سے روایت کی ہی کہ انھون نے کہا کہ مین نے پوچھا جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کو فرمایا کہ یہ آیہ شان مین علی ابن ابیطالب
اور حسن اور حسین علیہم السلام کی نازل ہوا ہی ابو بصیر کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ اہل خلاف یہ کہتے ہین کہ خدا کو
کیا امر مانع تھا کہ اپنی کتاب مین علی ابن ابیطالب اور انکے اہلبیت کے نام کی تصریح نہ فرمائی یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا
کہ اُنسے یہ کہو کہ پیغمبر خدا کے واسطے اور انکی امت کے لیے حق تعالی نے نماز کو واجب فرمایا لیکن حق تعالی نے یہ معین
نہین فرمایا کہ تین بار یا چار بار نماز پڑھین یہانتک کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے امت کے واسطے اسکی تفسیر بیان
فرمائی اسی طرح قرآن مین زکوۃ نازل ہوئی اور یہ نہین نام رکھا کہ ہر چالیس درم سے ایک درم ہی یہانتک کہ پیغمبر خدا نے
امت کے واسطے اسکی تفسیر فرمائی اور حق تعالی نے حج کو واجب فرمایا اور یہ بندون کے لیے بیان نہ فرمایا کہ سات
طواف کرو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وہ ہین جنھون نے اسکی بھی تفسیر فرمائی اور امت کے واسطے طریقہ اسکا بیان
فرمایا اسی طرح نازل ہوا کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم شان مین امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور
حسنین علیہما السلام کی پس فرمایا جناب رسول خدا نے حق مین اُن جناب کے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور فرمایا
آنحضرت نے کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون ساتھ کتاب خدا کے اور اپنے اہلبیت کے تحقیق کہ مین نے خدائے عزوجل سے
سوال کیا ہی کہ کتاب مین اور میرے اہلبیت مین جدائی نہ ڈالے اور اُن دونون کو ملا رکھے یہانتک کہ حوض پر
اُن دونون کو میرے پاس پہونچادے اور حق تعالی نے یہ مسئلت میری قبول فرمائی اور جو مین نے طلب کیا تھا
وہ مجھے عطا فرمایا بعد اسکے فرمایا امت سے اپنی خطاب فرماکر تم اُنکو کچھ تعلیم نہ کرنا پس تحقیق کہ وہ تمسے بہت بڑے
جاننے والے ہین اور فرمایا کہ وہ میرے اہلبیت تمکو ہدایت کے دروازے سے نہ نکالینگے اور گمراہی کے دروازے مین
داخل نہ کرینگے پھر اگر پیغمبر خدا سکوت فرماتے اور اسکے بعد یہ نہ بیان فرماتے کہ اہلبیت آنحضرت کے کون ہین تو فلان کے
اہلبیت اور فلان کی آل اسکا ادعا کرتی کہ ہم وہ اہلبیت رسول ہین ولیکن اللہ جل جلالہ نے اپنی کتاب مین
تصدیق کے واسطے اپنے پیغمبر کے نازل فرمایا کریمہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اسوقت

جناب علی ابن ابیطالب اور حسن و حسین اور جناب فاطمہ زہرا علیہم السلام آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھے انھین پیغمبر خدا نے اپنی چادر میں داخل فرمایا ام سلمہ کے گھر میں اور پھر فرمایا کہ خداوند ہر نبی کے واسطے اہل و ثقل اسکے ہوتے ہیں اور یہ میرے اہل و ثقل ہیں بعد اسکے ام سلمہ نے عرض کیا کہ آیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں فرمایا کہ تم بھی اچھی ہو لیکن یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے ثقل ہیں پھر جبکہ رسول خدا نے اس عالم فانی سے انتقال فرمایا تو علی ابن ابیطالب سب خلق کی بہ نسبت اولی تھے اسلیے کہ امیر خلق اور ولی امور انکے ہوتے اسلیے کہ انکے بارے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بہت کثرت سے تبلیغ فرمائی تھی اور تعین خلق کے واسطے قائم مقام اپنا مقرر کیا تھا اور انکا ہاتھ پکڑ کر سب کو انکی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا پھر جبکہ جناب امیر المومنین نے بھی اس عالم سے انتقال فرمایا تو اب یہ ممکن تھا کہ وہ حضرت بعد وفات بھی کار خلافت کا سرانجام فرماتے اور نہ یہ ہوسکتا تھا کہ وہ حضرت محمد بن علی یا عباس بن علی یا اور کسی کو اپنی اولاد سے امر ولایت میں آدمیوں کے داخل کرتے کیونکہ اگر وہ حضرت ایسا کرتے تو امام حسن و امام حسین علیہما السلام یہ کہتے کہ جناب حق سبحانہ تعالی ہمارے بارے میں بھی نازل فرمایا جیسا کہ آپ کے بارے میں نازل فرمایا اور ہماری اطاعت کرنے کو خلق کو حکم دیا جیسا کہ آپ کی اطاعت کے واسطے حکم فرمایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے ہمارے لیے بھی تبلیغ فرمائی جیسا کہ آپ کے لیے تبلیغ فرمائی اور جس کو خدا نے ہمسے ویسا ہی دفع کیا کہ جیسا آپ سے دفع فرمایا پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو امام حسن علیہ السلام امر خلافت کے لیے اولی تھے بسبب اپنے بڑے ہونے کے اور جب آنحضرت نے بھی وفات فرمائی تو یہ غیر ممکن تھا کہ اپنی اولاد کو داخل فرماتے اور نہ ہوسکتا تھا کہ جیسا حق تعالی فرماتا ہے واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض اسکے موافق اپنی اولاد کو اس منصب جلیل پر مقرر فرماتے کیونکہ اگر وہ حضرت ایسا کرتے تو امام حسین کہتے اس وقت میں کہ حق تعالی نے خلق کو میری اطاعت کا حکم دیا جیسا کہ آپ کی اطاعت کا حکم دیا اور آپ کے باپ کی اطاعت کا حکم دیا اور پیغمبر خدا نے تبلیغ میرے لیے فرمائی جیسا کہ آپ کے لیے اور آپ کے والد بزرگوار کے لیے اور حق تعالی نے رجس کو مجھسے دفع فرمایا جیسا کہ آپسے اور آپ کے والد بزرگوار سے دفع کیا پھر جبکہ امام حسین علیہ السلام درجہ شہادت سے فائز ہوئے تو اس وقت کوئی اہلبیت سے انکے ایسا نہ تھا کہ اسے یہ ممکن ہوتا کہ وہ دعوی خلافت آنحضرت پر اسطرح کرسکتا کہ جسطرح آنحضرت کو ممکن تھا کہ اپنے بڑے بھائی اور والد بزرگوار کے سامنے عرض کرتے جبکہ وہ حضرات یہ چاہتے کہ خلافت کو سوا آنحضرت کے دوسرے کو دیں اور دونوں صاحبوں کو یہ ممکن نہو سکا کہ خلافت اوروں کو دیں بلکہ سید الشہدا علیہ السلام کے واسطے یہ زمان اختیار تفویض خلافت کا ہاتھ آیا پس آنحضرت نے موافق آیہ واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ کے تاویل جاری فرمائی پھر بعد آنحضرت کے یہ منصب جناب علی ابن الحسین کے واسطے ہوا

اور آنحضرت کے بعد جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے واسطے ہوا اور فرمایا کہ رجس وہی شک ہی اور قسم ہی خدا کی
کہ ہم کبھی اپنے خدا کے بارے مین شک نہین کرتے اور اسی کتاب مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے
تفسیر مین اِس آیہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا سے منقول ہی کہ فرمایا یعنی الائمۃ وولایتھم
من دخل فیھا دخل فی اہل بیت النبی اور جسکی تفسیر شک کرنا ساتھ خدا کے احادیث خاصہ مین وارد ہی جیسا کہ اِس سے
پہلے حدیث مین بھی مذکور ہوا اور سوا اِسکے بھی محمد بن یعقوب کلینی اور ابن بابویہ علیہما الرحمہ نے روایات موئد اِس
معنی پر نقل کی ہین اور بعض اُس سے وہ ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے
بوسائط حدیث روایت نقل کی ہی حاصل اُسکا وہ ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ مین ام سلمہ کے گھر مین پیغمبر خدا کی خدمت
مین داخل ہوا جن حالونمین یہ آیہ نازل ہوا تھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الایہ پھر مجھسے جناب رسول خدا نے
فرمایا کہ یا علی یہ آیہ تمھاری شان مین اور تمھارے دونون بیٹے اور جو ائمہ کہ تمھاری اولاد سے ہونگے اُنکی شان مین ہی
مین نے عرض کیا کہ ای پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کتنے امام بعد آپ کے ہونگے فرمایا کہ تم ہو ای علی اور بعد تمھارے
حسن ہی اور اُنکے بعد حسین ہی اور اُنکے بعد اُنکے بیٹے علی ہین اور بعد علی کے اُنکے بیٹے محمد ہین اور بعد محمد کے اُنکے بیٹے
جعفر ہین اور بعد جعفر کے اُنکے بیٹے موسی ہین اور بعد موسی کے اُنکے بیٹے علی ہین اور بعد علی کے اُنکے بیٹے محمد ہین اور بعد
محمد کے اُنکے بیٹے علی ہین اور پھر علی کے بعد اُنکے بیٹے حسن ہین اور اُنکی اولاد سے حجت علیہ السلام وعلی ابائہ الکرام ہین
اِسی طرح سے نام اُنکے ساق عرش پر لکھے ہین مین نے حق تعالی سے اِسے پوچھا تھا فرمایا کہ ای محمد یہ ائمہ ہین جو تیرے
بعد ہونگے اور وہ سب مطہر و معصوم ہین اور دشمن اُنکے ملعون ہین اور بعض اُنھین سے وہ روایت ہی جو ابن بابویہ
علیہ الرحمہ نے بذریعہ وسائط حدیث اپنے عبد الرحمن بن کثیر سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حق تعالی نے کیا ارادہ فرمایا ہی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت الایۃ سے
آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ نازل ہوا ہی شان مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور امیر المومنین اور حسن اور حسین اور فاطمہ
زہرا صلوات اللہ علیہم اجمعین کی پھر جب حق تعالی نے اپنے نبی کو جوار رحمت مین اپنے طلب فرمایا تو امیر المومنین علیہ السلام
امام واجب الطاعت ہوے بعد اُنکے حسن بعد اُنکے حسین امام ہوے اور بعد آنحضرت کے آیہ واولوا الارحام
بعضھم اولی ببعض کی تاویل نص جناب رسالتماب علی اسماءھم کا ذکر واقع ہوئی اور علی ابن الحسین علیہما السلام امام
ہوے اور اُنکے بعد یہ قاعدہ جاری ہوا ائمہ مین جو اوصیاؤن کی اولاد سے ہین پس طاعت اُن سب کی خدا کی
طاعت ہی اور نافرمانی اُنکی خدا کی نافرمانی ہی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے بوسائط اپنے
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے والد بزرگوار اور اپنے جد نامدار سے اُسے نقل فرمایا ہی
کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جب ابوبکر خلیفہ بن چکے اور کثر اشخاص کی بیعت اُنکے ساتھ ہو چکی اور جو کچھ کہ جناب امیر المومنین

علی ابن ابیطالبؑ خلیفہ برحق رسول خدا کے ساتھ بیعت کرنا تھا وہ کر چکے تو روز بروز ابو بکر پر آثار مسرت وخوشی کے
ظاہر ہوتے تھے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام پر آثار ملال اور دلتنگی کے ہویدا ہوتے جاتے تھے یہ امر ابو بکر پر دشوار
ہوا اور اُنہوں نے یہ چاہا کہ جب جناب امیر تنہا ہوں تو وقت غفلت وخلوت مین آنحضرت سے ملاقات کرے اور
معذرت کرے اُسکی جو اجتماع بیعت پر اُسکے واسطے ہوا ہی اور سب نے ملکر اُسے خلیفہ بنایا اور ظاہر کرے آنحضرت پر
کہ یہ بات اُسکی خواہش سے نہ تھی بلکہ وہ اِس سے بیزار ہی پس اسی ارادے سے وہ غفلت کے وقت آیا اور
آنحضرت سے طالب خلوت ہوا اور جب تنہا آیا تو کہا کہ قسم خدا کی ای ابو الحسن یہ جو امر ہوا ہی میری رغبت وتدبیر سے
نہین ہوا نہ مجھے اُسکی حرص تھی اور نہ اطمینان مجھے سکا ہی کہ جسکی طرف اُمت محتاج ہی اُسکا مجھے علم ہی نہ میرے پاس
مال کی قوت ہی نہ کثرت عشائر وقبائل کی ایسی ہی کہ اُس سے مجھے قوت ہو پھر کیا وجہ ہی کہ آپ میری طرف سے دل مین
کدورت رکھتے ہین اور اپنی کراہت مجھسے بسبب اِس امر کے ظاہر فرماتے ہین اور دشمنی کی آنکھ سے مجھے دیکھتے ہین
جب سخن ابو بکر کا تمام ہوا تو امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر کسنے تجھے اُسکے
قبول پر برانگیختہ کیا جبکہ تجھے اُسکی طرف رغبت نہ تھی اور تجھے اُسکی حرص نہ تھی اور تجھے اپنے نفس پر اُسکا وثوق نہین ہے
کہ جسکی طرف اُمت محتاج ہی اُسکا علم تجھے حاصل ہی اور نہ قوت ہی تجھے کسی طرح کی ابو بکر نے کہا کہ جو حدیث مین نے
پیغمبر خدا سے سنی تھی کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ بتحقیق کہ حق تعالی میری اُمت کو گمراہی وضلالت پر جمع نہ کریگا پھر جب
مین نے دیکھا کہ اُمت کا اجتماع ہوگیا تو حدیث نبی کی مین نے پیروی کی اور محال سمجھا مین کہ اجتماع اُنکا خلاف
ہدایت پر ہوا ہو اور اُنکی درخواست کو قبول کیا اور اگر مین جانتا کہ کوئی ایک بھی خلاف اِس اجتماع کے کریگا تو مین
ممتنع ہوتا اور اُسے قبول نہ کرتا معصوم علیہ السلام فرماتے ہین کہ اُسوقت جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تو نے
حدیث نبی کو ذکر کیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہو گی تو آیا مین بھی اُمت سے آنحضرت کی ہوں
یا اُمت سے بھی نہین ہوں ابو بکر نے کہا کہ کیوں نہین آپ اُمت سے ہین اور اسی طرح حضرت نے فرمایا کہ اور
جو جماعت کہ تابع نہین ہوئی اِس بیعت مین مثل سلمان وعمار وابی ذر ومقداد اور ابن عبادہ اور جو اُسکے ساتھ اور
انصار ہین یہ بھی اُمت سے ہین یا نہین ابو بکر نے کہا کہ یہ سب اُمت سے ہین پھر فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ
اب کسطرح تو احتجاج اِس حدیث سے پیغمبر خدا کی کرسکتا ہی جبکہ ایسے اشخاص نے تیرے ساتھ بیعت نہ کی حالانکہ
نہ کوئی آج اُمت مین سے اُنپر طعن کرسکتا ہی نہ صحبت رسول مین اُنسے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو ابو بکر نے کہا کہ مجھے
اُنکا بیعت سے انکار کرنا بعد اُسکے کہ امر خلافت واقع ہوچکا معلوم ہوا اور اُسوقت مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر مین اب
اُسے چھوڑ دوں تو بات بہت بڑھ جائیگی یہاں تک کہ اکثر لوگ دین سے پھر جائینگے اور اُنکا موافق رکھنا دین مین
اُسکے قبول کرنے سے بہت سہل تھا بہ نسبت اُسکے کہ اُنمین سے بعض کو بعض کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا یہاں تک کہ

وہ پھر رجوع کرین کفر کی طرف اور مین یہ جانتا تھا کہ اب بھی مجھسے کم نہین ہین اِس امر مین کہ اُنکے بحالت اسلام
باقی رہنے کو پسند کرینگے یہ سُنکر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا جو تو نے کہا وہ معلوم ہوا لیکن تو مجھے یہ تبلا کہ
مستحق اس امر خلافت کا کون شخص ہی اور استحقاق کس جہت سے پیدا ہوتا ہی ابوبکر نے کہا کہ نصیحہ سے اور وقار سے
اور رفع کرنے سے مداہنہ اور محابات کے یعنی امامت کے لائق وہ ہی جو نفاق سے خالی ہو یہ نہو کہ اُسکے دل مین
کچھ ہو اور ظاہر کچھ کرے اسی طرح کسی کی مروت اور اعانت اور نگہداشت اُسے نہو اِن صفات رزیلہ سے اپنے تئین
خالی کرچکا ہو اور استحقاق اُسکا پیدا ہوتا ہی حسن سیرت سے اور اظہار علم سے اور عدل سے ساتھ کتاب کے اور سنت کے
اور فصل خطاب سے ساتھ زہد کے دنیا مین اور قلت رغبت سے اُسے دنیا مین اور انصاف کرنے سے مظلوم کے لیے
ظالم سے خواہ وہ قریب سے ہو یا بعید و بیگانہ ہو پھر اسکے بعد ابوبکر چپ ہو رہا اور فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ
ای ابابکر مین تجھے خدا کی قسم دیتا ہون کہ آیا تو یہ خصلتین اپنے نفس مین پاتا ہی یا مجھ مین ابوبکر نے کہا بلکہ آپ مین ای
ابو الحسن بعد اسکے علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے ذکر فرمایا اُن امرون کو جسے ابی بکر پر احتجاج فرمایا تھا اُن چیزون سے
جو قرآن مین وارد ہین آیات سے اور اقوال نبی سے اور ہر بات پر ابوبکر اقرار و اعتراف کرتا جاتا تھا یہان تک کہ آنحضرت نے
اس احتجاج مین فرمایا کہ مین تجھے خدا کی قسم دیتا ہون اپنے لیے اور اپنے اہلبیت و اولاد کے لیے کہ آیا آیۂ تطہیر و دفع رجس کے لیے
میرے واسطے نازل ہوا اور میرے اہلبیت کے لیے یا تیرے واسطے اور تیرے اہلبیت کے لیے ابوبکر نے کہا کہ
بلکہ آپ کے لیے اور آپ کے اہلبیت کے اور اولاد کے لیے نازل ہوا پھر فرمایا کہ قسم دیتا ہون مین تجھے خدا کی اور
پوچھتا ہون کہ مین ہون اور میرے اہلبیت و اولاد صاحب دعوت رسول کے ہین جس دن کہ چادر مین اسی جا کر یہ
دعا فرمائی تھی کہ اللھم ھولاء اھلی الیک لا الی النار یا تو ہی ابوبکر نے کہا کہ بلکہ اِس دعا کے صاحب آپ ہین اور آپ کے
اہلبیت و اولاد ہین جنکے لیے یہ دعا پیغمبر خدا نے فرمائی تھی اسی طرح ستر منقبت و فضائل اپنے حضرت نے جو
مخصوص تھے وہ ابوبکر کو یاد دلائے بعد اسکے حدیث مین مذکور ہی ستر منقبت کے بعد کہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ اسی طرح
برابر وہ حضرت اپنے مناقب اور فضائل کا جو حق تعالی نے آنحضرت کے ساتھ مخصوص فرمائے تھے شمار فرماتے
جاتے تھے یہان تک کہ ابوبکر نے اقرار کیا کہ اسکے ساتھ اور جو مشابہ اِن فضائل کے متصف ہو مستحق ہوتا ہی کہ قیام ساتھ
امور امت محمدؐ کے کرے یعنی استحقاق امامت اور خلافت رسول کا اُسوقت حاصل ہوتا ہی جب صاحب ان
فضائل کا ہو جب یہ اقرار ابوبکر کر چکا تو فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ پھر کس چیز نے تجھے مغرور کیا اور دھوکے
مین ڈالا کہ تو بھول گیا خدا کو اور رسول خدا کو اور دین خدا کو حالانکہ تو خالی ہی اُس سے جسکی طرف اہل دین رسول خدا
محتاج ہین راوی کہتا ہی کہ اسکے بعد ابوبکر رویا اور کہا اُسنے کہ سچ فرمایا آپ نے ای ابا الحسن مجھے آپ مہلت دیجیے کہ
آج کے دن مین تدبیر کرون اپنی کہ جسمین مین ہون اور سُنین جو آپ سے مین نے سُنا ہی یہ سُنکر جناب امیر علیہ السلام نے

فرمایا کہ یہ مہلت تیرے وسطے ہی ای ابابکر بعد اسکے ابوبکر پھر کر حضرت امیر کی خدمت سے گھر آیا اور تمام دن اپنے مقام پر تنہا بیٹھا رہا کسی کو حکم اسکا نہ دیا کہ اسکے پاس آئے رات تک اور عمر ابن الخطاب سب کے پاس ڈھونڈھتا پھرتا تھا جب سے اُسنے یہ سنا تھا کہ ابابکر نے جناب امیر علیہ السلام سے خلوت و تنہائی کی ہی بعد اسکے ابوبکر شب کو سویا اور خواب مین جناب رسالتمآبؐ کو دیکھا کہ جسطرح حضرت اپنی مجلس مین بیٹھتے تھے بیٹھے ہین پس ابوبکر اٹھا اور قریب جا کر چاہا کہ سلام کرے آنحضرت پر کہ دیکھا اُسنے کہ آنحضرت نے اپنا روے مبارک اسکی طرف سے پھیر لیا پس اُسوقت ابوبکر نے عرض کیا کہ ای رسول خدا آیا آپ نے کوئی حکم فرمایا تھا کسی امر کے لیے کہ مین اُسے نہ بجا لایا اسکے جواب مین فرمایا حضرت رسولؐ نے کہ اپنے سلام کو اپنے اوپر پھیر جن حالونکے تو دشمنی کرتا ہی اُس سے جسے خدا اور رسول نے ولی امر گردانا ہی جب تک کہ تو حق کو اسکے اہل پر نہ پھیرے ابوبکر نے بیان کیا کہ اُسوقت مین نے کہا کہ وہ حق کا اہل کون ہی حضرت رسول نے فرمایا کہ جسنے حق کے وسطے تجھپر عتاب کیا اور وہ علی ابن ابیطالبؑ ہین ابوبکر نے کہا کہ مین پھیر دونگا انپر انکے حق کو آپ کے حکم سے ای رسولؐ خدا جب صبح ہوئی تو ابابکر رو دیا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہاتھ پھیلائیے جب حضرت نے ہاتھ پھیلایا تو ابوبکر نے بیعت کی اور امر خلافت کو حضرت کے سپرد کیا اور کہا کہ اب مسجد رسول خدا مین تشریف لیچلیے کہ مین سب کو خبر دون اس حال سے جو مین نے شب کو دیکھا ہی اور جو میرے اور آپ کے درمیان مین گذرا ہی اور اپنے تئین مین اِس سے باہر کرون اور امر خلافت کو آپ کے سپرد کرون حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا بعد اسکے ابوبکر جناب امیر علیہ السلام کے پاس سے باہر نکلا اور اُسوقت اسکا رنگ متغیر تھا پس راہ مین عمر ابن الخطاب سے اُس سے ملاقات ہوئی کہ وہ اُسکی طلب مین پھر رہا تھا بعد ملاقات اُسنے کہا کہ ای خلیفہ رسول تیرا کیا حال ہی اُسنے اُس سے سب سرگذشت اپنی اور جو خواب مین دیکھا تھا اور جو فعل اُسنے جناب امیر کے ساتھ بیعت کرنے سے کیا تھا اور جو وعدہ تفویض امر خلافت کا آنحضرت کے ساتھ کیا تھا وہ سب بیان کیا یہ سنکر عمر نے کہا کہ ای خلیفہ رسولؐ مین تجھے خدا کی قسم دیتا ہون کہ تو سحر بنی ہاشم سے دھوکا نہ کھا جاے یہ کچھ انکا پہلا سحر نہین ہی بالجملہ اسی طرح برابر اُسے برانگیختہ کرتا تھا یہان تک کہ جو ارادہ ابوبکر کا تھا اُس سے اُسے پھیرا اور اُسے خلافت پر رغب کیا اور کہدیا کہ اب اسپر قائم اور ثابت رہنا پھر فرمایا حضرت علی ابن الحسین نے کہ بعد اسکے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ موافق وعدے کے مسجد مین تشریف لاے اور دیکھا حضرت نے کہ مسجد مین کوئی نہین ہی حضرت نے جانا کہ شر اُنسے پیدا ہوا بعد اسکے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر پر آنکر وہ حضرت بیٹھے اُسمین عمر ابن الخطاب آیا اور کہا کہ جو آپ چاہتے تھے اسکے خلاف ہوا یہ سنکر حضرت سمجھے کہ جو بات ہی یہ سمجھکر اٹھ کھڑے ہوے اور اپنے گھر کی طرف تشریف لے آئے اور بعض اُنھین احادیث سے وہ ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی مکحول سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا کہ بہ تحقیق اصحاب سے پیغمبر خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ

وآلہ کے مستحفظون ہین یعنی یاد رکھنے والے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ انمین ایک بھی نہین ہے کہ جسکے لیے کوئی منقبت اور فضیلت ہو مگر یہ کہ مین انمین شریک ہون اور اس سے درجہ افضل مین اُن فضیلت کے ہون اور میری ذات کے لیے ستر فضیلتین ایسی ہین کہ جسمین میرا کوئی شریک نہین ہے مجمول کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ مجھے بھی اُن سے آگاہ فرمائیے یہ سنکر حضرت نے اپنے فضائل خاصہ بیان فرمانے شروع کیے یہان تک کہ فرمایا آنحضرت نے کہ لیکن ستّرہوین یعنی ستّرہوین فضیلت پس یہ تحقیق کہ پیغمبر خدا نے آرام فرمایا اور مجھے اپنے پاس لٹایا اور بی بی میری فاطمہ زہرا اور بیٹے میرے حسن اور حسین کو بھی لٹایا بعد اُسکے ہم سب پر اپنی چادر قطوانیہ یعنی چادر سفید اُڑھائی پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا بعد اُسکے جبرئیل نے عرض کیا کہ مین تمسے ہون اے محمد پس اُس چادر مین پانچ ہم سب تھے اور چھٹے جبرئیل تھے اور بعض اُنمین سے وہ روایت ہے جو علی ابن ابراہیم نے باسناد اپنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے حدیث فدک مین کہ جناب امیر علیہ السلام نے ابی بکر سے فرمایا کہ اے ابا بکر تو نے کتاب خدا کی تلاوت کی ہے اُسنے کہا ہان یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ پس مجھے خبر دے قول خدائے عزوجل سے جو وہ فرماتا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یہ کسکے حق مین نازل ہوا ہے ہم اہلبیت کے حق مین یا ہمارے غیر کے حق مین ابو بکر نے کہا کہ آپ ہی کے حق مین نازل ہوا ہے اور بعض اُنمین سے وہ ہے جو محمد بن عباس نے ام سلمہ رض سے بتوسط اپنی اسناد کے روایت نقل کی ہے کہ کہا انھون نے کہ یہ آیہ میرے گھر مین نازل ہوا اور اُسوقت سات شخص میرے گھر مین تھے جبرئیل اور میکائیل اور جناب رسول خدا اور علی ابن ابیطالب اور فاطمہ زہرا اور حسن اور حسین علیہم السلام اور ام سلمہ نے کہا کہ مین دروازے پر تھی بعد اُسکے مین نے عرض کیا کہ اے رسول خدا کیا مین آپ کے اہلبیت سے نہین ہون حضرت نے فرمایا کہ تو بھی راہ نیک پر ہے تو ازواج رسول سے ہے یہ نہ فرمایا کہ تو اہلبیت سے ہے اور بعض اُنمین سے وہ ہے جو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب امالی مین باسناد اپنی ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھون نے کہا یہ آیہ میرے گھر مین نازل ہوا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس پس پیغمبر خدا نے حکم فرمایا کہ کسی کو بھیجکر علی ابن ابیطالب اور فاطمہ زہرا اور حسن اور حسین کو بلواؤن جب وہ سب آئے تو علی ابن ابیطالب کو جانب راست کی طرف سے گلے لگایا اور حسن کو جانب چپ کی طرف اپنی اور حسین کو اپنے پیٹ پر بٹھایا اور فاطمہ کو اپنے پاؤن کے قریب بٹھایا اور اُسکے بعد فرمایا اللھم ھؤلاء اھلی وعترتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا بالجملہ اسی طرح مصنف کتاب مذکور نے اور بہت سی روایات متضمن اسی مضمون پر نقل کی ہین اور اور بھی کتابون مین علمائے امامیہ کی مسطور ہین کیونکہ زیادہ ضرورت نقل کی ان روایات کی نہین ہے اسلیے چند حدیثین نقل کین وہ تحقیق اعتقاد کرنے کو کافی ہین کہ کلام صادقین اور معصومین کا ہے اور تکرار نقل سے ثابت ہو گیا کہ یہ متواتر المعنی ہے اور واجب التصدیق ہے خصوصًا جبکہ روایات عامہ مین بطرق متعددہ وارد ہوئی تو بخوبی حق کالنور علی شاھق الطور ظاہر ہوتا ہے والفضل ما

شہرت بالاتصال اور جب یہ ثابت ہوچکا کہ یہ آیہ شان مین آنحضرت کی اور آنکی اولاد کرام کی نازل ہوئی ہو تو مراد اہلبیت سے
وہی حضرات ہونگے جنکے لیے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ مین دو بزرگ چیزین چھوڑتا ہون کتاب خدا اور اپنی عترت
یعنی اہلبیت اور آنکی اطاعت کو واجب فرمایا تھا پس ثابت ہوا کہ وہی حضرت حجت خدا و جانشین رسول و امام
واجب الاتباع بعد نبی مختار ہین اور اسی طرح آنکی اولاد معصومین سے سب جناب صاحب العصر تک خلفاے رسول
اور مفترض الطاعت ہین ثبتنی وثبتک اللہ بالقول الثابت اب مین رجوع کرتا ہون طرف بیان کلام کے جو تاویل مین
اس آیہ کے علماے فریقین مین ہوا ہی پس کہتا ہون مین کہ مولنا احمد اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ مین ابو الحمراء کی روایت کو
نقل کرکے فرمایا ہی کہ حق تعالی نے اس آیہ مین رجس کو آنحضرات سے دفع فرمایا ہی یعنی جو کچھ کہ موجب آلودگی اور
برائی کا ہوتا ہی مثل شک کے کہ گناہون کا ارتکاب اور ظاہری ناشائستگیان اور جو باعث دوری کا درگاہ الہی سے ہو
مثل حسد کے اور کینہ کے اور نفاق کے اور دنیا کی دوستی کے اور جاہ و ریاست کی محبت اور خودپرستی اور ریا و
جو سکے سوا نجاسات باطنی سے ہون ان سب کو انسے دور فرمایا ہی اور انکے دفع فرمانے مین بہت اہتمام تمام فرمایا ہی
جیسا کہ دلالت کرتا ہی اسپر سیاق آیہ کا کہ لیطہرکم تطہیرا اسی ظاہر ہوا کہ غرض حق سبحانہ تعالی کی اس آیہ سے
اظہار عصمت اور استحقاق امامت اور اس عطیہ کا انحصار اہلبیت رسالت مین ہی جیسا کہ لفظ انما کا جو حصر کے لیے
مستعمل ہی اسپر افادہ کرتا ہی اور شاہ عبد العزیز صاحب نے کہا ہی کہ شیعہ کہتے ہین کہ مفسرین نے اجماع کیا ہی کہ یہ آیہ
حق مین علی و فاطمہ و حسن و حسین کے نازل ہوا ہی اور انکی عصمت پر بتاکید تمام دلالت کرتا ہی اور غیر معصوم امام نہین ہوتا
اور اس جگہ پر بھی سب مقدمات مخدوش ہین پہلے یہ کہ مفسرین کا اجماع ممنوع ہی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے
روایت کی ہی کہ یہ آیہ ازواج نبی کے حق مین نازل ہوا اور ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کی ہی کہ وہ بازارون مین
پکارتا تھا کہ قول خداے تعالی کا انما یرید اللہ لیذہب الآیہ ازواج نبی کے حق مین ہی اور لستن کاحد من النساء سے
تا قولہ تعالی واطعن اللہ تا والحکمۃ تک خطاب ساتھ ازواج مطہرات کے ہی اور امر و نہی انکے ساتھ واقع ہوتی ہی پھر انکا
کلام مین ورودن کے حال کو مذکور کرنا بے اسکے کہ تنبیہ اسپر کیجاے کہ کلام سابق منقطع ہوا اور دوسرا کلام نئے سرسے
شروع ہوا روش بلاغت کے مخالف ہی کہ اس سے کلام پاک کو پاک جاننا چاہیے انتہی ترجمہ کلامہ اور جواب اسکا
یہ ہی کہ مراد اجماع مفسرین سے اجماع مفسرین شیعہ کا اور اکثر مفسرین اہل خلاف کا ہی اور یہ ایسی بات ہی کہ جسسے انکار
اور خارشہ کرنا سوا تعصب کے اور کسی پر محمول نہین ہوسکتا کیونکہ مفسرین شیعہ کا اجماع تو ظاہر ہی اب رہا یہ کہ اکثر
مفسرین اہل خلاف نے بھی اسی کو اختیار کیا ہی پس یہ باعتراف انکے علما کے ثابت ہی جیسا کہ ابو بکر نقاش نے باوجود
اسکے کہ اسکا تعصب مذکور ہوچکا ہی اس آیہ کی تفسیر مین لکھا ہی اجمع اکثر اہل التفسیر علی انہا نزلت فی علی و فاطمۃ والحسن والحسین اور شیخ
ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق مین لکھا ہی کہ اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علی و فاطمۃ والحسن والحسین لتذکیر ضمیر عنکم و ما بعدہ

ابن

وقیل نزلت فی نسائہ لقولہ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ ونسب لابن عباس ثم کان مولاہ عکرمہ ینادی بہ فی السوق وقیل المراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال آخرون نزلت فی نسائہ لانھن فی بیتہ سکنہ ولقولہ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن واہل بیتہ نسبہ ممن تحرم الصدقہ علیھم واعتمدہ جمع ورجحوہ وایدہ ابن کثیر بانھن سبب النزول وسبب النزول داخل قطعاً اما وحدہ علی قول او مع غیرہ علی الاصح وورد فی ذلک احادیث منھا ما یصلح متمسکا للاخر وھو اکثرھا والذی کان ھو المعتمد خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ شیخ ابن حجر نے چار قول اس جگہ نقل کیے ہین اول اقوال جو کثیر و شہیر ہے وہ یہی ہے کہ یہ آیہ شان مین حضرت علی ابن ابیطالب اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نازل ہوا اور اسے سب سے پہلے ذکر کیا اور موافق قاعدہ عرب کے بھی اسے معلل کیا اور قوت دی اور دوسرا قول جو انکے بعض کا ہے وہ یہ ہے کہ شان مین ازواج نبی کی نازل ہوا اسکی تضعیف بلفظ قیل بھی کی اور بناء مین بھی صیغہ مجہول کا استعمال کیا اور تیسرا قول یہ کہ شان مین خود پیغمبر خدا کی نازل ہوا اور اسے بھی بلفظ قیل ضعیف جانا اور چوتھا یہ قول کہ شان مین ازواج نبی کی اور آل عبا کی یہ آیہ نازل ہوا اور اسے اصح الاقوال خود جانا ہے بالجملہ بنا بر قول اول اور قول اخیر کے شیعون کا مطلب حاصل ہوتا ہے اور جو دونون قول بیچ مین ذکر کیے ہین یعنی دوسرا اور تیسرا وہ بسبب اسکے کہ انکا شاذ اور غیر صحیح ہونا ظاہر ہے معارض اسکے نہین ہو سکتے پھر تعجب کی یہ بات ہے کہ شاہ صاحب نے ایسی شاذ روایت کو عکرمہ کذاب کی جسکا حال ہم پہلے لکھ آئے ہین اپنے مذہب مختار کیا تھا روایات صحیحہ کے معارضے کے لیے استدلال مین قدح کرنے کو ذکر کیا اور یہ نہ خیال کیا کہ اجماع سے مراد اتفاق شیعہ و سنی کا ہے اسپر کہ یہ آیہ آل عبا کے حق مین نازل ہوا ہے اس معنی سے کہ وہ متفق علیہ خاصہ و عامہ مین اسکا نازل ہونا آل عبا کی شان مین ہے نہ یہ کہ جمیع اہلسنت کا اسپر اتفاق ہے اور یہ دعوی کسنے کیا ہے شیعون سے کہ اسمین بحث خدشہ ہے اور ظاہر ہے یہ بات کہ اجماع و اتفاق بعض مفسرین اہلسنت کی موافقت سے مفسرین امامیہ کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور یہ بخوبی ثابت ہے اور دوسری طرح اسکے جواب کی تقریر یہ ہے کہ اتفاق فریقین سے مراد یہ ہے کہ دونون فریق اس قول پر موافق ہین اگرچہ بعض فرق نے اسمین اختلاف کیا ہو نہ یہ کہ اجماع جمیع امت کا مراد ہو اسطرح کہ کسی نے اسمین اختلاف نہ کیا ہو کیونکہ ایسا اجماع و اتفاق تو یا ممتنع ہے یا شاذ ہے اور اس معنی سے اتفاق کے صادق آنے کو بعض کی بھی موافقت کافی ہوتی ہے نہ یہ کہ جمہور و اکثر کی موافقت پائی گئی ہو جیسا کہ شیخ ابن حجر کا کلام اور ابوبکر نقاش کا جو مذکور ہو چکا اسپر شاہد ہے علاوہ اسکے یہ بھی ممکن ہے کہ مراد اجماع کی دعوے سے قبل ظہور مخالف ہو اور مخالف کا اسکے وجود بہ نسبت سابقین متقدمین کے حادث ہو کیونکہ جسنے اسکے خلاف کی روایت کی ہے اسکا مرتبہ بعد ثعلبی اور احمد حنبلی کے تھا اور جو کچھ کہ پہلے بیان اجماع مین آیہ انما یریدکم اللہ کی بہ نسبت ہم لکھ چکے ہین وہ یہان بھی جاری ہوگا اسکی طرف چاہیے کہ طالب رجوع کرے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ آیہ ازواج نبی کے حق مین نازل ہوا اور ابن جریر نے عکرمہ سے

روایت کی ہے کہ وہ بازار مین پکارتا تھا کہ یہ آیہ شان ازواج مین نازل ہوا ہی اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ روایات شاذہ مختلفہ جو خلفاے جور کی خوشی خاطر کے واسطے بنائی گئین اور اُنپر علامات وضع واختلاق کی ظاہر ہین کہ اپنے فائدون کے لیے بے دینون نے بنائی ہین وہ اُن اخبار کے جو متواتر المعنی اور متفق علیہا بین الفریقین ہین معارض نہین ہوسکتین خصوصًا عکرمہ کی دروغ گوئی اِس سے پہلے کتب اہلسنت سے مشروحًا ہم ثابت کر چکے ہین اور یہ کہ وہ ابن عباس پر تہمت وافترا کیا کرتا تھا پھر اُسنے بازار مین جو ندا دی اِسکا حال نہین معلوم کہ کیا زمانہ تھا اگر خلفاے جور کا زمانہ تھا جسمین اُسنے اُنکی خوش آمد کے لیے ندا دی تھی تو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہی ساتھ اِسکے کہ وہ خود بھی دشمن اہلبیت تھا اور طریقہ خوارج کو اُسنے اختیار کیا تھا پس بعید نہین ہے کہ یہ اُسنے اسلیے کہا ہو کہ تا دشمنان اہلبیت سے اِسکے باعث سے تقرب حاصل کرے اور اُنسے منتفع ہو اور اگر زمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مین یہ اُسنے ندا دی تھی تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ازواج رسول اور صحابی بڑے بڑے جو اِسکے راوی ہین وہ اِس سے آگاہ نہوے اور اِسکے برخلاف اُنھون نے روایت کی جیسا کہ اکثر اُسکے اِس سے پہلے مذکور ہو چکین علاوہ اِسکے عکرمہ کا بازار مین ندا کرنا صاف اِسپر دلالت کرتا ہے کہ قصہ نزول آیہ تطہیر کا آل عبا کے حق مین ایسا مشہور تھا پہلے سے کہ ہر ایک اُس سے آگاہ تھا اِسلیے عکرمہ کذاب کو خوش آمد خلفاے جور کے لیے یا اپنی عداوت سے اِسکی حاجت پڑی تھی کہ بازارون مین جا کر پکارے تا کہ جو بات کہ عہد جناب رسالتمآب سے اور وقت نزول آیہ سے سب کو معلوم ومشہور ہے اُسکے مخالف ظاہر کرے اور سب کے دل سے نکالے والا کیا ضرور تھا کہ بازار مین پکارتا اُس بات کو جو واقع مین تھی اور سب اُسے جانتے تھے پس یہی سے معلوم ہوتا ہے عاقل کو یہ بازار مین اُسکا پکارنا خلاف حق ومشہور کے ہے اپنی عداوت سے یا خوش آمد اہل جور کے واسطے ہوگا نہ اظہار حقیقت ہرچند یہ جناب سید سند نے عکرمہ کے بیان مثالب مین اِس جگہ بعض اپنے معاصرین کے کلام سے حدیقہ مین اِسطرح نقل فرمایا ہے انہ تطعن جامع الاصول ان هذه الرواية رواها جرير وهو متهم وقد اتهم بانه كان على راى الخوارج لیکن ابن جریر کے ناصبی ہونے کا اثبات پس اِس جہت سے ہے کہ اُسکا باپ کہتا تھا لنا امامنا ولکم امامکم یعنی ہمارے لیے امام ہمارا ہے معویہ اور تمھارے لیے امام تمھارا ہے یعنی علی ابن ابیطالب اور صاحب لسان المیزان نے کہا ہے هو من رجال البخاری ثقة ثبت ورمی بالنصب اور بھی اُسنے کہا ہے من المعروف ان یزید بن هارون قال رایت المغیرة فی المنام فقال لا تکتب عن حریز یعنی مشہور معروف ہے کہ یزید بن ہارون نے کہا کہ مین نے مغیرہ کو خواب مین دیکھا پس کہا اُسنے کہ اُسکی حدیث کو مت لکھو اے یزید یعنی حریز بن عثمان کی حدیث کو نہ لکھ فانه یسب علیا اسلیے کہ وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی بہ نسبت سب وشتم کرتا تھا اور ان سب کے ساتھ اُسنے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ابی حاتم کی معارض ہے اُس روایت سے جسے حافظ عبد العزیز نے کتاب معالم العترہ مین طریق ابن ابی سفینہ سے روایت کی ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ حدیث کی مجھسے یحیی بن عبد الحمید نے کہا اُسنے حدیث کی قبض سے

اعمش سے اُسنے عباد بن ربعی سے اُسنے ابن عباس سے مرفوعاً کہ فرمایا پیغمبر خدا نے بدرستیکہ حق تعالیٰ نے تقسیم کیا خلق کو دو قسم پر بدلیل قول حق سبحانہ فاصحاب الیمین پس مین اصحاب یمین سے ہون یہانتک کہ فرمایا پس گردانا مجھے بہترین قبائل سے بدلیل قولہ تعالیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل اور گردانا مجھے بہترین گھرون سے بدلیل انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الآیہ راقم رسالہ کہتا ہے کہ یہ حدیث تمام وکمال ضمن مین اُن احادیث کے جو موافق طرق اہلسنت کے پہلے لکھا مین نے نقل کی ہین مذکور ہو چکی ہے اور صاحب جواہر العقدین نے اِس حدیث کے لئے کہا ہے اخرجہ الطبرانی عن طریق یحیی بن حمید ایضاً وہو الحمانی وقد وثقہ یحیی بن معین و ضعفہ غیرہ واخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ اور یہ حدیث صریح دلالت کرتی ہے اسپر کہ بنی ہاشم سب عرب کے قبیلون سے بہتر تھے اور چونکہ پیغمبر کی ازواج باتفاق اُمت بنی ہاشم سے نہین پس اِس مرتبہ مین پیغمبر خدا کے ساتھ شریک نہین ہو سکتا مگر وہ جو بنی ہاشم سے ہو اور وہ وہی ہین جو شریک تھے اور آل عبا ہین اور تصریح اُنکے اسمائی اخبار کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ علی و فاطمہ و حسن و حسین تھے صلوات اللہ علیہم اجمعین پس اِس سے بخوبی واضح و معلوم ہوا کہ ابن ابی حاتم کی روایت موضوع ہے بسبب اِسکے کہ وہ اِس حدیث سے جو ابن عباس سے منقول ہے اور اور احادیث سے جو ابن عباس و اور صحابیون سے بکثرت منقول ہین اور صحاح اہلسنت مین مسطور ہین اور اُسی جملہ سے ہے جو صاحب جواہر العقدین نے اِس حدیث کے بعد طفیل سے روایت کی ہے کہ حسین ابن علی علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور بعد حمد خدا اور ثناے رسول مجتبیٰ کہا کہ انا من اہل بیت الذین اذہب اللہ عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا وانا من اہل بیت الذین فرض اللہ مودتہم جناب سلطان العلما نے کیا خوب بات فرمائی ہے کہ اکثر مفسرین اہلسنت کے اقوال اور اسیطرح اُنکی روایتین دلالت اسی پر کرتی ہین کہ یہ آیہ اہلبیت طاہرین کی شان مین وارد ہوا پھر اِسکے بعد ایک دو روایتین موضوعہ اُن اخبار متفق علیہا سے کیا معارضہ ہو سکتی ہین خصوصاً جبکہ امامیہ کا اجماع اور اُنکی روایات اُنکی تقویت اور معاضدت کرین راقم رسالہ کہتا ہے کہ مین نے چالیس روایت کے قریب اِسی کتاب مین طرق اہلسنت سے نقل کی ہے کہ سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ آیہ شان مین رسول خدا و علی بن ابیطالب اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کی نازل ہوا ہے پھر اِسکے بعد روایات شاذہ موضوعہ جو کوئی بیان کرے اِسکے مقابل مین وہ اُنکی بے حیائی اور تعصب پر محمول ہوگا بلکہ منصف اِسکے دیکھنے کے بعد کبھی اِس انکار و عدول کو پسند نہ کریگا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور جیسا کہ شاہ صاحب نے اخبار صحاح کو پھر اپنی پس پشت ڈالا اور شیعون کا دو روایات موضوعہ سے مقابلہ کیا اور یہ نہ سمجھے کہ دیکھنے والے ہمین کیا کہینگے اُس سے طرفہ یہ امر ہے کہ بعد اِسکے پھر شاہ نے جو کہا ہے کہ ظاہر ملاحظہ سے سباق و سیاق آیہ کے بھی یہی ہے کیونکہ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء کی ابتدا سے لطیفا خبیرا تک خطاب ازواج مطہرات کے ساتھ ہے اور لعمرو یہی اُنکے ساتھ واقع ہوتا ہے پھر اثناے کلام مین اور ون کا حال مذکور کرنا بے اِسکے کہ انقطاع کلام سابق پر تنبیہ کیجاے اور کلام سے افتتاح کرنا

طریقہ بلاغت کے خلاف ہی جس سے قرآن کو پاک سمجھنا چاہیے انتھی اور یہ شاہ صاحب نے ایسی بات کی ہو جس سے بڑا تعجب ہوتا ہی کہ یہ کیسے عالم تھے کیونکہ حق تعالی نے تو عنکم سے جو ضمیر جمع کی مذکور ہی نہ جمع مونث کی ہی فرما کر تنبیہ انقطاع کلام سابق پر فرمائی ہی اگر شاہ صاحب نہ سمجھے اور زبردستی بلاغت قرآن پر اعتراض کرین تو مجبوری ہی علاوہ اسکے نظم ترتیب آیات قرانی مین جو اسوقت متداول ہی بحث و کلام پہلے ہو چکا ہی اور اس سے واضح ہوا ہی کہ ترتیب نزول کی اور ترتیب جمع کی یکسان نہین ہی اور جبکہ آیات متعدد مواقع مین اور متفرق مقامون پر نازل ہوئی ہین تو ایک کا دوسرے کے ساتھ ارتباط لازم نہوگا جناب سید نور اللہ شوستری نے جو فرمایا ہی اس جگہ پر اسکا حاصل یہ ہی کہ کیا دلیل اسپر ہی کہ یہ آیات دفعۃً اسی ترتیب پر نازل ہوئی یا لوح محفوظ مین اسی طرح تھی اور اسکا کون مانع ہی کہ یہ قول حق تعالی کا انما یرید اللہ لیذهب عنکم الآیہ غیر اسوقت مین نازل ہوا ہو کہ جسوقت اقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ نازل ہوا ہو اور عثمان نے یا انکے سوا اورون نے اس جگہ پر اسے ملا دیا ہو اس گمان سے کہ مراد اس سے ازواج ہونگی یا ترتیب مین اجتہاد کی راہ سے یہ کیا ہو اور اس سے انکار کرنا ممکن نہین ہی کیونکہ یہ معلوم ہی کہ اختلاف کا وقوع ترتیب مین یقینی ہی اسلیے کہ قرآن متواتر ہی کما لایخفی انتھی کلامہ اور اختلاف کا ترتیب مین سورون کے انحصار کرنا فقط جسطرح کہ ایک جماعت اہلسنت سے کرتی ہی پس وہ بعید ہی اور اسکی طرف اپنے مقام پر اشارہ ہو چکا ہی حاجت اعادہ کی نہین ہی اور پھر اسکے ساتھ نظم آیات کا جو موافق جمع و تالیف عثمانی کے ہی وہ ہمپر حجت نہین ہو سکتا اور کیونکر حجت ہو حالانکہ اکثر روایات فریقین کی جو شان نزول آیات مین ہین خصوصاً ما نحن فیہ مین وہ گواہی اسکے خلاف کی دیتی ہین جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ یہ قول انکا ظاہر ملاحظہ سیاق و سیاق سے لحاظ مردود ہوگا اس سے کہ آیات کی مناسبت کی مراعات حضرات اہلسنت کی روایات کے بنا بر جو مذکور ہوئی مانع قوی ہی اور پھر مراعات اسوقت مستحسن ہی کہ جب سب آیتین دفعۃً نازل ہوئی ہون و اذ لیس فلیس اور پھر اگر اسی ترتیب پر لوح محفوظ مین ہونا ثابت ہو جاے اور ترتیب قرآن تغیر عثمانی سے معرا ہو تو البتہ حجت ہو سکتا ہی اور جبکہ حضرت ثالث بالخیر نے بہت سے مصاحف کو جلا دیا اور اپنی راے کے موافق ترتیب و تالیف کی ہو تو وہ ہمپر حجت نہین ہو سکتا یہ گناہ انھین کی گردن پر ہی کہ جنھون نے فضیلت اہلبیت کے پوشیدہ کرنے کو جو آیات کہ شان ازواج مین تھین انکے بیچ مین اس آیہ کو داخل فرمایا ہو اس سے علاوہ جسنے آیات کا تتبع کیا ہی وہ جانتا ہی کہ آیات مکیہ کے اثنا مین آیات مدنیہ اور اسکے بالعکس آیات مدنیہ مین مکیہ موجود ہین اور ایک قصہ کے سیاق مین دوسرا قصہ مذکور ہوا ہی اسی سورۂ احزاب مین پہلی آیتون مین ازواج کے ساتھ خطاب ہی پھر مومنین کے ساتھ خطاب فرمایا ہو بقولہ یا ایھا الذین امنوا بعد اسکے پیغمبر کے ساتھ چند آیتون کے بعد خطاب فرمایا ہی بقولہ یا ایھا النبی قل لازواجک الخ پھر ایسی رعایت مناسبت کی منظور ہوتی تو فصل خطاب مومنین کے

ساتھ اُن آیات کے بیچ مین جنمین خطاب ازواج نبی کے ساتھ ہے نہ واقع ہونا اوراسکے مثال قرآن مین بہت وارد
ہین انتہی خلاصۃ کلامہ اور واقع مین یہ ہے کہ آیات کی ترتیب مطابق اِس جمع کی ترتیب نزول کے برخلاف ہے
اور اہلسنت کے بھی نزدیک یہ توقیفی اور تعبدی ہے جیساکہ ایک جماعت نے اُنمین سے اِسکی تصریح کی ہے نہ یہ کہ نظم کی
علت سے مرام ایک سلک مین کلام کے ہو پھر اِس صورت مین فہم مطالب کی بنا سیاق آیات پر بنا فاسد کی فاسد پر ہے
اور ہمارے طریق کی حدیث مین وارد ہے کہ فرمایا یلجابر لیس شئی ابعد من عقول الرجال من تفسیر القران ان الآیۃ تکون اولہا فی
شئی واٰخرہا فی شئی وھو کلام متصرف علی وجوہ اور اسی واسطے فریقین کی روایات مین قرآن کی تفسیر کرنی راے سے ممنوع ہے
پھر شاہ صاحب کا قول احادیث کے خلاف نص کے مقابل مین اجتہاد ہے اور خلاف روش تفسیر کے ہے کہ کلام اللہ کو
ایسی تفسیرون سے ایک جاننا چاہیے اور مناظرہ عقلا کے بھی خلاف ہے جیساکہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہے کہ
یہ بے حیائی دیکھنے کے قابل ہے کہ شاہ صاحب یہان تو کہتے ہین کہ اثناے کلام مین علیحدہ امر کا بیان کرنا بے اِسکے
کہ تنبیہ انقطاع کلام سابق پر کی گئی ہو روش بلاغت کے خلاف ہے حالانکہ بمقتضاے لما تقولون ما لا تفعلون خود
وضو کی آیت مین حکم ادخال مسح سر کے ساتھ قبل جملہ اولی کے تمام ہونے کے جو بیان غسل اعضاے مغسولہ کو
متضمن ہے کرتے ہین جیساکہ اُسکی تفصیل مع ما لہ وما علیہ رسالہ سیف ماسح مین مذکور ہو چکی ہے اور یہی قول اُنکا ساقط
اسلیے کہ اِس جگہ آیات مین مناسبت بھی نہین ہے مقدوح ہے بنظر اِسکے کہ شاید اِس سے مراد سرزنش ازواج کی ہو کہ باوجود
اسکے کہ وہ بھی محشور اہلبیت کے ساتھ ہین پھر کیا وجہ ہے کہ مثل اُنکے اطاعت الٰہی مین نہین مصروف ہوتین یا اِس
توہم کے دفع کرنے کو ہو کہ ہرگاہ ازواج امر شنیعہ کی مرتکب ہوسکتی ہین تو محتمل تھا کہ کوئی توہم کرنے والا یہ توہم کرتا کہ
العیاذ باللہ اہلبیت بھی مثل انھین کے ہونگے پس حق تعالی نے اِس توہم کا دفع بیان تطہیر کے ساتھ فرمایا انتہی
ترجمہ کلامہ اب جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین حضرات اہلسنت کے جو جواب مین فرمایا ہے اُسکا
حاصل یہ ہے کہ جو کچھ کہ بعض مخالفین نے کہا ہے کہ یہ آیہ بیچ مین اُن آیتون کے ہے کہ جنمین خطاب پیغمبر خدا کی ازواج کے
ساتھ ہے پھر چاہیے کہ اِس آیہ مین بھی خطاب انھین کے ساتھ ہو اور یہ باطل ہے کئی وجہون سے پہلے یہ کہ ضمیر مونث کا
ضمیر مذکر کے ساتھ تغیر اسلوب اِسی کی دلیل ہے کہ خطاب ازواج کے ساتھ نہین ہے اور جسنے کہ آیات قرانی کا تتبع کیا ہے
وہ جانتا ہے کہ آیتون مین اِس قبیل سے بہت ہے کہ ایک قصہ مین دوسرا قصہ مذکور ہوتا ہے اور خطاب مین تغیر بہت
ہوتا ہے جیساکہ اِسی سورے مین واقع ہوتا ہے کہ زوجات نبی کے خطاب کے بیچ مین اُس سے عدول فرماکر خطاب
مومنین کے ساتھ ہوا ہے اور پھر اِسکے بعد نبی کے واسطے حکم ہوا ہے کہ ازواج سے مخاطبہ فرما دین سات اِس بات کے
کہ یہان مناسبت تام ہے اگر کوئی بانصاف تدبر کرے تو جانے کیونکہ اِس جگہ کلام مین جو تغیر ہوا ہے وہ تغیر نسبت
ازواج کے ہے کہ تم اور اہلبیت سب پیغمبر کے ساتھ محشور ہو بلکہ تمھاری معاشرت پیغمبر کے ساتھ زیادہ ہے پھر کیا وجہ ہے

کہ طہارت مین اور نزاہت اور رعایت آداب معاشرت مین مثل انکے نہین ہوتین یا یہ کہ مبادا کوئی یہ توہم کرے کہ ازواج باوجود اس اختصاص کے جب انسے اس قسم کے اعمال صادر ہوے تو ممکن ہی کہ آنحضرت کے اہلبیت علیہم السلام بھی العیاذ باللہ مثل انہی کے صادر ہوا اسلیے انکی طہارت و عصمت کے بیان فرمانے کے لیے اس آیہ کو بیچ مین داخل فرمایا ہوا اور اسکے بعد اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ دو وجہین جو فقیر کے ذہن مین گذری ہین یہ بہ نسبت ان وجہون کے جنہین مفسران قرآن ربط و نظم آیات مین ذکر کرتے ہین بہت واضح اور ظاہر ہین دوسرے یہ کہ جو کچھ حضرات اہلسنت یہ نسبت اس آیہ کے کہتے ہین اگر یہ کچھ حقیقت مین ہوتا بھی تو اسوقت حجت کے لائق ہوتا کہ جب قرآن سے کوئی چیز ساقط نہوئی ہوتی اور یہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ صاحب جامع الاصول نے زید ابن ثابت سے نقل کی ہی کہ بعد اسکے کہ مین مصاحف لکھ چکا آیہ رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیه کو خزیمہ بن ثابت سے پایا اور پھر ملحق کیا پھر اسکے بعد ممکن ہی کہ اور بہت سی آیتین گر گئی ہون سابق اور لاحق سے اس آیہ کے کہ اُسے ملحق نہ کیا ہوا اور جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ سورہ احزاب مین بہت فضیحتین زنان و مردان قریش کی تھین اور یہ سورہ سورۂ بقرہ سے زیادہ بڑا تھا اور انھون نے کم کر دیا اور تحریف کی انتہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ اخوند صاحب نے جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت بہ نسبت اس سورے کے فرمائی ہی اسکی بہ نسبت حضرات اہلسنت سے اگر کوئی صاحب یہ خیال فرماوین کہ یہ روایت اخبار خاصہ سے شیعون کے ہی حجت کی قابلیت نہین رکھتی تو اسلیے مین کہتا ہون کہ یہ مضمون حضرات اہلسنت کے بیان بھی روایات مین موجود ہی جیسا کہ جناب غفران مآب نے فاضل جلال الدین سیوطی سے کہ اُسنے زرین سے روایت کی ہی نقل فرمایا ہی کہ کہا اُسنے کہ کہا مجھسے ابی بن کعب نے کائن تعد سورۃ الاحزاب قال قلت اثنین و سبعین آیۃ او ثلثا و سبعین آیۃ قال کانت لتعدل سورۃ البقرۃ وانا کنا لنقرء فیہا آیۃ الرجم قلت وما آیۃ الرجم قال اذا زنیا الشیخ والشیخۃ فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم الی غیر ذلک مما حکاہ عطاب ثراہ عن کتب العامۃ من الروایات الصریحۃ فی التحریف والتنقیص من المصحف یعنی حاصل روایت یہ ہی کہ کہا ابی بن کعب نے کہ کتنی ہی آیتین سورۂ احزاب کی آخر سے نکالی گئین زرین کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ بہتر یا بہتر آیت ابی بن کعب نے کہا کہ یہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر تھا اور ہمنے اسمین آیہ رجم کو پڑھا تھا زرین نے پوچھا کہ آیہ رجم کونسی آیت تھی اسوقت اسنے پڑھکر بتایا کہ وہ یہ آیت تھی اذا زنا الشیخ والشیخہ الخ مصنف کتاب مصطلحات الفنون نے ذیل بیان لفظ حدیث مین کتاب اتقان سے انواع نسخ قرآن کے بیان مین نقل کیا ہی قال ابو عبید حدثنا اسمعیل بن ابراہیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ وما یدریہ ما کلہ فانہ قد ذہب منہ قرآن کثیر ولیقل قد اخذت منہ ما ظہر یعنی ابن عمر نے کہا کہ کوئی تم مین سے یہ نہ کہے کہ ہمنے سب قرآن پایا ہی اور لیا ہی کیونکہ یہ کوئی نہین جانتا کہ سب قرآن کتنا تھا تحقیق کہ جو موجود ہی اس سے قرآن بہت زیادہ تھا کہ وہ جاتا رہا و لیکن یہ کہنا چاہیے کہ جو قرآن ظاہر ہی اُسے ہمنے لیا ہی و قال حدثنا ابن ابی مریم

رواہ ابو عبید عن ابی الاسود عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت کانت سورۃ الاحزاب تقرأ فی زمان النبی مائتی آیۃ فلما کتب عثمان
المصاحف لم یقدر منہا الا ما ہو الآن یعنی عائشہ سے روایت کی ہے کہ کہا انھوں نے کہ پیغمبر خدا کے زمانے میں سورۂ احزاب
دو سو آیہ پڑھا جاتا تھا عثمان نے جو قرآن لکھے تو وہ جس قدر اب آیات موجود ہیں وہی لکھ سکا سب کے لکھنے
نہ قدرت پائی اسکے پھر صاحب اتقان نے اسی کی مثال میں چند آیات لکھی ہیں کہ یہ آیہ بھی اسی میں ہو بالجملہ
اس سے گواہی ام المومنین عائشہ ثابت ہے کہ جمع و ترتیب عثمانی کامل نہیں ہے اور جب بہت کچھ تصرف آیات میں
انکی بھی روایات کے موافق ثابت ہوا اور خاص اس سورۂ احزاب میں بھی بہت تصرف ہونا آیات میں انکی انکے
علما خود لکھتے ہیں تو پھر اب اس سے بہت صاف واضح ہو کہ اس سورۂ احزاب میں تحریف و تنقیص ضرور ہوئی ہے
اور جب یہ معلوم ہو چکا تو پھر کس طرح وہ قول حضرات اہلسنت کا حجت ہونے کی لیاقت رکھتا ہے پھر خود صاحب
فرماتے ہیں کہ تیسری وجہ یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ نظم و ترتیب قرآن کا جواب ہی یہ نزول کے نظم کے موافق ہو کیونکہ
بہت سے کی سوروں میں تصریح اسکی کی ہے کہ انکی بعضی آیتیں مدنی ہیں اور بالعکس اسکے بھی پھر ممکن ہے کہ اور وقت میں
یہ آیہ نازل ہوا ہو اور اسے جانکر یا بے علمی سے یہاں الحاق کر دیا ہو جواب اسکا یہ ہے کہ جب احادیث صحیحہ متواترہ سے عامہ
و خاصہ کی یہ معلوم ہو چکا کہ یہ آیہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے تو اگر اسکے ربط کی جہت ہم پر نہ معلوم ہو تو
ہمیں کوئی ضرر نہیں ہے انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ اور شاہ صاحب نے کہا ہے کہ جو کچھ ملا عبد اللہ نے لکھا ہے کہ
لا یبعد ان یقع بین المعطوف والمعطوف علیہ فاصلۃ و ان طال یعنی بعید نہیں ہے کہ معطوف و معطوف علیہ میں یہ آیہ فاصل
واقع ہوا ہو اگرچہ طویل کیوں نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل ثم قال بعد تمام ہذہ
الآیۃ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ قال المفسرون ان اقیموا الصلوۃ عطف علی اطیعوا انتہی ترجمہ کلامہ واقع میں یہ ہے کہ یہ تو پہلے بھی کلام سے زیادہ پوچ ہے
کیونکہ معطوف و معطوف علیہ میں فصل کا واقع کرنا ایسے امر سے کہ جو من حیث الاعراب اجنبی ہو کہ وہ صنعت نحاۃ سے
متعلق ہے بلاشبہ جائز ہے لیکن وہ ہمیں ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ ما نحن فیہ میں اجنبیت اور مغایرت باعتبار دوالہ
آیات لاحقہ سابقہ کی لازم آتی ہے اور منافی بلاغت کے لیے یہ ہی نہ وہ اسی لیے جناب سلطان العلما نے فرمایا ہے کہ
شاید ملا ے مذکور کی یہ مراد ہوگی کہ معطوف و معطوف علیہ میں اجنبی کے ساتھ فاصلہ ہو سکتا ہے اگرچہ طولانی ہو پھر اگر
آیات سابقہ اور لاحقہ کے بیچ میں کہ خطاب ازواج کے ساتھ ہے اجنبی سے فاصلہ واقع ہو تو کیا استبعاد رکھتا ہے اور
شاہ صاحب نے جو ملا عبد اللہ کے اس کلام کو اپنے تائید کلام میں ذکر کیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ پہلے آیہ اطیعوا اللہ و اطیعوا
الرسول الآیہ واقع ہے بعد اسکے آیہ وعد اللہ الذین آمنوا کہ بزعم شاہ صاحب خلفا کی شان میں ہے واقع ہوا ہے اور
پھر اسکے بعد اقیموا الصلوۃ وارد ہے کہ خطاب مومنین کے ساتھ ہے اور اسکا نازل ہونا سارے مومنین کے حق میں ہے اور جب
ظاہر ہو آیہ کہ مشتمل بشارت پر خلفا کی انکے زعم کے موافق ہے کوئی ربط اس آیہ سے جو اقامت صلوٰۃ پر مشتمل ہے اور نہ

آیہ سے جو متصل اور پر حکم اطاعت خدا و رسول کے ہو نہیں رکھتے اور موارد کا بھی خلاف ہو اور کسی وجہ بعید کی تخریج ربط کے لیے کیجائے تو مانحن فیہ میں بھی ہو سکتی ہی اور اگر ہمیں جنبیت کو شاہ صاحب تسلیم نہ کریں تو ہم بھی تسلیم نہ کرینگے بسبب اسکے کہ جانا ہی تو نے وجوہ ربط کو جو یہ کچھ کہ ملاے مذکور نے اپنے کلام کے لیے آیہ اطیعوا اللہ الخ سے استشہاد کیا ہی وہ آیہ تطہیر کے مطابق ہی اور جو شاہ صاحب نے اُسے اپنی تائید کے لیے کہا ہی وہ بیکار ہی پھر شاہ صاحب نے کہا ہی کہ جو بعض مفسرین نے نقل کیا ہی کہ اقیموا الصلوۃ اطیعوا الرسول پر معطوف ہی یہ صریح الفساد ہی اسلیے کہ اقیموا الصلوۃ کے بعد پھر لفظ اطیعوا الرسول واقع ہی پھر اس سے عطف شی کا اپنے نفس پر لازم آتا ہی انتہی اور اسکے جواب میں جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ قاضی بیضاوی نے تصریح کی ہی ساتھ اس بات کے کہ اقیموا الصلوۃ کا اطیعوا پر عطف ہی اور کشاف نے کہا ہی کہ اقیموا الصلوۃ معطوف علی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولیس ببعد ان یقع بین المعطوف والمعطوف علیہ فاصل وان طال حق المعطوف ان یکون غیر المعطوف علیہ کررت طاعۃ الرسول تاکیدا لوجوبہا اور جب یہ بیان مفسرین اہلسنت کا ہی تو حکم اس احتمال کے فساد کا ہمکو ضرور نہیں ہو سکتا گوشت خر و دندان سگ اور عبارت جو ملا کی نقل کی ہی اس میں فقط اطیعوا لکھا ہو اور پھر اس جگہ خود اُسے نقل کیا ہی تو کہا ہی کہ عطف اطیعوا الرسول ہی وحالانکہ یہ لفظ بعینہ اس آیہ میں وارد نہیں ہی بلکہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ہی انتہی اور واقع میں تو یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے آیہ تطہیر کا نازل ہونا بحق ازواج نبی بقرینہ سیاق وسیاق آیہ کہا ہی یہ بتقدیر تسلیم بھی اُسوقت سننے کے قابل ہوتا کہ کلام ملک علام میں سیاق کی تبدیل ضمیر تذکیر کے ساتھ نہوئی ہوتی اور بجائے عنکم اہل البیت عنکن ہوتا کہ وہ اتفاق کا موجب ہوتا اور جبکہ علیم خبیر نے خود ہی ضمیر مونث کے بعد ضمیر مذکر کو ذکر فرما کر تغیر اسلوب پر تنبیہ فرمائی ہو تا کہ جو غفلت زدگان وادی ضلالت ہیں وہ آگاہ بھی ہو جائیں تو پھر اتحاد اسلوب کا حکم کرنا قرینہ سیاق سے خارج از اسالیب ہوگا جیسا کہ سید نور اللہ مرحوم نے احقاق الحق میں فرمایا ہی کون الآیۃ الاولی فی الازواج لا یمنع من کون ما ہو فی قربہا مستقلا بعدہا فی غیرہن سیما اذا قام الدلیل علی ذلک وہو تذکیر ضمیر عنکم ویطہرکم اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ صیغہ مذکر کا وارد کرنا عنکم میں بلحاظ اہل کے ہی اور عرب کا قاعدہ ہی کہ جب کسی خبر کو جو حقیقت میں مونث ہو بلفظ مذکر ملاحظہ کریں اور چاہیں کہ اس لفظ سے اُسے تعبیر کریں تو اس مونث کے حق میں تذکیر کے صیغہ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالی کا قول ہی جبکہ سارہ علیہا السلام کی طرف خطاب میں فرمایا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید انتہی ترجمہ کلامہ لیکن اسپر کئی امر وارد ہوتے ہیں پہلے یہ کہ یہ قول انکا اکثر اہلسنت کے قول کے منافی ہی کیونکہ سابق میں قول ابن حجر ہم نقل کر چکے ہیں کہ انھوں نے کہا ہی اپنے صواعق میں اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علی وفاطمۃ والحسن والحسین لتذکیر ضمیر عنکم وما بعدہ پس یہ دلیل تذکیر ضمیر کی شیعوں کے قول کی تصدیق کو اور قول مخالفین کے ابطال کو حجت ہی اور ایسی حجت ہی کہ اسکا نظیر نہیں ہی کیونکہ اسکے کمال وضوح کے باعث سے اکثر اہلسنت نے انکے شیخ کی گواہی کے موافق قبول کیا ہی

پس بر فرض تسلیم ترتیب آیات بھی تغیر اسلوب دلیل شافی ہمارے واسطے افتراق مفاد آیات مین ہی جناب
سلطان العلما نے اسکے جواب مین فرمایا ہی کہ عربیت دانی بھی انکے علمائون کی دیکھنے کے لائق ہی ابن حجر نے
تو کہا ہی کہ اکثر مفسرین بنا بر تذکیر ضمیر کے قائل اسکے ہوے ہین کہ مراد اس سے آل عبا ہین اور شاہ صاحب فرماتے ہین
کہ تذکیر بنا بر ملاحظہ لفظ اہل کے ہی بالجملہ اپنے ائمہ کے اقوال کو یاد دلاتے ہین اور اسی جگہ سے ہی کہ اس احتمال سخیف کو
اپنی مشہور تفسیرون مین ذکر نہین کیا بلکہ اَوَر توجیہات کی ہین جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین کہا ہی
وخاطب خطاب المذکرین بقوله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت لیدخل فیه نساء اهل البیت ورجالهم انتهی اور دوسرا ایراد قول شاہ صاحب پر یہ وارد ہوتا ہی
کہ جو انھون نے کہا ہی کہ تذکیر ضمیر کی بمراعات لفظ اہل ہی پھر یہ اگرچہ صحیح بھی ہو تو بلاشبہ متبادر نہین ہی اور اسکا محمل کے
خلاف ہی اور اسکا ارادہ مستہجن ہی اور یہی تو شیعون مین یہ ہی کہ حق تعالی نے ضمیر مونث سے تذکیر ضمیر عدول فرمایا ہی
اور یہ لائق تسلیم کے نہین ہی کہ اس سے عدول کرنا رعایت لفظی کے لیے مستحسن ہو خلاصہ کلام یہ ہی کہ ظاہر سے
صرف بے ضرورت کے کلام مین جائز نہین ہی اور اس جگہ صرف کی ضرورت کا ہونا مسلم نہین ہی اسی جگہ سے اکثر
اہلسنت کے ذہنون مین معنی ظاہر کے سوا اور معانی نے سبقت نہین کی اور متبادر حقیقت کی دلیل ہی اور اگر ظاہر سے
ضرورت صرف کی ہوتی تو اس سے ارادہ آل عبا علیہم السلام پر وہ سب حمل نہ کرتے اور ضرورت ظاہر سے صرف
کرنیکی کیسی بیان تو ظاہر پر حمل کرنے کی ضرورت بلاحظہ ان نصوص کے جو شان نزول مین اس آیہ کی وارد ہین
موجود ہی اور اسکے خلاف پر حمل کرنا اجتہاد مقابلہ نصوص متفق علیہا اور متواترہ ہی جیسا کہ مستفیضا یہ مضمون مروی ہی
کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب ع کو اور جناب سیدہ کو
اور حسنین علیہم السلام کو جمع فرمایا اور چادر جو فدک کی تھی یا قطوانی تھی یا سیاہ بالون کی تھی وہ سب پر اڑھائی بعد اسکے
فرمایا هؤلاء اهل بیتی فاذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا اور یہ مضمون احادیث مین انکی وارد ہی جیسا کہ اسے
ہم پیشتر صحاح وغیرہ سے نقل کر چکے ہین اور ان روایات سے صاف واضح ہی کہ اہلبیت انھین مین محصور ہین
بلکہ انھین کی روایات مین تصریح مذکور ہی کہ ازواج نبی نے چاہا کہ اسمین شریک ہون اور پیغمبر خدا سے درخواست کی
لیکن آنحضرت نے انھین شریک نہ فرمایا بلکہ حصر عدد کا پانچ شخصون مین بھی انکی روایات سے ثابت ہی جیسا کہ
شیخ ابن حجر نے جو روایت نقل کی ہی احمد سے کہ اسنے ابو سعید خدری سے اسمین صاف موجود ہی انها نزلت فی
خمسة النبی وعلی وفاطمة والحسن والحسین قال واخرجه ابن جریر مرفوعا بلفظ نزلت هذه الآیة فی خمسة ثم سماهم اور اسی سے مندفع ہوا
جو فاضل بیضاوی نے کہا تھا کہ جو شیعہ اہلبیت کی تخصیص فاطمہ وعلی اور انکے دونون فرزندون کے ساتھ کرتے ہین
بسبب اسکے کہ روایت مین آیا ہی کہ پیغمبر خدا صلواۃ اللہ علیہ ایک روز برآمد ہوے جن حالونکہ چادر سیاہ بالون کی
اوڑھے تھے بعد اسکے جناب سیدہ آئین انھین اس چادر مین بٹھایا پھر علی ابن ابیطالب آئے انھین بھی چادر مین

بٹھایا پھر حسن حسین کو پھر ان دونوں کو بھی چادر مین بٹھایا پھر فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت اور اسکے تطہیرا
احتجاج انکی عصمت پر کرتے ہین اور انکا اجماع اسپر حجت قطعیہ ہی اسواسطے کہ تخصیص انکے ساتھ مناسب
اُن سے جو ہین آیہ کے پہلے ہے اور جو ہین آیہ کے بعد ہے اور حدیث مقتضی اسکو ہے کہ وہ اہلبیت ہین نہ یہ کہ انکے سوا
اور اہلبیت نہین ہین انتہی خلاصۃ کلامہ اور وجہ اندفاع کی ظاہر ہے کیونکہ شیعہ جو تخصیص کرتے ہین اسکا سبب وقوع
نصوص کا ہے نہ خواہش نفسانی پھر جب نص مین وارد ہوچکا کہ انما نزلت فی خمسۃ تو اب تخصیص کی وجہ وہی ہے کہ جو
انکی نصوص مین گذرا کہ پیغمبر خدا نے انھین حضرات کو اپنے ساتھ زیر چادر بٹھاکر باسم اشارہ تعین فرمائے کہ اھل بیتی
یعنی یہی میرے اہلبیت ہین کہ ظاہر اس سے حصر ہے دوسرے جب عدد کا حصر ہوچکا تو اس سے بھی حصر مستفاد ہوتا ہے
علاوہ اسکے یہی قول سے بیضاوی کے دلالت بتسلیم شیعون کے مطلوب کی حاصل ہے کیونکہ شیعون کا مطلوب یہ ہے
کہ مراد آیہ تطہیر سے آل عبا ہین اور یہ قول بیضاوی سے بخوبی ثابت ہے کہ آل عبا مراد آیہ سے ہین اگرچہ انکے ساتھ وہ
ازواج کو بھی شریک کرے نہ یہ کہ مطلوب ازواج ہین تنہا جیسا کہ شاہ صاحب کا مزعوم ہے اور جب یہ ہوا تو
آل عبا علیہم السلام کا مراد ہونا تو متفق علیہ فریقین ہوا اور دخول ازواج کا انکے بدون دلیل پھر دلیل کا محتاج رہا
اور قرینہ سیاق کا بقرینہ تذکیر ضمیر معارض ہے پس اسپر تعویل و اعتماد نہین ہوسکتا خصوصاً جبکہ ظاہر نصوص کا تخصیص انھین
حضرات کا ہو فقط کہ جناب سید سند نے بعض فاضل سے فاضل دہلوی کے جواب کو اسطرح نقل فرمایا ہے کہ
انھون نے کہا ہے کہ قواعد نحویہ مین یہ مقرر ہے کہ الفاظ اشارہ تعین و تخصیص کے لیے ہین اور اگر کوئی سوا انکے دوسرا بھی
اس شرف و منزلت مین داخل ہوتا تو چاہیے کہ پیغمبر خدا فرماتے اللہم ہولاء من اھل بیتی من کی لفظ کو جو تبعیض کے
معنی کے واسطے ہے داخل فرماتے کہ اسکے معنی یہ ہوتے کہ خداوندا یہ بعض میری اہلبیت سے ہین جیسا کہ حضرت
نوح نے کہا تھا کہ ان ابنی من اھلی اور جب حضرت نے اسطرح نہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ انحصار اہلبیت کا انھین مین ہے اور
خود شاہ صاحب نے بارھوین باب کے دوسرے مقدمہ مین خواص امت کو تین فرقہ مین تقسیم کیا ہے اہلبیت ازواج
و اصحاب اور اس تقسیم سے انکی جو بر سبیل تحقیق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی ازواج انکے نزدیک بھی اہلبیت مین
داخل نہین ہین اور ہمارا مقصود بھی یہی ہے تیسرا ایراد جو شاہ صاحب کے قول پر وارد ہوتا ہے یہ ہے کہ ہم اس جگہ کہتے ہین
کہ اہلبیت سے ازواج کا ارادہ کرنا صحیح نہین ہے موافق اس روایت کے جو مسلم سے بذریعہ زید بن ارقم پیشتر نقل کرچکے ہین
اور صاحب صواعق نے بھی باب عاشر مین اپنی کتاب کے اُسے نقل کیا ہے کیونکہ اسمین صاف موجود ہے کہ جب سائل نے
زید بن ارقم سے پوچھا کہ من اھل بیتہ نساءہ یعنی اہلبیت رسول سے ازواج انکے ہین قال لا ایم اللہ المرأۃ تکون مع الرجل
العصر من الدھر ثم یطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا اھل بیتہ ھھنا اھلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ اور ابن اثیر نے جامع الاصول
مین روایت کی ہے مثل اسی کے اور وہ بھی پیشتر نقل ہوچکی ہے کہ اسمین بھی تصریح اسکی موجود ہے کہ راوی کہتا ہے فقلنا

عن اهل بيته نسائه قال لا ايم الله ان المرأة تكون مع الرجل العصر من الدهر ثم يطلقها فترجع الى ابيها وقومها اهل بيته اصله وعصبته الذين حرموا الصدقة من بعده
چونکہ ترجمہ اسکا بھی اوپر ہو چکا ہے تو حاجت اعادہ کی نہین ہے بالجملہ چونکہ روایات حضرات اہلسنت مین بھی اس ارادے
کی نفی وارد ہو چکی ہے اسی لیے سید نور اللہ نے فرمایا ہے کہ زید بن ارقم کے اس قول سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اہلبیت کا اطلاق
ازواج پر موافق اصل وضع لغت کے نہین ہے اور ازواج کو اہلبیت کہنا نہین ہے مگر بسبیل مجاز اور ممکن ہے کہ اس سے
مراد انکی یہ ہو کہ جو کچھ اس حدیث مین یا اسکی مثال مین لفظ اہلبیت وارد ہے لائق یہ ہے کہ وہان اس سے اہل و عصبہ وہ
مراد لیے جائین جنکی نسبت پیغمبر خدا کے ساتھ اصالۃً نہ زائل ہو نہ ازواج کہ انمین یہ بات ممکن نہین ہے اور ہر طرح سے
وہ شیعون کے لیے حدیث مؤید قوی ہے اسی لیے جناب سلطان العلماء نے بھی احتمال اول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ
فرمایا ہے کہ متبادر اہلبیت سے وہی ہے جو بحسب عرف ذریت و اقارب سے اسکی ہونا ازواج اور متبادر حقیقت کی
دلیل ہے اور جو روایت کہ زید بن ارقم کی مذکور ہوئی اس سے اس قول کو مؤید فرما کر فرمایا ہے کہ ظاہر کلام ابن ارقم کا یہ ہے
کہ اہلبیت مختص بما عدائے ازواج ہے اور عنقریب خود ہی شاہ صاحب تصریح کرتے ہین کہ عبید و جواری چونکہ
محل تحول و تبدل کا ہین تو وہ اہلبیت مین داخل نہین ہو سکتے یعنی لونڈی غلام جب تک اپنے آقا پاس ہین
اسکی طرف منسوب ہوتے ہین لیکن بذریعہ بیع یا ہبہ یا آزادی اسکے پاس سے چلے گئے تو پھر اس آقا کی طرف منسوب
نہین ہو سکتے پھر واقع مین جو شاہ صاحب نے محل تحول مین ہونے کی راہ سے عبید و جواری کو اہلبیت مین
داخل ہونے سے منع کیا اسی طرح تو ازواج کا بھی حال ہے کہ وہ بھی بطلاق زوجیت سے خارج ہو جاتی ہین
جیسا کہ کلام زید بن ارقم سے بخوبی مستفاد ہوتا ہے اور تحقیق اسکی یہ ہے کہ اہلبیت کا اطلاق دو محمل رکھتا ہے ایک
معنی اضافی ہے اور وہ ظاہر ہے کہ باعتبار لغت اہل کے وہ بمعنی صاحب کے ہے اور بیت کے معنی گھر کے ہین پس
اسکی بنا پر تو جو جو گھر مین رہتے ہین ازواج و اطفال و خدم و حشم سے وہ سب اس معنی لغوی کے مصداق ہو سکتے ہین
جیسا کہ اہل قریہ مین جتنے رہنے والے وہان کے کہہ سکتے ہین وہ اسمین داخل ہین اور وہ ما نحن فیہ سے بالاتفاق
خارج ہین جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ فاضل نسفی سے بہت تعجب کا محل ہے کہ اسنے تفسیر مدارک مین آیۂ تطہیر سے
استدلال اسپر کیا ہے کہ ازواج اہلبیت مین داخل ہین حیث قال وفیہ دلیل علی ان نسائہ من اہل بیتہ وقال عنکم لانہ ارید الرجال والنساء
من آلہ کیونکہ یہ استدلال فرع اسکی ہے کہ ازواج اہلبیت مین داخل ہون پھر چاہیے کہ پہلے مثل سائر ثبت العرش
ثم النقش کے پہلے ازواج کا اہلبیت ہونا بمعنی اس مراد کے جو ہماری ہے ثابت کرین بعد اسکے انکا انسلاک اس
آیہ کے سلک مین بیان کرین والا مطلوب اول پر مصادرہ لازم آئیگا اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت زید بن ارقم سے
ازواج اہلبیت سے خارج ہین پھر کسطرح انکے مزعوم کے موافق آیہ کی دلالت ہوگی اور دوسرے معنی عرفی ہے
اور ظاہر ہے کہ اسمین ایک اعتبار اضافی سے زیادہ ملحوظ ہے اسی لیے شاہ صاحب نے بھی لونڈی غلامون کو اس سے

خارج جاناہی اور زید بن ارقم نے ازواج کے خارج ہونے کی اُس سے تصریح کی ہو اور سمین کوئی شبہ نہین ہو کہ زید
بن ارقم اہل زمان سے ہین ور انکاقول لائق اعتماد و اذعان کے ہو مگر زیادہ تخصیص کا محتاج ہو جیساکہ سید نور اللہ
نور مرقدہ نے فرمایا ہو حاصل اسکا یہ ہو کہ جمہور کا مناقشہ نہین پیدا ہوا مگر اس سے کہ اُنھون نے لفظ بیت کو جو آیہ
وحدیث مین وارد ہوا ہی حمل کیا اس بیت پر جو گھر کے معنون پر ہو یعنی بمعنی اضافی کہ جو بنایا جاتا ہو مٹی اور لکڑی سے
اور وہ حجرون پر مشتمل تھا ایسے حجرے جنمین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مع اہلبیت وازواج رہتے تھے کیونکہ جب یہ معنی
ارادہ کیے جائین توجو وہ سمجھتے ہین اُسکا محتمل ہوگا لیکن ظاہر عقل کے نزدیک یہ ہو کہ مراد اہلبیت سے یہان مطابق
انکے قول کے اهل الله اور اهل قرآن اور اہلبیت نبوت ہین ور بلا شبہ یہ منوط ہو کمال اہلبیت اور غایت استعداد سے جو مستعقب
تنصیص وتعیین کی خدا و رسول کی طرف سے واسطے اُسکے ہوئی جو اُس سے متصف ہو جیساکہ آیہ وحدیث مین واقع ہوا ہی
اور ام سلمہ اُس اہلبیت سے محتاج اُس سوال کی ہوئی تھین کہ آیا مین داخل ہون یا نہین انتہی توجمہ کلامہ اور حقیقت مین اِس بیان کو
وہ خبر موید ہی جو پیشتر ذکر نقل احادیث اہلسنت مین مذکور ہوئی کہ اُسے شیخ ابن حجر نے بھی اِس قصہ کے بیان مین
نقل کرکے کہا ہو کہ ابن معین نے اسکی توثیق کی اور انکے غیر نے اسکی تضعیف کی ہو کہ اسمین لفظ عربی حدیث کا یہ ہو کہ
فرمایا پیغمبر خدا نے ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا وذلک قول الله عزوجل انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس الآیہ اور عرف بھی اِس سے
مساعد ہی جیساکہ ملا نفیس کرمانی نے شرح موجز مین کہا ہو وکنت من اهلبیت مشهورین بهذه الصلاة بلکہ یہ اُس سے بھی اخص ہی
جو زید بن ارقم نے کہا تھا کیونکہ انھون نے اہل سے فقط عشیرہ مراد لیا ہی اور جو کہ صدقہ اُنپر حرام ہی لیکن وہ سب نیکو کار
تعین اور اس لائق تھین پس جو کہ سید نے فرمایا ہی متعین عند اہل العقل وہی ہی کہ جنکا تقرب پیش خدا و رسول زیادہ ہو وہی اُس سے
مراد ہین ور اُس سے یہ بات موید ہی کہ ازواج خطاب کی گئی ہین ساتھ ردواع کے بسبب اُسکے کہ اُنسے منکرات
ظاہر ہوئی پھر کسطرح اِس سلک مین وہ منسلک ہوسکتی ہین جو تھے یہ کہ اخبار دلالت کرتے ہین اسپر کہ ازواج اِس
سلک مین منسلک نہین جیساکہ ام سلمہ کی روایات مین جو اوپر مذکور ہو چکین کہ بعض مین ہو کہ ام سلمہ نے دروازے پر
اذن دخول ردا مین چاہا اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہ اور بعض مین ہو کہ چادر کا کونا اٹھا کر چاہا کہ داخل ہون
حضرت نے اُنسے چادر کا کونا چھین لیا یا ام المومنین عائشہ نے داخل ہونا چاہا اور حضرت نے داخل نہ فرمایا بلکہ
ہٹا دیا اور شیخ ابن حجر نے کہا ہو کہ وضع النبی صلی الله علیه وآله جعل هولاء تحت کساء وقال اللهم هولاء اهل بیتی وخاصتی ای خاصتی اذهب
عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا فقالت ام سلمه فانا معهم قال انک علی خیر اور جو مثل اسکے ہین کہ ہمنے انکی طرف اشارہ کیا ہو پھر یہ ارادہ
کیونکر صحیح ہوسکتا ہو اور جو کچھ کہ جواب مین شاہ صاحب نے اسکے لکھا ہو انشاء اللہ عنقریب اُس سے بھی تعرض کیا جائیگا پانچوین
یہ کہ جو شاہ صاحب نے استشہاد کریمہ تعجبین من امر الله سے کیا ہو وہ بھی مقدوح ہو اُس سے جو جناب سلطان العلماء نے
فرمایا ہو کہ یہ آیہ شاہ جی کے واسطے حجت نہین ہوسکتا کیونکہ کریمہ مذکورہ مین خطاب حضرت سارہ کے ساتھ نہین ہی

والا علیکم مین ضمیر کا بصیغہ جمع ہونا کس وجہ سے ہوتا اور یہ بھی معلوم ہو کہ لفظ اہل کا اطلاق واحد پر بھی تسامح سے
خالی نہین ہو بلکہ احتمال اسی کا رکھتا ہو کہ خطاب علیکم کا حضرت ابراہیم اور انکے جملہ اہلبیت کے ساتھ ہوا تھا یہ ہو کہ حضرت
سارہ بھی اسمین شریک ہون پھر یہ تو ہمارے مدعی کا شاہد ہو کیونکہ پہلے تعجبین صیغہ مونث واحدہ کے ساتھ وارد ہوا
بعد اسکے خطاب کی توجہ حضرت ابراہیم اور انکے اہلبیت کے ساتھ ہوئی اور تذکیر ضمیر باعتبار تغلیب ہوئی یعنی چونکہ
غلبہ مردون کو تھا اسلیے ضمیر مذکر فرمائی اور اسی راہ سے جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا بھی اسی خطاب آیہ تطہیر مین شریک
ہوئین اور خواجہ نصر اللہ کابلی کا کلام بھی جسکے کلام کی چوری شاہ صاحب نے کی ہو مشعر اسی کا ہو جو ہمنے کہا ہو
حیث قال وتذکیر الضمیر یدل علی دخول غیرھن معھن وھو مثل قولہ تعالیٰ اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت
فان المخاطبۃ مع سارہ ام اسحاق زوجۃ ابراھیم حین بشرھا جبرئیل بالولد فقالت الد وانا عجوز عقیم وھذا بعلی شیخا یعنی مذکر لانا ضمیر کا دلالت اسپر
کرتا ہو کہ انکے ساتھ غیر انکے بھی شریک تھے اور وہ مثل قول خدا تعالیٰ کے ہو جو فرمایا ہو کہ آیا تعجب کرتی ہو تو خدا کے
حکم سے اور رحمت خدا کی اور برکات اسکی تمپر نازل ہون اے اہلبیت پس تحقیق کہ یہ مخاطبہ بھی ساتھ سارہ کے ہی
جو مادر اسحاق اور زوجہ ابراہیم تھین جسوقت کہ انکو بشارت دی جبرئیل نے ساتھ فرزند کے پیدا ہونے کے اور کہا
انھون نے کہ آیا مین جنونگی حالانکہ مین زن پیر زال اور بانجھ ہون اور یہ شوہر میرا مرد پیر ہو انتہی ترجمہ کلامہ اور
واقعی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ وقت اظہار تعجب جناب سارہ اور حضرت ابراہیم قریب تھے جب تو لفظ ہذا سے
انھون نے اشارہ کیا تھا اور بعد اسکے جو فرمایا اتعجبین من امر اللہ یہ مختص حضرت سارہ کے ساتھ ہونا چاہیے اور خطاب
برحمت اول حضرت ابراہیم سے ہونا بہتر ہو جنھون نے کمال یقین کی راہ سے اپنے خرق عادت کے ظہور سے
تعجب نہین فرمایا اور اسکے ساتھ اور بھی انکے اہلبیت کو شریک ہونا چاہیے جسمین حضرت سارہ بھی ہین اور کلام
خواجہ نصر اللہ مشعر اسکا ہو کہ نہ آیہ تطہیر مین خطاب تنہا ازواج کے ساتھ مختص ہو نہ کریمہ اتعجبین من امر اللہ مین
اختصاص خطاب کا حضرت سارہ کے ساتھ ہو اور شاہ صاحب نے دعوی اختصاص خطاب کا کریمہ تطہیر مین بھی
بہ ازواج کیا اور آیہ اتعجبین من امر اللہ الخ مین بھی اختصاص خطاب کا بحضرت سارہ کیا اسی لیے جناب سلطان العلماء نے
فرمایا ہو کہ عجب ہو کہ ناصبی نے چوری کرنی سیکھی حالانکہ مسروق عنہ کے مطلب تک نہ پہونچا چاہتا ہو کہ آیہ تطہیر کو
تنہا حق ازواج مین قرار دے اور آیہ اتعجبین من امر اللہ سے تمسک کرے حالانکہ اس غلام کے آقا نے تفرد ازواج کی
تکذیب کر کے اشتراک کی تمثیل کریمہ اتعجبین من امر اللہ سے دی ہو اور اور بھی ہمارے مطلوب پر دلالت کرتا ہو جو
مولانا ے طبرسی نے نقل فرمائی ہو کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب ایک جماعت پر سے گذرے اور انپر
آنحضرت نے سلام فرمایا انھون نے جواب مین کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ یہ سنکر آنحضرت نے
فرمایا کہ لاتجاوزوا بنا ما قالت الملائکۃ لابینا ابراھیم رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت اور پھر دوسرے مقام پر جسمین ہی قول حق تعالیٰ کو

خطاب بالسارہ کہا ہی اُنھون نے اپنی جہالت سے لکھا ہی و الا ہم تسلیم نہین کرتے کہ اُسمین خطاب فقط سارہ کے ساتھ ہی بلکہ
حضرت ابراہیم اور اُنکے سائر اہلبیت مخاطب ہین ہان حضرت سارہ بھی اُسمین داخل ہین جسطرح کہ حضرت فاطمہ
صلواة اللہ علیہا بھی آیہ تطہیر مین داخل ہین اور تذکیر تغلیب کے سبب سے ہی اور یہ ہم نہین کہتے کہ مطلق دخول مونث کا
خطاب مذکر مین نہین ہوتا علاوہ اسکے خود پہلے شاہ صاحب لکھ چکے ہین کہ جمع کا اطلاق واحد پر خلاف اصل ہی پھر
کسطرح اہلبیت سے تنہا حضرت سارہ کو مراد لیتے ہین اور یہان جائز کیونکر رکھتے ہین قل الذی یدعی فی العلم فلسفة حفظت
شیئا و غابت عنک اشیاء اور شاہ صاحب نے جو کہا ہی کہ جو کچھ ترمذی اور دیگر صحاح مین مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے اُن
چار شخصون کو بھی ایک چادر مین لیا اور دعا فرمائی کہ اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا اور
ام سلمہ نے کہا کہ مجھے بھی شریک کیجیے فرمایا انت علی خیر او مکانک وہ دلیل صریح اسپر ہی کہ نزول آیہ کا بحق ازواج ہوا تھا
اور پیغمبر خدا نے اِن چار شخصون کو اپنی دعا سے اِس وعدے مین داخل کر دیا اور اگر یہ آیہ اُنکے حق مین نازل ہوا ہوتا تو دعا کی
حاجت کیا تھی اور وہ حضرت کیون تحصیل حاصل فرماتے اور اسی لیے ام سلمہ کو اس دعا مین شریک نہ فرمایا کہ اُنکے
حق مین اِس دعا کو تحصیل حاصل سمجھا انتہی ترجمہ کلامہ اور جواب اسکا یہ ہی کہ نہین معلوم یہ کلام شاہ جی نے کس حالت مین
لکھا ہی کہ نہ اُسوقت اُسکا خیال آیا ہی کہ مضامین احادیث کی مخالفت نہونے پائی نہ اپنے علماؤن کے کلام پر نظر کی
بلکہ سنت پیروان سابق کی اپنے پیروی اختیار کی کہ جسطرح وہ حیات جناب رسالتمآب مین کہا کرتے تھے کہ علی ابن
ابیطالب کی محبت مین فریفتہ ہین اسی جہت سے اُنکے مناقب و فضائل زیادہ بیان کیا کرتے ہین اور یہ نہ سمجھتے تھے
کہ کوئی قول و فعل آنحضرت کا بے حکم خدا نہوتا تھا اسی طرح انھون نے بھی بعد وفات آنحضرت کے کہا کہ یہ آیہ ازواج
کی شان مین نازل ہوا تھا مگر پیغمبر خدا نے دعا کر کے اُن چارون بزرگوارون کو اِس وعدے مین شریک کر دیا کیا کہنا
رسوخ عداوت کے یہ معنی ہین کہ شاہ صاحب نے بناش اول کو بھی اپنے پیچھے ڈالا شیخ ابن حجر باوصف اُس
سنگدلی کے تو ابو سعید خدری سے روایت نقل کر گئے کہ انہا نزلت فی خمسة النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی و فاطمة
والحسن والحسین اور پھر اسی کی بہ نسبت کہا کہ واخرجہ ابن جریر مرفوعا بلفظ انزلت ھذہ الایة فی خمسة فی علی والحسن والحسین وفاطمة للسلم
انہ ادخل اولئک تحت کساء علیہ و قرأ ھذہ الایہ اور یہ کہ بسبب تذکیر ضمیر کے اور اِن روایات کی اکثر مفسرین نے
تصریح کی ہی کہ انہا نزلت فی علی و فی فاطمة والحسن والحسین اور جب بشہادت اِس فاضل کے یہ ثابت ہی کہ اکثر علمائے
اُنکے نزول کو اِس آیہ کے خمسہ آل عبا کے حق مین اقرار کیا ہی لیکن انھون نے راسا اُنکے حق مین نازل ہونے سے
انکار کیا اور بمقابل نصوص کے اور قول اکثر کے جو اجماع امامیہ کے مطابق ہی اجتہاد اختیار کیا تو وہ معتبر نہوگا اور وہ بھی
کیا خوب بات ہی کہ آیہ بحق ازواج نازل ہوا تھا مگر پیغمبر خدا نے دعا کر کے انھین اِس وعدے مین شریک کر دیا اب
بڑی مصیبت یہ ہی کہ اگر شاہ صاحب کو سچا بنائین تو خدا و رسول مین سے ایک ملزم ہوگا کیونکہ یہ تشریک بلا استحقاق

ہوئی یا با استحقاق پھر اگر یہ بزرگوار اس دعا ہی کے مستحق تھے اور خدا نے اُنکے لیے نہ کیا اور استحقاق سے انھین محروم رکھا تو خدا کی طرف یہ امر عائد ہوتا ہی کہ خلاف استحقاق فرمایا اور اگر استحقاق نہ تھا تو پیغمبر خدا نے کسطرح دعا فرمائی اور غیر مستحق کو شریک کرنیکی درخواست کی اور وہ کیونکر قبول ہوئی علاوہ اسکے جنکی شان مین اُنکے زعم مین آیہ نازل ہوا تھا بلکہ بہ دعاے نبی شریک وعدہ ہوے اُنکی بہ نسبت تو یہ اہتمام و اعزاز نبی نے فرمایا کہ انھین اپنی ردا مین اپنے ساتھ ڈھانپا اور جنکی نسبت آیہ نازل ہوا تھا انھین سے جنسے ارادہ شریک ہونے کا آپ کے ساتھ کیا یا درخواست کی تو موافق انھین کی روایات کے کسی سے فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر رہ کسی کے ہاتھ سے چادر کا کونا چھین لیا اور نہ داخل ہونے دیا کسی کی درخواست کے جواب مین فرمایا کہ الگ ہٹ جا اگر یہ وعدہ ازواج کے ساتھ حق تعالی نے فرمایا تھا اور نبی نے اپنی دعا کے ذریعہ سے آنحضرات کو انھین شریک فرمایا تھا تو چاہیے کہ پہلے انھین چادر مین ڈھانپتے پھر انھین تاکہ جسطرح وعدے مین شریک فرمایا اُسی طرح ظاہر مین بھی چادر مین شریک فرماتے نہ یہ کہ انھین ہٹاتے اور منع فرماتے اس سے کہ شریک آل عبا ہون اور اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ شاہ صاحب نے کہا ہی تو کیا ازواج نبی کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ تحصیل حاصل فعل اچھا نہین ہی کہ اُسکی مباشر ہوئین اور پیغمبر خدا سے درخواست کی اور کسطرح کہ جو صورت شکایت مین ہی کہ الست من اهلک یعنی کیا ہم آپ کے اہل نہین ہین اور پھر اسکے بعد بھی پیغمبر خدا نے یہ نہ فرمایا کہ تمھارے لیے تو نازل ہو چکا ہی تمکو کیا ضرورت ہی تاکہ اُنکے موجب خوشی کا ہوتا بلکہ رفع ملال اسطرح فرمایا کہ انت علی خیر اور جو شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ اگر یہ آیہ آنحضرت کے حق مین نازل ہوا ہوتا تو پیغمبر خدا کو دعا فرمانے کی کیا ضرورت تھی اور اسکے لیے روایت ترمذی سے متمسک ہوے ہین وہ روایت بھی تو روایات سابقہ کے منافی نہین ہی کیونکہ غرض اس سے یا تاکید و درخواست انجاز دعوے کی ہی جیسا کہ حق تعالی کے قول مین ہی وعدا الحق یا محض اظہار انقطاع ہی کہ جس سے مقصود یہ ہی کہ تشخیص ان اشخاص کی اور اظہار اُنکے تعین شان کا سبب ہی اور یہ بات کہ آیت بحق ازواج نازل ہوئی تھی پیغمبر خدا نے دعا سے انھین بھی اس وعدے مین جو ازواج کے ساتھ خدا نے فرمایا تھا شریک کر دیا یہ بالکل بے معنی ہی کیونکہ اگر ایسا ہوتا کہ پیغمبر خدا نے درخواست بعد اسکے فرمائی ہوتی تو مراد حضرت کی اس سے یہ ہوتی کہ مثل انھی وعدے کے آنحضرات کے ساتھ بھی فرمائی اور اس صورت مین دوسرا آیہ نازل ہوتا و لیکن ایک آیہ تطہیر کے سوا دوسرا نہین ہی تو یا دعا آنحضرت کی قبول نہوئی والا اثر استجابت ظاہر ہوتا اور یا وہ دعا انجاز وعدے کے لیے تھی اور اسکا اثر یہی آیہ ہی اور یہ آیہ بحق انھین حضرات کے ہی لا غیر بالجملہ اس بیان سے شاہ صاحب کی معرفت نبی کے ساتھ بھی معلوم ہوئی کہ بہت کامل ہی کیونکہ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پیغمبر خدا کی بھی دعا مثل اُنکی دعاؤن کے ہی کہ جو حاصل ہی اُسکے لیے دعا نہین کرتے جو نہین ہی اُسکے واسطے دعا کرتے تھے حالانکہ یہ بات ظاہر ہی کہ دعا ایک قسم عبادت کی ہی کہ اُسسے تقرب خداوند کریم سے

حاصل کرتے ہین اور انبیا اور اوصیا جنھین مشیت کا علم عطا فرمایا ہے انکی دعا جو امور کاینہ ہین انھین کے واسطے ہوتی ہے
نہ غیر کاینہ کے لیے اور یہی سبب ہے کہ چونکہ وہ امور کاینہ کی درخواست قریب اسکے وقت ظہور کے ہوتی کرتے تھے اسلیے
مقبول ہوتی ہین اور جو نہین جانتے وہ کاینہ اور غیر کاینہ سب کے لیے دعا کرتے ہین اسلیے انکی دعاؤن کا اثر کمتر ظاہر
ہوتا ہے حضرت کو یقینی علم اسکا حاصل تھا کہ مجھسے معصیت نہین ہوئی اور حق تعالی نے انسے وعدہ بھی فرمایا تھا کہ ذنوب
متقدم و متاخر تمھارے سب مغفور ہین لیکن ہمیشہ استغفار فرماتے تھے اسی طرح جانتے تھے کہ حق تعالی نے یقینی انھین
اہل بہشت سے گردانا ہے اور موعود بہ بہشت تھے لیکن ہمیشہ درخواست بہشت کی فرماتے تھے اور جانتے تھے کہ
یقینی جہنم آنحضرت پر حرام ہے لیکن ہمیشہ اس سے استعاذہ فرماتے تھے اسی طرح لڑائیون مین بھی کہ جبرئیل وعدہ و بشارت
فتح دے جاتے تھے لیکن پھر فتح کی دعا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ ہر جگہ یہ دعا انجاز وعدے کے واسطے اور اظہار خلوص عبودیت
اور تقرب کے واسطے تھی اسی لیے آنحضرت نے یہان بھی دعا فرمائی ہوگی کیونکہ آنحضرت کو معلوم تھا کہ یہ حضرات مستحق ہین
اس وعدے کے واسطے اور وقت ظہور اسکا قریب ہے اسلیے یہ دعا فرمائی اور اثر اسکا ظاہر ہوا کہ یہ آیہ حق آنحضرات کے
نازل ہوا نہ یہ کہ اگر انکے لیے آتا تو دعا کیون کرتے کہ تحصیل حاصل فعل حکیم کا نہین دعا کبھی مخلصین کی تحصیل حاصل نہین ہے
بلکہ ہمیشہ اسپر ثواب مترتب ہوتا ہے اور لطف خلوص انھین ملتا ہے شاہ صاحب اپنے اوپر انبیا کا قیاس فرما کر انکے افعال کی
توجیہ فرماتے معاف کرین جسطرح بہ نسبت اہلبیتؑ کے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ انھین تعلیم نہ کرو کہ وہ تمسے زیادہ جانتے ہین
اسی طرح ہم بھی دعاے رسولؐ کی وجہ انسے زیادہ جانتے ہین انکے سمجھانے کی حاجت نہین ہے علاوہ اسکے شیخ
ابن حجر نے جو روایت من وثقہ ابن معین وضعفہ غیرہ مین وہ فقرہ نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انا جعل القبائل بیوتا فجعلنی
فی خیرھم بیتا وذلک قول اللہ عزوجل انما یرید اللہ لیذھب عنکم الآیۃ پس اس روایت سے کہ مطابق روایات سابقہ کے ہے اور اگر کچھ ضعف بھی ہے
تو اعتقاد عمل کثیر سے اور اور اخبار کی تائید سے وہ منجبر ہوگیا واضح ہوتا ہے کہ بیت سے مراد قبیلہ و خاندان نبوی ہے نہ
ازواج کہ وہ اور خاندان سے ہین پھر کسطرح ازواج اسمین داخل ہوسکتی ہین اور یہ روایتین بمقدار اشتہار و اعتبار رکھتی ہین
کہ شیخ ابن حجر نے بھی یہان ارادہ جمع بین الروایات کا کیا ہے نہ یہ کہ آل عبا کو مورد آیہ سے خارج کرین جیسا کہ شاہ صاحب نے
کہا ہے کیونکہ شیخ ابن حجر نے جو اخبار کہ آیہ کے ازواج نبی کے حق مین نازل ہونے کے بارے مین وارد ہین اور جو
اخبار کہ اسکے نازل ہونے مین بشان خمسہ آل عبا وارد ہین انھین جمع کیا ہے جیسا کہ کہا ہے والحاصل ان اھل بیت السکنی
لا یخلون فی الآیۃ لانھم المخاطبون بھا ولما کان اھل بیت النسب یخفی ارادتھم منھا بین صلی اللہ علیہ وآلہ بما فعلہ معھم ان المراد باھل البیت بنا من نعم
اھل بیت سکناہ کازواجہ واھل بیت نسبہ وھم جمیع بنی ہاشم والمطلب وقد ورد عن الحسن من طرق بعضھا سندہ حسن وانا من اھل البیت
الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطہیرا فبیت النسب مرادة فی الآیۃ کبیت السکنی و محصل ترجمہ اسکا یہ ہے کہ حاصل یہ ہے کہ گھر کے رہنے والے
پیغمبر خدا کے آیہ مین داخل ہین اسلیے کہ وہی اسکے مخاطب ہین اور چونکہ اہلبیت نبی کا ارادہ اس سے پوشیدہ تھا اسلیے

پیغمبر خدا نے اُسے بیان فرمایا اُس فعل کے فرمانے سے جو کیا اُنکے ساتھ جسکا بیان ہوا یعنی حضرات معصومین کو عبا کے اندر بٹھایا اور آیہ کو پڑھا اور مراد اہلبیت سے بیان پر آیہ مین وہ ہین جو عام ہین اُنکے گھر کے رہنے والون کو شامل ازواج کے اور اُنکے نسبتی اہلبیت کو اور وہ سب بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب ہین اور امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے بسند حسن کہ فرمایا ہم اُن اہلبیت سے ہین جنسے خدا نے رجس کو دور فرمایا اور پاک کیا انھین جو حق پاک کرنے کا ہے پس بیت اینب آیہ مین مراد ہین اُسی طرح جیسا کہ بیت سکنی مراد ہین انتہی ترجمہ کلامہ مع مافیہ لیکن شاہ صاحب نے جو مطلقاً آل عبا کو مورد آیہ سے نکال ڈالا اسکا سبب بجز اظہار تعصب و حمیت مذہب کچھ نہین کہا جا سکتا جناب سلطان العلماء نے جو اسکے جواب مین فرمایا ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ دعا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی رجس کے دفع ہونے کے لیے تھی نہ اسلیے کہ اہلبیت علیہم السلام کو اُس وعدے مین داخل فرماوین اور اگر ام سلمہ کا داخل ہونا اہلبیت مین قطعی اور یقینی ہوتا تو پھر اپنے داخل ہونے کی استدعا پیغمبر خدا سے کیون کرتین کیا وہ اہل زبان اور عربیت دان مثل شاہ صاحب کے نہ تھین اور پیغمبر خدا اسطرح تنحی عن اھل بیتی یعنی میرے اہلبیت سے علٰحدہ ہو یا حصر کا کلمہ حق مین آل عبا کے فرماتے بلکہ سزاوار یہ تھا کہ درخواست ازواج کی بعد فرماتے کہ انت منھم قطعا اور جب یہ نہوا تو ظاہر ہے کہ ام سلمہ کی درخواست تحصیل حاصل کی نہ تھی بلکہ جو مرتبہ اُنکے لیئے حاصل تھا اُسکی تحصیل کا ارادہ کیا تھا اور واقع مین یہ بہت واضح ہے مگر جب غشاوہ عداوت دیکھنے مین شک دے تو مجبوری ہے بقول شاعر اذا المرء لم یرکن للمرء عین صحیحۃ فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر اور اس جگہ پر یہ کہنے والے کو جو منحرفین سے ہو نہین پہونچتا ہے کہ کہے کہ شیعہ آنحضرات کی بہ نسبت اعتقاد عصمت کا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ بزرگوار اول عمر سے آخر تک معصوم تھے پھر اگر رجس اول عمر سے زائل تھی تو پیغمبر خدا کو دعا کی کیا حاجت تھی کیونکہ اگر ایسے ہی شبہے کیے جائین تو اسلام کی بنا ٹوٹ جائے اور اگر اسی طرح کہا جائے تو ہمیشہ پیغمبر خدا نماز مین اھدنا الصراط المستقیم کی تلاوت فرماتے تھے پھر اسکی کیا حاجت تھی اور اسی طرح آنحضرات پر درود جو بھیجا جاتا ہے اور ہمیشہ کہتے ہین اللھم صل علی محمد وآل محمد اسکی کیا حاجت ہے کیا العیاذ باللہ ہدایت اُن ہادی خلق کو پہلے سے حاصل نہ تھی یا رحمت اُنپر نازل نہین ہوچکی ہے اور طرفہ یہ ہے کہ جو حدیث کہ ابن حنبل سے اوپر مذکور ہوچکی ہے اُسمین یہ فقرہ موجود ہے کہ اللھم الیک لا الی النار انا واھل بیتی بحر العبا فاناللہ یہ دعا مستلزم عدم استحقاق کو نہین ہوسکتی انتہی تلخیص کلامہ رحمہ اللہ اور راقم رسالہ کہتا ہے کہ خدا اور رسول دانائے مصالح اور عواقب امور سے ہین محتمل ہے کہ یہ دعا فرمانا دفع رجس کے لیے پیغمبر خدا کا اور حق تعالیٰ کا اسکے بعد آنحضرات کی شان مین آیہ تطہیر کا نازل فرمانا جو واقع مین اُنکے اظہار عصمت اور استحقاق امامت و خلافت کے لیے ہے اسواسطے ہو کہ تا اہل حق اُس سے استدلال اُنکی عصمت پر کرین اور منکرین عصمت پر اُسے حجت گردانین بالجملہ غرض اس دعا سے علاوہ اسکے کہ درخواست انجاز وعدہ کی فرمائی ہو یا زیادتی مدارج فضیلت و عصمت کے لیے دعا کی ہو یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تا

فصل منکرین فضائل و عصمت پر حجت ہے اور علاوہ اِس کے یہ امر کہ فریقین کے اخبار جو اس بارے مین وارد ہین
اُنکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ فعل مکرر آنحضرت نے فرمایا ہی ہر چند آیہ ایکبار نازل ہوا ہو کیونکہ کسی مین وارد ہے خیبری کی
کسی مین قطوانیہ ہی اور کسی مین رداے فدکی ہی کسی مین ہی کہ علیہم ازار مرجل کسی مین فقط لفظ ثوب ہی کسی کی روایت
ام سلمہ سے کوئی زینب سے ہی کوئی عائشہ سے کوئی ابن عباس سے ہی اسی طرح اور اصحاب سے انکا جمع اسی طرح
ممکن ہی کہ کبھی رداے خیبری مین آنحضرات کو بٹھا کے آیہ پڑھا کبھی رداے فدکی مین کبھی کسی مین کبھی کسی مین تاکہ سب
دیکھین اور شاہد ہین اور اس سے زیادہ یہ ہی کہ انھین روایات مین ہی کہ بعد نزول اس آیہ کے چھ مہینے تک کسی مین ہی اور
کسی مین نو مہینے تک جب صبح کو نماز کے لیے برآمد ہوتے تھے تو جناب امیر کے دولتخانہ پر جا کر اس آیہ کو پکار کر پڑھتے تھے
پھر ان سب کا حاصل سوا اسکے اور کیا ہی کہ تا حال ناظرین پر ظاہر ہو کہ مراد آیہ یہ ہین اور صاحب استحقاق عصمت
یہ ہین بالجملہ جو خدا نے اس آیہ کے نازل کرنے سے ارادہ فرمایا تھا اُسے نبی نے اعلان و اظہار سے سب پر آشکار فرمایا
کہ تا حجت خدا و رسول کی تمام ہو اسی لیے چادر مین بھی بٹھایا ہو اور دعا بھی فرمائی ہو کہ ایک فعل جدید ہی سب کو
یاد رہے سوا اسکے اور بھی مصالح ہونگے کہ اُسے خدا و رسول بہتر جانتے ہین اور اور تفصیل بھی عنقریب آتی ہی جبکہ کلام
دلالت مین کہا جائیگا اور اس سے شاہ صاحب کے کلام کا فساد بخوبی ظاہر ہوتا ہی جو انھون نے ادعا کیا ہی کہ یہ آیہ
خاصہ حق الزواج مین نازل ہوا ہی نہ خمسہ آل عبا کی شان مین یہان تک کہ کہا ہی انھون نے کہ اگر آنحضرات کی شان مین
آیہ نازل ہوا ہوتا تو دعا کی کیا حاجت تھی اور یہ قول انکا محض انکے دل کی بات ہی اور مختص انھین کے ساتھ ہی اسی لیے
خود انھون نے بعد اسکے کہا ہی کہ اور محققین اہلسنت کا اتفاق اسی پر ہی کہ ہر چند آیہ ازواج نبی کے مخاطبہ مین واقع ہی
مگر بحکم العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب جمیع اہلبیت اس بشارت مین داخل ہین اور جناب پیغمبر خدا نے اس دعا کو چار
شخصون کے حق مین فرمایا وہ بنظر خصوص سبب کے تھا انتہی ملخصاً کلامہ اور بحمد اللہ کہ اس سے واضح ہوا کہ شاہ
صاحب نے اپنے قول کو جو درباب اختصاص ازواج نزول آیہ مین کیا ہی خود درجہ تحقیق سے خارج جانا ہی اور اُنکے
نزدیک محققین اہلسنت نے اُنکے قول کو نہین پسند کیا پھر اب لائق انصاف ہی کہ جب اُنکے محققین کا یہ مذہب ہی
تو اب دعا کی حاجت کس لیے ہوئی اور تحصیل حاصل کیونکر نہ لازم آئیگی پھر بمفاد یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین
ضعف اور وہن اس قول کا شاہ صاحب کے کہ آیہ کا نزول بحق ازواج مختص ہی فریقین کے نزدیک واضح اور
لائح ہوا اب آگاہ ہو کہ ہم توسن قلم کی عنان میدان بیان ابطال قول تشریک و اثبات اختصاص آیہ کو غیر ازواج
کے ساتھ زیادہ کرکے اسپر جو کہہ چکے ہین پھیرتے ہین اور ابتدا کرتے ہین ہم کلام جناب سلطان العلماء طاب ثراہ سے
جو اس جگہ فرمایا ہی انھون نے کہ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ اب ہم برسر دفع قول خواجہ اور جو اسکی نظیر آئی ہین اور کہتے ہین کہ
جو انھون نے کہا ہی کہ ملحق فیہ مین ازواج بھی داخل ہین اور تذکیر ضمیر کے بنا بر تغلیب کے ہی انتہی یہ قول انکا مدفوع ہی

ساتھ اِس بات کے کہ قطع نظر کرکے اِس سے کہ اشتراک ازواج کا اور آل عبا کا اِس آیہ مین مستحدث ہی اور متاخرین اہلسنت کا مخترع ہی کیونکہ قدمائے مفسرین اہلسنت اِسکے ساتھ قائل نہ تھے اور یہ قول مستحدث رازی اور اُنکے امثال کا ہی کہ جب شیعون کے استدلال کے جواب سے عاجز ہوئے تو یہ بات پیدا کی اور اِس سے چارہ جوئی کی جیساکہ بعض اصحاب نے ہمارے اُسکی تصریح کی ہی ہم کہتے ہین کہ وہ قول مردود اِس سے ہی کہ اِس تقدیر مین فساد معنی آیہ کا لازم آتا ہی کیونکہ ازواج کی طہارت بالاجماع نہین ہی جیساکہ اُسپر تو عنقریب مطلع ہوگا اور دوسرے یہ کہ اخبار صحاح اور غیر صحاح کے جو کتب حضرات اہلسنت مین موجود ہین اُنسے مخالفت لازم آتی ہی یا نہین دیکھتا تو کہ احمد حنبل نے جو روایت ام سلمہ سے کی ہی وہ صاف ہی کہ ان النبی کان فی بیتہا فاتت فاطمہ ببرمۃ فیہا خزیرۃ فقال ادعی لی زوجک وابنیک فجاء علی والحسن والحسین فجلسوا یاکلون من تلک الخزیرۃ فانزل اللہ ہذہ الایۃ انما یرید اللہ الایہ فاخذ رسول اللہ فضل الکساء فکساہم ثم اخرج یدہ فالوی بہا الی السماء فقال اللہم ہولاء اہلبیتی خاصتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا فقلت انا معکم یا رسول اللہ فقال انک علی خیر انک علی خیر اور اسی طرح نظائر اسکی بہت ہین پھر اِس سے صاف ظاہر ہی کہ آیہ ازواج سے بطریق اعراض ور آل عبا سے بطور التفات نازل ہوا ہی اور تذکیر ضمیر کو تغلیب کے بنا پر کہنا ساتھ اِسکے کہ ازواج عدد مین مردون سے زیادہ تھین اور پہلے خطاب اُنکے ساتھ تھا حیز اعتبار سے ساقط ہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ اصل یہ ہی کہ تذکیر ضمیر کا حمل کرنا تغلیب پر خلاف ظاہر ہی کیونکہ ضمیر کم کا یہ حکم ہی کہ وہ جماعت ذکرین کے لیے موضوع ہی اور اُسکا صرف ظاہر سے نہین ہوسکتا مگر جب کوئی ضرورت داعی ہو اور اُسکی تقدیر بقدر ضرورت ہوتی ہی اِسی لیے شاہ صاحب کے مذہب والون نے شیخ ابن حجر کی تصریح کے موافق ازواج کو اُس سے خارج جانا ہی اور اسی ضمیر مذکر کو دلیل گردانا ہی اسکی کہ وہ آیہ مختص غیر ازواج کے ساتھ ہی اگرچہ جناب سیدہ کو مفاد آیہ مین داخل کرتے ہین بسبب اِسکے کہ نصوص کثیرہ اُنکے بارے مین بالاتفاق وارد ہین اور لازم نہین ہی کہ جب دروازہ مجازہ کا کھلے تو ہر طرح کے مجاز کو لفظ مین راہ دین کیونکہ جب ضرورت مجاز ابعد کی طرف نہو تو مجاز جو حقیقت سے اقرب ہو وہی متعین ہوگا اور جب یہ واضح معین ہوچکا تو جو اُسنے تعلیل مین کہا تھا کہ علی القولین مجاز لازم آتا ہی وہ مندفع ہوگیا اور التفات یہان اہل بیان کا مصطلح نہین ہی جیساکہ وہ اُسکے عالم پر پوشیدہ نہین ہی پھر جناب سلطان العلما نے ذیل مین روایات اہلسنت کے جو دلالت اِسپر کرتی ہین کہ اِس آیہ کا اختصاص خمسہ آل عبا کے ساتھ ہی فرمایا ہی کہ ثعلبی نے ابو سعید خدری سے کہ اُنھون نے جناب رسول خدا سے روایت کی ہی کہ قال نزلت ہذہ الایہ فی خمسۃ فی علی وفی الحسن وفی الحسین وفاطمہ وفی انما یرید اللہ الخ اور اسی طرح ابو الحسن واحدی نے جو بڑے عالمون سے اہلسنت کے ہین تفسیر وسیط مین ابن المقبوض والبسیط مین روایت کی ہی اور یہی احمد بن حنبل نے اپنی مسند مین بطرق متعددہ روایت کی ہی اسی جملہ سے شہر بن حوشب سے عن ام سلمۃ ان رسول اللہ قال لفاطمہ ائتنی بزوجک وابنیک فجاءت بہم فالقی علیہم کساء فدکیا ثم وضع یدہ علیہم ثم قال ان ہولاء ال محمد فاجعل

صلواتک وبرکاتک علی محمد وال محمد انک حمید مجید قالت ام سلمہ فرفعت الکساء لادخل معہم فجذبہ من یدی وقال انک علی خیر اور
حقیقت مین یہ حدیث صریح اسمین ہی کہ پیغمبر خدا نے ام سلمہ کو جو آنحضرت کی حبیبہ تھین ردا مین داخل نہ فرمایا اور
چادر کو اُنکے ہاتھ سے کھینچ لیا ترجمہ اِسکا اوپر ہو چکا ہی حاجت اعادہ کی نہین ہی اور احمد حنبل کی روایت مین اسطرح ہی کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا اللہم ہولاء اہل بیتی وخاصتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا اور ام سلمہ نے عرض کیا کہ مین بھی تو آپ کے ساتھ ہون
ای رسول خدا فرمایا کہ انک علی خیر انک علی خیر اور یہ بھی ہمارے مطلوب کے لیے نص صریح ہی کیونکہ ام سلمہ کا ردا مین داخل ہونے کو
مستدعی ہونا اور حضرت کا جواب مین انک علی خیر کہنا اور انک من اہل بیت نہ کہنا یہ صریح دلیل اِسی کی ہی کہ ازواج اہلبیت مین
نہ داخل تھی اور اِسی کو مؤید ہی جو ترمذی نے روایت کی ہی اور ذیل روایات اہلسنت مین ترجمہ اُسکا مذکور ہو چکا ہی لیکن
یہان چونکہ محل استدلال خاص ہی اِسلیے لفظ اُسکا نقل کیا جاتا ہی فقال حدثنا قتیبہ محمد بن سلیمان بن الاصبہانی عن یحیی بن عبید
عن عطا بن ابی رباح عن عمر بن ابی سلمہ ربیب النبی قال لما نزلت ہذہ الایۃ علی النبی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا فی
بیت ام سلمہ فدعا فاطمۃ وحسنا وحسینا فجللہم بکساء وعلی خلف ظہرہ فجللہ بکساء ثم قال ہولاء اہل بیتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا
قالت ام سلمہ وانا معہم یا نبی اللہ قال انت علی مکانک وانت علی خیر اور یہ بھی بخبر افادہ مطلوب مین شیعون کے جو وہ اختصاص آیت کا بحق خمسہ آل عبا کہتے ہین
صریح ہی لیکن محشی سے ترمذی کے جناب سید سندر نے نقل فرمایا ہی کہ اُسنے اِس حدیث مین تاویل یہ کی ہی کہ معنی انت علی مکانک
کے محتمل اِسکے ہین کہ تو بھی بر سر خیر ہی اور اپنے مکان پر ہی ای من کونک من اہل بیتی یعنی تو بھی میرے اہلبیت ہونے سے
اپنے اِس مرتبہ پر ہی لیکن جو روایت کہ ابن اثیر نے جامع الاصول مین ام سلمہ سے نقل کی ہی اور ترجمہ اُسکا بھی اوپر گذرا اُسمین صاف
یہ ہی کہ ام سلمہ نے کہا کہ اُسوقت مین دروازے پر بیٹھی تھی جب اِس آیت کا نزول دیکھا تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
الست من اہل البیت فقال انک علی خیر انت من ازواج رسول اللہ یعنی ای پیغمبر خدا کیا مین اہلبیت سے نہین ہون اِسکے جواب مین آنحضرت نے
فرمایا کہ تو بھی اوپر نیکی کے ہی تو پیغمبر کی بیبیون سے ہی اور اِسی رزین سے روایت کی ہی اور اُسکا ظاہر صاف یہ ہی کہ ام سلمہ
اور سب ازواج اہلبیت سے نہ تھین اور اگر ایسا ہوتا جو ترمذی کے محشی نے زعم کیا ہی تو اُسکے جواب مین کافی یہ تھا کہ
پیغمبر خدا لفظ نعم یا بلی فرماتے پھر اُس سے جو عدول فرما کر یہ فرمایا کہ انت علی خیر وانت علی مکانک وانت من ازواج رسول اللہ
موافق اختلاف عبارات کے بحسب اختلاف روایات تو وہ دلیل واضح اِسی کی ہی کہ ازواج اہلبیت سے نہ تھین پس
ظاہر معنی پہلی روایت کے جسمین انت علی مکانک کا لفظ ہی یہ ہین کہ انہم ای اہل بیتی فی درجتہم وانت علی درجتک یعنی میرے
اہلبیت اپنے درجے مین ہین اور تم اپنے درجے مین ہو پس دلالت اُسکی اِسپر ہی کہ درجات اہلبیت وازواج کے جدا جدا ہین
ایک نہین ہین اور اُسی محشی نے اُسکی تفسیر مین کہا ہی کہ مراد اُس سے یہ ہی کہ لاحاجۃ لک فی الدخول تحت الکساء یعنی تمہین حاجت
چادر مین داخل ہونے کی نہین ہی اور واقع مین ہم کہتے ہین کہ ظاہر مراد تو اُس ارشاد سے یہ ہی کہ تمہین داخل ہونا بسبب اختلاف
درجات کے اہلبیت کے ساتھ ردا مین جائز نہین ہی پھر کہا ہی اُسی محشی نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جو ردا مین

داخل ہونے سے ام سلمہ کو منع فرمایا تھا تو گویا یہ منع فرمانا اسلیے تھا کہ علی ابن ابیطالبؑ تھے چادر میں حیث قال کانہ منعہا
عن ذلک لمکان علی اقول رسالہ کہتا ہی کہ دروغ گو را حافظہ نباشد سبحان اللہ ہی روایت میں ہی کہ جناب امیر پس پشت پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ کے تھے پھر اگر وہ حضرت ام سلمہ کو اپنے آگے بٹھاتے تو کیا قباحت لازم آتی تھی لیکن محشی مذکور کی یہ تقریر اقرار کا ہی
کہ پیغمبر خدا نے منع فرمایا اور پہلے جو تاویل کی تھی اسکا منشا یہ تھا کہ منع نہین کیا بلکہ یہ فرمایا کہ تم بھی اہلبیت ہونے سے میرے
اسی وجے مین ہو اور تمھین حاجت ردا میں داخل ہونے کی نہین ہی اور پھر اسی محشی نے کہا ہی ویحتمل ان یکون المعنی وانت
علی خیر وان لم تکونی من اہل بیتی یعنی محتمل یہ ہی کہ معنی اسکے یہ ہون کہ تم بھی برسر خیر ہو اگرچہ میرے اہلبیت سے نہین ہو انتہی
اب ہم کہتے ہین کہ یقینی یہی معنی متعین ہین احتمال کیسا اور سیاق کلام سے یہ بات بخوبی ظاہر ہی اور موافق اجماع امامیہ کے ہی
اور پھر فصل خطاب سے اسی محشی نے نقل کیا ہی کہ اُسنے امام رازی سے نقل کیا ہی کہ اولی یہ ہی کہ کہا جاے کہ اہلبیت
اولاد وازواج پیغمبر خدا کی ہین اور علی علیہ السلام آنحضرت کے اہلبیت سے ہین بسبب اسکے کہ پیغمبر خدا کی بیٹی کے ساتھ
معاشرت اور ملازمت آنحضرت کی تھی وقد جاء اطلاق اہل البیت بحیث یفہم اختصاصہ لفاطمۃ وعلیؑ والحسنؑ والحسینؑ یعنی
یہ اطلاق حدیث مین سطرح وارد ہوا ہی جس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ لفظ اہلبیت مختص ہی ساتھ فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین
علیہم السلام کے انتہی اور حقیقت مین اولاد کا آنحضرت کی اہلبیت مین داخل ہونا تو بہت سی نصوص سے ثابت ہوا اور
اکثر علماے اہلسنت کا عموماً اور امام اہلسنت امام رازی کا خصوصاً یہی قول ہی لیکن جو اُنکے امام نے ازواج کو
اہلبیت مین داخل کیا ہی یہ تفسیر قرآن کی اپنے دل سے ہی جو منہی عنہ ہی کہ قرآن کی تفسیر راے سے اپنی نکرنی چاہیے
صحت اسکی محتاج اسکی ہی کہ اسکا اثبات نص متفق علیہ سے کیا جاے اور جب وہ نص متفق علیہ نہین ہی تو اُسکی
صحت بھی نہین ہی اور جو تکلف اُسنے علی ابن ابیطالبؑ کے اہلبیت مین داخل کرنے کو کیا ہی وہ محتاج اس تکلف کا
نہین ہی کیونکہ لفظ اہل کچھ مختص اولاد ہی کے ساتھ نہین ہی جیسا کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہی اور اوپر گذرا کہ مراد اہلبیت سے
یہان وہ ہین جو عام ہین اہلبیت سے جو گھر کے رہنے والے مثل ازواج ہین اور جو اہلبیت نسبی آنحضرت کے ہین کہ وہ سب
بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب ہین فقط اور اس تصریح سے اُنکی ظاہر ہی کہ جو جو شریک نسب ہین وہ اہلبیت مین داخل ہین
اور اسوقت مین جناب امیر کا داخل اہلبیت ہونا بلا تکلف واضح ہی حاجت اس کلفت کی کیا ہی لیکن جو تعمیم کہ شیخ ابن حجر
کی ہی وہ اہل نظر کے نزدیک مقبول نہین ہی کیونکہ مخاطب آیہ تطہیر مین اور مراد اس سے اہلبیت رسالت ہین پھر اسمین
جو اہل کہ بسبب عقد نکاح وغیرہ کے وارث سببی ہون کسطرح داخل ہوسکتے ہین جیسا کہ صحابی رسول ابو سعید خدری نے
اس تعمیم سوال کے جواب مین فرمایا ہی کہ ایم اللہ ان المرءۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا اور
اسی طرح ہر ایک شریک نسبی بھی داخل نہین ہوسکتا بلکہ اہلبیت وہ وہی حضرات ہین جو مخصوصین اور مشار الیہم اس قول
نبی کے ہین جو فرمایا تھا ہولاء اہل بیتی یا جو کہ اُنکے مقابل اُنکی عترت طاہرہ سے مدارج قرب الٰہی مین شریک ہون

اور اس سے معلوم ہوتا ہے جو حق تعالیٰ نے حضرت نوح سے خطاب فرمایا تھا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح یعنی وہ
تیرے اہل سے نہین ہی اسنے عمل بد کیا ہی عکرمہ سے مروی ہی کہ اسنے کہا کہ نوح کا بیٹا انکے مخالف نیت و عمل مین تھا
اسی سے جہت سے کہا گیا کہ وہ تیرے اہلبیت سے نہین ہی پھر جب بنا اہل مین ہونے کی عمل اور صدق نیت ہوئی
تو اسی طرح مراد اہلبیت سے وہ ہونگے جنکا رتبہ اہل البیت مخصوصین کے رتبے کے قرب الٰہی مین برابر ہو نہ ازواج
اور بچا اور قرابت مند ان نسبی کہ بہ نسبت پیغمبر خدا کے طریقہ و سیرت کے متباعد اور مخالف ہون اور بہت وضوح سے
دلالت کرتا ہی اسپر قول آنحضرت کا ھولاء اھل بیتی و خاصتی اور قول آنحضرت کا ھولاء اھل بیتی جو حصر کے واسطے
مفید ہی اسی طرح وائلہ بن اسقع کی روایت مین اللھم ھولاء اھل بیتی اور احمد حنبل کی روایت مین جو ام سلمہ سے
منقول ہی اور اوپر گذری کہ حسنین علیہما السلام کو گود مین بٹھایا اور علی ابن ابیطالب کو ایک ہاتھ پھیلا کر گلے سے
لگایا اور جناب سیدہ کو دوسرا ہاتھ پھیلا کر گلے سے لگایا اور بعد اسکے چادر سیاہ سب کو اڑھائی اور فرمایا اللھم الیک
لا الی النار انا واھل بیتی اور جب ام سلمہ نے عرض کیا کہ ای پیغمبر خدا مین تو حاضر ہون تو فرمایا انت علی خیر اور
بعض روایت مین ہی کہ فرمایا انت علی الخیر و انما اھل بیتی ھولاء یعنی تو بھی برسر خیر ہی اور یہی ہین میرے اہلبیت
مگر یہی جو ردا مین ہین اور یہ بہت تصریح اور حصر ظاہر ہی اور ثعلبی کی روایت جو عبداللہ بن جعفر طیار سے گذری
جسمین ہی کہ زینب زوجہ رسول نے بھی درخواست کی تھی کہ ردا مین داخل ہون اسنے بھی حضرت نے یہی
فرمایا کہ انت علی خیر اور روایت ثعلبی کی مجمع سے جو گذری جسمین ہی کہ ام المومنین عائشہ نے فرمایا کہ دیکھا مین نے
کہ پیغمبر خدا نے انحضرات کو اپنے لباس کے اندر جمع کرکے دعا کی کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت اور مخصوص
میرے ہین پس اسنے رجس کو دفع کر اور انکو پاک کر جو حق پاک کرنے کا ہی پھر اسکے بعد مین نے چاہا کہ مین بھی
اسمین داخل ہون مجھسے فرمایا کہ تو الگ ہو یہ سب دلالت اسی پر کرتا ہی کہ آیت انکی شان مین مخصوص تھی نہ بحق ازواج
والا اسطرح ازواج سے کیونکر فرماتے اور یہ بھی غور کے قابل ہی اور موافق انکی روات کے ہی کہ درخواست ام سلمہ
اور زینب کے بعد تو انکو مشرف بخطاب انک علی خیر فرمایا اور جناب عائشہ کی درخواست کے بعد فرمایا تنحی
یعنی علحدہ ہو انک علی خیر نہ فرمایا پس یہ فرمانا جناب رسالتماب کا دلالت کرتا ہی اسپر کہ ام سلمہ مومنہ تھی اور ام المومنین
عائشہ کے حق مین فرمایا کہ تنحی کہ یہ کلمہ عام ہی ایمان و عدم ایمان سے فاعتبروا یا اولی الابصار اور انکی روایات
مین ہی کہ چھ مہینے تک خانہ جناب سیدہ پر بعد نزول اس آیت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جاکر تلاوت اس آیت کی
فرمایا کیے ازواج کے دروازون پر کبھی ایک دن بھی کھڑے رہ کر اس آیت کی تلاوت نہ فرمائی پھر کسطرح ہو سکتا ہی
کہ یہ بات لائق کان رکھنے کے ہی کہ نزول آیت کا بحق ازواج ہو آل عبا کو حضرت نے شریک کر دیا تھا علاوہ اسکے
خوارزمی کی حدیث جو گذری اسمین صاف ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے سب صحابون سے پوچھا کہ انشدکم اَ بعد

هل فیکم احد انزل فیہ آیۃ التطہیر حیث قال انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا غیری اور سب نے اسکے
جواب مین کہا اللّٰہم لا اگر واقعی ایسا ہوتا جو شاہ صاحب کو مزعوم ہوا ہی تو صحاب کبار اِس خدا کی قسم کے بعد تکذیب
اسکی کرتے اور کہتے کہ نہین آیت بحق ازواج نازل ہوئی ہی تمکو پیغمبر خدا نے شریک کر دیا تھا نہ یہ کہ اُس دعوے کی
تصدیق کرتے اور جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہی کہ تیسری وجہ یہ ہی کہ اگر آیت سے مراد ازواج ہون تو معنی آیت کے
صحیح نہین ہوتے کیونکہ رجس سے مراد نجاست ظاہری تو بالاتفاق نہین ہین پھر مراد یا صدقہ ہوگا یا نجاست گناہ و
معصیت کی مراد ہوگی جیسا کہ اُسکے ساتھ مفسرین نے تفسیر کی ہی اور معنی اول ازواج مین راست نہین آتے کیونکہ انپر
صدقہ حرام نہین جیسا کہ زید ابن ارقم کی خبر مین اُسکی تصریح موجود ہی اور وہ اوپر گذری اور بھی رجس سے صدقہ مراد لینا
خلاف ظاہر اُن روایات کے ہی جو دلالت اِسپر کرتی ہین کہ آیت کا اختصاص نجتن اہلبیت کے ساتھ ہی جو خمسہ آل عبا تھے
کیونکہ صدقہ کی حرمت نجتن کے ساتھ مخصوص نہین ہی پھر وہی معنی مراد ہونگے رجس سے جو اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ
مراد اُس سے ذنب وعصیان ہی انتہی کلامہ اور زیادہ اِس سے بیان پھر آتا ہی انشاء اللہ تعالیٰ پھر شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ اور بھی قرینے خصوصیت کے ازواج کے ساتھ سابق ولاحق سے کلام کے دریافت کرکے پیغمبر خدا یہ ڈرے کہ مبادا
ازواج کے ساتھ یہ خاص ہو انتہی اور روایت صحیحہ بیہقی مین مثل اِسی معاملہ کے معاملہ عباس اور اُنکے بیٹون کے ساتھ بھی ہی
اور مدعا آنحضرت کا یہی تھا کہ اپنے سب قریبون کو لفظ اہلبیت مین کہ خطاب الٰہی مین واقع ہوا ہی داخل کر دین مانند
اسکے کہ بادشاہ کریم کسی کو اپنے مصاحبون مین سے یہ فرماوے کہ اہلخانہ کو اپنی حاضر کر تا کہ خلعت دون اور نوازش
انپر کرون اُسوقت یہ مصاحب عالی ہمت اپنے سب متوسلون کو لیجا کر کہے کہ یہ سب میری اہلخانہ ہین تا کہ خلعت اور
نوازش بادشاہی مین سب کا حصہ ہو اخرج البیہقی عن ابی اسید الساعدی قال قال رسول اللّٰہ للعباس بن عبد المطلب یا ابا
الفضل لا ترم منزلک انت وبنوک غدا حتی اٰتیکم فان لی بکم حاجۃ فانتظروہ حتی جاء بعد ما اضحی فدخل وقال السلام علیکم
فقالوا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قال کیف اصبحتم قالوا اصبحنا بخیر نحمد اللہ فقال لہم تقاربوا فزحف بعضہم الی بعض حتی
اذا مکنوہ اشتمل علیہم بملاءتہ ثم قال یا رب ہذا عمی وصنو ابی وہؤلاء اہل بیتی استرہم من النار کستری ایاہم بملاءتی ہذہ قال فامنت اسکفۃ
الباب وحوائط البیت فقالت آمین آمین آمین اور ابن ماجہ نے بھی اِس حدیث کو بطور اختصار روایت کیا ہی اور اور محدثین نے بھی
اِس قصہ کو بطرق متعددہ اعلام النبوۃ مین روایت کی ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور ناظرین پر پوشیدہ نہوگا کہ جو کچھ یہ شاہ صاحب نے
کہا ہی اُس سے کسقدر حسن معرفت شاہ صاحب کا بہ نسبت خدا ورسول کے ثابت ہوتا ہی دعوی تو یہ کیا کہ آیہ تطہیر خاص
حق ازواج مین نازل ہوا تھا اسکے بعد پھر کہا پیغمبر خدا نے آل عبا کو انہین بذریعہ اپنی دعا کے شریک کر دیا اب کہتے
ہین کہ پیغمبر خدا قرائن سابقہ ولاحقہ کلام کے دریافت کرکے ڈرے کہ آیہ مخصوص مبادا ازواج کے ساتھ ہو سبحان اللہ
قرائن کلام خدا سے مطلب کا سمجھنا ہمارے لیے ہی نہ پیغمبر خدا کے واسطے انکے علم کے لیے قرینہ ظاہری کیا چیز ہی

عالم وحی کو اور ہبط تنزیل کو انکی کیا حاجت تھی یہ بدگمانی پیغمبر خدا کے ساتھ یقین ہے کہ کسی دنیا دار کو خوش آمدگی اور
بقول شاہ صاحب ظاہر ہوا کہ پیغمبر خدا کو یقین نہ تھا کہ یہ آیہ حق ازواج نازل ہوا ہے جیسا کہ شاہ صاحب کو اسکا
یقین ہے جب تو کہا کہ قرائن سے بھی وہ حضرت ڈرے کہ مبادا مخصوص بازواج ہو غرض شاہ صاحب علیہ ما علیہ کے
علم کو اپنے علم پر قیاس کرتے ہین بعد ڈرنے کی وجہ پیغمبر خدا کو کیا تھی کیا تطہیر ازواج کے خلاف مزاج تھی اور انکا
اختصاص اس نزول آیہ کے ساتھ منظور نہ تھا العیاذ باللہ جیسا شاہ صاحب کو اختصاص نسبت آل عبا کا نزول آیہ کے ساتھ
شاق ہوا اور چاہتے ہین کہ کسی طرح اسکی تعمیم کر کے فضائل اہلبیت کو مٹائین اسی طرح پیغمبر خدا کو بھی یہ اختصاص ازواج
ساتھ شاق تھا اور انکا ابطال فضائل منظور تھا کہ ایسے افعال موافق انکے اقوال کے فرماتے تھے اور اگر ایسا ہی حال تھا
کہ حق تعالی کا ارادہ کچھ ہوتا تھا اور پیغمبر خدا کچھ کرتے تھے تو کسطرح حق تعالی نے انکی اطاعت کو واجب فرمایا تھا
اور پھر کیونکر اقوال و افعال نبی کے واجب الاتباع ہو سکتے ہین اور جو شاہ صاحب کلام اپنی روایت جو انھون نے بیہقی سے
نقل کی ہے اول تو وہ لائق احتجاج شیعون کے مقابلہ پر نہین کیونکہ انکی روایات مختصہ موضوعہ سے ہے شیعون کی
کتب مین کہین اسکا اثر نہین ہے اور حجت متفق علیہ سے لائی جاتی ہے پھر اسے شیعہ کب مانتے ہین دوسرے اسے آیہ تطہیر سے
کیا علاقہ ہے اور اسکے بعد کونسا آیہ نازل ہوا جیسے مفسرین فریقین نے لکھا ہوتا کہ اس سے تطہیر کامل ہو حجت اور
دیوارون کا مکان کی آمین کہنا بر فرض تسلیم نبی کا معجزہ ہوگا یہ قصہ ہمسر تنزیل نہین ہو سکتا اور چادر تطہیر کے قصہ کی
برابری کسی طرح نہین کر سکتا اور جو انھون نے کہا ہے کہ مدعا حضرت کا یہ تھا کہ لفظ اہلبیت مین جو خطاب الہی مین وارد ہے
اپنے سب اقربا کو داخل کرین یہ بھی طرفہ امر ہے کیونکہ پہلے یہ دعوی کر چکے کہ یہ آیہ حق ازواج جو بالاتفاق اقربائے
سببی ہین نازل ہوا اور جب یہ کہہ چکے تو کسطرح کہتے ہین کہ مدعا پیغمبر خدا کا یہ تھا کہ لفظ اہلبیت مین اپنے جمیع اقارب کے
داخل کرین کیونکہ حضرت نے جنھین داخل فرمایا وہ اقربائے نسبی ہین کسی قریب سببی کو اجازت دخول کی نہین دی
اور وہ صاف قرینہ ہی کا ہے کہ جن اقربائے نسبی کو ردا مین داخل فرما کر آیہ کو پڑھا انھین کے حق مین نازل ہوا تھا
نہ انکے غیر کے حق مین ہان مثل شیخ ابن حجر جنھون نے اہلبیت سے تعمیم کا ارادہ کیا ہے انکے مذہب پر یہ تاویل ہو سکتی ہے
اور شاہ صاحب اختصاص ازواج کے قائل ہو چکے پھر انکے موافق یہ مدعا پیغمبر کا کیونکر ہوگا اور پھر اسکے ساتھ
وہ قول اختصاص نزول آیہ کا بحق ازواج بہ فعل نبی کہان باقی رہیگا اور جو مثال بادشاہ و مصاحب کی دی ہے
یہ بھی لائق غور ہے بادشاہان دنیا اور انکے مصاحبین کے علم و حلم کو دیکھنا چاہیے اور علیم خبیر کے علم و حلم کو سمجھنا
چاہیے سلاطین دنیا کا مرتبہ یک ہے کہ لا یخفی علیہ خافیہ انپر صادق آئے اور حق تعالی کا علم ہر کلی و جزئی کو احاطہ
کیے ہے سلاطین دنیا مین یہ ممکن ہے کہ انھون نے ایک حکم یا وعدہ نوازش و خلعت کا کیا تھا مصاحب نے سمجھا اس
خیال سے کہ بادشاہ کو علم اقارب قریبہ و بعیدہ کا تو ہے نہین جسے مین اپنا قریب کہہ دونگا وہ اس وعدے مین

میری گواہی سے داخل ہو کر خلعت شاہی سے سرفراز ہو جائیگا لیکن جو علم الہی مین ایمان نہ لائیگا وہ محروم رہیگا
خصوصاً جبکہ بقول شاہ صاحب ارادہ اور وعدہ اقارب سببی کے ساتھ ہوا ہو اور پیغمبر خدا نعوذ باللہ
جیسے ارادہ وعدہ کا مین مخلفین ہی شریک فرماوین حاشا پیغمبر خدا کے ساتھ سلاطین دنیا کا قول
پیغمبر خدا کے ساتھ بعض اصحاب سلاطین دنیا کا کسی طرح ریشدار کہ جائز نہین اور ایسے مخلفین کا کام ہی جو معرفت
خدا اور رسول مین قاصر ہین تعجب ہی کہ اس معرفت کے ساتھ ان حضرات نے منصب شاہی کا کسطرح حاصل کیا
جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ کے جواب مین فرمایا ہی کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اور بھی قرائن خصوصیت
ازواج کے ساتھ سابق و لاحق کلام سے دریافت کر کے کہ سیاق اختصاص ازواج کے ساتھ ہو الخ
یہ تاویلین کلیل اور تعلیل علیل انکے دل سے تراشی ہوئی ہرگز کان رکھنے کے قابل نہین ہیں لیکن پہلے پس اس جہت سے
کہ نزول آیات کا مواقع متعددہ پر ہوتا تھا یہ خوف و وہم پیغمبر خدا کے دل مین ہرگز خطور کے قابل نہ تھے بلکہ وہ
اول ہی سے مراد الہی کو جانتے تھے اور خوب پہچانتے تھے دوسرے اس خطاب مستطاب کے لائق نہین ہین
ہر ایک درجہ کو اپنی ارشادات سے جو اوپر گذرے کسی سے انت علی مکانک فرمایا اور کسی سے خطاب تنبیہی ارشاد
کرکے اُنکے درجہ مین بٹھایا اور جو کچھ فرمایا پھر جو کچھ کہ انھون نے کہا ہی محض وسوسہ شیطانی ہی کہ انکے دل مین گذرا اور
تائید اس خیال باطل کی جو بیہقی کی روایت سے اور اسکی مثال سے جو اہل خلاف سے ہین کی ہی کوئی مطلق بہرہ صدق
و انصاف سے نہین رکھتے شیعہ کب قبول کرینگے کہ شیعون پر الزام دینے کے واسطے حجت لاسکین ایسی روایتین
انکے یہان بیشمار موضوع سے وہ ہین جو پیشوایان اہل نفاق نے آل عبا کے فضائل کے چھپانے کو خلفا سے بنی امیہ
و بنی عباس وغیرہم کی خوشامد کے واسطے فضیلت اہلبیت کے مقابل مین جو حق تعالی نے انکو کرامت فرمائی تھی
خلفاے جور کے لیے بھی فضائل وضع کیے تھے تاکہ حضرات اہلبیت علیہم السلام کے واسطے کوئی زیادتی اور
خصوصیات انپر نہ باقی رہے لیکن باین ہمہ حق تعالی نے انکے فضائل کو ایسا ظاہر فرمایا کہ جو حق ظہور ہی یریدون
لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ہرگز پیغمبر خدا نے جمیع اقارب کو اپنے اس مرتبہ کے لائق نہین
جانا اور تبت یدا ابی لہب کی نص سے دوسرے اپنے چچا کے کفر کا اظہار فرمایا اور جو لیاقت اصطفا کی نہ رکھتے تھے
اور اسکے مستحق نہ تھے یا اہل جور و عصیان سے نہ تھے انکو مصداق اس آیت کا نہین فرمایا معاذ اللہ خدا اور
رسول نے یہ معنی ہرگز ارادہ نہین فرمائے بلکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو مطمح نظر تقوی و پرہیزگاری تھے
نہ مطلق قرابت جیسا کہ ذیل آیہ مین پہلے انھون نے بھی اسکا اعتراف کیا ہی اور جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ
جو قول انکا ہی کہ مانند اسکے الخ جواب اسکا یہ ہی کہ اگر پیغمبر خدا نے جمیع متوسلین کو اہلبیت مین داخل فرمایا تھا
تو کیا پھر تمھارے خلفا متوسلین حضور سے نہ تھے بلکہ مردودین درگاہ سے تھے والا انھین بھی اہلبیت مین داخل

فرماتے ہیں مگر یہ کہا جاے کہ وہ تحت ازواج میں داخل ہیں اور انکے حکم میں ہیں اور جو کچھ کہ بیہقی سے روایت نقل کی ہے وہ تو شرکی گواہی اپنے دم سے لینی ہے اور بہر تقدیر تعجب ہے کہ ایسا معاملہ جناب ابوبکر و عمر کے ساتھ نہ فرمایا باوجود اسکے کہ یہ احق اور مستحق قرابت کے تھے اور بھی اسی روایت میں قول آنحضرت کا ھذا عمی وھولاء اھل بیتی صریح ہے اسمین عباس کو اہلبیت میں داخل نہیں فرمایا اور بنابر تمہارے قول کے چونکہ اقربا اور متوسلین سے تھے چاہیے کہ انھیں بھی اہلبیت مین داخل فرماتے پھر اس صورت میں تو احتجاج اس حدیث سے بھی باطل ہوے اور بھی اس خبر کی صحت کے بنا پر جو عمر نے کیا ہے پھر کیا قصور عباس سے ہوا کہ انھیں عشرہ مبشرہ کے زمرے سے باوجود اسکے کہ پیغمبر خدا انکے حق میں ستر بار کی دعا فرما چکے تھے انھیں خارج کیا مگر یہ کہ پیغمبر کی استجابت دعا کے قائل نہونگے اور بھی بنابر حدیث صحیح مسلم کے کہ عمر نے اعتراف کیا ہے ساتھ اس بات کے کہ عباس اور حضرت امیر اسے کاذب و خائن و غادر جانتے تھے کیونکہ انکے قول کو برحق نہیں جانتے انتہی ترجمہ کلامہ پھر شاہ صاحب نے کہا ہے کہ جو کچھ کہ ملا عبداللہ نے کہا ہے کہ مراد بیت سے بیت النبوۃ ہے اور اہلبیت لغت کی راہ سے شک نہیں ہے کہ شامل ازواج کو بلکہ خدمت گذارون کو بھی ہے لیکن معنی لغوی اس وسعت سے باتفاق مراد نہیں ہے پس مراد اُسے خمسہ آل عبا ہونگے کہ حدیث کسا تخصیص انکی کی ہے انتہی کلامہ اور یہ بھی سخنان گذشتہ سے ہے کیونکہ اگر معنی لغوی اس وسعت کے ساتھ مراد ہو تو اس سے جو محذور کہ لازم آتا ہے تو وہی عموم عصمت کا ہے جو شیعون کے نزدیک اس سے ثابت ہوتا ہے اور چونکہ اہلسنت شیعون کے ساتھ فہم عصمت میں اس آیہ کے ساتھ اتفاق نہیں رکھتے اور عصمت کے معتقد آل عبا کے حق میں اور ازواج مطہرہ کے بھی حق میں نہیں ہے پھر نفی عموم میں بھی کیون اتفاق کرینگے کہ رحمت واسعہ الہی کا تنگ کرنا ہے انتہی کلامہ اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مراد ملا عبداللہ کی ظاہرا استدلال اجماع مرکب سے اسطرح ہے کہ اہلسنت یا ازواج کو تنہا اس آیہ سے مراد لیتے ہیں یا قرابت نسبیہ کے ساتھ اور شیعہ خمسہ آل عبا کو مراد لیتے ہیں پھر اگر معنی لغوی مراد لیے جائین تو وہ خلاف اجماع ہے کہ خادم بھی اسمین داخل ہو جائینگے اور اگر معنی لغوی سے ہاتھ اٹھائین پھر رجوع کرنا معنی اہلبیت میں اہلبیت نبوۃ کی طرف کہ جو اختصاص ساتھ وصایت اور قرب و زلفی کے حضرت رب العزت کے ساتھ رکھتا ہے لازم ہوگا کیونکہ جب معنی لغوی باطل ہوے تو پھر تخصیص کرنی بعض کے ساتھ سوا بعض دوسرے کے جبھی ہو سکے کہ استناد کسی سند مخصص کی طرف ہو تحکم محض اور باطل ہوگا بخلاف اس تخصیص کے کہ جس نحو سے ہم ذکر کرتے ہیں کیونکہ وہ مستند طرف نصوص کے ہے بالخصوص پھر بنا کلام کی لا علی التعیین کی اسپر جو شاہ صاحب سمجھے ہیں نہوگی اور کیونکر ہوگی اگر بنا کلام کی اسپر ہوتی تو ازواج کا مصداق آیہ سے خارج ہوتا اول امر سے حاصل ہوتا نفی تعمیم کی کیا حاجت ہوتی اور اگر اسے بھی ہم تسلیم کرین تو جب ہمنے آیہ کی دلالت عصمت پر ثابت کر دی تو اگر حضرات اہلسنت اسکی نفی کرین تو اس سے ہمین کیا ضرر ہوگا اور یہ عبارت بھی شاہ صاحب کی اہل انصاف کے دیکھنے کے لائق ہے کہ کسقدر جوش عصبیت و عناد اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہے کہ اس سے انھین کچھ نہین

معلوم ہوتا کہ میں کیا کہتا ہوں اور اس سے زیادہ منصف کے سمجھنے کو بطریق سہولت اور کیا ہوگا کہ سمجھے کہ شاہ صاحب کو سوا ابطال حق کے اعانت حق سے مطلقاً کام نہیں ہے ورنہ ایسی بیہودہ سرائی نہ کرتے کیونکہ صاف انہوں نے اس فصل میں کہا ہے کہ اہلسنت معتقد عصمت کے آل عبا کے حق میں اور ازواج مطہرہ کے بھی حق میں نہیں ہیں سبحان اللہ یہ امر اتفاقی ہے کہ خمسہ آل عبا میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بھی ہیں اور انہیں کی روایات سے جو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں ثابت ہے کہ بعض میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ میری اور علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کی شان میں نازل ہوا اور شیخ ابن حجر نے بھی جو روایات نقل کی ہے اس میں تصریح ہے کہ نزلت فی خمسة محمد وعلی وفاطمة والحسن والحسین اور جتنی احادیث مذکور ہوئیں سب میں ہے کہ آنحضرت نے آنحضرات کو اپنے ساتھ چادر میں جمع فرما کر دعا کی اور آیہ نازل ہوا تو آل عبا میں جناب رسول خدا کا ہونا ضروری ہے پھر جب یہ کہا کہ اہلسنت معتقد عصمت کے خمسہ آل عبا کے نہیں تو انکار رسول خدا کی مطلق عصمت سے بھی یقینی ہو چکا اور عصمت قبل نبوت کی اور بعد نبوت کی سب باطل ہوئی اور انکا پردہ جو پہلے کہا تھا کہ اہلسنت مطلق عصمت سے انکار نہیں کرتے اب سب کھل گیا اور ہرگز گنجائش تاویل کی نہ رہی کیا کہنا ہے این کار از تو آید و مردان چنین کنند کبرت کلمة تخرج من افواههم ایسے شخص کے اسلام کی بہ نسبت منصفین جو دیندار ہیں کیا کہتے ہیں اور بس کافی ہے کہ یہی پر جمیع اقوال انکے محمول ہوں اور سمجھا جاوے کہ جسقدر انکار انکا شیعوں کے اقوال سے ہے وہ سب منوط انکی حمیت مذہب اور عداوت پر ہے اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ رحمت الٰہی تو وسیع ہے پھر پیغمبر خدا کے خدمہ سے اسکی نفی کیوں کرتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ یہ رحمت خاصہ ہے کہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہو سکتی ہے ہاں رحمت الٰہی دنیا میں مومن وکافر کے واسطے وسیع ہے اور آخرت کی رحمت مختص اہل ایمان کے ساتھ ہے پھر ہر رحمت کو وسیع کرنا شاہ صاحب کا کام ہے اسی لیے جو چاہتے ہیں وہ بہ نسبت خدا اور رسول ؐ کے اعتقاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدا سے نفی عدل عقلی کی پیغمبر سے نفی عصمت کی ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے ابطال فضائل اور امامت کرتے ہیں اور باوجود اس مخالفت کے پھر شیعہ اولی اپنا نام رکھکر امیدوار رحمت آخرت کے ہوتے ہیں اور فی الواقع یہ بھی وساوس شیطانی سے ہے کیونکہ وہ بھی روز قیامت حق تعالیٰ کی وسعت رحمت کو جو مومنین گنہگار ان کی بخشش میں مشاہدہ کریگا چاہیگا کہ اپنے تئیں بھی شریک رحمت کرے لیکن لا خلاق له ولا تباعه الخارجين عن ولاية علي بن ابي طالب پھر اس ارادے سے آخرت میں محروم ہونے کے سوا اسے اور اسکے اتباع کو کچھ حاصل نہوگا اور بھی سوا اسکے یہ ہے کہ جیسا شاہ صاحب نے کہا ہے کہ رحمت الٰہی اس جگہ وسیع ہے تو چاہیے کہ ہر ایک کو شامل ہو سکے اور اس صورت میں ممدوحین کی مدح اصلا آیہ سے مستفاد نہوگی پھر اگر ازواج مراد لیے جائیں تو ہمیں کیا ضرر پہونچیگا مدح وثنا کا استفادہ اس سے نہ کیا اور اگر عصمت اہل نبوت کی ثابت نہوگی تو جو وہ ازواج مطہرات کی مدح کہتے ہیں وہ بھی باطل ہو جائیگی کیونکہ جب تک یہ رحمت خاصہ ہے اور اختصاص اسکا کسی کے ساتھ بذریعہ نصوص ثابت ہے تو وہ مخصوص بالمدح ممدوح ہونگے

اور جب وہ عام ہوے تو اشخاص مخصوص اُس سے کہان مراد ہو سکتے ہین اور جب استفادہ مدح خاص کا نہوا تو اہلبیت
و ازواج کسی کے حق مین مدح کے واسطے مفید سمجھا جائیگا جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ خادمہ و جواری کا داخل کرنا
آیۂ تطہیر مین خلاف اجماع ہی اور اُس سے جو محذور کہ لازم آتا ہی وہ فقط عصمت اہلبیت علیہم السلام کی نفی نہین ہی بلکہ محذور یہ ہی
کہ اذہاب رجس مین جس معنی سے کہ رجس کی مراد کیے جائین تو خادمہ و جواری کا دخول لازم آتا ہی اور کاش شاہ صاحب نے
آیہ کے معنی بیان کیے ہوتے کہ ہم بھی اُس سے مستفید ہوتے کہ کس معنی سے تطہیر خادمہ مین متحقق ہوتی ہی اور اگر انکا اخراج
رحمت واسعہ کو تنگ کرتا ہی تو جو اخبار کہ اسی کے طریقون سے اوپر مذکور ہوے اُنسے صاف ظاہر ہی کہ پیغمبر خدا نے
ازواج کو خصوصاً عائشہ کو خارج فرمایا و لا یقول بہ مسلم پھر معلوم ہوا کہ وہ رحمت واسعہ کے بھی قابل نتھین پھر شاہ
صاحب نے کہا ہی کہ اور بھی معنی لغوی کا ارادہ اس وسعت سے اگر مراد نہو تو اُس جہت سے نہوگا کہ قرینے جو دلالت کرنے والے
آیات سابقہ و لاحقہ سے ہین تعیین مراد کرتے ہین اور عقل بھی تخصیص کرتی ہی اس لفظ کے عرف مین انکے ساتھ کہ جو گھر مین
رہنے والے ہین لیکن کہین چلے جانے کا انکا قصد نہو اور تحول و تبدل انکا عادت کی راہ سے جاری نہو مثل اولاد و
ازواج کے نہ خدمتگاران و کنیزان و غلامان کہ اُنکے واسطے حیثیت تبدل و تحول کی انتقال کے ایک کے ملک سے
دوسرے کے ملک مین اور اعتاق و ہبہ و بیع و اجارہ سے حاصل ہی اور وہ محل انتقال مین ہین اور تخصیص کسا کے ساتھ
اُسوقت دلالت ان چند شخصون کی خاص اہلبیت ہونے پر کرتے کہ دوسرا فائدہ اس تخصیص سے ظاہر نہوتا اور اس
جگہ پر فائدہ اُسکا اس مظنہ کا دفع کرنا ہی کہ یہ اشخاص اہلبیت سے نہ تھے نظر با اینکہ مخاطب ازواج ہین فقط [illegible]
ناظرین پر پوشیدہ نہوگا جو کچھ اوپر گذرا اُس سے بخوبی واضح ہو چکا ہی کہ جسے شاہ صاحب نے قرینہ قرار دیا تھا وہ قرینہ
واقعی نہین ہی اور تعیین جسکی انھون نے کی وہ تعیین بھی انکی غلط فہمی تھی کیونکہ انھین کے محققین نے انکے برخلاف کہا ہی اور
نصوص کی دلالت جو جو انھون نے کہا ہی انکی مبطل ہی پھر اب نہین معلوم ہوتا کہ ہرگاہ بر تقدیر تسلیم قرائن سابقہ و لاحقہ
اُس مراد کی تعیین پر جو شاہ صاحب کے دل سے پیدا کی ہی دلالت آیہ کی ہو تو پھر کسطرح رحمت واسعہ الٰہی مبدل تنگی
رحمت کے ساتھ نہوگی اگر کہین کہ گو اہلبیت اُن سب پر صادق آتا تھا جو گھر مین ہون لیکن ازواج ہی فقط مراد ہین
اور پھر تنگی رحمت کی نہین ہوئی تو یہ محض مکابرہ ہی اور اسکا باطل ہونا مثل آفتاب روشن کے سب پر ظاہر ہی اور اسکے
علاوہ جب اختصاص آیہ مین بحق ازواج رحمت کا تنگ ہونا لازم نہ آئیگا تو ہمارے قول پر جو اختصاص اسکا خمسہ
آل عبا کے لیے کہتے ہین یہ لزوم کب مسلم ہوگا اور اگر کہین کہ رحمت کا تنگ ہونا وعدۂ الٰہی کے موافق عیب
نہین ہی تو ہمارا بھی جواب انکے پہلے قول سے یہی ہوگا اور جو انھون نے کہا ہی کہ عقل بھی اسی کی تخصیص کرتی ہی
اُسکا جواب یہ ہی کہ عقل سلیم تخصیص اُسی کی کرتی ہی جسکی تخصیص نصوص نے کی ہی نہ وہ کہ جو اپنے دل کے موافق کہا جائے
اور مستند وہی ہی جو ہمنے پہلے نصوص نقل کی ہین اور جو انھون نے کہا ہی کہ نہ خدمتگار اور لونڈی غلام کہ وہ لیاقت تبدل کی

رکھتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ ازواج بھی اسی قبیل سے ہین کیونکہ وہ معرض طلاق مین ہین جیسا کہ زید ابن ارقم نے
انکی گواہی دی ہی اور جب انکے لیے بھی عرضہ طلاق و افتراق کا ہوا تو وہ بھی مثل کنیزان اور خدمتگاران کے ہونگے اگر
اور پھر جب وہ داخل اہلبیت مین نہوے تو وہ بھی اسی طرح ہونگے پھر وہ مؤید ہمارے قول کے لیے ہوگا نہ تمھارے
قول کے اور جو شاہ صاحب نے تخصیص کسا کا فائدہ یہ کہا ہی کہ وہ اس مظنہ کے دفع کے لیے تھا کہ کوئی گمان یہ
نہ کرے کہ وہ اہلبیت سے نہین یہ بھی خوب بات ہی شاہ صاحب ہی کو یہ مظنہ ہوا ہی اور تو کسی کو انکے اکابر سے اسکا
مظنہ نہین ہوا شاید انحین کے دفع مظنہ کے واسطے انکے زعم مین یہ فعل فرمایا ہوگا و الا انکا اہلبیت ہونا تو سب کے
اقرار کے موافق ہی یہان تک کہ شاہ صاحب بھی امت کی تین قسمین کہہ گئے ہین پھر یہ مظنہ کس سے تھا جسے دفع فرمایا اور
کہا ہی شاہ صاحب نے کہ عجب ہی کہ باتفاق اہل اسلام کیا شیعہ اور کیا اہلسنت سب ان حضرات کی تعظیم ازواج
مین لفظ مطہرات کہتے ہین جیسا کہ کلام قاضی نور اللہ شوستری اور کلام ملا عبد اللہ مشہدی اور اور علماؤن کے کلام مین
ہزار جگہ دیکھا گیا ہی اور یہ نعمت ظاہری کہ آیہ سے ماخوذ ہی اور لفظ ازواج مطہرات کا بے شک اور بے دغدغہ انکے
منصفون کی زبان پر جاری ہوتا ہی اگر کہین کہ آیہ تطہیر مشعر تطہیر ازواج کا ہی تو پھر رگ گردن اٹھا کر بحث و جدل مین لگاتے
ہین العیاذ باللہ انتہی ترجمہ کلامہ اور اسکے جواب مین وہی کہنا مناسب ہی جو جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ شیعون کے
نزدیک لفظ مطہرہ کا کہنا مثل عائشہ و حفصہ کے ممنوع ہی مگر بسبیل تعریض کہتے ہین اور انکے سوا اور ازواج کو جو کہتے ہین
تو اسکی دلیل آیہ مین نہین ہی کیونکہ طہارت عصمت سے عام ہی اور آیہ مذکورہ مین مراد عصمت ہی نہ اطلاق مذکور اور اشتراک
بحسب لفظ مفید نہین ہوتا اور یہ قول مشابہ اس سے ہی کہ کوئی کہے کہ اس آیہ سے مراد ازواج مومنین ہین جو بہشت
مین ہین کیونکہ انکی شان مین حق تعالی نے فرمایا ہی وفیہا ازواج مطہرۃ پھر یہ آیہ دلیل عصمت کی ہوگا اور یہی معارض
ہوگا یہ اس سے جو ائمہ معصومین کو ائمہ اطہار و آل عبا کہتے ہین کہ وہ قرینہ دلالت کرنے والا اسکے اختصاص پر ذریت اطہار کے
ساتھ ہی جیسا کہ بعض اوقات مین یہ الفاظ سنیون کی بھی زبان پر جاری ہو جاتے ہین اور دوسرے بڑے تعجب کا
مقام یہ ہی کہ شاہ صاحب اس جگہ پر جو نصوص مین اور مفسرین کے کلام مین ہین کیا سنی اور کیا شیعہ اسکی تصریح موجود ہی کہ
یہ آیہ کریمہ شان آل عبا مین وارد ہوا ہی نظر نہین کرتے اور کثرت کے ساتھ اقرار کے ایک دو روایت موضوعہ کہ جنھین
بعضے مفسرین نے اپنے اپنے نصب و عناد کے باعث سے جو اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ انھین حاصل تھا ذکر کیا ہے
اجماع مفسرین مین جو درباب نزول آیہ بشان اہلبیت ہی اپنی عصبیت سے قدح فرماتے ہین اور اس جگہ لفظ مطہرہ کے
اطلاق پر نسبت ازواج نبی کے دعوے اتفاق اہل اسلام کا کرتے ہین باوصف اسکے کہ اکثر مقام پر کلام اہل اسلام کا اس
اطلاق سے خالی ہی اور اس سے دلیل اسپر لاتے ہین کہ آیہ شان ازواج مین نازل ہوا ساتھ اسکے کہ سب شیعہ تصریح
اسکی کرتے ہین کہ آیہ شان ازواج مین ہرگز نہین نازل ہوا حالانکہ بعض شیعون کا استعمال بعض مقامات مین بر سبیل

عماشاذ ثابت ہوگا تو جو تصریح وہ کرتے ہین اُسکے قرینہ سے یہ کہنا اُنکا محمول توسع اور مجاز پر ہوگا کیونکہ وہ سب متفق
ہین کہ ازواج معصومات نہ تھین اور نہ مورد آیہ تطہیر کی تھین پھر اِس ذریعہ سے یہ استعمال مجاز ہوگا بلکہ وہ تعرض
جو انھون نے کی ہی مصداق اُصولیون کے قول کی ہی جو وہ کہتے ہین کہ الاستعمال اعم من الحقیقۃ کی راہ سے رگ گردن
کو اُٹھانا اور اُسے مایہ افتخار اپنا جاننا اپنے پاؤن پر آپ تیشہ مارنا ہی کیونکہ خود شاہ صاحب نے اِسی کتاب مین بیشتر
ائمہ معصومین علیہم السلام کی شان مین لفظ ائمہ اطہار کا استعمال کیا ہی اور یہان بسبب اپنے تعصب کے اُس سے انکار
اختیار کیا ہی اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ یہ نعمت ظاہر ہی کہ آیہ سے ماخوذ ہی والا شیعہ آیہ کے بحق ازواج نازل
ہونے پر اتفاق کرتے ہین انتہی سبحان اللہ جملہ علماے شیعہ کی کتب اور اُنکی تصریحات موجود ہین کہ سب کا اتفاق
اسی پر ہی کہ خمسہ آل عبا کے حق مین نازل ہوا ہی ازواج کی شان مین نہین نازل ہوا پھر باوجود اِن تصریحات کے بھی
شیعون پر تہمت باندھی جاتی ہی کہ وہ بھی نزول آیہ کے بحق ازواج قائل ہین یہ کمال لجاج ہی اور از قبیل تاویل القول
بما لا یرضی بہ قائلہ ہی کاش شاہ صاحب نے یہ بھی افادہ فرمایا ہوتا کہ کون کون علماے شیعہ سے کس کس کتاب مین
اِسکا قائل ہوا ہی کہ تا شیعہ اُس سے مستفید ہوتے اور جو انھون نے کہا ہی کہ اگر کہین کہ آیہ تطہیر مشعر بہ تطہیر از ذات ہی تو رگ
گردن کو اُٹھا کر بحث وجدال کے ساتھ آویزش کرتے ہین اُسکا جواب یہ ہی کہ منصف پر اِس قول کی شناعت پوشیدہ
نہین رہ سکتی اور یہ خود ظاہر ہی کہ جو اپنی عادت ہی وہ شیعون کے واسطے تجویز کرتے ہین کیونکہ یہ اہلسنت کا معتاد امر ہی کہ
جو چیز کہ اُسپر نص قرآن جسکی تفسیر نصوص سید الانس والجان سے موجود ہو اور مما اتفق علیہ الفریقان سے ہو دلالت کرتا ہی اور
خود اہلسنت اُسے اپنی کتب صحاح مین روایت کرتے ہین جب شیعہ اُس سے احتجاج کرتے ہین تو جنکو نصب وعداوت
زیادہ ہی وہ اپنی رگ گردن کو اُٹھا کر اور خوف خدا و رسول کو دل سے بھلا کر بحث وجدل کرتے ہین اور شیعہ تو بسبب
اِسکے کہ متمسک ثقلین کے ہین جو دامن خدا اور عترت رسول خدا ہی وہ نصوص متفق علیہا سے آویزش کرتے ہین اور بمفاد
جادلہم بالتی ہی احسن قول خدا اور رسول سے حجت لاتے ہین اور اہلسنت مکابرہ وجدل کی راہ سے فضائل منصوصہ سے
انکار کرتے ہین پھر شاہ صاحب نے کہا ہی دوسرے یہ کہ دلالت اِس آیہ کی عصمت پر چند بحث پر مبتنی ہی ایک یہ کہ
لیذہب عنکم الرجس کا کلمہ ترکیب نحوی مین کیا محل رکھتا ہی یرید کے لیے مفعول لہ ہی یا مفعول بہ ہی دوسرے یہ کہ
اہلبیت کے کیا معنی مراد ہین یعنی کیا چیز لفظ اہلبیت سے مقصود ہی اور رجس سے کیا ارادہ کیا ہی اور تینون مقامون مین
بہت گفتگو ہی کہ بڑی تفسیرون مین دیکھنا چاہیے اور بعد اللتیا والتی اگر لفظ لیذہب مفعول بہ ہی اور اہلبیت بھی
منحصر انھین چار شخصون مین ہین اور مراد رجس سے مطلق گناہ ہی پھر بھی تو دلالت عصمت پر مسلم نہین ہی بلکہ عدم عصمت پر
دلالت کرتا ہی کیونکہ جو چیز کہ ایک ہوئے سے نہین ہوسکتا کہ کہے کہ مین چاہتا ہون کہ پاک کرون غایت مافی الباب یہ ہی
کہ محفوظ ہونا اِن چند شخاص کا بعد اِس ارادے کے متعلق ہونے کے رجس وگناہ سے ثابت ہوتا ہی لیکن وہ بھی

اہلسنت کے اصول پر نہ اصول شیعہ پر کیونکہ شیعون کے نزدیک مراد الہی کا واقع ہونا لازم نہین ہے بہت سی چیزین
ہین کہ حق تعالی ارادہ فرماتا ہے اور شیطان اور بنی آدم اُسے نہین واقع ہونے دیتے جیساکہ الٰہیات مین گذرا باطلہ اگر
معنی عصمت کا افادہ منظور ہوتا تو فرماتا ان اذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کند ذہن بھی
اُسے سمجھتے ہین چہ جائے اذکیا فقط انتہی ترجمہ کلامہ پوشیدہ نہ رہے کہ شاہ صاحب نے حقیقت امر کے پوشیدہ کرنے کو
اجمال کی راہ اختیار کی ہے اور اور کتابون کا حوالہ دیا ہے اب ہم پہلے بعضی وجہون کو استدلال کی انہی کتابون سے ذکر
کرتے ہین اور بعضی وجہون کو کتب اہلسنت سے نقل کرکے اسکے بعد شکوک و اوہام کی راہین اسیی طرح بند کرینگے
کہ ارباب فہم کے نزدیک مقبول ہون واضح ہو کہ جناب غفران مآب نے اور سلطان العلما طاب ثراہما نے تحریر
استدلال مین اس آیہ سے جو فرمایا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ بنابر روایات مستفیضہ بلکہ جو متواترہ بالمعنی ہین کہ فریقین کی
کتابون مین مذکور ہوئی ہین اور بھی بنابر جمہور مفسرین اہلسنت کے آیہ مذکورہ حضرت امیر اور جناب فاطمہ اور جناب
امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی شان مین نازل ہوا ہے اور مراد ارادہ ازالہ رجس سے وہ ارادہ ہے کہ علت تامہ
وقوع مراد کی ہے اور نزدیک وجود علت کے واجب ہے کہ معلول موجود ہو کیونکہ مطلق ارادہ کہ مستتبع مراد کی وقوع کا نہو
یہ سب مکلفین کے حق مین متحقق ہے پھر اختصاص اہلبیت کے ساتھ اور انحصار کہ لفظ انما کا مقتضا ہے لغو ہوگا اور بھی
آیہ مدح اہلبیت مین باتفاق وارد ہوا ہے اور ارادہ جو غیر مستتبع فعل کا ہو وہ مستلزم مدح کو نہین ہے جیساکہ پوشیدہ
نہین اور بھی بنابر بعض اخبار کے نزول آیہ کا بعد دعاے پیغمبر خدا کے ہوا ہے جو اہلبیت کے لیے آنحضرت نے
اذہاب رجس کی دعا فرمائی ہے نہ فقط اسکے ارادہ کی پھر لامحالہ آنحضرت کی اجابت دعا پر آیت متضمن ہوگا پھر اس
صورت مین وقوع ازالہ رجس کا متعین ہوا اور مراد رجس سے ذنب ہے جیساکہ رازی وغیرہ انکے علماؤن نے اسکی
تفسیر کی ہے اور بھی رجس سے دوسرے معنی کا ارادہ کرنا صحیح نہین ہوسکتا جیساکہ عنقریب تجھے اسپر اطلاع حاصل
ہوگی پس اہلبیت معصوم و افضل ہونگے اور غیر معصوم اور اسی طرح مفضول مستحق امامت کے لیے نہوگا پس متعین ہوا
انھین حضرت کا امام ہونا والا خرق اجماع لازم آئیگا اور بھی حضرت امیرؑ نے ادعا امامت کا اپنے لیے فرمایا جیساکہ
بتواتر یہ امر منقول ہوا ہے اور اخبار مستفیضہ وغیرہ سے جو حضرات اہلسنت کی کتابون مین ہے ظاہر ہوتا ہے اور باقی اہلبیت
علیہم السلام نے تصدیق آنحضرت کی کی ہے پھر ان حضرت کا امام ہونا متعین ہوا کیونکہ معصومین کذب سے مبرا ہین
انتہی خلاصۃ کلامہما اور پوشیدہ نہ رہے کہ علت تامہ سے مراد اسکے حقیقی معنی نہین ہین بلکہ استتباع مراد ہے کیونکہ
ارادے کو علت تامہ اذہاب وذہاب کے بر سبیل حقیقت نہین کہہ سکتے والا آیہ منجر الجا کی طرف ہوتا ہے یعنی زبردستی خدا نے
اُنسے اذہاب رجس فرمایا اور مجبور کرکے اُنسے رجس کو دور فرمایا اور الطاف ربانیہ کہ عصمت کا موجب ہے وہ سبب الجا کا
سبب نہین ہوتے اور اسی جگہ سے ہر دو فریقین کے محققین نے لطف کی تعریف مین لکھا ہے ولا یبلغ حد الالجاء جیساکہ

پیشتر کلام محقق طوسی سے اسے ہم ثابت کر چکے ہین اور بعض افاضل اہلسنت نے بھی شیخ ماتریدیہ سے اپنی کتاب عصمت الانبیا مین اسے نقل کیا ہی پس مراد علت تامہ سے استتباع اور عدم انفکاک ہوگا بتعبیر اعن اللازم باسم الملزوم پھر مراد اذہاب سے فعل لطف ہوگا کہ حاصل ہو نزدیک اسکے ذہاب رجس نفوس مقدسہ سے اور نظیر اسکی معنی ہدایت وضلال کے ہین جنکی نسبت اور اضافت حق تعالی نے اپنے نفس علیا کی طرف فرمائی ہی اپنے قول مین یضل من یشاء ویھدی من یشاء ساتھ اپنے اس قول کے جو فرمایا ہی من یشاء یظلمہ ومن یشاء فلیکفر اور اسی جگہ سے ہی جو مولنا طبرسی نے مجمع البیان مین بعد بیان فرمانے حصر کے جو کلمہ انّما سے مستفاد ہوتا ہی فرمایا ہی کہ جسکا حاصل یہ ہی کہ جب یہ مقرر ہو چکا تو اس سے خالی نہین ہو سکتا کہ لفظ ارادہ جو آیت مین وارد ہی وہ یا بمعنی ارادہ محض کے ہو یا ایسے ارادے کے کہ اس سے تطہیر واذہاب رجس تابع ہو یعنی وہ ارادہ مستتبع تطہیر کا ہو اور وجہ اول یعنی ارادہ مطلق جائز نہین ہی اسلیے کہ حق تعالی نے ہر مکلف سے ارادہ مطلق کا ارادہ فرمایا ہی تو اسمین اختصاص اہلبیت کو اور خلق کی یہ نسبت کیا ہی اور چونکہ یہ قول مدح وتعظیم کے لیے اہلبیت کے بلا شک وشبہ مقتضی ہی اور ارادہ مجردہ مین کوئی مدح نہین ہی پس وجہ دوسری یعنی وہ ارادہ جو مستتبع تطہیر واذہاب رجس ہو ثابت ہوگا اور اسکے ثبوت مین عصمت انکی جو معین ہون سب قباحتون سے بذریعہ اس آیہ کے ثابت ہوتی ہی اور یہ معلوم ہی کہ سوا آنحضرات کے جنھین شیعہ اہلبیت کے ساتھ تفسیر کرتے ہین اور کسی کی عصمت کا قائل نہین ہی پس اس سے ثابت ہوا کہ آیہ مختص انھین حضرات کے ساتھ ہوگا بسبب باطل ہونے اسکے تعلق کے انکے غیر کے ساتھ اور مولنا احمد اردبیلی نے اس تقریب کے اتمام مین اور جو فخر الدین رازی وغیرہ کے تقریب سے عوام کو اوہام پیدا ہوتے تھے اسکے دفع کرنے کو اسطرح فرمایا ہی کہ الف ولام کلمہ رجس مین یا جنس کا ہی یا استغراق کا اور بہر تقدیر وہ عصمت کا افادہ کرتا ہی اور جبکہ رجس کی حقیقت اور اسکی ماہیت اسکی جملہ افراد کے ساتھ اہلبیت کے مادہ مین منتفی ہو تو مستلزم عصمت کو ہوگا کیونکہ عصمت کے معنی یہی ہین کہ کوئی فرد ان افراد سے کہ جو رجس کے ساتھ نام رکھی جائے یعنی جسے رجس کہین وہ انمین صادق نہ آئے اور مراد حق تعالی کی اس آیت مین ذہاب رجس انھین چند حضرات سے ہی نہ مطلقًا یہان تک کہ وارد ہو نہ ارادہ فرمانا اذہاب رجس کا اور پیغمبرون سے جیسا کہ رازی نے اسکا زعم کیا ہی فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الذنب المدنس لعرضکم وھو تعلیل لامرھن ونھیھن علی الاستیناف لذلک عمم الحکم اھل البیت علی النداء او المدح ویطھرکم من المعاصی تطھیرا واستعارۃ الرجس للمعصیۃ والترشیح بالتطھیر للتنفیر عنھا یعنی حق تعالی نے جو فرمایا ہی کہ نہین چاہتا ہی خدا مگر یہ کہ لیجائے تمسے رجس کو یعنی اس گناہ کو جو چرک وخباثت پیدا کرنے والا ہی تمھاری عرض وابرو مین اور وہ تعلیل اسکی ہی کہ امر ونہی انکے واسطے بر سبیل استیناف ہی یعنی جملہ مستانفہ ہی اور اسی لیے حکم کی تعمیم فرمائی اور اہلبیت منصوب ہی یا اسلیے کہ محل ندا مین منادی واقع ہی یا اسلیے کہ محل مدح مین ہی اور یطہرکم یعنی پاک کرتا ہی تمکو گناہون سے جو حق تطہیر و پاک کرنے کا ہی اور استعارہ رجس کا معصیت کے ساتھ

اور ترشیح یعنی پانی ٹپکانا ساتھ تطہیر کے اسلیے ہو کہ تا وہ معاصی سے نفرت کرین اور اُس سے دور رہون اور بعد
اُسکے کہا ہو و تخصیص الشیعۃ اھل البیت بفاطمۃ و علی و ابنیھما للمروی انہ خرج ذات غدوۃ و علیہ مرط مرحل من شعر اسود فاتت فاطمۃ
فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم جاء الحسن والحسین فادخلھما فیہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و الاحتجاج بذلک
علی عصمتھم و کون اجماعھم حجۃ ضعیف لان التخصیص بھم لا یناسب ما قبل الآیۃ و ما بعدھا والحدیث یقتضی انھم اھل بیتہ لا انہ لیس غیرھم انتہی یعنی شیعون کی تخصیص
کرنی اہلبیت سے جناب فاطمہ زہرا اور حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے ساتھ بسبب اُس روایت کے جسمین
وارد ہی کہ پیغمبر خدا ایک روز برآمد ہوے جن حالونکے وہ حضرت چادر سیاہ بالون کی بنی ہوئی اوڑھے تھے پس
جناب فاطمہ آئین انھین اُسمین بٹھایا پھر جناب امیر آئے انھین بھی اُسمین بٹھایا پھر حسنین علیہما السلام آئے انھین بھی
اُسمین بٹھایا بعد اُسکے آیہ تطہیر کی تلاوت فرمائی اور اس سے شیعہ احتجاج انحضرات کی عصمت پر کرتے ہین اور اُنکے
اجماع کو حجت جانتے ہین وہ ضعیف ہی کیونکہ تخصیص اُنکے ساتھ مناسب نہین ہی ما قبل و ما بعد آیت کے لحاظ سے
انتہی ترجمہ کلامہ اور جناب سید سند نے فرمایا ہی اُسکے جواب مین کہ جو کچھ کہ اِس مفسر نے تفسیر مین ذکر کیا ہی وہ
مطابق اُسکے ہی جو شیعہ شان نزول آیہ مین کہتے ہین اور تقریر اثبات عصمت مین انحضرات کی کرتے ہین کیونکہ
رجس کا دفع کرنا جو بمعنی ذنب و دنس کے ہی وہی عصمت ہی پس اِس صورت مین قول اُسکا کہ اِس سے احتجاج
شیعون کی عصمت اہلبیت علیہم السلام پر ضعیف ہی خود ضعیف ہی کیونکہ اِس مفسر نے خود اُنکی ایسی تفسیر کی جس سے
عصمت لازم ہی اگرچہ زبان سے اُسکا انکار کیا اور اِسی طرح اِس مفسر کا انکار کرنا اِس سے کہ اجماع معصومین حجت ہی
یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ عصمت کا مقتضا یہ ہی کہ ایک کا بھی قول اُنمین سے تنہا حجت ہو پھر اجماع کا اُنکی حجت ہونا تو بطریق
اولی معتبر ہوگا اور اِسی طرح وہ بھی قول اُسکا ہی کہ شیعون کی تخصیص اہلبیت سے انھین حضرات کے ساتھ قبل و بعد آیہ کے
لحاظ سے مناسب نہین ہی کیونکہ یہ اجتہاد نصوص کے مقابلہ مین ہی اور اسلیے کہ ضمیر عنکم جو مذکر ہی وہ مناسب اُسکے
نہین ہی کہ آیہ کو بحق ازواج مراد لین اگرچہ اُنکے غیر کے بھی ساتھ کیون نہو اور ترتیب جو قرآن مین ہی وہ تلاوت کے لیے
مفید ہی معانی کے سمجھنے مین اور مراد لینے مین حجت نہین ہی وہ محض حکم تعبدی ہی جیسا کہ اُنکے علما نے بھی اِسکی تصریح
کی ہی اور معانی کے سمجھنے مین معتبر ترتیب نزول آیہ کی ہی وقت واحد مین اور سوا اِسکے جواب پر جو آیات گذرین
اور جو آیندہ آوینگی وہ اِس مفسر کے اقوال کے باطل کرنے کو کافی ہین اور فرمایا ہی کہ بعض افاضل نے شیعون سے
اِس آیہ کی تفسیر مین بعد ذکر کرنے نصوص کے جو استحکام پر وارد ہین وجہ استدلال مین کہا ہی کہ ارادہ اذہاب رجس کا جو
جمہور کے نزدیک معصیت کے ساتھ مفسر ہی یا وہ ارادہ محض ہی یا وہ ارادہ ہی کہ جسکے لیے حصول اور تحقق مراد کا
تابع ہو پہلے کی طرف راہ نہین ہی کیونکہ حق تعالی نے اِس ارادے کو ہر مکلف سے ارادہ فرمایا ہی پھر اُسکے اختصاص
کی اہلبیت کے ساتھ کوئی وجہ نہین ہی اور مقتضی اختصاص کو سوق کلام اور خطاب اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہی

پس متعین معنی ثانی ہیں اور شک نہیں ہی کہ عصمت نہیں ہی مگر طہارت جملہ معاصی اور خطاؤں سے اور جو ہمنے تقریر کی
اُس سے تجھپر ظاہر ہوا ہوگا کہ آیہ بھی دلالت کرتا ہی لفظ اہلبیت کی تخصیص پر ساتھ جناب علی اور جناب سیدہ اور جناب
حسنین علیہم السلام کے کیونکہ کسی نے امت سے ہمنکے غیر کی عصمت کا دعویٰ نہیں کیا اور مؤید ہی اُس سے وہ حدیث
جسے مسلم نے اپنی صحیحہ میں اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن مغازلی شافعی نے اپنی مناقب میں زید بن ارقم سے
اور ابو سعید خدری سے اور زید بن ثابت سے روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں
جب تک تم اُنسے متمسک رہوگے میرے بعد گمراہ نہ رہوگے ایک اُنمین سے زیادہ ہی دوسری سے کتاب خدا ایک
وہ رسن ہی کہ پھیلائی گئی ہی آسمان سے زمین تک اور میری عترت ہی کہ وہ میرے اہلبیت ہیں آگاہ ہو کہ وہ دونوں ہرگز جدا
نہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پس ظاہر ہی کہ اس میں پیغمبر خدا نے عترت کی تفسیر اہلبیت سے
فرمائی اور حدیث کی دلالت انکی عصمت پر بہت واضح ہی اور تحقیق کہ ہمنے اُسے بیان کیا ہی تفسیر میں خدائے تعالیٰ کے
قول کی جو اُسنے فرمایا ہی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اور تحقیق کہ ظاہر ہوا باطل ہونا اُسکے قول کا جسنے یہ حکم کیا تھا کہ تخصیص
اہلبیت کی اُنکے ساتھ جنکی ہمنے تخصیص کی تھی ضعیف ہی اور احتجاج آیہ سے انکی عصمت پر ضعیف ہی اور انکا اجماع حجت
نہیں ہی کیونکہ یہ حکم کرنا اُس کہنے والے کا نہیں ہی مگر اس راہ سے کہ اُسکی حدیث میں تتبع کم ہی اور آیہ میں اُسنے تدبر نہیں کیا
اور اگر سوچتا اور غور کرتا تو سمجھتا لیکن نصب و عداوت نے اہلبیت کے اُسے تتبع حدیث سے اور غور کرنے سے
آیہ میں باز رکھا انتہی ترجمہ کلامہ اور جو کچھ مولانائے طبرسی نے اور اُنکے غیروں نے علماء سے فرمایا ہی کہ آیہ تطہیر مقتضی
مدح و تعظیم کو ہی وہ بہت صحیح اور واضح ہی کہ اُسکے کمال وضوح کے باعث سے علمائے اہلسنت کو بھی انکار کی
مجال نہیں ہی اور اُنکے بڑوں نے بھی مبالغہ تمام اُسمیں برسم اقرار کیا ہی جیسا کہ شیخ ابن حجر نے بھی اپنی صواعق
میں کہا ہی ہذہ الایۃ منبع فضائل اہل بیت النبوی لاشتمالہا علی غرر من مآثرہم والاعتناء بشانہم حیث ابتدات بانما المفیدۃ
لحصر ارادتہ فی امرہم علی ان اذہاب الرجس الذی ہو الاثم او الشک فیما یجب الایمان بہ عنہم وتطہیرہم من سائر الا
خلاق والاحوال المذمومۃ وسیاتی فی بعض الطرق تحریمہم علی النار وہو فائدۃ ذلک التطہیر وغایتہ ومنتہی الیہا مر الانابۃ الی اللہ وادامۃ الاعمال الصالحۃ
ومن ثم لما ذہبت عنہم الخلافۃ الظاہرۃ لکونہا صارت ملکا ولذا لم یتم للحسن عوضوا بالخلافۃ الباطنۃ حتی ذہب قوم الی ان قطب الاولیاء فی کل زمن لا یکون الا منہم
ومن تطہیرہم تحریم صدقۃ الفرض بل والنفل علی قول لمالک علیہم لانہا اوساخ الناس یعنی یہ آیہ اہلبیت نبوی کے لیئے انکی فضیلتوں کا منبع ہی واسطے
مشتمل ہونے اسکی طرح طرح کی فضیلتوں پر اُنکے فضائل سے اور اعتقاد توجہ پر خدا کے ساتھ اُنکی شان کی اس حیثیت سے
کہ ابتدا اس آیہ کی بلفظ انما ہی جو مفید اس سے ہی کہ ارادہ باری کا انحصار اُنکے بارے میں ہی اسلیئے کہ دفع کرے رجس کو
اُنسے ایسا رجس کہ وہی گناہ ہی یا شک ہی اُس چیز میں کہ ایمان اُسکے ساتھ واجب ہوا اور پاک کرے اُنہیں سب اخلاق اور
احوال سے جو مذموم ہیں اور عنقریب بعض طرق حدیث سے آتی ہی وہ چیز جو دلالت کرتی ہی اُسپر کہ آگ جہنم کی اُنپر حرام ہی

اور وہ فائدہ اور غایت اس تطہیر کی اور انتہی التمام کا یہ ہو کہ ہمیشہ انابت خدا کی طرف اور مواظبت اعمال صالحہ کی
انھین حاصل رہے اور اسی جگہ سے ہو کہ جب خلافت ظاہری اُنسے جاتی رہی بسبب اسکے کہ وہ ملک ہو گیا اور
اسی لیے امام حسن علیہ السلام کے واسطے یہ امر بالتمام نہ حاصل ہوا تو انھین اسکے عوض مین خلافت باطنہ سے عوض
دیا گیا یہان تک کہ ایک قوم کا مذہب یہ ہو کہ قطب اولیا ہر زمانے مین نہین ہوتا مگر انھین سے اور انھین کی بعض مطہرت
یہ ہو کہ صدقہ فرض یعنی زکوۃ انپر حرام کیا گیا بلکہ صدقہ مستحب ہی موافق قول مالک کے انپر حرام ہو اسلیے کہ وہ صدقہ آدمیون کی
چرک و میل ہو یہان تک کہ شیخ مذکور نے کہا ہو ومن ثم کان للمعتمد دخول اہل بیت النسب فی الایۃ یعنی اسی جگہ سے معتمد یہ ہوا
کہ اہلبیت نسبی آنحضرت کے داخل آیہ ہون کیونکہ صدقہ انھین پر حرام ہو بعد اسکے شیخ مذکور نے تحقیق مین اصناف صدقہ کے
جو محرم ہین کلام کو طول دیا ہو اور پھر کہا ہو وقیل المراد ازواجہ وھو ضعیف یعنی بعض نے کہا ہو کہ مراد اہلبیت سے جو آیہ مین ہین
ازواج رسول ہین اور وہ قول ضعیف ہو اور پھر ایک کلام کے بعد کہا ہو کہ ختم الایۃ بالتطہیر المبالغۃ فی وصولہم لاعلاہ و
فی رفع التجوز عنہ وتنوینہ تنوین التعظیم والتکریم ثم انہ صلی اللہ علیہ وآلہ کرر طلب ما فی الایۃ لہم بقولہ اللہم ہؤلاء اہل بیتی الی اخر ما مر و
ادخالہ نفسہ معہم فی العد لتعود علیہم برکۃ اندراجہم فی سلکہ بل فی روایۃ انہ ادرج معہم جبرئیل و میکائیل اشارۃ الی علی قدرہم واکدہم ایضا
بطلب الصلوات علیہم بقولہ فاجعل صلواتک الی اخر ما مر واکدہ ایضا بقولہ انا حرب لمن حاربکم الی اخر ما مر ایضا وفی روایۃ انہ قال بعد ذلک
الا من اذی قرابتی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ تعالی وفی اخری والذی نفسی بیدہ لا یؤمن عبد لی حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذوی قرابتی فاقامہم مقام نفسہ ثم من
ثم انہ صلعم قال انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی والحقوا بہ ایضا فی قصۃ المباہلۃ فی قولہ تعالی فقل تعالوا
ندع ابناءنا وابناءکم الایۃ فہؤلاء ہم اصحاب الکساء فہم المراد فی ایۃ المباہلۃ کما انہم من جملۃ المراد بایۃ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس
فالمراد باہل البیت فیہا وفی کل ما جاء فی فضلہم او فضل الال او فضل ذوی القربی جمیع الہ وہم مؤمنو بنی ہاشم والمطلب انتہی کلامہ یعنی ختم فرمایا خدا نے آیہ کو
تطہیر کے ساتھ واسطے مبالغہ فرمانے کے انکے پہونچنے مین اعلی مرتبہ تطہیر تک اور تجوز و تسامح کے رفع کرنے کو اس سے اور پھر اس لفظ
تطہیر کو تنوین تعظیم و تکریم سے اعراب دیا تا انکی تعظیم و تکریم سب پر ظاہر ہو اور اسکے بعد پیغمبر خدا نے جو جو کچھ کہ آیہ مین تھا
اُس مضمون کو موکد فرمایا دعا فرما کر اہلبیت کے لیے اپنے قول سے اللہم ہؤلاء اہل بیتی الخ اور خود اپنے نفس کو انکے ساتھ
بیٹھکر شمار کرایا تاکہ برکت اندراج کی انکے اوپر عود کرے بلکہ بعض روایت مین ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جبرئیل اور میکائیل کو بھی انکے ساتھ رداے مین داخل فرمایا اور یہ رتبہ بلند کی طرف انکے اشارہ ہو اور بھی موکد فرمایا صلوات
کی طلب کرنے سے انکے اوپر بقولہ فاجعل صلواتک الخ اور بھی موکد فرمایا اپنے قول سے کہ مین دشمن ہون اور لڑنے والا
ہون اُس سے جو تمسے لڑے الخ اور روایت مین ہو کہ بعد اسکے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ جسنے اذیت پہونچائی میرے قرابت دارون کو
اور یگانون کو اُسنے مجھے اذیت پہونچائی اور جسنے مجھے اذیت پہونچائی اُسنے خدا کو اذیت پہونچائی اور دوسری روایت
مین ہو کہ فرمایا قسم ہو مجھے اُسکی جسکے دست قدرت مین میری جان ہو کہ کوئی بندہ میرے ساتھ ایمان نہین لاتا جبتک

آگہ مجھسے محبت نہ رکھے اور دوست نہین رکھتا مجھے جب تک کہ میرے قرابت مندون کو نہ دوست رکھے بہر تحقیق این
قائم مقام اپنی ذات کے فرمایا اور یہی جگہ سے صحیح ہوا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مین تم مین دو چیزین بہت بھاری چھوڑتا ہون
جب تک تم اُنسے متمسک ہوگے گمراہ نہوگے کتاب خدا اور عترت میری اور تحسین قصہ مباہلہ مین حق تعالی نے فرمایا جو قول خدا
مین ہی فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم الآیہ اور یہی بزرگوار جو شریک مباہلہ تھے وہی اصحاب کسا مین پس وہی مراد آیہ
مباہلہ مین ہین جیساکہ وہی مراد آیہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس کی ہین پس مراد اہلبیت سے اس آیت مین اور جتنی
انکی فضیلت مین یا آل کی فضیلت یا ذوی القربی کی فضیلت مین حدیث وارد ہو جمیع آل پیغمبر خدا کی ہے وہ وہ
اشخاص ہین جنھون نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے ایمان کو اختیار کیا اور مومنین ہین انتہی تحفہ کا یہ اور یہ
کلام شیخ اہلسنت کا دلالت صاف تخصیص پر کرتا ہی نہ تعمیم پر کیونکہ نہ ہر شخص آنحضرت کے قبیلہ سے جو بنی ہاشم اور
بنی عبد المطلب سے ہین اور نہ ازواج سے صلاحیت اسکی رکھتے ہین کہ انسے تمسک کیا جاے اور خود انھون نے کہا ہے اور
احادیث مین حث و ترغیب تمسک پر بھی اہلبیت کے ساتھ اشارہ کرنے کو اوپر اس بات کے کہ ان حضرات کا وجود
قیامت تک باقی رہیگا منقطع نہوگا جیساکہ قرآن باقی رہیگا اور ہمیشہ اہل ایمان کو چاہیے کہ دونون سے تمسک کرتا رہے
جیساکہ شیخ مذکور نے تصریح کی ہے کہ ہمیشہ ہر زمانے مین ایک انمین سے قطب الاولیا ہوتا رہتا ہی اور ازواج مین یہ بات
کسطرح ہوسکتی ہی کیونکہ وہ سب اس عالم سے بذریعہ وفات نقل کر گئین کوئی دائم البقا نہین اور سوا اسکے بعض انمین سے جناب
علی ابن ابیطالب سے لڑین اور یقینی انسے لڑنے والا محارب پیغمبر خدا کے ساتھ ہے جیساکہ شیخ ابن حجر نے خود یہ روایت
نقل کی ہے اور یہ بہت قرینہ واضحہ ہی کہ مراد اس سے غیر ازواج ہین اور جسنے تتبع احادیث کا کیا ہی اسپر یہ بات پوشیدہ نہین
ہوسکتی کہ لفظ اہلبیت کا استعمال احادیث مین اہلبیت نبوت کے حق مین ہی نہ بحق ازواج بلکہ فضلاے اہلسنت کے بھی
کلام مین یہ بات موجود ہی کہ جب فضائل کو لکھتے ہین تو فضائل ازواج کے علیحدہ لکھتے ہین اور اہلبیت کے فضائل جدا
لکھتے ہین پھر یہ بات بہت انصاف و غور کے لائق ہی فقد بدلا تلتفت یمینا و شمالا اور جب یہ معلوم ہوچکا تو جاننا چاہیے
کہ شاہ صاحب اس جگہ اپنے کلام مین بہت اجمال کو کام مین لاے ہین تاکہ انکے شبہے عوام کی نظر مین زیادہ رونق پذیر
ہون لیکن علماے فریقین کی نظر مین وجوہ دلالت آیہ کے یقینی مستحکم و مبرہن اور انکے شبہات اوہن من بیت العنکبوت ہین
اور بہت قریب انشاء اللہ انکے شبہون کو ہم تفصیل دفع کرتے ہین لیکن جو انھون نے کہا ہی کہ آیہ کی دلالت عصمت پر
چند بحثون پر مبنی ہی ایک یہ کہ لیذہب عنکم الرجس نحوی ترکیب مین کیا محل رکھتا ہی یرید جو فعل مضارع ہی اسکا مفعول ہی
یا مفعول لہ ہی اور اسکے بعد جو انھون نے اشعار تنزل مین بتسلیم کرنے سے دوسرے احتمال کے یعنی مفعول لہ ہونے سے
کیا ہی پس وہ مخدوش ہی ساتھ اسکے کہ ترکیب نحوی اس جگہ جاے تشکیک نہین ہی اور دونون احتمال صحیح ہین اور کوئی
ان دونون سے افادہ مقصود شیعہ مین مخل نہین اگرچہ شاہ صاحب نے شک مین ڈال کر مردم کو محتاج رجوع کرنے کا

بڑی تفسیرون کی طرف کیا ہی حالانکہ سب سے بڑی تفسیر کبیر امام المشککین کی انکے ہو لیکن وہان مباحث کی تحقیق سے خالی ہی
اور اور مفسرین اہلسنت کی بھی تفسیرین اس آیہ کی ذیل مین ان مدارج کی تحقیق سے معرا ہین اور سب نے اہمال و اجمال
کیا ہی اور تحقیق حال و تفصیل اس اجمال کی اسطرح ہی کہ ہم پہلے شق ثانی کو اختیار کر کے کہتے ہین کہ لیذھب عنکم الرجس ترکیب
نحوی کی راہ سے مقام مفعول بہ کا رکھتا ہی اور لام جو اسمین ہی وہ ایسے مقامات مین موافق تصریح صنادید علماے ادب
و عربیہ جائز ہی کہ بنا بر مزید تاکید اور اہتمام زائد کے ہو پس لیذھب بلا تکلف حرف ان کے مقدر ہونے کے ساتھ بتاویل
مصدر ماول اور مفعول بہ واقع ہوگا جیسا کہ فاضل فیروزآبادی نے قاموس مین تصریح کی ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ لام جو
آخر اسم مین جر یعنی زیر پیدا کرتا ہی اور اسے لام جارہ کہتے ہین وہ بائیس معنون پر آتا ہی استحقاق کے لیے جیسے الحمد للہ
مین ہی اور اسی طرح کتنی کتنی کہا ہی والتوکید وھی اللام الزائدۃ کما فی قولہ تعالی نزاعۃ للشوی یعنی اور تاکید کے لیے آتا ہی
اور وہ لام زائدہ ہی جیسا کہ حق تعالی کے قول مین ہی نزاعۃ للشوی اور فرمایا ہی یرید اللہ لیبین لکم ای یرید اللہ
ان یبین لکم اور فاضل طریحی مرحوم نے مجمع البحرین مین لام جارہ کے وجوہ مین فرمایا ہی واختلف فی قولہ تعالی یرید اللہ لیبین
لکم فقیل انھا زائدۃ وقیل انھا للتعلیل کہ قول خداے تعالی مین جو فرمایا ہی لیبین لکم اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین
کہ لام زائدہ ہی اور بعض نے کہا ہی کہ لام تعلیل ہی اور پہلے احتمال کو جو بیان مین فاضل مرحوم نے مقدم فرمایا اسمین
اشعار اسکا ہی کہ وہ راجح ہی اور فاضل زمخشری کا کلام اگرچہ اس آیہ کی ذیل مین مشعر اس سے ہی کہ وہ لام تعلیل ہی لیکن جہان
اسنے تفسیر یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم کی کی ہی اسمین پھر ایسی تصریح کی ہی کہ جس سے پھر شک و شبہہ اسکا باقی نہین
رہ جاتا اور تعیین حاصل ہوتا ہی کہ وہ لام زائدہ ہی کیونکہ وہان کلام اسکا یہ ہی کہ کہا ہی اصلہ یریدون ان یطفؤا کما جاء فی سورۃ
براءۃ وکان ھذہ اللام زیدت مع فعل الارادۃ تاکیدا لہ لما فیھا من معنی الارادۃ لما فی قولک جئتک لاکرامک کما زیدت
اللام فی لا اباک تاکید المعنی الاضافۃ فی لا اباک یعنی اصل اسکی یریدون ان یطفؤا ہی جیسا کہ سورۂ برات مین آیا ہی اور
گویا یہ لام زیادہ کیا گیا ساتھ فعل ارادہ کے واسطے تاکید کرنے اسکے جو اسمین ارادہ کے معنی ہین جیسا کہ تیرے قول
مین ہی کہ آیا ہون مین تیرے یہان تیرے اکرام کے واسطے جیسا کہ زیادہ کیا گیا لام لا اباک مین تاکید کے لیے
معنی اضافت کے جو لا اباک مین ہی اور واقعی اس تصریح کے بعد کوئی شبہہ نہین ہی کہ یہ لام لام زائدہ ہی کہ جو تاکید
کے لیے آتا ہی اور بر تقدیر تنزل کہتے ہین کہ ممکن ہی کہ لام تعلیل ہو جیسا کہ قاضی بیضاوی نے کہا ہی انما یرید اللہ لیذھب عنکم
الرجس وھو تعلیل لامرھن ونھیھن علی الاستیناف ولذلک عمم الحکم اھل البیت اور یہ احتمال اگرچہ مرجوح ہی اور خود اسی فاضل نے
آیہ یریدون لیطفؤا نور اللہ کی تفسیر مین کہا ہی ای یریدون ان یطفؤا واللام مزیدۃ لما فیھا من معنی الارادۃ تاکیدا لہا کما زیدت لما
فیھا من معنی الاضافۃ تاکیدا لھا فی لا اباک او یریدون الافتراء اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ دونون آیتین ایک سلک مین
منسلک ہین لیکن ہمارے واسطے دوسرے احتمال کو متعین کیا ہی منصف دیکھنے کے بعد سمجھ لیگا کہ ایک بار دو ہوا

نہین ہوسکتی مگر ارادے کے معنی پر مشتمل ہونے سے لام زائدہ تاکید کے لیے وہان ہی تو یہان بھی احتمال معنی ارادے کا ہی
بیان تعلیل کی کیا ضرورت ہی وہی لام زائدہ تاکید کے لیے ہونا چاہیے مگر انکی غرض بیان تعلیل کی تاویل کی یہ ہی کہ تا
اس وسیلے کے ذریعہ سے آیات سابقہ کے ساتھ ربط حاصل کرین اور اس آیہ کو ازواج کی شان مین اگرچہ انکے غیر کے
ساتھ بھی ہو داخل کرین کیونکہ بنابر انکی تقریر کے کلام کی تقدیر اس طرح ہوگی کہ انما یرید اللہ امرھن ونھیھن لیذھب عنکم
الرجس لیکن تعلیل کا احتمال بھی ہمارے مطلب کے منافی نہین ہی کیونکہ جب تقدیر پر بنا ہی تو دروازہ تقدیر کا کشادہ ہی
اور اس سے اختصاص اسی سے نہین ہی جو انکے زعم مین ہی بلکہ ہم بھی کہینگے کہ تقدیر اسکی یہ ہی کہ انما یرید اللہ ما یرید من الالطاف
العاصمہ لیذھب عنکم الرجس ای المعاصی ویطھرکم تطھیرًا بلکہ یہ ظاہر ہی خصوصًا نصوص شان نزول کے قرینہ سے پس کلام مین
استینات عصمت کے بیان کا ہی اہل نبوت کے لیے خصوصًا نہ انکے لیے جو گھر مین رہنے والے ہین ازواج وخادمے
کہ انہین عصمت کی قابلیت ہی نہ کوئی انکی عصمت کا قائل ہوا ہی اور اسی جہت سے بعض ہمارے مفسرین بھی
احتمال تعلیل کو جائز رکھتے ہین جیساکہ مولانا طبرسی نے مجمع البیان مین فرمایا ہی قولہ لیذھب اللام یتعلق بمحذوف
وتقدیرہ وارادتہ لیذھب ویجوز ان یتعلق بیرید اور مولانا احمد اردبیلی سے جناب سید سند نے نقل فرمایا ہی کہ انہون نے کہا ہی
فی قولہ ما یرید لیجعل علیکم ولکن یرید لیطھرکم واللام للعلۃ فمفعول یرید محذوف وھو الامر فی الموضعین قیل زائدۃ ویجعل ویطھرکم مفعولہ
والتقدیر ان یجعل وان یطھرکم ولیس فیہ قصور وضعف لان لا تقدر بعد اللام المزیدۃ کما قالہ البیضاوی لان الشیخ المحقق الرضوی قدس
سرہ قال فی شرح الکافیہ وکذا اللام الزائدۃ فی لا اباللک عند سیبویہ وکذا اللام المقدرۃ بعدھا ان بعد فعل الامر والارادہ کقولہ
تعالی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین علی انہ قال البیضاوی ایضا فی تفسیر قولہ تعالی یرید اللہ لیبین لکم ان یبین مفعول
لیرید واللام مزیدۃ لتاکید معنی الاستقبال اللازم للارادۃ وھل ھذا الا تناقض یعنی جو حق تعالی نے فرمایا ہی کہ
ما یرید لیجعل علیکم ولکن یرید لیطھرکم اسمین لام تعلیل کا ہی پس یرید کا مفعول محذوف ہوگا اور وہی بات دونون
مقامون پر ہی یعنی آیہ تطہیر مین بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ لام زائدہ ہی اور مفعول یرید کا یجعل و
یطھرکم ہی اور تقدیر اسکی ان یجعل وان یطھرکم ہی اور اسمین کوئی قصور اور ضعف نہین ہی کیونکہ حرف ان لام زائدہ کے بعد
مقدر نہین ہوتا جیساکہ بیضاوی نے کہا ہی اسواسطے کہ سید رضی علیہ الرحمہ نے شرح کافیہ مین فرمایا ہی کہ اسی طرح لام زائدہ
لا اباللک مین ہی نزدیک سیبویہ کے جو نحوی تھا اور اسی طرح لام جو مقدر ہوتا ہی اسکے بعد ان بعد فعل امر اور ارادے کے
جیساکہ حق تعالی کا قول ہی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین علاوہ اسکے کہ پھر فاضل بیضاوی نے تفسیر کریمہ
یرید اللہ لیبین لکم مین کہا ہی ان یبین مفعول ہی یرید کا اور لام مزید تاکید معنی استقبال کے لیے ہی جو ارادے کے واسطے
لازم ہی اور ظاہر ہی کہ اسمین تناقض ہی کیونکہ ایک جگہ تو کہا کہ لام مزید کے بعد ان مقدر نہین ہوتا اور دوسری جگہ پھر کہا کہ
یہان لام مزید ہی اور ان مقدر ہی فافھم پھر شاہ صاحب نے جو کہا ہی کہ معنی اہلبیت کے اس آیہ مین کیا ہونگے اسکا جواب

یہ ہی کہ مراد اہلبیت سے اہلبیت نبوت ہین نہ سوا انکے جو پیشتر ہم مفصل کہہ آئے اور ثابت کر آئے کہ ازواج و خدم کسی طرح مراد نہین ہوسکتے پھر ازواج کو اس سے بالکل بہرہ نہین ہوسکتا اور جو انھون نے کہا ہی کہ رجس سے کیا ارادہ لیا جائیگا کہ ان تینون مقامون مین بڑی تفسیرون مین بہت گفتگو ہی دیکھنا چاہیے اسکا جواب یہ ہی کہ بڑی تفسیرین بھی دیکھی گئین ان مباحث مین ایسی چیز جو توجہ و اعتنا کے لائق ہو سوا مویدات کے اور کچھ نہین دیکھی گئی اور جو کچھ ہم پہلے نقل کر چکے ہین اس سے اسی کی تصدیق ہوتی ہی کہ فریقین کی تفسیرون سے واضح ہی کہ رجس سے مراد گناہ ہی تفسیر بیضاوی سے جو قول کہ پیشتر نقل ہوا ہی اس سے لائح ہو چکا کہ مراد رجس سے ذنب ہی اور جار اللہ زمخشری نے کشاف مین کہا ہی واستعار للذنوب الرجس وللتقوی الطہر لان عرض المقترف للمقبحات یتلوث ویتدنس کما یتلوث بدنہ بالانجاس یعنی حق تعالی نے جو استعارہ گناہون سے بہ رجس اور تقوے سے بہ طہر فرمایا اسلیے ہی کہ آبرو گناہ کرنے والے کا چرک آلودہ ہو جاتا ہی جسطرح بدن اسکا نجاسات سے آلودہ ہوتا ہی اسی طرح امام اہلسنت فخر رازی نے بھی تفسیر کبیر مین رجس کو معصیت تفسیر کیا ہی جیسا کہ کہا ہی لیذہب عنکم الرجس ای یزیل عنکم الذنوب ویطہرکم ای یلبسکم خلع الکرامة اور فاضل نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین کہا ہی واستعار للذنوب الرجس وللتقوی التطہیر اور جناب سید سند نے صاحب مجمل اللغت سے نقل فرمائی ہی کہ کہا اسنے التطہیر ہو التنزیہ عن کل اثم و قبیح اور اسی طرح راغب اصفہانی سے نقل فرمائی ہی کہ اسنے کہا التطہیر یقال فی الاجسام والاخلاق والافعال جمیعا قال اللہ تعالی وثیابک فطہر ای ازل عنہا الاوساخ وقال انما یرید اللہ ومعلوم انہ لم یرد التطہیر عن النجاسة فی الثوب والبدن وانما اراد تطہیر النفس الذی بہ المدح اور جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہی کہ تخصیص رجس کا احتمال شرک کبائر و فواحش کے ساتھ جیسا کہ روزبہان نے یہان پیدا کیا ہی یا اسکی تخصیص بعض کبائر کے ساتھ مثل زنا کے کمال تحکم و بے حیائی ہی کیونکہ رجس عام ہی بسبب اسکے کہ آیہ مورد مدح مین وارد ہوا ہی اور اذہاب شرک مین یا بعض کبائر کے دور کرنے مین کوئی مدح نہین ہی دیکھنا کونسا کبیرہ زیادہ اس سے ہوسکتا ہی کہ نفس رسول سے محاربہ کرے اور مفرد جو محلی لام کے ساتھ ہو وہ اگرچہ استغراق کے معنی کو مفید نہو لیکن جب قرینہ لازم عہد ہونے کا نہو تو عموم کا افادہ کرتا ہی تاکہ افادہ سے کلام ساقط نہو جیسا کہ قول خدائے تعالی مین ہی احل اللہ البیع وحرم الربوا پس ضرور ہی کہ محمول عموم پر ہو انتہی توجیہ کلامہ رحمہ اللہ اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی بعد اللتیا والتی کے اگر لیذہب مفعول بہ ہو اور اہلبیت بھی منحصر نہین چار شخصون مین ہون اور مراد رجس سے مطلق گناہ ہو جب بھی تو آیہ کی دلالت عصمت پر مسلم نہین ہی اسکا جواب یہ ہی کہ لیذہب کا مفعول بہ ہونا واضح ہی جیسا ہم اسے بہت توضیح کے ساتھ ثابت کر آئے اور مفعول لہ ہونا بھی شیعون کو مضر نہین ہی جیسا کہ اسکی طرف بھی ہم اشارہ کر آئے اور اہلبیت کا منحصر ہونا پانچ شخصون مین نہ چار مین دوسری طرح رجس سے مراد مطلق گناہ کا ہونا ہم سب بہ دلیل ثابت کر آئے پھر جو کچھ کہ ہمنے بہ دلیل ثابت کر دیا اسے تسلیم نہ کرنا

سے بے اسلئے کہ اُسکے مقدمات مین قدح کرسکے نہ تسلیم کرین کیا معنی سوا اسکے کہ مکابرہ وجحد کی راہ اختیار کرین اور اس
راہ سے جو کوئی تسلیم نہ کرے تو اُسے ہمارے مذہب کی حقیقت کو مضرت نہین جیساکہ اور جاحدین ومنکرین کے
انکار الوہیت سے بعد اتمام دلیل کوئی اہل اسلام کو نقصان نہین عاید ہوتا اور جو شاہ صاحب نے کہا ہو کہ بلکہ دلالت
آیہ کی عدم عصمت پر ہی کیونکہ جو چیز کہ پاک ہوئے اُسے نہین کہہ سکتے کہ ہم چاہتے ہین پاک کرین غایت ما فی الباب محفوظ
ہوتا ان چند اشخاص کا بعد تعلق اس ارادے کے رجس وگناہ سے ثابت ہوتا ہو لیکن وہ بھی بنا بر اصول اہلسنت کے
اُسکا جواب یہ ہو کہ محفوظ ہونے کے معنی بحسب اصول اہلسنت قریب بمعنی عدالت کے ہین اور یہی جگہہ سے ہو جو فخر الدین
رازی نے کہا ہو کہ ذہاب رجس عدالت مین بھی متصور ہو اور عصمت کو لازم نہین اور یہ معلوم ہو کہ الف اور لام رجس پر
یا لام جنس ہو یا لام استغراق ہو اور بہر تقدیر جمیع اصناف رجس کی نفی لازم آتی ہو اور یہی معنی عصمت کے ہین پھر اگر
کوئی کہے کہ جس تقدیر مین کہ لام جنس کا قرار دیا جاے تو ماہیت کی نفی البتہ لازم آتی ہو اور جس صورت مین کہ اُسے
لام استغراق کہین تو سلب موجبہ کلیہ کے سور پر وارد ہوگا اور وہ سلب ایجاب کلی کے معنون کا مفید ہوگا جو سلب جزئی کا
مساوی ہو نہ مستلزم سلب کلی کا تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے کہ پہلے لام لام جنس مین معنی حقیقت ہو پھر غیر کی طرف
اُسکے بلاضرورت اُسے کیون پھیرین دوسرے یہ کہ یہ تقریر بنا بر قوانین منطق کے ہو و الاعرف مین یہ فرق نہین ہو اور
قرآن موافق محاورات عرفیہ کے ہو علاوہ اِسکے ایک اور وجہ بھی جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین فرمائی ہو
حاصل اُسکا یہ ہو کہ اگر کہا جاے کہ رجس لفظ مفرد ہو اور معرف باللام ہو اور اپنے مقام پر مقرر ہو کہ مفرد جو محلی باللام ہو وہ
استغراق کا فائدہ نہین دیتا پھر کیون یہ جائز نہوا کہ معنی اس آیہ کے اذہاب بعض گناہون کا ہو آنحضرات سے اور جب
یہ ہوا تو اب اس آیہ سے عصمت کا ثبوت نہین ہو سکتا تو ہم کہینگے کہ یہ تو نے بیجا نا ہو کہ آیہ تعظیم اہلبیت مین اور اُنکی
شان کے بڑھانے مین وارد ہوا ہو اور جو ایک گناہ کا فقط ارتکاب نہو اور اُسکے ساتھ اس گناہ کے سوا اور سب
گناہون کا صادر ہونا جائز ہو تو کوئی تعظیم کے قابل بات نہین ہو اور بھی لام جب عہد کا نہو تو ضرور ہو کہ عموم کا افادہ کرے
تاکہ کلام افادہ سے ساقط نہو جاے اور یہ ایسا ہو کہ جسطرح حق تعالی نے فرمایا ہو احل اللہ البیع وحرم الربوا اور اس جگہہ
اسی طرح ہو پس محمول عموم پر ہوگا اور یہ وجہ بھی بہت متین ہو اور جو شاہ صاحب نے کہا ہو کہ نہ اصول شیعہ کے موافق
کیونکہ مراد الہی کا واقع ہونا اُسکے ارادے کے موافق اُنکے نزدیک لازم نہین ہو بہت سی چیزین ہین کہ حق تعالی ارادہ
فرماتا ہو اور شیطان و بنی آدم اُسے واقع نہین ہونے دیتے جیساکہ الہیات مین گذرا بالجملہ اگر عصمت کا ارادہ
منظور ہوتا تو فرماتا ان اللہ اذہب عنکم الرجس اہل البیت وطہرکم تطہیرا اور یہ بہت ظاہر ہو کہ کند ذہن بھی سمجھتے ہین
اُسے جو تیز راے ہین انھین سمجھنے کو کیا چاہیے انتہی توجیہ کلامہ پہلے منصفین پر شاہ صاحب کی زکاوت ثابت
کرنی چاہیے کہ وہ لائق غور ہو جیساکہ ہم بیشتر بھی اسے کہہ آئے ہین جہان انھون نے مطلق آل عبا سے عصمت سے

انکار کیا تھا اب یہ دوسری خطا انکی ہی کیونکہ نصوص سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بھی اِس آیہ کی مصداق مین داخل ہین بلکہ جبرئیل و میکائیل بھی داخل ہین جیسا کہ شیخ ابن حجر کی روایت سے بھی ظاہر ہو چکا ہو پھر طعن شاہ صاحب کی انحضرات پر بھی رجوع کرتی ہی اور شاید چار شخصون کی جو اپنے قول مین تخصیص کرتے تھے وہ اسی امر کے احتراز کے واسطے ہو لیکن جب ارادہ مشترک ہی تو تخصیص کا پھر کیا فائدہ ہی جب وہ حضرات مصداق آیہ ہین تو ارادہ مین بھی اُنکے شریک ہونگے پھر شاہ صاحب کے زعم کے موافق ملائکہ اور پیغمبر خدا جو بہترین انبیا ہین چاہیے کہ جس مخطورہ سے محفوظ نہ رہین اور اگر کوئی منافق انھین کے محاوات پر کہے کہ یہ آیہ عدم عصمت نبی آخر الزمان اور ملائکہ مقربین پر دلالت کرتا ہی کیونکہ جو پاک ہوئے نہین کہہ سکتے کہ پاک کرنا چاہتے ہین تو پھر اُسکا کیا جواب ہوگا پناہ بخدا ایسے تعصب سے جو ایسی باتین کہلاوے کہ جس سے کیسی بُری خرابیان پیدا ہوتی ہین نہ خیال انجام مبنی ہو کہ اِس کہنے سے علما اور اذکیا کی نظر مین کیا بات ثابت ہوگی نہ لحاظ دین کا ہی کہ کن کی نسبت کیا کہتے ہین نہ مخالفت علما کا اپنے خیال ہو کہ وہ گواہی عصمت کی دے چکے ہین اب ہمارے انکار سے سوائے ظہار تعصب کیا فائدہ ہوگا ہان چونکہ حضرات اہلسنت بعثت سے پہلے پیغمبرون کو گناہ کبیرہ سے بھی محفوظ نہین جانتے تو تعجب نہین کہ شاہ صاحب نے اس امر شنیع کا التزام فرمایا ہو کہ اصول اہلسنت کے موافق اسمین کچھ ڈر نہین ہی لیکن مشکل تو یہ ہو کہ یہ آیہ کریمہ تو بعد بعثت چند برس کے بعد نازل ہوا ہی پھر اب چاہیے کہ اُسوقت تک العیاذ باللہ رجس کذائی انحضرت مین موجود ہو کیونکہ نفی واثبات کا مورد لامحالہ ایک ہی پھر جو تم اُسکا جواب دوگے وہ ہم اُسکا جواب دینگے دوسرے جو شاہ صاحب نے کہا ہی اور بحث ارادے کو یہان دخل دیا ہی اور حوالہ اُسکا بحث الٰہیات کے کیا ہی پھر اُسکا جواب تو صوارم مین جناب غفران مآب نے دیا ہی اور ہم بھی کتاب الٰہیات مین لکھ آئے ہین لیکن بعنوان دیگر بطور مجمل بیان پھر کرتے ہین کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہو کہ اگر خدا کو اظہار عصمت انکا منظور ہوتا تو فرماتا ان اللہ اذھب الرجس الخ یہ امر واضح البطلان متدبر خبیر پر ہی اور اِسکی ضرورت کیا ہی کہ حق تعالیٰ اذھب اللہ فرماتا حق تعالیٰ کا ارادہ شیعون کے اصول کے موافق اِس مطلب کے افادہ کے واسطے کافی وشافی ہو کیونکہ تحقیق مقام یہ ہی کہ خداوند عالم کا ارادہ جو خود اُسکے افعال کے ساتھ تعلق رکھتا ہی وہ متکلمین کے نزدیک عبارت ہی نفس علم سے جو متعلق بمصلحت ہو اور داعی فعل ہی کو کہتے ہین پس جبکہ اُسکا ارادہ اذہاب رجس کے ساتھ کہ فعل خاص اُسکا ہی بنا بر اسکے کہ لیذھب مفعول بہ ہو جیسا کہ ظاہر ہی بالطاف خاصہ کے ساتھ جیسا کہ اُسکی تقدیر بھی واضح ہی جبکہ لام کو تعلیل کے معنی پر موافق نصوص نبوی کے لین لیکن کہ وہ بھی خدا کا فعل ہی اور اذہاب سے مراد بھی گویا یہی ہو متعلق ہوا تو لامحالہ مصلحت کا متحقق ہونا اسمین ثابت ہوا اور یہ ظاہر ہی کہ حکیم مصلحت کو مہمل نہین چھوڑتا پھر ضرور ہو کہ اذہاب رجس کا عمل مین آیا ہو اور اب اِس صورت مین جو تمہید مین مذکور ہوئی مراد حق تعالیٰ کی اُسکے ارادے سے متخلف نہین ہو سکتی اور یہ عدم تخلف اِس راہ سے نہین ہی کہ حق تعالیٰ نے

عجز و اضطرار کی راہ سے خلاف اسکے نہین ہو سکتا بلکہ حکمت و مصلحت کی مراعات کی راہ سے حکیم کا فعل مصلحت سے
خالی نہین ہوتا اور شیعون کے محدثین کے نزدیک ارادہ عبارت نفس فعل و ایجاد سے ہی اور اس تقدیر پر بھی بنا بر
اصول حدیث شیعہ کے مراد کا تخلف ارادے سے نہین ہو سکتا کیونکہ اس تقدیر پر ارادہ کے معنی ایجاد کرنا ہی ہونگے
اور ایجاد اس وجود سے جو اسکی مطاوع ہی تخلف نہین ہو سکتا اور یہ امر حق تعالی سے بانسبت بندون کے افعال کے
صحیح نہین ہی مگر اس مشیت مین جو حد الجا کو پہونچے اور وہ یہان منتفی ہی بلکہ ارادہ اور دوسرے معانی سے ایسے مقامات پر
استعمال مین آتا ہی کہ افعال عباد کی بہ نسبت اسکا تحقق متصور ہی اور ایجاد کے معنی اس جگہ متصور نہین ہو سکتے کیونکہ جبر نہین ہی
اور منجملہ ان معانی کے جو افعال عباد مین انکا تحقق متصور ہی محبت ہی اور محبوبیت ہی اور طلب ہی اور مطلوبیت ہی اور اذن ہی
اور رضا ہی اور علم ہی اور اجمال ہی اور لطف ہی اور جو اسکے مثل ہین اور یہ سب معانی اپنے دل سے بنائے نہین بلکہ وہ سب
بعض احادیث مین ماثور ہین جناب سید سند نے زید بن عمر سے کہ انسنے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی
کہ انجناب سے سوال کیا گیا کہ آیا خدا کے واسطے مشیت و ارادہ ہی اسکے جواب مین فرمایا کہ لیکن طاعات پس ان مین ارادہ
خدا کا اور مشیت اسکی یہ ہی کہ اسکے لیے حکم فرماوے اور اسکے بجالانے سے راضی ہو اور اسکے عمل کرنے پر اعانت
فرماوے اور لیکن ارادہ و مشیت اسکی معاصی مین پس یہ ہی کہ اس سے نہی فرماوے اور اسکے کرنے سے بیزار ہو اور
اسکے کرنے والے کو اپنی رحمت سے دور کرے انتہی ترجمہ کلامہ صلوات اللہ علیہ اور اس سے بخوبی ظاہر ہی کہ یہ
معانی حصول مراد کو مستلزم نہین ہین الا اختیار اور امتحان اور ابتلا اور تکلیف باطل ہو جائے اور مالایطاق سے تکلیف
لازم آئے جناب مولٰنا طبرسی نے یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر کی تفسیر کی ذیل مین کیا خوب فرمایا ہی کہ
اسکا حاصل یہ ہی کہ اس آیہ مین دلالت اس پر ہی کہ مجبرہ کا قول باطل ہی اسلیے کہ حق تعالی نے بیان فرمایا ہی کہ افعال مکلفین
مین جو حق تعالی ارادہ فرماتا ہی وہ یسر ہی اور جسکا ارادہ نہین فرماتا ہی وہ عسر ہی اور چونکہ حق تعالی اسنے عسر کا ارادہ
نہین فرماتا تو بدیہی غالب ہی کہ تکلیف مالایطاق کا بھی اسنے ارادہ نہ فرمایا اور جو کچھ کہ ہمنے کہا اس سے واضح ہوا کہ
جو کچھ کہ ہمارے علما نے ارادے کی تخصیص مین فرمایا ہی یہ بسبیل تنزل اور مماشات ہی ورنہ اس مقام پر حاجت عام کی
تخصیص کی نہین ہی کیونکہ مفعول بہ جو متن کلام مین موجود ہی وہ دلیل اسکی ہی کہ ارادہ علم بہ مصلحت کے معنی پر ہی یا
ایجاد کے معنی پر ہی اور جو مراد ہی وہ دائر ہی اذہاب رجس اور الطاف دونون مین اور دونون فعل کے مستلزم ہین پھر
عموم ہی کہان جسکی تخصیص کیجائے اور اشتراک نہین ہی مگر لفظی اور اسی تقریر کے موافق مولنا دلدار علی نے جواب
فخر الدین رازی کا حدیقة الشیعہ مین دیا ہی جیسا کہ فرمایا ہی کہ جو کچھ فخر رازی نے کہا ہی کہ لازم نہین ہی کہ جب ارادہ الہی
کسی چیز کے ساتھ متعلق ہو تو یقینی وہ چیز ہو جائے اسی کے بنا پر ہو سکتا ہی کہ جو حق تعالی نے فرمایا ہی انما یرید اللہ تو
ارادہ اذہاب رجس کا فرمایا ہو لیکن وہ نہوا ہو اور مرتبہ فعلیت مین نہ آیا ہو اور جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین فرق ہی کہ حق تعالی کا

ارادہ دوسرے کے فعل سے متعلق ہو یا اپنے فعل سے پہلی صورت مین ممکن ہے کہ وہ نہو کیونکہ اس جگہ بندے کے بھی ارادے کو دخل ہے یہین کہ وہ فعل ہو جائے اور لیکن دوسری صورت مین پس ممکن نہین ہے اور جب خدا کا ارادہ کسی چیز کے حاصل ہونے کے ساتھ متعلق ہو تو البتہ یہ چاہیے کہ وہ امر موجود ہو جائے کیونکہ اس صورت مین محض خدا کا ارادہ علت تامہ موجود ہونے کی اسکے ہے اور معلول کا تخلف اپنی علت تامہ سے محال ہے بعید جبکہ عصمت ایسا فعل ہے کہ حق تعالی کسی شخص مین اسے اپنے ارادے سے پیدا کرتا ہے اور اسکے ارادے کو اسکے ہونے اور نہونے مین کچھ دخل نہین ہے تو چاہیے کہ بے تاخیر و تامل کے متحقق ہو دوسرے یہ کہ جب ذہاب رجس کا ارادہ حق تعالی کی طرف سے ہوا تو چاہیے کہ یقینی وہ ہوا ہو نہ یہ کہ نہو فان اللہ تعالی عن ذلک علوا کبیرا اور اس جگہ واضح ہوا کہ محض ارادے کا ارادہ کرنا اس آیہ مین ہرگز متصور نہین ہو سکتا پھر شاہ صاحب کا کلام غلط بحت ہے اور انکی غلط فہمی پر محمول و مبنی ہوگا اور یہ بہت واضح بات ہے کہ حال خواب مین بھی اسے آدمی سمجھ سکتا ہے پھر جو انھون نے کہا ہے کہ خدا نے جو ارادہ ذہاب رجس کا فرمایا اس سے یہ لازم نہین کہ اسکا وقوع بھی ہوا ہو یہ رست رفتاری سے خارج ہے اسی لیے اسکے جواب مین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے جو فرمایا ہے اسکا حاصل یہ ہے تو لہ دوم آنکہ الخ یہ طاویل بلا طائل کہ اپنی تفسیر دانی کے اظہار کے واسطے مریدان باصفا کے نزدیک اپنے فرماتے ہین اسکا فائدہ انکے حال خسران مآل کے لیے عاید نہین ہوتا کیونکہ اخبار سابقہ سے اور اکثر مفسرین اہلسنت کے اقوال سے اور پیغمبر خدا کی دعا سے جو اذہاب رجس کی دعا فرمائی واضح ہوا کہ ارادہ اذہاب رجس کا جو گنا وکہ معنی پر موافق تفسیر رازی وغیرہ کے ہے مراد ہو پھر مفعول لہ یا مفعول بہ جو کچھ کہ ہو ہو مطلب معلوم ہو چکا اور یہ بھی مستفاد ہوا کہ آیہ آل عبا کی شان مین نازل ہوا انتہی ترجمہ کلامہ اور بر تقدیر تنزل جو تقریر کہ پہلے شروع کلام مین بعض اعلام سے نقل کی گئی ہے وہی شافی اور کافی ہے کیونکہ جس تقدیر مین کہ ارادے سے ارادہ مطلقہ مراد ہو تو اس جگہ مقام کے قرینہ سے وہ مخصص ہوگا اس چیز سے جو بنظر حکمت علت تامہ اذہاب کے اور علت مستتبعہ ذہاب رجس کی ہے والا مدح کی جگہ نہو گی حالانکہ باتفاق اہلسنت یہ آیہ مدح اہلبیت علیہم السلام مین سب سے زیادہ ہے جیسا کہ کلام شیخ ابن حجر جو مذکور ہو چکا اسکا شاہد ہے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ شیعون کے نزدیک بہت سی چیزین ہین کہ حق تعالی نے انکا ارادہ فرمایا ہے اور شیطان و بنی آدم اسے واقع نہین ہونے دیتے انتہی پھر یہ بات تو وہم اسکا پیدا کرتی ہے کہ شیعون کے نزدیک بندے حق تعالی کے ارادہ حتمی کے معارض و اسکے فعل کے مضاد ہین حالانکہ اگر الجا اور مضطر کرنے کی حد خدا کی طرف سے متحقق ہو جائے تو کسکی مجال ہے اور وہ کون ہے کہ کسی ایک کے نزدیک بھی اس ارادے کا خدا کے معارض ہو سکے خود قرآن مین اسکی تصریح فرمائی ہے ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا اور سوا اسکے بہت سے افعال حق تعالی کے ایسے ہین مثلاً جلانا اور مارنا کہ جب اسکے ساتھ ایسا ارادہ اسکا متعلق ہوتا ہے تو کسکی طاقت ہے کہ اس سے معارض ہو سکے اسی لیے موت کو علامات

غالبہ قدرت سے اپنی گروانا ہی کہ باوجود اسکے کہ کیسے کیسے بادشاہ اور اقویا اور حکما چاہتے ہین اور ہمیشہ ہی کوچاہا کیے کہ ہمیشہ زندہ رہین لیکن جب اُنکا ارادہ حتمی ہوا کچھ مرنے کے سوا کسی سے نہوسکا پھر ایسی بات جو واضح ہی اُسے شیعہ کیونکر کہینگے اور یہ شیعون پر یقینی تہمت ہی ہرگز ارادہ حتمی کی نسبت حق تعالی کے شیعون کا یہ قول نہین ہی اور اگر مراد شاہ صاحب کی یہ ہی کہ شیعہ اس ارادے کو جو بمعنی طلب ہی مطلوب سے جدا جانتے ہین تو اسکی بہ نسبت انکی تعریض بیجا ہی کیونکہ اسکا صدق تو بہت ظاہر ہی کیونکہ یقینی حق تعالی نے طاعت کے لیے حکم فرمایا ہی اور شیاطین اور عصات ہمیشہ اوامر الہی کی مخالفت کرتے ہین اور یہ بہت واضح ہی اہلسنت کو اس سے مقام انکار کا نہین ہی جبتک کو شیاطین اور اتباع شیاطین ہین انکا فعل یہی آئین پر ہی کہ اوامر و نواہی الہی کی مخالفت کرتے ہین اور وساوس و شبہات برپا کرتے ہین اور برخلاف مراد اور مرضی الہی کے باتین کرتے ہین اور مرادات الہی کو جو طاعات ہین بخلاف اسکے حکم کے واقع کرتے ہین نہ یہ کہ اسکے ایقاع کے مانع ہوتے ہین اور قرآن کی تاویل جو موافق نصوص متفق علیہا کے ہی چھوڑکر اپنے دل کے موافق کرتے ہین اور بسبب اسکے اپنے تئین والذین فی قلوبھم زیغ کے حکم مین داخل کرتے ہین اور خسران اخروی حاصل کرتے ہین اور ابطال فضائل آل عبا مین کوششین بیجا کرتے ہین اور یہ نہین ڈرتے کہ اعمال امت روز پیغمبر خدا پر عرض کیے جاتے ہین پھر اس سے کسقدر آنحضرت کو اذیت پہونچتی ہوگی اور یہ امر منصف پر پوشیدہ نہین ہی بالجملہ یہ بات جو شاہ صاحب نے عوام کے بدظن ہونے کے لیے کہی تھی وہ بھی اس بیان سے ہمارے مثل ہباء منبثا دفع ہوگیا اور جو شاہ صاحب نے کہا تھا کہ پاک ہونا ارادہ تطہیر کے بعد ہی نہ اس سے پہلے بلکہ وجود رجس کا اس سے پہلے اس آیہ سے ثابت ہوتا ہی انتہی پوشیدہ نہ رہے کہ اسی کا نام ابطال فضائل آل ہی کہ مدح کے عوض مین رجس سے وہ منزہ ہین اُسے ثابت کرتے ہین اور جواب اسکا بطور معارضہ اوپر ہم دے آئے ہین اب بطور حل ہم کہتے ہین کہ قرآن موافق عرب کے محاورات کے نازل ہوا ہی انھین کی زبان مین اور جو متتبع محاورات عرب کا ہی اسپر یہ بخوبی واضح ہی کہ ایسی عبارت مقام عدم وجود رجس مین اسلیے مستعمل ہوتی ہی کہ تا آئندہ کی حفظ و صیانت پر رجس سے دلالت کرے اور اسکی بنا ذہنی تخییل پر ہوتی ہی عماد الاسلام مین جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ اگر کہا جاے کہ اذہاب رجس مستحسن نہین ہی مگر وجود رجس کے بعد پھر یہ آیہ وقوع رجس پر آنحضرات سے دلالت کرتا ہی پس یہ مفید ہمارے لیے ہی جو کہتے ہین کہ اہلبیت معصوم نہ تھے نہ تم شیعون کے واسطے جو مدعی انکی عصمت کے ہین تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ یہ قول مدفوع اس سے ہی کہ مبنی اس قول کا تخییل ذہنی پر ہی پس ثابت نہوگا آیا دیکھتا ہی تو کہ تو مخاطب سے کہتا ہی کہ خدا تجھسے ہر بیماری کو دور کرے اگرچہ یہ ابھی حاصل نہوا ور ہمنے آیہ کو اس معنی پر اسلیے حمل کیا کہ گناہون کا دفع کرنا ایسے گناہ کہ کسی شخص سے صادر ہوچکے ہون حقیقت کی راہ سے اسکے معنی کچھ نہین ہین کیونکہ جو چیز کہ اسکا صدور ہوچکا اب اُسے کیونکر دور کرسکتے ہین جیساکہ پوشیدہ نہین ہی اور اسمین بھی شک نہین ہی

کہ مقتضا آیہ کا عصمت اہلبیت علیہم السلام کے بعد نزول آیہ ہی اور جو کوئی کہ انکی عصمت کا بعد نزول آیہ قائل ہی
اُسے چاہیے کہ قبل نزول آیہ بھی قائل ہو اور نہین تو قول ثالث لازم آیگا اور حقیقت مین یہ بات شاہ صاحب نے
بہت بے سمجھی ہوئی کہی اور بہت بُری بات کہی کیونکہ جو عصمت کے منکر ہین وہ بھی اثبات صدور معاصی کا
بہ نسبت انحضرات کے نہین کرتے لیکن شاہ صاحب نے بذریعہ آیہ قرآنی اثبات صدور معاصی کا کرنا چاہا اور کیا
اور جو اِسکی خرابی تھی اُسپر نظر نہ کی اِسی لیے وارد ہوا انکے قول پر وہ جو کچھ کہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ بنا بر قول کے
معلوم ہوا کہ اولاً ازواج رسول خدا جنکے زعم مین پہلے مورد آیت ہین ناپاک تھین پس استصحاب کے موافق مقتضا کے
جب تک کہ رافع اُسکا پایا جاے رجس اُنسے مرتفع نہوگا اور یہی جب شرک اور زنا وغیرہ ابن روزبہان وغیرہ کے قول کے
بنا بر رجس سے مراد ہوا اور آیہ حق ازواج مین نازل ہوا تو پھر اہلسنت کے نزدیک جب تک کہ وہ نازل ہوا العیاذ
باللہ ازواج پیغمبر مشرک اور کافر اور ملوث بادناس و فواحش رہین کیا کہنا این کار از تو آید و مردان چنین کنند یہ بات تو
جو شیعہ بہ نسبت بعض ازواج کے کہتے ہین اُس سے بھی زیادہ افحش ہی اور تخییل ذہنی استعمال اذہاب کو کافی ہی اور
محاورات عرب مین شائع ہی کہ کہتے ہین اذھب اللہ عنک المرض گو مخاطب بالفعل بیمار نہو اور اِسی جگہ سے علماے
حضرات اہلسنت کی عربیت دانی اور قرآن فہمی کو سمجھنا چاہیے کہ کیا کچھ اپنے اوپر وارد کرایا اور یہی حضرات حسنین علیہما السلام
اُسوقت یقینی صغیر السن تھے اور بالاتفاق آیہ تطہیر اور آل عبا مین داخل ہین اور کسی طرح رجس کا صادر ہونا اُنسے اور اِسی طرح
اذہاب رجس کا اُنسے کوئی معنی نہین رکھتا پھر اِس صورت مین جو تم جواب اذہاب رجس کا یہان دو گے وہی ہمارا
جواب ہوگا انتہی محصل کلامہ رحمہ اللہ اور یہ بہت ظاہر بات ہی کیونکہ اگر جواب مین اُسکے یہ کہین کہ حق تعالیٰ نے باعتبار
تغلیب یہ فرمایا تو ہم کہینگے کہ بلاشبہ آیہ مین پیغمبر خدا اور حسنین علیہم السلام داخل تھے اور رجس سے بری تھے اور قاعدہ
فصحاے عرب کا یہ ہی کہ اشرف کو غیر اشرف پر اکثر تغلیب کی راہ سے غالب کر دیتے ہین اور اُس تغلیب کے استعمال
مین رعایت کرتے ہین پھر ہرگاہ انحضرات پر رجس اول سے جائز نہ تھا تو یہ عبارت جو شاہ صاحب کے زعم مین مثبت
رجس کی ہی اِس موقع پر استعمال مین نہ لاتا بلکہ فرماتا کہ الرجس بعد عنکم نہ یہ کہ بنا بر تغلیب کے اُس رجس کو جو غیر اشرف مین تھا
غیر اہل رجس مین تغلیب کی راہ سے اثبات فرماتا پھر اِس سے بخوبی واضح ہی کہ یہ عبارت اگر اِس بہانے سے جو شاہ صاحب نے
پیدا کیا ہی خالی نہوتی تو خلاف محاورہ فصحا کلام ملک علام مین جاری نہوتی ساتھ اِس بات کے کہ کبھی تغلیب کثرت
کی بھی راہ سے واقع ہوتی ہی اور اِس صورت مین بھی کثرت برات کی جانب مین ہی کیونکہ خمسہ آل عبا مین ایک جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جنکی عصمت اتفاقی اہل اسلام ہی اور دونون امام یعنی امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کہ یہ دونون
صاحبزادے صغیر السن تھے انکی طرف بھی رجس کا احتمال نہین اور جب تین بزرگوار یقینی رجس سے بری ہوے تو کثرت جانب برات مین
متحقق ہو چکی کیونکہ اُدھر پھر دو بزرگوار باقی رہتے ہین جو تین سے کم ہین فتامل اور شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بھی اگر یہ کلمہ

عصمت کے واسطے مفید ہو تو چاہیے کہ سب صحابہ علی الخصوص جنگ بدر کے حاضر ہونے والے معصوم ہون کیونکہ حق تعالیٰ نے انکی شان مین فرمایا ہی ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون اور فرمایا ہی ویذہب عنکم رجز الشیطان اور ظاہر ہی کہ اتمام نعمت صحابہ کے حق مین زیادہ عنایت ہوئی بسبب اس لفظ کے جو پہلے عصمت پر واقع ہی کیونکہ تمامی نعمت کے بدون حفظ کے معاصی سے اور شر شیطان سے متصور نہین ہی اور وہ تخصیصات کہ لفظ تطہیر مین اور اذہاب رجس مین بطریق احتمال راہ پاتے تھے یہان ہباءً منثوراً ہو گئے انتہی اور اسکے جواب مین یہ کہنا چاہیے کہ بڑے تاسف کی یہ بات ہی کہ جو کچھ ہمنے مراد آیہ پر استدلال کیا وہ موافق نصوص متفق علیہا کے اور موافق اقوال مفسرین کے ہی اور شاہ صاحب جو کہتے ہین وہ مخالف اپنے مفسرین کے بھی کہتے ہین نصوص کا کیا ذکر ہی مورد آیہ تطہیر مین طہارت مطلقاً مراد ہی یہان طہارت خاص مراد ہی جیسا کہ انکے مفسرین نے تفسیر کی ہی دوسرے یہ کہ باوجود قرینہ تذکیر ضمیر مین تو سیاق وسباق آیہ کا قرینہ دکھاتے تھے اور جو صاف بیان طہارت مایہ اور ترابیہ مین واقع ہی اُسے چھپا کر دوسرے معنی مراد لیتے ہین کیا یہ سمجھتے ہین کہ شیعہ قرآن نہین پڑھتے یا العیاذ باللہ جسطرح انحضرات نے ثقلین مین سے باتباع اپنے پیشوا ان کے حسبنا کتاب اللہ پر اکتفا اپنا ظاہری کیا ہی اسی طرح شیعہ بھی اہلبیت سے متمسک ہو کر قرآن سے دست بردار ہوئے ہین کہ جو چاہین وہ آئین بحوالہ قرآن کہدین اور وہ بسبب اپنی بے علمی کے چپ ہو رہین حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ قرآن آل کے ساتھ ہی اُنسے کبھی جدا نہوگا یہانتک کہ دونون باہم حوض پر پہونچین متمسک آل کا دونون کا متمسک ہی اور یہ تعلیم آل کہ اہل ذکر ہین علم قرآن صحیح شیعون کے سوا کسے حاصل ہو سکتا ہی بھلا یہ تلبیس شیعون پر کہان پوشیدہ ہو سکتی ہی بالجملہ کلام کا جو اسکے جواب مین جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی اور حاصل اُسکا یہ ہی کہ قولہ اور بھی اگر یہ کلمہ الخ ماشاء اللہ عجب مفسر کہ تفسیر دانی مین نمونہ خلیفہ ثانی ہی جہان کہین کہ لفظ تطہیر کو اور اسکے مشتقات کو دیکھتا ہی اسی تطہیر کو جسمین بحث فریقین مین ہوئی ہی مراد لیتا ہی اور اپنی تفسیرون کی طرف رجوع نہین کرتا کیونکہ یہ قول حق تعالیٰ کا ولکن یرید لیطہرکم اس سے مراد وہ تطہیر ہی جو تنظیف کے معنی پر ہی یا تطہیر اُن گناہون سے ہی جو لائق تکفیر ہین نہ طہارت مطلقاً کیونکہ وہ آیہ بیان مین طہارت مائیہ اور ترابیہ کے واقع ہی پھر بڑے تعجب کی بات ہی کہ خود فضیحت و دیگران را نصیحت ہمین تو ملاحظہ سیاق آیہ کو حکم کرتے تھے اور خود اُنسے چشم پوشی کرتے ہین بالجملہ قاضی بیضاوی نے لیطہرکم کی تفسیر مین کہا ہی لینظفکم و لیطہرکم عن الذنوب فان الوضوء یکفر الذنوب او لیطہرکم بالتراب اذا اعوزکم التطہیر بالماء پھر جب یہ اقرار انکے مفسرین کا ثابت ہو چکا تھا تو ابو طہارت جو عصمت کے معنون پر ہی ہرگز اس آیہ سے مراد نہو سکے گی والا جو کوئی کہ وضو اور غسل کرے وہ معصوم ہو اور یہ اجماعاً منفی ہی اور لیتم نعمتہ کی تفسیر مین کہا ہی لیتم بشرعہ ما ہو مطہرۃ لابدانکم ومکفرۃ لذنوبکم نعمتہ علیکم فی الدین او لیتم برخصہ انعامہ علیکم بعزائمہ پھر اس صورت مین قیاس کرنا ملحق فیہ سے کہ جسمین ازالہ رجس کی تصریح واقع ہی بہت تاکید وں کے ساتھ ایسے آیہ سے کہ اُس سے طہارت بدنیہ مراد ہی قیاس اول مع قاس سے کم نہین ہی اور جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ویذہب عنکم

رجز الشیطان

رجز الشیطان سکی تفسیر مین بیضاوی نے کہا ہی یعنی الجنابۃ لانہ من تخییلہ و وسوستہ و تخویفہ ایاہم من العطش جناب سید سند
بعض معاصرین سے اپنے کہ انھون نے شرح قسطلانی سے جو صحیح بخاری کی شرح ہے نقل کیا ہی کہ اسنے کریمۂ ینزل علیکم
من السماء ماء لیطہرکم کی تفسیر مین کہا ہی من الحدث والجنابۃ وھو الطہارۃ الظاھر اسی لیے جناب سلطان العلماء نے
فرمایا ہی اس جگہ پر کہ اس پیر نابالغ کی تفسیر کو دیکھنا چاہیے کہ اب تک رجز مین جو جنابت کے معنی پر ہی اور رجس مین کہ
گناہ ہی فرق نہین کیا اور ظاہر ہی کہ احتلام گناہ نہین ہی اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ ظاہر ہی کہ اتمام نعمت حق صحابہ مین
زیادہ ہوا بسبب اس لفظ اول کے جو عصمت پر واقع ہوا کیونکہ اتمام نعمت بے اسکے کہ حفظ معاصی اور شر شیطان سے
کیا جاے متصور نہین ہی انتہی اسکا جواب یہ ہی کہ ہر صاحب فہم سلیم پر پوشیدہ نہوگا کہ اس اتمام نعمت کے معنی جو انکے بڑے
مفسر فاضل بیضاوی نے کیے تھے وہ ہم پہلے انکی تفسیر سے نقل کر آئے اور پھر اسکے معنی بطور ترجمہ ہم لکھتے ہین کہ
فاضل مذکور نے لیتم نعمتہ علیکم کی تفسیر مین جو کہا ہی وہ یہ ہی کہ تاکہ اتمام کرے حق تعالی شرعی ہونا اس چیز کا جو پاک کرنے والی ہی
واسطے تمہارے بدنون کے اور کفر ہی یعنی گرانے والی ہی تمہارے گناہون کے واسطے نعمت وارد کرنے کو تمہارے
اوپر دین مین اور تاکہ تمام کرے اسکی سہولت سے اپنی نعمتون کو تمپر ساتھ اپنے عزائم اور ارادون کے انتہی اور یہ اتمام نعمت
بنحو خاص جیساکہ اس مفسر نے بتصریح کہا ہی بالاتفاق عصمت کے معنی کو مفید نہین ہی ان اکمال دین اور اتمام نعمت بروجہ
کمال اس روز متحقق ہوا کہ جو مصداق الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کا تھا اور وہ وہ دن تھا کہ جس دن حق تعالی نے
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی ولایت کو اور انکے وصی ہونے کو خلق پر ظاہر فرمایا کیونکہ کمال دین اور تمام نعمت
ہلاکتون سے نجات اور بہشت کے ساتھ ہمکناری اسکے باعث سے انکے لیے جو مشرف بشرف ایمان تھے حاصل ہوئی
جیساکہ پیشتر یہ قصہ نقل ہو چکا ہی اور وہ بھی سب کے واسطے عصمت کا موجب نہین ہی بلکہ انھی کے لیے موجب عصمت ہی کہ
جنکے لیے حق تعالی نے چشم عاصمہ سے اپنی انکی عصمت نہ چاہی کیونکہ اتمام دین تکمیل اصول عقائد دین اور تعین شرایع شرع
متین جناب رب العالمین کی طرف سے واقع ہوئی تاکہ جو زندہ ہو وہ دلیل و بینہ کی راہ سے زندہ ہو اور جو ہلاکت اخروی
مین پڑے وہ بھی بینہ کی راہ سے مردہ ہو اور یہ مستلزم ظہور اثر تمام نعمت کا باضافت ہر واحد کے نہین ہی پھر اتمام
نعمت اتمام حجت کے لیے ہی نہ اور کچھ اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اتمام نعمت بے اسکے کہ حفظ معاصی سے اور
شر شیطان سے کیا جاے متصور نہین ہی یہ بھی بے حقیقت بات ہی کیونکہ اگر یہ اتمام نعمت کہ جس سے مراد احکام شرعیہ
ہین عصمت کو مستلزم ہوتا تو چاہیے سب خلق شرع کی تابع ہوتی اور جب یہ نہین ہی تو وہ دعوی بھی بے اصل ہی اور
یہ امر خوب مشاہدہ سے ظاہر ہی کہ ہزارہا آدمی احکام شرعیہ سے سرتابی کرتے ہین اور تطہیر کا ارادہ تشریع احکام سے مستلزم ۲
طاعت کے واسطے نہین ہی کیونکہ اس سے مراد یہ ہی کہ اتمام نعمت اتمام حجت کے ساتھ اور تعریض طاعت کے ساتھ
فرماوے اور اس بیان سے رجز شیطان کا اذہاب مثل گمراہون کے تمکین کے ہی کہ انکے لیے بھی شرائع ادیان کو اور انکے

مسالک میں سلوک کا طریقہ ظاہر فرمایا ہی فقط بخلاف اُسکے جسمین ہم کلام کرتے ہین اور یہ بات عقیل پر پوشیدہ
نہین ہوسکتی جیسا کہ ہمیشہ ہم سبب وجوہ دلالت اور مراد کے اُس آیہ کی تفصیل کر آئے ہین پھر اگر وہ یہ کہے کہ یہ کیون جائز
نہین کہ اذہاب رجس مین بھی جو تم کہتے ہو مثل اسی اذہاب رجز کے ارادہ کیا جاے تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے
کہ حاشا وہان یہ مراد نہین ہوسکتی کیونکہ اِن آیات مین جنکو شیعون کے مقابلہ مین ذکر کیا ہو اذہاب خالق کی مدح ہو
نہ مخلوق کی مدح الا من ابتغی الیہ سبیلا اور جسمین ہمارا دعوی اور کلام ہی اُسمین جو اذہاب مراد ہو وہ بالاتفاق اشخاص
مخصوصین کی مدح پر مشتمل ہی جیسا کہ شیخ ابن حجر نے اِسکی گواہی دی ہو اُس قول سے جو گذرا ھذہ الایۃ منبع فضائل
اھل البیت الخ اور ہوئیدا ہوا اور شاہد ہی اُس سے قول فاضل نورالدین سمہودی کا جسے جناب سید سند نے نقل فرمایا ہی حدیقہ
مین حاصل اُسکا یہ ہی کہ فاضل مذکور نے بعد ذکر کرنے اُن احادیث کے جو مذکور ہوچکی ہین اور اِسی طرح اختلاف مفسرین کا
اس آیہ مین جو ہوا ہی اُسے ذکر کرکے اپنے مذہب اہلسنت کی ترجیح اور مذاہب پر لکھی ہو بعد اُسکے کہا ہو کہ مین نے قسم ثانی اپنی
اِس کتاب کی جو فضائل اہلبیت نبوی مین ہی شروع نہین کی مگر اِس جہت سے کہ مین نے اِس آیہ مین تامل کیا اور جو
اخبار متعددہ اِسکی شان نزول مین وارد ہوے ہین اُنمین تامل کیا اور غور کیا اُنمین کہ اُسکے نازل ہونے کے بعد پیغمبر خدا نے
کیا امر فرمایا پس مجھپر ظاہر ہوا کہ بدرستیکہ یہ آیہ منبع فضائل اہلبیت نبوی کا ہی کیونکہ وہ ایسے امور عظیمہ پر مشتمل ہو کہ جو کسی کو
نہین دیکھا کہ اُس سے تعرض کیا ہو اور اُن امور سے پہلے یہ ہو کہ انحضرات کی بہ نسبت کسقدر جناب باریتعالی نے توجہ اور
اعتنا فرمائی ہی اور اُنکی بلندی قدر کی طرف اشارہ فرمایا ہی کیونکہ اُنکے حق مین اُسے نازل فرمایا ہو دوسرے حق تعالی کا اِس
آیہ کو کلمہ انما کے ساتھ مصدر فرمانا کہ وہ حروف حصر سے ہی اِس افادہ کے لیے کہ ارادہ حق تعالی کا مقصور ہی اِس معنی کے
ساتھ کہ وہ منبع خیر ہی اور اُنکے غیر کی طرف تجاوز نہین کرسکتا تیسرے حق تعالی کا اُنکی تطہیر کے لیے تاکید فرمانا مصدر کے
لانے سے تاکہ اُس سے جانا جاے کہ یہ تطہیر اعلی مراتب مین انواع تطہیر کے ہی چوتھے اُس مصدر کا نکرہ لانا جیسا کہ فرمایا ہی
تطہیرًا اور اِس سے یہ اشارہ ہی کہ تطہیر خدا کی انحضرات کے ساتھ جو متعلق ہوئی ہی وہ تطہیر بھی عجیب و غریب ہی خلق کی
معہود و معروف نہین ہی اور ادراک کرنے والا اُسکی نہایت کا احاطہ نہین کرسکتا اُس وجہ سے جو مین نے سلام کی بحث
مین واضح کیا ہو کہ حق تعالی اپنے انبیا اور اصفیا پر سلام کو بصیغہ نکرہ بھیجتا رہا ہی اور یہ مسئلہ مین نے اپنی کتاب مین جو موسوم
بطیب الکلام فی فوائد السلام ہو لکھا ہی اور بعض اس تنکیر مین اشارہ تنکیر و تعظیم کی طرف بمنزلہ مقام ہی ویسا ہی کہ جیسا قول
خدا تعالی مین ہی جو فرمایا ہی فقد کذبت رسل من قبلک الخ اور یہ تحقیق کہ بعضے اہل اصول اِسطرف گئے ہین کہ اسم نکرہ سیاق
امتنان مین جیسا کہ اِس مقام پر ہی اگرچہ مثبت ہو عام ہوتا ہو یعنی جمیع انواع تطہیر مترجم کہتا ہو کہ یہ اہلبیت کی عصمت کی
دلیل ہی اگرچہ کہنے والے نے اِس کلام کے اِس معنی کا قصد نہ کیا ہو کیونکہ اُسکے نزدیک یہ آیہ ازواج پیغمبر کو شامل ہی اور
ازواج پیغمبر خدا سے عصمت بالاتفاق منفی ہو پانچوین پیغمبر خدا کی زیادہ توجہ فرمانی اُنکے حال پر اور اپنے اہتمام کا اظہار

بیان اُن امور کا جو فضائل سے اہلبیت کے جو آیہ تطہیر بقول فاضل سمہودی مشتمل ہی

اِس معنی پر اور سپر حرص فرمائی باوجود اسکے کہ آیہ اِس مطلب کے حاصل ہونے کا فائدہ بخش چکا تھا پھر بھی وہ حضرت ہمیشہ درپے تحصیل کے اِس معنی کے واسطے انکے لیے تھے کیونکہ مکرر آنحضرت نے اپنے آقا و سید عز و جل سے اِس معنی کو یعنی اُنکی عطوفت و مہربانی کو طلب کیا اپنے اِس قول سے کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین اور میرے خاص ہین یعنی تحقیق کہ تو نے اپنے ارادے کو مقصور کر دانا ہے اذہاب رجس پر اُنسے اور اُنکی تطہیر پر پس دور کر اُنسے رجس کو اور پاک کر اُنھین جو حق پاک کرنے کا ہے اِسطرح کہ تجدید فرمائے اُنکے لیے فرد متعلق کو ارادے کے اِس معنی سے جو کچھ کہ لائق تیری عطا کے ہو اور اِس معنی سے اشارہ اسکا ہے کہ عطاے سابق کو عطاے حال کے لیے سبب گردانا واسطے توسل کرنے اسکے انعام کے اور انعام کے واسطے اسکے چھٹے آنحضرت کا داخل ہونا آنحضرات کے ساتھ اِس معنی مین بنا بر اسکے جو پہلے مذکور ہوا ابو سعید خدری کے قول سے کہ نزلت فی خمسۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ الخ مگر اِس روایت مین جس سے حافظ جمال الدین زرندی مدنی نے اُسے اپنی کتاب مین لکھا ہے ذکر جبرئیل و میکائیل کا بھی بہ ترتیب ہے و لفظہ عن ام سلمہ قالت نزلت ہذہ فی بیتی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت فی سبعۃ جبرئیل و میکائیل و رسول اللہ و علی و فاطمہ و الحسن و الحسین اور اِس معنی مین مزید کرامت اور بلندی تطہیر کی اُنکی اور دور کرنا رجس کا کہ وہ گناہ ہے یا شک ہے تہمین کہ ایمان اُسکے ساتھ واجب ہے جیساکہ پوشیدہ نہین ہے اُسکا موقع اولوا الالباب کے نزدیک مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواِس کلام کا ہے اُسکا مقصود اِس جگہ حرف تردید سے جو اُسنے معنی رجس مین کہا کہ گناہ یا شک اپنے مذہب کی رعایت ہے تاکہ اہلبیت کی عصمت ثابت نہو حالانکہ پیغمبر خدا اور حضرت جبرئیل اور میکائیل کا شریک ہونا صاف دلیل عصمت کی اہلبیت علیہم السلام کی ہے کیونکہ یہ ممکن نہین ہے کہ اُنکی تطہیر اور طور سے ہو اور اُنکی تطہیر اور طور سے ہو سا تو ین پیغمبر خدا کا دعا فرمانا اِس سے کہ آیہ کریمہ اِسپر مشتمل ہے اِسطرح کہ نازل کرے خداے تعالی اپنی برکات کو و مغفرت و رضوان کو آنحضرت پر اور اُنکے اہلبیت پر اور یہ اِسلیے تھا کہ ظاہر ہو کہ وہ بزرگوار کہ جنکے واسطے حق تعالی کا ارادہ اُنسے اذہاب رجس کا اور اُنکی تطہیر کا مقصود تھا وہ اِن امور کے لیے سزاوار ہین آٹھوین یہ کہ بدرستیکہ مقصود اِن امور کے طلب فرمانے سے اپنے واسطے اور اپنے اہلبیت کے لیے یہ تھا کہ تا تعظیم اُنکی قدر کی اور بلندی اُنکی منزلت کی ظاہر ہو کیونکہ اپنے نفس کو اِس معنی مین اُنکے ساتھ برابر فرمایا جیساکہ اوپر گذرا کہ وہ حضرت داخل ہین اُن امور مین کہ جس سے آیہ کریمہ شامل ہے نوین یہ ہے کہ پیغمبر خدا اِس معنی کے طلب کرنے مین اپنے آقا سے اعظم اور ابلغ اسلوب کے سالک ہوئے اِسطرح کہ طلب مناجات پر بار تعالی سے مقدم کیا اُسے جسپر قول آنحضرت شامل ہے اللھم قد جعلت صلواتک و رحمتک و مغفرتک و رضوانک علی ابراہیم یعنی پہلے یہ جملہ خبریہ جو تحقیق کے ساتھ مقرون ہے کہ اِس بات کے واقع ہونے کے متحقق ہونے کو خدا کی طرف سے مفید ہے پہلے فرمایا بعد اُسکے اپنے اِس قول سے مناجات کی کہ اللھم انہم منی و انا منہم اور یہ بھی از قبیل اخبار ہے بعد اُسکے تفریع کی اِس معنی پر جملہ طلبیہ کے ساتھ جیساکہ فرمایا فاجعل صلواتک الخ اور یہ سلوک آنحضرت کا ایک راز لطیف کی جہت سے ہے کہ وہ مجھپر ظاہر ہوا دو وجہ کی راہ سے پہلے یہ کہ تمام مناجات

ابوت ابراہیم ہین کہ آنحضرت کو حق تعالی نے عطا فرمائی تھی یعنی جسطرح ابراہیم ان اشخاص کے باپ تھے اور یہ
انکی نسل سے تھے اسی طرح پیغمبر خدا بھی ان اشخاص کے باپ تھے اور یہ انکی نسل سے پیدا ہوے یہ معنی اس حدیث
اور اس دعا کا مقتضا ہی اور یہ کہ عطا فرماے جو کچھ کہ طلب کیا ہو اس مراد سے اپنے نفس کے لیے اور اپنے اہلبیت کے لیے
جیسا کہ عطا فرمایا اس مراد کو انکے والد بزرگوار ابراہیم کے لیے دوسرے یہ کہ وہ حضرت از جملہ آل ابراہیم ہین جیسا کہ یہ بات
ثابت ہی ابن عباس سے کہ انھون نے تفسیر کریمہ ان اللہ اصطفی ادم و نوحا و ال ابراھیم وال عمران علی العالمین مین کہا ہو کہ
محمد آل ابراہیم سے ہین پس جبکہ متحقق ہوا کہ بدرستیکہ یہ امور حق تعالی نے ابراہیم کو اور آل ابراہیم کو عطا فرمے تھے اور وہ حضرت
آل ابراہیم سے ہین تو پھر بتحقیق کہ ثابت ہوا عطا فرمانا ان امور کا آنحضرت کے واسطے زمان ماضی ہین اور آل ہمارے پیغمبر کی
انسے ہی جیسا کہ خود آنحضرت نے دعا مین فرمایا کہ انھم منی وانا منھم تو پھر آل آنحضرت کی آل ابراہیم ہوگی جیسا کہ حلیمی نے
اسکی تصریح کی ہو پس یہ امور انکے لیے زمان ماضی سے ثابت ہین پھر طلب نہین فرمایا آنحضرت نے حال انعام مین
مگر نعمات ماضیہ کو یعنی جو ماضی مین عطا فرما چکا تھا اسی حال مین طلب فرمایا پس توسل فرمایا طلب انعام مین اسے
یاد دلا کر انعام سابق کو کہ تا طلب عطوفت مین وہ ابلغ ہو اور شاید کہ اس تشبیہ کا بھی یہی راز ہو جو آنحضرت کے قول مین ہے
کما صلیت علی ابراھیم وال ابراھیم دسوین یہ کہ دعا آنحضرت کی مستجاب ہی خصوصا طلب صلوات مین اپنے او پر پروردگار
اور تحقیق کہ دعا کی اپنے آقا سے ساتھ اس بات کے انھین مخصوص فرماے اور انکی آل کو مخصوص فرماے ساتھ
صلوات کے اپنے اور جو انکی آل پر پھر دعا صلوات کی اپنے اوپر خدا سے مستجاب ہوگی اور اسی لیے صلوات بھیجنے کی کیفیت
مین انکے ساتھ کہ جو بقول خداے عزوجل مامور ہی ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما
اس طریق سے شروع فرمایا کہ آل کو بھی شریک کیا اور منشا اس شریک کرنے کا وہی چیز ہی جو مقدم ہی انکی مشارکت سے
آنحضرت کے ساتھ تطہیر مین اور آیہ سے مستفاد ہوتی ہی اور اسی لیے دعا نہین کی مگر وقت نازل ہونے آیہ مذکورہ کے
جیسا کہ بیان ماسبق سے وہ ظاہر ہوتا ہی گیارھوین یہ کہ بدرستیکہ آنحضرت کا جمع فرمانا آنحضرات کو اپنے ساتھ اس تطہیر کامل مین
اور جو اس تطہیر سے پیدا ہوا صلوات کا بھیجنا آنحضرت پر اور آنحضرات پر اور مانند اسی کے وہ مقتضی ہی انکے الحاق کا ہمیشہ اپنے نفس
شریف کے ساتھ جیسا کہ اشارہ کرتا ہی اسکی طرف قول آنحضرت کا اللھم انھم منی وانا منھم اور اسی لیے بعض طریقون مین
حدیثون کے جو اوپر گذرین فرمایا ہو انا وانی حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم وعدو لمن عاداھم اور بعض طرق حدیث مین
جو آیندہ مذکور ہونگے عائشہ کے ذکر مین فرمایا الا من اذاہ فی قرابتی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذا اللہ تعالی پس آنحضرات کو
اس معنی مین بھی قائم مقام اپنے نفس کے اور اسی طرح محبت مین بھی جیسا کہ آیندہ آیگا آنحضرت کے اقوال سے بعض طرق
مین کہ فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یومن عبد حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذریتی یعنی قسم ہی اسکی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی
کہ بندہ ایمان نہین لاتا جب تک کہ مجھے دوست نہ رکھے اور مجھے دوست نہین رکھتا جب تک کہ میری ذریت کو نہ دوست

رکھے اور اسی طرح قول آنحضرت کا انی تارک فیکما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اور اسی طرح قول آنحضرت کا
جو حدیث آئندہ مین فرمایا ہے فانی تارک فیکم الثقلین الحدیث اور اسی طرح لاحق کیے گئے یہ حضرات پیغمبر خدا کے
ساتھ قصہ مباہلہ مین مشار الیہا ساتھ قول خدا تعالی کے قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم الایہ مین درحالیکہ وہ حضرت
امام حسن اور امام حسین کا ہاتھ پکڑے ہوے تھے اور پس پشت انکے جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا چلی آتی تھین اور
علی ابن ابیطالب انکے پیچھے آتے تھے اور یہی بزرگوار اہل کسا ہین پس وہی حضرات دونون آیتون کی مراد ہین باوجود
اسکے کہ داعی مباہلہ پر ہین خصوصیت مین یہ تھا کہ کاذب کا اظہار ہو اور یہ ایسا امر ہے کہ خصوصیت پیغمبر خدا کے ساتھ تھی اور
اُسی سے مختص تھا جو آنحضرت کی تکذیب کرتا تھا پس لاحق فرمایا اہل کسا کو بسبب اسکے جسکی طرف اوپر ہمنے
اشارہ کیا ہے بسبب اسکے کہ موکد ہے دلالت کرنے مین آنحضرت کے وثوق پر بحال تکذیب کرنے اپنے دشمن کے کیونکہ
اقتصار اپنے نفس پر نہ کیا بلکہ جرات کی مرنے پر اپنے عزیزون کے اور جگر گوشون کے اور یقین تھے وہ اپنے صدق دعوی کے
اور محبوب ترین مردمان کو اپنے معارض ہلاکت مین لاے تھے تاکہ انکا دشمن اپنے دوستون پر اور عزیزون کے ساتھ
ہلاک و مستاصل ہوجاے اگر مباہلہ تمام ہو جاتا اور خاص کیے گئے ابنا اور نسا اسلیے کہ یہ عزیز ترین اہل سے ہین
یہان تک کہ اس فاضل نے کہا کہ قال فی الکشاف ولا دلیل اقوی من ہذا علی فضل اصحاب الکساء اور بارھوین ان امور سے
یہ ہے کہ بدرستیکہ ارادہ الٰہیہ کا قصر آنحضرات کے بارے مین اذہاب رجس مین اور تطہیر مین اشارہ طرف اسکے کرتا ہے
جو آئندہ آئیگا بعض طرق حدیث مین کہ آتش دوزخ آخرت مین انپر حرام ہے پس جو کوئی کہ مفارقت کرے کسی قدر
گناہون سے تو امید اسکی ہے کہ تدارک کرے تطہیر سے ساتھ الہام کرانے انابتون کے اور اسباب مثوبات سے اور
انواع مصائب و آفات سے اور مثل اُسکے جو مکفرات ہین اور کمترنا انکا اس سے جو انکے غیر کے واسطے ہے خطوط دنیویہ سے
ساتھ اسکے جو واقع ہوتی ہے شفاعات نبویہ سے جیسا کہ اشارہ کرتا ہے اسکی طرف جو آئندہ ذکر سادس مین آئیگا مترجم
کہتا ہے کہ یہ توجیہ رکیک اپنی رعایت مذہب کے لیے ہے جو انکا قول ہے کہ اہلبیت نبوی معصوم نہین ہین درحالانکہ احادیث
جو وارد ہوئی ہین اس مضمون سے کہ آتش دوزخ اہلبیت نبوی پر حرام ہے وہ صریح دلیل انکی عصمت کی ہین اور جو اس سے
خلاف کرے وہ صریح مکابرہ ہے جیسا کہ اس توجیہ کی رکاکت واضح ہے تیرھوین ان امور سے یہ ہے کہ پیغمبر خدا کا حث
فرمانا آنحضرات کو اوپر نہی پر کہ کمال دوری کرتے رہین گناہون کی حرکت سے اور ان تخلفون سے جو مورث
گناہون کی ہین اور حرص دلائی اسکی کہ امتثال امورات الٰہی کا کرتے ہین جیسا کہ دلالت کرتا ہے اسپر جو پہلے
مذکور ہوا قول آنحضرت کا جو آنحضرات کے لیے نماز کے یاد دلانے مین فرماتے تھے الصلوٰۃ رحمکم اللہ انما
یرید اللہ الایہ چودھوین ان امور سے یہ ہے کہ بدرستیکہ قول آنحضرت کا روایت سابقہ مین فجعلنی فی خیرھم بیتا فذلک
قولہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الایہ دلالت اسپر کرتا ہے کہ یہ بہترین خلق ہین اور قریب ہے کہ آوے دلالت اس

معنی پر اس ذکر کے آخر مین اور یہ تحقیق کہ عطا کی گئی ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو نعمت انبیا کے ہونے کی
انکے اہلبیت سے اور ہمارے پیغمبر خدا کو بسبب انکے خاتم النبیین ہونے کے اس نعمت کا ملنا منتفی تھا پس
اسکے عوض مین آنحضرت کے اہلبیت کو کمال طہارت دیا گیا کہ بسبب اسکے خلق کثیر انمین سے درجہ وراثت
و ولایت کو پہونچی الخ مترجم کہتا ہی کہ اس ناصبی کے تعصب کو دیکھنا چاہیے کہ امر حق کے مقدمات کو تو ترتیب
دیتا ہی لیکن نتیجہ کے پیدا کرنے مین چشم پوشی کرتا ہی جیسا کہ اس مقام پر نتیجہ حق یہ ہو کہ کہا جاے کہ چونکہ اکرام ہمارے
پیغمبر خدا کا بسبب انکے خاتم النبیین ہونے کے مقتضی اس معنی کا تھا کہ نبوت آنحضرت کے اہلبیت مین ہو پس
بمقتضاے مقابلہ چاہیے کہ پیغمبرون کے اوصیا جو عبارت ائمہ معصومین سے ہین وہ انکے اہلبیت سے ہین
اور خلق کثیر کا انمین سے درجہ وراثت و ولایت کو پہونچنا کچھ اصل نہین رکھتا اور سوا ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے
کسی کو مرتبہ وراثت انبیا کا اور ولایت خلق کا حاصل نہین ہی پھر اس فاضل نے کہا ہی کہ پوشیدہ نرہے کہ انکی ہوس سے
یہ ہی کہ بدرستیکہ جب آیہ کریمہ نے اسکا افادہ کیا کہ طہارت آنحضرت کی ذروہ علیا مین ہی اور انکی مساوات پیغمبر خدا کے
ساتھ اسکے حاصل مین ہی تو یہ معنی منشا الحاق کا انکے پیغمبر خدا کے ساتھ تحریم صدقات مین کہ اوساخ ناس ہین
اور اسکے عوض مین انکے لیے خمس فی و غنیمت کا جو اطیب اموال ہی اور عزت کا موجب ہی اسکے جو اسکا لینے والا ہی
اور ذلت کا سبب اسکی ہی کہ جس سے لیا جاے مقرر ہو قال اللہ تعالی واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ
خمسہ وللرسول ولذی القربی وقال اللہ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی انتہی ترجمہ کلام السید السمہودی الشافعی
اور یہ سب مقدمات نقل کیے گئے عصمت آل عبا پر دلالت کرتے ہین جیسا کہ مستبصر عاقل پر پوشیدہ نہین ہی
اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ وہ تخصیصات لفظ تطہیر مین اور اذہاب رجس مین بطریق احتمال راہ پاتے تھے
ہباء منبثا ہوے اسکے جواب مین جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ ایسے احتمالات اتباع شیاطین انس پیدا کرتے ہین اسکا
قلع مادہ پہلے ہی عمل مین آچکا ہی اور تخصیصات اس جگہ واقع ہی یعنی آیہ کریمہ ویذہب عنکم رجز الشیطان مین نہ اس جگہ
یعنی آیہ تطہیر مین پس سعی نامشکور شاہ صاحب کی بچارہ ہباء منبثا ہوئی اور فضیلت اہلبیت کی باعتراف شیخ
ابن حجر باتم وجوہ اس آیہ سے واضح ہوئی وللہ الحمد علی ذلک اور غریب تر بات یہ ہی کہ آیہ مین رجز الشیطان واقع ہی
اور شاہ صاحب نے اسے رجس کے ساتھ تصحیف و تغییر کی تاکہ تغلیط عوام کے لیے مناسبت دونون آیتون مین لفظو
معنی کی راہ سے پیدا ہو بعض فاضل نے اس قول کے جواب مین فرمایا ہی کہ تحقیقات سابقہ سے واضح ہوا کہ تخصیصات
آیہ کریمہ ویذہب عنکم رجز الشیطان کی ہی کہ جسے ناصب نے بلفظ رجس تبدیل کیا ہی تاکہ اس سے مماثل امر تطہیر کا کرین
اور اس خصلت کو فضل ابن روزبہان سے سیکھا ہی جیسا کہ کلام قاضی نور اللہ نور اللہ مرقدہ سے معلوم ہوتا ہی اسلیے
حاصل قول قاضی صاحب کا یہ ہی کہ جو کچھ کہ فاضل ابن روزبہان نے ذکر کیا ہی آیہ محرفہ سے کہ وہ سورہ انفال مین ہی اور

حکم کیا ہی اور اُسکے مماثل ہونے کے اِس آیہ سے جس سے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے استدلال کی ہی آیہ تشبیہ سے پس بہ تحقیق کہ اِس بیان مین دلیل واضح ہو اُنکے کفر والحاد پر اور اُنکی مشابہت پر یہود سے تحریف کلام مین اور اُنکی جرأت پر خدا تعالیٰ کی مخالفت کے لیے اور اُنکے بغض و عداوت پر ساتھ پیغمبر خدا کے اور اُنکے اہلبیت کے کیونکہ بدلاہی حرف جر کے متعلق کو جو آیہ انفال مین ہی اور وہ قول خدا کا ینزل علیکم من السماء ماء کو اپنے قول سے یرید اللہ لیذھب عنکم سے اور پھر بدلاہی رجز کو جو آیہ مذکور مین ہی لفظ رجس سے تاکہ اِس سے مماثلت کا دعویٰ میسر ہو فقط پھر شاہ صاحب نے کہاہی کہ تیسرے یہ ہی کہ غیر معصوم امام نہین ہوتا یہ ایک مقدمہ ہی جو باطل وممنوع ہی کتاب خدا اور اقوال عترت اُسکی تکذیب کرتے ہین انتھی اور جواب اُسکا یہ ہی با دلۂ قاطعہ اور براہین ساطعہ جو شرائط امامت مین وجوب عصمت امام کی نسبت ہم لکھ آئے ہین واضح و ثابت ہوچکا ہی کہ وجوب عصمت امام ہونین کا مقدمہ صحیحہ ہی اور کتاب خدا اور اقوال عترت و آل کے اُسپر دلالت تام کرتے ہین اور جسے شاہ صاحب نے منافی جانا ہی وہ منافی نہین ہی شاہ صاحب نے اپنی سوفہمی سے اُسے منافی جانا ہی حاشا کہ ایسا مقدمہ باطل ہو بلکہ وہ مقدمہ مصداق علمھا ثابت و فرعھا فی السماء کا ہی اور اُسکا شاہ صاحب کی نظر مین باطل ہونا اُسکے نفس الامر مین باطل ہونے کا سبب نہین ہو سکتا پھر شاہ صاحب نے کہاہی کہ علمنا لیکن اِس دلیل سے حضرت امیر کی امامت کی صحت ثابت ہوا اور اِس قاعدہ سے کہ کوئی فرق کرنے والا نہین ہی تمسک کرنا دلیل عجز کی ہی اسواسطے کہ جو اعتراض کرنے والا ہی اُسکے واسطے کوئی مذہب نہین ہی اور اُسکا جواب یہ ہی کہ مقدمات کے تسلیم کرنے کے بعد حکم کرنا ساتھ ثبوت صحت امامت حضرت امیرؑ کے بلافصل و بلا نکیر سوا اُنحضرات کے جو غیر اُنحضرت کے عترت نبی سے ہین یہ خرق اجماع مرکب کا ہی پھر اگر اجماع مرکب کو خرق کر سکین تو شق عصائے مسلمین کا اور مخالفت سب کے اجماع کی جائز ہوگی اور یہ تیشہ وہ اپنے ہی پاؤن پر مارتے ہین کیونکہ جب ابوبکر منصوص الامامت نہو سے اور اجماع بھی بے اصل ہوا تو اُنکے خلیفۂ اول کی بنائے خلافت ظاہر و باطن مین درہم و برہم ہوجائیگی اور چاہیے کہ پھر اہلسنت کے نزدیک بھی باطل ہو جناب سلطان العلماء نے اُسکے جواب مین فرمایا ہی کہ علاوہ اِسکے کہ مقدمہ خرق اجماع کا بیچ مین فریقین کے شائع و ذائع ہی پھر اگر یہ غبی لامذہبی کو اپنی دخل دیتاہی تو دلیلین سنیون کی بھی برباد جاتی ہین والحمد للہ کیونکہ حجت ہونا اجماع بسیط کا اجماع مرکب کی حجت ہونے کو مستلزم ہی اور اُسکا بطلان مستلزم اُسکے بطلان کا ہی اور خلافت ابوبکر کی شیعون کے نزدیک پس ہر تقدیر مین باطل ہی اور سپر اجماع اصل سے اُسکے حاصل نہین ہی جیسا کہ عنقریب اُسکی تفصیل ہم کرینگے اور ذکر کرینگے ہم اُنکے معایب و مثالب سے ایسی باتین جو اُنکی امامت کی صحت مین قدح کرنے والی ہین با ستدلال کتاب و سنت سے اور خدا سے زیادہ راست گفتار کون ہی انتھی ترجمہ کلامہ اور سب سے زیادہ غریب یہ ہی کہ اِس مقدمہ مذکورہ کے باطل کرنے کو شاہ صاحب نے اپنے اِس قول سے معلل کیا ہی کہ اذالمعترض لا مذھب لہ اور خود آپ بھی

شاہ صاحب یہان معترض ہین تو آپ خود اپنے اقرار سے شاہ صاحب لامذہب ہوئے اسلیے جناب سلطان العلما
فرمایا ہی اسکے جواب مین کہ یہ معترض شیعون پر لامذہب ہوگیا لیکن ہم پہلے اُنہے تکلیف دیتے ہین کہ مسلمان و شریعت کے
عقائد کا معتقد ہو پھر اثبات امامت وغیرہ مین اُس سے گفتگو کرینگے فقط بالجملہ یہ خلاصہ اُس کلام کا جو علماے
فریقین مین اس آیہ کریمہ کی نسبت ہوا ہی اور فہم منصف کو کافی ہی کہ اسے دیکھکر علم حقیقت امر کا جو کتاب خدا اور سنت
سید الانبیا سے ثابت ہوا جانین اور جس قدر اعوجاج اور تعصب و عناد کو حضرات علماے اہلسنت عمل مین لائے ہین
پہچانین اور ہمیشہ جمیع اقوال کو اُنکے اُسی پر محمول کرتا ہوا اور اُنکی ناحق کوشی کو ہر امر مین سمجھتا رہے اللہم اھدنا الصراط
المستقیم وثبتنا علی القول الثابت وطہر قلوبنا یا مفیض الخیر والیقین بحق الذین اذہبت عنہم الرجس وطہرتہم تطہیرا
ساتوین آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ہے کیونکہ ماثور ہی کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حاضرین نے جناب
رسول خدا سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ اقربا آپ کے کون ہین جنکی مودت کو آپ نے ہمپر واجب فرمایا ہی یہ سنکر
آنحضرت نے فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور اُنکے بیٹے ہین واضح ہو کہ جامع کتاب حجت الخصام نے سترہ حدیثین
پانچوین باب مین مقصد ثانی کے طرق حضرات اہلسنت سے نقل کی ہین جو دلالت کرتی ہین اسپر کہ لفظ قربی جو اس
آیہ مین وارد ہی مراد اُس سے جناب امیر المومنین ہی اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام ہین چنانچہ اُنہی سے ۵ روایت ہے
جسکا حاصل یہ ہی کہ حدیث مسند احمد بن حنبل سے ہی کہ اُسنے اپنے باپ احمد سے نقل کیا کہ کہا اُسنے کہ جو میری طرف
محمد بن عبد اللہ بن سلیمان حضرمی نے لکھا اسمین ذکر کیا ہی کہ تحقیق کہ حارث بن حسن طحان نے اس سے حدیث کی اور
کہا کہ مجھسے حدیث کی حسین بن اشقر نے قیس سے اُسنے اعمش سے اُسنے سعید بن جبیر سے اُسنے ابن عباس رض سے کہ کہا انھون نے
کہ جب نازل ہوا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی قالوا یا رسول اللہ من قرابتک الذین وجبت علینا مودتہم قال علی وفاطمہ
وابناھما یعنی صحابہ نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا وہ اقربا آپ کے کون ہین جنکی مودت ہمپر بحکم خدا واجب ہوئی ہی
یہ سنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور ان دونون کے بیٹے ہین اور اسی کتاب مین حدیث خبر سادس صحیح
بخاری سے نقل کی ہی جو تفسیر مین اس آیہ کے ہی حاصل اُسکا یہ ہی کہ کہا حدیث کی مجھسے محمد بن بشار نے کہا حدیث کی
مجھسے محمد بن جعفر نے کہا حدیث کی مجھسے شعبہ عبد الملک بن میسرہ سے کہا اُسنے سُنا مین نے طاوس سے اُسنے ابن
عباس سے کہ پوچھا اُسنے قول خدا تعالی سے الا المودۃ فی القربی کہا سعید ابن جبیر نے کہ قربی آل محمد صلوات اللہ علیہم ہین
اور مجملہ اُسکے صحیح مسلم کے پانچوین خبر سے تفسیر قولہ تعالی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ سے ہی کہا اُسنے ابن عباس رض سے
اس آیت کو پوچھا گیا پس کہا ابن جبیر نے کہ وہ قربای آل محمد ہین اور سی سے ہی جو ثعلبی سے تفسیر مین اس آیہ کے منقول ہی
حاصل اسکا یہ ہی کہ کہا اُسنے کہ قرابت رسول خدا مین اختلاف کیا تھا جنکے لیے حق تعالی نے حکم وجوب مودت کا
اُنکے فرمایا پس اس اختلاف کے رفع کرنے کو خبر دی مجھے حسین بن محمد ثقفی نے جو صاحب عدالت تھا کہ حدیث کی ۱۰

مجھسے برہان بن علی صوفی نے کہ حدیث کی مجھسے محمد بن عبد اللہ بن سلیم حضرمی نے کہ حدیث کی مجھسے حرب بن
حسن طحان نے حدیث کی مجھسے حسین اشقر نے قیس سے عمش سے سعید بن جبیر سے ابن عباس سے کہا انھون نے
کہ جب نازل ہوا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ توکہا اصحاب نے کہ ای رسول خدا اوداقربا آپ کے جنسے
کون ہین جنکی مودت ہمپر واجب ہوئی ہی یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور انکے بیٹے ہین صلوات اللہ
علیہم اجمعین وسلامہ اور اسی جملہ سے تفسیر ثعلبی سے بوسائط روات موافق انکے دیلمی سے منقول ہی کہ جب جناب
علی بن الحسین مقید ہوکر داخل شام ہو چکے تو ایک مکان کے دروازے پر حضرت کھڑے تھے کہ ایک شخص اہل شام
آکے کھڑا ہوا اور اسنے کہا کہ شکر ہی اُس خدا کا جسنے تمکو مارا اور تمھارا استیصال کیا اور تمھارے فتنہ وفساد سے شہرون کو
بچایا یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تونے قرآن پڑھا ہی اُسنے کہا ہان حضرت نے فرمایا کہ آل حم کو پڑھا ہی اسنے کہا قرآن
تو پڑھا ہی لیکن آل حم کو نہین پڑھا حضرت نے فرمایا تونے یہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کو قرآن مین پڑھا ہی اسنے
کہا کیا تم انھین سے ہو حضرت نے فرمایا کہ ہان ہم اقربائے رسول ہین اور اسی کتاب مین ثعلبی سے منقول ہی کہ اسنے اپنی
تفسیر مین ابن عباس سے روایت کی ہی کہ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا کی تفسیر مین انھون نے کہا کہ مراد اس سے مودت
آل محمدؐ کی ہی پھر اسی کتاب مین جمع بین الصحاح ستہ سے جو ابی الحسن رزین کی ہی انکے دوسرے جز سے جو اجزاء اربعہ کا ہی
تفسیر سورہ حم مین قل لا اسئلکم الخ کے بیان مین ہی کہ ابن جبیر نے کہا کہ قربی آل محمدؐ ہین اور اسی کتاب مین محمد بن جریر سے
کہ اُسنے اپنے رجال کے ساتھ کتاب مناقب مین روایت کی ہی کہ جناب پیغمبر خدا نے جناب امیر المومنین علی ابن
ابیطالب سے فرمایا کہ تم باہر نکلو اور ندا دو کہ آگاہ ہو کہ جو شخص کسی صاحب اجرت پر اسکی مزدوری کے ادا کرنے مین
ظلم کرے گا اسپر خدا کی لعنت ہی اور آگاہ ہو کہ جو دوستی کرے گا سوا انکے جو آقا اور موالی حقیقی ہین پس اسپر بھی لعنت خدا
کی ہی آگاہ ہو جو شتم و ناسزا اپنے مان باپ کو کہیگا اسپر لعنت خدا کی ہی پس بموجب ارشاد صدق بنیاد جناب رسول خدا
حضرت امیر المومنین نے پکار کر یہ سب کو سنایا بعد اسکے عمر بن الخطاب اور ایک جماعت مسلمانون سے پیغمبر خدا کی
خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ آیا کچھ تفسیر بھی اس ندا کی ہی حضرت نے فرمایا کہ ہان ہی بتحقیق کہ حق تعالی فرماتا ہی
قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ پس جو کوئی کہ ہمپر ظلم کرے گا اسپر لعنت خدا کی ہی اور حق تعالی فرماتا ہی النبی
اولی بالمومنین من انفسہم اور جسکا مین مولی ہون اسکا علی مولا ہی پھر جو کوئی سوا انکے اور اسکی اولاد کے اور کسی کے ساتھ اطاعت
کرے گا اسپر لعنت خدا کی ہی اور مین تمھین گواہ کرتا ہون کہ مین اور علی باپ ہین ایمان لانے والون کے پس جو کوئی
سب و شتم کرین کسی ایک کے ساتھ ہم دونون سے پس اسپر لعنت خدا کی ہی پس یہ سنکر آنحضرت سے جب سب باہر نکلے تو
عمر بن الخطاب نے کہا کہ ای اصحاب محمدؐ کسقدر پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کے لیے غدیر مین تاکید فرمائی ہی اور جو
آج ہمین تاکید شدید فرمائی ہی وہ بھی اس تاکید کے غیر نہین ہی حسان بن ارث نے کہا ہی کہ یہ واقعہ انیس روز پیشتر

وفات نبی کا ہی اور اسی کتاب مین علی بن الحسین بن محمد اصفہانی سے منقول ہو جو اُسنے کتاب مقاتل الطالبین مین
روایت کی ہو کہ جناب امام حسنؑ نے اپنے پدر عالیمقدار کی وفات کے بعد خطبہ پڑھا اور اُسمین فرمایا کہ اے گروہ
آدمیان جسنے مجھے پہچانا ہو اُسنے پہچانا ہی اور جو مجھے نہین پہچانتا وہ پہچانے کہ مین ہون حسن بیٹا محمدؐ کا مین ہون
بیٹا بشارت دینے والے کا مین ہون بیٹا ڈرانے والے کا مین اُسکا بیٹا ہون جسنے بحکم خدا سب کو دین اسلام
کی طرف طلب کیا مین ہون بیٹا اُسکا جو چراغ روشن کرنے والا سارے عالم کا تھا مین ہون اُس اہلبیت سے
جنسے خدا نے رجس کو دور کیا اور پاک و طاہر فرمایا جو حق پاک کرنے کا ہی اور ایسے ہین وہ کہ جنکی مودت کو فرض و
واجب فرمایا خدا نے اپنی کتاب مین اسلیے کہ فرمایا ہو ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا پس حسنہ مودت ہم اہلبیت کی ہی
اور اسی جملہ سے ہی جو موفق بن احمد نے مقاتل اور کلبی سے روایت کی ہی کہ جب یہ آیہ قل لا اسئلکم الخ نازل ہوا تو
منافقین نے کہا آپس مین اپنے کہ آیا اس سے بھی زیادہ لائق تعجب کے ہی کہ ہمارے دوستون کو منسوب بسفاہت
وحماقت کرتے ہین اور ہمارے خدا اُن کو ناسزا کہتے ہین اور قتل کرنا ہمارا تجویز کرتے ہین اور پھر یہ طمع کرتے ہین کہ
ہم اُنہین دوست رکھینگے بعد اسکے یہ آیہ نازل ہوا کہ قل ما سئلتکم من اجر فہو لکم یعنی کہو اے محمدؐ کہ جو کچھ مینے اجر رسالت کو
تمسے طلب کیا تھا وہ تمھارے ہی واسطے ہی یعنی میرے واسطے اس اجر سے کچھ فائدہ نہین ہو کیونکہ مودت کی منفعت
تمھاری طرف عود کرتی ہی کہ وہ ثواب ہی خدا کا اور اُسکی رضا ہی اور اسی جملہ سے وہ روایت ہو جو ابن معالی شافعی نے
کتاب مناقب مین باسناد اپنی سدی سے روایت کی ہو تفسیر قول خدا تعالی مین ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا کہ کہا
اُسنے کہ مودت آل محمدؐ مین بعد رسول خدا ہین منحصر ہی اور کہا ہی اُسنے کہ جو خدا نے فرمایا ہو ولسوف یعطیک ربک فترضی رضا محمدؐ کی
یہ ہو کہ اُنکے اہلبیت بہشت مین داخل ہون اور اسی کتاب مین صاحب مناقب فاخرہ فی العترۃ الطاہرہ سے روایت
منقول ہو کہ ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الآیہ نازل ہوا تو اصحاب نے پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
من ہؤلاء الذین امر اللہ تعالی بمودتہم فقال علی و فاطمہ وولدہما اسی طرح اور بھی بہت سی روایات موافق طرق اہلسنت کے
اسی پر دلالت کرتی ہین کہ اقربا سے یہی حضرات اور انکی اولاد امجاد جو معصوم ہین مراد ہین جیسا کہ صاحب کتاب الحجب الخصام
نے سوا ان روایات کے جو منقول ہوئین اور پانچ روایتین بھی اسی مضمون کے موافق اپنی کتاب مین موافق طرق
حضرات اہلسنت کے نقل کی ہین انکا مجملا مع اسم شیخ حدیث ذکر کرتا ہون کہ معلوم رہے اور وہ دوسری روایت
اور جمع بین الصحاح الستہ سے ہو اور ایک روایت ابراہیم محمد بن حمونی سے اور ایک روایت ابو نعیم صاحب حلیۃ الابرار سے
اور ایک روایت مالکی سے فصول مہمہ سے منقول ہی اور پھر دوسری روایت مالکی سے ہی اور سوا اسکے آیندہ ذکر اور بعض کا
اُنکے مباحث علما مین آئیگا انشاء اللہ تعالی اور اسی کتاب کے چھٹے باب مین مقصد ثانی سے بائیس ۲۲ حدیثین موافق طرق
امامیہ کے نقل کی ہین جنسے یہ مقصود بہت صراحت سے ثابت ہوتا ہی چنانچہ انہین سے وہ روایت ہی جو محمد بن یعقوب

کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی زرارہ سے نقل کی ہی کہ جناب ابوجعفرؑ سے عبداللہ بن عجلان نے تفسیر قول خدا تعالیٰ کو پوچھا
کہ جو فرمایا ہی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ آیہ میں قربیٰ سے کون مراد ہیں فرمایا آنحضرت نے ہم الائمۃ یعنی وہ ائمہ علیہم السلام ہیں
اور اسی جملہ سے وہ روایت ہی جسے احمد بن محمد بن خالد برقی نے کتاب محاسن میں حسن بن علی خزاز سے کہ اُسنے مثنیٰ الحناط سے
حناط سے اور اُسنے عبداللہ بن عجلان سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ پوچھا میں نے امام ابوجعفر علیہ السلام سے مراد قول
خدا تعالیٰ کو جو آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ ہی فرمایا کہ قربیٰ وہی ائمہ ہیں لیے ائمہ جو صدقہ نہیں کھاتے اور نہ صدقہ اُنکے واسطے
حلال ہی اور اسی سے ہی جو عبداللہ بن جعفر حمیری نے کتاب قرب الاسناد میں بذریعہ مشائخ حدیث جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے نقل فرمایا ہی کہ جب یہ آیہ جناب رسول خدا پر
نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ تو وہ حضرت مجمع اصحاب میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ایہا الناس بدرستیکہ
خدائے بزرگ نے میرے واسطے کچھ تمپر واجب فرمایا ہی پس آیا تم اُسے ادا کرو گے پس کسی نے اُسکا کچھ جواب نہ دیا
یہانتک کہ وہ حضرت پھر کر تشریف لائے اور جب دوسرا دن ہوا تو پھر حضرت رسول مجمع میں آئے اور جو کچھ کہ پہلے دن
فرمایا تھا اُسکا اعادہ کیا اور پھر کسی نے جواب نہ دیا اور اُس روز بھی حضرت پھر آئے پھر تیسرے روز بھی اسی طرح
جناب رسول خدا نے سب سے پوچھا اور کسی نے جواب نہ دیا اُسوقت فرمایا آنحضرت نے کہ ایہا الناس وہ جو خدا نے
میرے لیے تمپر واجب کیا ہی وہ سونا اور چاندی اور کھانا پینا نہیں ہی جب یہ فرمایا تو بعض نے عرض کیا کہ وہ کیا ہی
حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھپر نازل فرمایا ہی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ جب یہ سنا تو سب نے کہا کہ یہ
کیا بات ہی بہتر ہی ہم اِسے ادا کرینگے اِسکے بعد جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ اِس وعدے پر وفا
نہیں کی مگر سات شخصوں نے کہ وہ سلمان اور ابوذر اور عمار اور مقداد بن اسود کندی اور جابر ابن عبداللہ انصاری اور ایک
غلام رسول خدا کا جنکا نام ثبیت تھا اور زید بن ارقم تھے اسی طرح اور بہت روایات خاصہ بھی اِسی پر دلالت کرتی ہیں
کہ قربیٰ سے مراد حضرات امیرالمومنینؑ اور ائمہ کرام ہیں اور یہ ایسی بات ہی کہ جسنے انصاف کے ساتھ دیکھا ہی یا دیکھے وہ
جانتا ہی اور جانے گا کہ یہ تفسیر و بیان متفق علیہ اہل اسلام ہی کہ فریقین کے مفسرین و محدثین نے اِس آیہ کی تفسیر میں ان
روایات کو نقل کیا ہی اور سیر و اخبار کے بھی دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ہمیشہ حضرات ائمہ اِس آیہ سے اپنے اظہار فضل
و شرف کے مقام پر تمسک اور استدلال فرماتے رہے ہیں اور سب اہل اسلام سے یہانتک کہ معاندین بھی اُنکے اُسے
تسلیم کرتے آئے ہیں اور صلحائے اصحاب و تابعین اور سائر مومنین آنحضرات کی مودت کے واجب ہونے کا موافق
اسی آیہ کے اقرار و اعتراف کرتے آئے ہیں بلکہ آنحضرات کے حفظ و صیانت کے لیے جانیں اپنی قربان کرتے آئے ہیں
جیسا کہ حال اصحاب سید الشہدا کا جو روز عاشورا اُن بزرگواروں نے اِسی وجوب مودت کی راہ سے کارہائے نمایاں کیے
مشہور ہی اور بڑا شاہد عادل صدق مطلوب کا ہی لیکن جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے کتاب تحفہ میں نسبت آیہ

اِس آیہ کی دلالت کے بہی کلام فرمایا ہو اور محصل سکا یہ ہو ومنہا قولہ تعالی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی فانہا لما نزلت قالوا یارسول اللہ من قرابتک الذی وجبت علینا مودتہم قال علی وفاطمۃ وابناھما بعد اسکے کہا ہی جاننا چاہیے کہ یہ دلیل اہلسنت کی ہی جو وہ نوصب کے مقابلہ مین محبت اہلبیت کے واجب ہونے کے بارے مین اُسے استدلال کرتے ہین چنانچہ قرطبی اور اور علماے اہلسنت نے کہ شام و مغرب کے ناصبیون کے ساتھ مناظرے رکھتے تھے اِس آیہ کو انھون نے اِس مقام پر اپنا متمسک بنایا ہی اور شیعون نے اُسے اہلسنت کی کتابون سے چوری کر کے نفی امامت خلفاء ثلثہ کی دلیل گردانا ہی اور تقریر مین دو تین کلمہ بڑھاے ہین اور کہتے ہین کہ اہلبیت واجب المحبت ہین اور جو واجب المحبت ہی واجب الاطاعت ہی پس علی واجب الاطاعت ہین اور وہی امام کے معنی ہین اور غیر علیؑ واجب المحبت نہین ہی پس واجب الاطاعت نہوگا اور جواب اِس استدلال سے یہ ہی کہ مفسرین مین اِس آیہ کی مراد مین اختلاف فاحش ہی طبرانی اور امام احمد نے ابن عباس سے اِس قسم سے روایت کی ہی لیکن جمہور محدثین نے اِس روایت کی تضعیف کی ہی کیونکہ یہ سورہ یعنی سورۂ شوریٰ سب مکی ہی اور اُس جگہ امام حسن اور امام حسین نہ تھے اور نہ حضرت فاطمہ کو جناب امیر سے زوجہ بننے کا تعلق حاصل ہوا تھا اور اِس روایت کی سند مین بعض شیعہ غالی واقع ہین اور جنسے محدثین سے اُس شیعہ غالی کو صدق و راستی کے ساتھ وصف کیا ہی وہ بنا بر ظاہر حال کے اُسکے وصف کیا ہی باطنی عقیدے سے اُسکے اُسے خبر نہ تھی اور ظن غالب وہ ہی کہ اُس شیعہ مذہب نے بہی جھوٹ نہ کہا ہو بلکہ روایت بالمعنی کی ہو حدیث کا لفظ نہ جانتا ہوگا اُس شیعہ مذہب نے اہلبیت کو بتعین چار شخصون مین حصر کیا جیسا کہ بخاری نے ابن عباس سے سن وعن نقل کیا ہی اور اُسمین یہ لفظ واقع ہی کہ القربی من بینہ وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرابۃ وقتادہ وسدی کبیر وسعید بن جبیر نے تعیین کیا ہی ساتھ اِسکے کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ سوال نہین کرتا مین تمسے تبلیغ و دعوت پر کسی اجرت کا لیکن سوال کرتا ہون تمسے دوستی کا اپنے ساتھ بجہت اُس قرابت کے جو تمھارے ساتھ رکھتا ہون ابن عباس سے بھی یہ روایت بخاری مین موجود ہی اور مفصل مذکور ہی کہ کوئی بطن بطون قریش سے نہ تھا مگر یہ کہ آنحضرت کو اُنسے قرابت تھی اور اُس قرابت کو یاد دلاتے تھے اور اُس قرابت کا ادا ے حقوق لااقل یہ ہی کہ انھین اذیت نہ پہونچاے کہ یہ ادنی مرتبہ صلۂ رحم کا ہی اُنسے چاہتے تھے پس استثنا منقطع ہی اور امام فخر رازی اور سب مفسرین متاخرین نے اِسی معنی کو پسند کیا ہی کیونکہ پہلے معنی شان نبوت کے مناسب نہین یہ خصلت طالبان دنیا کی ہی کہ کوئی کام کرین اور اُس کام کا ثمرہ اپنی اولاد و اقارب کے واسطے چاہین اور اگر اتنا بھی اِس قسم کے اغراض کو مد نظر رکھتے ہون تو نبین اور دنیاداروں مین کچھ فرق نہ رہے اور موجب تہمت کا اور التباس کا اُنکے اقوال و افعال مین ہو اور غرض بعثت کا نقض لازم آئے اور بہی پہلے معنی بہت سی آیات کو منافی ہین خدا فرماتا ہی ما سألتکم من اجر فہو لکم ان اجری الا علی اللہ اور خدا کا قول ہی ام تسألہم اجرا فہم من مغرم مثقلون بالی غیر ذلک اور یہی سورۂ شعرا مین جمیع انبیا کی زبانی سوال اجر کی

نفی کی حکایت فرمائی ہے پھر اگر خاتم الانبیا اجر کا سوال کرین تو انکا مرتبہ اور پیغمبرون کے مرتبہ سے کم ہو جاے اور یہ
خلاف اجماع ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ جو واجب المحبت ہے وجب الاطاعت ہے اور نہین
تسلیم کرتے کہ جو وجب الاطاعت ہے صاحب امامت ہے یعنی ریاست عامہ کے لیکن پہلا پس اسلیے کہ اگر محبت کا
وجب ہونا اطاعت کے وجب ہونے کے مستلزم ہو تو لازم آتا ہے کہ جتنے علوی ہین پس سب وجب الاطاعت
ہون کیونکہ شیخ ابن بابویہ نے کتاب اعتقادات مین اپنی لکھا ہے کہ ان الامامیہ اجمعوا علی وجوب محبۃ العلویۃ اور یہی
دلیل سے لازم آتا ہے کہ حضرت فاطمہ بھی امام ہون اور یہ اجماع کے خلاف ہے اور بھی لازم آتا ہے کہ ہر ایک ان
چارون سے زمان حیات مین پیغمبر خدا کے امام ہون اور سبطین حضرت امیرؑ کے زمانے مین امام ہون اور وہ
بالاتفاق باطل ہے اور لیکن دوسرا پس اسلیے کہ ہر وجب الاطاعت صاحب خلافت کبری ہو تو لازم آتا ہے کہ ہر نبی
صاحب خلافت کبری ہو اور یہ بھی باطل ہے کیونکہ شموئل علیہ السلام نبی واجب الاطاعت تھے اور طالوت صاحب
زعامت کبری تھے قرآن کی نص سے جو فرمایا ہے ان اللہ بعث لکم طالوت ملکا اور جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ محبت کا
وجب ہونا منحصر انھین چار شخصون مین ہے بلکہ اورون مین بھی پایا جاتا ہے کہ حافظ ابو طاہر سلفی نے اپنی مشیخت مین
انس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ محبت ابوبکر کی اور انکا شکر میری سب امت پر وجب ہے اور اسی طرح ابن عساکر
نے بھی اس سے روایت کی ہے اور دوسرے طریق سے سہیل ابن سعد ساعدی سے بھی مثل اسی کے مروی ہے اور حافظ
عمر بن محمد بن خضر ملا سے کہ اسنے اپنی سیرت مین رسول خدا سے روایت کی ہے کہ فرمایا خدا تعالی نے وجب کیا ہے تمپر محبت کو
ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی کی جیسا کہ فرض کیا ہے تمپر نماز کو اور زکوۃ کو اور روزے کو اور حج کو اور ابن عدی نے انس سے
روایت کی ہے پیغمبر خدا سے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ دوستی ابوبکر و عمر کی ایمان ہے اور دشمنی انکی نفاق ہے اور ابن عساکر نے
جابر سے روایت کی ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ دوستی ابوبکر و عمر کی ایمان سے ہے اور دشمنی ان دونون سے کفر ہے اور
ترمذی نے روایت کی ہے کہ ایک جنازہ کو پیغمبر خدا کی خدمت مین لاے پس آنحضرت نے اسپر نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ
عثمان کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا پس خدا نے اس سے بیزاری فرمائی اور ہر چند کہ یہ روایات اہلسنت کی کتابون مین ہین
لیکن چونکہ شیعون کو اس مقام پر الزام دینا اہلسنت کو منظور ہے اور بدون ملاحظہ کرنے انکی جملہ روایتون کے مقصود
حاصل نہین ہوتا اور ایک روایت سے اہلسنت شیعہ کا الزام نہین کھاتے اور اگر شیعہ اہلسنت کو تنگ کرین تو کتاب
اللہ سے اور عترت کے قول سے خلفاے ثلثہ کی محبت کے وجب ہونے کو اہلسنت ثابت کر سکتے ہین جو خدا نے
فرمایا ہے یحبہم ویحبونہ یہ لفظ بالاجماع مقاتلین مرتدین کے حق مین واقع ہے اور یہ سر گروہ مقاتلین مرتدین کے تھے اور جسے
خدا دوست رکھے وہ وجب المحبت ہے و علی ہذا القیاس انتہی خلاصۃ کلامہ اب راقم رسالہ کہتا ہے کہ العجب کل العجب بین
جمادی و رجب جناب شاہ صاحب نے اس بیان مین خود پہلے اقرار فرمایا کہ یہ دلیل یعنی اس آیہ سے موافق روایت مذکور

مودت حضرت امیر مومنان اور جناب سیدہ اور سبطین علیہم السلام کو واجب جاننا اور لفظ قربی سے انھین حضرات کو مراد لینا اہلسنت کی دلیل ہی کہ نواصب کے مقابلہ مین اثبات وجوب محبت اہلبیت مین وہ اُسی سے استدلال کرتے ہین اور اُسکے بعد اعاظم علمائے اہلسنت کا بھی نام بتصریح کہ وہ فخر طبری ہین اور اور علما کی طرف جنھون نے اُس سے استدلال کیا اشارہ فرمایا کہ انحضرات نے نواصب شام و مغرب کے مناظرات مین اِس جگہ اِس ایت سے استدلال کیا ہی پس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ روایت صحیح ہی اور لائق اِسکے ہی کہ اِس سے حجت لائی جاے اور معلوم ہوا کہ اکثر علما نے انکے اِس سے استدلال و احتجاج کیا ہی پس جب وہ حدیث بھی اُنکی معتبر کتابون مین منقول ہوچکی اور احتجاج و استدلال اُسی سے قدما علما و محدثین اُنکے کر چکے جس سے اُنکی تصحیح بہ نسبت اِس روایت کے ثابت ہوچکی تو پھر شیعون نے جو اُسے استدلال کیا اِسلیے در پئے تضعیف حدیث متفق علیہ بقول متاخرین ہوے اور تکذیب اقوال و ابطال اقوال علما کا اپنے فرمایا یعہد تو اُن نواصب شام و مغرب کا تھا جنپر مناظرات مین بقول شاہ صاحب اُنکے علما نے اِس حدیث سے استدلال و احتجاج کیا تھا کہ ایسے کلمات کہتے شاہ صاحب کو جو اپنے تئین شیعہ اولی فرماتے ہین موافقت و اعانت اہلسنت کی زیبا تھی نہ یہ کہ طرفداری نواصب کی اور تکذیب و ابطال اہلسنت کا کرتے اور جب محدثین اہلسنت ایک روایت کو جو کتب شیعہ مین بھی ہی اپنی کتب مین نقل کر چکے اور اُنکے علماے محل احتجاج و استدلال مین لاچکے تو یقینی وہ متفق علیہ اور مجمع علیہ ہوچکی پھر اِسکے بعد اگر متاخرین سے کوئی بسبب اغراض فاسدہ کے اُسمین نقض کرے اور تضعیف چاہے تو البتہ صاحب خبرت اور منصف کے نزدیک وہ اعتبار سے ساقط سمجھا جائیگا کیونکہ جیسا حال اخبار و روایات کا متقدمین کو معلوم ہوسکتا تھا وہ متاخرین کو علم نہین حاصل ہوسکتا اور یہ کلام شاہ صاحب سے ثابت ہی کہ اُنکے قدماے علما نے اِسے اپنی کتب حدیث مین نقل بھی کیا ہی اور اُسے لائق استدلال و احتجاج کے جانا ہی اور اُس سے استدلال کیا ہی اور جب ہمہ تن شاہ صاحب کو اُسکی تضعیف ہی منظور تھی تو کاش پہلے اِس بیان سے اُسکی تقویت نہ ظاہر فرماتے لیکن شاید یہ اِسلیے فرمایا کہ تاسرقہ کی نسبت شیعون کی طرف جو اِسکے بعد کی ہی ممکن ہو لیکن جو اِس سے لازم آیا وہ بہت قبیح ہی کیونکہ اِس تضعیف سے اور تکذیب و ابطال فعل علما سے یہ ضرور لازم آتا ہی کہ اُنکے علما کا استدلال یقینی باعتراف شاہ صاحب ہی صحیح نہین ہوتا اور وہ اباطیل ضعاف کو محل احتجاج مین ذکر کرتے ہین اور جب یہ مسلم و ثابت ہوچکا تو جو شاہ صاحب نے بھی اخبار اِس جواب مین ذکر فرماے ہین وہ بھی ایسے ہی سمجھے جائینگے اور لائق اعتنا و اعتماد کے نہونگے کیونکہ شاہ صاحب بھی انھین علما سے ہین اور خلاف سیرت و سُنت و طریقہ اپنے علما کے نہ فرماوینگے یہ پہلی خرابی ہی جو اِس قول سے لازم آتی ہی اب مفصل جواب ہر ہر امر کا اِس سے یہ ہی قولہ اور شیعون نے اِسے اہلسنت کی کتابون سے چوری کرکے الخ اور جواب اِسکا یہ ہی کہ اِس سرقہ کی نسبت شیعون کی طرف ویسی ہی جیسا اخوان یوسف نے حضرت یوسف کی طرف کی تھی اور حق تعالی نے اُسے نقل فرمایا ہی

ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل اور جو اسکا جواب حضرت یوسف نے دیا تھا وہی اسکا جواب حقیقت کی راہ سے
زیبا ہی لیکن منصف خبیر پہ یہ بات ظاہر ہو کہ شیعون نے ہر چیز کو تعلیم اپنے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے جانا ہوا اور
جو انسے پایا ہی اسی کو معتبر جانتے ہین اور سوا معصوم کے اور کسی جائز الخطا کے قول پہ کان نہین رکھتے اگر لفظ قربیٰ کی تفسیر
آنحضرت کے ساتھ روایات اہلسنت ہی مین وارد ہوئی ہوتی جب بھی اس کلمہ کے کہنے کا کچھ محل ہوتا لیکن جب
اخبار اہلبیت علیہم السلام اسکی تفسیر مین موافق شیعون کے طریقے کے بھی بہت ہین تو پھر شیعون کا ماخذ وہ ہونگے
نہ اخبار اہلسنت ہان وہ کبھی بطور الزام خصم یا بطور تنبیہ الغافلین انکے اخبار کا ذکر کر دیتے ہین کیونکہ حضرات
اہلسنت بسبب اسکے کہ ارادہ انکا یہ نہین ہی کہ درپے تحقیق و تحصیل امر حق ہون اسلیے جو کچھ اخبار کہ انکے یہان فضائل
اہلبیت علیہم السلام کے بارے مین ہین بھی انکی طرف یا متوجہ نہین ہوتے اور نتائج و مآل پر انکے نظر نہین کرتے
یا اگر کبھی سُننے سے کسی کے دیکھا بھی تو دشمن کی نظر سے دیکھتے ہین اور اصل مطلب اور تاویل صحیح نہین اختیار کرتے
بلکہ بسبب حمیت مذہب کے ایسی تاویلین کرتے ہین جس سے اثبات فضیلت نہو بلکہ اسکا سلب لازم آجائے
اور اگر کہین خلاف حمیت مذہب نقل محل فضیلت مین بھی کر گئے جب بھی اسطرح کہ اسکے مدلول سے مطلب نہین
بلکہ جسطرح کوئی بے دیکھے راہ چلے اسطرح روایت کو نقل کرتے ہین کہ الفاظ زبان پر جاری ہوتے ہین مراد معانی
اسکے دل مین نہین جگہ لیتے اسلیے شیعہ انھین مدلول بتا دیتے ہین اسی طرح بیان بھی ہوا ہی اور یہ بات تو ایسی ہی کہ اس سے
کمال کی نسبت شیعون کی طرف کیجاتی نہ یہ کہ عیب سرقہ انکی طرف منسوب ہوتا اور شیعہ کیا چرائینگے انھین تو چوروں سے
فرصت خود نہین ملتی قرآن سے کیا کیا آیتین کیسے کیسے لفظ نکل گئے انکی دولت و سلطنت کو خود ایسے نقصان پہونچائے
گئے ہین کہ لائق انصاف و لو الالباب ہی قولہ اسے دلیل نفی امامت خلفائے ثلثہ کی گردانتے ہین اور تقریر مین وتین
کلمہ بڑھا کر کہتے ہین الخ غالبًا یہ اشارہ ہی طرف جناب علامہ حلی رہ کے جو انھون نے کتاب کشف الحق مین فرمایا ہی
و وجوب المودۃ یستلزم وجوب الطاعۃ اور اسے اثبات خلافت حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب مین انھون نے لکھا ہی
ہان نفی امامت خلفائے ثلثہ کی بلکہ جملہ خلفائے جور کی اور اسی طرح اثبات امامت جملہ ائمہ دوازدہ گانہ اہلبیت معصومین
علیہم السلام کی اس سے حاصل ہوتی ہین کیونکہ مدار وجوب مودت کا عصمت پر ہی پھر جو معصوم ہی اسی کی مودت
واجب ہوگی اور وہی واجب الاطاعت بھی ہوگا اور جو جایز الخطا ہی اسکی مودت و اطاعت دونون واجب نہونگی باقی
ان صاحبون کی نفی امامت کے لیے یہی دلیل نہین ہی وہ ادلہ بہت ہین جو آیندہ مذکور ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ ابھی تو
ناحق شاہ صاحب نے معنی آیت کو بگاڑا اور خلاف مراد الٰہی تاویل کی اور رسول خدا کی نسبت بدگمانیان
فرمائین جسے کوئی صاحب دین پسند نہ کریگا اور اسکا بیان تفصیلی آتا ہی انشاء اللہ تعالیٰ قولہ جواب اس استدلال سے
یہ ہی کہ مفسرین کو اس آیہ کی مراد مین اختلاف فاحش ہی طبرانی اور امام احمد نے ابن عباس سے اس قسم کی روایت کی ہی

لیکن جمہور محدثین نے اِس روایت کی تضعیف کی ہی اور جواب اُسکا یہ ہی کہ تنہا طبرانی اور امام احمد نے روایت نہین کیا جیسا شاہ صاحب فرماتے ہین بلکہ متعدد طریق سے اِس مضمون کو ہم حضرات اہلسنت کے محدثین کی کتابون سے اوپر نقل کر آئے ہین اور فاضل بیضاوی اور جار اللہ زمخشری صاحب کشاف اور مصنف تفسیر کبیر اُنکے امام فخر رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اِس روایت کو نقل کیا ہی اور ابو القاسم نے شواہد التنزیل مین اور حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب مین اور امام ابو الحسین بغوی نے اپنی تفسیر مین اِس روایت کو نقل کیا ہی اور شیخ ابن حجر نے احمد و طبرانی اور ابن ابی حاتم اور حاکم سے ابن عباس سے صاف اِسطرح نقل کیا ہی کہ ان ھذہ الآیۃ لما نزلت قالوا یا رسول اللہ من قرابتک ھولاء الذین وجبت علینا مودتہم قال علی و فاطمۃ و ابناؤھما اور پھر اسکے بعد کہا ہی و فی سندہ شیعی غال لکنہ صدوق یعنی اسکی سند مین راوی شیعہ غالی بھی ہی لیکن وہ برا راست گو ہی اور پھر کہا ہی و روی ابو الشیخ وغیرہ عن علی کرم اللہ وجہہ قال فینا فی آل حم آیۃ لا یحفظ مودتنا الا مومن ثم قرأ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی یعنی ابو شیخ اور سوا اُنکے اور علماؤن نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ سورہ آل حم مین ہمارے بارے مین ایک آیت ہی کہ حفاظت نہین کرتا ہماری مودت کا مگر مومن اور یہ فرماکر یہی آیت قربی کی تلاوت فرمائی اور بعد اُسکے چند روائتین منجملہ اُن روات کے جو اوپر مذکور ہوچکین نقل کی ہین کہ وہ ایک امام حسنؑ کے خطبہ پڑھنے کی روایت کی ہی اور افتراض مودت کے ہر مسلمان پر روایت ہی اور جناب امام زین العابدین نے جو شام مین مرد شامی سے فرمایا وہ روایت ہی اور ثعلبی و بغوی نے جو طبرانی سے روایت کی ہی بخیال تکرار اب اُسکا اعادہ نہین کیا جاتا اور شیخ ابن حجر نے امام شافعی سے ایک شعر اپنی کتاب صواعق مین نقل کیا ہی جس سے گواہی اِسکی ثابت ہی اور وہ یہ ہی یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی قرآن انزلہ کفاکم من عظیم القدر انکم من لا یصلی علیکم لا صلوٰۃ لہ پھر شاہ صاحب نے جو فقط طبرانی اور امام احمد کا نام نقل روایت مین لیا یہ کسطرح صحیح ہو سکتا ہی اور اختلاف مفسرین کو جو کہتے ہین تو اِس اختلاف کو تو ثعلبی اپنی تفسیر مین ذکر کرکے رفع کرچکے اور نقل روایت مین اُنکے ساتھ اتفاق اکثر مفسرین کا مذکور ہوچکا پھر اسکے بعد اگر کوئی متاخرین سے مخالفت اُس سے کرے تو وہ محمول اُسکے تعصب و حمیت مذہب پر ہوگا اور پایہ اعتبار سے ساقط سمجھا جائیگا کیونکہ جب متقدمین مفسرین نقل روایت مین اتفاق و اجماع کرچکے تو متاخر کا منصب اِسکی تضعیف و مخالفت کا نہین ہی اور یہ عبارت تفسیر ثعلبی کی ہی علی ما نقلہ صاحب کتاب المبین و اختلفوا فی قرابۃ رسول اللہ الذین امر اللہ تعالی بمودتہم فاخبرنی الحسین بن محمد الثقفی العدل و ساق الاسناد الی الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ قال لما نزلت الآیۃ قالوا یا رسول اللہ من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتہم قال علی و فاطمۃ و ابناھما صلوات اللہ علیہم قال و دلیل ذلک ما حدثنا ابو منصور الحمشاوی ساق الاسناد الی زید بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ قال شکوت الی رسول اللہ حسد الناس لی فقال اما ترضی ان تکون رابع اربعۃ اول من یدخل الجنۃ انا و انت و الحسن و الحسین و ازواجنا عن ایماننا و شمائلنا و ذریتنا خلف ازواجنا و شیعتنا من خلف ذریتنا و روی باسنادہ الی

السدی

السدی عن ابی دیلم قال لما جیئ بعلی بن الحسینؑ اسیرا فاقیم علی درج دمشق قام رجل من اہل الشام فقال الحمد للہ الذی
قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنۃ فقال لہ علی بن الحسینؑ اقرأت القران وقرأت سورۃ الٰ حٰم قال قرأت القران ولم اقرأ
الٰ حٰم قال قرأت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قال لانتم ہم قال نعم وروی باسنادہ عن شہر بن حوشب عن ام سلمۃ
عن رسول اللہ انہ قال لفاطمۃ ایتینی بزوجک وابنیک فجاءت بہم فالقی علیہم کساء ثم رفع یدہ علیہم فقال اللہم ہولاء
ال محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علی ال محمد فانک حمید مجید قال قالت فرفعت الکساء لادخل معہم فاجتذبہ وقال
انک علی خیر وروی الامام ابن حنبل فی مسندہ باسنادہ عن الحسین بن علی عن ابیہ عن امہ فاطمۃ بنت رسول اللہ قالت
خرج علینا رسول اللہؐ عشیۃ عرفۃ وقال ان اللہ عز وجل باہی بکم وغفر لکم عامۃ ولعلی خاصۃ وانی رسول اللہ
الیکم جمیعا غیر محاب لقرابتی ان السعید کل السعید حق السعید من احب علیا فی حیوتہ وبعد موتہ الی ان قال الثعلبی
والدلیل علی صحۃ ما ذہبنا فیہ ما اخبرنا بہ ابو محمد عبد اللہ بن حامد وساق الاسناد الی جریر بن عبد اللہ البجلی قال
قال رسول اللہؐ من مات علی حب ال محمد مات شہیدا الا ومن مات علی حب ال محمد مات مغفورا الا ومن مات علی حب
ال محمد مات تائبا الا ومن مات علی حب ال محمد مات مومنا مستکمل الایمان الا ومن مات علی حب ال محمد بشرہ ملک
الموت بالجنۃ ثم منکر ونکیر الا ومن مات علی حب ال محمد یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجہا الا ومن مات علی حب
ال محمد جعل اللہ زوار قبرہ ملائکۃ بالرحمۃ الا ومن مات علی حب ال محمد مات علی السنۃ والجماعۃ الا ومن مات علی بغض
ال محمد جاء یوم القیمۃ مکتوبا بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ تعالیٰ الا ومن مات علی بغض ال محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ ویؤکد
ذلک ما روی ابو ہریرۃؓ قال نظر رسول اللہؐ الی علی وفاطمۃ والحسینؑ فقال انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم
یعنی صاحب کتاب مبین نے قول ثعلبی کو انکی تفسیر سے نقل کیا ہی کہ انھون نے تفسیر مین اِس آیت کی کہ اختلاف کیا ہی
علما نے پیغمبر خدا کے اقربا کے بارے مین جنکی دوستی کے لیے خدا نے حکم فرمایا ہی پس خبر دی مجھے حسین ابن محمد ثقفی نے
جو صاحب عدالت ہین یہ کہکر حدیث کو پہونچایا ثعلبی نے طرف اعمش کے سعید بن جبیر سے کہ اُنہنے ابن عباسؓ سے
کہ کہا انھون نے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو اصحاب نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا وہ قرابت دار آپ کے جنکی مودت ہمپر واجب
ہوئی ہی کون ہین یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ وہ علی ہین اور فاطمہ ہین اور اُنکے دونون بیٹے ہین صلوات اللہ علیہم اور بعد اسکے
ثعلبی نے کہا ہی کہ دلیل اِسکی صحت پر یہ ہی کہ حدیث کی ہمسے ابو منصور حمشادی نے اور سلسلہ حدیث کو پہونچایا طرف زید ابن
علی ابن الحسینؑ کے کہ انھون نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے کہ
فرمایا آنحضرت نے کہ مین نے پیغمبر خدا سے شکوہ کیا کہ مجھسے لوگ بہت حسد رکھتے ہین یہ سُنکر آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تم
راضی نہین ہوتے کہ چوتھے اُن چارون سے ہو جو پہلے بہشت مین داخل ہونگے اور وہ مین ہون اور تم اور حسن اور حسین اور
ازواج ہماری ہمارے راست و چپ ہونگی اور اولاد ہماری ہماری ازواج کے پیچھے ہونگی اور دوست ہمارے

ہماری اندواج سے نیچے پہونچے ہوسنگے اور روایت کی ہو ثعلبی سے باسناد اپنی سدی کی طرف ابی الدیلم سے کہ جب جناب علی ابن الحسین اسیر ہوکر داخل شام ہوے تو ایک در پر دمشق کے حضرت کو کھڑا کیا تھا اسوقت ایک شامی نے انکو بطور شماتت کے حضرت سے کہا کہ شکر خدا کا جسنے تمھیں مارا اور تمھارا استیصال کیا اور فتنہ وفساد کو زمین سے قطع کیا یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تونے قرآن پڑھا ہے اور اسمین سورہ آل حم کی قراءت کی ہے اسنے کہا قرآن تو پڑھا ہے لیکن سورہ آل حم نہین پڑھا حضرت نے فرمایا کہ آیا یہ تونے پڑھا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی یہ سنکر اُسنے کہا کہ کیا تم آنحین سے ہو حضرت نے فرمایا کہ ہان اور بھی ثعلبی نے باسناد اپنی شہر بن حوشب سے ام سلمہ رضی سے کہ انھون نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے جناب سیدہ فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ اپنے شوہر کو اور اپنے دونون بیٹون کو لیکر میرے پاس آؤ جب حضرت انکو ہمراہ لیکر آئین تو انپر چادر اُڑھائی اور بعد اسکے انپر ہاتھ اپنے بلند کرکے فرمایا کہ خداوندا یہی آل محمد ہین پس نازل کر اپنی صلواۃ وبرکات کو اوپر آل محمد کے بہ تحقیق کہ تو حمید مجید ہے ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے بھی چادر اٹھائی تاکہ انکے ساتھ داخل ہون پس آنحضرت نے چادر کو انکے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا کہ تو بھی نیکی پر ہے اور روایت کی ہے امام بن حنبل نے اپنی مسند مین باسناد اپنی حسین ابن علی سے کہ انھون نے اپنے باپ سے اور مان فاطمہ سے جو بیٹی رسول خدا کی ہین روایت کی ہے کہ فرمایا انھون نے کہ پیغمبر خدا شب عرفہ کو ہمارے پاس تشریف لاے اور فرمایا کہ بہ تحقیق کہ خداے عز وجل نے تمھارے ساتھ مباہات فرمائی ہے اور عموماً تمھاری سب کی مغفرت فرمائی اور علی ابن ابیطالب کے لیے خاصۃً بخشا ہے اور مین پیغامبر ہون خدا کا تم سب کی طرف اور محبت قرابت سے نہین کہتا بہ تحقیق کہ سعید اور کل سعید اور حقا سعید وہ ہے جو علی کو دوست رکھے اسکی حیات مین اور بعد اسکے مرنے کے یہان تک کہ اس قسم کی روایات مع اختلاف کی نقل کرنے کے بعد ثعلبی نے کہا کہ اور دلیل ہمارے اس مذہب کی صحت پر کہ اقربائے رسول بھی بزرگوار ہین وہ یہ ہے جو خبر دی ہمکو ابو محمد عبد اللہ بن حامد نے اور پہونچا یا حدیث کو جریر بن عبد اللہ بجلی تک کہ کہا اسنے فرمایا پیغمبر خدا نے کہ جو مر جاے دوستی آل محمد پر وہ شہید مریگا اور آگاہ ہو جو مر جاے دوستی آل محمد پر وہ مغفور مریگا آگاہ ہو اور جو دوستی آل محمد پر مریگا وہ تائب مریگا اور آگاہ ہو کہ جو مرے دوستی آل محمد پر وہ مومن مستکمل الایمان مریگا اور آگاہ ہو کہ جو مریگا دوستی آل محمد پر اسے بشارت دینگے ملک الموت ساتھ بہشت کے بعد اسکے منکر ونکیر بشارت دینگے آگاہ ہو کہ جو دوستی آل محمد پر مریگا وہ مزین وآراستہ ہوکر بہشت کی طرف جائیگا جیسا کہ دولھن کو بازینت کرکے خانہ شوہر مین اسکے لیجاتے ہین آگاہ ہو کہ جو دوستی آل محمد پر مریگا حق تعالی اسکی قبر پر زیارت کرنے کو فرشتون کو رحمت کے ساتھ مقرر فرمائیگا آگاہ ہو جو مریگا دوستی آل محمد پر وہ مریگا اوپر سنت وجماعت کے آگاہ ہو جو مریگا اوپر دشمنی آل محمد کے وہ روز قیامت کو اسطرح آئیگا کہ اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ مایوس ہے رحمت خدا سے آگاہ ہو جو مریگا دشمنی آل محمد پر وہ بوے بہشت کو نہ سونگھے گا اور موید ہے اس سے وہ جو روایت کی ہے ابو حاتم نے ابو ہریرہ سے کہ کہا انھون نے کہ نظر فرمائی پیغمبر خدا نے

طرف علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام کے پس فرمایا کہ مین لڑنے والا ہون اُس سے جو تمسے لڑے اور برسر سلامتی ہون
اُس سے جو تمسے بسلامتی پیش آوے اور صلح پاوے. انتہی ملخصاً اور یقین ہو کہ اسکے دیکھنے سے صاحب عقل کو
جو ہم اوپر کہہ آئے ہین کا یقین بسہولت حاصل ہوگا اور اب ایسی تحقیق و رفع اختلافات و ترجیح مذہب کے بعد جو انکے اعاظم
مفسرین ومحدثین لکھ گئے پھر اس اختلاف کو نقل کرنا اور بعض متاخرین کے کلام سے ان تحقیقات سابقہ کی تردید پیش
عقلا کب مفید ہوسکتی ہو علاوہ اسکے اسی روایت کو جو ثعلبی نے اس صحت مذہب پر ابو محمد عبداللہ بن حامد سے نقل کی ہی
امام فخر رازی نے بھی صاحب کشاف سے نقل کی ہی اور بعد اسکے کہا ہی وانا اقول آل محمد ھم الذین یؤول امرھم الیہ
فکل من کان مآل امرھم الیہ اشد واکمل کانوا ھم الآل ولاشک ان فاطمۃ وعلیا والحسن والحسین کان التعلق بینھم وبین رسول اللہ اشد التعلقات
وھذا کالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب ان یکونوا ھم الآل یعنی اور مین کہتا ہون کہ آل محمد وہی وہ ہین کہ رجوع کرین امر انکا طرف پیغمبر خدا کے پس
ہر جو شخص کہ انکے امر کی رجوع پیغمبر خدا کی طرف اشد واکمل ہوگی آل رسول وہی ہونگے اور کوئی شک نہین ہی
کہ فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین انمین اور پیغمبر خدا مین تعلق اشد تعلقات سے تھا اور یہ ایسی بات ہو کہ مثل معلوم کے ہی
بسبب نقل متواتر کے پس واجب ہو کہ وہی حضرات آل رسول ہون راقم رسالہ کہتا ہو کہ امام حضرات اہلسنت نے اس جگہ
اگرچہ مطابق واقع کے کہا ہو لیکن لفظ کالمعلوم البتہ محل نظر ہو کیونکہ کاف تشبیہ کی ضرورت کیا ہو جب متواترات مفید
یقین کو ہین تو جب اپنی آنکھ کے دیکھنے سے اور کان کے سننے سے علم و یقین حاصل ہوتا ہو وہی ان اخبار کے ملاحظہ سے
یقین کامل حاصل ہوتا ہو وایضا اختلف الناس فی الآل فقیل ھم الاقارب وقیل ھم امتہ فان حملناہ علی القرابۃ فھم الآل وان حملناہ علی الامۃ
الذین قبلوا دعوتہ فھم ایضا آل فثبت علی جمیع التقدیرات انھم آل واما غیرھم فھل یدخلون تحت لفظ الآل فمختلف فیہ فثبت علی جمیع التقدیرات انھم آل محمد
اور بھی اختلاف کیا ہو ناس نے لفظ آل مین پوشیدہ نرہے کہ لفظ ناس کا لانا بھی اشارہ اسپر ہو کہ محققین علما سوا
انحضرات کے اور کسی کو آل رسول نہین جانتے بلکہ اختلاف جنھون نے لفظ آل کے معنی مین کیا ہو عوام الناس سے ہین
باطلہ انمین سے بھی بعض نے کہا ہو کہ آل رسول اقارب رسول ہین اور بعض نے کہا ہو کہ آل رسول امت رسول ہین
پس اگر ہم آل کو قرابت پر حمل کرین جب بھی وہی حضرات آل رسول ہونگے اور اگر حمل کرین امت پر جنھون نے
دعوت کو آنحضرت کی قبول کیا پھر اب بھی وہی حضرات آل رسول ہونگے پس ثابت ہوا کہ ہر تقدیر مین وہی حضرات
آل رسول ہین پھر اسکے بعد کہا ہو صاحب الکشاف انہ لما نزلت ھذہ الآیۃ قالوا یا رسول اللہ من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم
فقال علی وفاطمۃ وابناھما فثبت ان ھؤلاء الاربعۃ اقارب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی صاحب کشاف نے روایت کی ہو کہ جب آیہ
نازل ہوا تو پیغمبر خدا کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ اے پیغمبر خدا اقربا آپ کے کون ہین جنکی مودت ہمپر واجب
فرمائی ہو یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ علی ہین اور فاطمہ ہین اور انکے دونون بیٹے یعنی حسنین ہین پس ثابت ہوا
کہ یہی چارون بزرگوار اقربائے نبی ہین پھر اسکے بعد کہا ہو اذا ثبت ھذا وجب ان یکونوا مخصوصین بمزید التعظیم

ویدل علیہ وجوہ الاول قولہ تعالی الا المودة فی القربی ووجہ الاستدلال بہ ما سبق الثانی لا شک ان النبی کان یحبہم قال النبی فاطمة
بضعة منی یؤذینی ما یؤذیہا وثبت بالنقل المتواتر عن محمد انہ کان یحب علیا وفاطمة والحسن والحسین واذا ثبت ذلک وجب علی کل
الامة مثلہ بقولہ فاتبعوہ لعلکم تہتدون ولقولہ تعالی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ولقولہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ ولقولہ سبحانہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة الثالث ان الدعاء للآل منصب عظیم ولذلک جعل ہذا الدعاء خاتمة
التشہد فی الصلوة وہو قولہ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وارحم محمدا وآل محمد ہذا التعظیم لم یوجد فی حق غیر الآل فکل ذلک یدل
علی ان حب آل محمد واجب اللہم صل علی محمد وعلی آلہ وسلم وبارک وقال الشافعی یا راکبا قف بالمحصب من منی واہتف بساکن خیفہا و
الناہض سحرا اذا فاض الحجیج الی منی فیضا کملتطم الفرات الفائض ان کان رفضا حب آل محمد فلیشہد الثقلان انی رافضی
یعنی تمہید و استدلال مذکور کے بعد کہا ہی کہ جب یہ ثابت ہو چکا تو واجب ہوا کہ وہی چارون بزرگ مخصوص ہونگے
مزید تعظیم کے ساتھ اور سبب وجہین دلالت کرتی ہین پہلے ہی قول خدا تعالی کا الا المودة فی القربی اور اس سے
استدلال کی وجہ وہی ہی کہ جو اوپر مذکور ہو چکی دوسرے کوئی شک اس مین نہین ہی کہ پیغمبر خدا انحضرات کو چاہتے تھے
پیغمبر خدا نے فرمایا ہی کہ فاطمہ کلیجہ کا ٹکڑا ہی اذیت پہونچائیگا مجھے وہ جو اسے اذیت دیگا اور بنقل متواتر ثابت ہی
حال سے محمد مصطفیٰ کے کہ وہ دوستی رکھتے تھے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کے ساتھ اور جب یہ ثابت ہو چکا
تو سب امت پر یہ واجب ہو چکا بسبب قول خدا کے جو فرماتا ہی فاتبعوہ لعلکم تہتدون یعنی پس متابعت کرو تم سب
نبی کی تاکہ ہدایت پاؤ اور اسکے قول سے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ اور چاہیے کہ پرہیز کرین وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہین
اسکے حکم سے اور بسبب قول خدا کے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی کہو ای محمد کہ اگر تم دوست رکھتے ہو
خدا کو تو میری اطاعت کرو کہ خدا تمھین دوست رکھے اور موافق قول خدا کے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ
اسوة حسنة یعنی بہ تحقیق کہ تمھارے واسطے واجب ہی کہ پیغمبر خدا کی پیروی کرو کہ وہ نیکی ہی تیسرے یہ کہ دعا کرنا بذریعہ
آل کے منصب عظیم ہی اسی لیے پیغمبر خدا نے اس دعا کو نماز کے تشہد کا خاتمہ گردانا اور وہی قول ہی انحضرت کا اللہم صل
علی محمد وعلی آل محمد وارحم محمدا وآل محمد اور یہ تعظیم سوا آل کے حق کے دوسرے کے حق مین نہین پائی گئی اور یہ سب دلالت کرتے
ہین اس بات پر کہ محبت آل رسول کی واجب ہی اور اس مذہب مختار پر اپنے استدلال امام شافعی کے شعر سے بھی کیا ہی
اور اس سے ارادہ اس مذہب کی تقویت کا ہی فقط پھر اب ایسے مفسرین و محدثین کے اجماع کے بعد ذکر اختلاف اور جو
جوابات شاہ صاحب نے دیے ہین وہ نظر عقلا مین جو مراد الہی اور وہی مقصود فرقہ شیعہ ہی اس سے کیا منصر ہو سکتے ہین
اور ایسے اقرار و تصریح کے بعد پھر تاویل کرنے کا محل نہین ہی بلکہ فقط اظہار تعصب ہی تنبیہ جو کچھ کہ قول امام حضرات
اہلسنت مفسر تفسیر کبیر بیان نقل کیا گیا ہی اگرچہ اسمین اعتراف اسکا ہی کہ مودت اور تعظیم اہلبیت کی واجب ہی اور واقع مین
حق تعالی نے بیان حق کو انکی زبان پر جاری فرمایا ہی لیکن قربی کی تفسیر مین تقیینی تقصیر ہی اور مودت و تعظیم کی کچھ تفسیر

نہین کی جیسا کہ شاہ صاحب نے بڑی رحم دلی فرماکر دو تین مرتبہ اسکا یہ قرار دیا ہو کہ شیعون کو اذیت نہ پہونچائین اسلیے ضرور ہوا
کہ دونون امرون کی تفسیر کچھ تھوڑی تھوڑی بیان کیجاے جاننا چاہیے کہ کوئی شبہ نہین ہو کہ خطاب اس آیت مین
اصحاب و امامت کی ثابت ہی جب مودت کو واجب فرمایا تھا البتہ یقیناً وہ قربی مین مخاطبین داخل نہوسکے ورنہ آیہ کے
معنی مین فساد ہوجاے کیونکہ اگر وہ بھی قربی مین داخل ہوتے تو معنی یہ ہوجاتے کہ مین تم سے سوال نہین کرتا اجر رسالت کا
مگر یہ کہ تم اپنے تئین دوست رکھو اور یہ معنی بے معنی ہین پس لامحالہ قربی اصحاب اور انکی احزاب کے سوا ہونگے
اسی طرح مراد اس سے سب اقارب رسول نہین ہوسکتے اگر آیت مین تعمیم بہ نسبت اقربا ے رسول کے ہو لیکن حدیث
صحیح نے انکی تخصیص کی ہو اور ظاہر ہو کہ بنا مودت و محبت کی عصمت پر ہو جس سے تشبیہ رسول کے ساتھ صحیح ہو
اور نہ سب طرح کے اشخاص تھے پس ضرور ہو کہ مراد اس سے معدودین مخصوصین ہون اسی لیے اصحاب نے بھی کہ
وہ زبان دان تھے وجوب مودت قربی کی تعمیم جائز نہ رکھی اور حضرت سے پوچھا کہ قرابتک الذین اوجب اللہ علینا
مودتہم اور جناب پیغمبر خدا نے انکے جواب مین جو مراد قربی سے تھے انہین معین فرمادیا بقولہ علی و فاطمہ و
الحسن والحسین اور یہ نہ فرمایا کہ العباس و عقیل وغیرہما جیسا کہ یہ روایات سابقہ سے جو موافق طرق حضرات اہلسنت کے
مذکور ہوئین ظاہر ہو اور انہین روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہو کہ لفظ قربی سے نفس نفیس رسول خدا کا احتمال بعید ہو
اگرچہ یہ بھی ارادہ کرلیا جاے جب بھی شیعون کا مطلب حاصل ہوگا کیونکہ اس تقدیر مین بھی نفس رسول مراد ہوگا اور محبت
ان جناب کی عین محبت اہلبیت کی ہو کیونکہ جو کسی کو چاہتا ہو وہ اسکے محبوب کو ضرور دوست رکھتا ہو اور یہ بالاتفاق
ثابت ہو کہ آل عبا پیغمبر خدا کے محبوب تھے جیسا کہ علماء حضرات اہلسنت نے اسکی تصریح کی ویسی طرح قربی سے تقرب
خدا کا ارادہ کرنا بھی مستبعد ہو پھر اگر مراد بھی اس سے حاصل ہو جب بھی متبادر نہین ہوتا کیونکہ تقرب خدا کی طرف حاصل
نہین ہوتا مگر محبت خدا کے ساتھ اور خدا کی محبت محبت اسکے رسول کی ہو اور محبت رسول کی محبت اہلبیت کی ہو اور
جب یہ مجملاً معلوم ہوچکا تو اس سے ظاہر ہو کہ سوا جناب سیدہ اور ائمہ علیہم السلام کے اور کوئی قربی کی مراد نہین ہوسکتا
اب رہا بیان مودت کا پس اس سے مراد زبانی مودت نہین ہو جیسا کہ حضرات اہلسنت اسکے مدعی ہوتے ہین لیکن
کوئی اثر اسپر مترتب نہین ہوتا اور ایسی مودت پایہ اعتبار سے ساقط ہو اور اہل نظر اسے خوب پہچانتے ہین اور منافقان خوب
پیدا ہین پھر بالضرور مراد اس سے وہ مودت ہوگی جو دل سے اور حقیقی ہو اور وہ ایک کلی مشکک ہو کہ اولیت اور اولیت
اور شدت و ضعف کی راہ سے متفاوت ہوتی ہو پس مودت اکمل افراد قربی کی جو آل عبا ہین چاہیے کہ اکمل افراد ہو
مودت سے اور اسی طرح جملہ معصومین کی مودت جو انکی آل سے ہین چاہیے کہ اکمل ہو کیونکہ مطلق مودت مراد
نہین ہوسکتی والا فرق محبت اہلبیت مین اور سب مومنین کی محبت مین باقی نہ رہے گا اور اس صورت مین تخصیص
انکے ساتھ بے وجہ ہوجائیگی پھر اس صورت مین وہی محبت و مودت کاملہ مراد ہوگی جو اصحاب و جملہ مومنین کی مودت سے

زیادہ ہو اور اگر یہ طرز نہوتی تو چاہیے کہ پیغمبر خدا اصحابون کے ساتھ مودت کا سوال اہلبیت سے فرماتے اور الا المودۃ فی الاصحاب
کلام خدا مین ہوتا نہ بالعکس اور جب یہ نہوا تو متعین یہ ہی کہ مودت سے مراد وہ مودت کاملہ ہی جو اصحاب و سائر مومنین
کی مودت سے زیادہ ہو اور اس مودت کو چاہیے کہ بعد مودت رسول خدا کے اسکا مرتبہ ہو اور ادنی مرتبہ اسکا یہ ہی کہ
بعد جناب رسالتماب کے انھین سب سے افضل اور مفترض الطاعت جانے اور انکی خوشی سے خوش اور انکے غم سے
غمگین ہو نہ وہ جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ انھین اذیت نہ پہونچاے یہ ادنی مرتبہ مودت ہی اور حقیقت مین یہ
مودت ایسی ہی کہ جیسا بعض کتب ظرائف مین ایک حکایت لکھی ہی کہ ایک شخص کے گھر مین ایک مہمان آیا اسنے جو
لوازم مہمانداری تھے انھین اچھی طرح ادا کیا جب مہمان جانے لگا تو اسنے کہا کہ مین نے تمپر احسان کیا مہماندار نے کہا
کہ بجا ہی آپ نے مجھے سرفراز کیا عزت بخشی یہ سنکر مہمان نے کہا کہ یہ نہین مین نے تمپر احسان کیا اور تمھاری جان و
مال کا حفظ کیا تمھین چاہیے کہ اسکا عوض کرو اسوقت انھون نے مہمان سے پوچھا کہ وہ کیا امر ہی جب مہمان نے کہا
کہ تمنے مجھے اپنے گھر مین رکھا اگر مین آگ لگا دیتا تو تمھارا گھر اور مال اور اہل خانہ سب جل جاتے پھر جو آگ نہ لگائی
یہ احسان نہین کیا اسی طرح یہ ادنی مرتبہ مودت ہی کہ انھین اذیت نہ پہونچائی یہ خوب احسان ہی اور کیا اچھی مودت ہی
لیکن غنیمت ہی کہ شاہ صاحب نے اتنا بھی کہا اور بزرگوارون نے اذیت رسانی مین بھی دریغ نہ کیا اور یہ بخوبی
ظاہر ہی کہ حضرات اہلسنت ہرگز یہ مودت حضرات ائمہ سے نہین رکھتے بلکہ جسقدر کہ اصحاب کے ساتھ انکے آثار مودت
ظاہر ہوتے ہین اسکا عشر عشیر بھی اہلبیت کے ساتھ نہین ہی بلکہ خلاف مودت آثار انسے ہمیشہ ظاہر ہوتے ہین
ادنی امر اس سے یہ ہی کہ ہمیشہ انکے ابطال فضائل کے درپے رہتے ہین اور جن آیات و اخبار سے کہ انکی فضیلت منصوص و
ظاہر ہی بالمرہ انکی تاویلین اسطرح کرتے ہین کہ جس سے وہ تفضیلت فضیلت نہ رہنے پاے اور انکا افضل ہونا اوروں سے
لازم نہ آے بالجملہ یہ بات ظاہر ہی کہ وہ مودت کاملہ جو مطلوبہ و مسئولہ ہی وہ مستلزم اسکی ہی کہ انقیاد اور امتثال اوامر و نواہی
مین اہلبیت کے ساتھ امور دینیہ و دنیویہ مین کیا جاے فان محب الشی محب المحبوبہ و محبیہ اور اسی طرح مستوجب اسکے ہی
کہ جو دشمنان اہلبیت ہون انسے عداوت کیجاے کیونکہ دوست کا دشمن و بدخواہ دشمن ہوتا ہی اسکے دوست کا
اور کبھی دوستی اور دشمنی ایک دل مین جمع نہین ہو سکتی قال امیر المومنین ع صدیقک ثلاثہ صدیقک و صدیق صدیقک
و عدو عدوک الخ اب اس جگہ پر منصفین سے لائق سوال یہ امر ہی کہ بخوبی ثابت ہی کہ مودت اہلبیت کی جو واجب ہی اور جس مودت کا
سوال جناب رسالتماب نے اصحاب و امت سے فرمایا تھا اور حق تعالی نے اسے اجر رسالت قرار دیا ہی اور
بالضرور حق تعالی روز قیامت کو اس مودت مفروضہ مسئولہ سے اپنے بندون سے سوال فرمائیگا جیسا کہ فرمایا ہی
ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا اور فرمایا ہی وقفوهم انهم مسئولون آیا یہ مودت وہی تھی اور یہی کہ اہلبیت رعیت ہون اور
اصحاب امیر مومنان ہون اور اہلبیت تابع ہون اور اصحاب متبوع ہون اور اہلبیت محکوم ہون اور اصحاب حاکم ہون

آیا وہ مودت یہ ہے کہ اہلبیت فدک کو مانگین اور اپنا حق اُنکا طلب کرین اور وہ ایسا یہ سمجھا جا سکے کہ مسئلہ شرعیہ
نہین جانتے تھے اور صحابہ جو حاکم شرع اور عالم مسائل کے تھے وہ اہلبیت کو ایک روایت لا نرث ولا نورث
سے متمسک ہو کر اُس حق کے پانے سے مانع ہون اور باوجود اِس روایت کے سُننے کے بضعہ رسول اپنے
دعوے پر اصرار کرین اور بمفاد غضبت فاطمہ ولم تتکلم حتی ماتت تظلم اور ادعاے حق سے دست بردار نہون اور
مدینۃ العلم کا دروازہ خلیفہ ثانی کے بھی عہد مین جسطرح پہلے اُسکا دعوی کیا تھا پھر اُس سے فدک کا ادعا پیش
کرین اور اُسکے جواب مین خود خلیفہ ثانی یہ فرماوین کہ تم خلیفہ اول کو کاذب اور غادر اور خائن جانتے تھے مجھے بھی
اُسی طرح جانتے ہو امام حضرات اہلسنت سے بہت تعجب ہے کہ اپنی عبارات مین حدیث فاطمہ بضعۃ منی یؤذینی ما یؤذیہا
کو ذکر فرماتے ہین پھر اُسکے بعد جب حدیث لم تتکلم حتی ماتت صحیح ہے تو اب جناب خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کی محبت نسبت
اُن بضعہ رسول کے پھر بھی باقی سمجھتے ہین اور اگر کوئی اب بھی ایسا کرے کہ کسی کے حق کو اُس سے چھین لے اور اُسے
محتاج و فقیر کر دے اور عالم کو جاہل بناے اور صادق کی تکذیب کرے تو اُسکے اِس فعل کو محمول اُسکی محبت پر کرینگے
یا عدم محبت اور دشمنی پر اور اگر مودت اِسکا نام ہے تو دشمنی شاید قتل کرنے کا فقط نام ہوگا اِس سے زیادہ یہ ہے کہ
آیا مقتضی مودت کا یہی تھا کہ بضعہ رسول اِس عالم سے انتقال فرماوین اور جناب شیخین نماز مین نہ شریک ہون اور
وہ مخدومہ معصومہ اپنے پدر بزرگوار کی قبر مطہر کے پاس نہ دفن ہونے پائین اور صحابہ کی لاشین وہان دفن ہون
اور آیا اِس محبت کا حق یہی ہے کہ جب جناب امام حسن علیہ السلام کی خبر وفات مسموع ہو تو خال المومنین سجدہ شکر
کرین اور آواز بلند تکبیر کہین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے کتاب بوارق مین کتاب ربیع الابرار سے صاحب
کشاف سے جو نقل کیا ہے وہ عبارت بعینہ یہ ہے کہ لما کتب مروان الی معاویۃ بشکاتہ یکتب الیہ ان اقبل المطی الی بخبر الحسن
ولما بلغہ موتہ سمع تکبیر من الخضراء فکبر اہل الشام لذلک التکبیر قالت فاختۃ بنت قرظۃ لمعاویۃ اقر اللہ عینیک یا امیر المومنین
ما الذی کبرت قال مات الحسین قالت اعلی موت ابن فاطمۃ تکبر قال واللہ ما کبرت شماتۃ بموتہ ولکن استراح قلبی وصفت لی الخلافۃ و
کان ابن عباس بالشام فدخل علیہ فقال لہ یا ابن عباس ہل تدری ما حدث فی اہل بیتک قال لا ادری ما حدث الا انی اراک مستبشرا وقد بلغنی تکبیرک
وسجودک قال مات الحسن قال انا للہ رحم اللہ ابا محمد ثلثا ثم قال واللہ یا معاویۃ لا یسد حفرتہ حفرتک ولا یزید عمرہ فی عمرک ولئن کنا اصبنا بالحسن فقد اصبنا
بامام المتقین خاتم النبیین فسکن تلک العبرۃ وجبر تلک المصیبۃ وکان اللہ الخلف علینا من بعدہ اور محل انصاف ہے کہ آیا اُس مودت کا حق یہی ہے کہ
امام حسن اپنے نانا کے روضہ مین دفن نہونے پائین اور شیخین دفن کیے جائین ربیع الابرار مین موجود ہے قال الحسین لاخیہ الحسین
اذا انا مت فادفنی مع رسول اللہ ان وجدت الی ذلک سبیلا وان منعوک فادفنی فی بقیع الغرقد فلبس الحسین ثم ولیہ السلاح وخرج الیہ فنہ
مع رسول اللہ فخرج مروان فی موالی بنی امیہ فمنعوہم من دفنہ مع رسول اللہ انتہی جناب سلطان العلما نے قاضی محب الدین ابو الولید سے کہ اُسنے کتاب
روضۃ المناظر مین لکھا ہے نقل کیا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے جناب امام حسن کو بحکم معویہ یا بحکم یزید زہر سے شہید کیا اور

آنحضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ اپنے نانا کے پاس دفن کیے جائیں لیکن جناب عائشہ ام المومنین نے
منع کیا اور صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ جناب رسالتمآب کی قبر اطہر پاس قبر امام حسن علیہ السلام کی کھودی گئی
اور جنازہ لاکر رکھا گیا جب جناب عائشہ کو معلوم ہوا تو خچر پر سوار ہو کر آئیں اور منع کرنے لگیں اسوقت مردم حاضرین کے
دو فرقے ہوئے اور آپسمین تیر اندازی شروع ہوئی چنانچہ چند تیر حضرت امام حسن کے جنازے پر لگے اسوقت
امام حسین نے بنا بر اپنے بھائی کی وصیت کے جنازہ آنحضرت کا اٹھا کر گورستان بقیع میں لیگئے اور وہان دفن کیا
اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ عائشہ رکبت فی ذلک الیوم بغلا وھو قول القائل فیوما علی جمل ویوما علی بغل اور کتاب مختصر اخبار خیر البشر مین
جناب امام حسن کے قصہ وفات کے لکھنے کے بعد مروان کی ممانعت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ام المومنین جناب
عائشہ نے فرمایا البیت بیتی ولا اذن ان یدفن فیہ فدفن فی البقیع پھر بھی ان سب کے بعد حضرات اہلسنت وجماعت مروان اور
سوالیان بنی امیہ کو مومن جانتے ہین اور یہ لفظ اللھم اغفر للمومنین والمومنات کے انکے حق مین دعا کرنے کو جائز رکھتے ہین
یا نہین اگر جائز رکھتے ہین تو کیا شیعون کا جرم انسے بھی زیادہ ہے کہ انکے لیے دعاے خیر نہین فرماتے بلکہ چاہتے ہین کہ باوجود
اہل قبلہ ہونے کے انھین مسلمان بھی نہ کہین اور اگر انکے حق مین یہ دعا تجویز نہ فرماوین تو پھر دعاے بار کرنے سے
انکے واسطے کیون آزردہ ہوتے ہین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے اس جگہ ایک دقیقہ بہت خوب فرمایا ہے وہ
یہ کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت امام حسن کو جناب رسالتمآب کے پہلو مین نہ دفن ہونے دیا اور صحاب دفن ہوے اور
بیان اسکا یہ ہے کہ اگر امام حسن علیہ السلام وہان دفن ہوتے تو جو بساط کہ غصب فدک کے لیے حدیث لا نورث لا
ورث کی بنیاد پر بچھائی گئی تھی وہ درہم برہم ہوتی اور بمفاد ما ترکناہ صدقہ وہ اہلبیت پر حرام تھی اور چونکہ صحاب پر
صدقہ خوری حرام نہ تھی انکے واسطے مباح سمجھا گیا اس بنا پر دفن فرزند رسول کے لیے ممانعت اور دفن شیخین کے لیے
اباحت و اجازت ہوئی لیکن جب یہ حدیث صحیح ہو تو بڑی خرابی دفن مین جناب رسالتمآب کے پیدا ہوتی ہے کیونکہ
بعد آنحضرت کے وہ زمین جسمین قبر شریف ہے مصداق ما ترکناہ کی یقینی تھی اور جب وہ سب صدقہ ہوا اور صدقہ
پہلے آنحضرت پر حرام ہوا ہے پھر اہلبیت کا مرتبہ ہے تو چاہیے آنحضرت کا بھی دفن اسمین جائز نہو اور اگر آنحضرت کا دفن
اس زمین مین جائز تھا تو اہلبیت کو بھی اسمین دفن ہونا صحیح تھا اور صحاب کو بلا اجازت اہلبیت جو وارث شرعی تھے
اسمین دفن ہونا غیر جائز اور وہ حدیث غیر صحیح ہے فتدبر اور آیا وہ مودت یہی ہے کہ جو پیغمبر خدا نے بارہ خلیفہ کی قریش سے
بشارت دی ہے اور کتب سماویہ مین بھی یہ بشارت موجود ہے اسکی تاویل مین خلفاے بنی عباس اور خلفاے بنی امیہ کو
مبشر بہ اس بشارت کا کہتے ہین تا کہ خلافت ائمہ اہلبیت دوازدہ گانہ صلوات اللہ علیہم اجمعین ثابت نہونے پاوے اور
آیا یہ مودت وہی ہے کہ یزید پلید اور دیگر قاتلان پر جفا نے جگر گوشہ رسول خدا کو لب فرات گرسنہ و تشنہ با جمیع اعزہ و
انصار کس کس بے دردی سے شہید کیا اور مخدرات عصمت کو مثل اسیران کفار با سر ہاے شہدا شتران بے کجاوہ کی

پیٹھ پر

پیٹھ پر شعلا کر کوچہ بکوچہ و دیار بدیار پھرایا اور جملہ تابعین بالاحسان سنے یہ احسان سرور انس و جان کے ساتھ کیا اور پھر اب تک حضرات اہلسنت اُسکی حمایت فرماتے ہین اور لعن کرنے کو اُسپر منع کرتے ہین اور اس سے یاد ہ یہ ترقی ہی کہ جو کہتے ہین ان الحسین قتل بسیف جدہ اور بعض کہتے ہین کہ یزید نے کیا کیا ہی کہ ایک مسلمان کو ایک مسلمان کے مارنے سے کوئی کافر نہین ہوجاتا نہایت امر یہ ہی کہ گناہ کبیرہ کیا پھر قابل عفو ہی اور اسپر بھی کتفا نہین کرتے بلکہ ماتم وعزا کے مانع ہوتے ہین اور فضیلت روز عاشورہ کے لیے اخبار موضوعہ نقل کر کے اُسے روز عید گردانتے ہین اور زینت طرح طرح کی اس روز اور اظہار فرح و سرور کرتے ہین اور جب اکمل افراد قربی کے ساتھ یہ اداے مودت ہی تو انکی اولاد اور بنی فاطمہ کس شمار مین ہین اور جو کچھ سادات کے ساتھ کیا ہی وہ کتب اخبار مین موجود ہی یہانتک کہ سادات علویہ کو طبقہ سادات سے خارج کر کے اغراز مشائخ کے لیے شیوخ مین انھین بھی شمار کرتے ہین اور ازانجملہ تقصیر معرفت مودت کاملہ سے ہی جو امام اہلسنت اپنی تفسیر کبیر مین اسکے قائل ہوے کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہی کہ محبت اہلبیت کی اور اصحاب کی واجب ہی لقولہ تعالی السابقون السابقون اولئک ھم المقربون اور یہ مفسر مذکور نے خیال نہ فرمایا کہ قربی تقرب کے معنی پر نہین ہی اور جو فرق قربت و قرابت کا بحسب استعمال شائع ہی اسپر بھی لحاظ نہ کیا کیونکہ عبادات کی نیت مین قربۃ الی اللہ منوی ہوتا ہی قرابۃ الی اللہ نہین ہوتا کیونکہ کسی کو خدا کے ساتھ قرابت نہین ہی اور بیان سابق سے یہ امر بخوبی واضح ہوچکا کہ مخاطب خطاب لا اسئلکم کے اصحاب مین پس وہ بالضرور غیر قربی ہونگے اور خود مفسر مذکور نے اعتراف کیا ہی کہ تقرب بہ سبب محبت کے ہوتا ہی پھر جو صحابی کہ اہلبیت کے دوست نہونگے وہ مقرب خدا کے کسطرح ہوسکتے ہین گو شمار اُنکا اصحاب مین ہو اور آل و اہلبیت کا اطلاق اصحاب پر ہرگز متعارف نہین ہی اور جب یہ سب معلوم ہوچکا تو اب جاننا چاہیے کہ اس آیہ سے استدلال کی وجہ مقصود یہ ہی کہ کسی شخص کی مودت علی الاطلاق واجب نہین ہوسکتی مگر جب وہ شخص معلوم ہو کیونکہ وقوع خطا کے ساتھ ترک کرنا اسکی مودت کا واجب ہوگا بمفاد قولہ تعالی لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ پس اس صورت مین محبت علی الاطلاق واجب نہوگی اور جب یہ نہوا تو متعین ہوگا کہ مفترض المودت معصوم ہو اور سوا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے یا اُنکی اولاد معصومین کے جتنے خلافت کے مدعی ہوے ہین اُن مین سے کوئی متصف بعصمت نہین ہی اجماعا پس یقینی وہی حضرت افضل ہونگے پھر امامت بھی انھین کی ثابت ہوگی فلا تذھب یمینا و شمالا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ سورہ شوری مکیہ ہی الخ جواب اسکا یہ ہی کہ یہ تو پرانی بات ہی اور پیشتر مکرر ثابت کر آئے ہین کہ آیات کی ترتیب مین بہت تصرفات ہوے آیات مدنیہ مکیہ مین اور آیات مکیہ سورہ ہاے مدنیہ مین شامل ہین بالجملہ آیات ایک طرح نازل نہین ہوے محل نزول اُنکے مختلف اور مکرر اور متفرق تھے ایکبار نہین نازل ہوئین بلکہ باعتبار نزول اکثر آیات سورہ کو مکی اور مدنی کہتے ہین علاوہ اسکے جب جمع سور و آیات کی جناب عثمان بن عفان کی

بیان وجہ استدلال

تو اُس سے شیعہ ملزم نہین ہو سکتے بلکہ یہ نقض واقع مین جسطرف رجوع کرتا ہو وہ اہل عقل پر ظاہر ہو اور اسکا جواب تو تفسیر مجمع البیان سے ظاہر ہو کہ مولٰنا ے طبرسی نے ابن عباس و قتادہ سے روایت کی ہو کہ اُن دونون صاحبون نے کہا ہو یہ نسبت اِس سورہ شوری کے کہ هی مکیۃ الا اربع ایات منها نزلت بالمدینۃ منها قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودۃ فی القربی یعنی مکی ہو مگر چار آیتین اُس سے مدینہ مین نازل ہوئی ہین کہ بعض اُن چارون سے یہ آیہ قربی ہو پھر شیعون کو اُس سے کیا ضرر ہی اور جس بنیاد پر شاہ صاحب نے احتجاج فرمایا تھا وہ اب کہان باقی رہا علاوہ اسکے اگر یہ سارا سورہ مکیہ ہوتا تو مفسرین اور محدثین اُنکے جنکے اسما مفصل مذکور ہوے اِس روایت کو کیون نقل کرتے اور بر تقدیر تنزل ہم یہ کہتے ہین کہ اگر شاہ صاحب کا قول صحیح جانا جاے یعنی یہ تسلیم کیا جاے کہ سورۂ شوری سب مکیہ ہو جب بھی تو حدیث کی تضعیف نہین ہو سکتی کیونکہ وقت نزول آیہ جمیع اشخاص کا وجود جو مراد قربی سے ہین موافق حضرات اہلسنت بھی ضرور نہین ہو کیونکہ خود بنا بر حدیث فاضل بخاری کے جو تفسیر قربی مین لکھی ہو کہ القربی من بینه و بین النبی قرابۃ یعنی قربی وہ ہین کہ انہین اور پیغمبر خدا مین نسبت قرابت و عزیزداری کی ہو اور ظاہر ہو کہ وہ عام ہو اُن اشخاص سے جو وقت نزول آیہ موجود ہون یا بعد اُسکے پیدا ہون پھر اِسی طرح شیعہ بھی کہہ سکتے ہین کہ بر تقدیر تسلیم تمھارے کہنے کے کہ سورۂ شوری سب مکیہ ہو تو بھی کیا ضرر ہی ممکن ہو کہ حضرت رسول نے بالہام خدا اسماے قربی کو جو معدود ہین اور مخصوصین مراد خدا تھے بتایا ہوگا بلکہ اِسمین اور زیادہ فضیلت حاصل ہو گی کہ قبل اُنکے پیدا ہونے کے خدا نے مودت اُنکی واجب فرمائی اور پیغمبر خدا نے اُس سے تفسیر و بشارت فرمائی پھر اِس استدلال سے جو تضعیف حدیث صحیح کے لیے کی حضرات اہلسنت کو کیا فائدہ ہوگا اور شیعون کو کیا ضرر پہونچیگا قولہ سند مین اُسکی شیعہ غالی واقع ہو الخ جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ اپنے علماے مذہب سے کہنا چاہیے جنھون نے شیعہ غالی کی روایت پر اعتماد کیا اور اُسے لائق احتجاج سمجھکر محل احتجاج مین بقول تمھارے لاے اور جمہور مفسرین و محدثین نے اُسے نقل کیا اور یہ بات تو اُسوقت لحاظ کے قابل ہوتی جو اُن علما کو اِسکا علم نہوتا اور جب انھون نے اِس جاننے کے بعد بھی راوی کو معتمد سمجھا اور اُسکی روایت کو قبول کر کے نقل کیا تو پھر یہ حرج کیا مفید ہو جیسا شاہ صاحب فرماتے ہین اگر صحیح ہوتا تو کبھی وہ علما نقل نہ کرتے اور اسکے بعد جو کہا ہو کہ علما نے بنا بر ظاہر حال کے اُس غالی کا وصف بصدق کیا ہو اور عقیدۂ باطن سے اُسکی خبر نہ رکھتے تھے تو خود شاہ صاحب کے بھی اقرار سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ظاہر حال اُن راویون کا اچھا تھا اور لائق صدق و صحت تھا اور شرع مین حکم ظاہر کا ہو علم باطن کی تکلیف تو کسی کو نہین ہو ہان شاہ صاحب نے شاید مکاشفات مین کچھ حال باطن علماے سابق سے اگر زیادہ دریافت فرمایا ہوگا تو وہ علم انھین کے واسطے یا جو اُنکے کشف کو صحیح جانتے ہون مفید ہوگا شیعون پر اُس سے کچھ حجت نہین لا سکتے اِس سے علاوہ باطن سے معلوم نہین کیا مراد قرار دی ہو کیونکہ اگر عقیدۂ باطن سے مراد تشیع اور غلو ہو تو یہ تو شیخ ابن حجر یقینی جانتے تھے جب تو صواعق مین کہا ہو دفی سندہ غال لکنه صدوق

اور اس سے صاف واضح ہی کہ باوجود اسکے کہ رازی مذہب کو جانتے تھے لیکن اسکے بڑے رست گو ہونے کا
حکم کیا ہی اور اگر مذہب اور عقیدے کے سوا باطن سے مراد اسرار ضمائر ہین تو اُنکا جاننا سوا کشفی کے اور کس سے
ہو سکتا ہی پھر اس صورت مین تو حضرات اہلسنت کی بھی رواۃ کا حال کسکو معلوم ہی بالجملہ یہ بھی ایسی بات
کہی ہی کہ از قبیل المعنی فی بطن الشاعر ہی اور صدق کچھ تشیع کے منافی نہین ہی عقیدہ اور چیز ہی اور صادق و کاذب ہونا
دوسری چیز ہی کبھی جھوٹ بولنے والے بھی سچ بول جاتے ہین اور صدق تو صفات مختصہ امامیہ سے ہی کیونکہ اکثر انکے
علما اور اصحاب حدیث اغراض دنیویہ سے خالی تھے کبھی تقرب ملوک و سلاطین کے لیے وضع حدیث کی
نوبت نہین ہوئی اور پھر خود شاہ صاحب بھی تو بیان فرماتے ہین کہ ظن غالب یہ ہی کہ اُس شیعی نے جھوٹ نہ کہا ہو
بلکہ نقل بالمعنی کی ہو کہ لفظ حدیث اہلبیتی ہو اور اُس شیعی نے اہلبیت کو انھین چار مین حصر کیا ہو الخ اس سے یہ
معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کو مکاشفہ مین بھی اُس شیعی کی برائی نہین معلوم ہوئی بلکہ صدق باطن کو پایا جب تو ظن غالب
اُسکے صدق کے ساتھ ظاہر فرمایا اُنکی گواہی تو شاید ظاہر و باطن دونون حالون کی ہوگی اب رہا جو احتمال نقل بالمعنی کا
فرمایا ہی اُسکا جواب تو یہ ہی کہ ہم بیشتر باولہ ثابت کر آئے ہین کہ آیہ تطہیر نص ہی اس بات پر کہ آل عبا منحصر پانچ مین ہین
جو آل عبا ہین پھر چاہے نقل حدیث کی لفظ کے ساتھ ہو یا معنی کے ساتھ ہو صحیح ہوگی اور سوا اسکے یہ ہی کہ ہمنے یہ
مضمون اور بھی روایات سے موافق انھین کی طریقون کے مکرر نقل کیا ہی اور جب اور بھی روایات اس روایت کے
معاضد ہین کہ انکی سند مین غالی نہین ہی تو پھر ایک روایت کی سند مین اگر جرح کرینگے تو اُسمین قدح نہین ہو سکتا اور
اگر شاہ صاحب ایسی نظر دقیق فرماتے ہین تو انصاف سے ملاحظہ کرین کہ انکی کتابون مین جو روائتین منقول ہین
انکی رواۃ خارج اور نواصب اور وضاع حدیث کس کثرت کے ساتھ ہین کچھ یہ بات شیعون سے مختص نہین ہی
اور جو روایت فاضل بخاری کی نقل کی ہی وہ روایت اوّل شیعون پر احتجاج کے قابل نہین دوسری بمقتضائے
ما من عام الا وقد خص یہ چاہتی ہی کہ لفظ قربی اگرچہ عام ہی لیکن اہلبیت کے ساتھ مخصص ہو جیسا کہ شیخ ابن حجر نے بھی
تخصیص کی ہی اور ظاہر ہی کہ صاحب عقل کی عقل انکار کرتی ہی اور ہرگز نہین قبول کرتی کہ مودت مطلق قربی کی باوصف
اسکے کہ اُنسے افعال شنیعہ بھی صادر ہون اجر رسالت ہو اور خدا اسے واجب فرماے یہ احتمال خود ایسا ہی کہ اسکے کہتے ہوے
شرم آتی ہی اور بر تقدیر تسلیم پھر ہم کہینگے کہ آیہ کا ظاہر کو محبت قربی کا واجب ہونا مطلقا ہو لیکن مخصص اسکا قول
نبی ہی فیخرج ما اخرجہ الدلیل و بقی الباقی علی حالہ اور جو آیہ کے معنی شاہ صاحب نے قتادہ وغیرہ سے نقل کیے ہین کہ
مین سوال نہین کرتا تمسے تبلیغ و دعوت پر کسی اجر کا لیکن سوال کرتا ہون تمسے دوستی کو اپنے ساتھ بجہت اُس قرابت کے
جو تمھارے ساتھ رکھتا ہون اور ابن عباس سے بھی یہ روایت بخاری مین موجود ہی اور اس سے صاف واضح ہی
کہ آنحضرت نے سوال مودت کا اپنے نفس نفیس کے لیے فرمایا پھر اس سے کیا ضرر شیعون کے واسطے تجویز فرمایا ہی

وہ تو انکے مطلوب کے لیے بہت نافع ہو کیونکہ پیغمبر کی دوستی عین انکے اہلبیت کی دوستی ہو اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اِسی طرح ہم ثابت کر آئے ہین کہ آیہ مباہلہ شاہد عادل ہو کہ جناب علی بن ابیطالب نفس رسول ہین و حدیث فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی الخ والحسن والحسین ریحانتی اور حدیث واحبونی بحب اللہ واحبوا اھلبیتی بحبی و من احب علیا فقد احبنی ومن اذی علیا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جیسا کہ شیخ ابن حجر کے صواعق مین اور اور کتب معتمد حضرات اہلسنت مین موجود بکثرت ہین اور وہ سب گواہ عادل ہین اِس بات پر کہ دوستی جناب پیغمبر خدا کی انحضرات کی دوستی ہو اور انحضرات کی دوستی پیغمبر خدا کی دوستی ہو اور اِس سے وجوب مودت انحضرات کا ہر طرح ثابت ہوتا ہو وھو المقصود تنبیہ قولہ اُس قرابت کو یاد دلایا اور ادا ے حقوق اُس قرابت کا کہ لااقل ترک ایذا ہو جو ادنی مراتب صلہ رحم کا ہو انسے چاہا فقط پوشیدہ نہ رہیگا صاحب عقل پر کہ حاصل اِس بیان کا بھی شاہ صاحب کے یہ ہو کہ پیغمبر خدا نے اجر رسالت مین مودت کو صحابہ و اُمت سے طلب کیا خواہ وہ اپنے ساتھ مودت ہو یا اقربا کے ساتھ ہو لیکن تفسیر جو مودت کی فرمائی ہو کہ لااقل ترک ایذا کہ ادنی مراتب صلہ رحم ہو انسے چاہا یہ لائق غور ہو اول یہ کہ کلی منصرف ہوتا ہو طرف فرد کامل کے یہ فرد ناقص اِس مودت کے معنی جسے خدا نے واجب فرمایا تھا اور وہ رسول عنہار وز قیامت ہو کیونکر ارادہ کیے گئے ہان جیسا صاحب کشاف نے کہا ہو لکن اسئلکم ان تودوا اقرابتی الذین ھم قرابتکم ولا تو ذوھم کہتے جب بھی ایک بات تھی یعنی دشمنی کے عوض مین دوستی کرو اور اِس صورت مین پھر مودت باقی رہتی ہو اور جو معنی شاہ صاحب نے کیے ہین اُسکا حاصل یہ ہو کہ اذیت رسانی کو منع کیا سوال مودت کا فائدہ نہین حاصل ہوتا اور اُسکے لیے وہ حکم کافی تھا جو خدا نے فرمایا ہو ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ الخ اور والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم نہ یہ کہ مودت قربی کا تو سوال کرین اور مراد اِس سے ترک اذیت رسانی نبی کی یا اقربا مراد لین دوسرے خطاب لا اسئلکم کے مخاطب سوا اصحاب حاضرین خصوصًا اور سب اُمت کے عمومًا دوسرا نہین ہو سکتا کیونکہ سوال مودت انھین سے ہوگا جو دشمن نہین کوئی عاقل دشمن و بدخواہ سے اپنے نہ امید محبت و مودت کی رکھتا ہو نہ اُنسے کہتا ہو کہ تم ہمسے دوستی اور مودت کرو پھر وہ حضرات اُنہین سے کون تھے جو رسول خدا کو باوجود انکے صحابی اور اُمت مین ہونے کے اذیت پہونچاتے تھے یا زمان آیندہ مین اُنسے اذیت رسانی کا اندیشہ تھا جسکے لیے یہ سوال ترک ایذا کا فرمایا اور اگر مودت کے یہی معنی ہین کہ ایذا نہ پہونچاے تو خصوصیت پیغمبر خدا کی اور حاجت اِس سوال کی اور اِس آیہ کے نازل ہونے کی کیا تھی یہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ضرور ہو کہ اُسے اذیت نہ پہونچاے تو سیط قرابت کیا ضرور تھی اور اجر رسالت کا سوال اِسکے لیے عبث تھا اسلام کافی تھا اور اِس مراد کے ساتھ مودت مین نبی کی اور سب مسلمانون کی کیا فرق باقی رہتا ہو جسکے لیے خدا نے حکم فرمایا کہ طلب کرو کیا اِس سے پہلے کوئی سوا ے کفار اور اقرباے رسول سے بھی انھین ایذا دیتے تھے جو اِس آیہ کے ذریعہ سے اُسے حرام کیا اور اگر مطلب اِس سے یہ ہو کہ پیغمبر خدا

مودت اقربا کے لیے فرمایا عموماً اور انکی اذیت رسانی کے لیے منع کیا تو پھر اس معنی سے جو دلالت اسپر کرتے ہیں کہ مودت سے مراد مودت نفس رسول ہے چھپا نہیں فتدبر ولکیف کان اجر رسالت کے عوض میں مودت کا سوال کرنا اِس معنی کی بھی راہ سے ثابت ہے اور جو کچھ کہ شاہ صاحب پہلے معنی مشہور پر وارد کرتے تھے وہ انکی تقریر کے موافق اسپر بھی وارد ہوتا ہے اور کچھ فرق نہیں ہے اور جیسا بے دین کو مودت اقربا کی طلب میں شبہ پیدا ہوتا ہے اُسی طرح یہاں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ طالب دنیا کا کام ہے کہ کوئی کام کریں اور اُسکی اجرت اپنے لیے چاہیں اور موجب تہمت والتباس کا اقوال و افعال میں ہے اور نقض غرض بعثت کا اُس سے لازم آتا ہے لیکن اہل دین و معرفت وہ کبھی ایسے اوہام شیطانیہ کو پسند کرتے ہیں نہ اُنکے اذہان ان بدگمانیوں کی طرف جاتے ہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بدگمانی آنحضرت کی طرف کیجاسے بعد اسکے کہ وہ حضرت فرما چکے کہ فائدہ اُس اجر رسالت کا تمھارے واسطے ہے میرے واسطے اِس اجر سے کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ مودت کی منفعت تمھاری طرف عود کرتی ہے کہ وہ ثواب ہے خدا کا اور رضامندی اور یہ مضمون صحیح ہے اُن روایت میں جو موفق بن احمد نے مقاتل اور کلبی سے نقل کی ہے اور بیشتر جہان روایات اہلسنت جو متعلق تفسیر اِس آیہ کے منقول ہوئی اُنمین نقل ہو چکی ہے بقدر ضرور یہان اُسے نقل کیا لیکن شاید شاہ صاحب کے نزدیک موفق ابن احمد یا مقاتل و کلبی بھی مقبول نہونگے والا ایسے الفاظ بہ نسبت جناب رسالتمآب کے نفرماتے اور کسکی مجال ہے کہ مصداق ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کی طرف مسلمان ہونے کے بعد ایسی بدگمانیان کریں ہان ابطال وجوب مودت قربیٰ البتہ بے ایسے مقولات کے نہیں ہو سکتا اعاذنا اللہ و جمیع المومنین عن ھفوات الزنادقۃ والملحدین اور اگر ایسی ہی بدگمانیان نبی کی نسبت اور اُنکے اقربا کی طرف ہیں تو معلوم نہیں آیہ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ و للرسول ولذی القربیٰ کے معنی ایسے حضرات بیچارے خود کیا کیا کچھ خیالات و اوہام کو استعمال فرماتے ہونگے قولہ پس استثنا منقطع ہے الخ یہ قول اوّل فاضل روزبہان کا ہے جو جواب کشف الحق میں کہا ہے اور اُسکا جواب جناب شوستری مرحوم نے احقاق الحق میں جو فرمایا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ محققین اہل عربیہ اور اصول کے نزدیک مقرر ہے کہ استثناء منقطع مجاز ہے کہ خلاف اصل پر واقع ہوتا ہے اور جہان استثناء متصل نہ بن سکے اور متعذر ہو وہان استثناء کو منقطع پر حمل کرتے ہیں بلکہ بسا ہے کہ ظاہر لفظ سے کہ جو ذہن کی طرف متبادر ہوتا ہے عادل کر کے دوسرے معنی کو جو اُسکے مخالف ہو محض اِس غرض سے کہ تا استثناء کو متصل واقع کر سکیں ظاہر استثناء سے وہی ہے اور اِس مضمون کی تائید و تصدیق میں اُنھون نے قول شارح عضد کا ذکر کیا ہے جو انھون نے کہا ہے واعلم ان الحق ان المتصل اظہر فلا یکون مشترکا ولا المشترک بالحقیقۃ فیہ مجاز فی المنقطع فلذلک لم یحملہ علماء الامصار علی المنفصل الا عند تعذر المتصل حتی عدلوا فی الحمل علی المتصل عن الظاہر وخالفوہ ومن ثم قالوا فی قولہ عندی مائۃ درہم الا ثوبا ولہ علی ابل الا شاۃ معناہ الا قیمۃ ثوب الا قیمۃ شاۃ فیرتکبون الاضمار وھو خلاف الظاہر لیصیر متصلا ولو کان فی المنقطع ظاہرا لم یرتکبوا مخالفۃ الظاہر تحصیلا لہ انتہی پھر جب حقیقت امر یہ ہے اور استثناء متصل بھی بن سکتا ہے یہان تک کہ اُنکے مفسرین نے بھی لکھا ہے تو پھر کیا

ضرورت کہ خلاف محققین عربیہ و اصول و نیز مخالف مفسرین و اہل قرآن ہین مراد لیا جاے صاحب کشاف نے
کہا ہی کہ یجوز ان یکون استثناءً متصلا ای لا اسئلکم اجرا الا ہذا وھو ان تودوا اہل قرابتی ولم یکن ہذا اجرا فی الحقیقۃ لان قرابتہ قرابتہم
فکانت صلتہم لازمۃ لہم فی المودۃ ویجوز ان یکون منقطعا ای لا اسئلکم اجرا قط ولکن اسئلکم ان تودوا قرابتی الذین ہم قرابتکم ولا تؤذوہم انتہی اور قاضی بیضاوی نے
تفسیر میں الا المودۃ فی القربی کے کہا ہی الا ان تودونی لقرابتی منکم او تودوا قرابتی وقیل الاستثناء منقطع والمعنی لا اسئلکم اجرا قط ولکن اسئلکم
المودۃ وفی القربی حال منہا ای المودۃ ثابتۃ فی ذوی القربی متمکنۃ فی اہلہا او فی حق القرابۃ ومن اجلہا الخ اور ظاہر ہی کہ لفظ قیل کو کہکر اس احتمال کا کہنا دلالت
اسپر کرتا ہی کہ احتمال استثنار منقطع کا ضعیف ہی اور کیونکر نہو جب کہ محققین عربیہ متصل کو حقیقی اور منقطع کو مجاز کہتے ہین تو
کون عاقل باوجود اسکے کہ استثنار متصل بن سکتا ہی منقطع کو ترجیح دیگا اور مجاز کو حقیقت سے بہتر جانیگا باقی رہا
شیعون کو تو کچھ اس سے بحث نہین ہی کیونکہ انکا مطلب تو دونون صورتون مین حاصل ہوتا ہی جب انقطاع کہین تو
غایت امر یہ ہی کہ مودت قربی پر اجر کا اطلاق نہوگا لیکن یقینی مسئول ہوگا کیونکہ مستثنار منقطع اگرچہ مستثنا منہ مین داخل
نہین ہوتا لیکن مستثنا منہ کے نقیض کا حکم اسکے لیے ثابت ہوتا ہی پس مودت واجب ہوگی مثل پیغمبر خدا کی مودت کے
اور ہمارا مقصود بھی یہی ہی پھر ہمین تو کچھ حاجت اسکی نہین کہ درپی ترجیح متصل کی منقطع پر ہون جو کچھ لکھا بطور بیان
نفس الامر تھا اور اسی طرح جو کچھ آیندہ انشاء اللہ نسبت اسکے لکھینگے وہ بھی تبرعا سمجھا جاے قولہ اسواسطے کہ معنی اول
مناسب شان نبوت کے نہین ہین الخ اگرچہ پیشتر بھی جواب مین ہم اسکی نسبت کہہ آے ہین لیکن چونکہ از قسم کبرت کلمۃ تخرج
من افواہہم ہی اسلیے پھر ہم کہتے ہین کہ یہ بات از قسم یضحک علیہ الشبان ویلعب بہ الصبیان ہی بچند وجہ پہلے یہ کہ معنی اول و ثانی مین
کچھ تفاوت استثنار متصل اور منقطع کے بارے مین نہین ہی معنی اول مین بھی احتمال دونون قسم کی استثنا کا جاری ہو سکتا ہی
اور استثنار متصل کے منافات منصب نبوت کے منافی انکے گمان کے موافق دونون معنون مین منطرق ہوتی ہی پھر جو
شاہ صاحب نے عدم مناسبت کی تخصیص پہلے معنی کے ساتھ فرمائی ہی وہ بے وجہ ہی اور جو کچھ کہ انکی دلیل سے
مستفاد ہوتا ہی برتقدیر تسلیم وہ یہ ہی کہ منقطع کو متصل سے ترجیح ہی اور وہ پہلے معنی بھی قائم ہو سکتے ہین غایت فی الباب یہ ہی
کہ درصورت نہایت امر انقطاع اجر رسالت نہوگا لیکن مودت کا واجب ہونا اور اسکا مسئول ہونا وہ ہر طرح ثابت ہی
پھر کیا ہمنے کچھ اور کہا تھا ہم بھی تو یہی کہتے ہین کہ مودت واجب ہی اور مسئول ہی دوسرے یہ کہ برفرض محال اگر تمہاری
دلیل سے ترجیح ثابت ہو تو ساتھ نہ منطبق ہونے کے مدعا پر جیسا کہ بیان سابق سے واضح ہوا مخالفت کیسی کیسی
روایات کی جو صحاح اور کتب معتمدہ مین حضرات اہلسنت کے مذکور ہین اس سے ہوگی تیسرے وہ ہی جو جناب
سلطان العلما نے بوارق مین اس جگہ پر فرمایا ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ معنی اول راجح ہی اور استثنا یہان پر استثنار متصل ہی
کیونکہ ارادہ کرنا اسکے معنی مین تودوا قرابتی کا یعنی دوست رکھو میرے اقربا کو معاضد ہی بہت سے اخبار سے جو کتب حضرات
اہلسنت مین موجود ہین اور اجماع سے بخلاف معنی ثانی کے کہ وہ خبر واحد ہی اور کسی سے معاضد نہین پھر وہی ارجح ہوگا اور

شان نبوت سے بھی اس سے ہرگز منافات نہین کیونکہ فاضل جار اللہ زمخشری نے تصریح کردی ہو کہ ان هذا لیس باجر حقیقۃ اور یہ جواب انھین کے بیان کا ہو اور منافی اُن آیات کو بھی نہین ہو کہ جو عدم سوال اجر پر متضمن ہین او رشاہ صاحب نے اپنی تائید کلام مین انھین نقل کیا ہو کیونکہ حقیقت مین اجر اسکا نام ہو جسکا فائدہ اجر کی طرف عائد ہو اور مودت قربیٰ حقیقت مین مخاطبین کا نفع ہو اور یہ وہی معنی قول خدا کے ہین ما سالتکم من اجر فہو لکم اور اگر استثنا منقطع ہو تو بتقدیر اسکے منقطع ہونے کے اجر کا سوال واقع ہوا اور ما سالتکم من اجر کا مقتضی یہ ہو کہ اجر کا سوال متحقق ہوا ہو اور یہی محمل ہو اور آیات کا بھی حمل کرنا چاہیے اور جو استثنا متصل کی ترجیح پر منقطع سے دلالت کرتا ہو وہ قول ہو جو سیرت مُلا مین ہو قال ابن حجر ویصح دعوی المتصل بجعل المنفی سیوتم من الله جعل اجری علیکم المودۃ فی القربیٰ وانی سالتکم بعض الربح وتسمیۃ ذلک اجرا مجاز انتہی بڑے تاسف کی بات ہو کہ خدا نے اجر رسالت کو منحصر مودت قربیٰ مین فرمایا اور اسکے لیے سوال کرنے کا حکم نبی کو دیا اور شاہ صاحب اس سے تو منافی شان نبوت کی فرماتے ہین اور خود بخاری سے حدیث جو نقل کرتے ہین کہ معنی اسکے یہ ہین کہ سوال کرتا ہون مین تمسے اپنی دوستی کا اسکی تصحیح و ترجیح کرتے ہین معنی اوّل سے اور اسے دنیاداری نہین جانتے اپنے لیے سوال اجرت دنیاداری ہو اور اقربا کے لیے سوال مودت نبوت کی شان کے مخالف اور دنیاداری مین محسوب ہو تکلی بھی اسپر ہنسینگے اور عاقل صاف کہیگا کہ یہ انکار محض اسلیے ہو کہ اقربا کی فضیلت سے انکار رہو اور انکی فضیلت ثابت ہونے پائے حالانکہ یہی مسئول اجر رسالت وہ ہو کہ جسکا فائدہ مخاطبین کی طرف عائد ہوتا ہو اور اگر اس سے انکار ہو تو پھر ما سالتکم من اجر اور کون ہو اُسے بتائیے کہ اسکے سوا اور کیا طلب کرنے کو مامور ہوے تھے اگر یہ کہین کہ اس سے مراد وہ ہو جو ابن عباس سے مروی ہو مرفوعاً کانہ قال لا اسئلکم علی ما اتیتکم من البینات والهدی اجرا الا ان تودوا الله وتتقربوا الیه بطاعتہ تو اسکے جواب مین کافی وناہی ہو جو شیخ ابن حجر نے کہا ہو ان من جملۃ موادۃ الله والتقرب الیہ موادۃ رسولہ واهلبیتہ پھر اسکے سوا دوسرا اور نہین ہو سکتا اور جب رجحان استثنا متصل کا منقطع پر ہم ثابت کر چکے تو کہتے ہین کہ جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ اگر خاتم الانبیا اجر کا سوال کرین تو انکا مرتبہ اور پیغمبرون سے کم ہو جاے اور وہ خلاف اجماع ہو فقط یہ بھی قول بہت قصور معرفت سے اور عدم تدبر سے صادر ہوا ہو کیونکہ فضیلت کو عنا ستہ و نقض پر حمل کرتے ہین اوّل دیکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے جناب رسالتمآب کو جو افضل سب سے فرمایا تو محض باعتبار آخرت کے نہین ہو بلکہ بحسب اسباب دنیا بھی فضائل عطا فرماے مثلاً کتاب انحضرت کی اور کتب سماویہ سے نظم و معانی سب کی راہ سے افضل ہو اسی طرح شریعت انحضرت کی سہلہ ہو حکم جہاد حضرت کو دیا جس سے سرکشان کفار کے سرون کو توڑا اور کفر کو ذلیل کیا محض بیان و نصیحت لسانی پر اکتفا نہین فرمایا انحضرت کو صاحب جنود و افواج فرمایا ملائکہ کو انکی نصرت کے لیے بھیجا کہ اس سے شان انحضرت کی رفیع سب کی نظر مین ظاہر ہوئی اسی قبیل سے ہو کہ اقربا اور اہلبیت انحضرت کو ایسے کرامت فرماے جو جملہ انبیا کے اقربا سے قرب و زلفی مین خدا کے نزدیک زیادہ ہین اور بعد نبی کے وہ جملہ مخلوقات سے بہتر ہین اور وہ ایسے ہین کہ حق تعالیٰ نے

انکی مودت واطاعت کو وجب فرمایا جیساکہ اپنے اور اپنے نبی کی مودت واطاعت کو خلق پر وجب فرمایا پس
واقع مین یہ فضائل وخصائص سے آنحضرت کے ہی کہ اگر اسمین مخالفت اور انبیا سے ہوئی تو کیا قباحت لازم آتی ہے
اور کسطرح مرتبہ آنحضرت کا اورون سے کم تجویز کرتے ہین فضیلت کا نام نقص رکھا جاتا ہو اگر سب انبیا کے ساتھ
ہر امر مین آنحضرت کو برابری ہوتی تو مساوی سب کے ہوتے نہ افضل سبسے اور اگر ایسا ہی ہو تو ظاہر ہو کہ ملت ابراہیم کے
دین یہ تھا کہ اقرار توحید کیا جاسے طاعت مین نبی کا نام کب لیا جاتا تھا کس کس نبی پر درود بھیجنا واجب تھا نماز مین
کس نبی کا نام لینا ضرور تھا خمس کسکے لیے واجب ہوا تھا اور جب سوال اجر رسالت بحکم خدا ہوا تو پھر شبہ کا محل
نبی کی نسبت منافقین کو ہو جو اعتقاد نزول وحی کا نہ رکھتے تھے جیساکہ یزید پلید کا باپ اسکے امثال کا یہ اعتقاد تھا اور اسکے شعار
جو اسنے بعد رد اہلبیت اور سر جناب سید الشہدا دربار مین پڑھے لعنت ہاشم بالملک فلا الخ اپنے اور اسکے اور اسکے
امثال کے افعال سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسلام لسانی کسب دنیا کے لیے رکھتے تھے اور جو نبوت کا معتقد تھا یا ہو وہ کیونکر
کہہ سکتا تھا خصوصًا جبکہ وہ اجر حقیقی نہو اور نفع اسکا عائد مخاطبین کی طرف ہو بالجملہ واقع مین فضیلت خاص
آنحضرت کی تھی جو اور انبیا کو نصیب نہین ہوئی اور سبب اسکا ہو کہ رتبہ آنحضرت کا اس سبب سے بہ نسبت اور انبیا کے زیادہ
اور اعلی جانا جاسے جو مجمع علیہ ہو نہ یہ کہ کم سمجھا جاسے اور یہ مضمون بعض احادیث خاصہ مین بھی وارد ہوا اور معاضد بعقل ہے
اور مجمع علیہ اولوالالباب ہو جیساکہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی روایت کی ہو ریان بن صلت سے کہ کہا اسنے
کہ جناب امام رضا ایک دن مجلس مامون رشید مین تشریف لاسے اور اس دن ایک جماعت اہل عراق سے کہ اسمین
علما بھی تھے اسکی صحبت مین تھے اسوقت مامون نے آل و امت کے فرق کی حدیث ذکر کی اور جناب امام نے
اسوقت اصطفا آل کے اثبات مین ظاہر قرآن سے بارہ آیتین ذکر فرمائین یہان تک کہ فرمایا چھٹی آیت قول ہو عز وجل کا
قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی اور فرمایا کہ یہ خصوصیت پیغمبر خدا کے واسطے روز قیامت تک ہو جو اور انبیا کو
نصیب نہین ہوئی اسواسطے کہ حق تعالی نے حضرت نوح کا ذکر قرآن مین جو فرمایا ہو وہ اسطرح ہو یا قوم لا اسئلکم علیہ اجران
اجری الا علی اللہ وما انا بطارد الذین امنوا انہم ملاقوا ربہم ولکنی اریکم قوما تجہلون اور حضرت ہود کے حال کی حکایت یہ فرمائی کمانہ قال
قل لا اسئلکم علیہ اجران اجری الا علی الذی فطرنی افلا تعقلون اور جناب نبی آخر الزمان کے واسطے یہ فرمایا یا محمد قل لا اسئلکم علیہ
اجرا الا المودۃ فی القربی ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا اور وہ کہ جنکی مودت کو خدا نے وجب فرمایا ہو یہ بعد اسکے ہو کہ خدا نے
اپنے علم مین انمین یہ جان لیا ہو کہ یہ کبھی دین سے نہ پھرینگے اور کبھی گمرہی کی طرف رجوع نہ کرینگے بعد دوسری یہ
بات ہو کہ جب ایک شخص ایک شخص کے ساتھ دوستی رکھے اور اسکے اہلبیت سے بغض وعداوت رکھتا ہو تو کبھی اس
شخص کا دل اس سے صاف اور سالم نہوگا پس خدا نے یہ چاہا کہ پیغمبر خدا کے دل مین بہ نسبت مومنین کے
کوئی برائی نہ رہے پس مومنین پر فرض ذوی القربی کی انکی محبت ومودت کو وجب فرمایا پس جس شخص نے کہ اسے اختیار کیا

اور نہ ہر مطاع کو واجب ہی کہ صاحب عامت کبریٰ ہو الخ اگرچہ شاہ صاحب کا جواب بطور حل ہم پیشتر لکھ آئے ہین
ہرگاہ اِس جواب ثانی مین شاہ صاحب نے پھر انتحال فرمایا ہی تو ہمین چاہیے کہ پہلے اصل ہی کا جواب دے دین
کہ وہی جواب فرع کا بھی ہوگا پس کہتے ہین ہم کہ منشا اِس قول کا یا جہل ہی یا تجاہل ہی کیونکہ محبت تو کلی مشکک ہی
اور اُسکی افراد متعدد ہین بعض افراد اُسکی وہ ہین کہ واجب المحبت واجب الاطاعت یقینی ہی اور جہان تحقق اُسکا ہوگا
وہان محبوب واجب الاطاعت ہوگا اور مقصود وملحی فیہ مین وہی ہو نہ غیر اُسکے اور بعض افراد اُس سے وہ ہین کہ
اُسکا یہ حال نہین اور وہ ملحی فیہ سے خارج ہی اور واقع مین وہ وجب المودت بھی مثل اوّل کے نہین ہی اور تفصیل
اِس اجمال کی یہ ہی کہ وداد اور حب ہم معنی ہین اور علما نے اختلاف کیا ہی معنی محبت مین پس بعضون نے کہا ہی کہ
ترادف ارادہ یعنی مائل ہونے کا نام محبت ہی اور یہ مختلف ہی مثلاً خدا کی جو محبت بندون کے واسطے ہی وہ عبارت
اِس سے ہی کہ حق تعالیٰ ارادہ اُنکی کرامت کا اور ثواب کا ہمیشہ کے لیے فرماے اور بندون کی محبت خدا کے واسطے
اُسکی طاعت ہی اور بعض نے کہا ہی کہ ہماری محبت خدا کے واسطے ایک روحانی کیفیت ہی کہ وہ مترتب ہوتی ہی
اُس کمال مطلق کے تصور پر جو خدا مین ہی علی الاستمرار اور مقتضی توجہ نام کا اُسکی حضرت قدس کی طرف بلا فتور و قرار ہی
اور لیکن ہماری محبت غیر خدا کی طرف پس وہ کیفیت ہی جو مترتب ہوتی ہی تخییل پر کمال کے کہ وہ محبوب مین
پایا گیا ہو لذت سے یا منفعت سے یا مشاکلہ سے ایسی تخییل جو برابر رہے مثل محبت کرنے عاشق کے اپنے معشوق کے
ساتھ یا منعم علیہ کی اپنے منعم کے ساتھ یا باپ مان کی محبت اپنی اولاد کے ساتھ یا دوست کا محبت کرنا اپنے
دوست کے ساتھ ھکذا نقل صاحب صطلاحات المفترعن شرح المواقف وشرح المطالع فی بحث قدرتہ اور امام حضرات اہلسنت فخر رازی نے
اپنی تفسیر کبیر مین ذیل کریمہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ مین کہا ہی اختلف العلماء فی معنی المحبۃ
فقال جمھور المتکلمین انھا نوع من الارادۃ والارادۃ لا تعلق لھا الا بالجایزات فیستحیل تعلق المحبۃ بذات اللہ تعالی وصفاتہ
فاذا قلنا نحب اللہ فمعناہ نحب طاعتہ وخدمتہ او ثوابہ او احسانہ الخ اور اِس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ مودت و محبت کیفیت ہی روحانیہ اور
جب مقولہ کیف سے ہوے تو بالضرور شدت اور ضعف اور اولویت سب کو قبول کرے اور اِسی اعتبار سے
افراد اُسکی متعدد ہون اور ہر فرد کا حکم جدا ہو پس وہ از جملہ کلیات مشکک ہوگی اور یہ محبت و مودت بمعنی
ارادہ طاعت کے بولے جاتے ہین جیسا کہ بندون کی محبت خدا کے لیے اِسی معنی پر ہی اور غیر اللہ کے ساتھ جو
محبت ہوتی ہی تو اُسکے تصور کمال سے ہوتی ہی خواہ وہ اذیت ہو جیسا عاشق و معشوق مین ہی یا کمال منفعت ہو جو
منعم علیہ کو منعم سے بسبب حقیقت منفعت کے ہوتی ہی یا کمال مشاکلہ ہو جو باپ بیٹے کی نسبت اور دوست کو
دوست کی نسبت پائی جاتی ہو پھر اِس مودت مسئولہ کو جسے خدا نے وجب فرمایا کسکے تحت مین داخل کرینگے
لائق کہ سکتے ہین کیونکہ لذت ظاہری دنیا اور اِسی طرح منفعت دنیا اور انعام اور مشاکلہ تو اُسکا منشا ہو نہین سکتے

ہان کمال عصمت جو خدا نے انھین عطا فرمایا تھا وہی علت افتراض مودت ہی جیسی مشابہت رسول خدا کے ساتھ
انھین حاصل ہو اور اگر یہ نہوتا تو گنہ گار سے ترک مودت واجب ہوتا پس یقینی یہ بھی کمل افراد مودت ہی جیسا کہ
مودت خدا و رسول کی مودت صادقیہ قلبیہ ہوتی ہی کہ اسمین سوا اطاعت محبوب کے مخالفت کے ارادے کو
دخل نہین اور جب یہ ہوا تو یہ مودت تالی مرتبہ مودت الٰہ ہوگی اور اس صورت مین جسطرح خدا واجب المودت
نبی واجب المودت ہی طرح اقربائے مخصوصین نبی واجب المودت ہونگے اور جسطرح خدا واجب الاطاعت نبی
واجب الاطاعت اقربائے مخصوصین واجب الاطاعت ہونگے بالجملہ اِس فرد مودت خاص کا یہ حکم یقینی ہی کہ واجب المودت
واجب الاطاعت ہی اور اگر باعتبار اور افراد ناقصہ مودت کے لا نسلم تمھارا صحیح ہو تو ہمکو اُس سے بحث ہی نہین ہی
دوسرے خود اقرار فاضل روزبہان کا ہی اپنے اِس قول مین کہ ہم کہتے ہین کہ مودت آنحضرت کی سب مسلمانوں پر واجب ہی
فقط اور ہمنے ثابت کر دیا کہ محبت کی افراد متعدد ہین اور یہ فرد محبت الٰہ کی اور جو اسکے قریب ہی وہ ہی کہ سکا اطاعت کا
نام اور جب طاعت کا نام مودت و محبت ہی تو پھر واجب الاطاعت ہونے سے اِنکار کیسا اور ہم کہتے ہین کہ واجب المودت
من اللہ ہونے کا مرتبہ تو بہت بڑا اور سکا واجب الاطاعت ہونا تو ظاہر کالنور علی شاہق الطور ہی ہر محب کے لیے
ضرور ہی کہ سکا جاننے والا اسکی مخالفت نہین کرتا اور ہمیشہ اسکی رضا جوئی کے درپے رہتا ہی کیونکہ جب منا اسکا
ایک کمال ہوتا ہی تو پھر اسکے باقی رہنے کے ساتھ مخالفت محبوب کی کہان ہوسکتی ہی یہان تک کہ عیوب بھی
معشوق معیوب کے نظر عاشق مین بُرے نہین معلوم ہوتے اِسی لیے کہا ہی کہ حب الشئی یعمی و یصم پھر جب محبت
مجازیہ کا یہ حال ہی کہ اسمین محبت کرنے والے کو بجز استحسان و اطاعت معشوق و محبوب اور کچھ خیال نہین ہوتا
اور اِسی سے ہر امر مین اُسے مقدم رکھتا ہی اور اسکی رضا جوئی اور ترک مخالفت کا ملزم ہوتا ہی تو اُس محبت حقیقی
صادقہ مین جو بامر الٰہ اور اجر رسالت جناب رسالت پناہ اور نافع لسوے خلق امور دین و دنیا مین ہو فرض ہی
کیونکر ہوسکتا ہی کہ واجب المودت واجب الاطاعت نہو اور اِسی طرح ایسا واجب الاطاعت صاحب امامت کبریٰ نہو
تو پھر کیا جائز الخطا اور جنکے ساتھ ترک مودت واجب ہی وہ واجب الاطاعت اور صاحب زعامت کبریٰ حقیقی
ہونگے باقی جو فاضل مذبور نے کہا تھا کہ یہ آیہ وجوب مودت امیر المومنین علی ابن ابیطالب پر دلالت کرتا ہی
خلافت پر آنحضرت کی دلالت نہین کرتا واقع مین یہ کلام غایت بیخبری سے سرزد ہوا ہی کیونکہ یہ بات خوب ظاہر ہی
کہ آیہ دلالت ظاہر کرتا ہی اسپر کہ مودت آنحضرت کی حسب مقتضی آیہ واجب ہی اِس حیثیت سے کہ حق تعالیٰ نے اجر
ارسال کہ جس سے استحقاق ثواب دائمی کا حاصل ہوتا ہی ذوی القربیٰ کی محبت کو گردانا اور یہ وجوب نہین ہوا مگر
اُنکی عصمت کے باعث سے ورنہ الا وقوع خطا کے ساتھ ترک مودت اُنکی لازم ہوتی لقولہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون
باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ الخ اور سوا علی ابن ابیطالب کے بالاتفاق کوئی اور معصوم نہین ہی

پس ثابت ہوا اس سے کہ وہی حضرت امام ہین اور اس سے علاوہ شیعون کو دلیل امامت علی بن ابیطالب کی
واسطے اہلسنت پر قائم کرنا کب واجب ہی کیونکہ وہ بھی تو آنحضرت کے بعد رسول خدا امام ہونے پر متفق ہین ہان
قدر فرق ہی کہ شیعہ بلا واسطے امام جانتے ہین وہ حضرات بعد چند خلفا اثبات امامت کا کرتے ہین اور دلیل
مثبت کے لیے ضرور ہی کہ قائم کرے نہ نفی کرنے والے پر پھر شاہ صاحب کو یا انکے پیش رو کو بس لا نسلم کا
کیا فائدہ ہوا چاہیے ہر واجب المودت واجب الاطاعت ہو یا نہو اور ہی طرح ہر واجب الاطاعت صاحب امامت
کبریٰ امام ہو یا نہو لیکن جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام بالضرور بالاتفاق امام ہین اور اس امامت مین تو حاجت
دلیل نہین ہی کیونکہ اتفاق اہل اسلام کا انکی امامت پر ہو چکا ہی ہان اگر خرق اجماع انکار امامت مین صاف کرین تو
البتہ لا نسلم کا انکو موقع ہاتھ آئے اور شیعون پر ادلہ قاطعہ کا اپنی قائم کرنا ضرور ہو والا جو کچھ ادلہ ہم آنحضرت کی
امامت ذکر کرتے ہین وہ تبرعاً کرتے ہین فافہم قولہ کیونکہ شیخ ابن بابویہ نے کتاب اعتقادات مین لکھا ہی
ان الامامیہ اجمعوا علی وجوب محبۃ العلویۃ الخ جواب اسکا یہ ہی کہ شاہ صاحب نے غور نہین فرمایا ہرگز شیخ ابن بابویہ کی
یہ مراد اس سے نہین ہی کہ علویہ کی محبت علی الاطلاق واجب ہی پھر کسطرح اس سے استدلال ممکن ہوگا اور مگر یہ کہ
یہ مراد شیخ نہین دلیل اسپر یہ ہی کہ بعد ذکر وجوب محبت علویہ یہ مضمون سے فرمایا ہو واعتقادنا فی المسی منہم ان لہ ضعفی
العقاب وفی المحسن منہم ضعفی الثواب الی ان قال قال الصادق من خالف دین اللہ ووالی اعداء اللہ او عادی اولیاء اللہ فالبرأۃ منہ واجبۃ کائنا من
کان من ای قبیلۃ پھر اگر مثل امام معصوم محبت علویہ کی بھی علی الاطلاق واجب ہوئی تو جو برات بمقتضائے اس حدیث کے
انسے واجب ہی کیونکہ متصور ہوتی اور پھر اسی کے اخیر مین فرمایا ہو وسئل الصادق عن قولہ تعالی ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ
وجوہہم مسودۃ الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین قال من زعم انہ امام ولیس بامام قیل وان کان علویا فاطمیا قال وان کان علویا فاطمیا و
قال الصادق لیس بینکم وبین من خالفکم الا المضمر قیل فای شئی المضمر قال الذی تسمونہ البرائۃ فمن خالفکم وتجاوز فابرأ منہ وان کان علویا فاطمیا وقال
الصادق علیہ السلام بن عبد اللہ انہ لیس علی شئی مما انتم علیہ برئ اللہ عز وجل منہ اور حقیقت یہ ہی کہ علوی اور فاطمی کے ساتھ جو مودت ومحبت کیجاتی ہی
وہ بواسطہ انکی علوی اور فاطمی ہونے کے ہی نہ شخص علوی اور فاطمی کے ساتھ پس یہ مودت بواسطہ اور
بشرط محسن ہونے کے ہی اور وہ مودت جو مسئولہ حضرات مخصوصین کے ساتھ واجب ہی وہ بسبب انکے
معصوم ہونے کے ہی اور مرتبہ علی الاطلاق مین ہی کیونکہ انسے صدور خطا جائز ہی نہین پھر اس فرد مودت پر اس
مودت کا محل کسطرح اور حکم کسطرح صحیح ہو سکتا ہی جو شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس سے لازم آتا ہی کہ سب علوی
واجب الاطاعت ہون فاین ہذا من ذلک قولہ اور بھی لازم آتا ہی کہ جناب سیدہ بھی امام ہون اور جناب امیر
زمان حیات جناب رسالتمآب مین اور حسنین زمان حیات نبی اور حیات جناب امیر مین امام ہون الخ جواب
اسکا یہ ہی کہ پہلے مطلب و مراد کلام جو شیعون کے ہی اسے سمجھے پھر ایراد فرمائے انکا مطلب یہ ہی کہ جب عصمت

سبب مودت واطاعت کے وجوب کا ہو تو جو معصوم امامت کا ادعا کرے وہ امام برحق ہو نہ یہ کہ ہر معصوم ہر وقت
مین امام ہوتا ہی جو آپ ایراد فرماتے ہین اور نہ جناب سیدہ نے امامت کا ادعا فرمایا اور نہ حسنین علیہما السلام نے
زمان حضور رسول خدا مین اور زمان جناب امیر مین لم دعاے امامت کیا باقی رہا یہ امر کہ جناب امیر و حسنین علیہما السلام
زمان حضور رسالتمآب مین امام تھے یا نہین یہ سخن دوسرا ہی اور واقع مین یہ ہی کہ کوئی زمانہ سے حجت خدا کے
خالی نہین رہ سکتا ورنہ مکلفین کی حجت تمام ہو کر ہم کیا کرتے اور کسکی طرف رجوع کرتے اور کس سے پوچھتے اسی لیے
نزول انبیا کا ہوتا رہا کہ تا زمین خالی حجت خدا سے نہ رہے اور ہمیشہ خدا کی حجت مکلفین عباد پر تمام رہے پھر جب تک
کہ خود رسول خدا تشریف رکھتے تھے اور وحی و کتاب نازل ہوتی تھی تو حاجت امام کی کیا تھی سب انہین سے
رجوع کر کے حلال و حرام کا علم حاصل کرتے تھے لیکن چونکہ آنحضرت پر ختم رسالت ہوئی اور نبی کا مبعوث ہونا موقوف
ہوا لہذا حفظ و تبیین شریعت کے لیے اُن جناب کے حق تعالیٰ نے ائمہ وآیندہ کو معین و مقرر فرمایا کہ تا ہدایت خلق
موقوف و مسدود ہونے پاے اور جو غرض بعثت تھی وہ حاصل رہے لیکن ظہور ایسکا وقتاً فوقتاً ہونا چاہیے تھا
ایک کو دوسرے کے زمانے مین اظہار و ادعاے امامت کی کیا ضرورت تھی اسی لیے بعد حیات جناب
رسالتمآب جناب امیر نے امامت کا ادعا فرمایا اور بعد انکے جناب امام حسن علیہ السلام نے اور بعد اُنکے جناب امام
حسین علیہ السلام نے اور اسی طرح اور ائمہ کرام نے گو قابلیت اس مرتبہ کی اُن بزرگوارون کے واسطے پہلے سے
حاصل تھی اور سب انہین سے ہمیشہ سے معصوم تھے اور دلالت کرتا ہی اسپر قول آنحضرت کا جو جناب امیر علیہ السلام
کی طرف اشارہ کر کے فرمایا انا وھذا حجۃ اللہ اور بہ نسبت سبطین علیہما السلام کے فرمایا ھما امامان قاما او قعدا
اور من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ پیغمبر خدا نے کیا ارادہ فرمایا تھا سوا اسکے کہ انکے امام ہونے کو ظاہر فرماوین اور اگر
واقع مین یہ نہین تو پھر اسکی تاویلین کیون فرمائی جاتی ہین اور سب سے زیادہ اسی کے معنی حقیقی پکارے جاتے ہین
بالجملہ انحضرات اربعہ سے اور انکے بعد انکی اولاد معصومین سے جسنے ادعاء امامت کا عصمت کے ساتھ کیا اور معصوم
سابق نے لاحق کے واسطے نص امامت فرمائی وہ سب امام ہین خواہ زمان حضور رسول خدا مین امام ہون یا نہون
قولہ ولیکن دوسرا پس اسلیے کہ اگر ہر واجب الاطاعت صاحب خلافت کبریٰ ہو تو لازم آے کہ ہر نبی صاحب
خلافت کبریٰ ہو اور یہ بھی باطل ہی کیونکہ شموئیل علیہ السلام نبی واجب الاطاعت تھے اور طالوت صاحب زعامت
کبریٰ تھا بنص قرآن ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا الخ پوشیدہ نہ رہے کہ یہ وہ کلام ہی جو شاہ صاحب بارہا اظہار علم کے لیے
اپنے دیتے ہین اس سے پہلے شرائط امامت مین امام کے افضل خلق ہونے مین بھی اس تقریر کو فرما چکے ہین اور ہم
بفضلہ جواب باصواب بہت بسط کے ساتھ دے آئے ہین اب یہان پر بھی کو مناظرہ مین لاے ہین لیکن خلاف
داب مناظرہ ہی کیونکہ پہلے یہ چاہیے کہ شاہ صاحب اسے ثابت فرماتے کہ شموئیل صاحب خلافت کبریٰ نہ تھے

پھر طالوت کا ملک ہونا کہتے کیونکہ یہ امر دلیل کو طلب کرتا ہی اور نبوت و امامت مین منافات نہین ہی کہ نبی ہوتے پھر امام نہو سکین اور جب اجتماع دونون رتبون کا جائز ہی تو اب ضرور ہی کہ اسے ثابت کرین کہ فقط نبی تھے اور برتقدیر تسلیم یہ کہان سے پیدا ہوا کہ مخصص و مخرج عموم سے نہین متحقق ہوا بالجملہ تھوڑا سا حال طالوت اور نص قرآنی کا جسکا ادعا شاہ صاحب نے فرمایا خدمت سامعین مین عرض کیا جاتا ہی یہ نص قرآنی ہی کہ حق تعالی فرماتا ہی الم تر الی الملأ من بنی اسرائیل اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل الله یعنی آیا نہین دیکھتا تو طرف حال بزرگان بنی اسرائیل کے جبکہ کہا انھون نے اپنے پیغمبر سے کہ بھیج ہمارے واسطے ایک امیر کہ ہم بھی مقاتلہ کرین راہ خدا مین فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین خود کہا ہی کہ نبی یوشع یا شمعون یا شموئیل علیہم السلام تھے کہ بنی اسرائیل نے اُنسے کہا تھا اقم لنا امیرا ننهض معه للقتال ندبرامره ونصدر فیه عن رایه اور تفسیر صافی مین مجمع اور عیاشی سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہی فرمایا آنحضرت نے کہ کان الملک فی ذلک الزمان هو الذی یسیر بالجنود والنبی یقیم له امره وینبئه بالخبر من عند ربه یعنی ملک اُس زمانے مین وہ شخص ہوتا تھا جو لشکر کو لیکر چلے اور پیغمبر اُسے مقرر کرتے تھے اور جو کچھ خدا کی طرف سے حکم آتا تھا وہ اُسے فرماتے تھے کہ تعمیل کرے اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ طالوت خود ملک بلکہ امیر تھا خلیفہ نہ تھا اور سردار و امیر لشکر کو ملک کہتے تھے جیسے اب بھی امرا فوج سلطنت روم مین بلفظ پاشا ملقب ہوتے ہین اور اسی لیے اُنکے نبی نے اُنسے فرمایا تھا کہ ان الله قد بعث لکم طالوت ملکا یہ مقولہ نبی کی حکایت ہی پھر جب یہ معلوم ہوا تو امیر لشکر کو جو نبی کی طرف سے مقرر ہو گو بذریعہ وحی الہی ہو خلیفہ رسول کا مصداق قرار دینا بدون اثبات کیونکر ہو سکتا ہی کجا امام و خلیفہ جو رئیس عام ہی اور کجا امیر و سرگروہ لشکر جو پیغمبر و امام کے تابع ہوتے ہین اور طرفہ مضمون یہ ہی کہ خود بھی شاہ صاحب نے خلیفہ و ملک کے معنی مین تفرقہ کیا ہی اور اسی کے موافق معنی خبر مین جو اہلسنت کے یہان وارد ہی الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم ملک عضوض کیا ہی کہ کبھی امامت بمعنی بادشاہی و ریاست کے بھی بولی جاتی ہی کیونکہ بادشاہ اگرچہ خوش سیرت نہو لیکن بعض امور دین مین مثل جہاد کے اور غنائم کی تقسیم کے اور جمعہ اور اعیاد کے برپا کرنے مین وہ پیشوائی رکھتا ہی اور جبکہ دین مین جمیع امور مین پیشوائی ہو تو خلافت حقہ بھی ہی جو پانچ شخصون مین منحصر ہی اور زمین مین تصرف باوصف استحقاق کے اور شوکت و غلبہ کو بھی خلافت مین اہلسنت کے نزدیک شرط جانا ہی الخ پھر اب لائق غور ہی کہ ہرگاہ طالوت موافق نص قرآن کے ملک ہو تو کیا لازم ہی کہ خلیفہ بھی ہو خصوصًا جبکہ جمیع امور دین مین اُسکے لیے پیشوائی حاصل نہو بلکہ شریعت کے امور متعلق شموئیل یا دوسرے پیغمبر کے ساتھ ہو اور تاریخ حبیب السیر مین صاف موجود ہی کہ جب شموئیل کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو مشرف برسالت ہوے اور بنی اسرائیل بڑی خوشی سے اُنکے ساتھ ایمان لاے اور حضرت موسی کی شریعت کے احکام اُنسے سیکھنے لگے اور شموئیل سے درخواست کی کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ معین فرمائیے تا اُسکے ساتھ جباران شام اور کافران خون آشام سے جہاد و قتال کرین اور شموئیل نے بموجب

وحی کے طالوت کو سلطنت کے ساتھ موسوم کیا اور طالوت جالوت کے مقابلہ پر کہ وہ اُن دنون مین اہل طفیلان کا
حاکم تھا گیا اور جالوت کو حضرت داؤد کے پتھر سے مارا اور مظفر و منصور ہو کر مراجعت کی انتہی ترجمہ کلامہ
پھر اب اس سے صاف ظاہر ہو کہ منصب خلافت الٰہیہ اور حفظ قوانین شریعت موسویہ مفوض شموئیل کو تھی
نہ طالوت کو طالوت محض امیر لشکر تھا اور ایسا جناب رسالتمآب کے زمانے مین بھی اکثر ہوتا تھا کہ منصب
امارت لشکر کا عمرو عاص اور خالد بن ولید وغیرہ کو بھی سپرد ہوتا تھا منتہی یہ ہو کہ زمان جناب رسول خدا مین
ایسے امر بہت سے تھے اور فوج اسلام زیادہ تھی اور اسوقت فقط ایک طالوت ہی امیر فوج تھا اور اگر اس جہت سے
شاہ صاحب کو طالوت کی خلافت کا یقین ہو کہ خدا کی طرف سے اسکی بادشاہی ثابت ہو تو استخلاف اسکا بھی زمین مین
من اللہ ہوگا اور خلافت اسکی خلافت حق ہوگی تو یہ بھی کوئی دلیل محکم نہین ہو کیونکہ مطلقاً استخلاف فی الارض خلافت
حقہ نہین ہو کیونکہ بہت سے ظالم اور جابر اور فراعنہ ملک و ملت پر مسلط ہو چکے ہین کہ حق تعالیٰ نے بحسب مصالح
و آزمائش کے انکے اور انکے مطلوب مین جو ریاست و سیاست ہو تخلیہ فرمایا ہو اور انھین اسطرح مانع نہین ہوا کہ
انکا معارض بھیجتا جو اُس سے لڑتا اور دفع کرتا جیسا کہ بخت نصر کے معرکہ مین حضرت ارمیاہ سے فرمایا تھا کہ آ
مین بدترین بندے کو اپنے اُنپر مسلط کرونگا اور انھین ذلیل کرونگا اور انمین فتنہ برپا ہوگا پھر اس تسلیط مجازی سے
استخلاف شرعی نہین لازم آسکتا و الا چاہیے کہ بخت نصر اور اور ظلمہ اور کفار بھی خلیفہ ہون اور بادشاہ بنانا اور
بادشاہت کا لے لینا یہ کار خاص خدا کا ہو جیسا کہ دلالت کرتا ہی اُسپر قل اللهم مالك الملك توتي الملك من تشاء وتنزع
الملك ممن تشاء اور ظاہر ہی کہ سب سلاطین و ملوک خلیفہ بحق نہین ہو سکتے پھر کسطرح طالوت کو صاحب نے امامت
کبریٰ کا گمر دانتے ہین علاوہ اسکے دعوی اجماع حضرات اہلسنت کا طالوت کے معصوم نہونے کا بھی محل منع مین ہو
کیونکہ جب انکے امام فخر رازی تفسیر کبیر مین یہ فرما گئے کہ ومن الناس من قال كان طالوت نبيا لان الله اظهر المعجزة على يده وكل من
كان كذلك كان نبيا ولا يقال ان هذا كان من باب كرامة الاولياء لان الفرق بين الكرامة والمعجزة ان الكرامة لا تكون على سبيل التحدي و
هذا كان على سبيل التحدي فوجب ان لا يكون من جنس الكرامات انتهى اور جب طالوت نبی ہونگے تو معصوم بھی ہونگے اور اب یہ اجماع
کسطرح صحیح ہو گا فتدبر اور زیادہ تفصیل اسکے جواب مین شرائط امامت مین مذکور ہو چکی ہو من شاء فليرجع اليه
قولہ اور دوسرا جواب یہ ہو کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ وجوب محبت منحصر انھین چار مین ہو الخ سبحان اللہ یہ معلوم
نہین کسکا جواب ہو اور یہ کسنے ادعا کیا ہو کہ مطلق وجوب محبت منحصر چار مین ہو بلکہ ہم کہتے ہین کہ جملہ دوستان خدا
محبت رکھنا اور دشمنان خدا سے دشمنی رکھنا عبادت ہو کلام اس مودت مسئولہ مین جو اجر رسالت سے تھا
اور ظاہر ہی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے بعد استفسار و سوال کرنے اصحاب کے جو قربیٰ کی تفسیر مین
فرمایا وہ یہ ہی کہ اس مودت کو منحصر انھین چار بزرگوارون مین فرمایا اور کسی کا نام نہین ارشاد کیا اور اسے سمجھنے

موافق نصوص صحیحہ متفق علیہا اور تصریحات علمائے حضرات اہلسنت کے ثابت کر دیا کہ یہ وجوب مودت قربی بقول نبی منحصر چار بزرگواروں میں ہی پھر اسکے بعد اختیار ہی چاہے قول نبی پر اعتماد کریں تو بجز تسلیم کے چارہ نہیں اور اگر قول نبی کو رد کریں تو عدم تسلیم کا بھی اختیار ہی اور اسکا علاج موقوف بروقت موعود ہی باقی جو شاہ صاحب نے حافظ ابوطاہر سلفی کی روایت یا اور بعض اخبار مختصہ اپنے درباره وجوب مودت اصحاب نقل فرمائے ہیں اُنکا حال یہ ہے کہ اگر اُس سے رواۃ وضاع نے بھی حضرات اہلسنت کے وضع نہ فرمایا ہو جب بھی وہ معارض اُن روایات سے ہونگے جو بیان مثالب میں وارد ہیں اور دلالت اِسپر کرتے ہیں کہ معادات اصحاب ثلثہ واجب ہی اور پھر اسکے ساتھ غیر متفق علیہ معرض اعتبار سے ساقط ہی اور لائق احتجاج نہیں اور غالب یہ ہی کہ اصحاب ثلثہ کی مودت تو حضرات اہلسنت کے بھی نزدیک علی الاطلاق واجب نہو گی پس بالضرور عموم اُسکا مخصص ہوگا بالاجماع اور جب علی الاطلاق یہ وجوب مودت مراد نہوا تو قابل لحاظ و اعتماد کے نہیں ہوسکتا اور ہم اسلیے کہتے ہیں کہ اگر خلفائے ثلثہ حضرات اہلسنت کے مودت علی الاطلاق واجب ہوتے تو جو کچھ کہ تخالف و تشاجر اصحاب میں ہوا یہ کیونکر ہوتا اور کسطرح سعد بن عبادہ بیعت نہ کرتے اور کیونکر چھ مہینے تک پہلے صاحب کی بیعت کرنے سے بنی ہاشم انکار کرتے اور کسطرح ہوسکتا تھا کہ وجوب مودت علی الاطلاق کے ساتھ ام المؤمنین جناب عائشہ صدیقہ خلیفہ ثالث کے حق میں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا فرماتیں اور پھر اسپر بھی اکتفا نہ فرمایا بلکہ پھر کہا کاشہد ان عثمان جیفۃ علی الصراط غدا پھر جسکے جیفہ ہونے کی صراط پر ام المؤمنین گواہی دیں وہ کیونکر واجب المودت ہوسکتا ہی خصوصاً اس کلام میں تو بعض کو یہ گمان ہی کہ یہ حدیث ام المؤمنین نے نقل فرمائی ہی اور کسطرح ہوسکتا ہی کہ وجوب مودت مطلقہ کے ساتھ جناب خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت عبدالرحمن پسر خلیفہ اول کو کہتے کہ دُوَیْبَۃ سوء لھو خیر من ابیہ یہ اعتقاد واجب المودت کے ساتھ اور ایسا لفظ اُسکی نسبت کہنا یقینی خلاف مودت ہی اور روایت شاہ صاحب نے جو بحق خلیفہ ثالث نقل کی ہی کہ پیغمبر خدا نے نماز جنازہ نہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ عثمان سے عداوت رکھتا تھا اُس سے خدا بھی اُسکے ساتھ عداوت رکھتا ہی یہ قول اگر حق ہوتا اور یہ مودت واجب ہوتی تو اعیان صحابہ اور جمہور تابعین نے جناب عثمان بن عفان کو جو محصور کیا اور کسی نے اس سے انکار نہ کیا اور بزرگ نہ جانا اور اُسکی دفع میں کوشش نہ کی بلکہ انکار و زجر کرتے تھے بہ نسبت اُسکے جو اسے جائز نہ رکھتا تھا یہ کسطرح ہوتا آیا یہ سب صحابہ و تابعین جو اِس جلسہ قتل عثمان میں تھے یہ اِس خبر سے نہ آگاہ تھے اور اِس وجوب مودت سے مطلع نہ تھے اگر کہو کہ ہاں تو عقل قبول نہیں کرتی کہ حاضرین خدمت رسول خدا کو اُسکا علم نہ تھا اور متاخرین اہل اسلام نے علم اُس حدیث کا حاصل کیا اور اگر کہیں کہ باوجود علم وجوب مودت صحابہ نے محصور کیا تھا تو خاطی ہونا اصحاب کا یقینی ثابت ہوتا ہی اور پھر جو اُس سے خرابی لازم آتی ہی وہ ظاہر ہی اور اگر یہ مودت واجب ہوتی تو عبدالرحمن بن عوف بہ نسبت خلیفہ ثالث کے یہ کسطرح کلمات نفرین کہتے کہ اللھم ان عثمان قد ابی ان یقیم

کذا بدعنا فعل بہ ملفظ اور اگر یہ مودت علی الاطلاق واجب ہوتی تو جب خلیفہ اول نے نص وتعیین خلافت عمر کی خلیفہ ثانی کے لیے مرض الموت میں فرمائی تو طلحہ نے کہا کہ کیا جواب خدا کو دیگا جبکہ وہ پوچھیگا کہ کیوں بندوں پر فظ غلیظ کو والی کیا ایسا لفظ واجب المودت کی نسبت کہنا کسطرح جائز ہوا بالجملہ جس مودت کو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ موافق انکی روایات خاصہ کے واجب ہے اسکا حال وہ ہے جو سنا گیا کہ اسپر اصحاب رسول کا عمل نہ تھا اور انکے افعال واقوال سے اس مودت کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا اور وہ متفق علیہ بھی نہیں ہیں پھر شیعوں پر اس سے احتجاج نہیں ہوسکتی اور زیادہ دلائق تعجب یہ ہے کہ روایت جو حافظ سے نقل کی ہے اسکی روسے محبت جناب امیر کی مثل صوم وصلوٰۃ کے واجب ہے پھر اس صورت میں جو ام المومنین جناب عائشہ اور خال المومنین جناب معاویہ سے محاربات خلیفہ زمان سے واقع ہوئی اس سے محبت کی منافی جانتے ہیں یا نہیں برتقدیر اول چاہیے کہ وہ دونوں بزرگوار ہالک ہوں اور برتقدیر ثانی مذاہب کے خلاف قول ہوا اور اگر یہ منافی محبت نہو تو شیعوں کو بھی خلفاے ثلثہ کا دوست کیوں نہیں سمجھتے انکا ایک یہی قصور ہے کہ تبرا اور بیزاری دشمنان اہلبیت سے کرتے ہیں پھر جب حرب وپیکار منافی مودت نہیں تو یہ کیا اس سے بھی زیادہ ہے اور برتقدیر تسلیم قول شاہ صاحب اس محبت کا قیاس کرنا اس محبت پر جو اجر رسالت لشہادت وارشاد حق اور عالم ہے نہایت انصاف سے بعید ہے قدبر قوا لیکن چونکہ شیعوں کو اس مقام پر الزام دینا اہلسنت کا منظور ہے تو بدون ملاحظہ انکی جمیع روایات کے مقصود حاصل نہیں ہوتا اور ایک روایت سے اہلسنت الزام نہیں کھاتے فقط جواب اسکا یہ ہے کہ شیعہ خوب آپ کی روایات اور روات کے حال کو دیکھ چکے ہیں اور وہ ایک روایت سے الزام نہیں دیتے بلکہ آیات کتاب خدا اور اخبار کثیرہ سے جو متواتر بالمعنی یا باللفظ بحسب مقامات ہیں کہ بعض انسے پہلے تفسیر آیہ میں مذکور ہوئیں الزام دیتے ہیں اور یہ بات اپنے مقام پر مقرر ہے کہ اقرار العقلاء علی انفسہم مقبول دون اقرارھم لغیرھم لیکن جس روایت کی آپ تضعیف کرتے ہیں وہ ایک ایسی روایت ہے جسے آپ کے علما نے قبول ونقل کیا ہے اور لائق احتجاج بمقابل مذہب آپ کے اقرار سے جانا ہے اور بڑے تعجب کی بات ہے اگر حضرات اہلسنت بھی روایت کو ایک روایت کے بہتر ہونے سے لائق اعتماد نہ جانیں اور اس روایت کی تضعیف کریں کیونکہ لانورث ولانورث ماترکناہ صدقہ بھی تو ایک ہی روایت اور ایک ہی اسکا راوی تھا وہ کیسی لائق اعتماد سمجھی جاتی ہے کہ عموم حکم آیات محکمہ ونظائر مندرجہ کتاب اللہ اور سنت رسول کا جو درباب میراث ہے اسکے آگے لائق لحاظ نہوا نہوتا ہے اور جب ایسے امر عظیم میں ایک روایت مقبول ہوئی اور بمقابل اسکے تصریحات ومحکمات قرآنیہ مضمحل اور معطل ہوئے اور وہ قابل جانہ سمجھا گیا تو اگر یہاں بھی اس روایت سے تنہا ہی ہمیں حضرات اہلسنت کو انکے طریقے اور عمل درآمد کے موافق الزام دیتے یا دیں تو وجہ قبول کرنے کی انکے کیا ہے ایک بام دو ہوا نہیں رکھتا جو ایک جگہ تو ایک روایت کو مان لیں اور دوسرے مقام پر ایک روایت مقبول نہ

حالانکہ وہ مختص ہی اور یہ متفق علیہ اہل اسلام ہی مگر شاہ صاحب اسلیے کہ اس روایت سے ذوالقربیٰ کو میراث سے محروم رہنا اور اُنکا محتاج وضعیف ہونا لازم آتا تھا اسلیے اُسے قبول کیا اور اس روایت سے اُنکی فضیلت اور اُنکا وجوب المودت ہونا ثابت ہوتا تھا جس سے الزام ترک مودت اصل پر عود کرتا تھا اسلیے مدعیان مودت لسانی ہیں ایک روایت کے ہونے سے قابل قبول نہین جانتے فافہم قولہ اگر شیعہ اہلسنت کو تنگ کرین تو کتاب اللہ اور قول عترت سے وجوب محبت خلفاے ثلثہ کے اہلسنت ثابت کرسکتے ہین قولہ تعالیٰ یحبہم ویحبونہ الخ اور جواب اسکا یہ ہی کہ شیعہ تنگ نہین کرتے تم چاہتے ہو کہ ناحق کو لباس حق پہنا ؤ وہ بن نہین پڑتا اس سے تنگ ہوتے ہو اور شیعہ یہ چاہتے ہین کہ خدا جملہ اہل اسلام کو انشراح صدر اسلام کے لیے عطا فرماے اِسی لیے بار بار بیدار کر دیتے ہین و الا وہ خوب حقیقت امر کو سمجھے ہوے ہین محتاج آپ کے اخبار و روایات کے نہین ہین اور کیا آیات سے ثابت کرینگے سب استدلال سُنے اور دیکھے ہوے ہین اور شیعہ سب کا جواب دے چکے ہین اور اقوال عترت کا حال اہلسنت کیا جانین اہل البیت ابصر بما فی البیت حاشا کوئی آیت قرآن مین ایسی نہین ہی جس سے خلفاے ثلثہ کی مودت کا وجوب مثل وجوب مودت ذوی القربیٰ ثابت ہو سکے اور جو استدلال آیہ یحبہم ویحبونہ کے عموم کے ساتھ کرتے ہین اُسکا جواب بھی ہم تفصیل دیتے ہین انشاء اللہ تعالیٰ جس سے حقیقت امر واضح ہو جاے بحمد اللہ بالجملہ وجوب مودت ذوالقربیٰ کو ہم ثابت کر چکے اب ہم آیہ یحبہم ویحبونہ کی مراد کو بیان کرتے ہین جس سے شاہ صاحب کے اس استدلال کا اور جو استدلال پہلے اثبات خلافت جناب خلیفہ اول کے لیے آپ نے فرمائی ہی اُسکا بھی جواب واضح ہو جائیگا جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے سورہ مائدہ مین فرمایا ہی یا ایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم ظاہر معنی اسکے یہ ہین کہ اے وہ گروہ جو ایمان لاے ہین جو تم مین سے پھر جائیگا اپنے دین سے یعنی بعد اظہار ایمان کفر اختیار کریگا تو کچھ ضرر دین خدا مین نہ آئیگا اور خدا اپنے دین کو خالی نہ کر دیگا ایسے اشخاص سے جو دین کی حمایت کرین پس عنقریب ہی کہ خدا ایسی قوم کو لائیگا اور پیدا کریگا جو دوست رکھین خدا کو اور خدا انھین دوست رکھے جن حالون کے وہ رحیم دل ہونگے مومنین پر اور غلاظ وشداد ہونگے کافرین پر جیسا کہ اسکی تفسیر مین ابن عباس سے مروی ہی تراہم للمومنین کالولد لوالدہ وکالعبد لسیدہ وہم فی الغلظۃ علی الکافرین کالسبع علی فریستہ اور وہ قوم کیسی ہوگی کہ جہاد کرنے والے ہونگے راہ خدا مین اور جہاد وطاعت مین خدا کی خوف نہ کرینگے ملامت کرنیکا ملامت کرنے والون کی اور یہ خدا کا فضل ہی بہ نسبت اس دین حق کے عطا فرماتا ہی اُس فضل کو جسے چاہتا ہی اور حق تعالیٰ بہت صاحب وسع وقدرت ہی اور دانا وآگاہ ہی حال عباد سے اور ظاہر اس آیہ کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ چونکہ صدر اسلام مین تو مسلمین اور منافقین سے اندیشہ اکثر رہا کرتا تھا کہ پھر کفر ظاہر مین نہ اختیار کرلین اور اسی لیے اکثر تالیف قلوب منظور رہتی تھی جیسا کہ امیر المومنین جناب

عائشہ سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر تیری قوم سے اندیشہ ہوتا کہ ترک اسلام کرینگے تو خانہ کعبہ کو بنیان
بر بنائے ابراہیم علیہ السلام بنا دیتا اور انھین اشخاص کی وجہ سے تبلیغ بلغ ما انزل مین تامل فرماتے تھے یہانتک کہ جب
تاکید اور وعدۂ عصمت خدا کی طرف سے ہوا اسوقت غدیر خم مین اسکے اعلان کی نوبت آئی پھر جب خود جناب رسالتمآب
کو اسکا اندیشہ و خیال رہتا تھا تو ممکن ہی کہ بعض صحابہ کو بھی یہ خیال آیا ہو کہ اگر مسلمان اسوقت ارتداد اختیار کر لین تو کیا
ہوگا اور پھر کون جہاد کریگا اور کسطرح اسلام کو رونق و استقرار ہوگا یا جو بانفس ہونگے انھون نے عجب کی راہ سے
کہا ہو کہ ہمارے باعث سے رونق اسلام ہی اگر ہم ابھی ارتداد اختیار کر لین تو پھر کسطرح یہ شوکت اسلام باقی رہے
تو اس شبہ یا عجب کے رفع کرنے کو یہ آیہ نازل ہوا ہو کہ اگر ایسا ہوگا کہ تم سے مسلمان مرتد ہو جائین تو خدا ایسی
قوم کو لائیگا جو تمسے بہتر ہونگے کہ وہ سب مطیع و دوست خدا و رسول کے ہونگے اور خدا و رسول انھین دوست رکھینگے
اور وہ ایسے ہونگے کہ مومنین کے حال پر مہربان ہونگے اور کفار پر غلاظ و شداد ہونگے اور خدا کی راہ مین جہاد
کرنے والے ہونگے اور انھین بمقابل اطاعت حکم خدا و رسول کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے کچھ خوف
نہوگا اور ظاہر عنوان اسکا ویسا ہی جیسا کہ فرمایا ہی یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید ان یشاء یذہبکم و یات
بخلق جدید و ما ذلک علی اللہ بعزیز بالجملہ آیہ مین رفع شبہ و عجب قوم حاضرین کا اور بیان صفات حمیدہ کا اس قوم کی ہی جو
وقت نزول آیہ موجود نہ تھے اور آیندہ انکے لانے کا بشرط مومنین کے مرتد ہو جانے کے اسمین وعدہ فرمایا ہی اور اس سے
ظاہر ہی کہ سب قوم حاضرین مین یہ صفات نہ تھے و الا قوم آیندہ جو ممدوح آیہ مین ہی اس سے انپر ترجیح نہوتی اور طرز
بیان کا مقتضا یہ ہی کہ قوم آیندہ ان سے افضل ہو اور جو قوم کا لفظ آیہ مین ہی اس سے قوم صحابہ حاضرین مراد نہین ہین جیسا
کہ اسکا اعتراف مفسرین نے بھی کیا ہی اور امام حضرات اہلسنت نے اسکی تصریح کی ہی اور لفظ سوف جو استقبال کے لیے
استعمال مین مختص ہی اسپر دلالت کرتا ہی اور حقیقت مین یہ آیہ عام ہی مورد خاص اسکا آیہ مین مذکور نہین مگر مفسرین کو
اسمین اختلاف ہی کہ موصوف ان اوصاف سے کون ہی علمائے حضرات اہلسنت نے جو اس اختلاف اقوال کو پایا اور
ساتھ اسکے یہ دیکھا کہ علمائے امامیہ زیادہ توجہ اس آیہ سے استدلال کی طرف نہین کرتے تو غنیمت جان کر بنا بر اپنی
بعض روایات مخترعہ کے اسمین بہت دست و پا مارے یہانتک کہ بتائید اپنی ادلہ عقلیہ و نقلیہ کے اس آیہ کو
مخصوص ساتھ فضیلت خلفائے ثلثہ کے گردانا اور اس سے شیعون پر حجت لانے لگے اور یہ نہ سمجھے کہ شیعہ سب
کچھ جانتے ہین لیکن دو وجہین کم توجہی کی انکی تھین ایک یہ کہ وہ اثبات فضیلت اہلبیت علیہم السلام مین بے نیاز
ہین کتاب و سنت دونون اس سے مملو ہین کس کس کو محل استدلال مین ذکر کرین دوسرے وہ متفق علیہا بین الفریقین
سے استدلال و احتجاج کرتے ہین اور جسمین اختلاف ظاہری پاتے ہین اس سے جو موافق اقوال صادقین علیہم السلام
ہو اسپر اعتماد کرتے ہین اور لائق اعتماد جانتے ہین اگرچہ اسے بمقابل خصم لائق احتجاج نہ جانین اسی طرح اس آیہ کو بھی موافق

روایات معصومین علیہم السلام کے جناب امیر کی شان مین جانتے تھے کہ نازل ہوئی ہی لیکن چونکہ ظاہر آیہ کا عام ہی
اور روایات شان نزول آیہ کے اور مضمون سے بھی وارد تھے اسلیے مناسب نہ سمجھے کہ اُسے خصوص مین محصور کرین لیکن
جب دیکھا کہ اہلسنت اس باریکی کو تو پہونچتے نہین بلکہ اپنی حق پوشی سے جو عادت قدیمہ انکی ہی بہرہ گرا سے اثبات
باطل اور ابطال حق مین صرف کرتے ہین تو ضرور ہوا کہ اب اظہار حق کیا جاے اسی لیے جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے
اُسے بمحل اثبات امامت وخلافت وفضیلت جناب وصی برحق ذکر فرمایا اور مدار شیعون کے استدلال واحتجاج کا اس
آیہ سے ان اخبار واحادیث پر ہی جسے علماے فریقین نے اپنی تفسیر واحادیث کی کتابون مین نقل کیا ہی اور اسی
طرح موید ہین انکی وہ احادیث واخبار صحیحہ جن کو فریقین نے قبول اور نقل کیا ہی اور اُنسے تائید قول علماے امامیہ کی
حاصل ہوتی ہی چنانچہ بعض اُنمین سے اب مذکور ہوتی ہین اور بعض اثناے بیان اختلاف وکلام علما مین مذکور ہونگی انشاء اللہ
تعالی واضح ہو کہ پہلی حدیث موافق طرق حضرات اہلسنت وہ ہی جسے ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ذیل تفسیر کریمہ فسوف یاتی
اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ مین کہا ہی ہو علی بن ابی طالب اور دوسرے یہ کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی حدثنا عبد اللہ بن
حامد بن محمد اخبرنا احمد بن محمد بن الحسن حدثنا محمد بن یحیی حدثنا محمد بن شبیب حدثنا ابی عن یونس عن ابن شہاب عن ابن المسیب عن ابی ہریرۃ انہ
کان یحدث ان رسول اللہ قال یرد علی یوم القیمۃ رھط من اصحابی فیحلون عن الحوض فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا علم لک بما احدثوا انہم ارتدوا علی ادبارہم القہقری
اور موافق طرق امامیہ وہ حدیث ہی جسے مولانا طبرسی نے مجمع البیان مین اس آیہ کی تفسیر مین ذکر اختلاف کے بعد
نقل کیا ہی اور عبارت انکی یہ ہی قیل ہم امیر المومنین علی واصحابہ حین قاتل من قاتلہ من الناکثین والقاسطین والمارقین وبہ نسبت اسکی سند کے
یہ کہا ہی شیعون نے وروی ذلک عن عمار وحذیفہ وابن عباس اور کہا ہی وھو المروی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ انہ قال یوم البصرۃ واللہ ما
قوتل اہل ہذہ الایۃ حتی الیوم وتلا ہذہ الایۃ اور محمد ابن الحسن شیبانی نے اپنی تفسیر نہج البیان مین اس آیہ کے معنی مین لکھا ہی المروی عن ابی جعفر
والصادق ان ہذہ الایۃ نزلت فی علی اور علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر مین اس آیہ کے معنی مین کہا ہی قال مخاطبۃ لاصحاب رسول
اللہ الذین غصبوا آل محمد حقہم وارتدوا عن دین اللہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ نزلت فی علی بالجملہ جب محدثین نے یہ مضمون نقل کیا
اور شیعون نے اُسے صادقین علیہم السلام سے سنا اور موافق اخبار حضرات اہلسنت کے بھی دیکھا اور موئدات بھی
اُسکے بہت کچھ اخبار متفق علیہا پاے تو اُسے لائق اعتماد جانا اور قابل احتجاج کے سمجھا اور اس سے اعتقاد کیا اور اس سے
استدلال کی اور یہ بات ایسی ہی کہ تھوڑے سے غور کرنے سے حقیقت اسکی منصف پر بخوبی واضح ہو جاتی ہی اور اسکی وجہ
یہ ہی کہ جو اختلاف بہ نسبت اس آیہ کے شان نزول کے مفسرین مین ہوا ہی جب اسکی طرف غور کیا جاتا ہی تو یہ ثابت ہوتا ہی
کہ مراد اس سے جناب امیر علیہ السلام ہین کیونکہ فاضل روزبہان نے جو جواب علامہ حلی علیہ الرحمہ مین کہا ہی اسکا
حاصل یہ ہی کہ مفسرین اسطرف گئے ہین کہ یہ آیہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا ہی اور کہا گیا ہی کہ جب یہ آیہ نازل ہوا اور
پیغمبر خدا نے اس قوم کو پوچھا تو آنحضرت نے پشت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ ھو وقومہ اور ظاہر یہ ہی کہ

یہ آیہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا ہو اور ظاہر یہ ہو کہ وہ آیہ حق مین اُس قوم کے نازل ہوا ہو جو ہنوز ایمان نہین لائی تھی واسطے دلالت کرنے سوف یاتی اللہ کے جو استقبال کے لیے ہو اسی معنی پر اور علی تو اول اسلام سے مومن تھے پھر کیونکر انکی شان مین یہ صحیح ہو فقط اور تفصیل اِس کی یہ ہو کہ امام حضرات اہلسنت فخرالدین رازی اور قاضی بیضاوی اسطرف گئے ہین کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے ابو موسیٰ اشعری کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ قوم اسکی قوم ہین اور یہ بھی محل بحث ہو کیونکہ اگر اہل یمن سے مراد یہ ہو کہ بلاد یمن کی طرف منتسب ہو اگرچہ وہ اشعری نہون جیسا کہ طائفہ ہمدان کا حال ہو تو انھون نے بھی جہاد نہین کیا مگر علی ابن ابیطالبؑ کے ساتھ اُن حضرت کی لڑائیون مین جیسا کہ سیر و اخبار کی کتابین اِس مضمون سے مشحون ہین اور اگر مراد اُس سے قوم اشعری ہو جیسا کہ سیاق روایت کا مقتضی اِس سے ہو جب بھی اُن مین سے کسی نے خلیفہ اول کے زمانے مین اہل ردہ سے مقاتلہ نہین کیا مگر یہ کہ بعض کا اُس قوم سے مقاتلہ کرنا مراد لین جیسا کہ جنگ صفین مین ابو موسیٰ ظاہر مین جناب امیر علیہ السلام کے ہمراہ قاسطین مارقین کے مقاتلہ مین تھا اور اِس حالت مین مآل اِس روایت کا اُس روایت کے ساتھ جو متضمن اِس سے ہو کہ آیہ علی ابن ابیطالبؑ کی شان مین نازل ہوا ایک ہوگا اور لیکن موافق اُس روایت کے جو فاضل روزبہان نے مفسرین سے لیا ہے کہ وہ صاحب کشاف اور بیضاوی ہین نقل کی ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مراد اِس قوم سے جو اِس آیہ مین ممدوح ہین سلمان و اُنکی قوم ہو تو اُسمین یہ بات ہو کہ لفظ قوم سے مراد اصحاب سلمان ہین اور وہ یقینی امیر المومنینؑ اور جملہ اہلبیت ہین کیونکہ سلمان انھین سے ہین موافق ارشاد جناب رسالتمآبؐ کے جو فرمایا ہو سلمان منا اهل البیت اور بھی بخوبی معلوم ہو کہ خود سلمانؓ کسی محاربہ مین اہل ردہ کے نہین شریک ہوے اور اسی طرح اُنکے سوا جو اور اہل فرس سے تھے وہ بھی خلیفہ اول کے زمانے مین جہاد اہل ردہ مین نہین لڑے اور یہ جواب اِسکا ہو کہ اگر کوئی لفظ قوم سے مراد اِس قوم سلمان کو لے جو اہل فرس تھے اور جب یہ ہوا تو پھر اب متعین یہی ہوگا کہ حمل کرین لفظ قوم کو اُسی معنی پر جو پیشتر مذکور ہو چکے اور اب مآل اِس روایت کا بھی اُس روایت کے ساتھ جسے ثعلبی اور امامیہ نے نقل کیا ہو کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالبؑ کے حق مین نازل ہو جو اُن حضرت نے ناکثین قاسطین و مارقین کے ساتھ جہاد فرمایا ایک ہوگا اور اگر کوئی کہے کہ سلمان اُس زمانے تک کب زندہ رہے جب اِن فرق ثلثہ کے ساتھ لڑائیان واقع ہوئین نہ اُنسے جہاد کیا تو اُسکا جواب یہ ہو کہ جماعت کی طرف فعل کی نسبت کے صحیح ہونے کو یہ کافی ہو کہ اُنکے اکثر سے وہ فعل صادر ہوا ہو خصوصًا جب یہ مروی ہو چکا کہ سلمان مداین مین جاکر رہے تھے اور وہان بنی کندہ کی قوم سے شادی کی تھی اور اُنسے اولاد ہوئی تھی اور وہ اولاد اُنکی بعض لڑائیون مین جناب امیر علیہ السلام کی خدمت مین حاضر تھی پھر جبکہ جناب رسول خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ بیٹون سے اچھے کام جو ہوتے ہین وہ حسن طینت سے باپ کے ہوتے ہین اسلیے سلمان کے بیٹون کے افعال کو

انکے باپ کی طرف منسوب فرمایا ہو تو کوئی استحالہ عقلی نہین ہی اور یہ یقینی ہی کہ بہ سبب کمال علم و ایمان کے سلمان اہلبیت علیہم السلام مین محسوب ہین اور اسی لیے جناب رسالتماب نے فرمایا کہ لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال من فارس اور اس سے اشارہ سلمان فارسی کی طرف فرمایا اور جب یہ متحقق ہو چکا تو دونو سے مراد پھر وہی اہلبیت علیہم السلام ہونگے اور جو روایت کہ امام حضرات اہلسنت نے اور فاضل بیضاوی نے نقل کی ہی کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت رسول نے ابو موسیٰ اشعری کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد کیا کہ ہم قوم ہذا ہمین بھی کیا خوب لطیفہ ہی کہ حضرت نے قوم ابو موسیٰ کو فرمایا اور ابو موسیٰ کو انکے حکم سے خارج فرمایا بسبب اسکے کہ وہ حضرت جانتے تھے کہ انجام کار ابو موسیٰ کا برا ہو گا اور وہ علی ابن ابیطالب سے انحراف کریگا لیکن اسکی جماعت اہل یمن سے کہ جو اشراف و افراد یمن سے تھے کہ ایک ایک انمین سے ہزار ہزار قبیلہ کے برابر شمار مین تھا وہ سب شیعہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے تھے کہ منجملہ انکے سب طائفہ ہمدان کا تھا اور اویس قرنی تھے جو واقعہ صفین مین شہید ہوے اور سلمان کے حق مین فرمایا ہذا و ذووہ پس اسمین قوم سلمان کو اس حکم مین تابع سلمان فرمایا اور قوم سلمان کو بلفظ ذو تعبیر فرمایا کہ وہ اشارہ اسکا ہی کہ متصف ہو اس صفت سے کہ جو سلمان کے لیے حاصل ہو معرفت ولایت سے اور متابعت سے انکی جنکی متابعت واجب ہی وہ اس حکم مین داخل ہو گا اور اگر یہ نہو تو خارج ہو گا اسی طرح جو اور بعض مفسرین نے مثل علی بن ابراہیم بن ہاشم نے کہا ہی کہ یہ آیہ نازل ہوا ہی جناب امام مہدی اور انکے اصحابون کی شان مین اور اول اسکا خطاب ہی واسطے انکے جو ظلم کرے آل محمد پر اور انھین قتل کرے اور انکے حقوق کو غصب کرے اور اسکی تائید مین فاضل نیشاپوری نے کہا ہی کہ ولعل المراد بخروج المہدی ہو فانک فی محاربتہم ای ہذین الا داخل ہی محاربتہ الا یعم اور مولانائے طبرسی نے بھی اس قول کو قول منصور کیا ہی بسبب اسکے کہ قول خدا استعمال فسوف یاتی اللہ بقوم مین فعل مضارع پر لفظ سوف ہی جسکے لیے اختصاص یعنی استقبال کے ساتھ ہی اور وہ موجب اسکا ہی کہ قوم وقت نزول آیہ موجود نہون پس وہ شامل ہوگا انھین جو اس صفت کے ساتھ ہون قیامت تک پھر اس قول کی راہ سے بھی مورد آیہ جناب امیر علیہ السلام ہوتے ہین اور مولانائے طبرسی نے فرمایا ہی کہ بعض نے کہا ہی کہ یہ آیہ عام ہی حق مین کل انکے جو مستجمع ان صفات کا ہو روز قیامت تک فقط اور اسکی راہ سے بھی اکمل افراد مستجمعین صفات سے وہی حضرت ہین کیونکہ انھین حضرت کے حق مین پیغمبر خدا نے فرمایا تھا جنگ خیبر مین لاعطین غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ کرار غیر فرار اسی قول سے ظاہر ہی کہ وہی حضرت خدا اور رسول کو دوست رکھتے تھے جو دوست رکھنے کا حق ہی یہانتک کہ رسول خدا نے اسکی گواہی دی اور خدا اور رسول انھین دوست رکھتے تھے پہلی صفت یحبون اللہ و رسولہ و یحبہم اللہ و رسولہ کی باقرار نبی ثابت ہوئی کرار غیر فرار یہ کمال جنگ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ہی اور ولا یخافون لومۃ لائم یہ صفت مشہور آنحضرت کی ہی کہ بمقابل طاعت خدا کے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے اور زیادہ ظہور اسکا

جنگ جمل اور محاربہ قاسطین و مارقین مین ہوا کہ بسبب مقابلہ زوجہ رسول اور اصحاب رسول اور دیگر منتظمہ الاسلام
کے کیسا خوف ملامت کا دشمنان دین کے تھا لیکن کچھ پروا نہ فرمائی نہ آنحضرت نے نہ اُنکے اصحاب مخصوصین نے اور
رحم دل آنحضرت کی مومنین کے ساتھ اور غلظ و شدت بہ نسبت کفار کے آنحضرت کا ایسا مشہور ہے کہ کسی کو اس سے انکار
ممکن ہی نہین اور کتابین اسکے بیان سے مملو ہین پھر جب اختلاف مفسرین مین بھی غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ
جمیع اختلافات کا مآل ایک ہے اور جتنی کہ روایات منقول ہوئین سب کی دلالت و شہادت لفظی اور صریح یا معنوی
اسی پر ہے کہ مورد آیہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین اس جہت سے شیعون نے اُسے لائق اعتقاد و
اعتماد اور قابل استدلال جانا لیکن حضرات اہلسنت نے محض اپنے اخبار خاصہ سے اور اُن اخبار کی تائید سے
جنکا موضوع ہونا اُنکے علما کی بھی تصریح سے ثابت ہے نزول اسکا بحق خلفاے ثلثہ قرار دیا اور شیعون پر اس سے حجت
لاے بلکہ ابطال مذہب شیعہ کے لیے اسی استدلال کے لہذا اسکا جواب دینا ضرور ہوا تاکہ حق ظاہر ہو اور منصف
و طالب حق کے لیے مفید ہو چنانچہ جو شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے تحفہ مین فرمایا ہے اسکا ترجمہ لفظی لکھکر راقم اسکا
انشاء اللہ جواب دیتا ہے واضح ہو کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہے قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ الخ اس
آیہ مین مدح اُن اشخاص کی جنھون نے مرتدین کے ساتھ قتال کیا ہے اُن اوصاف کمال کے ساتھ کہ اُس سے بالا اوصاف
اصطلاح قرآن مین کوئی چیز نہین ہے فرمائی پہلے قرب و منزلت اور انکا معاملہ خدا کے ساتھ کہ یحبہم و یحبونہ ہے پس
اس سے وہ محبوب و محب الہی ہوے دوسرے معاملہ انکا مومنین کے ساتھ تیسرے معاملہ انکا کافرون کے ساتھ
چوتھے معاملہ انکا منافقین و مردم ضعیف الایمان کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ امام کو یا معاملہ خالق کے ساتھ ہے یا خلق کے
ساتھ اور خلق یا مومن ہے یا کافر یا منافق و ضعیف الایمان اور جب ایمان چارون معاملہ مین پسندیدہ خدا ہوا اور سچا
نکلا تو امام بحق ہوگا لہذا آخر آیت مین اُن اوصاف کو نہایت پسند فرما کر ارشاد فرمایا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور
مرتدین سے مقاتلہ بالاجماع خلیفہ اول اور اُنکے اتباع سے واقع ہوا ہے کیونکہ آخر عہد مین پیغمبر خدا کے تین گروہ مرتد
ہوے تھے اول بنو مدلج قوم اسود عنسی ذو الحمار کہ اُسنے یمن مین دعوی نبوت کیا تھا اور فیروز دیلمی کے ہاتھ سے
وہ مارا گیا دوسرے بنو حنیفہ جو اصحاب مسیلمہ کذاب تھے کہ ایام خلافت خلیفہ اول مین وحشی امیر حمزہ کے قاتل کے
ہاتھ پر مارا گیا تھا تیسرے بنو اسد قوم طلیحہ بن خویلد جسنے اپنے تئین پیغمبر بنایا تھا اور جناب رسول خدا نے خالد کو بھیجا تھا
اور وہ خالد کے ہاتھ سے بھاگ کر شام کی طرف گیا اور آخر کو ایمان لایا اور خلیفہ اول کے زمانے مین سات گروہ
مرتد ہوے تھے پہلے بنو فزارہ عتبہ بن حصین کی قوم دوسرے غطفان قرہ بن سلمہ کی قوم تیسرے بنو سلیم ابن
عبد یالیل کی قوم چوتھے بنو یربوع مالک بن نویرہ کی قوم پانچوین بعضے بنو تمیم جو قوم سے سجاح بنت منذر کے تھے
کہ وہ زوجہ مسیلمہ کذاب کی متنبیہ تھی چھٹے بنو کندہ جو اشعث بن قیس کندی کی قوم سے تھے ساتوین بنو بکر جو بحرین

مین تھے اور ایک فرقہ خلیفہ ثانی کے بھی زمانے مین مرتد ہو کر نصاری سے ملحق ہوا تھا اور ہر ایک کو فرقہ ہاے
مذکورہ سے خلیفہ ثانی نے بیخ وبن سے کھود کر پھینک دیا اور مسلمان کیا تھا جیسا کہ مورخین کا اس پر اجماع ہو اور حضرت
امیر کو کبھی مرتدین کے ساتھ مقاتلہ کا اتفاق نہین پڑا بلکہ خود فرماتے تھے کہ ابتلیت بقتال اهل القبلہ جیسا کہ امامیہ نے
اسے اپنی کتابون مین روایت کیا ہو اور اگر امامیہ انھین بسبب امامت سے انکار کرنے کی راہ سے مرتد کہین تو
ہم کہینگے کہ عرف قدیم وجدید مین مرتد اصل دین کے منکر کو کہتے ہین اور اگر تاویل باطل کی راہ سے کسی عقائد اسلام کا
انکار کرے تو اُسے مرتد کے ساتھ نام رکھنا عرف مین جاری نہین ہو اور معانی قرآنیہ کا حمل معانی عرفیہ لغت پر
ہوتا ہو نہ اُن معانی اصطلاحیہ پر جو مخصوص ایک قوم سے ہون اور دوسری قوم اُسے نہ کہتے ہون اور معنا لفظ
دین فی آیہ ان صریح ہو کہ انکار انکا تمام دین متین اور اسکی اصل مین ہو نہ ایک مسئلہ مین اُسکے مسائل سے اور مانعین
زکوۃ کو جو عہد خلیفہ مین مرتد کہتے تھے وہ اس جہت سے تھا کہ وہ وجوب زکوۃ کے منکر تھے اور جو کچھ ضروریات دین سے
انکار کرے اُسنے اصل دین سے انکار کیا ہو اور امامت باقرار علماے شیعہ ضروریات دین سے نہین ہو کہ اُس کے
انکار کرنے مین کفر وارتداد حاصل ہو جیسا کہ کلام فاضل کاشی مین جو دوسرے باب مین از روے روایات
کافی وغیرہ کے ہین گذرا اور ملا عبد اللہ صاحب اظہار الحق ایک سوال وجواب کو اپنی کتاب مین لاے ہین کہ وہ بہت
چسپان ہو اگر کوئی کہے کہ در باب خلافت مرتضی اگر نص صریح نہین ہوئی تو امامیہ کاذب ہین اور اگر نص متحقق
ہوئی تو چاہیے کہ جماعت صحابہ کی جنھون نے مسئلہ خلافت مین مخالفت کے مرتد ہوے ہون اور جواب اُس
بحث کا اس عبارت سے لکھا ہو کہ انکار اس نص کا جو موجب کفر ہو وہ ہو کہ امر منصوص کو باطل اعتقاد کرے اور
حضرت پیغمبر کی حاشا اس تنصیص مین تکذیب کرے لیکن اگر حق واجب کو دانستہ اُسکا ترک اغراض دنیویہ اور
حب جاہ کے لیے کرے تو یہ از قسم فسوق وعصیان کے ہوگا مثلا زکوۃ کا ادا کرنا باجماع اُمت واجب ہو اور
قرآن واحادیث مین منصوص ہو پس اگر کوئی اُسکے واجب ہونے سے انکار کرے تو کافر ومرتد ہوگا اور اگر اُسکے
واجب ہونے کا اعتقاد کرے اور بسبب بخل اور روپیہ کی دوستی سے ادا نہ کرے اور اپنے ذمہ مین رکھے تو گنہگار
ہوگا اور جو کہ خلیفہ اول کی خلافت پر متفق ہوے تھے وہ یہ نہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا نے نص کی تھی لیکن جھوٹ
کہا تھا بلکہ بعض وقتون مین بعض شخص تحقق نص کا انکار کرتے تھے اور بعضے پیغمبر خدا کے کلام کی تاویل وراز کار
کرتے تھے انتہی ترجمہ کلامہ ملخصا اور بھی حضرت امیر نے اپنے خطبہ مین جو امامیہ کے نزدیک بطریق صحیح مروی ہو
جیسا کہ عنقریب آئیگا انشاء اللہ تعالی فرمایا ہو اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبهة والتاویل
اور بھی حضرت امیر اپنے مقاتلین کے سب وشتم کو بہت شدت سے منع کرتے تھے جیسا کہ رضی نے نہج البلاغت مین
اُسے لکھا ہو اور مرتدین کے سب ممنوع منہ نہین ہو اور اگر ان سب سے قطع نظر کرین اور مسلم رکھین یہ بات کہ حضرت

امیرؑ نے بھی اپنے وقت مین مرتدین کے ساتھ قتال کیا ہی لیکن جو مرتدین کہ زمان پیغمبر خدا اور خلیفہ اول مین تھے
اُنکا بھی کوئی مقاتل اور دافع ہوگا اور وہ مقاتل و دافع اِس مدح مین شریک ہوگا اور اُسی سے مدعی ثابت
ہوتا ہی اور اہل اصول کا قاعدہ مقرر ہی کہ جب حرف من مقام شرط و جزا مین واقع ہوتا ہی تو عام ہو جاتا ہی جیسا کہ
مثال مین دخل حصنی کذا فلہ کذا مین کہا ہی پھر اِس آیہ مین بھی جو کوئی مرتد ہوگا اُسکے لیے ایک قوم موصوف
اِن صفات کے ساتھ پیدا ہوگی اور چونکہ زمان خلیفہ اول مین ارتداد کثرت و شدت کے ساتھ واقع ہوا تو اگر
ایک قوم موصوفہ اِن صفات کے ساتھ بھی اُنکے مقابلہ مین موجود نہو بلکہ خود بھی مرتد مثل اُنھین مرتدون کے ہو
تو خلف وعدۂ الٰہی مین لازم آتا ہی اُس قوم کے تابعین سے اُس زمانے مین کلام اِس مین ہوتا ہی کہ وہ کون تھے
حضرت امیرؑ بلا شبہ مدافعہ مین اُنکے اور اُنکے قیام نکر سکتے تھے پھر ضرور ہی کہ کوئی دوسرا ہوگا اور بھی یار و رفقا
اور اہل لشکر حضرت امیرؑ کے اِن صفات سے جو آیہ مین مذکور ہین موصوف نہ تھے جیسا کہ بیشتر باب اسلاف
شیعہ مین شکایت جناب امیرؑ کی اُنکی بہ نسبت نہج البلاغہ سے منقول ہو چکی ہی اور اگر بنا بر اِس مضمون کے تاکید کی
عبارت کو حضرت امیرؑ کی نہج البلاغہ سے یہان ہم نقل لائین تو مناسب ہی تا کہ اِس رسالہ کو اُس کلام ارشاد نظام سے
زیب و زینت حاصل ہو اور سننے والے کو اُسکے سُننے سے فائدے پر فائدہ ہو واللہ ملک ما کرتے تھے پس نہج البلاغہ مین
مذکور ہی کہ جناب امیرؑ نے مقام شکایت مین اپنے یارون کے اور یہ کہ وہ اُن جناب کی دعوت کو قبول نہین کرتے
اور موعظہ و نصیحت کو اُنکی نہین سُنتے اور یہ عبارت سراسر ہدایت ارشاد فرمائی ہی اما والذی نفسی بیدہ لیظہرون ہؤلاء
القوم علیکم لا انہم اولی بالحق منکم ولکن لاسراعہم الی باطل صاحبہم وابطائکم عن حقی ولقد اصبحت الامم تخاف ظلم رعاتہا واصبحت اخاف
ظلم رعیتی استنفرتکم للجہاد فلم تنفروا واسمعتکم فلم تسمعوا ودعوتکم سرا وجہرا فلم تستجیبوا ونصحت لکم فلم تقبلوا اشہود کغیاب وعبید کارباب اتلو علیکم الحکم
فتنفرون منہا واعظکم بالموعظة البالغة فتتفرقون عنہا واحثکم علی جہاد اہل البغی فما اٰتی علی اٰخر قولی حتی اریکم متفرقین ایادی سبا ترجعون الی مجالسکم وتتخادعون عن مواعظکم اقومکم غدوة وترجعون الی
عشیة کظہر الحنیة القوم اعضل ایہا الشاہدة ابدانہم الغائبة عنہم عقولہم المختلفة اہواؤہم المبتلی بہم امراؤہم صاحبکم یطیع اللہ وانتم تعصونہ
وصاحب اہل الشام یعصی اللہ وہم یطیعونہ لوددت واللہ ان معاویة صارفنی بکم صرف الدینار بالدرہم فاخذ منی عشرة
منکم واعطانی رجلا منہم اور بھی جب دونون عامل اُن جناب کے کہ وہ عبید اللہ بن عباس اور سعد بن عمران تھے پھر آئے اور
اُنھون نے بسر ابن ارطاة کا مسلط ہونا جو امراے معاویہ سے تھا اُس ملک پر بیان کیا اور یہ حادثہ اِس سے ہوا کہ
جناب امیرؑ کی کمک نہ پہونچ سکی اور جناب امیرؑ نے لوگون کو اِس امداد کے واسطے یمن کے عاملون کی تاکید
فرمائی تھی لیکن فوج والون نے ہرگز نہ سُنا یہان تک کہ ہاتھ سے کام نکل گیا اور عامل بھاگ کر چلے آئے تو حضرت
اُس وقت یہ فرماتے تھے انبئت بسرا قد اطلع الیمن وانی واللہ لاظن ہؤلاء القوم سیدالون منکم باجتماعہم علی باطلہم وتفرقکم عن حقکم
وبمعصیتکم امامکم فی الحق وطاعتہم امامہم فی الباطل وبادائہم الامانة الی صاحبہم وخیانتکم وبصلاحہم فی بلادہم وفسادکم فلو ائتمنت احدکم

علی تعب لخشیت ان یذہب بجلاوته الا من قد مللتهم وملونی وسئمتهم وسئمونی فابدلنی بهم خیرا
منهم وابدلهم بی شرا منی اللهم مث قلوبهم کما یماث الملح فی الماء اما والله لوددت ان لی بکم الف فارس من بنی فراس بن غنم
لو دعوت اتاك منهم فوارس مثل ارمیة الحمیم اور دوسرے خطبے سے جسکا ایک پارہ اِس سے پہلے تیسرے باب مین مذکور ہو چکا ہے فرماتے ہین
وایم الله لاظن بکم ان لو حمس الوغی واستحر الموت قد انفرجتم عن علی بن ابی طالب انفراج الراس اور بھی دوسرے خطبے مین فرماتے ہین
الحمد لله علی ما قضی من امر وقدر من فعل وعلی ابتلائی بکم ایتها الفرقة التی اذا امرت لم تطع واذا دعوت لم تجب ثم قال بعد کلام الی
لصحبت یقل الکمد کثیرا اور جب حضرت امیرؑ کو خبر پہونچی کہ معویہ کے لشکر نے شہر انبار کو غارت کیا تو بنفس نفیس دولتخانہ سے
پیادہ روان ہوئے اور اُس موضع تک جسکا نخیلہ نام ہے اور شہر کوفہ کے باہر ہے پہونچے اُسکے بعد بعض صحابون سے
آنحضرت کے دوڑے اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین نحن نکفیکهم اسکے جواب مین فرمایا والله ما تکفوننی انفسکم فکیف
تکفوننی غیرکم ان کانت الرعایا تشکو حیف رعاتها فانی الیوم لاشکو حیف رعیتی کاننی المقود وهم القادة او الموزوع وهم الوزعة فقدم
الیه رجلان من اصحابه فقال احدهما یا امیر المومنین انی لا املك الا نفسی واخی فمرنا بامرك ننفذ له فقال واین تقعان مما ارید اور یہی جس سے
کلام ارشاد التیام جناب امیرؑ کا ثابت ہے اور سب نہج البلاغہ مین جو شیعون کے نزدیک اصح الکتب اور متواتر ہے
موجود ہے کسی کو اُسنے انکار کرنے کی جگہ نہین ہے اور اِس کلام صادق سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ صفات کہ مقاتلین
مرتدین کے بارے مین حق تعالی نے بیان فرمائی ہین ان صفات کے ضداد حضرت امیرؑ کے لشکر والون مین متحقق تھے
خائن وسارق تھے وان الله لا یحب الخائنین اور مفسد تھے وان الله لا یحب المفسدین اور اولو الامر کا اتباع اور اُسکی
اطاعت کہ محبت الٰہی کا نتیجہ ہے اور اُسکے محبوب ہونے کا سبب ہے لقوله تعالی قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله
نہین کرتے تھے پھر کلمہ یحبهم ویحبونه صلا اُنکے حق مین راست نہین آسکتا اور جناب امیرؑ پر تکبر وتحکم کرتے تھے اور رنج
وایذا دیتے تھے پھر اعزة علی المومنین بل علی یعسوب الدین ہوئے اور بغات وخوارج سے ڈرتے تھے پھر اذلة علی
الکافرین ہوئے اور جہاد سے بھاگتے تھے اور مضمون یجاهدون فی سبیل الله سے بمراحل دور پڑے تھے اور بجائے
لا یخافون لومة لائم کے لا یسمعون نصیحة ناصح اُنکے حق مین درست تھا کہ نصیحت حضرت امیرؑ کی نہ سُنتے تھے پھر جو
اوصاف کہ حق تعالی نے اِس آیہ مین یاد فرمائے ہین اُنکا لشکریان جناب امیرؑ پر صادق آنا ممکن نہین ہے بسبب اِسکے
کہ اجتماع ضدین محال ہے اور بھی سباق وسیاق آیہ سے صریح مستفاد ہوتا ہے کہ اِس قوم کی سعی فتنہ مرتدین کا دفع
ہوگا اور دین کی اصلاح متحقق ہوگی کیونکہ سوق آیہ تسلیہ وتقویت مومنین کے لیے اور اُنکے ازالہ خوف کے واسطے مرتدین سے ہے
اور مقاتلات حضرت امیرؑ کے بالاجماع منحصر اصلاح کے ساتھ نہوئے اور غلبہ متحقق نہوا اور بغات کا تسلط روز بروز
زیادہ ہوتا گیا اور دین کا فساد ترقی پر رہا یہ تینون آیت ہائے ناطق کتاب ہند سے حقیت خلافت وامامت خلفائے
ثلثہ کو اِسطرح ارشاد فرماتی ہین اور تقییدات وتخصیصات رکھتی ہین کہ ہرگز غیر کا اُنکے احتمال ہوافق قواعد دانشمندی کے

باقی نہین رہتا اور اگر اسیح قاعدہ عقلی سے بعض علماے شیعہ بسبب تجاہل کے کوئی احتمال ذکر کرے تو وہ محتاج جواب کا نہین ہوسکتا کیونکہ کلام عقلمندون کے ساتھ ہوتا ہی نہ ارباب اوہام اور متجاہلین کے ساتھ اور جسکو تفصیل ان استدلالات کی اور تکمیل اس بحث کی اور جاننا اُنکے مذہب کا اور استدلالات اُنکے کہ جو بہت سی آیتون سے اس مطلب پر واقع ہوے دیکھنا منظور ہو وہ کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا کو دیکھے کہ اُسنے اس بارے مین کلام کو حد تک پہونچایا ہی اور مخدرات معانی کتاب اللہ کو خلعت ظہور پہنایا ہی اور چونکہ مقصود اس مقام پر یہ ہی کہ شیعون کی مخالفت ثقلین کے ساتھ ہر مسئلہ فروعی و اصولی مین بیان کیجاے اور اس مخالفت مین ایک آیہ اور سو آیہ برابر ہین طول کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا انتہی ترجمہ کلامہ اب راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو استدلالات شاہ صاحب نے اثبات خلافت خلفاے ثلثہ کے لیے اس آیہ سے فرماے ہین اور اکثر اُس سے اُنکے اہل نحلہ نے پہلے بھی ذکر کیے ہین اور اُنکے جوابات متکلمین علماے امامیہ نے دندان شکن اس کثرت سے دیے ہین کہ اگر انھین جمع و نقل کیا جاے تو ایک کتاب مستقل ہو ولیکن یہ رسالہ اُنکے ذکر کی گنجائش نہین رکھتا اسمین جواب مختصر اسی قدر لکھا جاتا ہی جو متعلق آیہ مسطورہ کے ساتھ ہی پس کہتے ہین ہم کہ پہلے غلطی اس کلام مین یہ ہی کہ یہ حضرات معنی آیت ہی نہین سمجھے والا صحت خلافت خلفاے ثلثہ پر اُس سے احتجاج نہ فرماتے اور یہ ہم پہلے بھی لکھ آئے ہین اور پھر کہتے ہین کہ قول خدا تعالی مین حجۃ فسوف یاتی اللہ واقع ہی اس مین صریح دلالت ہی اس پر کہ وہ قوم وقت نزول آیہ موجود نہ تھی اور اس سے اُنکے علمانے اور مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہی جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا پھر یقینی مراد اُس سے غیر صحابہ موجودین ہونگے اور آنحضرات کے زعم کے موافق مقاتلین مرتدین کے اکثر اُسی قوم صحابہ سے ہین پھر اُنکا متصف ہونا جملہ اُن صفات کمالیہ سے جو آیہ مین بیان فرمایا ہی ثابت نہین ہوسکتا اور آیہ اُنکے حق مین نازل نہوا ہوگا علاوہ اسکے بالخصوص آیہ مین مقاتلہ مرتدین کے ساتھ بھی مذکور نہین پھر مقاتلین مرتد کے ساتھ جو تخصیص فرمائی جاتی ہی اس پر کیا دلیل ہی اور دعوی بلادلیل مقبول نہین ہوسکتا ہان یہ بات ظاہر ہی کہ چونکہ اکثر تابعین و مجاہدین جو جناب امیر کے اتباع سے غیر قوم صحابہ تھے اگر اُنکے لیے کہا جاے کہ وہ مراد ہین تو البتہ ممکن ہوسکتا ہی دوسرے شاہ صاحب وغیرہ کی تصریح سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ آیہ رفقاے خلیفہ اول کے حق مین نازل ہوا ہی پھر اگر یہ آیہ مفید امامت کے واسطے سمجھا جاے تو چاہیے کہ وہی حضرات پیغمبر خدا کے خلفا ہون جو متصف ان صفات کمالیہ سے ہون نہ خود جناب ابن ابو قحافہ اور یہ یقینا باطل ہی اور جو بعض اُنکے علمانے مثل مفسر تفسیر کبیر یہ کہا ہی کہ رئیس و مطاع چونکہ ابو بکر تھے اور حمل کرنا آیہ کا اوپر جو اصل و رئیس ہو اولی ہی اُس سے کہ مطیع پر حمل کیا جاے یہ بات ابلہ فریبی کی ہی کیونکہ جو متصف اُن صفات کمالیہ کے ساتھ ہو جیسے خدانے فرمایا واقع مین استحقاق اسی کے واسطے ہی اور حق تعالی کے نزدیک رئیس و مرؤس اور مطاع و مطیع دنیا کی کیا حقیقت ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم جسے وہ معزز فرماوے اور مطاع معین کرے وہی مطاع ہوگا یہ تو اہل دنیا کی باتین اور تفرقہ ہی اسکے نزدیک مخلوق

برابر ہین جنکی اطاعت وبندگی زیادہ ہو وہی اچھا ہی یہ عجب بات ہی کہ جو ایسے ہون کہ محبوب خدا ہون اور خدا و رسول کو دوست رکھین اور راہ خدا مین خوب جہاد کرین اور خوف ملامت نہین رکھتے انہین نہ خلافت دیجاے بلکہ الٹے وہ تو محروم خلافت سے رہین اور جو گھر بیٹھے رہین وہ مستحق صحت خلافت ہو جائین دوسرے خود شاہ صاحب نے صاف تصریح فرمائی ہی اور آیات مین کہ جمع کا اطلاق واحد وتثنیہ پر خلاف اصل ہی جیسا کہ تفسیر کریمہ انما ولیکم اللہ وغیرہ مین گذرا پھر موجب انکی تصریح کے جمع کے صیغے جو اس آیہ مین مراد ہین یہ کس پر محمول ہو سکتے ہین خلفاے ثلثہ پر یا کسی ایک پر ان خلفا سے مع انکے لشکر سمیت برتقدیر اول خلیفۂ ثالث کا جہاد فرمانا مرتدین کے ساتھ اثبات مین محتاج دلیل ہی اُسے ثابت کرنا چاہیے اور بھی یجاهدون فی سبیل اللہ اور اور اوصاف کے جو آیہ مین مذکور ہین تخصیص کی وجہ خلفا کے ساتھ باوجود اسکے کہ رفقا انکے متصف بجہاد تھے اپنی ذات سے انھون نے جہاد نہین فرمایا بیان فرمانے کے لائق ہی بلکہ واقع مین تو یہ ہی کہ اصلی ان خلفا کے متصف ہونے مین جہاد کے ساتھ کلام ہی اور وہ کسی طرح ثابت نہین ہوتا ہان مجازاً البتہ اتصاف جہاد سے انکا ممکن ہی اور جب تک بطور اصل وحقیقت جہاد سے اتصاف ثابت نہو اگرچہ بطور شارکت صف جنگ مین کیون نہو اثبات خلافت کا اس آیہ کے موجب دشوار ہی اور کانٹا کھٹکتا ہی اور تقدیر ثانی کے بموجب خلافت رفقاے مزبورین کے ساتھ قائل ہونا پڑتا ہی کیونکہ جو متصف ان اوصاف کے ساتھ ہو وہی خلیفہ ہوگا تیسرے یہ کہ جو شاہ صاحب نے معنی معین فرمائے ہین کہ مراد اس آیہ سے خلیفہ اول ہی ہین یہ خود اکثر مفسرین کے اقوال سے جو انکے اہل نحلہ ہین مخالف ہی کیونکہ فضل بن روزبہان نے جواب کشف الحق مین تصریح کی ہی بہ نسبت اس آیہ کے کہ وہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا تھا نہ حق قوم موجودین مومنین نہین نازل ہوا حیث قال ذهب المفسرون الی انها نزلت فی اهل الیمن وقیل لما نزلت هذه الایة سئل رسول اللہ عن هذا القوم فضرب بیده علی ظهر سلمان وقال هو وقومه والظاهر انها کانت نازلة لقوم لم یؤمنوا بعد لانه سوف یاتی اللہ بهم فلا یدل علی ان کان من اعطاه اللہ من اول الاسلام فکیف یصح نزوله فیه انتهی یعنی اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہی کہ وہ آیہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا ہی اور کہا گیا ہی کہ جب یہ آیہ نازل ہوا ہی تو پیغمبر خدا سے پوچھا گیا کہ یہ قوم کون ہین جنکے اوصاف اس آیہ مین مذکور ہوے ہین یہ سنکر آنحضرت نے سلمان کی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ مراد اس سے وہ اور اسکی قوم ہی اور ظاہر یہ ہی کہ وہ آیہ نازل ہوا تھا اس قوم کے لیے جو ہنوز ایمان نہین لائی تھی بسبب اسکے کہ سوف یاتی اللہ دلالت اسی پر کرتا ہی نہ اس شخص پر جسے خدا نے اول اسلام سے ایمان عطا فرمایا ہو پھر کسطرح اسکے حق مین نزول اسکا صحیح ہو سکتا ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور بنا بر اس تقریر کے دو امر لازم آتے ہین ایک مخالفت اکثر مفسرین کی دوسرے وہ حضرات جناب ابوبکر کو مسلمان ہونے مین اول واقدم کہتے ہین پھر یقیناً انھین داخل کرنا موصوفین آیت مین صحیح نہوگا اور فاضل روزبہان کا کلام حضرات اہلسنت کے الزام دینے کو کافی ہی اور اگر یہ احتمالات عقلی بھی ہوتے اور انکے

١٩٠

اکابر کی شہادت سے ثبوت نہو تے جب بھی کافی ہوتے کیونکہ استدلال بعد صحت احتمال باطل ہو جاتی ہی اور جبکہ یہ
وجوہ و محامل روایات و اقوال اکابر حضرات اہلسنت کے موافق ہین تو پھر کسطرح لائق انکار سمجھے جائینگے چونکہ
جو روایت ثعلبی سے ہمنے پیشتر نقل کی ہی کہ وہ اکابر مفسرین اہلسنت کی روایت ہی اُس سے صاف واضح ہی
کہ یہ آیہ بحق علی ابن ابیطالبؑ نازل ہوا ہی اور اسکی صحت پر یہ امر صریح دلالت کرتا ہی کہ جو اوصاف کہ آیہ مین
مذکور ہین مثل محبت الٰہی اور محبوب الٰہی کے اور جہاد کرنا کفار وغیرہ سے وہ مخصوص اُنھین حضرت مین ہین جیسا کہ
انشاء اللہ آیندہ عنقریب یہ بیان کیا جائیگا اور تعاضد اُس روایت کا روایات امامیہ سے اور تفسیر مجمع البیان سے
بھی ہم ثابت کر آئے ہین اور حقیقت مین تفسیر آیت یہ ہی جو مفسر کبیر نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی کہ ایک قوم نے کہا ہی یہ آیہ
علی ابن ابیطالبؑ کے حق مین نازل ہوا اور دو وجہین اُسپر دلالت کرتی ہین پہلی کہ جب پیغمبر خدا نے بروز
جنگ خیبر اپنا علم لشکر اُن جناب کو دیا تو فرمایا تھا لادفعن الرایۃ الی رجل یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ اور یہ وہ
صفت ہی کہ جو آیہ مین مذکور ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ حق تعالٰی نے اس آیہ کے ذکر کے بعد آیہ انما ولیکم اللہ کو
قرآن مین فرمایا ہی اور یہ آیہ بحق علی ابن ابیطالبؑ ہی پس اولی یہ ہی کہ یہ آیہ بھی چاہیے کہ اُنھین حضرت کی شان مین
سمجھا جاے یہ بہت بڑا قرینہ عقلی موٴید اُس روایت کے ہی پھر اسکے ساتھ تخصیص اسکی خلیفہ اول
یا خلفاے ثلثہ کے ساتھ سوا رعایت مذہبی اور اخفاے حق کے کس پر محمول ہو سکتا ہی اور یہ امر جدید
شاہ صاحب ہی کا نہین ہی بلکہ اُنکے قدما بھی اِسی صفت پر تھے جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے ذیل تفسیر آیہ مذکور مین جو
کہا ہی خلاصہ تقریر کا اُنکی یہ ہی کہ یہ آیہ اول دلیل اسپر ہی کہ مذہب امامیہ فاسد ہی اور اسکی تقریر یہ ہی کہ اُنکا
مذہب یہ ہی کہ جنھون نے خلافت و امامت ابی بکر کا اقرار کیا ہی اُنھون نے کفر و ارتداد کیا ہی کیونکہ اُس
نص جلی کا انکار کیا ہی جو پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالبؑ کی امامت کے لیے فرمائی تھی اور ہم کہتے ہین کہ
اگر ایسا ہوتا تو خدا اُس قوم کو لاتا جو اُنسے مقاتلہ اور محاربہ کرتی اور مقہور کرکے اُنھین پھر دین حق پر پھیرتی
بدلیل قولہ تعالٰی من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم الخ اور جبکہ ایسا نہوا بلکہ امر بالضد ہوا کیونکہ روافض ہمیشہ سے
مقہور رہین اور ممنوع ہین اس سے کہ اپنے مقالات باطلہ ظاہر کر سکین تو ہمنے جانا کہ اُنکے مقالات اور مذہب
فاسد ہین اور مصنف کے آگے کلام ظاہر ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام
مین اسکے جواب مین جو فرمایا ہی اُس سے باضافہ بعض مطالب نقل کیا جاتا ہی چنانچہ حاصل اُسکا بعد استدلال فرمانے کے
اکثر روایتون سے حضرات اہلسنت کے جو فرمایا ہی یہ ہی کہ جو وجہ رکیک رازی نے فساد مذہب امامیہ کے لیے
نقل کی ہی اُسپر بہت اُمور وارد ہوتے ہین بعض اُنمین سے یہ ہی کہ جائز ہی کہ مدلول آیہ دفع کرنا اُسکا ہو جو بعض صحابہ کے
دل مین یہ آتا ہو کہ اگر یہ مسلمان مرتد ہو جائین تو پھر خدا کو یہ بندے کہان ملینگے جو خدا اور رسول کے ساتھ

ایمان لائین اور راہ خدا مین جہاد کرین اس صورت مین حاصل آیہ یہ ہوگا کہ اپنے ایمان سے عجب نہ کرو
اور یہ گمان نہ کرو کہ اگر تم مرتد ہو جاؤ تو خدا بندہ مومن مجاہد پھر نہ پائیگا بلکہ امر بالضد ہی کہ اگر تم سب یا بعض
تمسے ارتداد اختیار کرینگے تو خدا ایسے لائیگا کہ وہ علی اور انکے شیعہ ہین اور بعض انمین سے یہ ہی کہ برتقدیر تسلیم کرنے
اسکے کہ معنی آیہ کے وہی ہین جو امام حضرات اہلسنت سمجھے ہین کہ اگر بعض مسلمین سے ارتداد اختیار کرینگے تو خدا پر
واجب ہی کہ ایسی قوم کو لاوے کہ انکا استیصال کرین جب بھی تو یہ بات ہی کہ یہ جملہ جملہ شرطیہ ہی اور شرطیہ کا صادق
آنا اسکو مقتضی نہین ہی کہ بالفعل مقدم متحقق ہو پھر اب معنی یہ ہونگے کہ اگر تمسے مرتد ہو جائینگے تو علی اور انکے شیعہ انکا
استیصال کرینگے اور چونکہ ارتداد نہ پایا گیا اس سے استیصال وجہاد نہوا اور جو انھون نے کہا ہی کہ مذہب شیعہ یہ ہی
کہ جنہنے اقرار کیا امامت خلفاے ثلثہ کا الخ انمین یہ امر ہی کہ پہلے ہم یہ ثابت کر آے ہین کہ اکثر اصحابون نے ابی بکر کی
بیعت کرنے کے بعد توبہ کی اور پشیمانی اپنی ظاہر کی اور پہلے جو بیعت کر لی تھی وہ فعل بسبب شبہ کے
واقع ہوا تھا اور بعض اصحاب پہلے سے مومن ہی نہ تھے کہ ارتداد لازم آے پھر کیونکر تمھارا استدلال صحیح
ہو سکتا ہی اور بعض ان امور سے یہ ہی کہ برتقدیر تسلیم اس امر کے کہ انھون نے ارتداد کیا یہ ہم کب تسلیم کرتے ہین
کہ حضرت امیر نے انسے جہاد نہین کیا اور جو جہاد کہ ناکثین و قاسطین و مارقین سے ہوا یہ وہی جہاد ہی اور موید ہی
اس سے وہ خبر جو پہلے مجمع البیان سے منقول ہوئی کہ حضرت امیر المومنین نے روز جنگ بصرہ فرمایا کہ واللہ ما
قوتل اهل هذه الاية حتى اليوم وتلا هذه الاية اور بھی اسی کے معین ہی جو اسکی تفسیر مین کہا گیا ہی کہ هم امير المومنين واصحابه
حين قاتل من قاتله من الناكثين والقاسطين والمارقين وروى ذلك عن عمار وحذيفة وابن عباس وهو المروي عن ابي جعفر وابي عبد الله اور بعض
انھین ایرادات سے وہ ہی جو فاضل نیشاپوری نے شیعون کی طرف سے جواب دیا ہی کہ جائز ہی کہ یہین کہ تمھین
کہان سے معلوم ہوا کہ خدا ایسی قوم نہ لائیگا جو انسے محاربہ کرین اور شاید کہ خروج آل محمد سے مراد یہی ہو کیونکہ
محاربہ کرنا اسکا جسکا دین گلون کے دین پر ہو اگلون کا محاربہ ہی انتہی ترجمہ کلام الفاضل النیشاپوری اور مخفی نہ رہے کہ
فقرہ اخیرہ کا مدلول جاری ہوتا ہی محاربین مین جو بکسر را ہین اور محاربین ہی جو بفتح را ہین پس محاربہ جناب مہدی ہادی کا
کہ جو اولاد امیر المومنین اور نائب و وصی آنحضرت کے ہین تابعین مرتدین کے ساتھ محاربہ علی ابن ابیطالب کا
مرتدین کے ساتھ ہی پس یہ کوئی توہم نہ کرے کہ فاضل نیشاپوری کا جواب اسکے مخالف ہی جسکے ہم درپے ہین کہ
یہ آیہ علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا ہی اور یہ جو امام اہلسنت نے کہا ہی کہ جب موافق وعدۂ الہی کے نہوا
بلکہ امر بالضد ہوا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ پہلے وہ آیہ کے معنی ہی نہین ہین جو وہ سمجھے ہین جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا پھر جو
انھون نے کہا ہی وہ متوجہ نہین ہوتا اور دوسرے یہ کہ جو انھون نے کہا ہی کہ شیعون کا امر بالضد ہی یہ خود غلط ہی
کیونکہ ضد صادق ہی نہین آتا اور مضاد کا تحقق ہی نہین یہ اسوقت مین صحیح ہوتا جب وہ یہ حکم کرتے کہ شیعون سے

معصومین نے اور علماؤن نے اُنکے شیعون سے محاربات لسانی مین کیا کیا جد وجہد راہ خدا مین کیے ہین اور باوجودیکہ دشمنان دین کیسی کیسی اذیتین پہونچاتے تھے اور ملامتین کرتے تھے لیکن کسی کا خوف نہ کیا اور اعلان کلمہ دین مین سرگرم رہے یہان تک کہ حق کو ظاہر کیا اور رفتہ رفتہ منصفین بتائید وہدایت حق تعالی دین حق کو قبول کرتے گئے یہان تک کہ مثل اسلام ایمان نے بھی بتدریج مرتبہ کثرت کا حاصل کیا کہان وہ زمانہ کہ جناب پیغمبر خدا کے بعد بجز سلمان وابوذر وعمار ومقداد وحذیفہ بن یمان شیعہ علی ابن ابیطالب کا ظاہر مین نام نہ تھا اور کہان بفضل ہدایہ زمانہ کہ کوئی شہر وقصبہ ایسا نہین ہے کہ جہان شیعہ نہون ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور اس سے زیادہ ایفاے وعدۂ الٰہی کا ظہور کیا چاہتے ہین کہ باوصف اسکے کہ دشمنان دین کیسا انکی کمین مین تھے لیکن اعلان کلمہ دین اُنسے ہوا اور اظہار مقالات کیسا کتب کلامیہ اور کتب احادیث اُنکے سب مرتب ہوگئے اور ایسے غالب آئے کہ کسی طرح انکے ائمہ دین اور علما کے مقابلہ کی انھین قدرت نہین رہی اور جملہ استدلالات کو انکی شیعون نے توڑ دیا اور بے حقیقت کر دیا پھر بھی فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم کا ظہور نہین ہوا اگر امام فخر رازی ایام سلطنت ملک اودھ مین جب بقبضہ دولت سلاطین منصوریہ تھے ماہ محرم مین وارد لکھنؤ ہوتے تو اظہار مقالات شیعہ کو خوب سُنتے باقی رہا زوال سلطنت اور اضمحلال اہل ملت پر دلیل حقیت کی نہین ہے بلکہ حق تعالی موافق مصالح کے جسے چاہتا ہے صاحب سلطنت وعزت کرتا ہے اور جب چاہتا ہے خلع انتزاع مملکت اس سے کرتا ہے جو شوکت ورونق اسلام کو پہلے تھی وہ اب کہان ہے بالجملہ یہ امور لائق استدلال نہین ہین بلکہ منشا انکا عناد وانحراف ہے واقع مین معانی اور مراد آیات قرآنی کا مدار اخبار پر ہے اور اسمین ظاہر یہ ہے کہ جو اخبار فریقین کے موافق ہو وہی صحیح ہے نہ یہ کہ ایسی عقلیات جو محض بے حقیقت ہین اور اگر ایسا ہی ہو تو اکثر انبیا بھی ہمیشہ مقہور وممنوع رہے اور منکرین الوہیت بلکہ مدعیان الوہیت نے کیسی سلطنتین اور حکومتین کین ہین اور اس وقت بھی منکرین نبوت کی کیسی کثرت اور کسقدر شوکت وقوت ہے حالانکہ غلبہ اسلام کا وعدہ ہے لیکن وعدہ الٰہی کا علم کسے ہے کہ کس بنا پر اور کس وقت کے لیے فرمایا ہے کیا فسوف یاتی اللہ بقوم اقتربت الساعۃ سے بھی زیادہ ہے اور کیا عجب ہے کہ مراد الٰہی اس وعدے سے زمان ظہور صاحب العصر ہی ہو جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے پھر کیا زمانہ گذر گیا جو قضیہ شرطیہ بنایا گیا ہم تو انتظار کر رہے ہین انھم یرونہ بعیدا ونراہ قریبا اور حق پوشی امام رازی کی دیکھنے کے لائق ہے جس سے شاہ صاحب کی شکر گذاری کرنی چاہیے کیونکہ شاہ صاحب نے یہ تسلیم کر بھی لیا کہ تین فرقے پیغمبر خدا کے زمانے مین بھی مرتد ہوے اور حضرت نے انکے واسطے فوج بھیجائی تھی لیکن امام رازی تو انکا اس سے بھی انکار کر گئے جناب امیر کا امر تو بعد نبوت ہی انھون نے تو خلیفہ اول کے اختصاص کے حاصل کرنے کو پیغمبر خدا سے بھی محاربہ مرتدین کی نفی کی چنانچہ دوسرے مقام مین انھون نے کہا ہے کہ ہم دعوی کرتے ہین کہ آیہ

واجب ہی کہ ابی بکر کے حق مین نازل ہوا ہو اور دلیل اُسپر دو وجہین ہین پہلے یہ کہ یہ آیہ مختص ہی محاربہ مرتدین مین
اور ابی بکر وہی وہ شخص ہی جو متولی محاربہ مرتدین کا ہوا بنا بر اسکے کہ اُسے ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور یہ ممکن نہین ہی
کہ اُس سے خود رسول خدا مراد ہون کیونکہ آنحضرت کو کبھی محاربہ مرتدین کا اتفاق نہین ہوا اور خدا نے فرمایا ہی
کہ قریب ہی لاے خدا اور یہ استقبال کے لیے ہی نہ حال کے لیے پس واجب ہی کہ یہ قوم وقت نزول اس
خطاب کے موجود نہو فقط اور عاقل پر پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ اہین کسقدر نفسانیت کو کام مین لاے ہین
کیونکہ جو پہلی وجہ کہی ہی کہ یہ آیہ مختص ہی محاربہ مرتدین مین یہ خود صحیح نہین ہی کیونکہ آیہ مین وصف یہ ہی کہ یجاهدون
فی سبیل اللہ یہ تخصیص جہاد کی نہ محاربین مرتدین پھر یہ اختصاص کیونکر صحیح ہو سکتا ہی دوسرے جب اخبار شان
نزول کے متعدد ہین اہل یمن کے بھی حق مین خبر وارد ہی قوم ابو موسی اشعری کے لیے بھی روایت مین
تصریح ہی سلمان کے بھی نام کی روایت ہی جناب امیر کے واسطے تو اتفاق فریقین ہی خبر مین پھر یہ دعوی
اختصاص کا کیونکر صحیح ہو دوسرے پیغمبر خدا کے زمانے مین مرتدین کا پایا جانا ایسا نہین ہی کہ کتب سیر
و اخبار سے کوئی اُسے نکال سکے اسی طرح آنحضرت کا امیر فوج بھجوانا اور حکم قتل کرنا بہت مشہور ہی جیسا کہ شاہ صاحب
نے بھی تصریح کی اور وہ خانگی گواہی ہی پھر اس سے راسا انکار کرنا محض اسواسطے کہ تا خلیفہ اول کے لیے اپنے اختصاص
پیدا کرین بڑی دلاوری ہی اور کتنی حق پوشی ہی اگر یہ کہے کہ چونکہ جناب رسالتمآب نے قتل مرتدین کے لیے فوج
بھجوائی خود تشریف نہین لیگئے اور آپ محاربہ نہین فرمایا تو جناب خلیفہ اول بھی تو گھر ہی مین رہے کس دن محاربہ کے لیے
صف جنگ مین تشریف لاے اور محاربہ مرتدین کا کیا ذکر ہی اس زمانے مین تو خود صاحب ملک و فوج تھے بھلا
خانہ سلطنت کس سے چھوڑا جاے عیش دنیا ہی کے لیے تو غدیر خم کی بیعت توڑی گئی تھی جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ کے ساتھ مجاہدین کے ہمراہ جاتے تھے اُسوقت بنفس خود نہ یہ نہ دونون شریک ریاست اُنکے کسی ادنی کافر سے بھی
لڑے نہ کسی کو زخمی کیا ابطال عرب کا مارنا تو بہت بڑی بات ہی اُنکے مقابلہ مین اور شدت جنگ کے وقت مین
تو لشکر مین بھی کھڑا رہنا دشوار تھا اور اگر ایسے ہوتے تو عتبہ بن ربیعہ نے جو کچھ کیا اور وہ قصہ کتاب منتفی مین مذکور ہی
نہونے پاتا اسی طرح اگر یہ بزرگوار لڑنے والون مین ہوتے تو کفار سے بوقت مقاتلہ و جہاد کیون بھاگتے اور اس کی
نوبت کاہے کو آتی کہ جو ابن ابی الحدید کے قصائد مین منظوم ہو تماد لاینکر فی حنین فرارہ فی احد قد فر خوفا و خیبر سبحان اللہ
پیغمبر خدا سے تو محاربہ مرتدین کی نفی کیجاے اور جناب ابوبکر کے واسطے محاربہ مرتدین ثابت کر کے یجاهدون فی
سبیل اللہ مین شمار کیا جاے بلکہ یہ وصف مخصوص انہین کے واسطے جاننا چاہیے پھر اس حمایت مذہب و ناحق
کوشی کو کیا کہہ سکتے ہین عاقلان خوب میدانند بالجملہ اُنکے استدلال کا یہ حال ہی اور اسمین سب برابر ہین شاذ و نادر
کوئی اگر منصف ہی تو کلمہ حق اسکی زبان پر خدا جاری کر دیتا ہی جیسا کہ فاضل نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین و قاضی القضات نے بھی

انکی ہی آیہ سے استدلال خلافت خلیفہ اول کے لیے اپنے کیا تھا اسکے جواب مین جو جناب سید مرتضی علم الہدی
رحمہ اللہ نے کتاب شافی مین فرمایا ہی لائق ملاحظہ منصفین ہی اور نہایت کلام متین ہی محصل اسکا یہ ہی کہ یہ تو نے
کہان سے کہا کہ یہ آیہ ابوبکر اور انکے اصحاب کی شان مین نازل ہوا ہی پھر اگر قاضی کہے کہ اس جہت سے کہا کہ ابوبکر
اور انکے اصحابون نے بعد رسول خدا کے مرتدین سے مقاتلہ کیا اور سوا انکے اور کسی نے مرتدین سے قتال و جہاد
نہین کیا تو اسکے جواب مین کہا جائیگا کہ وہ کون ہی جو اس بات کو تیری مسلم رکھے آیا یہ نہین ہی کہ امیر المومنین نے
بعد رسول خدا کے ناکثین و قاسطین و مارقین کو مارا اور انسے محاربہ کیا اور یہ سب ہمارے نزدیک دین سے ارتداد
کرنے والے ہین اور یہ احتمال اگرچہ فی نفسہ بھی صحیح ہی اور آیہ سے مستفاد ہوتا ہی مگر شاہد اسکی صحت پر وہ ہی جو جناب
امیر سے مروی ہی کہ روز جنگ بصرہ فرمایا تھا واللہ ما قوتل اہل ہذہ الآیۃ حتی الیوم و تلاھا یعنی قسم ہی خدا کی کہ آج کے
دن تک اس آیت والون سے کوئی نہین مارا گیا ہی اور بعد اسکے یہ آیہ پڑھا حضرت نے اور یہ روایت ایسی ہی کہ
عمار و حذیفہ وغیرہ اصحاب نبی اسکے راوی ہین پھر اگر قاضی کہے کہ میری دلیل اس آیہ کے نازل ہونے پر ابوبکر
اور انکے اصحاب کی شان مین اہل تفسیر کا قول ہی تو اسکے جواب مین کہا جائیگا کہ آیا سب اہل تفسیر اسی کے قائل ہین یا
اگر قاضی کہے کہ ہان تو اسنے مکابرہ کیا ہی کیونکہ احتمال اس آیہ کے نازل ہونے کا علی ابن ابیطالب کی شان مین جیسے
ہمنے کہا ہی وہ بھی منقول ہی اور ناقل اہل تفسیر و تاویل ہین اور اگر کوئی اہل تفسیر سے اسکا ناقل نہوتا تو جو روایت کہ
جناب امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہوئی اور جن صحابیون نے انسے نقل کیا کہ ہمنے انکا ذکر کیا ہی وہی وجہ کافی ہو جاتے
اور اگر قاضی کہے کہ میری حجت بعض مفسرین کا قول ہی تو ہم کہینگے کہ اس بعض مفسرین کے قول مین کیا حجت ہی اور جو بعض کہ
تیرے قول کے قائل ہین انکی حقیقت کیونکر ثابت کی نہ اس بعض کی جنکی تفسیر ہمارے قول کے موافق ہی اور یہ ظاہر ہی
کہ جب اجماع نہین تو بعض بعض سے مشابہ ہین ایک بعض کے قول کو حق جاننا اور دوسرے بعض کے قول کو نہ
ماننا محتاج بیان ہی اور بعد اسکے کہا جاتا ہی کہ حق تعالی نے آیہ مین قوم مذکورین کو ایسے چند اوصاف سے منعوت
فرمایا ہی کہ ان صفات مین تامل و مراعات کرنا واجب و لازم ہی تاکہ معلوم کرین کہ وہ اوصاف ہمارے صاحب مین
یا تمہارے صاحب مین کیونکہ وصف انکا فرمایا ہی ساتھ یحبھم و یحبونہ کے اور یہ وہ وصف ہی کہ ہمارے صاحب مین
مجمع علیہ ہی اور تمہارے صاحب مین مختلف فیہ ہی اور جناب پیغمبر خدا نے ہمارے صاحب کو روز جنگ خیبر صاحب
ان اوصاف کا فرمایا تھا جبکہ بھاگے تھے جو بھاگے تھے کافرون سے پس فرمایا تھا کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ
و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ کرار غیر فرار بعد اسکے علم لشکر آنحضرت کے سپرد فرمایا تھا اسکے بعد حق تعالی کا قول ہی اذلۃ علی
المومنین اعزۃ علی الکافرین اور یہ بھی ہمارے قول کو مقتضی ہی کیونکہ حال جناب امیر کا تخاشع اور تواضع اور فروتنی اور
کوچک دلی اور ضبط غیظ و غضب مین معلوم ہی و انہ ما ری قط طائشا و لا مستبطرا فی حال من الاحوال اور اس بارے مین

تمہارے دونون صاحبون کا بھی حال معلوم ہو لیکن پہلے صاحب پس انھون نے اپنی طوع وخوشی سے بلا اکراہ
یہ اعتراف فرمایا کہ ان لی شیطانا یعترینی عند غضبی اور دوسرے صاحب تو درشتی وتندی وعجلت مین معروف اور
فظاظت وغلظت مین مشہور رہین اور لیکن عزت کا فرین پر پس اسکا تحقیق تو نہین ہوتا مگر قتل وجہاد کفار سے اور
یہ حال تو ایسا ہو کہ اسمین آنحضرت سے کوئی ہمسری گذشتہ وآیندہ مین کر نہین سکتا اور خدا فرماتا ہو یجاھدون
فی سبیل اللہ اور یہ بھی وصف بالاتفاق انھین حضرت کی شان مین ظاہر ہوا اور ابو بکر وانکے صاحب سے جزماً
منتفی ہو کیونکہ کوئی کشتہ کفار سے ایسا نہین جو صف جنگ مین انکے ہاتھ سے مارا گیا ہو نہ کبھی پیغمبر خدا کے سامنے
انھون نے جہاد کیا اور جبکہ اوصاف مذکورہ حضرت امیر مین حاصل ہوے اور نہ حاصل ہوے ان اشخاص مین
جنکی شان مین تم کہتے ہو کہ آیت نازل ہوئی ہو کیونکہ بعض ان اوصاف کے انسے معلوم الانتفا ہین سب جانتے ہین
بخوبی کہ انمین نہ تھے جیسا کہ وصف جہاد فی سبیل اللہ کا حال ہوا اور بعض انسے مختلف فیہ ہین مثل ان اوصاف کے
جو سوا جہاد کے ہین تو اب چاہیے کہ جو اس آیہ سے استدلال کرتا ہو انکی صحت خلافت پر وہ خارج سے ان اوصاف کا
اثبات کرے تا کہ آیہ کریمہ کی دلالت اسکے مطلوب پر تمام ہو نہ یہ کہ فقط اسی آیہ سے استدلال پر اکتفا کرین کیونکہ اب
آیہ مین دلیل نہین باقی ہو انتہی ملخص کلامہ رحمہ اللہ اور جو ہم اوپر کہہ آئے ہین کہ کبھی حق تعالی کلمہ حق کو حضرات
اہلسنت کی زبان پر جاری فرما دیتا ہو کہ اس سے حقیقت وصداقت کلام مومنین کی سب پر ظاہر ہوتی ہو اسی
قبیل سے یہ ہو کہ جناب سید کے اس کلام کو ابن ابی الحدید معتزلی نے نقل کر کے جو کہا ہو اسکا حاصل ترجمہ یہ ہو کہ یہ
جملہ اس کلام کا ہو کہ جو سید مرتضی نے کہا ہو اور بہ تحقیق کہ ممکن ہو کہ سید اس احتجاج سے جو اہلسنت اس آیہ سے کرتے ہین
اپنی خلاصی ایسی وجہ سے کرین جو احسن والطف وواضح ہو اس سے جو سید نے وجہ ذکر کی ہو پس کہتے ہین ہم کہ مراد
آیہ سے یہ ہو کہ جو عہد رسالت پناہ مین مرتد ہوا واقعہ اسود عنسی ہین کہ یمن مین ہوا تھا ہو پس بہ تحقیق کہ اسوقت اکثر
مسلمان گمراہ اور مرتد دین اسلام سے ہو گئے تھے اور اسکے لیے نبوت کا ادعا کیا تھا اور صدق نبوت کا اسکے اعتقاد
کر گئے تھے پس من یرتد سے وہ مراد ہون اور وہ قوم جنکے لیے یحبھم ویحبونہ ہو وہ وہ قوم ہو جنکے لیے پیغمبر خدا نے
یمن والون کو کتابت فرمائی تھی اور انھین حث وترغیب اسکے قتل وفتک پر فرمائی تھی اور وہ فیروز دیلمی اور اسکے
اصحاب ہین اور وہ قصہ مشہور ہو اور سید مرتضی کے واسطے جائز تھا کہ وہ کہتے کہ یہ تو نے کیون کہا کہ جنھین ابو بکر
اور انکے اصحابون نے فرمایا وہ مرتد تھے کیونکہ مرتد وہ ہو جو دین اسلام کا منکر ہو بعد اسکے کہ پہلے دین اسلام قبول
کر چکا ہو اور جنھون نے کہ زکوۃ کے دینے سے منع کیا تھا انھون نے اصل دین اسلام سے انکار نہین کیا تھا بلکہ تاویل
کی تھی اور اس تاویل مین انسے خطا واقع ہوئی تھی کیونکہ انھون نے قول خدا کی خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم
وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم تاویل یہ کی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم زکوۃ اپنے مال کی نہین دیتے مگر اس شخص کو

جسکی صلوٰۃ ہمارے واسطے سبب تسکین کا ہو اور بعد وفات جناب پیغمبر خدا کے اس صفات کا کوئی باقی نہین ہے پس وجوب زکوٰۃ بھی ہمسے ساقط ہے اور اس کہنے مین ردہ کسی چیز مین نہین ہے اور صحابہ نے جو انکا نام اہل ردہ رکھا تھا وہ تسمیہ بطور مجاز تھا اور غرض اس تسمیہ سے یہ تھی کہ جو کچھ انھون نے تاویل مین کہا تھا اسے بہت بڑھا کر بیان کرین پھر اگر کہا جاے کہ اعتقاد نہین ہے مگر اس قتال پر جو ابوبکر اور انکے اصحابون نے مسیلمہ کذاب اور طلحہ کے ساتھ کیا تھا اور وہ دونون ایسے تھے کہ انھون نے نبوت کا ادعا کیا تھا اور انکے طریقے پر اکثر عرب کی قوم سے مرتد ہوگئے تھے اس قتال کے اوپر اعتماد نہین کرتے جو مانعین زکوٰۃ کے ساتھ کیا تھا تو انکے جواب مین کہا جائیگا کہ مسیلمہ اور طلحہ کے ساتھ جہاد خود جناب رسول خدا نے اپنی وفات سے پہلے بذریعہ تحریرات و بھجوانے پیغامبرون کے فرمایا تھا اور اہل جماعت کو مسلمانون کی انکے قتل کے واسطے نافذ فرمایا تھا اور انھین حکم دیا تھا کہ ان دونون کو قتل کرین اگر قتل کرنا انکا ممکن ہو اور انپر بہت سے عرب کے قبیل مستقر و مجتمع ہوگئے تھے اور وہ قصہ مفصل کتب سیر و اخبار مین مذکور ہین پھر کیون جائز نہین ہوتا کہ وہ اشخاص کہ جنھین پیغمبر خدا نے انکے استیصال کے لیے بھجوایا تھا اس معرکہ مین وہی مراد یحبہم ویحبونہ آیہ سے ہون اور خدا نے آیہ مین یہ نہین فرمایا کہ تجاھدون فیقتلونکم یعنی جہاد کرینگے پس تمھین مارینگے بلکہ جہاد کرنے کو فقط فرمایا ہے اور جب طائف کا حصار کر چکے تو جہاد حاصل ہو چکا گو قتل و استیصال نہ حاصل ہوا ہو اور سید مرتضیٰ کو پہونچتا تھا کہ وہ کہتے کہ آیہ کا سیاق اسپر دلالت نہین کرتا جو مستدل کے گمان مین ہے اس بات سے کہ جو دین سے ارتداد کریگا تو خدا ایسی قوم کو لائیگا جسے خدا دوست رکھتا ہو اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہون اور محاربہ کرینگے بسبب انکے مرتد ہونے کے بلکہ دلالت سیاق آیہ کی اسپر ہے کہ جو تمسے مرتد ہو جائیگا بسبب ترک کرنے کے جہاد کو پیغمبر خدا کی ہمراہی سے اور اس ترک جہاد کا نام جو ارتداد رکھا ہے بر سبیل مجاز ہے تو عنقریب خدا ایسی قوم کو لائیگا جسے وہ دوست رکھے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہون اور جہاد کرتے ہون راہ خدا مین تمھارے عوض مین اور ایسا ہی حال تھا کہ جو پیغمبر کو چھوڑ کے جہاد مین چلا جاتا تھا اور لڑائیون مین آنحضرت کے ساتھ جانے سے باز رہکر گھر مین بیٹھتا تھا تو حق تعالیٰ اپنے نبی کو بے نیاز فرماتا تھا دوسرے طائفہ مسلمانون کے کہ وہ آنحضرت کے سامنے آکر جہاد کرتے تھے اور لیکن قول سید مرتضیٰ کا جو انھون نے کہا ہے کہ یہ آیہ ناکثین و قاسطین اور مارقین کے بارے مین نازل ہوا ہے جنسے امیر المومنین ع نے محاربہ فرمایا تھا پس بعید ہے کیونکہ ہمارے نزدیک لفظ مرتد کا اطلاق انپر نہین ہوسکتا اور نہ بنا بر سید مرتضیٰ اور انکے اصحابون کے انھین مرتد کہہ سکتے ہین لیکن لفظ کا اطلاق پس ہمکو نہ کہے جانا انپر یہ تو اتفاقی ہے اگرچہ وہ انھین کفار کہتے ہین مگر نہین کہتے اور مگر معنی مرتد کا انپر نہ صادق آتا پس اس وجہ سے ہے کہ انکے مذہب مین یہ ہے کہ جو مرتد ہو جاے حالانکہ پہلے ولادت اسکی فطرت اسلام پر ہوئی ہو تو اسکی زوجہ اسکے عقد سے نکل جاتی ہے اور مال اسکا اسکے وارثون مین تقسیم ہو جاتا

اور اسکی زوجہ پر عدہ وہ وجب ہوتا جو اُس عورت کے واسطے ہی جسکا شوہر مرجاے اور یہ معلوم ہی کہ اکثر محاربین امیر المومنین کی فطرت سلام پر پیدا ہوے تھے لیکن انکے لیے یہ احکام جاری نہین ہوے اور لیکن قول سید مرتضی کا کہ صفات بتحقیق ہمارے صاحب مین ہین تمہارے صاحب مین نہین ہین پس مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ یہ تحقیق کہ خط ونصیب اُس صفات سے امیر المومنین کا خط اوفی ہی یعنی بڑا حصہ ہی لیکن آیہ مخصوص ایسے مس کے ساتھ نہین ہی جسمین صفات مذکورہ پائی جائین خدا نے اُسکا اطلاق نہین فرمایا مگر مجاہدین پر اور وہ وہی قوم اور اشخاص ہین جو خود مباشر حرب وپیکار کے ہون پس ہمنے مانا کہ ابا بکر وعمر مین یہ صفات نہ تھین تو کیون جایز نہین ہوتا کہ مدح انکی ہو جنھون نے مسلمانون سے انکے آگے جہاد کیا اور مباشر حرب وپیکار کے ہوے اور وہ بہادران مہاجرین وانصار ہین جنہون نے جنگ سر کی اور دعوت اسلام کو منتشر کیا اور اقلیمون کے مالک ہوے انتہی توجہ کلامہ اور یقینی اسکے دیکھنے سے صاحب عقل کو واضح ہوتا ہی کہ خود ابن ابی الحدید کے اقرار کے موافق اِس آیہ سے استدلال کرنا خلافت خلفاے ثلثہ پر اُن وجہون سے جو اُسنے کہین ہین محل اعتبار سے ساقط ہی اور جب احتمال آیا تو استدلال باطل ہوے اور حقیقت مین اب کچھ شیعون کو ضرور نہین کہ ایسی شہادت خانگی کے بعد متوجہ جواب وہی کے ہون کیونکہ کفی اللہ المومنین القتال کا مصداق ہوچکا اور رد وقدح کی ضرورت شیعون کو نہین ہی مگر دو امر کے واسطے ایک جسقدر ابن ابی الحدید نے مخالفت کی ہی اسکا جواب دینا چاہیے دوسرے جب قول شاہ صاحب کا نقل کرنے کے بعد جواب نہ دین تو یہ گمان ہو کہ شاہ صاحب کا استدلال لاجواب تھا اسلیے ضرور ہی کہ اُنکا بھی جواب لکھا جاے اور پہلے اس سے ابن ابی الحدید کا بھی جواب ہونا چاہیے جو کچھ اُسنے مخالف قول شیعہ جناب سید مرتضی کے قول پر اعتراض کیا ہو پس کہتے ہین ہم بتوفیق اللہ سبحانہ کہ جو ابن ابی الحدید نے کہا ہی کہ قول سید مرتضی کا بعید ہو الخ پس اسکی وجہ ظاہر ہی کہ سوا تعصب مذہب کے اور کچھ نہین ہی کیونکہ ہم پہلے روایات مفسرین اہلسنت کو لکھ آئے ہین اور خود جناب سید نے اول کلام مین اسکا اشعار فرمایا ہی کہ یہ احتمال موافق روایات اہل تفسیر کے ہی پھر اِس معترض نے جو اِس احتمال کو بعید کہا تو یا جہل اپنی روایات مذہب سے ہی لیکن یہ بہ نسبت ابن ابی الحدید کے بعید ہی ہان تجاہل کا احتمال البتہ قوی ہی اور جو اُس اپنے دعوے کے بیان مین کہا ہی کہ لیکن لفظ پس بالاتفاق الخ پس یہ ممنوع ہی کیونکہ اکثر اصحاب کا کلام اسپر مشتمل ہی کہ مرتد کے لفظ کا اطلاق اُنپر ہوتا تھا اور خود جناب سید مرتضی کا قول جو انھون نے فرمایا ہی فھولاء مرتدون عندنا کہ اسمین ضمیر متکلم مع الغیر ہی اسی کی طرف مشعر ہی اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کی بھی بعض عبارات مین لفظ مرتد کا اطلاق اُنپر ہی کما حکاہ جناب سلطان العلما طاب ثراہ فی البوادق اور علاوہ اِس تصریح کے جناب امیر المومنین کے محاربین پر لفظ مرتدین کے اطلاق کو کیون مستبعد کہتے ہین

باوجود اسکے کہ مانعین زکوۃ پر اس لفظ کے اطلاق کو بناء عظام قول صحابہ کے مجوز جانتے ہین حالانکہ وہ بھی بنا بر
اُنعین کی گواہی کے منکر زکوۃ نہ تھے پھر اسی طرح جو ہم کہتے ہین اُسے بھی تجویز کرین اور جو کہا ہے ابن ابی الحدید نے
کہ لیکن معنی راہ سے الخ اسکا جواب یہ ہو کہ اہل بصیرت کو جاننا چاہیے کہ جناب سید مرتضیٰ اور علماے شیعہ کے
قدما قائل اسکے ہوے ہین کہ مخالفین کافر و نجس ہین خواہ وہ محاربین سے ہون یا نہون اور اکثر اصحاب فرقہ
شیعہ سے قائل اسکے ہین کہ اہل سُنت دنیا مین بظاہر محکوم باسلام ہونگے اور آخرت مین اُنکے واسطے ثمرہ کفر کا
ترتب ضروری ہو اور وہ کفار مین محسوب ہونگے اور کلام اصحاب کا ظاہر اطلاق محاربین کی تکفیر ہو مطلقاً
پھر جبکہ جناب سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ وغیرہ کے نزدیک دنیا کی نجاست بھی اور سب شرک کے احکام مخالفین
کے لیے ثابت ہوئی تو یہ کیونکر جانا کہ محاربین کے واسطے مرتد کا حکم ثابت نہوگا اور برتقدیر تسلیم پس جناب سید
مرتضیٰ نے اپنے کلام مین جو مذکور ہوا یہ صاف تصریح فرمائی ہو کہ احکام کفار کے مختلف ہین پھر یہ کہان سے معلوم ہوا
کہ مرتدین محاربین کے واسطے احکام علیحدہ سائر مرتدین کے احکام سے جو مختص اُنکے ساتھ ہین ثابت نہونگے اس سے
بھی علاوہ ابن ابی الحدید معترض کا یہ قول کہ اُنکے لیے ان احکام کے ساتھ حکم نہین ہوا یہ خود دعوی بلا دلیل ہو کیونکہ
اگر اس سے یہ مراد ہو کہ حضرت امیر المومنین نے مرتدین کے احکام اُنپر جاری نہین فرماے تو اسکے تسلیم کرنے کے
بعد جناب امیر کا اسپر تمکن ہونا ممنوع ہو کیونکہ اکثر اہل لشکر سے آنحضرت کے اہل صفین وغیرہ کو برادران اسلامین کے ساتھ
تعبیر کرتے تھے پس یقینی اس صورت مین آنحضرت کو احکام مرتدین کا جاری فرمانا انپر غیر ممکن تھا اگر اور کوئی اس سے
انکار کرے تو اُسکے لیے وہ واقعہ سکات کے یاد دلانا کافی ہو کہ جب جناب امیر نے نماز تراویح کو زمان خلافت مین
اپنے منع فرمایا تو سب لشکر واعمراہ واعمراہ کہکر اسقدر چلاے کہ آخر کو بخوف حدوث فتنہ اسلام مین آنحضرت نے
سکوت فرمایا حالانکہ یقینی بدعت سمجھکر منع فرمایا تھا اسی طرح اسمین بھی جاننا چاہیے کہ انھین موانع سے اجراے
احکام مرتدین محاربین پر نہ فرمایا ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ کسی نے علماے فریقین سے ارتداد کا حکم نہین کیا تو یہ البتہ
حیز منع مین ہو اور جو اسکا ادعا کرے بیان اسکا اُسکے ذمہ ہو خصوصاً بنظر اسکے کہ روایات حضرات اہلسنت مین یہ
اشعار موجود ہو کہ جناب رسول خدا کے بعد وفات ایک جماعت صحابون سے مرتد ہوگئی تھی جیسا کہ اصحابی
اصحابی کی روایت اسپر دلالت کرتی ہو اور شاہ صاحب کے جواب مین اسے نقل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی اور
اس کلام و مرام پر موید ہو جو جناب امیر نے بعض خطبون مین اپنے فرمایا ہو حتی اذا قبض اللہ رسولہ رجع قوم علی الاعقاب
وغالتہم السبل واتکلوا علی الولائج الخ و ابن ابی الحدید نے اسکی شرح مین اعتراف کیا ہو کہ مراد اس سے محاربین آنحضرت کے ہین جو جنگ صفین
مین تھے مثل عمرو عاص و مغیرہ بن شعبہ و مروان بن الحکم اور ولید بن عقبہ و حبیب بن مسلمہ و بسر بن ارطاۃ اور عبد اللہ بن زبیر
وغیرہ کے اور ان سبھا کو نقل کرکے کہا ہو ولا یمتنع ان یرید برجوعہم الی الاعقاب ارتدادہم عن الاسلام بالکلیۃ فان کثیرا من

اصحابنا یطعنون فی ایمان بعض من ذکرناه و یجدونهم من المنافقین و قد کان سیف رسول الله یقمعهم و یردعهم عن اظهار ما فی انفسهم من النفاق
فاظهر قوم منهم بعده ما کانوا یضمرونه من ذلک خصوصاً فیما یتعلق بامیر المؤمنین الذی ورد فی حقه ما کنا نعرف المنافقین علی عهد رسول الله الا ببغض
علی بن ابی طالب وهو خبر محقق مذکور فی الصحاح انتہی اور جب بنا بر اپنے اس اقرار کے انکے ارتداد کی تجویز خود کرتے ہین حالانکہ
انکے لیے احکام مرتدین کے جاری نہین کرتے تو پھر یہان قول شیعہ مین اسے کیون استنکاف کرتے ہین اور مستبعد
کہتے ہین باوجودیکہ مرتد مرتد برابر ہین خواہ ملی ہو یا فطری اور پھر بھی احکام مرتدین کا مختلف ہونا دنیا مین مثل
اختلاف احکام جملہ کفار کے محتمل ہی اور جناب سید کے کلام مین بھی اشارہ اسکی طرف ہو چکا ہی حاصل کلام یہ ہی
کہ مدار صحت اطلاق کا ان الفاظ کے اخبار پر ہی اور اسمین شک نہین ہی کہ بنا بر بعض احادیث کے اطلاق لفظ ارتداد کا
اور بنا بر اکثر روایات کے رجعت قہقری اور نکوص علی الاعقاب کا اطلاق بحق ان اشخاص کے جو محاربین جناب
امیر المؤمنین کے تھے ثابت ہی اور یقینی ہی کہ جب قاتل و مقتول دونون اس قوم کے جہنمی تھے تو آخرت مین
مرتدین کے احکام انپر جاری ہونگے پھر اگر بر سبیل تنزل ہم یہ تسلیم بھی کر لین کہ دنیا مین مرتدین کے احکام انپر جاری
نہین ہوے تو آخرت کے اعتبار سے تو بالضرور اس لفظ کا اطلاق انپر جائز اور مجوز ہوگا پھر جب علت جواز
و تجویز کی اسمین پائی گئی تو پھر اس سے کیا ہوتا ہی کہ اطلاق ہوا یا نہین ہوا اگر اہل خلاف انہین مرتد نہ کہین تو
نہ کہین وہ بہت امور حقہ حقیقہ کا اعتراف نہین کرتے مگر جب جناب امیر نے یہ فرمایا کہ واللہ ما قوتل اہل ہذہ
کر یعنی الیوم تو اہل حق کے کہنے کو اب منع نہین کر سکتا فقط اسقدر جواب مجمل ابن ابی الحدید کے لیے یہان کافی ہی
زیادہ تفصیل آیندہ انشاء اللہ شاہ صاحب کے جواب مین اسکی بھی لکھی جائیگی اور اب ہم عنان شبدیز قلم کو
میدان جواب شاہ صاحب کی طرف پھیر کر کہتے ہین کہ اور جو انہون نے فرمایا کہ مع ان اشخاص کی جنھون نے
قتال مرتدین کے ساتھ کیا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ ابھی آپ کے رئیس جماعت ابن ابی الحدید کی گواہی سے
ثابت ہو چکا کہ یہ دعوی آپ کا صادق نہین کیونکہ دلالت کرنا آیہ کا مدح مقاتلین پر ممنوع ہی اور یہ بھی محتمل ہی
کہ شان نزول سے فقط مومنین کا تسلیہ و تسکین مراد ہو تا کہ یہ توہم برطرف ہو جاے کہ اگر سب مسلمان مرتد ہو جائینگے
تو دین اسلام باقی نہ رہے گا بلکہ حق تعالی مرتدین کے مقابل مین ایسے اور مومنین کو پیدا کریگا جنکے یہ اوصاف
ہونگے اگرچہ وہ مرتدین سے مقاتلہ نہ کرین جیسا کہ ہم پہلے تمہید مین اسے بیان کر آئے ہین پھر اب یہ دعوی
اور تخصیص آپ کی دونون بیکار ہین پہلے آپ اپنے اکابر جماعت و اہل نحلہ کو سمجھائیے پھر شیعون کو سنائیگا
پھر شاہ صاحب نے جو بیان اوصاف آیہ مین اول من فرمایا ہی کہ پہلے قرب و منزلت و معاملہ انکا خدا کے ساتھ
جیسے یحبہم و یحبونہ کی دلالت ہی الخ اسکا جواب یہ ہی کہ یہ اوصاف یقینی آیہ مین مذکور ہین لیکن بنظر انصاف دیکھنا چاہیے
کہ جو غرض آپ کی ہی کہ خلفاے ثلثہ مین اسکا اثبات فرمائیے یہ تو کسی طرح ممکن نہین ہو سکتا کیونکہ وہ حضرات

تو اِس سے بہت دور ہین جسکے حق مین پیغمبر خدا نے اِن اوصاف کو بیان فرمایا وہ مراد اُسکی ہونا چاہیے ارشاد نبی اہل اسلام کے نزدیک لائق دلیل ہونے کے ہی نہ آپ کا بیان اور وہ ظاہر ہی روز جنگ خیبر سے جیسا کہ جناب سید مرتضیٰ رحمہ اللہ نے جو روایت روز خیبر کی جب جناب پیغمبر خدا نے علم لشکر اپنا جناب امیر کو عنایت فرمانے کے پیشتر فرمایا تھا نقل کی ہی اور وہ اُسپر صریح دلالت کرتی ہی کیونکہ جب خلیفہ اول و ثانی آپ کے راہ فرار جہاد سے اختیار فرما کر پھر آئے اُسوقت فرمایا تھا لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ کرار غیر فرار اور اِس سے اوصاف دونون امر ظاہر ہین ایک یہ کہ جناب امیر اِس صفت سے متصف تھے جب تو اُنکے لیے اِسے بیان فرمایا دوسرے یہ کہ یہ دونون صاحب اُس سے دور تھے اور اِس وصف سے خالی تھے اور قرینہ اِسکا یہ ہی کہ اگر بادشاہ کسی کو لڑائی پر امیر کر کے بھیجے اور اُسکے بھاگنے سے بادشاہ خفا ہو کر کہے کہ مین کل کے دن اب ایسے شخص کو بھیجونگا جسکے یہ یہ اوصاف ہین تو عقلاً سننے والے ضرور سمجھینگے اور یقین کرینگے کہ جو پہلے بھاگ آیا ہی وہ اِس شخص کا شریک اِن اوصاف مین نہین ہی کیونکہ یہ اوصاف لازمہ حقیقت انسانیہ نہین ہین کہ سب اُسمین مشترک ہون بلکہ معرفات و مشخصات شخصیہ ہین پھر بالضرور تشخیص و تعریف دون اشخاص کے لیے مفید ہونگی اور جب یہ ثابت ہی تو وصف اول کیونکر اُنکے خلفا کے لیے ثابت ہو سکتا ہی امام فخر رازی نے اِس جگہ حمیت مذہب کی داد بہت دی ہی لیکن جب اُنھون نے دیکھا کہ شیعہ روایت روز خیبر کو جو اُسکے جواب مین نقل کرتے ہین اُس سے سب استدلال اثبات وصف یحبہم و یحبونہ کے جو حق ابی بکر کرتے تھے ٹوٹ جاتی ہی تو اپنی حمیت مذہب سے لاچار ہو کر اِس حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ شیعہ جو اِس سے دلیل اپنے مقصود پر لاتے ہین تو اُسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ یہ خبر اخبار احاد سے ہی اور شیعون کے یہان جب تمسک اخبار احاد سے عمل مین نہ جایز ہوا تو علم و اعتقاد کے بارے مین اُس سے تمسک کرنا کیونکر اُنھین جایز ہو سکتا ہی الخ اور اُسکے جواب مین یہ کہنا جایز ہی کہ اول جو اُنھون نے کہا ہی کہ شیعہ اخبار احاد سے عمل مین متمسک نہین ہوتے یہ خود اپنی کلیت پر صحیح نہین ہی کیونکہ یہ شیعون سے بعض علما کا مختار ہی اور شاذ قول ہی جیسا کہ اہلسنت مین بھی یہ مذہب و قول شاذ ہی اور اِسکی تصریح اصول فقہ مین موجود ہی اور اگر اِسے ہم تسلیم بھی کرین جب بھی شیعہ اِسلیے ذکر کرتے ہین کہ تا الزام دین اُس سے جمہور اہلسنت کو جو خبر واحد کی حجت ہونے کے قائل ہین راقم رسالہ کہتا ہی کہ پہلے امام رازی کو اِس سے کیا کام ہی کہ خبر احاد ہی یا متواتر اور شیعہ کیسے خبر احاد پر عمل کرتے ہین اور اُسے علم مین معتمد جانتے ہین اور کسی پر نہین کرتے اھل البیت ادری بما فی البیت پہلے وہ اپنے گھر مین دیکھین کہ خبر احاد کو حجت جانتے ہین یا نہین اوپر ہم کہہ آئے ہین کہ شیعہ بذریعہ اپنے اخبار اہلبیت علیہم السلام علم و اعتقاد رکھتے ہین اور اخبار عامہ کو یا تقویت کو اپنی روایات کے یا الزام خصم کے لیے ذکر کرتے ہین اسی طرح یہان بھی وہ جو اعتقاد رکھتے ہین وہ رکھتے ہین مگر اہلسنت کو جو مدعی اِسکے ہوئے تھے کہ آیہ بشان خلفا نازل ہوا ہی اور

اثبات خلافت کا ظنی ہی سمجھ کرتے تھے اور اوصاف آیہ کو زبردستی خلفا مین اپنی ثابت کرنا چاہتے تھے اِسلیے انھین یاد دلایا کہ اِس روایت کی راہ سے تمھاری تاویل صحیح نہین ہی کہ متصف اِس وصف سے جناب امیر زمان رسالتمآب مین اور وہ روایت تمھارے یہان کی ہی پھر اگر حضرات اہلسنت بھی اخبار احاد ہونے سے اُسکی تضعیف کرین تو تعجب زیبا نہین ہی کیونکہ اگر یہی کی پابندی ہی تو معاویہ کا قصہ دیقہ کی کبھی تو روایت احاد تھی جس سے حدیقہ کی تکذیب کی گئی اگر اِس غدر کو معتبر تصور فرماوین تو پہلے اُسکی تضعیف و تکذیب فرماوین اور اگر قصہ غصب فدک مین خبر احاد معتبر ہی تو ہمین بھی معتبر جانین اور جو شیعہ کہتے ہین اُسے مانین کیونکہ ایک بام دو ہوا نہین رکھتا علاوہ اِسکے خود امام حضرات اہلسنت نے اثبات صحت خلافت جناب ابی بکر کے لیے ہی آیہ سے استدلال کی ذیل مین روایت ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاص کو ذکر کیا ہی اور اُس سے تائید و تقویت اپنے استدلال کی فرمائی وہ لائق انصاف و غور ہی کیونکہ یہ بات ہم اِس کتاب کے مقدمہ مین ثابت کر آے ہین کہ بہت کچھ اخبار خلفاے جور کے زمانے مین فضائل صحابہ کے بمقابل فضائل اہلبیت علیہم السلام کے بناے گئے کہ اُنکی وضع کی گواہی اُنکے علماے سے بھی جو ثقات سے ہین وہ باوجود تعصب مذہب دیے جاتے ہین اور از جملہ انھین اخبار موضوعہ کے یہ خبر بھی ہی جیسا کہ فاضل محدث فیروزآبادی شافعی نے چند اخبار کے ساتھ اپنی کتاب سفر السعادت کے خاتمہ مین لکھا ہی اشہر المشہورات من الموضوعات ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ پھر بڑے تعجب کی بات ہی کہ اشہر موضوعات کو تو اپنی تائید مذہب کے لیے لائق استدلال و قابل احتجاج جانکر اُس سے استدلال کرتے ہین اور اُس سے موید اپنے قول کا جسکے مدعی ہین کہ یہ آیہ بحق جناب ابی بکر نازل ہوا لاتے ہین اور چاہتے ہین کہ اُس سے شیعون کا مقابلہ کرین اور جو چیز کہ متفق علیہ اور مستفیض ہی یہان تک کہ مصنف کتاب غایت المرام اور حجت الخصام نے اِس روایت کے مضمون کو اپنی کتاب مین مقصد اوّل کے باب تاسع مین موافق اہلسنت کے سی و پنج طرق سے اور باب عاشر مین اُسکے موافق طرق امامیہ کے تین طرق سے نقل کیا ہی من شاء فلیرجع الیہ پھر محل تعجب ہی کہ اُسکی تضعیف کے لیے کہتے ہین کہ خبر احاد ہی آیت کا مقابلہ نہین کر سکتے سبحان اللہ کیا چہرے کی خبر ہی یا صف جنگ کا ارشاد ہی یہ ضرور رہی کہ غزوہ خیبر مین جب علمداران سابق بھاگ کر آچکے اور دونون طرف فوجین جمع تھین مجمع عام تھا لڑائی بگڑ چکی تھی اہل اسلام شکستہ خاطر و مضطر ہو چکے تھے اُسوقت سب کی تسلی و تسکین کے لیے بامر الٰہی یہ فرمایا تھا کہ لاعطین الرایۃ غدا الخ اور خاص مقصود اُس سے یہ تھا کہ سب اہل اسلام مطلع و مطمئن ہون گھبرا کر بھاگ نہ جائین اور چونکہ اِس سے بکمال اظہار و اعلان فرمایا تھا اِسی لیے جو دیندار تھے وہ اشتیاق زیارت مین دوست خدا کے اور دنیادار اِس تمنا مین کہ اگر علم لشکر کل ہمکو ملجاے تو بڑا منصب عظیم ہاتھ آے دونون شب بھر بیدار رہے اور دونون صبح ہوتے خدمت مین رسول خدا کی حاضر ہوے کہ تمنا اپنی اپنی پوری کرین جب علم لشکر جناب امیر کو عطا فرمایا تھا دنیادار مسرور اور

دنیاداری بخودی و غائب ہوئے پھر یہ قول رسول خدا [illegible] نہیں دیکھا اور سنا تھا پھر جو
خبر بہ درایت میں ہو اُسے روایت احاد کہکر ضعیف کر دینے کا ارادہ کرنا تعصب اور ہٹ ہے کون قبول کر سکتا ہی اور اسکی درایت کا
مرتبہ ثابت کرنیکے بعد اسکے اب ہم پھر کہتے ہیں کہ ای حضرات یہ خبر واقعہ خیبر اگرچہ اخبار احاد سے ہی لیکن احاد مستفیض ہی
بلکہ متواتر المعنی کے قریب ہی کیونکہ اسی کے قریب ہی جس مضمون کو صاحب جامع الاصول نے صحیح ترمذی سے نقل کیا ہی کہ
الفاظ اسکے یہ ہیں ان رسول اللہ بعث الی الیمن جیشین وامر علی احدہما علیا وعلی الآخر خالدا فقال اذا کان القتال فعلی قال ففتح علی حصنا فاخذ منہ جاریۃ
قال بریدۃ فکتب خالد معی الی رسول اللہ فقرأ الکتاب تغیر لونہ ثم قال ما تری فی رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فقلت اعوذ باللہ من غضب اللہ ورسولہ
انما انا الرسول اور حاصل ترجمہ لفظی اسکا یہ ہی کہ بتحقیق کہ پیغمبر خدا نے دو لشکر یمن کی طرف بھیجے اور ایک لشکر پر جناب
امیر المومنین کو امیر لشکر فرمایا اور دوسرے لشکر پر خالد کو امیر کیا اور فرمایا کہ جب لڑائی ہو جاے تو دونوں لشکروں کو
چاہیے کہ اپنا امیر جناب علی ابن ابیطالب کو جانیں راوی کہتا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے قلعہ کو فتح کیا اور بعد فتح کے
مال غنیمت سے ایک لونڈی خود لے لی اسکی اطلاع خالد نے لکھکر پیغمبر خدا کی خدمت میں بذریعہ نامہ بر کے کی جب
نامہ بر آیا اور وہ کتابت پیغمبر خدا کی خدمت میں گذرانی اور حضرت نے اُسے پڑھا تو رنگ چہرہ مبارک کا غصہ سے
متغیر ہو گیا اور قاصد سے فرمایا کہ تو کیا سمجھتا ہی جو اسکی نسبت شکایت لایا ہی جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہی اور
خدا و رسول اُسے دوست رکھتے ہیں اور وہ قاصد کہتا ہی کہ اُسوقت میں نے عرض کیا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے
اسکے غضب سے اور اسکے رسول کے غضب سے میرا قصور نہیں ہی میں فقط نامہ بر ہوں فقط اور یہی کے مثل ہی جو ابو خطیب
خوارزم نے اور طبری نے کتاب ریاض النضرہ میں جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ
ام المومنین نے فرمایا کہ جب زمانہ قرب وفات کا جناب رسول خدا کا آیا تو فرمایا ادعوا لی حبیبی یعنی میرے حبیب کو
بلاؤ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ابوبکر کو بلایا حضرت نے انہیں دیکھکر سر جھکا لیا اور پھر فرمایا کہ ادعوا لی حبیبی بعد اسکے میں نے
عمر کو بلایا انکی طرف بھی نظر فرماکر سر تکیہ پر رکھ دیا جب میں نے حاضرین سے کہا کہ واسطے ہو تمہیں علی ابن ابیطالب کو
انکے لیے بلاؤ پس خدا کی قسم وہ حبیب ہے اور دوسرے کو ارادہ نہیں کرتے یعنی جب لفظ حبیب کہتے ہیں تو
انہیں کو مراد لیتے ہیں صدیقہ مذکورہ فرماتی ہیں کہ جب پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کو دیکھا تو جو کپڑا کہ آنحضرت پر
اوڑھا یا تھا اُسے ہٹا کر علی ابن ابیطالب کو اُسمیں داخل فرمایا اور آنحضرت کو اپنے گلے سے لپٹائے رہے یہاں تک کہ انتقال
فرمایا پھر جب ام المومنین کی بھی گواہی سے کہ جو صدیقہ کی گواہی ہی یہ ثابت ہوا کہ ابوبکر و عمر رسول خدا کے حبیب نہ تھے
اور جناب علی ابن ابیطالب تھے تو اب یہ مضمون اور یہ خبر اور صحیح ترمذی کی خبر دونوں روایت رد خیبر کے ساتھ
موافقت تام حاصل رکھتی ہیں اور جب لفظاً و معنیً دونوں احادیث متعددہ میں انہیں کی موجود ہیں تو قوت استفاضہ کی
اُس سے حاصل ہوا اور جب ان روایات کو امامیہ کی روایات سے ملایا جاے تو متواتر المعنی ہونے میں اسکے تامل نہیں

پھر یہ عذر امام حضرات اہلسنت کا سوا حمیت مذہب اور تجاہل دوسرے پر محمول نہین ہو سکتا اور پایہ اعتبار سے
ساقط ہوا اور جب یہ ہم ثابت کر چکے تو پھر وہ دونون صاحب کسطرح مصداق یحبھم و یحبونہ کا اور مورد نہیں ہوسکتے ہیں
علاوہ اسکے حق تعالی فرماتا ہو قل ان کنتم تحبون اللہ و رسولہ فاتبعونی یحببکم اللہ وراب اہل انصاف کو یہین غور کرنا چاہیے
کہ آیا اتباع رسول ہی کا نام تھا کس شد و مد سے آنحضرت نے خلفاے ثلثہ کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کو فرمایا
تھا یہان تک کہ فرمایا لعن اللہ من تخلف جیش اسامہ لیکن ہرگز نہ گئے اور اسی طرح دوات و قرطاس کی طلب کے وقت
جیسا اتباع رسول کیا وہ خود مخالفین کی کتابون سے ظاہر ہو اور جہاد کفار سے پھر آنا بھی اُن صاحبون کا مشہور ہو پھر
از جملہ دوستان خدا اور رسول کیونکر ہو سکتے ہین اور اگر ان سب پر خاک ڈالین تو یقینی وہ حضرات جہاد سے فرار
فرما چکے ہین اور فرار من الزحف کبیرہ خود ہی اور صاحب اُسکا یقینی ظالم و مسرف ہوا اور قرآن مین واللہ لا یحب
الظالمین موجود ہو پھر جب خدا ظالم کو دوست ہی نہین رکھتا اور ظلم یقینی ثابت ہو تو ادعاے محبوبیت الہی بیکار ہو
قاضی بیضاوی نے تفسیر یحبونھم کحب اللہ مین صاف لکھا ہو کہ محبت الہی عبارت ہو طاعت اور تحصیل رضاے الہی سے
پھر صاحب کبائر جو ہو اُسکی نسبت یہ عقیدہ کسطرح ہو سکتا ہو کہ وہ محبوب و محب خدا ہو اور جو امور حضرات سے ہوئے
خصوصًا قرب وفات جناب رسالتمآب سے لیکر بعد آنحضرت کے اُن صاحبون کی آخر عمر تک اُنسے کتب سیر و تواریخ
کی بھری ہوئی ہین اور مجملی اشارے ہم اُنمین بعض کی طرف تفسیر آیہ مودت قربیٰ مین کر آئے ہین و رنا قالان جوب
میداند پھر اُن سب کے دیکھنے کے بعد غور کرنے سے کوئی منصف یہ پسند نہین کر سکتا کہ ایسے صاحبون کو ان
اوصاف سے متصف جاننا چاہیے اور محبوب خدا و رسول سمجھنا چاہیے اور اگر محبوب خدا ایسے ہی ہین اور
اولیاء اسلام کے ایسے کام کرتے ہین جو حضرات سے ہوے تو پناہ بخدا اُنسے جو اس وصف سے خالی ہین
بقول شاعر کار شیطان کند نامش ولی گر ولی اینست لعنت بر ولی بالجملہ جب محبوب الہی ہونا ثابت نہوا
تو ظالم ہونا اُنکا اپنے حال پر باقی رہا قدیجاء اور شاہ صاحب نے جو فرمایا ہو کہ دوسرے معاملہ اُنکا مومنین کیساتھ
الخ جواب اُسکا یہ ہو کہ اگر حضرات منصفین ذرا انصاف سے ملاحظہ فرمائین کہ پہلا فعل جو جناب ابوبکر سے بعد جناب
رسالتمآب ظہور مین آیا وہ غصب خلافت امیر المومنین تھی جسکے لیے نص پیغمبر خدا نے فرمائی تھی اور انکار اُس
نص سے جیسا ہو وہ ظاہر دوسرا فعل بعد خلافت ثابت ہونے کے جو اُن جناب سے وقوع مین آیا وہ غصب
فدک تھا پھر مین تمھین خدا کی قسم دیتا ہون کہ آیا جناب سیدہ اور علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام
مومنین سے نہ تھے جنکا یہ حق چھینا گیا تیسرا فعل بیعت کا لینا جناب علی ابن ابیطالب سے تھا اور جسطرح اور
جس جبر سے وہ بیعت لیگئی وہ مشہور ہو چوتھا فعل اہلبیت کے گھر کا جلانا اور جناب سیدہ کو رنج و ایذا پہونچانا
اسطرح کہ اُسکا بیان خود اہلسنت کی احادیث مین اور خاص صحیح بخاری کی روایت مین ہو کہ بضعت فاطمہ ولم

سکا رجحی حالت یعنی جناب سیدہ غضبناک ہوئین اور ایسی رنجیدہ ہوئین کہ پھر بات نہ کی یہان تک کہ انتقال فرمایا اور واضح ہو کہ یہ اُنکی ایذا رسانی ہی جسکے لیے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا اور تمھارے یہان بھی یہ حدیث موجود ہی کہ من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فقد کفر اور یہ ایذا رسانی ایسی ہی کہ سب حضرات اہلسنت اسے تسلیم کرنے کے سوا کچھ نہین کہہ سکتے سوا اسکے کہ یہ ادعا کرتے ہین کہ بعد اسکے خلیفہ اول نے عذر کیا تھا اور جناب سیدہ کو رضامند کر لیا تھا اور توبہ کی تھی اور حقیقت مین سب بنائی باتین ہین کیونکہ اصل بیزاری کے اسباب غصب خلافت تھے اُسے نہ پھیرا غصب فدک تھا اُسے نہ دیا پھر عذر کس طرح لائق قبول ہو سکتا ہی بالجملہ اس کہنے سے بھی تسلیم فعل ایذا رسانی کی ثابت ہوتی ہی اور وہ اتفاقی ہی پھر اسکے بعد دوہی باتین ہین یا حضرات اہلسنت اہلبیت کو مومنین نہ کہین یا اذلۃ علی المومنین کے وصف کو خلفا کے حق مین نہ کہین اور انھین اسکا مصداق نہ جانین کیونکہ جب اہلبیت کے ساتھ یہ شرارتین انحضرات کی یقینی ثابت ہین تو اب اس وصف کا مصداق انھین کہنا جائز نہین ہو سکتا علاوہ اسکے جناب خلیفہ ثانی تو بسبب درشتی مزاج کے ملقب بہ فظ غلیظ اصحابہ مین تھے جیساکہ مشہور ہی جیساکہ خطبہ شقشقیہ مین جناب امیر علیہ السلام نے بھی اُسکی طرف اشعار فرمایا ہی اور جب خلیفہ اول نے نص و تعین عمر کی خلافت کے لیے فرمائی تو طلحہ نے کہا تھا کہ کیا جواب دیگا خدا کو جب وہ پوچھیگا کہ کس لیے میرے بندون پر فظ غلیظ کو والی وحاکم گردانا تو نے اور یہ مضمون انکی روایت کا ہی جسے عبد الحمید بن ابی الحدید مدائنی نے اواخر مجلد ثانی مین شرح نہج البلاغہ کی نقل کیا ہی اور اسی روایت مین نقیب ابو جعفر یحیٰی بن محمد بصری نے تصریح کی ہی کہ عمر کی عادت تھی کہ ایذا رسانی مین دیر نہ کرتا تھا اور سب و شتم اسکا ہر شخص کی نسبت بہت تھا اور صحابہ سے کمتر کوئی تھا جو اسکی دست و زبان سے سالم رہا ہو پھر جسکا صحابہ مومنین کی نسبت یہ حال ہو وہ مصداق اذلۃ علی المومنین کا کیونکر ہو سکتا ہی فاعتبروا یا اولی الابصار ھان اذلۃ علی الکافرین البتہ انکے واسطے کہہ سکتے ہین کہ مقابلہ کفار سے ہٹ جاتے تھے اور انکی اذیت رسانی پر صبر کر جاتے تھے اور انسے عوض و انتقام نہ کرتے تھے پس واضح ہو کہ خلفاے ثلثہ مصداق اس وصف اذلۃ علی المومنین کا کسی طرح نہین ہو سکتے اور یہ وصف سوا جناب امیر المومنین ؑ کے جنکے اخلاق حمیدہ اور شفقت و عطوفت مومنین کے ساتھ قاف سے تا بقاف مشہور اور کتب اخبار و سیر مین مذکور ہین دوسرے مین ظاہر نہین اور جو شاہ صاحب نے اس استدلال مین اپنے فرمایا ہی کہ تیسرے معاملہ انکا کفار کے ساتھ الخ جواب اسکا یہ ہی کہ اگر کفار کے ساتھ غلظ و شدت و عزت انحضرات کی حقیقی ہوتی تو پھر جہاد مین پیغمبر خدا کے ساتھ سے دوری نہ اختیار فرماتے آخر اصحاب کبار ہی نے جہاد مین کفار کو پشت دی تھی یا اور کسی نے اور اگر وہی حضرات ایسے ہوتے تو روز خیبر لاعطین غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ پر جناب رسول خدا اکتفا فرماتے کرارا غیر فرار کے ارشاد کی کیا ضرورت ہوتی یہ قید تو بسبب فرار اصحاب کبار کے

برھائی گئی اور شاہد اسکے تو بہت ہین لیکن ابن ابی الحدید کے قصیدے کے بعض اشعار جو اوپر ہم نقل کر آئے ہین وہ اعتراف اہل نحلہ کافی ہی اور عتبہ بن ربیعہ کا بھی قصہ تو بہت عجیب ہی بعض مقام پر جلد نبوت کے حاشیہ پر مین اسے نقل کر چکا ہون پھر یہ دعوی بھی بے اصل ہی بلکہ امر بالضد ہی اس سے جو شاہ صاحب نے یجاھدون فی سبیل اللہ سے ارادہ کیا ہی وہ بھی کان رکھنے کے قابل نہین کیونکہ کبھی خلفائے کبار نے کفار سے جہاد نہین فرمایا اور اگر مثل جنگ احد وخیبر بمعیت لشکر کے کبھی تشریف بھی لیگئے تو کسی کے ساتھ مقاتلہ نہین فرمایا سوا اسکے کہ اپنی جان کا حفظ فرمائے واپس تشریف لائے علاوہ اسکے ظاہر کریمہ کا مشعر اس سے ہی کہ راہ خدا مین مجاہدہ کرنا اس قوم کی شان سے ہو کہ اکثر اوقات جہاد سے متصف رہتے ہون اور خلفائے ثلثہ کے دست شفقت پرست سے کبھی کوئی کافر زخمی بھی نہین ہوا مارے جانے کا تو کیا ذکر ہی اور ابطال عرب کا مقابلہ تو امر عظیم تھا پھر وہ متصف بہ جہاد خود کسطرح ہو سکتے ہین ہان اگر ایذائے اہلبیت کا نام جہاد ہو تو یہ البتہ وجہ وجیہہ ہوگی کہ اسے باکمل وجہ انجام کو پہونچایا یہان تک کہ انکا استیصال اسی بنیاد پر ہوا جو روز سقیفہ محکم کیے گئے تھے جیساکہ شاعر نے کہا ہی کہ۔ وشخصے سوال از دانا ؛ کہ بگو کشتہ شد حسین کجا ؛ گفت اندر سقیفہ اش کشتند ؛ بھر دنیائے جیفہ اش کشتند بالجملہ اس بیان سے بھی بخوبی ظاہر ہوتا ہی کہ یہ اوصاف سوا جناب سید المجاہدین یعسوب الدین امیر المومنین سیف اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے دوسرے کے حق مین صادق نہین آسکتے کیونکہ نہ کبھی آنحضرت نے جہاد کفار سے فرار فرمایا نہ اورون کے لڑنے پر اکتفا واقتصار کیا بلکہ ہمیشہ خود اپنے زور بازو سے مجاہدات مین سرگرم رہے یہان تک کہ انکے حق مین وارد ہوا کہ ضربۃ علی خیر من عبادۃ الثقلین اور لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار اور واقع مین آنحضرت کے مجاہدات کا مرتبہ یہی ہی جو کہا گیا ہی کہ ولا سیفہ ما قام للاسلام عمود ولا اخضر للایمان عود صلوات اللہ علیہ وآلہ الطاہرین اور جو فرمایا ہی شاہ صاحب نے کہ جو تھے معاملہ انکا ساتھ منافقین کے الخ اسکا جواب یہ ہی کہ جو یہ وصف حق تعالی نے لا یخافون لومۃ لائم کا فرمایا وہ بھی بحال خلفائے اہلسنت منطبق نہین ہوتا کیونکہ حضرات اہلسنت انھین مقاتل مرتدین فرماتے ہین اور مرتدین کے مارنے مین اور انسے لڑنے مین کسکی ملامت کا اندیشہ تھا اور وہ چند مخذولین اعراب بادیہ سے تھے کوئی انمین سے با شکوہ و شوکت نہ تھا ہان ناکثین وقاسطین ومارقین کے مارنے مین اور انسے لڑنے مین البتہ منافقین کی ملامت کا اندیشہ تھا کیونکہ ناکثین مین ظاہر ہی کہ طلحہ وزبیر جو بڑے نامی صحابی تھے اور جناب ام المومنین حضرت عائشہ زوجہ رسول خدا دختر جناب خلیفہ اول اہلسنت تھین جنکی شوکت وشان مشہور و مذکور ہی اور قاسطین مین خال المومنین جناب معاویہ کہ انکے ساتھ تیرہ فرقے قریش سے مع اہل واولاد تھے اور ظاہر ہی کہ اکثر انکے بھی صحابی تھے اور معاویہ کی شوکت و تدبیر وغلبہ واستیلا تو محتاج بیان بھی نہین ہی اور کیا حرکت پر خدع انہنے کی ہی کہ جب مغلوب ہونا اپنا یقین کیا تو نیزون مین قرآن باندھ کر بلایا تاکہ قلوب اہل اسلام پھر جائین اور مارقین مین تو خوارج تھے جو علماء واہل قرآن سے شمار

کیے جاتے تھے اور وہ کس کثرت کے ساتھ تھے اور یہی جہت سے یہ ملامت کا محل منافقین کے واسطے تھا لیکن جناب امیر المومنین نے اور جو اصحاب و تابعین آنحضرت کے تھے کچھ خوف ملامت کا ملامت کرنے والون کے نہ فرمایا کیونکہ وہ جناب حق پر تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے جس سے زیبا ہو کہ وہی حضرت اور تابعین انکے مصداق اسکا ہون نہ کہ خلفائے ثلثہ کہ ان صاحبون کو کبھی ایسی لڑائی کا اتفاق ہی نہین ہوا پھر انکے حق مین کیونکر یہ راست آسکتا ہو اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ مقاتلہ مرتدین کا بالاجماع الخ اسمین یہ امر لائق غور ہو کہ اگر شاہ صاحب کی مراد اجماع سے اہلسنت کا اجماع ہو تو وہ شیعون پر حجت نہین ہوسکتا جیسا کہ بنی اسرائیل کا اجماع سامری کے گوسالہ پر لائق حجت نہین اور اُس اجماع کا بھی حال جو ابن ابی الحدید کی تقریر ہم اوپر نقل کر آئے ہین اس سے ظاہر ہو کہ اسمین صاف اعتراف ہو کہ اُن اشخاص نے انکار وجوب زکوۃ سے نہین کیا تھا بلکہ تاویل کی خطا تھی اور اگر شیعہ و سُنی دونون فرقون کا اسلام سے اجماع مراد ہو تو وہ ممنوع ہو بلکہ شیعہ عدم ارتداد بعض فرق کا جنسے خلیفہ اول کا حکم قتال دینا اہلسنت کہتے ہین ثابت کرتے ہین اور وہ اثبات بھی کتب اہلسنت سے کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بعض اُنسے پیغمبر خدا کے زمانے سے کافر تھے مثل مسیلمہ کذاب و طلیحہ وغیرہ کے پس انپر مرتد کا اطلاق ہو ہی نہین سکتا کیونکہ ارتداد اُسکا نام ہو جو بعد اسلام و ایمان ہوا ور جب پہلے سے ہی مسلمان نہ تھے تو کیونکر انہین مرتد کہہ سکتے ہین اور بعضون نے جو زکوۃ دینے سے منع کیا تو نہ باعتبار اس بات کے کہ وہ منکر زکوۃ تھے بلکہ اسلیے کہ جناب خلیفہ اول کو اخذ زکوۃ کے لائق نہ جانتے تھے جیسا کہ صاحب فتوح نے بنی حنیف و بنی کندہ کا حال نقل کیا ہو کہ رئیس بنی کندہ اشعث بن قیس تھا جو بعد اجرائے حکم ارتداد پھر خلیفہ اول کا داماد بنا تھا فاعتبروا یا اولی الابصار جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے کتاب بوارق مین حزم اندلسی سے جو اُسنے اپنی کتاب محلی مین کہا ہو نقل کیا ہو لفظ اُسکا یہ ہے ان فی اهل الردة قسمین قسم لم يؤمنوا قط ... لا يختلف احد في انه تقبل توبتهم واسلامهم ... لم يكفر بعد اسلامهم ولكن منعوا الزكوة من ان يدفعوها الى ابى بكر فعلى هذا قوتلوا ولم يختلف الحنفيون والشافعيون في انهم ليس لهم حكم المرتد اصلا وهم قد خالفوا فعل ابى بكر فيهم ولا يسمونهم اهل الردة دليل ما قدنا شعر الحطيئة المشهور الذي يقول فيه اطعنا رسول الله ما كان بيننا فيا لهفا ما بال دين ابا بكر او يورثها بكرا اذا مات بعده فتلك لعمر الله قاصمة الظهر وان التي طالبتم فمنعتم لك التمر او احلى لديّ من التمر فيا لتمنّد وان حلى وناقتي عنه بحيل بالرماح ابو را اتهي اور اُسنے فاضل اندلسی نے ابن قدامہ حنبلی سے جو اُسنے اپنی کتاب مغنی مین لکھا ہو نقل کیا ہو انه قال ان الذين منعوا الزكوة عن ابى بكر قالوا انما كنا نؤدى الى رسول الله لان صلوته سكن لنا فلا نؤدى اليه هذا لا يدل على انهم جحدوا وجوب الاداء الى ابى بكر انتهى اور جب یہ بات ہو تو انہین مرتد کہنا محض خلیفہ اول کی رعایت سے اور انکی عداوت سے ہوگا فقط اور شیخ محمد ابن طاہر گجراتی نے مجمع البحار مین لغت کفر کی ذیل مین لکھا ہو کہ اصحاب ردہ دو صنف تھے ایک وہ جو دین سے برگشتہ ہوئے اور اُسکا بیان کر کے کہا والصنف الثاني لم يرتدوا عن الايمان ولكن انكروا فرض الزكوة وزعموا ان خذ من اموالهم خطاب خاص بزمانه عليه السلام

علیہ السلام واذا اشتبہ علی عمر قتالہم لاقرارہم بالتوحید والصلوٰۃ وثبت علی ابی بکر قتالہم فتابعہ الصحابہ لانہم کانوا قریبی العہد بزمان یقع فیہ التبدیل والنسخ وہم اہل البغی فنسبوا الی اہل الردۃ حیث کانوا فی زمانہم یستحب علیہم اسمہا واما بعد ذلک فمن انکر فرضیۃ احد ارکان الاسلام کفر بالاجماع وکانو متاولین فی منع الزکوٰۃ بانہ یصلی علیہم وکان سکنا لہم وقد فات ذلک بموتہ وکان مناظرۃ الشیخین فیہم لا من کفر اور اس سے واضح ہی کہ خلیفہ ثانی کو بھی اشتباہ اُس جماعت کے ارتداد مین تھا پھر اب اجماع کیسا اور شاہ صاحب کو کیونکر یہ جائز ہی کہ باوجود اِسکے کہ اُنکے عقیدے کے موافق یہ امر ہے کہ وحی و کتاب موافق راے جناب خلافت مآب عمر ابن الخطاب نازل ہوئی تھی پھر اُنکی خطا کے قائل ہون اور اُنکے طریقہ و سُنت کے برخلاف مرتدین کمنا موافق طریقہ خلیفہ اوّل کے اختیار فرما وین ہان اگر کوئی وجہ اس اثبات خطاے خلیفہ ثانی کے لیے مکاشفات مین ملاحظہ فرمائی ہو تو اُس سے افادہ کرتے بدون دلیل تو مقبول نہین ہو سکتا اور جب حضرات حنفیہ اور شافعیہ بلکہ معتزلہ بھی کیونکہ ابن ابی الحدید معتزلی ہین اور وہ بھی اُس جماعت پر حکم ارتداد نہین جاری کرتے تو بھلا شیعہ کیونکر ارتداد کو اُنکے قبول کر سکتے ہین اور جب اُس جماعت کا ارتداد بھی نہین ثابت ہو سکتا تو جو کلیہ بنایا تھا کہ یہ آیہ بحق مقاتلین مرتدین نازل ہوا ہو وہ بھی مفید اُنکے اثبات مرام کو تا قیام قیامت نہین ہو سکتا اور اگر یہان پر شاہ صاحب اتباع شیخین سے کنارہ فرما کر سُنت خلیفہ اوّل ہی کی پابندی فرماتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ خلیفہ اوّل بھی تاویل کے خاطی کو معفو جانتے تھے اور اس جماعت پر حکم ارتداد نہین جاری کرتے تھے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان مین صاف موجود ہی کہ لما بلغ الخبر ابا بکر وعمر قال عمر لابی بکر ان خالدا قد زنی فارجمہ فقال ابو بکر ما کنت لاقتلہ لانہ تاول فاخطاء یعنی جب خبر خالد کے زنا کرنے کی ابا بکر و عمر کو پہونچی تو عمر نے ابا بکر سے کہا کہ خالد نے زنا کیا غرض زنا کو جو سنگسار کرنا ہی خالد پر جاری کر اُسوقت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ مین اُسے نہ مارونگا اِسلیے کہ اُسنے تاویل کی تھی اُس تاویل مین اُس سے خطا واقع ہوئی اور اِسی کے قریب تاریخ یافعی مین بھی مذکور ہی اور اس سے بھی تصریح ظاہر ہی کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا مرتد کا حکم اسپر جاری نہین تھا اور یہ کہ خلیفہ اوّل بھی اُسے مسلمان جانتے تھے اور صاحب تاویل کو لائق عفو سمجھتے تھے اور اگر واقع مین اُس جماعت کو مرتد جانتے تو یہ عذر تاویل خالد کی طرف سے پیش نہ فرماتے اور صاف جواب خلیفہ ثانی مین فرماتے کہ خالد نے زنا نہین کیا مرتد کی جورو تھی اُسکے ساتھ جماع حلال ہی اور اب اوّل و ثانی دونون صاحبون کے بیان سے سلام اُس قوم کا ثابت ہو اور بقاے اسلام کے ساتھ ارتداد جمع نہین ہو سکتا اور یہ بھی حضرات مصنفین کے غور کے قابل بات ہی کہ جسنے جناب خلیفہ اوّل کو لائق اخذ زکوٰۃ نہ جانکر زکوٰۃ دینے سے منع کیا وہ تو مرتد قرار دیا گیا اور جسنے زنا کیا وہ سیف اللہ سے ملقب ہوا اور شرح صحیح بخاری مین اتباع مسیلمہ کے ذکر کے بعد یہ عبارت ہی وغیرہم استمروا علی الایمان الا انہم منعوا الزکوٰۃ وتاولوا انہا خاصۃ بزمن النبی لانہ تعالی قال خذ من اموالہم الایہ انتہی موضع الحاجۃ من کلامہ یعنی اُنکے سوا اور سب ایمان پر مستمر ہے مگر

انھون نے زکوۃ دینے سے منع کیا تھا اور نہ دیتے تھے اور اُسکی تاویل یہ کرتے تھے کہ زکوۃ خاص زمان پیغمبر خدا کے ساتھ مخصوص اپنے واجب ہونے مین تھی کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے خطاب خاص فرمایا تھا کہ لے اُنکے اموال سے الآیہ اور تاریخ الفی مین ماجراے خالد کے بیان مین لکھا ہی کہ جناب صدیق نے فرمایا کہ مالک کی دیت بیت المال سے دی جاے اور جو لوٹ اُسکی ہو کر آئی تھی وہ اسباب اُسے پھیر دیا گیا پھر کسطرح مرتدین وہ ہو سکتے ہین بالجملہ یہ حال ہی اُنکا جنھین مرتدین کہتے ہین اور اُنکے قاتلین کی شان مین آیہ کا نزول ثابت کرنا چاہتے ہین اور وہ قاتلین ایسے ہین جنکے لیے خلیفہ ثانی اُنکے سنگسار کرنے کو تجویز فرماتے ہین اور باعتراف خود حضرات اہلسنت قتل مسلم کا اور افعال شنیعہ اُس سے صادر ہوے ہین اور بنابر اِسکے موافق قول خدا تعالیٰ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاوہ جھنم خالدا فیھا ضرور ہی کہ خالد مخلد فی النار ہو نہ یہ کہ موصوف ہو یحبہ اللہ و رسولہ سے اور حقیقت مین ایسے شخص کو سیف خدا کہنا بہت بعید از عقل ہی اور جناب خلیفہ اول کے سوا کون کر سکتا ہی اور مفسرین اہلسنت کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہی کہ قول خدا عتل بعد ذلک زنیم ولید کی شان مین ہی اور صاحب کشاف نے تصریح کی ہی خالد کی نسبت بانہ کان دعیا فی قریش ردی عن النبی لا یدخل الجنۃ ولد زنا ولا ولدہ اور یہی مفسرین اہلسنت نے لکھا ہی کہ ان شانئک ھو الابتر مین جو لفظ ابتر ہی اُس سے مراد ولید پلید ہی اور ابتر وہ ہی جسکا عقب نہو پھر چاہیے کہ خالد ولد زنا ہو خود باعتراف حضرات اہلسنت کے اور جو عداوت خالد بن ولید کو جناب امیر کے ساتھ تھی وہ ظاہر ہی اور یہی عداوت اُسکی آنحضرت کے ساتھ اثبات اُسکے ولد الزنا ہونے کا بخوبی کرتی ہی جیسا فارسی مین شاعر نے کہا ہی۔ ہر کہ راہست یا علی کینہ ۞ درسخن حاجت درازی نیست ۞ نیست در دست آستین پدر ۞ دامن مادرش نمازی نیست اور تفسیر مدارک مین لکھا ہی کہ ولید اپنی مان پاس آیا اور کہا کہ پیغمبر نے دس صفتون کے ساتھ مجھے موصوف کیا ہی اُنمین سے نو صفتین مین اپنے مین پاتا ہون لیکن زنیم کو مین نہین جانتا پس اگر حقیقت امر سے تو مجھے آگاہ کر دے تو بہتر ورنہ مین تیرا سر کاٹ ڈالونگا اُسنے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا مین یہ ڈری کہ اگر یہ مر جائیگا تو اُسکا مال اُسکی اولاد کے سوا اورون کو پہونچیگا پس مین نے ایک راعی کو یعنی چرواہے کو اپنے لیے بلایا اور تو اُسکے نطفہ سے پیدا ہوا یہ حسب و نسب دشمنان علی ابن ابیطالب کا ہی اور یہ قاتلان مرتدین ہین مرتدون سے مین اور قاتلان مرتدین ایسے ہین جنکے اوصاف آیہ کا اثبات چاہتے ہین انصاف بدست منصفین ہی اور جب ہم یہ ثابت کر چکے کہ جنکے لیے حکم قتال خلیفہ اول نے دیا تھا وہ مرتد ہی نہ تھے اور قاتلین مین اُنکے ایسے اشخاص ہین جو دوست خدا و رسول کے نہین ہو سکتے تو اصل دلیل کو ہم اُنکی توڑ چکے لیکن پھر ہم اُنکے ابطال قول کی اور وجہ کہتے ہین کہ اگر شاہ صاحب کے نزدیک قتال مرتدین کا اُن اوصاف مذکورہ سے متصف ہونے کا سبب اور استحقاق خلافت کا باعث ہی تو اُس سے یہ لازم آتا ہی

کہ سب اہل لشکر اُنکے جنھون نے قتال کیا وہ امام خلیفہ ہون اور یہ بالاجماع ظاہر البطلان ہی بلکہ چونکہ خلیفہ اول نے
کسی سے قتال نہین فرمایا جیسا کہ اہل اخبار و سیر کا اسپر اتفاق ہی وہ مستحق خلافت کے نہون اور جو امام اہلسنت نے
اسکی تاویل کی ہی کہ موصوف مطاع و رئیس ہوتا ہی نہ اتباع اسکا فساد و جواب ہم اوپر کہہ آئے ہین اور بھی اگر
مقاتلہ مرتدین ہی علت صحت و استحقاق خلافت قرار دی جاتی ہی تو چاہیے کہ حضرات اہلسنت ابوسفیان کو
جو مولفۃ القلوب سے تھے خلیفہ جانین جیسا کہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کیونکہ فاضل جلال الدین
سیوطی نے تفسیر در منثور مین ذیل تفسیر کریمہ عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم مودۃ مین کہا ہی ان رسول اللہ استعمل
اباسفیان بن حرب علی بعض الیمن فلما قبض رسول اللہ اقبل فلقی ذا الخمار مرتدا فقاتلہ فکان اول من قاتل اہل الردۃ وجاھد فی الدین
پس جو اول مجاہد و مقاتل مرتدین ہو وہی مستحق خلافت ہو نہ جناب خلیفہ اول اور اگر کہین کہ مراد یہ نہین کہ جو خود
مباشر قتل کا ہو بلکہ جو امر و باعث اس جہاد و مقاتلہ کا ہوا ہو وہ زمرۂ مجاہدین سے ہی تو یہ بھی حضرات اہلسنت کے
مفید نہوگا بلکہ شیعہ کہینگے کہ تمہارے اخبار سے صاف ظاہر ہی کہ حقیقت مین جسنے حکم اس جہاد و مقاتلہ کا کیا
وہ حضرت ہین جیسا کہ مصنف کنز العمال علی متقی نے روایت کی ہی فی باب الزکوۃ ان ابابکر الصدیق استشار علیا
فی اہل الردۃ فقال ان اللہ جمع الصلوۃ والزکوۃ ولا اری ان یفرق بینھما فعند ذلک قال ابوبکر لو منعونی عقالا لقاتلتھم علیہ کما قاتل رسول اللہ صلعم عجب
یہ بات ہی کہ یہ اصل حکم حضرت امیر کا ہی تو آیہ بھی بعینہ آن حضرت کی شان مین سمجھا جائے کیونکہ اصل باعث جسے
جہاد قرار دین وہی مورد ہونگے فقط اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ حضرت امیر کو کبھی قتال مرتدین کا
اتفاق نہین ہوا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ یہ قول شاہ صاحب کا بہ تبعیت امام حضرات اہلسنت ہی فرق اتنا ہی
کہ امام نے بہ نسبت جناب رسول خدا کے بھی اسی کی نفی کی تھی ماموم نے بہ نسبت جناب امیر المومنین کے
جو نفس رسول ہین اسے کہا اور پہلے کی کذب ستائی ہم پیشتر ثابت کر آئے ہین اب دوسرے صاحب
کا بھی حال کہتے ہین کہ یہ دروغ محض ہی کیونکہ اُن جناب کا مقاتلہ و جہاد فرمانا ناکثین و قاسطین و مارقین سے
ایسا ثابت و مشہور ہی کہ محتاج بیان نہین اور اُن فرقون کا مرتد ہونا بھی ثابت و ظاہر ہی اور اسپر بہت دلیلین ہین
کہ جنکی دلالت واضح ہی منجملہ اُنکے پہلے یہ ہی کہ محبت جناب امیر کی بنص قرآن و ارشاد جناب سید الانس
والجان باجماع فریقین از جملہ واجبات ہی اور جو اسمین تامل کرے تو جانے گا کہ اسمین اور وجوب صلوۃ و زکوۃ
اور اور ضروریات دین مین کچھ فرق نہین ہی پھر یہ کہنا کہ مانعین زکوۃ مرتد ہین اور منکرین مودت منکر نہین
تحکم و ناانصافی پر مشتمل ہوگا دیکھو اور غور کرو جو ابراہیم بن محمد حموینی نے کہ اکابر علماے اہلسنت سے ہین
کتاب فرائد السمطین مین اپنی لکھا ہی وروی عن علی صلوات اللہ علیہ جعل الموالاۃ اصلا من اصول الدین یعنی جناب امیر نے
فرمایا کہ موالات اصل گردانی گئی ہی اصول دین سے ثم قال الحموینی اخبرنا جعفر بن محمد العلوی حدثنا محمد بن عبد اللہ بن

محمد البیع اخبرنی محمد بن علی بن رحیم السنانی حدثنا احمد بن حازم حدثنا عاصم بن یوسف الیربوعی عن سفیان بن ابراهیم الحریری عن ابیه عن ابی جعفر علیه السلام قال بنی الاسلام علی ثلثة الصلوة والزکوة والولایة لا تصح واحدة منهن الا بصاحبتیها — ابیه عن ابی صادق قال قال علی صلوات الله علیه اصول الاسلام الثلثة لا ینفع واحدة منهن دون صاحبتها الصلوة والزکوة والموالات یعنی جڑین اسلام کی تین ہین کہ کوئی ایک اُنمین سے بے اپنے صاحب کے مفید نہین نماز اور زکوۃ اور موالات پھر اس تصریح کے بعد اسکا محل کہان باقی ہی جو شاہ صاحب نے فرمایا اور جب اسکا ضروری دین ہونا موافق انکی روایات کے بھی ثابت ہی تو اسکا منکر بلا شبہہ مرتد ہوگا بلکہ مرتبہ موالات اور اجر رسالت کا جو غور سے دیکھا جاتا ہی تو ظاہر ہوتا ہی کہ صلوۃ و صوم و زکوۃ سے کہین زیادہ ہی کیونکہ وہ عبادت قلبیہ ہی اور اسکا حال ایسا ہی کہ کسی وقت اوقات حیات سے ذہول و ترک اسکا مومن کو جائز نہین بطرح اعتقاد توحید و نبوت کا ہر وقت لازم ہی اسی طرح انکی محبت و اطاعت بھی ضروری ہی جملہ امور دین و دنیا مین اور صلوۃ کا وجوب اوقات خمسہ مین ہی اور صوم کا وجوب محض ماہ رمضان کے ساتھ متعلق ہی اور زکوۃ کا اخراج بقیہ مال سے سال مین ایک بار صاحب مال پر فرض ہی بخلاف اجر رسالت کہ اسکا وجوب ہر امر مین اور ہر وقت اور ہر فرد انسان سے جو اسلام رکھتا ہو خواہ صحیح ہو یا مریض غنی ہو یا فقیر ہر حال مین متعلق ہی پس اسکے اشرف ہونے مین اور ضروریات دین سے کچھ شک کا مقام نہین اور محاربین کی عداوت آنحضرت کے ساتھ بھی یقینی ہی جیسا کہ اخبار و سیر کی کتابون مین بھرا ہوا ہی کہ معاویہ آنحضرت پر اور حسنین علیہم السلام کی نسبت منبرون پر تبرا اور سب کرنے کو حکم دیتا تھا اور خود بھی کرتا تھا اور احادیث جواز سب کی وضع کرائی تھین پھر وہ کون عاقل ہین جو اسکے اور اسکے امثال کے اسلام کو تجویز کریگا باوجود اسکے کہ ایسے ضروری دین سے انکار انکا ثابت ہی اور ظاہر ہی کہ ارادہ حرب و قتل کے ساتھ جو صریح مخالفت ہی مودت جمع نہین ہوسکتی اور وہ مسلمان کسطرح ہی جو مثل شمر و ابن ملجم و یزید و خولی اور اسکے امثال و اخوان کو اہل اسلام سے سمجھے بلکہ مجتہدون مین شمار کرے اللھم العن اول ظالم ظلم حق محمد و آل محمد و آخر تابع له علی ذلک اور اگر در صورت تنزل یہ تسلیم بھی کرین کہ وہ ظاہری مسلمان تھے تو جو اسلام ظاہری کے مقابل مین ارتداد اصطلاحی ہی وہ منتفی ہوگا لیکن واقع مین انکے ارتداد اور رجوع علی الاعقاب مین کچھ شک بحسب اخبار و آثار کثیرہ نہین ہی اور فی الجملہ بھی لفظ مرتد کا اطلاق انپر صحیح ہونا ہمارے صحت دعوے کو کافی ہی دیکھیے اسکا بیان یہ ہی کہ بالاتفاق جناب رسالتمآب سے منقول ہی کہ آنحضرت نے فرمایا ہی من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة اور کتب حضرات اہلسنت سے جامع الاصول مین بخاری و مسلم و ترمذی و نسائے سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ سباب المومن فسوق و قتاله کفر پھر محل غور ہی کہ جناب امیر المومنین امام زمان تھے یا نہین اور مومن تھے یا نہین شاید اہل اسلام سے تو کوئی نفی کی شہادت نہ دیگا اور در صورت ثبوت امامت انکار کا نام معرفت ہی اور در صورت ثبوت ایمان جب قتال مطلق مومن سے کفر ہی تو امیر المومنین سے قتال کا کیا حال ہوگا اور جمع بین الصحیحین وغیرہ مین مروی ہی کہ

جناب سالتمآب نے فرمایا کہ الا سیجاء برجال من امتی یوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم قال فیقال انھم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم یعنی فرمایا آنحضرت نے کہ قریب ہی کہ اشخاص میری امت سے روز قیامت کو لاے جائین کہ اُنھین ملائکہ جہنم کی طرف لیجاتے ہون پس مین اُسوقت عرض کرونگا کہ خداوندا یہ تو میرے اصحابون سے ہین اُسوقت میرے جواب مین ارشاد ہوگا کہ تو نہین جانتا کہ اُنھون نے تیرے بعد کیا احداث کیا اُسوقت مین وہی کہونگا جو مقولہ عیسی ابن مریم کا قرآن مین منقول ہی کہ مین اُنکا گواہ اُسوقت تک تھا جب تک اُنمین تھا جب تو نے مجھے طلب فرما لیا تو تو اُنکا ناظر حال رہا اور فرمایا کہ بعد اُسکے فرمائیگا خداوند عالم کہ یہ دین اسلام سے پھر گئے اور ارتداد و کفر اصلی پر اپنے اُنھون نے رجوع کی جب سے آپ نے اُنسے جدائی کی انتہی محصل کلام صلی اللہ علیہ و اٰلہ اور اسکے سوا روایات اسی مضمون کی اور بھی ہین لیکن اثبات مرام کو یہ بھی کافی ہی اور اسمین بالضرور ارتداد بعض اصحاب کا مصرح ہی اور جب بنا بر اسکے اطلاق ارتداد کا بعض اصحابون پر صحیح ہی تو اگر شیعہ بھی مرتد کہین اُن اصحاب و اشخاص کو جو قتال امیر المومنین و المسلمین کے واسطے آمادہ ہوے اور آنحضرت سے لڑے تو پھر محل کلام کیا ہی اور اسکے سوا صاحب کشاف نے جو حذیفہ سے روایت کی ہی اور وہ ایسی روایت ہی کہ صحاح وغیرہ مین بھی بطرق متعددہ مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے اصحاب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ انتم اشبہ الامم ببنی اسرائیل لترکبن طریقتھم حذو النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ غیر انی لا ادری اتعبدون العجل ام لا یعنی تم مشابہ ترین امتہاے سابقہ سے بنی اسرائیل کے ساتھ ہو اور اُنھین کی راہ پر چلوگے قدم بقدم اُنکے سوا اسکے مین نہین جانتا کہ آیا گوسالہ پرستی بھی کروگے یا نہین فقط اور ظاہر ہی کہ اس حدیث مین آنحضرت نے اس امت کی تشبیہ بنی اسرائیل سے فرمائی ہی اور جو اُنھین حضرت نے بہ نسبت جناب امیر کے فرمایا ہی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی اور جو خود جناب امیر نے جب آنحضرت کو باکراہ بیعت خلیفہ اول کے لیے لاے تو جناب پیغمبر خدا کی طرف خطاب کرکے فرمایا تھا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی جب ان مقولات کو اس حدیث سے ملاکر لحاظ کرین تو دلالت صریح اسی پر کرتا ہی کہ مراد جناب امیر کی اس قول سے یہی تھی کہ جو اصحاب نے نکث بیعت آنحضرت کی کی تھی اُسکا شکوہ پیغمبر خدا سے کرین اور اسی تقریب مین اور کلام حضرت امیر کا جو ایما دلالت واضح رکھتا ہی وہ ہی جو فرمایا ہی واللہ ما اسلموا ولکن استسلموا واسروا الکفر فلما وجدوا اعوانا علیہ اظہروہ یعنی قسم خدا کی وہ مسلمان نہ تھے بلکہ بہ تکلف دکھانے کو مسلمان بن گئے تھے اور کفر کو پوشیدہ رکھتے تھے یعنی ظاہر الاسلام و باطن الکفر تھے جب مددگاران کفر کو پایا تو اظہار کفر کا کیا فقط اور یہ کلام فصاحت و صداقت نظام ایسا صاف ہی کہ ابن ابی الحدید نے بھی کہا ہی اسکی شرح مین وھذا یدل علی انہ جعل محاربتھم لہ کفرا وقد تقدم فی شرح حال معویہ وما ذکرہ کثیر من اصحابنا من فساد عقیدتہ ما فیہ کفایۃ یعنی یہ کلام جناب امیر کا دلالت کرتا ہی اسپر کہ آنحضرت نے اُنکے محاربہ کرنے کو اپنے ساتھ کفر گردانا ابن ابی الحدید کا فقرہ

جاتا ہی اور شرح حال معاویہ مین پیشتر اسکی تصریح گذر چکی ہو اور اکثر صحابون نے ہمارے اسکے فساد عقیدہ کو جو لکھا ہو وہ کافی ہی پس اب باقرار ابن ابی الحدید یہ ثابت ہوا کہ وہ حضرت اپنے محاربین کو کافر جانتے تھے اور یہ وہی مطلوب ہی اور بھی آنحضرت نے فرمایا حتی اذا قبض اللہ نبیہ رجع قوم علی الاعقاب وغالتہم السبل واتکلوا علی الولایج ووصلوا غیر الرحم وہجروا السبب الذی امروا بمودتہ ونقلوا البناء عن رص اساسہ فبنوہ فی غیر موضعہ معادن کل خطیئۃ وابواب کل ضارب فی غمرۃ قد ماروا فی الحیرۃ وذہلوا فی السکرۃ علی سنۃ من آل فرعون من منقطع الی الدنیا راکن او مفارق للدین مباین اور اسمین بھی صاف تصریح ہو کہ انھون نے رجوع علی الاعقاب کیا اور سنت آل فرعون پر چلے یعنی طریقہ کفر کو اختیار کیا پھر کسطرح انھین کافر و مرتد کہنے مین محل تامل و تعجب کا ہو سکتا ہی اور اثبات ارتداد کے لیے بعض فقرات اُس خطبہ سے جسے جناب سیدہ نے فرمایا ہی اور ابن ابی الحدید نے ابو بکر جوہری سے اسے نقل کیا ہو یہان لکھے جاتے ہین تلک نازلۃ اعلن کتاب اللہ قبل موتہ فقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین الی ان قالت فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون انتہی بعض کلامہا الشریف پھر اگر کفر و ارتداد یہان غیر معنی مشہور پر محمول ہوگا تو آیہ مین بھی حمل اسکا اسی پر ہوسکتا ہی اور بھی جناب امیرؑ نے جنگ صفین مین موافق واقدی کی روایت کے جو فرمایا ہو اسکے بعض فقرے یہ ہین الا ان خضاب النساء الحناء وخضاب الرجال الدماء والصبر علی عواقب الامور الا انہا احن بدریۃ وضغائن احدیۃ واحقاد جاہلیۃ وثب بہا معاویۃ حین الغفلۃ لیدرک ثار بنی ہاشم فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون اور اس سے بھی تصریح ارتداد و رجوع علی الاعقاب کی ثابت ہوتی ہی اور مقتولین بدر و احد کے عوض مین ادراک ثار بنی ہاشم کیا کم ہی اثبات کفر و ارتداد کو اُس جماعت کے اور ابن ابی الحدید نے جو کلام عمار رضی اللہ عنہ کو جو حق خلیفہ ثالث مین انھون نے نقل کیا ہی کہا ہی اسمین بتصریح یہ لفظ موجود ہی قتلناہ کافرًا پھر کیا وجہ ہی کہ محاربین امیر المومنین کو مرتد و کافر نہ کہا جاوے اور جو شاہ صاحب نے اس سے زیادہ ترقی فرما کر کہا ہی کہ بلکہ خود جناب امیر علیہ السلام انھین اہل قبلہ کہتے تھے الخ جواب اسکا یہ ہو کہ جب کفر انکا بارشاد خود جناب امیرؑ اور دیگر ادلہ ثابت ہوچکا اور واضح ہی کہ کفر و اسلام مین مضادت ہی اجتماع دونون کا ایک مین ممکن نہین ہی تو بعد اسکے یہ جاننا چاہیے کہ ان جناب کا انھین اہل قبلہ کہنا اُس معنی پر نہین ہی جو شاہ صاحب جانتے ہین بلکہ یا اسلیے تھا کہ وہ محاربین اپنے تئین اہل قبلہ جانتے تھے اور مسلمان کہتے تھے اور باوجود اسکے امام المسلمین سے محاربہ کرتے تھے اور قتل و خونریزی آنحضرت کی حلال جانتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اور نماز پڑھتے تھے یہان تک کہ جناب رسول خدا نے بھی بحق خوارج فرمایا تھا یحقر احدکم صلوتہ فی جنب صلوتہم وصومہ احدکم فی جنب صومہم ولکن لا یجاوز ایمانہم تراقیہم اور اس سے بھی ظاہر ہی کہ وہ قوم ظاہر مین صاحب صلوۃ و صوم تھی لیکن حقیقت مین کافر تھی اور ایمان سے بہرہ نہ رکھتی تھی اسی طرح جناب امیر کے ارشاد کی نقل کی ہو اسمین سمجھنا چاہیے ولکن والذین فی قلوبہم زیغ وہ سیدھی راہ مرکب چلتے ہین بلکہ

اُس سے اُس جماعت کے کفر و ارتداد کو منع کرتے ہین اور جو ہم اوپر اقوال نقل کر آئے اُسے نہین دیکھتے فی الحقیقت
یا اہل قبلہ فرمانا آنحضرت کا ویسا تصور کرنا چاہیے کہ جیسا شیعہ اُنکے اپنے مخالفین مذہب کو اہلسنت کہتے ہین کیونکہ
وہ بھی تو نقل کلام آنحضرت کی کرتے ہین واقع مین یہ موافق اپنے مذہب کے وہ کب کہہ سکتے ہین کیونکہ موافق
مذہب امامیہ مخالفت حضرات اہلسنت کی ثابت ہی پھر وہ اہلسنت کہان سے ہوسکتے ہین حقیقت یہ ہی
کہ چونکہ محاربین بھی اپنے تئین منتسب باسلام و قبلہ کرتے تھے جیساکہ حضرات اہلسنت اپنے تئین اہلسنت کہتے ہین
گو واقع مین ایسا دونون جگہ نہین اسلیے اُنکے کہنے کے موافق اہل قبلہ فرمایا اور اضافت کے لیے ادنی ملابست
کافی ہی جیساکہ جو اپنے تئین مکہ و مدینہ کا باشندہ کہے اُسے اہل مکہ و اہل مدینہ کہتے ہین یا یہ ارشاد اُس روش سے ہوگا
کہ اظہار عیب کے لیے خلاف حقیقت کے نام رکھ دیتے ہین مثلاً زنگی کو پیش اور نامرد کو بہادر اور لاغر و کمزور
کو رستم کہین اور غرض اس سے اُسکی تذلیل ہوتی ہی تاکہ اس نام کے ذریعہ سے دیکھنے والے زیادہ اُسکی طرف متوجہ
ہون اور اُسکے عیوب سے آگاہ ہون اسی قبیل سے یہ تسمیہ بھی جانتا چاہیے کہ محاربین ام المسلمین والمومنین کو اہل قبلہ
فرمایا ہو ولاقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون کیونکر فرماتے کفر و اسلام دونون کا اجتماع ایک مین
ممکن نہین ہی فقط اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اگر امامیہ ان فرقون کو بنا بر اُنکے انکار کرنے کے امامت سے
مرتد کہین تو ہم کہینگے کہ عرف قدیم و جدید مین مرتد اُسے کہتے ہین جو اصل دین کا منکر ہو اور اگر بتاویل باطل کسی خبر کا
عقائد اسلامی سے منکر ہو جائے تو اُسے عرف مین منکر کہنا جاری نہین ہی اور معانی قرآن کا حمل کرنا بالاجماع معانی
عرفیہ لغت پر ہی نہ معانی اصطلاحیہ پر جو ایک قوم کے ہو اور دوسرے کے نہو فقط جواب اُسکا یہ ہی کہ اگر اصل دین سے
انکار کی مراد صراحت اور اصالت ہی تو ممنوع ہی جیساکہ منع زکوۃ مین ہی اور اگر مراد اُس سے یہ ہی کہ اُس سے منکر ہو
مطلقاً اگرچہ لزوماً و تبعاً کیون نہو تو یہ البتہ مسلم ہی لیکن جب محاربین جناب امیرؑ نے نفس رسول کے قتل کرنے کو
حلال سمجھا اور مودت قربیٰ سے انکار کیا تو ضرور ہی کہ مرتدین کے زمرے مین داخل ہون اور پھر اب
شاہ صاحب کو اُس سے کیا فائدہ حاصل ہوا سوا اسکے کہ اظہار تعصب مذہب فرمایا اور جو بہ نسبت معانی
قرآن کے حمل کرنے کے تقریر فرمائی ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر یہ حکم کلیت مراد ہی اور عرفیہ لغت سے معنی
لغوی مراد ہین تو از قبیل یقولون ما لا یفعلون ہی کیونکہ خود شاہ صاحب نے وجوب حمل صلوۃ وغیرہ کو اس سے
پہلے آیہ مین معانی حقیقیہ شرعیہ پر حمل کیا ہو نہ لغویہ پر پھر یہان کیا فرماتے ہین اور اگر مراد عرف شرعی ہی تو لغت کا
ذکر بیکار ہی اور اسکو ہم قول نبی سے جو خود شارع ہین ثابت کر آئے کہ آنحضرت نے اُنکے عدم ایمان کی تصریح
فرمائی ہی اور اسی طرح وجوہ شرعیہ کی راہ سے ارتداد و کفر اُنکا ثابت کر دیا پھر اس سے کیا فائدہ مخصم حاصل
ہوگا بالجملہ جو وجوہ شاہ صاحب اور اُنکے علماء سابق مرتدین زمان خلیفہ کے لیے نقل کرتے تھے اُن سے

زیادہ اور قوی وجوہ اسپر دلالت کرتے ہین کہ محاربین جناب امیر علیہ السلام کے کافر و مرتد تھے اور ہرگز انکو بہرہ ایمان سے اور اسلام سے نہ تھا اور جو شاہ صاحب وغیرہ نے مرتدین زمان خلافت خلیفہ اول کی نسبت توجیہ کی ہی کہ وہ منکر زکوۃ تھے جو ضروری دین اسلام کا ہی اور اسکا جواب ہم دے آئے ہین مگر اب ایک بات منصفین مسلمین کی خدمت مین ہمین عرض کرنا ضرور ہی کہ ناصرین کو اس جگہ عداوت حضرات اہلسنت کی دیکھنی چاہیے کہ بہ نسبت جناب امیرؑ کے کسقدر یہ بزرگوار کھتے ہین اور بوراثت اپنے ائمہ کے ہر بار ضغائن بدریہ کو ظاہر فرماتے ہین کہ بتصریح وجوب زکوۃ کو تو ضروری دین جانتے ہین اور انکار محبت قربی کو اس سے خارج کرتے ہین اور استحلال کو خون کے ایسے بزرگ کے جو نفس رسول اور زوج بتول اور خلیفہ مومنین و مسلمین بالاتفاق ہی اور کسقدر آیات قرآنی اسکی مدح مین اور اسکی وجوب طاعت اور مودت مین وارد ہوئی ہین منع زکوۃ سے بھی جو تاویل کی راہ سے منع تھا کم سمجھتے ہین اور پھر اپنے تئین اہلسنت سمجھتے ہین کیا پیغمبر خدا نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا اور اسی طرح رسول خدا بھی سمجھتے تھے محارب علی ابن ابیطالب کا جسکے لیے پیغمبر خدا فرماوین کہ حربک حربی دانا حرب لمن حاربکم مسلمان سمجھا جاوے جو واقع مین بقول و ارشاد رسول خدا محارب خدا و رسول ہی اور اسکے مرتد ہونے سے منع کرین اور مانع زکوۃ جسنے وجوب زکوۃ سے انکار نہین کیا بلکہ بسبب تاویل کے خلیفہ اول کو اسکے دینے کا مستحق نہ جانا وہ مرتد بنایا جاوے یہ ضروری دین ہوا اور حرب خدا و رسول کچھ چیز نہو فاعتبروا یا اولی الابصار اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ امامت باقرار علماے شیعہ ضروریات دین سے نہین ہی یہ محض تہمت ہی شیعون پر اور کسطرح ہو سکتا ہی کہ وہ امامت کو غیر ضروری کہین کیونکہ شیعہ مسئلہ امامت کو مسائل اصول سے جانتے ہین انکے نزدیک منکر نبوت نبی اور منکر امامت علی ابن ابیطالب دونون یکسان ہین اسی لیے جناب سید مرتضی اور اور اصحاب قدما سے اہل خلاف کی نجاست ظاہری کے بھی قائل ہوگئے ہین اور من مات و لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ کا بھی ظاہر اسی پر صریح دلالت کرتا ہی کہ جیسا معرفت نبی کی واجب اور اصول سے ہی ویسا ہی معرفت امام کی بھی واجب اور اصول سے ہی اور جیسا پہلے سے انکار و غفلت مورث کفر ہی اسی طرح انکار و غفلت معرفت امام سے بھی مورث کفر و سبب موت جاہلیت ہی متاخرین علماے شیعہ جو اہل خلاف کی نجاست ظاہری کا حکم نہین کرتے تو اسلیے علماے اہلسنت نے جب مسئلہ امامت کو فروع سے کہا تو بسبب اسکے کہ واقع مین ایک اصل واجب کی اصول سے مخالفت کی ہی لیکن دربردہ یعنی یہ کہکر کہ امامت فروع سے ہی اس پردے کی راہ سے ظاہر انکا طاہر کہتے ہین اور واقع مین آخرت کے لیے انھین بے بہرہ جانتے ہین اور جب امامت شیعون کے نزدیک مسائل اصول سے ثابت ہی تو منکر اسکا یقینی انکے نزدیک منکر ایک اصل کا اصول سے ہی اور منکر اصول دائرہ اسلام سے خارج ہی بالجملہ کوئی شیعہ امامیہ امامت کو غیر ضروری نہین کہہ سکتا

ہان شاہ صاحب جنھین شیعہ اولی فرماتے ہین اُنکے نزدیک البتہ امام وامامت دونون غیر ضروری ہونگی اور وہ مانعین دید سے خارج ہین اور جو ملا عبد اللہ کے قول کو بیان اپنے اثبات مدعی کے لیے چسپان سمجھکر ذکر فرمایا ہی وہ ہرگز اس سے چسپان نہین ہی اور کچھ ربط نہین رکھتا کیونکہ یہان کلام اسمین ہی کہ جنھون نے محاربہ امام المسلمین و المومنین سے کیا وہ مرتد و کافر ہین اور اس کلام مین محاربین کا کہین ذکر نہین ہی پھر اسکے ذکر کرنے سے شاہ صاحب کے کیا ہاتھ آیا بلکہ اگر غور کیا جاے تو یہ نقل بھی مورث ندامت ہی کیونکہ اسمین بھی تصریح ہی کہ اگر کوئی وجوب زکوۃ کا معتقد ہوکر دوستی مال اور بخل کے باعث سے ادا نہ کرے اور زکوۃ کو اپنے ذمہ مین رکھے تو گنہگار ہوگا کافر نہوگا اور وہ موافق سب شیعون کے اور جو منصفین حضرات اہلسنت سے ہین جس سے یہ لازم آتا ہی کہ جنسے مقاتلہ خلیفہ اول نے بوجہ منع زکوۃ کے فرمایا تھا وہ مرتد و کافر نہین ہوسکتے اور برتقدیر صحت و تسلیم قول مذبور پھر بھی شاہ صاحب کو کیا مفید ہوگا کیونکہ اس صورت مین بھی مراد یہ ہوگی کہ حکم کفر و شرک کا جو مستلزم نجاست اور جریان سائر احکام کفار ہی اُنپر جاری نہوگا اور یہ کہنا ہمارے مطلب کو مضر نہین ہوسکتا کیونکہ ہمارا مطلب تو یہ ہی کہ کفار و مرتدین کے اطلاق کی صحت اُنپر اگرچہ بعض وجھون سے کیون نہو اُنپر ثابت کردین اور وہ ہمنے بحمد اللہ ثابت کر دیا پھر اگر بعض وجوہ اسکے موافق نہون تو کیا نقصان ہی کما لا یخفی اور جو شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ یہی حضرت امیر خطبہ مین اپنے جو امامیہ کے نزدیک معتبر ہی اور آیندہ آتا ہی فرماتے تھے اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام الخ اسکے جواب مین پہلے یہ اظہار ضرور ہی کہ دیکھنے والون کو واضح ہو کہ اس استدلال مین فی الحقیقت شاہ صاحب اسکات فرقہ حقہ امامیہ ہی نہین مقصود ہی بلکہ بتقریب انتقام کذب شیخین کہ جو حدیث صحیح مسلم سے ظاہر ہی جناب امیر کے قول سے تکذیب آنحضرت کی مراد ہی العیاذ باللہ منہا اور در پردہ یہ جانتے ہین کہ کذب کے اسناد آنحضرت کی طرف کرین کیونکہ متعدد خطبون مین آنحضرت کے شعار اسکا ہی کہ وہ جماعت اسلام سے خارج ہو گئے تھے جیسا کہ پیشتر اس سے ہم بعض فقرات اُس خطبہ کے لکھ آے ہین اور بھی سوا اسکے کلام اُن جناب کا اُنکے خارج از اسلام ہونے پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ فرمایا ہی الا وقد قطعتم قید الاسلام و عطلتم حدوده و امتم احکامه الا وقد امرنی الله تقتل اهل البغی والنکث والفساد فی الارض فاما الناکثون فقد قاتلت واما القاسطون فقد جاهدت واما المارقة فخدعت الخ یعنی آگاہ ہو کہ تمنے قید اسلام کو چھوڑکر آزادی حاصل کی اور اسکے حدود کو معطل کیا اور اسکے احکام سے انکار کیا یعنی دائرہ اسلام سے تم خارج ہوے اور خدا نے مجھے حکم فرمایا اور مامور کیا ہی کہ قتل کرون مین انکو جنھون نے بغاوت اختیار کی اور نکث بیعت کیا اور زمین مین شور و فساد کیا لیکن جنھون نے نکث بیعت کیا تھا انسے مین نے مقاتلہ کیا اور لیکن قاسطون پس انسے جہاد کیا مین نے اور لیکن مارقہ پس انکو مین نے ذلیل کیا اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ اُن جناب نے اُن جماعتون کو دائرہ اسلام سے خارج فرمایا تھا اور اُنکے خارج از اسلام ہونے پر دلالت کرتا ہی قول خدا تعالی کا

واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا اور وہ قول جو حدیث خوارج مین واقع ہی یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ یعنی جدا ہوتے ہین اور تجاوز کرتے ہین دین سے جیسا کہ تیر شکار سے جدا ہوتا ہی اور اس سے ظاہر ہی کہ جو بعض خطب مین انھین بلفظ اہل قبلہ اخواننا فی الاسلام فرمایا ہی وہان اسلام حقیقی انکا مراد نہین ہی بلکہ یہ فرمانا اس راہ سے ہی کہ چونکہ یہ کلام خوارج کے ساتھ تھا اور وہ اہل صفین کو بلفظ اخوان تعبیر کرتے تھے تو آن جناب نے بھی انکے ساتھ مماشات فرمانے کو لفظ مذکور کو فرمایا ہو جیسا کہ اول اسی خطبہ کا اسپر دلالت کرتا ہی الم تقولوا عند رفعہم المصاحف حیلۃ ومکرا وخدیعۃ اخواننا واہل دعوتنا استقالونا واستراحوا الی کتاب اللہ سبحانہ فالرای القبول منہم والتنفیس عنہم فقلت لکم ہذا امر ظاہرہ ایمان وباطنہ عدوان واولہ رحمۃ وآخرہ ندامۃ الی قولہ ولکنا انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل حاصل معنی یہ ہی کہ آیا نہین کہا تھا تمنے جبکہ محاربین نے کتاب اللہ کو بلند کیا تھا از راہ مکر وحیلہ وفریب دہی کے کہ ہمارے بھائی اور اہل دعوت ہمارے اپنے دعوے سے دست بردار ہوکر ہمسے ترحم وامان چاہتے ہین بذریعہ کتاب خدا کے اور رای یہ ہی کہ غرض انکی قبول کیجائے اور اب انھین زندہ چھوڑا جائے اور مہلت وامان دیجائے اور مین نے تمھارے اس کہنے کے جواب مین تمھارے واسطے یہ کہا کہ یہ امر جو تم کہتے ہو کہ انھون نے مغلوب ہونے کے بعد قرآن نیزون مین باندھکر کے بلند کیے ہین اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا ہی جسپر تمھین رحم آیا ہی ایسی بات ہی کہ ظاہر اسکا ایمان ہی اور باطن اسکا ظلم وتعدی ہی اور ابتدا اسکی رحمت ہی اور آخر اسکے ندامت وحسرت ہوگی یہان تک کہ بعد اور کلام فرمانے کے فرمایا کہ لیکن مین نہین مقاتلہ کرتا ہون اپنے برادران اسلامی سے مگر اسلیے کہ انکے دل مین شک اور تجاوز حق سے اور کجی اور شبہ اور تاویل باطل داخل ہوئی ہی اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ چونکہ خوارج اس لفظ کو یعنی اخواننا کو انکے لیے کہتے تھے اسلیے آنحضرت نے بھی نقل کلام کی انکے فرمائی یا اسلیے کہ چونکہ وہ اپنے لیے اسلام ظاہری کا ادعا کرتے تھے آنحضرت نے بھی اسلام کا اطلاق بنظر ظاہر فرمایا ہو اور موید اس احتمال کو وہ ہی کہ جو کتابت حضرت نے اہل امصار کو بیان ماجرائے صفین مین فرمائی ہی اسمین یہ فرمایا ہی وکان بدو امرنا انا التقینا والقوم من اہل الشام والظاہر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ لا نستزیدہم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ ولا یستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منہ براء الی آخرہ اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اسکی شرح مین کہا ہی قولہ والظاہر ان ربنا واحد الخ من احکم اہل صفین من جانب معاویۃ حکما قاطعا بالاسلام بل قال ظاہرہ الاسلام انتہی اور یہ بھی اس احتمال کی تائید مین جو ہمنے کہا صریح دلالت کرتا ہی اور ابن میثم بحرانی رحمہ اللہ نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی قولہ والظاہر ایماء الی تہمتہ ایاہم فی ذلک کما صرح بہ عمار فی صفین فانہ کان یقول واللہ ما اسلموا ولکن استسلموا واسروا الکفر فلما وجدوا علیہ اعوانا اظہروہ انتہی اور ابن ابی الحدید نے جو بیان احوال معرکہ صفین مین جو عمار کی گفتگو عمرو عاص کے ساتھ مفصل لکھی ہی اسمین صاف دلالت اسی پر ہی کہ معاویہ اور اسکے تابعین دائرہ اسلام سے خارج تھے

یا یہ فرمانا حضرت کا انکین بلفظ اخواننا اسلیے ہوگا کہ تا وہ کفار مشرکین سے متمائز ہوجائین تو تمیز کے لیے یہ فرمایا
ہوگا نہ بیان حقیقت امر کیونکہ اُنکا کفر بھی بمعنی شرک کے نتھا اسلیے اِس کلام کا اطلاق اُنپر بمقابل شرک کے فرمایا ہو
اور اسے بھی وہ معین ہی جو ابن ابی الحدید نے شرح خطبہ مین کہا ہی فان قلت انہ قال نقاتل اخواننا من المسلمین و انتم لا تطلقون علی
اھل الشام المحاربین لہ لفظۃ المسلمین قلت انا وان کنا نذھب الی ان صاحب الکبیرۃ لا یسمی مومنا ولا مسلما فانا نجیز ان یطلق علیہ ھذا اللفظ
اذا قصد بہ تمییزہ عن اھل الذمۃ وعابدی الاصنام فیطلق مع قرینۃ حال ولفظ یخرجہ عن ان یکون مقصودا بہ التعظیم والثناء والمدح فان لفظ مسلم
ومومن یستعمل فی اکثر الاحوال لذلک وامیر المومنین لم یقصد مدحھم بذلک فلا ینکر مع ھذا القصد اطلاق المسلمین علیھم
حاصل معنی اُسکے یہ ہین کہ پس اگر کہے تو کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے فرمایا کہ ہم مقاتلہ کرتے ہین
اپنے برادران اسلامی کے ساتھ اور تم آنحضرت کے محاربین پر جو اہل شام سے تھے لفظ مسلمین کا اطلاق نہین کرتے
تو ہم کہینگے کہ اگرچہ مذہب ہمارا یہ ہی کہ صاحب کبیرہ کو مومن و مسلم نہین کہتے لیکن ہم اجازت دیتے ہین کہ جب اُنکی
تمیز ذمی اور کفار سے جو اہل ذمہ اور بت پرست ہین مقصود ہو تو لفظ مسلم کا اُنپر اطلاق کیا جاے ساتھ کسی قرینہ کے
خواہ وہ قرینہ حالی ہو یا لفظی ہو یعنی ایسا لفظ اُسکے ساتھ ہو جس سے وہ اِس اطلاق کو خارج کر دے اِسے کہ
اُس سے ارادہ تعظیم و ثنا و مدح کا مقصود نہوسکے کیونکہ لفظ مسلم و مومن کا استعمال اکثر اِسی لیے ہوتا ہی اور امیر المومنین نے
اِس ارشاد سے اُنکی مدح کا ارادہ نہین فرمایا پھر جب ہمنے کہا ہو اگر کوئی اُس ارادے سے اُنپر لفظ مسلم کا اطلاق کرے
تو انکار کے قابل نہوگا انتہی ترجمہ کلامہ اور اِس بیان و گواہی سے بحمد اللہ مثل روز روشن صاف ظاہر ہو کہ یحیی
محاربین اہل شام اخواننا کے لفظ کا فرمانا جو جناب امیر المومنین کا شاہ صاحب نے ذکر فرمایا ہو وہ اُنکے مفید
مدعا نہین ہی اور اِسی طرح جو فرمایا ہی علی ما دخل فیہ الزیغ وہ بھی حضرات اہلسنت کے مطلوب کو مفید نہین کیونکہ
یہ زیغ و اعوجاج و تاویل جو محاربین امیر المومنین کے لاحق حال ہوئی یہ اُسی قسم زیغ و اعوجاج سے ہی جو حضرات
اہلسنت کے نزدیک مانعین زکوۃ کے واسطے لاحق حال ہوئی تھی پھر جسطرح منع زکوۃ کو بسبب تاویل کے
وہ مخرج اسلام سے جانتے ہین اُسی طرح محاربہ نفس رسول کے ساتھ بھی بذریعہ تاویل باطل و شبہہ فاسد اسلام و ایمان
سے مخرج ہو فافہم اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اور بھی جناب امیر سب مقاتلین سے اپنے بہت شدید
ممانعت فرماتے تھے اور سب مرتدین ممنوع نہین ہی الخ پہلے اِسکا جواب یہ ہی کہ اگر اِس استدلال سے اُنکا
اسلام ثابت کرتے ہین تو مسلم نہین کیونکہ ممانعت سب کی علت ایک اسلام ہی نہین ہی بلکہ بہت سے مصالح
و مفاسد کی نظر سے ممانعت و احتیاط اظہار سب سے کیجاتی ہی اور بڑے تعجب کی بات ہی کہ باوجود دعوے
تفسیر دانی شاہ صاحب نے قول خدا تعالیٰ کو بیان بالکل فراموش فرمایا جو فرماتا ہی و لا تسبوا الذین یدعون
من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم پھر ممکن ہی کہ آنحضرت کی بھی ممانعت اِسی جہت سے ہو فاضل بیضاوی نے

اسکی تفسیر مین کہا ہی کہ فیہ دلیل علی ان الطاعۃ اذا ادت الی معصیۃ یجب ترکہا فان مایودی الی الشر شر دوسرا جواب یہ ہی کہ اگر ممانعت سب سے مسلمان ہونے کا موجب ہو تو چاہیے کہ مشرکین کا بھی اسلام لازم آئے اور شاہ صاحب کو موافق اپنے استدلال کے اُسے قبول کرنا ضرور ہو کیونکہ صاحب جامع الاصول نے صحیح مسلم سے روایت کی ہی انہ قیل لرسول اللہ ادع اللہ علی المشرکین والعنہم فقال انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمۃ تیسرا جواب یہ ہی کہ ممانعت سب جیسے شاہ صاحب فرماتے ہین وہ یہ قول اُن جناب کا ہی انی اکرہ لکم ان تکونوا سبابین الخ اور اکراہ مین دلالت اسپر ہی کہ سبابیت کو اولویت نہین ہی نہ یہ کہ سب کرنے سے منع فرمایا ہو کیونکہ سب کرنے سے منع پر مطلقاً دلالت نہین ہی اور ممکن ہی کہ یہ بھی ارشاد اسلیے فرمایا ہو کہ احتمال اُنکی ہدایت کا ہو اور سب کرنے مین اُنکے منحرف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر یہ منع آنحضرت کی بمنزلہ قول خدا تعالیٰ کے ہو گی جو حضرت موسیٰ سے خطاب فرمایا فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی چوتھا یہ ہی کہ فاضل زمخشری نے کتاب ربیع الابرار مین لکھا ہی کہ چند یہود پیغمبر خدا کی خدمت مین بعد اجازت حضوری حاصل کرنے کے حاضر ہوے اور آنے کے بعد انھون نے اپنی عداوت سے کہا کہ السام علیک یعنی ہلاکت و موت تمپر ہو یہ سُنکر ام المومنین جناب عائشہ نے کہا کہ بل علیکم السام یعنی بلکہ تمپر ہلاکت ہو فقال یا عائشہ ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ فقالت الم تسمع ما قالوا قال قلت وعلیکم یعنی یہ سُنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اے عائشہ خدا ہر امر مین ملایمت و سہولت کو دوست رکھتا ہی اُسکے جواب مین ام المومنین نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہین سُنا کہ جو انھون نے کہا حضرت نے فرمایا کہ مین نے کہا وعلیکم پھر اگر اسکے موافق جناب امیر نے بھی اکراہ سب کرنے سے ظاہر فرمائی تو وہ محاربین کے اسلام کا سبب نہین ہو سکتا پانچوین یہ کہ سب و شتم مین کچھ فرق نہین ہی اور شاہ صاحب نے جو مرتدین کے سب کرنے کو جائز فرمایا ہی یہ محتاج دلیل شرعی ہی اور بدون دلیل کذب اسکا واضح ہی اور شتم کے لیے منع فرمانا اسکا مستلزم نہین کہ مرتدین کے ارتداد کے اور مسبوبین کے مستحق لعن ہونے کی نفی کیجاے بلکہ جیساکہ ابن ابی الحدید نے بھی کہا ہی وہ وجہ اکراہ کیون نہ گردانی جاے اور یہ قول اسکا ہی والذی کرہ منہم انہم کانوا یشتمون اہل الشام ولم یکن یکرہ منہم لعنہم ایاہم والبراءۃ منہم لا کما یتوہمہ قوم من الحشویۃ فیقولون لا یجوز لعن احد ممن علیہ اسم الاسلام وینکرون علی من یلعن منہم من تعالی فی ذلک فیقول لا العن الکافر وابلیس ان اللہ لا یقول لاحد یوم القیمۃ لم لم تلعن وانما یقول لم لعنت واعلم ان ہذا خلاف نص الکتاب لانہ تعالی قال ان اللہ لعن الکافرین والمنافقین واعد لہم سعیرا وقال اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون وقال فی ابلیس وان علیک لعنتی الی یوم الدین وقال ملعونین اینما ثقفوا وفی الکتاب العزیز من ذلک الکثیر الواسع وکیف یجوز للمسلم ان ینکر التبری ممن یجب التبری عنہ الم یسمع ہولاء قول اللہ تعالی قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا وانما یجب النظر فیمن قد اشتبہت حالہ فان قارف کبیرۃ من الذنوب یستحق بہا اللعن والبراءۃ فلا جرح علی من یلعنہ ویبرء منہ وان لم یکن قد قارف کبیرۃ لم یجز لعنہ وما یدل علی ان من علیہ اسم الاسلام اذا ارتکب کبیرۃ یجوز لعنہ بل قد یجب فی وقت قول اللہ تعالی فی قصۃ اللعان

فشہادۃ احدھم الی قولہ والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین وقال تعالی القاذف ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولہم عذاب عظیم فہاتان الآیتان فی المکلفین من اہل القبلۃ والآیات قبلہما فی الکافرین والمنافقین ولہذا قنت امیر المومنین علی معویۃ وجماعۃ ولعنہم فی دبار الصلوۃ فان قلت فما صورۃ السب الذی نہی امیر المومنین عنہ قلت کانوا یشتمونہم بالآباء والامہات ومنہم من یطعن فی نسب قوم ومنہم من یذکرہم باللوم ومنہم من یعیرہم بالجبن والبخل وبانواع الاہاجی التی یتہاجی بہا الشعراء واسالیبہا معروفۃ فنہاہم عن ذلک انتہی وحاصل معنی اسکا یہ ہو کہ جو چیز کہ اُسکا کہنا اپنے اصحابون سے جناب امیرؑ نے مکروہ جانتا تھا وہ یہ بات تھی کہ وہ اہل شام کو بہ شتم و دشنام یاد کرتے تھے نہ یہ کہ لعن و بیزاری کرنے کو محاربین سے منع فرمایا تھا جیسا کہ فرقہ حشویہ کو متوہم ہی کہ وہ کہتے ہین کہ جیپر مسلمان کا لفظ صادق آئے اُسپر لعنت کرنا جایز نہین ہی اور جو لعنت کرتا ہی اُسے برا کہتے ہین اور بعضے اُنمین سے تو اِس بارے مین اِسقدر غلو و زیادتی کرتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ ہم شیطان و کافر پر بھی لعنت نہین کرتے اور خدا روز قیامت کو یہ کسی سے نہ پوچھیگا کہ تو نے لعنت کیون نہ کی بلکہ نہ پوچھیگا مگر یہ کہ تو نے لعنت کیون کی اور جان تو کہ یہ مقولہ و مذہب نص کتاب ہد کے خلاف ہی کیونکہ حق تعالی نے قرآن مین فرمایا ہی کہ خدا لعنت کرتا ہی کافرون اور منافقون پر اور مہیا فرماتا ہی جہنم کو اور فرمایا ہی کہ یہ گروہ لعنت کرتا ہی اُنپر خدا اور لعنت کرتے ہین اور کرینگے اُنپر لعنت کرنے والے اور شیطان کے حق مین فرمایا ہی کہ تجھپر لعنت ہی میری روز قیامت تک اور فرمایا ہی ملعونین اینما ثقفوا بالجملہ کتاب عزیز مین اِسکی امثال بہت ہین اور کیونکر جائز ہو سکتا ہی مسلمان کے لیے کہ وہ انکار کرے بیزاری سے اُسکی جس سے بیزاری کرنا خدا نے واجب فرمایا ہو آیا اُنھون نے نہین سنا جو خدا نے فرمایا ہی کہ تمھارے واسطے پیروی اچھی ہی ابراہیم کی اور جو اُنکے ساتھ تھے جبکہ کہا اُنھون نے کفار سے کہ ہم بیزار ہین تمسے اور جنکی خدا کے سوا تم پرستش کرتے ہو اُنسے اور ہمنے تمسے جدائی کی اور ہمارے تمھارے بیچ مین عداوت ہمیشہ کے لیے پیدا ہوئی اور نہین واجب ہی نظر و تامل کرنا مگر اُس شخص کے حال مین جسکا حال مشتبہ ہو پس اگر یہ ثابت ہو کہ وہ مرتکب اُن گناہان کبیرہ کا جس سے انسان مستحق لعن و بیزاری کا ہوتا ہی ہوا ہی تو اُسپر جو لعنت کرے اور بیزاری اپنی ظاہر کرے اُسکے لیے کوئی قباحت نہین ہی اور اگر ایسے گناہ کا مرتکب نہوا ہو تو اُسپر لعن کرنا جائز نہین ہی اور وہ امر کہ جو اُسپر دلالت کرتا ہی کہ جسپر اسم مسلمان کا صادق آئے جب وہ مرتکب کبیرہ ہو تو اُسپر لعنت کرنا جائز ہی بلکہ کبھی واجب ہوتا ہی قول ہی خدا تعالی کا قصہ لعان مین فشہادۃ احدھم سے لیکر والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین تک اور جو فرمایا ہی حق تعالی نے قذف کرنے والے کے حق مین الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولہم عذاب عظیم پس یہ دونون آیتین مکلفین اہل قبلہ کے بارے مین اور پہلے اُنسے جو آیتین ذکر کی گئین وہ بحق کافرین و منافقین تھین اور اسی لیے حملہ فرمایا امیر المومنین نے معاویہ پر اور اُسکی جماعت اصحاب پر اور بعد ہر نماز کے اُنپر لعن فرمایا کرتے تھے پھر اگر تو کہے کہ اُس سب و شتم کی کیا ضرورت تھی جسکے لیے امیر المومنین نے نہی فرمائی تھی اُسکے

کہنے سے تو مین کہونگا کہ آنحضرت کے اصحاب سے اشخاص اہل شام کو اُنکے باپ مان کے نام گالیان دیتے تھے اور بعضے اُنمین سے محاربین کی قوم کے نسب مین طعن کرتے تھے اور بعض اُنمین سے اُنکا ذکر ملامت کے ساتھ کرتے تھے اور بعض اُنمین سے وہ تھے کہ نامردی وبخل اور طرح طرح کے عیوب سے اُنکی ہجو کرتے تھے جیسا شعرا ہجو کرتے ہین اور اُنکے اسلوب معلوم ہین پس اِسواسطے جناب امیرؑ نے اپنے صحابیون کو اِس قسم کے سب سے منع فرمایا تھا انتہی ترجمہ کلامہ اور اِس بیان سے بہت صاف معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ یہ امور اُس قسم سے تھے کہ اُسکے کہنے مین مفاسد ہین اِسلیے آنحضرتؑ نے ممانعت فرمائی ہو نہ یہ کہ اُنپر لعن کرنے سے منع کیا ہو اور کلام شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ منع سب سے اُنکا اسلام اور اچھا ہونا ثابت کرین اور وہ حاصل نہین ہوتا فبقوا علی ماکانوا علیہ من الکفر والارتداد والرجوع علی الاعقاب اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قاعدہ اصولیہ یہ ہے کہ حرف مَن جو مقام شروط و جزا مین واقع ہو تو عام ہو جاتا ہے الخ اُسکا جواب یہ ہے کہ اِس آیہ مین مَن بفتح میم و مِن بکسر میم دونون ہین جیسا کہ فرمایا ہے من یرتد منکم پھر اُن دونون مین تعارض ظاہر ہے اگر پہلا عموم کو مفید ہو تو دوسرا خصوص کے واسطے افادہ کرتا ہے اور شاہ صاحب نے پہلے اِس سے خود اقرار کیا ہے کہ مِن بیانیہ ضمیر پر داخل نہین ہوتا بلکہ تبعیضیہ ضمیر پر داخل ہوتا ہے اور یہان مِن ضمیر پر داخل ہے پھر معنی اُسکے بنابر افادہ شاہ صاحب کے یہ ہونگے کہ بعض تمسے جو مرتد ہو جائینگے اپنے دین سے تو قریب ہے کہ خدا ایسی قوم کو لاوے جنکے اوصاف یہ یہ ہون اور یہ جزئیت کے لیے مفید ہے نہ کلیت کے واسطے اور ضرور ہے کہ مَن بالفتح تخصیص کیا گیا ہو اور مِن بالکسر تخصیص بے رابط ہو لیکن پھر بعد افادہ شاہ صاحب اِسے بھول گئے اور یہ بھی سوانح وقت سے سمجھنا چاہیے اور بھی اگر یہ قاعدہ کلیہ ہو تو اکثر مرتدین ایسے ہین کہ اُنسے کوئی ایک بھی مقاتلہ نہین کرتا جیسا کہ اِس زمانے مین بھی ہے اور ازمنہ سابقہ مین بھی بہت تھا پس العیاذ باللہ چاہیے کہ مخالفت کلام الہی کی واقع سے لازم آوے پھر بالضرور یہ ہے کہ مَن بالفتح تخصیص کیا گیا ہوگا اور یہ منافی نہین ہے کیونکہ مامن عام الا وقد خص کا عموم اِس سے بھی شامل ہوگا اور بھی سوا اِسکے ارتداد اُس جماعت کا جو زمان جناب ابی بکر مین تھی مسلم نہین ہے جیسا کہ پیشتر اِس سے اِسکا بیان ہو چکا اور بھی خود آیہ مین کسی طرح دلالت اِسپر نہین ہے کہ بعد ارتداد من یرتد جس قوم کو خدا لائیگا وہ قوم مرتدین کا استیصال کریگی بلکہ غایت مافی الباب یہ ہے کہ مرتدین کے مقابلہ مین ایسی قوم کو لائیگا اور یہ مستلزم مقاتلہ کو نہین ہے جیسا کہ پیشتر اِس سے ہم بگواہی ابن ابی الحدید ثابت کر چکے ہین اور بھی جہاد اعم ہے اِس سے کہ مقاتلہ بسیف وسنان ہو یا دشمنون کو بحجت و برہان ملزم کرین اور سنان لسانی سے اُنہین زخمی کرین جیسا کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر قول خدا تعالیٰ مین وجاھد الکفار والمنافقین کہا ہے کہ معنی اُسکے یہ ہین جاھد الکفار بالسیف والمنافقین بالزام الحجۃ اور بحمد اللہ کہ ہمیشہ سے اسلاف سے وا خلاف فرقہ حقہ اِس شرف جہاد سے شرف و فائز رہتے ہین اور جواب امام حضرات اہلسنت مین ہم اِسے مفصل

کہ آے ہین اور یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہی کہ کسی نے مرتدین مذکورین سے جہاد نہین کیا علاوہ وہ اسکے اگر استدلال کا مدار جہاد ہی پر ہی تو پھر کیا وجہ کہ موصوف آیہ سے جناب ابو بکر اور اُنکے تابعین مراد لیے جائین جنکے حوال مین کسقدر امت مین اختلاف ہی اور تابعین مین اُنکے کیسے کیسے اشخاص ہین جنمین سے بعض کا حال مثل خالد ابن ولید جو مخاطب بہ سیف اللہ ہوئے تھے بیان ہوچکا ہی اور وہ قوم مرتدین بنائے جاتے ہین جنکے ارتداد کی نفی خود حضرات اہلسنت بھی کرتے ہین بلکہ چاہیے کہ موصوف آیہ تابعین جناب صاحب العصر علیہ السلام مراد لیے جائین کہ عصمت آنحضرت کی مثل جناب امیر المومنین ؑ کے ہی اور تابعین بھی آنحضرت کے سب صلحا اور ابرار ہونگے اور جہاد بھی بالیقین مشرکین و مرتدین و منافقین سے ہوگا اور مفسرین نے بھی اسے پسند کیا ہی جیسا کہ فاضل نیشاپوری نے بھی اپنی تفسیر مین کہا ہی ان المراد بخروج المہدی ہو ذلک فان محاربتہ من دان بدین الا واہل ہی محاربتہم الا واہلی اور فاضل مولنا طبرسی نے بھی اسی کو قوت دی ہی اور اس صورت مین بھی ممدوح و موصوف جناب امیر علیہ السلام ہونگے اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ یاران حضرت امیر موصوف بصفات مذکورہ نہ تھے الخ اور اسے عبارات خطب نہج البلاغہ سے ثابت کرنا چاہا ہی تو یہ نہین ہوسکتا کیونکہ جو شکایت آنحضرت نے اپنے ہمراہیون کی فرمائی ہی وہ مفید شیعون کو ہی نہ اُنہین کیونکہ خود شاہ صاحب نے اپنے استدلال مین اسی آیہ کے بعد کلام عترت سے نقل کیا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا فانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوہم علیہ یعنی بہ تحقیق کہ شان یہ ہی کہ بیعت کی میرے ساتھ اُس قوم نے کہ جنھون نے بیعت کی تھی ابابکر اور عمر و عثمان کے ساتھ اسی امر پر کہ جسپر انھون نے بیعت اُنکے ساتھ کی تھی اور اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہی کہ اُن تینون صاحبون کے ساتھ بیعت کرنے والے بھی بظاہر رفقا مین سے تھے اور جب مذمت ثابت ہی تو وہ بھی آنحضرت کی مذمت مین داخل ہونگے پھر کسطرح موصوف بصفات آیہ ہوسکتے ہین دوسرے یہ کہ اگر مراد ذکر مذمت سے یہ ہی کہ آنحضرت نے سب رفیقون کی مذمت فرمائی تو یہ ممنوع ہی کیونکہ آنحضرت کا مدح فرمانا اپنے اصحاب کبار کی وفاداری کا ثابت ہی جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب خلاصۃ الاقوال مین لکھا ہی کہ جب مالک اشتر نے انتقال فرمایا تو وہ حضرت بہت متاسف ہوے اور فرمایا کہ وہ میرے لیے ایسا تھا کہ جیسا مین پیغمبر خدا کے لیے تھا اور ابن ابی الحدید نے کہا ہی کہ اگر کوئی قسم کھاے کہ حق تعالیٰ نے عرب و عجم مین مثل مالک اشتر کسی کو خلق نہین فرمایا مگر اُنکے اُستاد کو جو علی ابن ابیطالب ؑ تھے تو مین گمان نہین کرتا کہ اُسکی قسم جھوٹ ہوگی یا اس قسم کرنے مین وہ گنہگار ہوگا اور مالک اشتر و محمد بن ابی بکر کو اُن جناب نے بلفظ ولد ناصح و سیف قاطع تعبیر فرمایا ہی اور مثل عمار یاسر اور اویس قرنی وغیرہ کے بہت سے صحابیون کی مدح فرمائی ہی اور پیغمبر خدا کا بھی مدح فرمانا آنحضرت کے بعض صحابیون کی ثابت ہی جیسا کہ عمار کے لیے فرمایا تھا یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ اور یہ الحق مع عمار حیث ما دار پھر یہ کسطرح مذموم ہوسکتے ہین جناب سلطان العلما نے لکھا ہی کہ آنحضرت نے اپنے نامہ مین لکھا ہی وانا ما مرفا خوک فی جحفل من

المہاجرین والانصار والتابعین لہم باحسان شد بذ دعاہم مساطع فیما ہم متمسکین بحبل الله ... الملقاء الیہم لقاء ربہم ...
تزیہم بریبتہم ... ہاشمیة قد عرفت مواقع نصالہا فی اخیک وخالک وجدک واہلک وما ہی من الظالمین ببعید

اور اس سے ممدوح ہونا آنحضرت کے اصحاب کا ظاہر ہی اور اگر اس استدلال سے مراد شاہ صاحب کی یہ ہی کہ ان عبارتون سے خطبون کی فی الجملہ مذموم ہونا آنحضرت کے صحابون کا ثابت ہوتا ہی تو یہ کچھ نئی بات نہین ہی پیغمبر خدا کے ساتھ سے بھی اصحابون نے فرار اختیار کیا تھا اور باوجود اسکے کہ وہ حضرت امر بجہاد فرماتے تھے اور مقابلہ ہمیشہ کفار و فجار سے رہتا تھا لیکن نہ مانتے تھے اور صف جنگ سے روگردان ہوتے تھے پھر کیا اسے شاہ صاحب نہین جانتے اگر جناب امیر کے صحابون نے فرار فرمایا ہوگا تو وہ بھی انھین اصحاب کا فعل ہوگا جو سالکین سنت بعض اصحاب رسول ہونگے اور اسی خیال سے وہ بھاگے ہونگے کہ بعض اصحاب رسول بھی وقت شدت صف جنگ سے پھر آتے تھے اور آئین بھی سوءۃ آنحضرت کی پیغمبر خدا سے کامل ظاہر ہوئی اور فرار اصحاب نبی کا سب کو یاد دلایا گیا اسی طرح کیا حدیث اصحابی اصحابی اور آیہ حنین کو شاہ صاحب نے بھلا دیا جو یہ فرمایا پھر اگر جناب امیر نے اپنے اصحابون کی مذمت فرمائی تو خدا و رسول نے اصحاب رسول کی مذمت فرمائی ہی دیکھو حق تعالے فرماتا ہی یا ایہا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوة الدنیا من الاخرة الایة اور فرمایا ہی واذا راوا تجارة او لہوا انفضوا الیہا وترکوک قائما اور فرمایا ہی ومنہم من یلمزک فی الصدقات اور اسی طرح کثرت آئین وارد ہوئی ہین اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ عدم تعمیل حکم نبی کی غزوات مین نکلنے سے اور چھوڑ دینا پیغمبر کا تنہا وقتیکہ وہ جہاد مین کھڑے ہون اور امتحان کرنا انکا صدقات مین جو بعض اصحاب سے وقوع مین آتا تھا اور خدا انکی خبر دیتا ہی کیا لائق مدح ہی یا مذمت صریح ہی اور اس مذمت سے سب اصحاب مذموم نہین ہو سکتے لا تزر وازرة وزر اخری جو لائق مذمت کے ہونگے وہی مراد مذمت ہونگے اسی طرح جو مذمت جناب امیر علیہ السلام نے صحابون کی فرمائی اس سے بھی وہی لائق مذمت سمجھے جائینگے جنسے مخالفت امام عصر کی ظاہر ہوئی ہوگی اور ملاحظہ فرمائیے کہ جناب سلطان العلماء طاب ثراہ نے ایک روایت حمیدی سے نقل کی ہی کہ اسنے جمع بین الصحیحین مین صحیح مسلم روایت کی ہی انصار کے قول کی جو بحق نبی کہتے تھے روز فتح ان الرجل ادرکتہ رغبة فی قومہ ورافة فی عشیرتہ پھر اب یہ سوء ظن اصحاب کا بہ نسبت جناب رسول خدا کے انکے اچھے اور لائق مدح ہونے کی دلیل ہی یا قابل مذمت ہونے کی اور اسی کتاب مین زید بن زید سے منقول ہی قال کنا عند حذیفة فقال رجل لو ادرکت رسول الله قاتلت معہ فقال حذیفة انت کنت تفعل ذلک لقد رأیتنا مع رسول الله لیلة الاحزاب واخذتنا ریح شدیدة وقر فقال الا رجل یاتینی بخبر القوم جعلہ الله معی یوم القیمة فلم یجبہ احد منا فقال قم یا حذیفة فلم اجد بدا اذ دعانی باسمی ان اقوم فقال اذہب فأتنی بخبر القوم فلما ولیت من عندہ جعلت کانما امشی فی حمام حتی اتیتہم فرایت ابا سفیان یصلی ظہرہ بالنار فوضعت سہما فی کبد القوس فاردت ان ارمیہ فذکرت قول رسول الله لا تذعرہم علی ولو رمیتہ لاصبتہ فرجعت وانا امشی فی مثل الحمام فلما اتیتہ فاخبرتہ القوم

نعمت قریت قالت یا رسول اللہ من فمر حیاۃ کانت بعصل یدہ قران انہ لغتی عجب قال یا زمانی پھر اب یہ بات کہ پیغمبر خدا کا آپ نظر پکار نا اور کسی کا جواب نہ دینا اور خبر لانے کو کفار کی آنحضرت کا فرمانا اور کسی کا نہ اٹھنا اور نہ جانا ارشاد نبی کی مخالفت ہی یا نہین پھر اسی طرح اگر اصحاب جناب امیر المومنین سے وقوع مین آیا ہو تو کیا عجب ہو اور وہی تعامل اصحاب نبی کی جاننا چاہیے اور جنسے وہ وقوع مین آیا ہوگا وہی لائق مذمت ہونگے اور جو قابل مذمت تھے انکی مذمت فرمائی ہوگی اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو بہ نسبت آنحضرت کے اصحابون کے کہ وہ خائن و سارق تھے وان اللہ لا یھدی کید الخائنین یہ کلمہ بہت ہی بے غور و تامل فرمائے زبان سے نکلا اسکے کہنے کا حضرات اہلسنت کے لیے محل نہین ہو کیونکہ خیانت و سرقہ حضرات اصحاب ثلثہ کا حدیث مسلم سے اور قرآن کی جمع سے بخوبی ثابت و واضح ہو پھر شیشے کے گھر والا کیا ڈھیلا دوسرے کے گھر پر جسکا پختہ محل ہو پھینکیگے شاید بھول گئے اسلیے بطور یاد دہی گذارش ہے کہ یاد فرمانا چاہیے آپ صاحبون کو اُس روایت کو اپنے صحاح کی جسمین صاف یہ ہو کہ خلیفہ ثانی جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے اور عباس عم رسول سے کہتے تھے کہ تم ابا بکر کو اور مجھکو دونون کو کاذب و فاجر و ظالم جانتے ہو اور یہ سنکر دونون صاحبون نے کچھ عذر اسکا نہ کیا اور نہ اسے رد کیا جس سے اقرار و قبول اس قول کا ظاہر ہوتا ہو پھر پناہ بخدا جو باقرار علی ابن ابیطالب موصوف ہو صرف باین رذائل ہون انکے لیے کیونکر ادعا صحیح ہو سکتا ہو کہ وہ محبوب خدا ہین اور جب اصحاب کبار نبی کا یہ حال ہو تو پھر اگر اصحاب جناب امیر المومنین مین بھی بعض آنحضرت کے تابعین سے ویسے ہون جنھین شاہ صاحب خائن فرماتے ہین تو کیا عجب ہو اور حال اصحاب کبار مین غور فرمائیے کہ وہ بھی حضرات اتباع پیغمبر کا نہ فرماتے تھے بلکہ خود سری اور مخالفت کرتے تھے جیسا کہ لشکر اسامہ سے پھر آنے کا حال مشہور ہو کہ کس تاکید سے فرمایا تھا جہزوا جیش اسامہ لعن اللہ المتخلف عن جیش اسامہ لیکن باوجود اسکے بطمع خلافت و مال دنیا لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے اور اس سے بھی فحش یہ ہو کہ جب وصیت نامہ لکھنے کو قلم و دوات کو طلب فرمایا تو دینے کے عوض مین ان الرجل لیھجر کہکر کیسی مخالفت حکم رسول سے ظاہر کی کیا یہ نہ سنا تھا کہ حق تعالی فرماتا ہو قال ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ پھر ایسے عدم اتباع کے بعد بھی یحبھم و یحبونہ کا مصداق بنا ناممکن ہو سکتا ہو این الثریا من الثری اور ظاہر ہو کہ وہ بزرگوار جناب حیدر کرار اور وصی حقیقی نبی مختار پر جو امیر المومنین بلکہ یعسوب الدین تھے راہ تکبر کو اختیار کرتے تھے اور اس صورت مین اعزۃ علی المومنین ہونا انکا ثابت ہو اور کافرون سے ڈرتے تھے پھر اذلۃ علی الکافرین کا مورد ہونگے اور یجاھدون فی سبیل اللہ سے تو کوسون دور رہتے تھے جیسا کہ پیشتر اسکی طرف اشارہ ہو چکا ہو اور بجائے لا یخافون لومۃ لائم لا یسمعون نصیحۃ الامام انکے حق مین صحیح ہو پھر جب اصحاب نبی کا یہ حال ہو تو اگر اصحاب امام علیہ السلام کے بھی بعض متظاہر الاسلام ایسے ہون تو مقام عجب نہین لیکن سب کی بہ نسبت ایسا خیال کرنا جائز نہین اور نہ حضرات

اہلسنت کو پہونچتا ہی کہ انھین منھ کھولکر کہین اور اپنے صاحبون کے جہاد سے بھاگنے کو اور کفار سے ذلیل ہونے کو
اور مخالفت رسول خدا کی اختیار کرنے کو انکے زمان حیات مین اور بعد وفات اُن جناب کے بھلا دین اور
جب یہ ثابت ہوا کہ لشکریان جناب امیر علیہ السلام مین بھی سب قسم کے اشخاص مثل اصحاب رسول خدا تھے تو جو مومنین
مخلصین تھے انھین اوصاف آیہ سے ممدوح ہونا یقینی ممکن ہی اور ہرگز انکے حق مین نسبت دنیا رذائل نفاق کا
امکان نہین رکھتا کہ وہ سب دوست خدا و رسول و نفس رسول کے تھے اور خدا و رسول و نفس رسول کے مطیع و دوستدار
اور دیکھنے والے کو اس مقام کے ظاہر ہوگا کہ کسطرح الزام شاہ صاحب کا ساقط ہوا اور جو شاہ صاحب نے
فرمایا ہی کہ اور بھی سیاق و سباق آیہ سے صریح یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اس قوم کی سعی سے مرتدین کا فتنہ دفع ہوگا اور
اصلاح دین کی متحقق ہوگی الخ جواب اسکا یہ ہی کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ ہرگز یہ دلالت آیہ مین نہین ہی اور گواہی ہر
ابن ابی الحدید کی بھی گذران دی اور فاضل روزبہان کی بھی شہادت سے ثابت ہوتا ہی کہ ایسا نہین کیونکہ انھون نے
اجماع مفسرین کا اسپر نقل کیا ہی کہ آیہ بشان اہل یمن نازل ہوا اور انمین سے بھی کسی نے فتنہ مرتدین کو دفع نہین کیا
پھر اب شاہ صاحب کا قول یقینی پایۂ اعتبار سے ساقط ہوا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ تینون آیتین کتاب اللہ سے
حقیت خلافت امامت خلفاے ثلثہ کو ایسی ارشاد فرماتے ہین اور ایسی تقییدات و تخصیصات رکھتے ہین کہ
ہرگز انکے غیر کا احتمال موافق قواعد دانشمندی باقی نہین رہتا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ استدلال مین ضرور ہی کہ نص صریح
و محکم سے استدلال کیجاے نہ یہ کہ متشابہات سے استدلال کرین اور جن آیات سے کہ شاہ صاحب استدلال
فرماتے ہین وہ یقینی آیات متشابہ سے ہین یہان تک کہ خود انکے علما بھی ایک امر پر اتفاق نہین کرتے جیسا کہ
نقل اقوال علماے سنت سے جو پیشتر ہم کر چکے بخوبی یہ امر عاقل پر واضح ہوا ہوگا پھر اگر یہ استدلال صحیح ہو تو چاہیے
جو مجسمہ آیات متشابہ سے صحت مذہب پر اپنے استدلال کرتے ہین وہ بھی صحیح ہو اور جو شاہ صاحب نے قواعد
دانشمندی کی موافقت کو فرمایا ہی کاش اُن قواعد کی بھی تفصیل و تعدید فرماتے کہ اسمین غور کیا جاتا کہ جو قواعد انکی مراد ہین
وہ مشتمل تحقیق پر ہین یا تدلیس و تلمیع پر ہین کیونکہ ہم تو مقتضاے عقل کامل یہ جانتے ہین کہ ہر امر مین خصوصاً امور دینیہ مین
اتباع حکم شارع کا انسان پر ملتزم ہو اور قرآن کے بارے مین حکم شرعی یہ ہی کہ تفسیر اسکی راے سے اپنی نہ کرے
بلکہ اصل اعتماد روایات پر جو اسکی تفسیر مین وارد ہوئی ہون کیا جاے اور ادلہ عقلیہ کو نقل کا معین جانین پھر ظاہر ہی
کہ روایات بھی جو تفسیر مین اس آیہ کی وارد ہوئی ہین وہ مختلف ہین اور اوصاف بھی جو آیہ مین مذکور ہین وہ خلفاے
ثلثہ مین کسی طرح متحقق نہین ہو سکتے پھر کسطرح گمان کیا جاے کہ قول شاہ صاحب کا لائق قبول ہی ہان جو کچھ
شاہ صاحب نے صرف عقلیات کا فرمایا ہی وہ تو بیش از تلبیس نہین ہی اور محض اپنے اوہام کو نسبت تعصب
مذہب کے تقینیات کی قوت دیگر لائق حجت ہونے کے سمجھے ہین اور وہ ایسے ہین جنھین انکے علما بھی قبول نہین کرتے

اور خبر منع مین ہونے کا اُنکے اقرار و اظہار کرتے ہین پھر عقلا و علماء شیعہ سے کیونکر قبول فرماوین فتدبر اور جو فرمایا ہے کہ کتاب ازالۃ الخفا مین استدلال کامل ہے جو تفصیل کا محتاج ہو اُسکی طرف رجوع کرے الخ حقیقت یہ ہے کہ جب ازالہ انکار معنا مین مدخولہ کا جنہین وہ دستورات سے سمجھے تھے کر چکے تو اب شوق وصال ازالۃ معانی کا جو بے پردہ ہین ہرگز باقی نہین جہان انکار ادلہ ٹوٹے پھوٹے ہین وہان ثبات براہین کا کیا حال ہوگا اُنکے سب وجوہ استدلال دیکھے سُنے ہوئے ہین یہ آیہ اور سوا آیہ جنسے یہ حضرات استدلال فرماتے ہین سب برابر ہین والعاقل تکفیہ الاشارہ بحمد اللہ کہ جس آیہ سے شاہ صاحب نے جواب آیہ وجوہ مودت قربیٰ کا دینا چاہا تھا اُسکا حال بھی ظاہر ہو گیا اور یقینی کبھی منصف اب بعد ملاحظہ اسکے شبہ ہماری صحت استدلال مین جو اُس آیہ سے کی ہے نہ کریگا فتذکر نوین آیہ وقفوھم انھم مسئولون ہے یعنی باز رکھو کافرون کو کہ یہ سوال کیے جائینگے جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین مین فرمایا ہے کہ حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیت مین اور اوروں نے اور ابو القاسم حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل مین اور ابن شیرویہ نے کتاب فردوس الاخبار مین اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب مین اور غیر اُنکے اور علماؤن نے حضرات اہلسنت سے بذریعہ بہت سندون کے ابن عباس و ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ سوال کیے جائینگے محبت سے علی ابن ابیطالب کے اور حافظ ابو نعیم کتاب منقبت المطہرین مین چند سندون سے بریدہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن مین پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر تھا فرمایا آنحضرت نے کہ قسم ہے اُس خدا کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اپنی جگہ سے دونون پاؤن کسی بندے کے روز قیامت حرکت نہ کرینگے یہان تک کہ چار چیزون سے اُس سے سوال کیا جائے عمر سے اُسکی کہ کس چیز مین اُسے فانی کیا اور بدن سے اسکے کہ کس عمل مین اُسے کہنہ کیا اور مال سے اسکے کہ کہان سے پیدا کیا اور کس مصرف مین صرف کیا اور ہم اہلبیت کی محبت سے اسکے بعد عمر نے کہا کہ ای پیغمبر خدا علامت آپ کی محبت کی کیا ہے آپ کے بعد یہ سنکر ہاتھ اپنا جناب علی ابن ابیطالب کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ ہم اہلبیت کی محبت کی علامت اسکی محبت ہے کہ جو اُسے دوست رکھیگا اُسنے مجھے دوست رکھا اور جسنے اُسے دشمن رکھا اُسنے مجھے دشمن رکھا انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ واضح ہو کہ جسطرح آیہ وجوب مودت قربیٰ دلالت وجوب محبت و ولایت پر آنحضرت کی کرتا تھا اسی طرح اس آیہ سے بشہادت و تفسیر جناب مخبر صادق صلوات اللہ علیہ وآلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت واجب المحبت اور مفترض الطاعت ہین اور جیسا کہ واجب المحبت کا وجوب الطاعت ہونا اُسے ضروری ہے اسی طرح اس آیہ کے بنا بھی استدلال آنحضرت کے مفترض الطاعت ہونے کی صحیح ہے لیکن جناب شاہ صاحب نے اس آیہ کی نسبت بھی جو جی مین آیا وہ فرمایا چنانچہ بقولہ اُنکا معہ جواب عرض کیا جاتا ہے قولہ ومنہا قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے مرفوعاً مروی ہوا ہے انہ قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علی بن ابی طالب

اور حقیقت مین یہ تمسکات روایات سے ہین شاذ آیات سے اور حال ان روایات کا معلوم ہی کہ اہلسنت کے نزدیک معتبر نہین خصوصا یہ روایت فردوس دیلمی مین واقع ہی اور وہ کتاب جمع احادیث ضعیفہ واہیہ کے لیے مخصوص ہی اور بالتخصیص اس روایت کی سند مین ضعفا و مجاہل بیچ مین بہت آگئے ہین احتجاج کے قابل نہین خصوصا مثال ایسے مطالب اصولیہ کے اور اسکے ساتھ نظم قرآنی مکذب ہی اس روایت کا کیونکہ یہ خطاب مشرکین کے حق مین ہی بدلیل ومایعبدون من دون اللہ اور مشرکین سے پہلے سوال شرک سے اور عبادت غیر اللہ سے ہوگا نہ ولایت علی ابن ابیطالب سے اور بھی قرآن کا نظم دلالت اسپر کرتا ہی کہ سوال جملہ استفہامیہ کے مضمون سے ہوگا جو فرمایا ہی مالکم لاتناصرون جو توبیخ و تعبیر کے لیے ہی نہ اور کسی چیز سے اور اسی لیے قاریون نے اجماع کیا ہی کہ مسئولون پر وقف ترک کرین او بر تقدیر صحت روایت اور ترک نظم قرآنی مراد ولایت سے محبت ہی اور اس صورت مین زعامت کبری پر دلالت نہین کرتا اور محل نزاع وہی ہی اور اگر زعامت کبری بھی مراد ہو جب بھی مفید مدعا نہین ہوتا کیونکہ مفاد آیت کا اعتقاد امامت کا جناب امیر کے وجوب ہی فی وقتہ من الاوقات اور یہی مذہب اہلسنت و جماعت کا ہی اور اس روایت کو واحدی نے اپنی تفسیر مین وارد کیا ہی اور یہین وارد ہی کہ عن ولایۃ علی واھل البیت اور ظاہر ہی کہ سب اہلبیت ائمہ نہ تھے اور شیعہ بھی سب اہلبیت کی امامت کے معتقد نہین ہین پھر ولایت کا حمل محبت پر متعین ہوگا کیونکہ ولایت لفظ مشترک ہی اور قرائن خارجیہ کے ساتھ ایک دونون معنون سے متعین ہوتا ہی اور بالجملہ سوال محبت امیر سے اور انکی امامت سے اجماعی ہی اور اہلسنت بھی قائل ہین انکی بحث یہین ہی کہ حضرت امیر بلافصل امام تھے اور سوا انکے کوئی اصحاب سے امامت کا مستحق نہ تھا اور یہ آیہ کسی وجہ اس مدعا سے علاقہ نہین رکھتا انتہی ترجمہ کلامہ اور دیکھنے والے کو بخوبی واضح ہوگا کہ اس کلام مین شاہ صاحب کے کسقدر اضطراب و اختلال ہی پہلے یہ چاہا تھا کہ اصل استدلال ہی باطل کرین اسی لیے تضعیف حدیث پر جھک گئے اور اقرار کر گئے کہ مسند فردوسی دیلمی کتاب مخصوص جمع احادیث ضعیفہ واہیہ کے لیے ہی اور اس سے تیشہ اپنے پاؤن پر مارا ہی وہ ظاہر ہی کیونکہ جتنی یہین احادیث ہین سب کے لیے اقرار ہوچکا اور اس سے بہت کچھ استدلال علمائے اہلسنت کا ہبا منثورا ہوگیا کما لایخفی علی اللبیب اور بحمد اللہ شیعون کو اس سے کچھ ضرر نہین کیونکہ شیعون کا مدار استدلال اسی کی روایت نہین ہی بعد اسکے نظم قرآن مین ادعائے اجماع کا قاریون کے جو فرمایا وہ بھی محتاج دلیل ہی اور غیر ثابت ہی پھر وہ راہ بھی چھوڑ دی اور تسلیم کر کے روایت کی ولایت کے معنی محبت قرار دیے اور زعامت کبری کو خارج کیا پھر جب کچھ سمجھے تو زعامت کبری کو بھی تسلیم کیا لیکن مفاد آیہ کو وجوب اعتقاد امامت کوئی وقت من الاوقات تسلیم کیا حالانکہ یہ فی وقت من الاوقات کی تقیید کہین آیہ مین نہین ہی یہان تک کہ اقرار کرلیا کہ سوال محبت و امامت سے جناب امیر اجماعی ہی اور اہلسنت بھی اسکے قائل ہین بہت محل تعجب ہی کہ جب آخر مین یہ کہنا منظور تھا تو پھر جو پہلے انکار مین

شیعون کے استدلال کے شور وشغب فرمایا اُس سے سوا اظہار تعصب کے یا اپنے مریدون مین اظہار کمال
بینا اور اہل بصیرت کے نزدیک اقرار سخافت بیانی اور کیا فائدہ ہوا بالجملہ اب ہم اسکے جواب کی طرف
جو تفصیل اِس اجمال کی ہے متوجہ ہوکر کہتے ہین کہ اس آیہ کی تفسیر مین ہم پہلے اتمام حجت اور الزام حجہ کے لیے
روایات علماے اہلسنت کو نقل کرتے ہین اور اُس سے واضح ہوگا کہ یہ مضمون تنہا ابو سعید خدری ہی کی روایت
مین نہین ہے بلکہ اورون مین سے بھی مروی ہے اور ایک فردوس دیلمی ہی ناقل نہین ہے اور بھی علمانے اپنی کتب مین
نقل کیا ہے اور فردوس دیلمی کے معتبر ہونے کو وہ کافی ہے کہ شیخ ابن حجر نے صواعق مین دیلمی اور واحدی
دونون سے اِس روایت کو نقل کیا ہے اور بعد قبول کرنے کے اُسے نقل کیا ہے حیث قال واخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری
ان النبی قال وقفوهم انهم مسئولون عن ولاية علي وكان هذا مراد الواحدي بقوله وروي في قوله تعالى وقفوهم انهم مسئولون اي عن ولاية علي
واهل البيت لان الله امر نبيه ان يعرف الخلق انه لا يسئلهم على تبليغ الرسالة اجرا الا المودة في القربى والمعنى انهم يسئلون هل والوهم حق الموالاة كما اوصاهم
النبي ام اضاعوها واهملوها فتكون عليهم المطالبة والتبعة انتهى پھر اب اختیار ہے یا سند قرار دیکر دیلمی دست بردار ہون یا شیخ ابن حجر کو اہلسنت کی
جماعت سے خارج کرین اسی طرح اور بھی علماؤن نے اُنکے اِس روایت کو نقل کیا ہے جیسا کہ ترجمہ کلام جناب خوندی مجلسی
علیہ الرحمہ مین بھی مذکور ہوا اور اب ہم اُنکے محدثین کی تصریح موافق اسکے جو سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجت الخصام
وغایت المرام کے باب خمسون مین نقل کیا ہے لکھتے ہین واضح ہو کہ مصنف مذکور نے اِس آیہ کی تفسیر مین موافق طرق
اہلسنت کے آٹھ حدیثین نقل کی ہین چنانچہ پہلی روایت اُس سے وہی ہے جسے شیخ ابن حجر کی نقل کے موافق ہم بھی
لکھ آئے ہین دوسری روایت وہ ہے جسے ابو المؤید موفق ابن احمد نے جو اکابر علماے حضرات اہلسنت سے ہین
لکھا ہے روی ابو الاحوص عن ابی اسحق في قوله تعالى وقفوهم انهم مسئولون يعني عن ولاية علي عليه السلام تیسری ابراہیم محمد حموینی نے جو اکابر
علماے عامہ سے ہین کتاب فرائد السمطین مین کہا ہے اخبرنا ابو ابراهيم ابن ابي القاسم الصوفي انبانا محمد بن محمد بن يعقوب الحافظ
انبانا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن عمر انبانا احمد بن الوهاب انبانا عبد الحميد الحماني باسناده عن قيس بن عطيه عن ابي سعيد عن النبي في قوله عز وجل
وقفوهم انهم مسئولون قال عن ولاية علي بن ابي طالب والمعنى انهم يسئلون هل والوه حق الموالاة كما اوصاهم رسول الله وروي عن علي صلوات الله عليه جعل الموالاة اصلا من
اصول الدين بعد اسکے پھر حموینی نے اسکے بعد کہا ہے کہ اخبرنا جدي محمد العلوي حدثنا احمد بن عبد الله بن محمد بن ابي الشيخ اخبرني محمد بن علي بن حمزه
السنائي حدثنا عاصم بن يوسف اليربوعي عن سفيان بن ابراهيم الحريري عن ابيه عن ابي الصادق قال قال علي صلوات الله عليه اصول الاسلام ثلثة لا ينفع واحد منهن
دون صاحبه الصلوة والزكوة والموالات اور اُس سے فاضل حموینی نے نقل کیا ہے ایک حدیث کو مسنداً عن ابی الحسن علی بن احمد الواحدی الی حدیث ولایتہ
حدیث من كنت مولاه فعلي مولاه هذه الرواية التي اثبتها النبي لعلي مسئول عنها يوم القيامة یعنی حدیث کی ہے ابو الحسن علی بن احمد واحدی نے بعد روایت
کرنے کے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے اِس روایت کو ایسی روایت جسے پیغمبر خدا نے ثابت فرمایا ہے
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے لیے کہ اُنکے موالاۃ روز قیامت کو پوچھے جائینگے اور صاحب کتاب غایت المرام

اسکے بعد لکھا ہی کہ بڑا محل تعجب یہ امر ہی کہ حضرات اہلسنت کیونکر اس خبر کو روایت کرتے ہین اور ثابت کرتے ہین کہ یہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی اور برخلاف اسکے بعد عمل مین لاتے ہین ان ھذا الاخبار مبین جو ثنی وہ روایت ہی جسے ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیا نے باسناد اپنی شعبی سے کہ اُسنے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ اس آیہ کے معنی کے بیان مین قال عن ولایۃ علی بن ابیطالب پانچوین مثل ہی روایت کے جبری نے اپنی کتاب مین ابن عباس سے روایت کی ہی چھٹی ابن شہر آشوب نے طریق حضرات اہلسنت وغیرہ سے محمد بن اسحق شعبی اور اعمش اور سعید بن جبیر اور ابن عباس اور ابو نعیم اصفہانی اور حاکم حسکانی و نطنزی و جماعت اہلبیت سے روایت کی ہی وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ اھل البیت وحب اھل البیت ساتوین وہ روایت ہی جو شیرازی نے اپنی کتاب مین ابی معاویہ ضریر سے کہ اُسنے اعمش سے اُسنے مسلم البطین سے اُسنے سعید بن جبیر سے کہ اُسنے ابن عباس سے روایت کی ہی قال اذا کان یوم القیمہ امر اللہ مالکا ان یسعر النیران السبع وامر رضوان ان یزخرف الجنان الثمان ویقول یا میکائیل مد الصراط علی متن جھنم ویقول یا جبرئیل انصب میزان العدل تحت العرش وینادی یا محمد قرب امتک للحساب ثم یامر اللہ تعالی ان یعقد علی الصراط سبع قناطر طول کل قنطرۃ سبعۃ عشر الف فرسخ وعلی کل قنطرۃ سبعون الف ملک قیام فیسالون ھذہ الامۃ نساءھم ورجالھم علی القنطرۃ الاولی عن ولایۃ امیر المومنین وحب اھل بیت محمد فمن اتی بہ جاز علی القنطرۃ الاولی کالبرق الخاطف ومن لم یحب اھل بیتہ سقط علی ام راسہ فی قعر جھنم ولو کان معہ من اعمال البر عمل سبعین صدیقا وعلی القنطرۃ الثانیۃ فیسالون عن الصلوٰۃ وعلی الثالثۃ یسالون عن الزکوۃ وعلی الرابعۃ عن الصیام وعلی الخامسۃ عن الحج وعلی السادسۃ عن الجھاد وعلی السابعۃ عن العدل فمن اتی بشیء من ذلک جاز علی الصراط کالبرق الخاطف ومن لم یات عذب فذلک قولہ تعالی وقفوھم انھم مسئولون یعنی معاشر الملائکۃ قفوھم یعنی العباد علی القنطرۃ الاولی عن ولایۃ علی وحب اھل البیت حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ کہا ابن عباس نے کہ جب روز قیامت ہوگا تو حق تعالی مالک سے حکم فرمائیگا کہ ساتوین جہنم کو روشن کرے اور رضوان کو حکم فرمائیگا کہ آٹھون بہشتون کو مزین کرین اور فرمائیگا کہ اے میکائیل صراط کو کھینچ کر پشت جہنم پر لا اور فرمائیگا کہ اے جبرئیل میزان عدل کو زیر عرش نصب کر اور ندا فرمائیگا کہ اے محمد اپنی امت کو حساب کے واسطے قریب کر بعد اسکے حق تعالی حکم فرمائیگا کہ صراط پر سات قنطرے رکھے جائین کہ طول ہر قنطرہ کا سترہ ہزار فرسخ ہی اور ہر قنطرہ پر ستر ہزار فرشتہ کھڑا ہی پس پوچھتے ہین وہ اس امت سے انکی عورتون سے اور مردون سے پہلے قنطرہ پر امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت سے اور اہلبیت محمد کی محبت سے پس جو شخص کہ اہل ولایت سے ہوگا وہ مثل برق جہندہ گذر جائیگا اور جو اہلبیت نبوت کو دوست نہ رکھتا ہوگا وہ سر کے بل قعر جہنم مین گریگا اگرچہ اسکے ساتھ اعمال خیر سے ستر صدیق کا ثواب ہو اور دوسرے قنطرہ پر سوال کرینگے نماز سے اور تیسرے قنطرہ پر پوچھینگے زکوٰۃ سے اور چوتھے پر پوچھینگے روزے سے اور پانچوین پر پوچھینگے حج سے اور چھٹے پر پوچھینگے جہاد سے اور ساتوین پر پوچھینگے عدل سے پس جو شخص کہ انہین سے بجالایا ہی وہ صراط پر سے مثل برق کے گذر جائیگا اور جو نہین بجالایا اسے وہ عذاب کیا جائیگا اور یہ قول ہی خدا تعالی کا وقفوھم انھم مسئولون یعنی گروہ ملائکہ ٹھہراؤ انہین یعنی بندون کو پہلے

منتظرہ پر کہ وہ پوچھے جائینگے ولایت سے علی ابن ابیطالب کی اور دوستی اہلبیت سے آٹھوین حدیث وہ ہی جسے ابو الحسن بن شاذان نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہی کہا اُسنے سمعت رسول اللہ یقول اذا کان یوم القیمہ امر اللہ ملکین یقعدان علی الصراط فلا یجوز احد الا ببراۃ من امیر المومنین و من لم یکن عندہ براۃ من امیر المومنین اکبہ اللہ علی منخریہ فی النار و ذلک قولہ تعالی وقفوھم انھم مسئولون قلت فداک ابی و امی یا رسول اللہ ما معنی براۃ امیر المومنین قال مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و امیر المومنین علی بن ابیطالب وصی رسول اللہ یعنی سُنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے جب روز قیامت ہوگا تو حق تعالیٰ حکم فرمائیگا دو فرشتون کو کہ وہ صراط پر بیٹھینگے پس کوئی شخص نہ گذرنے پائیگا مگر براۃ امیر المومنین کے ساتھ اور اُسکے ذریعے سے اور جسکے پاس وہ براۃ نہوگی امیر المومنین کی تو حق تعالیٰ اُسے ناک کے بل آگ مین گرائیگا اور یہ قول ہی خدا تعالیٰ کا وقفوھم انھم مسئولون ابو سعید کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہون ای پیغمبر خدا امیر المومنین کی براۃ کے کیا معنی ہین اور وہ کیا ہی فرمایا کہ وہ نوشتہ ہی جسمین یہ لکھا ہوگا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و امیر المومنین علی بن ابیطالب وصی رسول اللہ یہان تک نقل احادیث اہلسنت کی تھی اب ہم چند روایات از جملہ اخبار اہلبیت علیہم السلام نقل کرتے ہین کہ جس سے ظاہر و ثابت ہو کہ یہ اخبار متفق علیہ فریقین ہین اور اہلبیت علیہم السلام کا اس مضمون کی صحت پر اجماع ہی اور لائق احتجاج اور قابل اعتقاد ہی چنانچہ اسی کتاب مین سید ہاشم مرحوم نے باب حادی و خمسون مین چھ روائتین اخبار خاصہ سے نقل کی ہین پہلی روایت وہ ہی جسے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنے جناب امام رضا علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے آبائے کرام کے توسط سے جناب امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے قال رسول اللہ ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع و ان عمر منی بمنزلۃ البصر و ان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد فقال فلما کان من الغد دخلت علیہ و عندہ امیر المومنین و ابو بکر و عمر و عثمان فقلت لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ہولاء قولا فما ھو فقال علیہ السلام نعم ثم اشار الیہم فقال ھم السمع و البصر و الفؤاد و سیسئلون عن ولایۃ وصیی ھذا و اشار الی علی بن ابی طالب ثم قال ان اللہ عز و جل یقول ان السمع و البصر و الفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا ثم قال و عزتہ ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیمہ و مسئولون عن ولایتہ و ذلک قول اللہ وقفوھم انھم مسئولون یعنی فرمایا جناب امام حسین علیہ السلام نے کہ ایک دن جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا بتحقیق کہ ابو بکر مجھسے بمنزلہ گوش کے ہی اور بتحقیق کہ عمر بمنزلہ آنکھون کے مجھسے ہی اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہی بعد اسکے جناب امام حسین فرماتے ہین کہ جب دوسرا دن ہوا اور مین خدمت باسعادت مین اپنے نانا کی حاضر ہوا تو دیکھا مین نے کہ انکی خدمت مین امیر المومنین اور ابو بکر و عمر و عثمان سب حاضر ہین اُسوقت مین نے عرض کیا کہ ای پدر عالیمقدار کل کے دن جو آپ نے اپنے اصحابون کے بارے مین فرمایا تھا وہ کیا تھا یہ سُنکر جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ہان پھر انکی طرف اشارہ فرما کر ارشاد کیا کہ یہ سمع و بصر و دل ہین اور قریب ہی کہ پوچھے جائینگے ولایت سے میرے اس وصی کی اور اشارہ طرف جناب امیر علیہ السلام کے فرمایا پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ بتحقیق سمع و بصر و دل ان سب سے سوال کیا جائیگا

بعد اسکے فرمایا آنحضرت نے کہ قسم ہے مجھے اپنے پروردگار کی عزت کی کہ سب امت میری ٹھہرائی جائیگی روز قیامت
اور اُنسے سوال کیا جائیگا اُسکی ولایت سے اور یہ ہے قول خدا کا وقفوھم انھم مسئولون دوسری روایت وہ ہے
جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے موافق اپنی اسناد کے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ انھون نے پیغمبر خدا سے اس آیہ کے
معنی پوچھے حضرت نے فرمایا عن ولایۃ علی علی ما صنعوا فی امرہ وقد اعلمھم اللہ عز وجل انہ الخلیفۃ بعد رسولہ یعنی پوچھے جائینگے ولایت
علی سے اسطرح کہ اُنکے بارے مین کیا کیا اور تحقیق کہ خدا نے سب کو آگاہ فرما دیا تھا کہ وہی حضرت بعد جناب
رسالتمآب کے اُنکے خلیفہ ہین تیسری حدیث وہ ہے جسے شیخ طوسی نے اپنی امالی مین باسناد اپنی جناب
رسولؐ خدا سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اذا کان یوم القیمہ ونصب الصراط علی جھنم لم یجز علیہ الا من معہ جواز فیہ ولایۃ علی
ابن ابیطالب وذلک قولہ تعالی وقفوھم انھم مسئولون یعنی عن ولایۃ علی بن ابیطالب چوتھی وہ روایت ہے جو محمد بن عباس بن ماہیار
ثقہ نے اپنی تفسیر مین جو فیما نزل فی اھل البیت سے موسوم ہے باسناد اپنی ابن عباس سے ذیل قول خدا تعالی مین
جو فرمایا ہے وقفوھم انھم مسئولون نقل کیا ہے کہ انھون نے کہا عن ولایۃ علی بن ابیطالب پانچوین وہ روایت ہے جو
شیخ طوسی نے مصباح الانوار مین باسناد اپنے عبد اللہ بن عباس سے نقل کی ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ اذا کان
یوم القیمہ اقف انا وعلی علی الصراط بید کل واحد منا سیف فلا یمر احد من خلق اللہ الا سالناہ عن ولایۃ علی علیہ السلام فمن
معہ شئی منھا نجی والا ضربنا عنقہ والقیناہ فی النار ثم تلا وقفوھم انھم مسئولون ما لکم لا تناصرون بل ھم الیوم مستسلمون یعنی جبکہ
روز قیامت ہوگا تو مین کھڑا ہونگا اور علی ابن ابیطالب صراط پر اور ہم دونون سے ہر ایک کے ہاتھ مین تلوار
ہوگی پس کوئی ایک خلق خدا سے نہ گذریگا مگر یہ کہ ہم دونون اُس سے ولایت علی ابن ابیطالب کا سوال کرینگے
پس جسکے پاس اُس ولایت سے نصیب ہوگا وہ نجات پائیگا والا ہم اُسکی گردن کاٹینگے اور اُسے جہنم مین ڈال
دینگے بعد اُسکے تلاوت فرمائی وقفوھم انھم مسئولون کی اور فرمایا کہ کیا ہوا ہے تمھین جو سب ملکر مددگاری نہین کرتے
بلکہ وہی مددگار رہنگے روز قیامت کو اہل امن وسلامتی سے ہونگے چھٹی حدیث تفسیر امام حسن عسکری کی ہے جو
آنحضرت نے تفسیر مین قول خدا تعالی کے واذا قیل لھم امنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ
وھو الحق یعنی جب کہا گیا اُنسے کہ ایمان لاؤ ساتھ اُس چیز کے جسے خدا نے نازل فرمایا ہے تو کہا انھون نے کہ جو ہمپر پہلے
نازل کیا گیا ہم اُسپر ایمان لاتے ہین اور کفر کرتے ہین اُس سے جو بعد اُسکے نازل ہوا حالانکہ حق وہ ہے جناب
امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ جب کہا گیا اُس گروہ یہود سے جنکا ذکر اوپر گذرا کہ ایمان لاؤ اُسپر جو محمد پر نازل ہوا ہے
قرآن سے کہ وہ مشتمل ہے اوپر حلال وحرام کے اور فرائض واحکام کے تو کہا انھون نے کہ ہم ایمان لاتے ہین اُسپر
جو ہمپر نازل ہوا تھا یعنی توراۃ اور انکار کرتے ہین اُس سے جو اُسکے بعد نازل ہوئی یعنی جو کچھ توراۃ کے سوا نازل
ہوا اُس سے کفر کرتے ہین اور ایمان اُسپر نہین لاتے حالانکہ وہ حق ہے اور وہ جسے یہ یہود کہتے تھے کہ وہ سوا توراۃ کے ہے

اور حق ہی ہواسطے کہ وہی ناسخ و منسوخ ہو اور ایسا ہو کہ اُسے خدا نے مقدم فرمایا ہو جیسا کہ فرمایا ہو فلم اس پس کس لیے تم ہمکو قتل کرتے ہو اور بیشتر اسلاف تمھارے قتل کرتے تھے رسولان خدا کو اگر تم ایمان لائے ہو توراۃ کے ساتھ یعنی توراۃ حکم نہین کرتی کہ خدا کے سنبھیجے ہوؤن کو اور اُسکے رسولون کو مارو پھر تم کیا ایمان لائے اُسکے ساتھ جو تمپر نازل کیا گیا تھا توراۃ سے اِسلیے کہ اُسمین قتل انبیا کی تحریم ہو اِسی طرح جب تم نہ ایمان لائے اُسکے ساتھ جو نازل کیا گیا ہو محمد پر کہ وہ قرآن ہو کہ وہی امر ہی ساتھ ایمان کے اور تم ہرگز اب تک ایمان نہین لائے توراۃ کے ساتھ اِسلیے خدا نے دونون سے تمپر ایمان کو لیا ہو اور ایک پر ایمان لانے سے ایمان مقبول نہین جب تک کہ دونون پر ایمان نہ لائین پس ایسا ہی خدا نے واجب فرمایا ایمان کو علی ابن ابیطالبؑ کے ساتھ جیسا کہ فرض فرمایا ایمان کو ساتھ محمدؐ کے پس جسنے کہ کہا کہ ہم ایمان لائے ہین ساتھ نبوت محمدؐ کے اور انکار کرتے ہین ولایت علی ابن ابی طالبؑ سے پس وہ ہرگز ایمان نہین لایا نبوت محمدؐ سے اور جب حق تعالیٰ روز قیامت خلائق کو مبعوث فرمائیگا تو ہمارے پروردگار کا منادی ندا کریگا خلائق کے پہچنوانے کے لیے ایمان و کفر مین پس کہیگا وہ اللہ اکبر اللہ اکبر اور دوسرا منادی ندا کریگا کہ ای معاشر خلق تم سب اُس منادی کی مساعدت کروگے اُس کہنے مین اُسوقت فرقہ دہریہ اور معطلہ گونگے اور اخرس ہو جائینگے اور انکی زبان گویا نہو گی اور اُنکے سوا سب خلق اُسے کہے گی بعد اُسکے منادی کہیگا اشہد ان لا الہ الا اللہ پس سب خلق اُسے بھی کہے گی مگر وہ کہ جنھون نے شرک خدا کے ساتھ کیا ہی مجوس وغیرہ اور عبادت کرنے والون سے بتون کی اُنکی زبان سے یہ نہ نکلیگا پس وہ سب خلق سے جدا ہونگے پھر وہ منادی کہیگا کہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اُسے بھی جتنے مسلمان ہین وہ کہینگے اور یہود وغیرہ مشرکین سے جنھون نے دنیا مین انکار کیا تھا وہ نہ کہہ سکینگے بعد اُسکے ایک اور منادی میدان قیامت مین ندا کریگا کہ اُنھین سب کو جنت کی طرف لیجاؤ بسبب اِسکے کہ اُنھون نے محمد کی نبوت کی گواہی دی ہی ناگاہ حق تعالیٰ کی طرف سے ندا پہونچے گی کہ بلکہ اُنھین ٹھہراؤ کہ وہ سوال کیے جائینگے اُسوقت وہ ملائکہ عرض کرینگے جنھون نے کہا تھا کہ اب جنت کی طرف ان سب کو لیجاؤ بسبب اِسکے کہ گواہی نبوت کی محمد کی دے چکے کہ خداوندا اب کیون ٹھہرائے جاتے ہین اُنکو ندا پہونچے گی خدا کی طرف سے کہ اُنھین ٹھہراؤ کہ سوال کیے جائینگے ولایت علی بن ابیطالب سے اور آل محمد سے ای میرے بندون اور لونڈیون مین نے اُنھین حکم فرمایا تھا محمد کی گواہی کے ساتھ اور بھی گواہی کا کہ جب اُسے بھی بجالائین تو اُنکا ثواب اُنھین دیا جائے اور اُنھین اکرام کیا جائے اور اگر اُسے نہ ادا کرین تو اقرار میری ربوبیت اور پروردگار ہونے کا اور گواہی محمد کی نبوت کی اُنھین فائدہ نہ پہونچائیگی پس جو اُسے بجالایا وہ فائزین سے ہوگا اور جو اُسے بجا نہین لایا وہ ہالکین سے ہوگا بعد اُسکے امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض اُنمین سے وہ ہونگے جو کہینگے کہ ہم علی ابن ابیطالب کے دوست تھے اور شاہد ولایت آنحضرت کے تھے اور آل محمدؐ کے دوست تھے اور یہ کہنا اُنکا جھوٹ ہوگا اور وہ یہ گمان

کرتے ہونگے کہ اے کمکر ہم نجات پائینگے پس اُنسے کہا جائیگا کہ قریب ہے کہ ہم اسپر گواہی علی کی طلب کرین بعد
اُسکے جناب امیرالمومنینؑ سے ارشاد ہوگا کہ ای ابوالحسن تم گواہی دو یہ سُنکر وہ حضرت عرض کرینگے کہ میرے دوستون کی
جنت اور میرے دشمنون کی آتش دوزخ شاہد ہے پس جو اُنمین سے صادق ہونگے اُنکی طرف ریح جنت اور
نسیم بہشت نکلے گی اور انھین اُٹھالیگی اور وارد کریگی اُنھین غرفہائے بہشت مین دار المقامہ مین بسبب فضل خدا کے
جنھین کسی طرح کا رنج نہین ہے اور جو اُس اقرار مین جھوٹے ہونگے اُنکی طرف سموم جہنم اور اُسکی گرمی اور اُسکا ظل و سایہ
جو تین شعب کا ہے لاظلیل ولا یغنی من اللھب ہی نکلے گا پس انھین اُٹھالیجائیگا اور ہوا مین بلند کریگا اور آتش
جہنم مین پھیریگا بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ بس یہ ہے کہ تم قسمت کرنے والے ہو بہشت و دوزخ کے اور تم
کہوگے جہنم سے کہ یہ میرے لیے ہے اور یہ تیرے لیے ہے فقط اب منصف پر پوشیدہ نہ رہیگا کہ جو شاہ صاحب نے
فرمایا تھا کہ کہتے ہین یہ روایت مرفوعًا ابوسعید سے مروی ہے اور اہلسنت کے نزدیک کچھ اعتبار نہین رکھتی یہ کسقدر تعصب
و تجاہل پر مشتمل ہے کیونکہ چودہ طریق سے ہمنے نقل اِس روایت کی ثابت کر دی جسمین آٹھ طریقون سے اہلسنت کے
اور چھ طریق سے موافق طریق تشیعہ کے اور اس سے ثابت ہے کہ یہ خبر لفظ و معنی کی راہ سے مستفیض و متفق علیہ
ملت اسلام ہے اور معینات اِسکے اخبار کتب معتبرہ حضرات اہلسنت مین بہت کثرت کے ساتھ ہین کہ اگر نقل
کیے جائین تو کتاب بڑا سا ہو بتطر طول محل کے اِس رسالہ مین اُسے نقل نہین کیا جاتا پھر اِس سے اِنکار روز روشن کا
انکار ہے اور اگر یہ بھی مفید تعین و اعتقاد کو نہو تو پھر کیا اخبار موضوعہ مختصہ حضرات اہلسنت کے مفید اعتقاد کو اور لائق
احتجاج سمجھے جائینگے فتدبر اور استدلال کی وجہ اس سے جیسا ظاہر ہے کہ اوپر بھی ہم اسکی طرف اشارہ کرائے اور
پھر کہتے ہین کہ جو شخص کہ اُسکی مودت روز قیامت کو مسؤل عنہ ہوا اور اُسکے ترک کرنے کے ساتھ مطالبہ الٰہی اور
گناہ مترتب ہو جس سے ضرور داخل ہونا جہنم کا لازم آئے وہ لامحالہ معصوم علی الاطلاق اور سب آدمیون سے افضل ہوگا
اور جب یہ ہے تو وہی امام ہوگا اور یہ حاجت اِس صورت مین تاویل کی طرف ہے جب ولایت بمعنی مودت کے لیجائے
جیسا شاہ صاحب بھی قبول فرماتے ہین اور اگر بمعنی اولویت ساتھ تصرف کے مراد لین جو زعامت کبریٰ کا مساوی ہے
تو اِس صورت مین اُسکی دلالت مطلوب پر بہت ظاہر ہوگی اور جو شاہ صاحب نے تخصیص فرمائی ہے وقت دون
وقت آخر کے یہ بہت سخیف ہے کیونکہ جب علت استحقاق پائی گئی تو استحقاق ثابت ہوا اور مستحق کی موجودگی مین غیر
مستحق نہین ہو سکتا اور جب محبت و مودت علی الاطلاق واجب ہے جس سے عصمت اُنکی ثابت ہے تو بعد جناب
رسالتمآب کے پھر اُنکے موجود ہوتے ہوئے تخصیص وقت دون وقت کی کیسی بلکہ جیسے کہ حضرت رسولؐ نے انتقال
اِس عالم سے فرمایا بلاتخلل آن و زمان کے وہی حضرت امام مفترض الطاعت ہین فتدبر اور جو شاہ صاحب نے
فرمایا ہے کہ حقیقت مین یہ تمسکات روایات کے ساتھ ہے نہ آیات کے ساتھ الخ یہ بھی عجب بات ہے کیونکہ طریقہ قرآن سے

استدلال کا یہ ہی کہ جو آیات ظاہر ہین اُنسے استدلال بعد ثابت و ظاہر ہونے معنی آیہ کے کرتے ہین اور اسمین کسی مفسر کے ضمیمہ کے محتاج نہین ہوتے اور جو ضمیمہ روایت کی آیات محتاج ہین اُنسے استدلال جو یہ ضمیمہ روایت ہوتا ہی وہ استدلال بھی آیات سے ہوتا ہی نہ روایات سے اور یہ احتجاج شائع ہی اور اگر ایسا نہو تو قرآن کا حجت ہونا بہت قلیل رہ جائے کیونکہ ظواہر آیات بہت کم ہین بلکہ قرآن و سنت دونون اکثر معطل ہو جائین کیونکہ قرآن کی آیات غیر ظاہرہ سے کچھ احتجاج نہو سکیگا اور سنت سے جو اخبار تفسیر قرآن مین وارد ہین اُنکے تضعیف مین [illegible] ہونے کی سہل ہو جائیگی پس دروازہ احتجاج کا بند ہوگا اور کسی نے آیات غیر ظاہرہ سے بضمیمہ اخبار احتجاج و تمسک نہین کیا خود شاہ صاحب نے جو آیہ استخلاف سے احتجاج صحت خلفائے ثلثہ پر کی ہی اسکی تفسیر ان خلفا کے ساتھ اپنے گمان مین جناب امیر علیہ السلام کے قول سے کی ہی پھر چاہیے وہ بھی استدلال جناب امیر علیہ السلام کے قول سے ہو نہ آیہ سے اور آیہ مباہلہ کے بیان مین خود کہا ہی کہ یہ آیہ بھی بدستور ان آیات سے ہی کہ جنھین اہلسنت رد مذہب نواصب و خوارج کے لیے لاتے ہین اور اسمین روایت تفسیری سے تمسک کیا ہی پھر کیا وجہ کہ خود تو استدلال مین آیہ سے تمسک روایت تفسیری سے کرکے استدلال آیہ سے صحیح سمجھین اور دوسرون کے فعل مین کہین کہ یہ استدلال آیہ سے نہین روایت سے ہی علاوہ اسکے اگر ایسا ہی ہو تو چاہیے کہ وہ بھی جو قیاس عقلی کو موافق اپنے مذہب کے حجت جانتے ہین تو بنظر اخبار کے پھر چاہیے اُسے بھی حجت نہ سمجھین کیونکہ جب اسکا حجت ہونا بھی بذریعہ اخبار کے ہوا تو اب اُسے استدلال اخبار سے استدلال ہوگا نہ اُس قیاس سے کہ جس سے استدلال ابلیس نے کی تھی اور جو شاہ صاحب نے بہ نسبت کتاب فردوس دیلمی کے ہاتھ پاؤن مارے ہین اور کہا ہی کہ وہ احادیث ضعیفہ واہیہ کی جمع کے لیے مخصوص ہی یہ قول خود واہی ہی کیونکہ جب نقل کرنا انکے علمائے اعلام کا مثل شیخ ابن حجر وغیرہ اس کتاب سے اور انکا اعتماد اسپر ثابت ہوا تو پھر یہ انکا کہنا کیا لائق اعتنا ہو سکتا ہی بلکہ یقینی اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اپنے علمائے مذہب سے بھی شاہ صاحب خبردار نہین یا تجاہل فرماتے تھے حقیقت یہ ہی کہ اُسکے عداوت اہلبیت انکے دل مین جوش مارتی ہی اسلیے زبان تضعیف روایت کے لیے کھولتے ہین اور جو انھون نے فرمایا ہی کہ بالتخصیص اس روایت کی سند مین الخ جواب اسکا یہ ہی کہ مضمون روایت کو ہمنے اسناد متعددہ سے بنابر تمھارے محدثین کی نقل کے لکھدیا اب اس بات کے سُننے کا موقع نہین اور برتقدیر تنزل و تسلیم ضعف روایت خاص جو فردوس دیلمی مین وارد ہی ہم یہ کہینگے کہ اسکا ضعف کئی چیزون سے منجبر ہو چکا ہی پہلے بسبب اسکے اشتہار کے اُسے اب قوت حاصل ہوئی ہی دوسرے قریب اسی مضمون کے بہت کثرت سے روایات حضرات اہلسنت کی کتابون مین وارد ہین تیسرے آیہ قربیٰ اسکے معاضد ہی چوتھے علمائے اعلام اہلسنت نے مثل شیخ ابن حجر اسپر اعتماد کیا ہی علاوہ اسکے مطالب اصولیہ مین جو ایسی روایت سے نقل کی جاتی ہی تو اس سے یہ غرض نہین ہوتی کہ اسی سے استدلال ہی

اور وہی مفید یقین کو ہوتی ہی بلکہ مراد اُس سے یہ ہوتی ہی کہ مجموع ادلہ سے یقین حاصل ہوتا ہی کہ امامت شیخین حضرت
کی حق ہی نہ یہ کہ ہر ہر دلیل سے یقین حاصل ہوتا ہی اور کیا شاہ صاحب سے عالم کو فرق کل مجموعی اور کل افرادی کا
معلوم نہ تھا جو یہ فرمایا اور یہ بھی لائق انصاف ہی کہ نعم الصدیق جو خبر ہی اور ایسی خبر واحد ہی جو کہین شیعون کی کتب
معتمدہ مین اُنکے طریق کے موافق منقول نہیں بلکہ جہان ہی وہ ابن جوزی سے نقل کی گئی ہی شیعون کے نزدیک
ہرگز معتمد نہیں ہی اُس سے تو استدلال حضرات اہلسنت کے نزدیک مطالب اصولیہ مین صحیح و درست ہووے
اور شیعہ جو اُس خبر سے استدلال کرین جو معتمدین اہلسنت کے نزدیک روایت معتمد علیہ ہو وہ استدلال جائز
نہ رکھا جاسے اور وہ خبر ضعیف و غیر معتمد ٹھہرائی جاوے اور خبر ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ جسکے وضعی
ہونے کا اقرار نحول علماے اہلسنت کرین اُسسے فخر الدین رازی استدلال مطالب اصولیہ مین کرین اور اُسے
روایت تفسیری آیۂ یا ایہا الذین امنوا من یرتد منکم الخ کے کہین اور اپنا اعتماد اُسکی نسبت ظاہر کرین اور کوئی حضرات
اہلسنت سے اُسکی نسبت کچھ نہ کہے اور شیعون کے استدلال کرنے سے روایت ابو سعید انہ قال وقفوہم
انہم مسئولون عن ولایۃ علی بن ابی طالب ضعیف اور خبر واحد ٹھہرائی جاوے اور سند فردوس دیلمی بھی بسبب
اسکے کہ اُسمین بھی یہ روایت ہی غیر معتمد جانی جاوے اور مطالب اصولیہ مین لائق استدلال کے نہ سمجھین کونسا
عاقل ان باتون کو اچھا جانیگا سوا اسکے کہ تعصب و عناد پر حمل کرین اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ معہذا
نظم قرآنی مکذب ہی اس روایت کا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ ہم مکرر بیان کرچکے ہین کہ یہ شیعون پر استدلال کے
لائق نہیں کیونکہ جب یہ مقرر ہوچکا کہ نظم قرآن فعل جناب عثمان بن عفان ہی اور اُنکے فعل سے استدلال شیعون پر
حجت نہیں ہوسکتا اور جب شاہ صاحب یہ کہہ چکے کہ یہ استدلال حقیقت مین آیہ سے نہیں ہی بلکہ روایت سے ہی
اسی طرح شیعہ بھی کہینگے کہ یہ جو شاہ صاحب استدلال سیاق آیہ سے فرماتے ہین وہ قرآن سے احتجاج نہیں ہی
بلکہ فعل عثمان سے ہی جو جامع قرآن تھے اور اُنکے فعل کو شیعہ اعتبار سے ساقط جانتے ہین پھر اُس سے استدلال
کیونکر معتبر ہو علاوہ اسکے جب یہ شاہ صاحب قبول کرتے ہین کہ روز قیامت کو شرک و عبادت غیر اللہ سے
سوال ہوگا تو جب مشرکین سے وحدانیت کا اور نبی کی نبوت کا سوال ہو تو ولی کی ولایت کے سوال مین کیسا
عیب لازم آتا ہی جس سے انکار فرماکر کہتے ہین کہ پہلے سوال شرک و عبادت غیر اللہ سے ہوگا نہ ولایت علی بن ابیطالب سے
اور یہ بھی لائق غور ہی کہ جو حدیث موافق نقل فاضل شیرازی پیشتر ذیل روایات اہلسنت مین مذکور ہوئے
جسے فاضل مذبور نے ابن عباس سے روایت کیا ہی اُسمین صاف یہ عبارت ہی فیسئلون ہذہ الامۃ نساءہم
ورجالہم علی القنطرۃ الاولی عن ولایۃ امیر المومنین وحب اہل البیت محمد فمن اتی بہ جاز علی القنطرۃ الاولی کالبرق الخاطف ومن لم یات بہا سقط
علی ام راسہ فی قعر جہنم ولو کان معہ اعمال سبعین صدیقا پھر اسکے بعد حضرات اہلسنت سے جناب شاہ صاحب کو کب زیبا تھا کہ

موافق طریقہ خوارج اُس مضمون کے خلاف کہین اور اپنے مقولہ مین مخالفت قول نبی کی اختیار فرماوین اور اس
مضمون کو شیخ ابن حجر نے بھی نقل و قبول کیا ہی جو اُمین کہنا ہو وہ حضرات اہلسنت کو یا اپنے علماء محدثین کی
کہین یا اگر رسائی ہو تو خدا و رسول سے شکوہ کرین شیعہ اُنکے ایسے نتائج افکار باطلہ پر جو مخالف قرآن و حدیث ہون
کب کان رکھتے ہین اور جو فرمایا ہی کہ اور بھی نظم قرآنی دلالت کرتا ہی اسپر کہ سوال مضمون جملہ استفہامیہ مالکم لاتناصرون
سے ہی جو توبیخ و تعبیر کے لیے ہی نہ اور کسی چیز سے لہذا قرا اجماع ترک وقف پر رکھتے ہین الخ یہ بھی غلط اور سراسر تدلیس پر
مشتمل ہی کیونکہ اکثر مفسرین اہلسنت نے مثل فاضل بیضاوی وغیرہ مسئولون کی تفسیر عن اعمالہم وعقائدھم
کہتے ہین اور جملہ مالکم لاتناصرون کو جو مقام توبیخ و تعبیر مین وارد ہی اسکے تحت مین نہین لیتے اور مفسر تفسیر کبیر نے بھی
اسی طرح تفسیر کی ہی مگر یہ بھی بعد تفسیر کے بیان مین احتمال لکھا ہی کہ محتمل ہی کہ جملہ مالکم الخ سوال کا بیان ہو اور یہ تصریح ہی
اور ظاہر ہی اس معنی مین کہ یہ معنی متعین و متیقن نہین پھر کیا یہ سب بے وقوف تھے کتاب ہدٰے سے اور جب یہ ہوا
تو ظاہر ہی دعوی اجماع کا جو قرا قرآن کی نسبت کیا ہی وہ صحیح نہین ہی اور حاشا کسی قرآن مین مسئولون پر وقف و
لازم نہین ہی ہان بعض حواشی قرآن سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ حمزہ نے اُسپر وقف کیا ہی اس سے قرا کا اجماع صادق نہین ہوسکتا
اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ بر تقدیر صحت روایت و فک نظم قرآنی مراد ولایت سے محبت ہی اور اس صورت
مین دلالت زعامت کبریٰ پر جو محل نزاع ہی نہین کرتا اسکا جواب یہ ہی کہ ہمارے بھی موافق ولایت سے مراد محبت
ہوسکتی ہی اور وہ یقینی امامت کو مستلزم ہی بنظر اسکے کہ جب محبت آنحضرت کی مسئول عنہا ہوئی نہ محبت اور خلفای
ثلثہ کی تو اس سے پیدا ہی کہ وہ حضرت افضل و معصوم ہونگے کیونکہ غیر معصوم و جب المودت علی الاطلاق نہین ہوسکتا
اور جب افضل و معصوم ہونا آنحضرت کا ثابت ہوا تو امامت انھین حضرت کی صحیح ہوگی نہ غیر انکے کی کما لا یخفی اور جو
شاہ صاحب نے فرمایا کہ اگر مراد زعامت کبریٰ بھی ہو جب بھی مفید مدعا کو نہین ہوسکتی کیونکہ مفاد آیہ کا وجوب ہونا
اعتقاد کا امامت جناب امیر کا ہی فی وقت من الاوقات اور یہ عین مذہب اہلسنت و جماعت کا ہی جواب اسکا یہ ہی کہ حاشا
فی وقت من الاوقات آیہ مین نہین یہ استدلال بھی اپنی رائے کے موافق ہی اور غیر صحیح ہی کیونکہ جب مفاد آیہ وجوب
اعتقاد امامت آنحضرت کا علی الاطلاق ہی جیسا کہ ظاہر ہی تو تقیید و تخصیص کیسی اور افضل و معصوم کے ہوتے غیر معصوم
و مفضول کی امامت کی صحت کسطرح ہوسکتی ہی جو فی وقت من الاوقات صحیح ہو اور یہ تو پرانی باتین ہین جسے ہم اوپر شرائط
امامت مین بہت صراحت سے ثابت کر آئے ہین فقط اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ روایت تفسیر
واحدی مین وارد ہی اور مضمون ہی کہ ولایۃ علی واھل البیت اور ظاہر ہی کہ سب اہلبیت ائمہ نہ تھے الخ جواب
اسکا یہ ہی کہ شاہ صاحب عبث تکلیف فرماتے ہین ہم خود یہ مضمون روایات سے نقل کر آئے ہین اُنکی تعلیم کے محتاج
نہین اور پہلے ہمنے کہدیا ہی کہ ولایت سے مراد محبت ہی اور اُس سے ہمارا مطلوب ثابت ہوتا ہی پھر وہ کیا کہتے ہین

امو حضرات ہمسے صاف سنیئے کہ جملہ اہلسنت کی امامت کا لازم آنا ممنوع ہے موافق ادلہ قاطعہ کے اور بنظر قیام اجماع کے پھر ہمین کیا سناتے ہین لیکن بنابر آپ کے اعتراف کے بھی یہ ثابت ہے کہ اہلبیت وجوب المحبت ہین پھر اب فرمائیے کہ اس صورت مین حدیث صحاح فاطمہ ولم تتکلم حتی ماتت کے کیا معنی ہونگے اور یہ بھی ضرور ہے کہ حضرات اہلسنت کے نزدیک حضرت امیر کی محبت سے سوال ہوگا جیسا کہ ابھی شاہ صاحب کے بھی اقرار سے اور انکی روایات سے بخوبی ثابت ہوا پھر اسکا جواب جناب ام المومنین عائشہ اور خال المومنین معاویہ کے لیے کیا تجویز فرما رکھا ہے فتکلم وسوین آیہ دوائی جزایہ والسابقون السابقون اولئک المقربون ہے یعنی حق تعالی فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنھون نے ایمان لانے مین اور طاعت کرنے مین سبقت کی ہے اور سب سے پہلے ایمان لائے ہین بعد ظاہر ہونے نبوت واسلام کے بے اسکے کہ وہ توقف وتامل کرتے انکا حال ومال تجہیر ظاہر ہے محتاج بیان نہین ہے یا یہ کہ جو ایمان وطاعت مین سابق ہین وہی پیشرو ہین اپنی اقوام مین ثواب ورحمت کے لینے مین اور پیشرو ہین جنت کے داخل ہونے مین اور کرامتہاے بزرگ الہی اور اعلاے منزلت کے لیے اور وہی گروہ سابقین نزدیک گردانے گئے ہین درجہ ومرتبہ کی راہ سے یعنی درجات علی انکے عرش الہی سے قریب ہین یہ ظاہر معنی لفظی آیہ کے تھے لیکن مفسرین مین اختلاف ہے معنی لفظ سابق مین چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ سابق وہ شخص ہے جسنے حداثت عمر سے اپنے فعل خیر کے بجالانے پر اقدام کیا ہو اور اسپر مداومت کی ہو جبتک کہ دنیا سے گیا ہو اور صاحب یمین وہ ہے کہ جسنے اوائل عمر سے خطا ومعصیت مین بسر کی ہو اور اسکے بعد توبہ کی ہے اور صاحب شمال وہ ہے کہ جسنے اول عمر سے آخر عمر تک فسق وفجور مین اشتغال رکھا اور ابن عباس کے نزدیک سابقون وہ جماعت ہے جنھون نے ہجرت مین سبقت کی ہے اپنے غیر پر اور جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے مروی ہے کہ سابقون وہ ہین جنھون نے نماز پنجگانہ کے بجالانے مین سبقت کی اور سب سے پہلے تکبیر سے افتتاح کیا اور بعض کے نزدیک سابق سے مراد جناب رسالتمآب اور سب انبیا ہین یا اہل قرآن یا وہ کہ جسنے دو قبلہ کی طرف نماز ادا کی ہو اور یہ اشخاص کہتے ہین کہ مراد سبقت سے وہ سبقت ہے جو ماموراتِ الہی مین ہے یا سبقت جمع کرنے مین علوم وفضائل کمالات کے ہو اور کوئی مقام شبہ کا اسمین نہین ہے کہ یہ سب سوابق جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب مین پائے گئے ہین اسی لیے موالف ومخالف سے اکثر کا اسی پر اجماع ہے کہ مراد اس سے وہی حضرت ہین اور روایات جو اسکی تفسیر مین وارد ہوئی ہین اُنسے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مورد آیہ وہی جناب ہین پس بحسب دلالت لفظ ووجود اوصاف آیہ وہم بضمیمۂ روایات تفسیری مراد اس آیہ سے وہی حضرت ہونگے اور جو بعض نے جناب رسالتمآب وجملہ انبیا کو مراد اس سے لیا ہے جب بھی نفس رسول کے مراد ہونے سے کوئی مانع نہین ہے بالجملہ پہلے ہم روایات تفسیری اس آیہ کی جو موافق فریقین کے طریقون کے

۲۳ آیۂ دوم والسابقون السابقون

وارد ہوئی ہین ذکر کرتے ہین کیونکہ تمام اعتماد تعیین مراد قرآن مین اِسی معنی پر ہو جیسے علماے قرآن نے کہ نبی و امام مین مقرر و معین فرمایا ہو پوشیدہ نہ رہے کہ مفسرین و محدثین فریقین نے نقل روایات مین اسپر اجماع و اتفاق کیا ہے کہ مراد اِس سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین چنانچہ آٹھ روائتین حضرات اہلسنت کے طریق کے موافق جو اسپر دلالت کرتی ہین مصنف کتاب حجۃ الخصام و غایت المرام نے باب سابع و تسعون مین اپنی کتاب کے نقل کی ہین پہلے وہ حدیث ہو جسے ثعلبی نے اپنی تفسیر مین باسناد اپنے ابن عباسؓ سے روایت کی ہو قال قال رسول الله قسم الله الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھا قسما فذلک قولہ تعالی و اصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فانا من اصحاب الیمین ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا فذلک قولہ تعالی و اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ و السابقون فانا من السابقین و انا من خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی من خیرھا بیتا فذلک قولہ تعالی انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا یعنی کہا ابن عباس نے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ حق تعالی نے اپنی خلق کو دو قسمون پر تقسیم فرمایا پس مجھے جو قسم کہ بہتر تھی اُس سے گردانا اور وہ یہ ہو کہ حق تعالی فرماتا ہو و اصحاب الیمین ما اصحاب الیمین پس مین بہترین اصحاب یمین سے ہون بعد اسکے دو قسمون کو تین قسم گردانا پس مجھے جو اُنسے بہتر تھے اُس تیسری قسم مین گردانا اور وہ یہ ہو قول خداے عز و جل کا و اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ و السابقون پس مین سابقین سے ہون اور مین جملہ سابقین سے بہتر ہون اسکے بعد حق تعالی نے اُن تینون قسمون کو قبیلون پر تقسیم فرمایا پس مجھے بہتر خاندان سے گردانا اور یہ قول ہو خداے تعالی کا جو فرمایا ہو انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا اور اِسکے دیکھنے والے کو ثابت ہوگا کہ مورد آیہ تطہیر و مورد اِس آیہ کا واحد ہو پس جو مراد آیہ تطہیر کا ہو وہی مراد اِس آیہ کا بھی ہوگا اور آیہ تطہیر سے مراد علی ابن ابیطالب کا ہونا ہم بہت تصریح سے پیشتر ثابت کر آئے ہین پھر وہ سب بعینہ اسکے لیے بھی مفید سمجھے جائینگے دوسری روایت وہ ہو جسے ثعلبی نے دوسرے سلسلہ سے ابن عباس سے مثل اِسی کے روایت کی ہو تیسری وہ روایت ہو جسے ثعلبی نے مرفوعاً عباس بن عبد المطلب سے روایت کی ہو قال قال رسول الله ان الله سبحانہ و تعالی قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھا قسما فذلک قولہ و اصحاب الیمین اصحاب الیمین فانا خیر اصحاب الیمین ثم جعل الاثلاث فجعلنی فی خیرھا قسما فذلک قولہ تعالی و اصحاب المیمنہ ما اصحاب المیمنۃ و اصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمہ و السابقون السابقون فانا من فانا من السابقین و انا من خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرھا بیتا فذلک قولہ انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا چونکہ اِس روایت کی سند بدلی ہو اور دوسرے طریق سے ہو اگرچہ لفظ و معنی مین فرق نہین اِسلیے ترجمہ کی ضرورت نہ تھی بلکہ ذکر سے اُسکے فائدہ یہ ہو کہ معلوم رہے کہ یہ حدیث بطرق متعددہ وارد ہو خبر احاد سے نہین ہو اور دوسرے طریق کی راہ سے روایت اولی کے سوا ہو چوتھی وہ روایت ہو جسے فقیہ ابن مغازلی شافعی نے کتاب مناقب مین تفسیر قول خداے تعالی والسابقون السابقون مین مرفوعاً ابن عباس سے نقل کیا ہو قال السابق ثلثہ سبق یوشع بن نون

الی موسیٰ وسبق صاحب یٰسین الی عیسیٰ و سبق علی الی محمد وھو افضلھم یعنی کہا ابن عباس نے کہ سبقت کرنے والے تین ہیں
سبقت کی یوشع بن نون نے طرف موسیٰؑ کے اور سبقت کی صاحب یٰسین نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور
سبقت کی علی ابن ابیطالبؑ نے طرف محمد مصطفیٰؐ کے اور وہ حضرت اور سابقین سے افضل ہیں پانچوین وہ
روایت ہے جسے ابونعیم حافظ نے اپنے رجال سے مرفوعاً ابن عباس سے نقل کیا ہے قال سابق ھذہ الامۃ علی بن ابی طالب
یعنی کہا ابن عباس رضؓ نے کہ سابق اس امت کے علی ابن ابیطالبؑ ہیں چھٹی وہ روایت ہے جسے ابو مؤید موفق ابن
احمد نے باسناد اپنی عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے قال سمعت عمر بن الخطاب وعندہ جماعۃ فتذاکروا السابقین الی
الاسلام فقال عمر اما علی فسمعت رسول اللہ یقول فیہ ثلاث خصال لوددت ان تکون لی واحدۃ منھن فکانت احب الی مما طلعت علیہ الشمس
کنت انا وابوعبیدۃ وابوبکر وجماعۃ من اصحابہ اذ ضرب النبی علی منکب علی رضی اللہ عنہ وقال لہ یا علی انت اول المؤمنین ایمانا واول المسلمین اسلاما وانت
منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ یعنی کہا عبداللہ بن عباس نے کہ سنا میں نے عمر ابن الخطاب خلیفۂ ثانی حضرات اہلسنت سے
جن حالون کہ اُنکے پاس ایک جماعت بیٹھی تھی اور اُن میں سابقین اسلام کا چرچا ہوتا تھا یعنی اس جماعت کا منشا
ذکر سابقین اسلام سے یہ تھا کہ تاانھین معلوم ہو کہ کون شخص سابق ہے پس عمر ابن الخطاب نے کہا کہ لیکن علی
پس سنا ہے مین نے پیغمبر خدا سے اُنکے بارے مین تین خصلتین ایسی فرماتے تھے کہ مین چاہتا ہون کہ اگر ایک بھی
اُنمین میرے واسطے ہوتی تو مین اُسے تمام دنیا سے جسپر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے زیادہ دوست اور عزیز سمجھون مین تھا
اور ابو عبیدہ جراح اور ابوبکر تھے اور اور جماعت صحاب کی تھی اُسمین جناب رسولؐ خدا نے جناب امیرالمومنین
علی ابن ابیطالبؑ کی پشت مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ای علی ابن ابیطالبؑ تم ایمان کی راہ سے سب مومنین سے پہلے ہو
اور اسلام کی جہت سے سب مسلمانون سے اوّل ہو اور تم مجھسے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے ہو یعنی جو نسبت
ہارون کو برادری و وصایت کی حضرت موسیٰ سے تھی وہی تمکو میرے ساتھ ہے ساتوین وہ روایت ہے جو موفق
ابن احمد نے باسناد اپنی مجاہد سے کہ اُسنے ابن عباس سے نقل کیا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السبق ثلثہ
السابق الی موسیٰ یوشع بن نون والسابق الی عیسیٰ صاحب یٰس والسابق الی محمد علی بن ابی طالب یعنی کہا ابن عباس نے کہ فرمایا
پیغمبر خدا نے کہ سبق تین مین پایا گیا ہے پس سابق موسیٰ کی طرف یوشع بن نون ہے اور سابق عیسیٰ کی طرف صاحب
یٰس ہے اور سابق محمدؐ کی طرف علی ابن ابیطالبؑ ہین فقط دیکھنے والے کو ظاہر ہوگا کہ یہ خبر مرفوعاً نہین ہے فقط آٹھوین وہ
روایت ہے جسے فاضل محدث ابراہیم بن محمد حموینی نے باسناد اپنی مسلم قیس ہلال سے کہ اُسنے حدیث مناشدہ مین
فضائل مین جناب امیر علیہ السلام کے جو درحال حاضر ہونے جماعت مہاجرین والانصار کے فرمائی کہا ہے کہ قال علی
علیہ السلام فانشدکم اللہ اتعلمون حیث ان اللہ عزوجل فضل فی کتابہ السابق علی المسبوق فی غیر آیۃ وانی لم یسبقنی الی اللہ عزوجل
والی رسولہ احد من الامۃ قالوا اللھم نعم ثم قال فانشدکم اللہ اتعلمون حیث نزلت السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والسابقون السابقون اولئک المقربون

سئل عنها رسول الله صلی الله علیه واله فقال انزلها الله تعالی ذکره فی الانبیاء واوصیائهم فانا افضل انبیاء الله ورسله وعلی بن
ابی طالب وصیی افضل الاوصیاء قالوا اللهم نعم یعنی فرمایا جناب امیر علیه السلام نے کہ مین تمھین خدا کی قسم دیتا ہون کیا تم سب جانتے ہو
کہ خدائے عزوجل نے تفضیل دی اور بزرگ کیا اپنی کتاب مین سابق کو مسبوق سے مکرر آیات مین اور مین
وہ ہون کہ خدا و رسول کے ساتھ ایمان لانے مین مجھپر کسی نے امت سے سبقت نہین کی سب نے کہا کہ سچ ہے جناب
جانتے ہو پھر فرمایا کہ مین تمھین قسم دیتا ہون خدا کی آیا جانتے ہو کہ جب نازل ہوا آیہ والسابقون الاولون من المهاجرین و
الانصار اور آیہ السابقون السابقون اولئک المقربون تو نسبت ان آیات کی مراد کے پیغمبر خدا سے پوچھا تو آنحضرت نے
فرمایا کہ حق تعالی نے انھین نازل فرمایا ہے بحق پیغمبرون کے اور انکے وصیون کے پس مین سب انبیا و رسول سے
افضل ہون اور علی ابن ابیطالب میرے وصی سب وصیون سے افضل ہین سب نے خدا کو گواہ کر کے کہا کہ
سچ اور درست ہے فقط دیکھنے والے کو اس روایت سے معلوم ہوگا کہ جماعت مہاجرین و انصار کا اقرار و گواہی بقسم
دینا کسقدر لائق اعتبار ہے اور کس کثرت سے روایات ہین اور اگر کسی ایک کی طرف ضعف کا خیال کیا جاتا تو
وہ منجر باشتهار و کثرت سے اور روایات کی ہو کر دفع ہو جائیگا بالجمله مضمون روایت کو قوت استفاضہ کی
حاصل ہے خصوصا جب احادیث خاصہ سے ضم کر کے غور کیا جاوے اور اب مین چند روایات اخبار
خاصہ سے بھی نقل کرتا ہون تاکہ مطالب اصولیہ مین مومنین کو کلام معصومین سے اعتماد حاصل ہو اور عاقل پر ظاہر ہو
کہ یہ مضمون متفق علیه فریقین ہے واضح ہو کہ سید ہاشم مرحوم نے باب ثامن و تسعون مین اپنی کتاب غایۃ المرام کی
گیارہ حدیثین اخبار خاصہ سے اس مضمون کے صحیح ہونے پر تفسیر مین اس آیہ کے نقل کی ہین پہلی وہ روایت ہے
جسے علی ابن ابراهیم علیه الرحمه نے اپنی تفسیر مین حذیفه بن یمان سے روایت کی ہے کہ کہا انھون نے کہ ایک دن
جناب رسول خدا نے کسی کو بلال پاس بھیجا وامره ان ینادی بالصلوۃ قبل کل یوم فی رجب لثلث عشر خلت منه اور
انھین حکم دیا کہ ندا دیکر سب کو جمع کرین اور یہ واقعہ تیرھوین تاریخ کا ماہ رجب کی ہے قال فلما نادی بلال بالصلوۃ فزع الناس
من ذلک فزعا شدیدا وذعروا وقالوا رسول الله بین اظهرنا لم یغب عنا ولم یمت فاجتمعوا وحشدوا بعد اسکے حذیفه نے کہا کہ جب
بلال نے ندا صلواۃ کے ساتھ دی تو سب آدمی ڈر گئے اور مضطرب ہوے اور کہا کہ پیغمبر خدا ابھی ہم مین تشریف
رکھتے ہین نہ کہین غائب ہو گئے ہین نہ انتقال فرمایا ہے بعد اسکے سب مجتمع ہوے فاقبل رسول الله یمشی حتی انتهی الی
باب من ابواب المسجد فاخذ بعضادتیه وفی المسجد مکان یسمی السدۃ فسلم ثم قال هل تسمعون یا اهل السدۃ فقالوا سمعنا واطعنا
فقال هل تبلغون قالوا ضمنا ذلک لک یا رسول الله بعد اسکے پیغمبر خدا بر آمد ہوے اور تشریف لاتے لاتے ایک دروازے پر درہاے
مسجد کے پہونچے اور اس دروازے کے بازوون کو پکڑا اور مسجد رسول مین ایک جگہ ہے کہ اسے سدہ کہتے ہین
وہان سلام سب پر بھیجا اور فرمایا کہ اے اہل سدہ آیا سنتے ہو سب نے عرض کیا کہ سنا ہمنے جو آپ نے ارشاد فرمایا

اور اطاعت و فرمان برداری آپ کی بعد اسکے فرمایا کہ آیا اُس بات کو جو مین کہون سب کو پہونچاؤ گے سب نے عرض کیا کہ ہم اسکے ضامن ہین آپ کے لیے کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے سب پہونچا دینگے ثم قال رسول اللہ
خبرکم ان اللہ خلق الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھا قسما و ذلک قولہ اصحاب الیمین و اصحاب الشمال فانا من اصحاب الیمین و انا من خیر اصحاب الیمین ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا و ذلک قولہ اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ و اصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ السابقون السابقون فانا من السابقین و انا خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرھا قبیلۃ و ذلک قولہ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم فقبیلتی خیر القبائل و انا سید ولد آدم و اکرمھم علی اللہ و لا فخر ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی من خیرھا بیتا و ذلک قولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا بعد اسکے فرمایا پیغمبر خدا نے کہ مین تمھین خبر دیتا ہون کہ حق تعالی نے پیدا کیا خلق کو اپنی دو قسمون پر پس مجھے جو اُسنے قسم بہتر تھی اُسمین گردانا اور یہ وہی قول خدا تعالی ہے جو قرآن مین فرمایا ہے کہ اصحاب یمین اور اصحاب شمال ہین اور مین اصحاب یمین سے ہون اور مین بہترین اصحاب یمین سے ہون پھر حق تعالی نے اُن دونون قسمون کو تین قسم پر تقسیم فرمایا پھر گردانا مجھے اُس قسم سے جو اُن تینون مین بہتر تھی اور یہ وہی قول ہے خدا تعالی کا جو فرمایا ہے و اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ و اصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ و السابقون السابقون پس مین سابقین سے اور بہترین سابقین سے ہون بعد اسکے اُن تینون قسمون کو حق تعالی نے گروہ و قبائل گردانا پس جو اُسنے بہتر قبیلہ تھا اُس سے مجھے گردانا اور یہ وہی قول ہے خدا تعالی کا جو فرمایا ہے کہ اے گروہ آدمیان مین نے پیدا کیا تمھین مرد اور عورت اور گردانا تمھین شاخ شاخ اور گروہ گروہ تا کہ پہچانو تم کہ تمسے کریم تر خدا کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو خدا کے واسطے پس میرا قبیلہ سب سے بہتر قبیلہ ہے اور مین سردار اولاد آدم ہون اور سب سے زیادہ پیش خدا کریم ہون اور یہ فخر کی راہ سے نہین کہتا ہون پس اسکے گروہ کو گھرون پر اور خاندانون پر تقسیم فرمایا پس مجھے بہترین گھر مین سے گردانا اور یہ ہے قول خدا تعالی کا جو فرمایا ہے نہین چاہتا ہے خدا مگر یہ کہ دفع کرے تمسے گناہ و رجس کو اے اہل بیت اور پاک کرے تمکو جو حق پاک کرنے کا ہے و ان اللہ اختارنی فی ثلاثۃ من اھل بیتی و انا سید الثلاثۃ و اتقاھم للہ اختارنی و علیا و جعفر ابنی ابی طالب و حمزۃ ابن عبد المطلب کنا رقودا بالابطح لیس منا الا مسجی بثوبہ علی بن ابی طالب عن یمینی و جعفر عن یساری و حمزۃ عند رجلی فما نبھنی عن رقدتی غیر خفیف اجنحۃ الملائکۃ و برد ذراعی علی بن ابی طالب فی صدری فانتبھت من رقدتی و جبرئیل فی ثلثۃ املاک لہ احد الاملاک الثلثۃ جبرئیل الی ھولاء ارسلت فقال ای ھذا قال و من ھذا یستفھمہ فقال ھذا رسول اللہ سید النبیین و ھذا علی اخی ابیطالب سید الوصیین و ھذا جعفر بن ابی طالب لہ جناحان خضیبان یطیر بھما فی الجنۃ و ھذا لحمزۃ بن عبد المطلب سید الشھداء علیھم الصلوۃ و السلام و اختیار فرمایا خدا نے میرے لیے تینون قسمون سے بعض اہلبیت کو میرے اور مین سردار ہون

تینون قسمون کا اور اُن سب سے زیادہ پرہیزگار ہون خدا کے واسطے اور اختیار فرمایا خدا نے مجھے اور علی کو اور جعفر کو جو دونون بیٹے ابیطالب کے ہین اور حمزہ کو جو عبدالمطلب کے بیٹے تھے ہم چارون اُس مقام مین جسکا نام ابطح ہی سوتے تھے اور سب سر پر چادر اُڑھا ہوئے سوتے تھے علی ابن ابیطالب میری جانب راست تھے اور جعفر جانب چپ مین تھے اور حمزہ میرے پاؤن پاس تھے اور کسی نے ہمکو جگایا نہین مگر فرشتون کے پرون کی آواز نے اور علی کے ہاتھون کی سردی میرے سینے مین موثر ہوئی پس مین بیدار ہوا تو اُسوقت جبرئیل تین فرشتون کے بیچ مین تھے اور اُن تینون فرشتون سے ایک فرشتہ جبرئیل سے کہتا تھا کہ ہم کسکے لیے بھیجے گئے ہین اُسوقت جبرئیل نے اپنا پاؤن میرے پاؤن سے لگا کر کہا کہ انکی طرف اُس فرشتہ نے دریافت کرنے کو حقیقت امر کی جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ رسول خدا ہین اور سب پیغمبرون کے سردار ہین اور یہ علی ابن ابیطالب اُنکے بھائی سید الوصیین ہین اور یہ جعفر ابن ابیطالب ہین جنکے لیے دو پر مخضب ہین کہ اُنسے بہشت مین اُڑتے پھرتے ہین اور یہ حمزہ سردار شہدا ہین علیہم الصلوۃ والسلام فقط اور موافقت اِس روایت کے مضمون کی روایات سابقہ اہلسنت سے جو بنقل ثعلبی وغیرہ مذکور ہوئین ظاہر ہی جس سے اتفاق فریقین کا اِس نقل روایت مین ثابت ہوتا ہی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جسے شیخ نے اپنی کتاب امالی مین باسناد اپنی ابن عباس سے نقل کیا ہی

قال سئلت رسول اللہ عن قول اللہ عزوجل والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم فقال قال لی جبرائیل ذلک علی وشیعتہ ہم السابقون الی الجنۃ المقربون من کرامتہ لہم یعنی کہا ابن عباس نے کہ مین نے پیغمبر خدا سے سوال کیا قول خدا سے جو قرآن مین فرمایا ہی السابقون السابقون الخ یہ سنکر فرمایا کہ جبرئیل نے مجھسے کہا کہ یہ علی ابن ابیطالب اور اُنکے شیعہ ہین جو مقرب خدا ہین یعنی کرامت الٰہی سے وہ نزدیک ہین وازانجملہ وہ روایت ہی جو محمد بن یعقوب کلینی نے باسناد اپنے جابر جعفی سے روایت کی ہی قال قال ابوعبداللہ یا جابر ان اللہ تبارک وتعالی خلق الخلق ثلثۃ اصناف وہو قولہ عزوجل وکنتم ازواجا ثلثۃ فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون فالسابقون ہم رسول اللہ وخاصۃ من خلقہ جعل فیہم خمسۃ ارواح ایدہم بروح القدس فبہ عرفوا الاشیاء وایدہم بروح الایمان فبہ خافوا اللہ عزوجل وایدہم بروح القوۃ فبہ قدروا علی طاعۃ اللہ وایدہم بروح الشہوۃ فبہ اشتہوا طاعۃ اللہ عزوجل وکرہوا معصیتہ وجعل فیہم روح المدرج الذی بہ یذہب الناس ویجیئون وجعل فی المومنین اصحاب المیمنۃ روح الایمان فبہ خافوا اللہ وجعل فیہم روح القوۃ فبہ قدروا علی طاعۃ اللہ وجعل فیہم روح الشہوۃ فبہ اشتہوا طاعۃ اللہ وجعل فیہم روح المدرج الذی بہ یذہب الناس ویجیئون یعنی کہا جابر جعفی نے کہ فرمایا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اے جابر حق تعالی نے خلق کو تین قسم پر پیدا فرمایا اور وہ یہ قول ہی اُسکا عزوجل وکنتم ازواجا ثلثۃ الخ پس سابقون وہ پیغمبران خدا ہین جو خلق سے مخصوص ہین اُنمین پانچ روحین گردانی ہین تائید فرمائی ہی اُنکے ساتھ روح القدس کی اُسمین انھون نے جملہ اشیا کو پہچانا ہی اور اُنکی تائید فرمائی ہی ساتھ روح ایمان کے اُسمین انھون نے خوف خدائے عزوجل کیا ہی اور اُس

تایید فرمائی ہو اُنکے ساتھ روح قوت کی کہ انہین وہ طاعت الٰہی پر قادر ہوے ہین اور تایید فرمائی ہو اُنکے ساتھ
روح شہوت کی کہ انہین انہون نے طاعت الٰہی کی خواہش کی ہو اور معصیت الٰہی کو مکروہ جانا ہو اور پیدا کیا ہو
اُنہین روح مدرج کو جسکے باعث سے سب خلق آتے جاتے ہین اور مومنین مین جو اصحاب میمنہ ہین اُنہین
روح ایمان کو پیدا کیا ہو جس سے وہ خوف خدا کرتے ہین اور روح قوت کو کردانا ہو انہین جس سے طاعت
الٰہی کے بجالانے پر قادر ہوتے ہین اور انہین روح شہوت کو خلق کیا ہو جس سے وہ خدا کی اطاعت کرنا چاہتے ہین
اور انہین روح مدرج کو پیدا کیا ہو جس سے سب چلتے پھرتے ہین آدمی اور بعض اُنسے وہ روایت ہو جو محمد بن
نعمانی نے بوسایط اپنے داؤد بن کثیر رقی سے نقل کیا ہو کہ کہا اُسنے کہ مین نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی
خدمت مین عرض کیا کہ مین قربان ہون آپ پر سے مجھے خبر دیجیے قول خدا سے جو فرمایا ہو والسابقون السابقون
اولئک المقربون یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ ارشاد اُس روز ہوا کہ جس دن خلق سے امتحان میثاق لیا ہو
اور وہ دو ہزار برس پیشتر خلق کے پیدا کرنے سے تھا مین نے عرض کیا کہ اسکی تفسیر فرمائیے میرے لیے یہ
سنکر فرمایا کہ جب حق تعالیٰ نے ارادہ خلق کے پیدا کرنے کا فرمایا تو انہین مٹی سے پیدا کیا اور ایک آگ کو
اُنکے واسطے بلند کیا اور فرمایا انہین کہ اسمین داخل ہون پس جو سب سے پہلے اسمین داخل ہوے وہ جناب
رسالتمآب محمد مصطفےٰ اور امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور نو بزرگوار ائمہ کرام سے ایک امام کے بعد
دوسرے تھے اور اُسکے بعد اُنکے شیعون نے اُنکی پیروی و بیعت کی پس قسم ہو خدا کی کہ وہ سابقین ہین اور
اُسی جملہ سے ہو جو محمد بن عباس نے بذریعہ اپنی اسناد کے ابن عباس سے روایت کی ہو قال السباق ثلثۃ حزقیل
مومن آل فرعون الی موسیٰؑ وحبیب صاحب یٰس الی عیسیٰؑ وعلی بن ابیطالبؑ الی النبی وھو افضلھم صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اسی جملہ سے
جو محمد بن عباس نے باسناد اپنی جناب امام حسن علیہ السلام سے تفسیر قول خدا تعالیٰ مین السابقون السابقون
اولئک المقربون روایت کی ہو کہ آنحضرت نے فرمایا ای اسبق السابقین الی اللہ عز وجل والی رسولہ واقرب
الاقربین الی اللہ ورسولہ اور اُسی جملہ سے ہو جو مولانائے طبرسی نے مجمع البیان مین ذیل تفسیر مین اس آیہ کے جناب امام
ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہو قال السابقون اربعۃ ابن آدم المقتول وسابق امۃ موسیٰ وھو مومن آل فرعون وسابق
امۃ عیسیٰ وھو حبیب النجار والسابق فی امۃ محمد وھو علی ابن ابی طالب یعنی فرمایا آنحضرت نے کہ سابقون چار ہین ایک آدم
علیہ السلام کے بیٹے جو مارے گئے دوسرے اُمت موسیٰ کی سابق وہ مومن آل فرعون تھے تیسرے اُمت عیسیٰ کی
سابق وہ حبیب نجار تھے چوتھے اُمت محمد کی سابق پس وہ علی ابن ابیطالب ہین فقط بقدر حاجت چند روایات کو
نقل کیا ہو جس سے مومنین کو فائدہ اعتماد و یقین کا حاصل ہوتا ہو اور عاقل کو بالضرور یہ ثابت ہوگا کہ یہ مضمون روایت
فریقین مین منقول بہ کثرت ہو اور شہرہ ہو اور اسی سے علمائے امامیہ جب کریمہ السابقون الخ سے استدلال

کرتے ہین تو ان روایات تفسیری کو معتمد جانکر استدلال مین اپنے آیہ کے ساتھ ضم کر لیتے ہین اور انکے استدلال یہ یقینی صحیح ہی اور علماے اہلسنت بھی یقینی بضم روایات تفسیری آیات سے استدلال کرتے ہین اور کتاب و سنت دونون معتبر ہین اور جب ظاہر قرآن حجت ہی ویسا ہی تفسیر و بیان جناب سید الانس والجان کا بہ نسبت قرآن کے لائق اعتماد اور قابل استدلال ہی لیکن شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بہ نسبت اس آیہ سے استدلال کرنے کے بھی موافق اپنی عادت کے جو جی مین آیا وہ حوالہ قلم فرمایا اور ہم پہلے انکی تقریر کا ترجمہ کر کے پھر جواب دینگے انشاء اللہ تعالی بالجملہ ترجمہ انکے کلام کا یہ ہی و منہا قولہ تعالی والسابقون السابقون اولئک المقربون روی عن ابن عباس مرفوعا انہ قال السابقون ثلثہ فالسابق الی موسی یوشع بن نون والسابق الی عیسی صاحب یاسین والسابق الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابیطالب اور یہ تمسک بھی حدیث سے ہی نہ آیہ سے اور یہ حدیث روایت طبرانی اور ابن مردویہ ابن عباس رض اور دیلمی کی نقل عائشہ سے ثابت ہی لیکن مدار اسناد کا ابوالحسن اشعری پر ہی کہ بالاجماع ضعیف ہی قال العقیلی ہو شیعی متروک الحدیث ولا یعرف ہذا الخبر ہو حدیث منکر بلکہ امارات وضع کے بھی اس حدیث مین پاے جاتے ہین کیونکہ صاحب یسین پہلا انسے نہین جو ایمان حضرت عیسی کے ساتھ لاے بلکہ وہ اول انکا ہی جو رسولان عیسیٰ کے ساتھ پہلے ایمان لاے جیسا کہ نص کتاب اللہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور جو حدیث کہ خبار قصص مین مدلول کتاب اللہ کی مناقض ہو وہ موضوع ہی جیسا کہ وہ محدثین کے نزدیک مقرر ہی اور بھی سباق کا انحصار تین شخصون مین غیر معقول ہی کیونکہ ہر نبی کے لیے ایک سابق ہوگا اور بعد اللتیا واللتی کیا ضرور ہی کہ ہر سابق صاحب زعامت کبری ہو یا ہر مقرب امام ہو اور بھی اگر روایت صحیح ہو تو صریح مناقض آیہ کے لیے ہوگی کیونکہ سابقین کے حق مین خدا نے فرمایا ہی ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین اور ثلۃ بمعنی جمع کثیر کے ہی اور دو شخصون کو جمع کثیر نہین کہہ سکتے اور بھی ایک کو قلیل نہین کہہ سکتے پس معلوم ہوا کہ آیہ سے سبق حقیقی مراد نہین ہی بلکہ عرفی یا اضافی مراد ہی جو جماعت کثیرہ کو شامل ہو بدلیل دوسرے آیہ کے والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار الخ اور قرآن بعض اسکا بعض دوسرے کی تفسیر کرتا ہی اور بھی باجماع شیعہ و سنی حقیقت مین جو پہلے ایمان لایا وہ حضرت خدیجہ علیہا السلام ہین پھر اگر مجرد سبقت ایمان لانیکی صحت امامت کا موجب ہو تو لازم آتا ہی کہ خدیجہ بھی قابل امامت کے ہون اور وہ بالاجماع باطل ہی اور اگر کہین کہ خدیجہ مین مانع پایا گیا کہ وہ انکا عورت ہونا ہی تو ہم کہینگے کہ حضرت امیر مین بھی مانع کا وجود متحقق ہوا ہو قبل اسکے کہ انکی امامت کا وقت پہونچے اور جب مانع مرتفع ہوا تو وہ امام ہوے اور وہ مانع خلفاے ثلثہ کا وجود تھا کہ وہ اصلح تھے حق ریاست مین بہ نسبت انکے جمہور اہلسنت کے نزدیک یا باقی رہ جانا آنحضرت کا بعد خلفاے ثلثہ کے اور ان تینون کا مرجانا قبل ان جناب کے فرقہ تفضیلیہ کے نزدیک پس یہ تحقیق کہ کہا ہی انھون نے کہ اگر وہ حضرت وقت وفات پیغمبر خدا امام ہوتے تو کوئی خلفاے ثلثہ سے امام ہونے پاتا

اور عہد پیغمبر خدا ہی مین وہ مر جاتے اور بہ تحقیق کہ علم خدا مین یہ سابق ہوا تھا کہ خلیفہ چار ہین پس ترتیب
موت کے اوپر لازم آئی بالجملہ تمسکات شیعون کا آیات سے اسی جنس سے ہی اور صاحب التفسین نے ہی
طریقہ سے بہت سی آیات کو اِس مدعا پر دلیل گردانا ہی اور جبکہ حال اول واقوی کا معلوم ہوا تو باقی کو ہی پر
قیاس کرنا چاہیے اور کلیہ یہ ہی کہ اکثر تقریب استدلالات کی اُنکی آیتون سے تمام نہین ہوتی اور احتمالات مسدود
نہین ہوتے مگر ساتھ ضم کرنے مقدمات مخترعہ مخارشہ ممنوعہ کے اور روایات متروکہ ومردودہ کے اور ایسے
استدلال کا کچھ لطف نہین ہی لیکن چونکہ پردہ تعصب کا چشم بصیرت پر باندھے ہین بد نیک سے تمیز نہین ہوتا
اور اپنا ساختہ وپرداختہ جواُسکے مقابل ہی اُس سے خوشتر معلوم ہوتا ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور عاقل خبیر پر پوشیدہ
نہین رہسکتا کہ یہ آیہ وافی ہدایہ بنا بر اکثر روایات حضرات اہلسنت کے بھی جو اُنکی تفسیر مین منقول ہوئی ہین
شان مین جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے وارد ہی اور روایات متعددہ ہم اوپر نقل کرآئے جس سے صدق اِس
دعوے کا ثابت ہوتا ہی اور چونکہ متبادر قول خداے عزوجل سے جو فرمایا ہی اولئک المقربون اور بھی جو
روایت مین وارد ہی کہ سابقون تین مین یہی ہی کہ حصر ہی اور سوا آنحضرت کے اِس اُمت مین موافق روایات
حضرات اہلسنت کے بھی کوئی دوسرا مراد نہین ہی تو اِس سے صاف ثابت وواضح ہوتا ہی کہ وہ حضرت
افضل ہین اور ادعاے امامت مین اپنے صادق ہین اور یہ استدلال آیہ سے بہ ضمیمہ روایات تفسیری ہی نہ
روایات سے جیساکہ شاہ صاحب نے فرمایا ہی فقط اور مصدق اِسکا یہ ہی کہ جو دلیل مرکب ہو مقدمہ عقلیہ و
نقلیہ سے اُسپر اطلاق دلیل نقلی کا کرتے ہین نہ عقلی کا اور جو دربارہ تضعیف روایت کے طول دیا ہی وہ سب
بیکار ہی کیونکہ متعدد اسناد سے ہم نقل اِس مضمون روایت کے موافق اُنکے طرق کی نقل کرچکے اور سوا اسکے
اور بھی علمانے اُنکے مثل شیخ ابن حجر صواعق مین اُسے نقل کیا ہی اور اُس سے انکار نہین کیا اور جو اس آیہ سے
استدلال کرنے مین روایات تفسیری کو علما ضم کرتے ہین وہ منحصر اسی روایت مین نہین جسکی نسبت شاہ صاحب
کلام فرماتے ہین بلکہ وہ بہت ہین جیساکہ بعض روایات پیشتر نقل کرچکے ہین اور وہ سب متعلق بہ شان
نزول خاص اِس آیہ کے ہین اور پھر بھی ہم انشاءاللہ اثناے جواب مین کتب معتمدہ سے اُنکی نقل کرینگے
بالجملہ لائق غور کے یہ امر ہی کہ پیشتر ہم لکھ آئے ہین کہ تفسیر لفظ سابق مین مفسرین کا حال مختلف ہی اور تامل
کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ اختلاف منحصر چار معنی مین ہی اور ہر معنی کی راہ سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اتصاف
جناب مولانا امیرالمومنین علیہ السلام کا اُس صفت ومعنی کے ساتھ اکمل ہی کیونکہ یا مراد سابق سے وہ ہین جنھون نے
ایمان وطاعت مین سبقت کی اور یہ سبقت آنحضرت کی شہرت مین کالنور علی شاھق الطور ہی اور اجماع مفسرین
ومحدثین فریقین کا اُسپر ہی بیان تک کہ سید ہاشم مرحوم نے اپنی کتاب غایت المرام کے باب حادی وعشرون مین

چہل و ہفت روایت طرق حضرات اہلسنت کے موافق نقل کی ہین کہ منجملہ اُنکے مسند احمد حنبل مین موافق اُنکے طریق کے ابن عباس سے مروی ہے کان علیا اول من اسلم اور انہی نے باسناد اپنے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے صلت الملائکہ علی وعلی علی سبع سنین انہ لم یرفع الی السماء شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ الا منی ومنہ اور اُسی محدث نے موافق اپنے طریق کے سلمان سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ اول الناس ورودا علی الحوض اولہم اسلاما علی بن ابی طالب اور موفق ابن احمد نے باسناد اپنی عروہ سے روایت کی ہے قال اسلم علی وھو ابن ثمان سنین یعنی علی بن ابیطالب علیہ السلام آٹھ برس کے سن سے اسلام لائے اور فاضل حموینی نے باسناد اپنے ابی ذر سے روایت کی ہے انہ سمع رسول اللہ یقول لعلی بن ابی طالب انت اول من امن بی وانت اول من یصافحنی یوم القیمہ وانت الفاروق الذی یفرق بین الحق والباطل وانت یعسوب المسلمین والمال یعسوب الکفار یعنی سُنا ابوذر نے پیغمبر خدا کو کہ فرماتے تھے اے علی تو وہ ہے جو پہلے ایمان میرے ساتھ لایا اور تو وہ ہے جو پہلے مجھسے مصافحہ کریگا روز قیامت کو اور تو جدا کرنے والا ہے حق و باطل کا اور تو یعسوب ہے مسلمانون کا اور آخر کو انجام مین یعسوب کفار ہے اور فاضل حموینی نے انس سے روایت کی ہے استنبئ النبی یوم الاثنین واسلم علی یوم الثلثا یعنی پیغمبر خدا نبوت سے روز دوشنبہ فائز ہوے اور روز سہ شنبہ علی ابن ابیطالب ایمان لائے اور موفق بن احمد نے اپنے طریقہ کے موافق انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے قال رسول اللہ صلیت الملائکہ علی وعلی علی سبع سنین وذلک انہ لم ترفع شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الی السماء الا منی ومن علی یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا فرشتون نے سات برس مجھپر اور علی ابن ابیطالب پر درود بھیجی ہے اور یہ اسلیے کہ گواہی لا الہ الا اللہ کی اس مدت مین آسمان کی طرف بلند نہوتی تھی مگر مجھسے اور علی ابن ابیطالب سے بالجملہ اسطرح بہت کثرت سے روایات اہلسنت کی اس مضمون سے بھری ہین اور اجماع امامیہ کا بھی اسپر محتاج بیان نہین ہے پس اس اعتبار سے بھی سوا آنحضرت کے اور کوئی اس امت کے مردون مین متصف اس سے نہین ہوسکتا یا مراد سبقت نماز پڑھنے مین ہے جب بھی وہی حضرت مراد ہوسکتے ہین جیسا کہ احادیث اہلسنت سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ سات برس پہلے اورون سے پیغمبر خدا کے ساتھ آنحضرت نے نماز پڑھی ہے اور دونون قبلون کی طرف یعنی بیت المقدس اور کعبہ معظمہ کی طرف انہین حضرت نے خدا کو سجدہ کیا ہے جیسا کہ مفسر ثعلبی نے اپنی وسایط سے عبادہ بن عبد اللہ سے روایت کی ہے قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب مفتر صلیت قبل الناس بسبع سنین یعنی راوی نے کہا کہ سُنا مین نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کہ فرماتے تھے مین بندۂ خدا اور برادر رسول خدا ہون اور مین بڑا صدیق ہون اور نہ کہیگا اس لفظ صدیق اکبر کو اپنے لیے میرے بعد مگر جھوٹا اور افترا کرنے والا نماز پڑھی ہے مین نے قبل اور آدمیون کے سات برس اور اس سے بھی جو ابن مغازلی شافعی نے بتوسط اپنی اسناد کے ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہا اُنھے قال رسول اللہ صلت الملائکہ علی وعلی علی سبع سنین انہ

لم یصل معی احد غیرہ یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ سات برس فرشتون نے مجھپر اور علی ابن ابیطالبؑ پر درود بھیجی ہی اور یہ اسلیے کہ کسی نے اِس مدت تک میرے ساتھ سوا آنحضرت کے نماز نہین پڑھی اور عبد اللہ بن احمد حنبل نے زید بن ارقم سے روایت کی ہی قال اول من صلی مع النبی علی یعنی زید بن ارقم نے کہا کہ پہلے جس شخص نے کہ نماز پیغمبر کے ساتھ پڑھی وہ علی ابن ابیطالبؑ ہین اور انہی محدث نے جناب امیر المومنین سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے انا اول من صلی مع رسول اللہ اور بھی انہی محدث نے آنحضرت سے نقل کیا ہی کہ فرمایا صلیت مع النبی ثلث سنین قبل ان یصلی معہ احد اور مثل اِسکے احادیث بہت کثرت سے موافق طرق فریقین کے وارد ہین پھر اس معنی کے موافق بھی سوا آنحضرت کے مراد سابق سے دوسرا اِس امت مین نہین ہو سکتا یا سبقت فضل وعلم کی مراد لیجائے جب بھی سوا آنحضرت کے کوئی مراد نہین ہو سکتا کیونکہ وفور آنحضرت کا علم وفضل مین اُنکے ارشاد سلونی ما دون العرش سے ظاہر ہی یعنی پوچھو مجھسے عرش الٰہی کے سوا جو کچھ چاہو اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی

روی عبید اللہ بن موسی عن الفضل بن یحیی عن الحسن بن عطیۃ قال الواحد ثنا خالد بن طہمان عن نافع عن معقل بن یسار قال کنت وضئت النبی فقال لی ہل لک ان تعود فاطمۃ قلت نعم یا رسول اللہ فقام متوکیا علی فقال اما انہ سیحمل ثقلہا غیرک ویکون اجرہا لک قال فواللہ کانہ لم یکن من ثقل النبی شیء فدخلنا علی فاطمۃ فقال لہا کیف تجدینک قالت لقد طال اسقمی واشتد حزنی وقال لی النساء زوجک ابوک فقیرا لا مال لہ فقال لہا الا ترضین انی زوجتک اقدم امتی سلما واکثرہم علما وافضلہم حلما فقالت بلی رضیت یا رسول اللہ ثم قال وقد روی ہذا الخبر یحیی بن عبد الحمید عن عبد السلام بن صالح عن قیس بن الربیع عن ابی ایوب الانصاری بالفاظہ او نحوہا

اور پھر بعد اِسکے مثل اِسی روایت کے عبد السلام بن صالح سے کہ اُسنے اسحق ازرق سے روایت کی ہی نقل کیا ہی اور صاف ظاہر ہی کہ یہ روایت بھی ایک جماعت کی ہی اور متعدد اسناد سے ہی خبر واحد اِسے نہین کہہ سکتے اور حاصل اِسکا یہ ہی کہ پیغمبر خدا جناب سیدہ پاس تشریف لیگئے اور پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی اُن جناب نے عرض کیا کہ مجھے بڑا رنج ہی کہ عورتین کہتی ہین کہ تمھارے باپ نے تمھین ایک فقیر کے ساتھ بیاہ دیا جس پاس مال دنیا نہین یہ سنکر حضرت رسول نے فرمایا کہ آیا تم راضی نہین اِس سے کہ مین نے تمھاری تزویج اُسکے ساتھ کی جو سب امت سے اسلام مین پیشرو اور قدیم ہی اور سب سے زیادہ عالم ہی اور سب سے افضل ہی یہ سنکر جناب سیدہ نے عرض کیا کہ اب مین راضی ہوئی اے رسول خدا اور مثل اِسکے بھی روایات فریقین کی بہت ہین یا سابق اُس معنی سے مراد لیا جائے کہ جسنے اپنی حداثت سن سے فعل خیر پر سبقت کی اور اُسپر مداومت کی ہو جب تک کہ دنیا سے جائے اور اِس معنی سے بھی سوا اُن جناب کے کوئی مراد نہین ہو سکتا کیونکہ وہ کون ہی جسنے کنار رسول خدا مین پرورش پائی اور آٹھ برس کی عمر سے موافق روایت حضرات اہلسنت اسلام کو قبول کیا اور اُسپر مداوم رہے تا آخر عمر اور اگر موافق تفسیر ابن عباس سابقون سے مراد وہ جماعت لیجائے جنھون نے سبقت ہجرت کرنے مین کی جب بھی موافق روایت ابن عباس جیسے ابن شہر آشوب نے موافق طریق اہلسنت کے نقل کیا ہی

وہی حضرت ہونگے کیونکہ اُسنے کہا ہو لو روایات فی ان علیاً اول الناس اسلاماً فقد صنفت فیہ کتب ثم روی عن مالک بن انس عن ابی صالح عن ابن عباس قال والسابقون الاولون نزلت فی امیرالمومنین ع سبق الناس کلھم بایمان وصلی القبلتین وبایع بیعتین بیعۃ بدر و الرضوان وھاجر الھجرتین مع جعفر الی الحبشۃ ومن الحبشۃ الی المدینۃ ثم قال ابن شہر اشوب روی عن جماعۃ من المفسرین اور نیز سکے قریب وہ روایت ہی جسے ملا فتح اللہ مرحوم نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہو کہ ایک دن اوصاف و کمالات امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کے عبداللہ بن عباس سے پوچھے گئے فرمایا انھون نے کہ خدا کی قسم امیرالمومنین ایک دو ثقلون سے ہین کہ جنکے لیے پیغمبر خدا نے وقت وصیت اپنے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اور وہ سب پر سابق ہین تصدیق کرنے مین توحید و نبوت کے اور نماز پڑھتے ہین پیغمبر خدا کے ساتھ دو قبلون کی طرف یعنی بیت المقدس اور کعبہ معظمہ ہو اور دوبار آنحضرت نے بیعت کی رسول خدا کے ساتھ کہ وہ بیعت عقبہ اور بیعت الشجرہ ہو اور آنحضرت کو دو بسط خدا نے عطا فرمائے ایک بسط علم اور دوسرا بسط چشم اور دوبار آفتاب اُنکے لیے پھر آیا بعد غروب ہونے کے اور دو بار انھون نے تلوار برہنہ کی ایک تنزیل کے لیے دوبارہ تاویل کے واسطے اور خدا ہی دو کرت و رجعت کے ہین پس مثل اُنکے آیت عجیبہ و علامت غریبہ ذوالقرنین ہی بعد اسکے ابن عباس نے کہا کہ جو کچھ نعوت مذکورہ سے منعوت اور صفات مزبورہ سے موصوف ہو وہ مولا میرا علی ابن ابیطالب ہی اور خطیب خوارزمی جو اعاظم علماے اہلسنت سے ہین انھون نے کتاب الاربعین مین ایک حدیث باسناد اپنے انس بن مالک سے روایت کی ہو کہ کہا اُسنے مین نے پیغمبر خدا سے سنا کہ فرماتے تھے جب روز قیامت ہوگا تو علی ابن ابیطالب کو ان سات نامون سے پکارا جائیگا یا صدیق یا دال یا عابد یا ھادی یا مھدی یا فتی یا علی اپنے دوستون کے ساتھ بہشت مین داخل ہو اور اس سے بھی سبقت آنحضرت کی بہشت کی طرف ثابت ہو اور اس سے ظاہر ہی کہ ہر طرح اکمل افراد سابقین سے یہی حضرت ہین اور یہ تعین باعتبار معانی سابق کے تھی جو مفسرین نے لکھے ہین اور اسکے علاوہ آنحضرت کا سابق ہونا لفظ حدیث سے بھی ظاہر ہی جیساکہ احادیث سابقہ مین بھی گذرا اور علماے اہلسنت اُسے نقل و اعتراف کرتے آئے ہین جیساکہ ظاہر ہوا اور اعتراف اسکی صحت کا فضل ابن روزبہان کے بھی کلام مین موجود ہی جو انھون نے کہا ہو ھذا الحدیث قد جاء فی روایات اھل السنۃ لکن بھذہ العبارۃ سباق الامم ثلثۃ مومن آل فرعون حبیب النجار و علی بن ابیطالب النقی اور امام حضرات اہلسنت نے بھی تفسیر کبیر مین اپنی ذیل تفسیر قول خدا تعالی قال رجل مومن ان فرعون یکتم ایمانہ مین اسی روایت کو نقل کیا ہو بلکہ آخر مین اسکے وھو افضلھم زیادہ ہو اور وہ یقینی مطلوب شیعہ مین نص صریح ہی جناب سلطان العلماء طاب ثراہ نے مفسر ثعلبی سے ایک روایت نقل کی ہو کہ اُسنے کہا ان اباطالب رضی اللہ عنہ قال لعلی یا بنی ما ھذا الدین الذی انت علیہ قال یا ابت امنت باللہ ورسولہ وصدقتہ فیما جاء وصلیت معہ للہ فقال لہ اما ان محمدا صلی اللہ علیہ والہ لا یدعوا الا الی خیر فالزمہ یعنی جناب ابوطالب نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا کہ اے فرزند یہ دین جسپر تم ہو

کیا ہی یہ سُنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اے پدر بزرگوار مین ایمان لایا ہون خدا و رسولؐ کے ساتھ اور تصدیق رسالت کی آنحضرت کی مین کرتا ہون اُن امور مین جو وہ فرماتے ہین اور خدا کی طرف سے لائے ہین اور خدا کے واسطے مین نے اُنکے ساتھ نماز پڑھی ہی یہ سُنکر جناب ابوطالبؑ نے فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ دعوت نہین کرتے مگر نیکی کی طرف تو تم اُنکی اطاعت کرو اِس سے بھی واضح ہی کہ اطاعت و ایمان اور نماز گذاری آنحضرت کی سب سے پیشتر کی ہی اور خود بھی جناب امیر علیہ السلام کا اِسے فرمانا مکرر احادیث سابقہ سے واضح ہو چکا ہی یہان تک کہ یہ مضمون اشعار مین بھی اُن جناب سے موجود ہی سبقتکم الی الاسلام طراً غلاماً ما بلغت اوان حلمی یعنی مین نے تم سب سے اسلام مین سبقت کی ہی مجھسے کوئی سابق نہین کیونکہ مین درحالیکہ طفل کوچک تھا اور حد بلوغ کو بھی نہ پہونچا تھا ایمان خدا و رسول کے ساتھ لایا ہون بالجملہ سابق باعتبار معنی لفظ سابق اور موافق اُس تعیین و تصریح کے جو احادیث فریقین اور کلام علام مین واقع ہی سوا جناب امیرؑ کے دوسرا اکمل افراد سابقین سے نہین ہوسکتا اور کلی فرد کامل کی طرف اپنی منصرف ہوتا ہی اسی لیے سابقین ثلثہ سے جو احادیث مین پیشتر منقول ہوا ہی حضرات مراد ہین جو فرد اکمل سباق سے ہین اور یہین ہی وہی حضرت مراد لفظ سابقین سے جو کلام خدا تعالی مین ہی ہونگے اور بھی جب سبقت حقیقی پر حمل کرنا ممکن ہی تو پھر سبقت اضافی پر اسکا محمول کرنا کیا ضرور ہی اور اِس سے یہ ظاہر و ثابت ہوتا ہی کہ خلیفہ اول حضرات اہلسنت کی سبقت اسلام مین پایہ اعتبار سے ساقط ہی اور اُنکا اسلام ویسا نہین ہی کہ ثلثہ سابقین مقربین مین معدود ہون ہان شاید یہ وہ حضرات کہ سابقین سابقین سے تھے مقربین سے نہ تھے بہرحال یہ ضرور ہی کہ خلفاے ثلثہ ثلثہ سابقین سے خارج ہین اُنمین داخل کسی طرح نہین ہوسکتے اور اِس صورت مین حصر مستلزم اِسکی ہوگی کہ غیر کی اُنکے نفی کرے اور امام حضرات اہلسنت نے تصریح کی ہی اِس بات کی کہ اولئک المقربون حصر کو مفید ہی حاصل کلام یہ ہی کہ سابقین ثلثہ کی تخصیص کسی مخصص کی محتاج ہی اور یہ بخوبی ظاہر ہی کہ وہ مخصص اُنکی سبقت حقیقی اسلام مین ہی اور باقی اگر سابقین سے ہون بھی جب بھی سبقت اُنکی اضافی ہوگی پھر وہ حضرات اسبق سابقین اور سب سے اکمل ہونگے اور مطلوب شیعون کا یہی ہی اور جو کچھ شاہ صاحب نے اِسکی منع مین دست و پا مارے ہین وہ سراسر محمول تعصب پر ہی اور یہ ایسی بات ہی کہ ظہور اُسکا محتاج زیادہ توجیہ و تفسیر کا نہین ہی عاقلان خود میدانند اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ مدار اِسکی اسناد کا ابوالحسن اشعری پر ہی الخ جواب اِسکا یہ ہی کہ ہمنے نقل روایات اہلسنت سے ثابت کر دیا کہ یہ مضمون ایک ہی روایت مین نہین ہی بلکہ روایات کثیرہ مین وارد ہوا ہی جسکی اسناد اِسکے سوا بہت سے راویون کی طرف ظاہر ہین اور پھر کسطرح مدار احتجاج اُسی ایک پر ہو سکتا ہی اور برتقدیر تسلیم ضعف سند روایت مذکورہ جب معاضد اور اخبار سے ہو چکی تو جو شاہ صاحب نے فرمایا وہ صحت استدلال مین قادح نہین ہو سکتا اور وہ مضمون روایت متفق علیہ بین الفریقین ہی

پھر کیونکر قابل احتجاج کے ہوگا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ امارات وضع کی اس حدیث مین پائی جاتی ہین
اس جہت سے کہ مدلول کتاب کے مخالف ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قصور آپ کے ناقلین روایت کا ہوگا کہ جو
مطلب نہین لکھین جو توجیہ مین شاہ صاحب نے فرمایا کہ صاحب یاسین اول من اٰمن بعیسیٰ نہین ہے بلکہ اول من اٰمن
برسل عیسیٰ ہے اسمین قباحت ہے کیونکہ رسل عیسیٰ کے ساتھ ایمان لانا عین ایمان لانا اُن جناب کے ساتھ ہے پھر اگر
حضرت عیسیٰ کے ساتھ اُنکے سباق مومنین مین وہ بسبب اپنے کمال صدق و خلوص ایمان کے محسوب ہون تو کیا
مضائقہ ہے غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ عدم عینیت ایمان بالرسل کی اور ایمان بعیسیٰ کی قسم مجاز شائع سے ہوگی جیساکہ
بنی الامیر المدینہ مین متعارف ہے اور کوئی عاقل ایسے اقوال کے وضعی ہونے کا حکم نہین کرتا یا یہ سبقت باعتبار تقدم
رتبے کے ہوگی یعنی جو ایمان حضرت عیسیٰ کے ساتھ لاے یا اُنکے رسل کے ساتھ لاے اُنہین باعتبار حسن خلوص مثل
صاحب یاسین کے کوئی نہین وہ سب سے اس امر مین اسبق ہین اور پھر یہ سبقت بھی باضرور موجب فضیلت ہے پس بقا
جناب امیر کا افضل ہونا اور اپنے دعوۂ امامت مین صادق ہونا بہر حال ثابت ہوتا ہے اور گواہی دو حضرات
اہلسنت کے اکابر کی ہم اوپر لکھ آئے جس سے ظاہر ہے کہ فاضل روزبہان اور مفسر تفسیر کبیر نے روایت سباق الامم
پر اعتماد کیا ہے اور اگر یہ حدیث وضعی بھی ہو تو ہمکو کیا ضرر ہے کچھ ہمارے احتجاج کا مدار اسی ایک روایت پر نہین لیکن ایک امر
لائق ملاحظہ منصفین یہ بڑا ہے کہ شاہ صاحب نے اقرار فرمایا کہ جو حدیث مدلول کتاب کے مناقض ہو وہ موضوع ہے
نہ ہوالمتروک عند المحدثین اور اسی راہ سے حدیث سباق الامم کو اُنھون نے وضعی گردان کر ضعیف کیا اور قابل احتجاج
ہونے سے ساقط کیا حالانکہ اُسکی توجیہ ہمنے لکھدی ہے جس سے تناقض مدلول کتاب سے باقی نہین اور بہت سے
علماء اُنکے اُسے نقل کر چکے ہین اور اُسپر اعتماد کرتے ہین لیکن روایت ماترکناہ صدقہ بھی تو مدلول کتاب کے مناقض تھی
جیساکہ جناب سیدہ نے احتجاج مین قول خدا تعالیٰ ورث داود سلیمان کو اثبات تناقض کے لیے فرمایا تھا اور اہلبیت
علیہ السلام قاطبتہً اُسکے منکر تھے اور سواے ایک شخص کے اور کسی صحابی نے اُسے نقل نہین کیا لیکن وہ مناقض کتاب ہونے سے
اور انکار اہلبیت کا اور روایت کا احاد سے ہونا آج تک اُسکی صحت کو حضرات اہلسنت کے نزدیک قادح نہوا
اور حدیث فضائل علی ابن ابیطالب جسکا مضمون متفق علیہ فریقین اور متعدد اسناد سے خود اُنکے محدثین اُسے نقل کر چکے
اور اکابر علماء نے اُسپر اعتماد کیا اُسکے لیے کیا کیا شاہ صاحب عذرات لاطائل پیش کرتے ہین اور اخفاے حق مین
کوشش فرماتے ہین تاکہ کسی طرح ابطال فضیلت آنحضرت کی کرین اے حضرات ہرگاہ آپ سب صاحب اپنے خلفاے
ثلثہ کے اخبار موضوعہ پر اعتماد فرماتے ہین یہان تک کہ مسئلہ میراث مین بھی کی مخالفت مدلول کتاب کو جائز رکھتے ہین
تو اگر ایک حدیث پر جس سے شان جناب امیر المومنین مین بھی آپ کے علماؤن نے وضع کیا ہو اعتماد فرمایئے تو کیا مضائقہ
ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ جسے فخر رازی نے بعد اپنے علماؤن کے معتمد جاننے کے ذیل تفسیر آیہ یاایہا الذین

اصفہانی و بدیع متکلم دینہ الخ مین نقل کیا ہی وہ موافق مدلول کتاب ہی یا مناقض ہی لیکن وہان کسی نے کچھ نہ کہا جس روایت فضیلت کو شیعون نے روایت تفسیر آیہ کی گردان کر محل احتجاج مین ذکر کیا اسکی نسبت بہت سے قادح پیدا کیے گئے اور بیت عنکبوت بنا یا گیا فاعتبروا یا اولی الابصار اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ انحصار سباق کا تین شخصون مین غیر معقول ہی الخ جواب اسکا پہلے یہ ہی کہ امام حضرات اہلسنت اور فاضل روزبہان وغیرہ نے غیر معقول پر کیون اعتماد کیا حقیقت مین یہ عیب تمہارا ہی ہمارا نہین ہر طرف کہ گشتہ شود سود ہمام است دوسرے یہ کہ ہم پیشتر بنقل روایات فریقین ثابت کر آئے کہ یہ مضمون حدیث متعدد روایات مین وارد ہو چکا ہی اوراس سے مستفاضہ کی قوت حاصل ہی اور جب ثابت ہو چکا کہ یہ قول نبی ہی تو پھر اب گنجائش اسکی کہان ہی کہ عقل آرائی سے نبی کو تعلیم کیا جاے اور بذریعہ اپنی عقل ناقص کے پیغمبر کا قول رد کیا جاے بڑا تعجب ہی کہ حسن و قبح عقلی مین تو عقل کو معطل کرین اور ظلم کا عدل نام رکھین اور انحصار سباق الامم کو جو نبی نے فرمایا غیر معقول کہین ان ھذا لشیء عجاب اور جو اسکی تعلیل مین شاہ صاحب نے فرمایا کہ غیر معقول اسلیے ہی کہ ہر نبی کے لیے ایک سابق ہوگا یہ بھی بے حقیقت بات ہی کیونکہ اول یہ کیا ضرور ہی کہ پہلے ہر نبی نے تبلیغ ایک ہی کے ساتھ کی ہو یا ہر نبی کے ساتھ پہلے ایک ہی شخص ایمان لایا ہو بلکہ ممکن ہی کہ تبلیغ جماعت پر کی ہو اور متعدد اشخاص ساتھ ہی ایمان لائے ہون اور بعد اللتیا واللتی یہ کیا ضرور ہی کہ ہر سابق جو اور پیغمبرون کے واسطے ہو وہ بھی مرتبہ اولئک المقربون سے ہو اور اس آیہ مین داخل ہو والا ہر پیغمبر کے زمانے مین انکا تصدیق کرنے والا بھی ضرور ہوگا حالانکہ صدیق کے خطاب سے حضرات اہلسنت سوا جناب خلیفہ اول کے دوسرے کو مخاطب و مشہور نہین جانتے اسی طرح سباق کو بھی سمجھین اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ بعد اللتیا واللتی کیا ضرور ہی کہ ہر صاحب زعامت کبریٰ ہو جواب اسکا یہ ہی کہ محض سباق سے آنحضرت کا صاحب زعامت کبریٰ ہونا شیعہ ثابت نہین کرتے بلکہ حضرات اہلسنت کو بھی معلوم ہی کہ آنحضرت نے ادعا امامت کا اپنے اور خلفاے ثلثہ کا تظلم خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی اور اپنے نامہ جو معاویہ کو لکھے ہین اور وہ آپ کی کتابون مین مذکور ہین اسمین استحقاق ان جناب کا زعامت کبریٰ کے لیے ثابت ہی اور یہ تقریر و تحریر آنحضرت کی لامحالہ صادق ہوگی والا مقربون کا حصر آنحضرت مین باطل ہو اور چونکہ یہ فضیلت مستلزم اسکی ہی کہ وہ حضرت افضل ہون اور افضل کو چاہیے کہ امام ہو جیسا کہ اپنی جگہ پر مقرر ہی اسلیے شیعہ آنحضرت کو امام جانتے ہین اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اگر روایت صحیح ہو تو مناقض صریح آیہ کے لیے ہوگی الخ جواب اسکا یہ ہی کہ تناقض فرع اسکی ہی کہ مصداق سبقت کا دونون جگہ ایک ہو اور یہ ممنوع ہی کیونکہ کثیر روایات کے بنا پر جو موثق فریقین کے پیشتر نقل کی گئین ظاہر یہ ہی کہ سبقت سے مراد سبقت حقیقی ہی یا الف لام عہد کے لیے ہوگا بخلاف قول خدا تعالیٰ کے ثلۃ من الاولین ہی کیونکہ اسمین سابقین سے مراد سابقین بہ سبق اضافی ہو سکتے ہین۔

پھر ناقض کسطرح لازم آسکتا ہی اور جو فرمایا ہی کہ یہی باجماع شیعہ و سنی اول من امن حضرت خدیجہ ہین علیہا السلام الخ جواب
اسکا یہ ہی کہ واقع مین یہ اعتراض بہ نسبت قول جناب رسالتمآب کے ہی کہ باوجود سبقت کے جو حضرت خدیجہ کو اسلام مین حاصل تھی
پھر کیون نہ آنحضرت نے انکو سابقین کے زمرے مین داخل فرمایا اور بھی جسے اجماع نے خارج کیا وہ خارج ہوا
اسپر اعتراض کا کیا محل ہی حاصل کلام یہ ہی کہ استدلال آیہ مذکورہ سے ہی نہ مجرد سبقت اسلامیہ سے جیسا کہ
شاہ صاحب سمجھے اور اسپر اعتراض کیا اور حضرت خدیجہ کا اس آیہ مین داخل ہونا ثابت نہین ہوا اور جو کہا ہی
کہ اگر شیعہ کہین کہ خدیجہ ہین مانع امامت سے جو انکا عورت ہونا ہی متحقق ہوا تو ہم کہینگے کہ حضرت امیر مین بھی قبل
پہونچنے وقت امامت کے مانع متحقق ہوا تھا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ ہم پہلے کہہ چکے کہ سبقت اسلامیہ کو ہم تنہا علت
قابلیت امامت کی نہین کہتے ہمارا مدار استدلال آیہ مذکورہ سے ہی نہ سبقت اسلامیہ سے فقط پھر کسطرح ہم
اسکے محتاج ہونگے کہ حضرت خدیجہ کے امام نہونے کی توجیہ کرین ولیکن انوثت کو امامت کے لیے مانع ہونا
اجماعی ہی بخلاف اسکے جو شاہ صاحب نے خلفاے ثلثہ کا اپنے وجود مانع امامت جناب امیر علیہ السلام کہا ہی
کیونکہ اس مانع کا مانع ہونا ممنوع ہی اور ہرگز اسپر اجماع اسلام نہین ہوا اور انکا ریاست دنیا کے حق مین اصلح ہونا
بر تقدیر تسلیم باوجود اسکے کہ جو انسے فساد و فساد امور دین مین واقع ہوے مفید نہین ہو سکتا علاوہ اسکے اگر
شیعون پر سبقت اسلامیہ سے امامت کے لیے استدلال کرنے سے یہ لازم کرتے ہین کہ امامت خدیجہ کے
ساتھ بھی قائل ہونا ضرور ہی تو انکے علما سے حافظ نے سبقت اسلام جناب خلیفہ اول حضرات اہلسنت سے
انکی امامت پر استدلال کیا ہی جیسا کہ جناب سلطان العلما نے نقل فرمایا ہی پھر چاہیے کہ اسپر بھی لازم آئے کہ حضرات
اہلسنت بھی امامت حضرت خدیجہ کے قائل ہون بلکہ اگر اس نظر سے کہ جناب عائشہ صدیقہ کو انکے صدیق سے
اشتراک ہی انکی بھی خلافت کے قائل ہون تو بعید نہین ہی قد بدو اضح ہو کہ یہان تک کہ وہ آیات لکھی گئین
کہ جنکے لیے حضرات اہلسنت نے بہت کچھ خون جگر پیا اور دست و پا مارے اور بکمال حق پوشی مین شیعیان کی تہجین
لیکن بحمد اللہ کہ ہمنے بتائید ایزدی اور اپنے علما کے افادات کلام سے ان سب کا جواب دیا اور جو شیشے کا
گھر شاہ صاحب نے بنایا تھا کہ انکے مریدون کی نظر مین بہت چمکتا اور روشن معلوم ہوتا تھا سے ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے
کہ حقیقت مین وہ جبل رواسی ہین ایسا چکنا چور کیا کہ منصف کے آگے وہ اوھن من بیت العنکبوت وافسح من شبہاء احلام
حدۃ الموت ہو گیا اب اس سے انکی شہادت کا حال واضح ہو گیا کہ جو اقوی و اول الشبہ تھے وہ تو ایسے واہی
و بے سروپا ہین اضعف و اوہن شبہات کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا ہونگے بالجملہ اب زیادہ طول دینا اس رسالہ کی
شان کے مناسب نہین ہی اسلیے انشاء اللہ آیندہ اب وہ آیات ذکر فضائل و اثبات امامت جناب خلافتمآب
حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب مین لکھینگے جنپر فریقین کا اتفاق ہی اور مباحثات کم ہین لیکن اس التزام سے کوئی

استدلال خالی نہوگا کہ روایت حضرات اہلسنت مین جسکی شہادت ہی دہی لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ گیارہوین آیہ وافی ہدایہ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ ہی یعنی آیا پس کون ہی جو حجت و برہان پر اپنے پروردگار کی جانب سے ہو اور اسکے پیچھے ہو گواہ اُس سے یعنی مثل اسکے کوئی نہوگا واضح ہو کہ وہ بینہ پر ہی وہ جناب رسالتمآب ہین اور اُس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ من کان علی بینۃ من ربہ سے مراد وہی حضرت ہین اگرچہ بعض مفسرین نے اسمین بھی کہا ہی کہ مراد اُس سے ہر محق ہی کہ جو اعتقاد رکھتا ہو حجت و بینہ کے ساتھ کیونکہ لفظ من بفتح عقلا کو شامل ہی اور جبائی نے کہا ہی کہ مراد اُس سے جو اصحاب محمد سے مومن ہین وہ ہین لیکن یہ اقوال شاذ ہین قوی اور مجمع علیہ یہ ہی کہ مراد اُس سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ ہین اسی طرح لفظ شاہد کی تفسیر و تعین بھی مختلف ہی بعض نے کہا ہی کہ مراد اُس سے جبرئیل ہین کہ جو قرآن کی تلاوت پیغمبر خدا پر کرتے تھے خدا کی طرف سے اور یہ قول ابن عباس و مجاہد و زجاج سے منقول ہی اور بعض کہتے ہین کہ شاہد سے مراد جناب رسالتمآب ہین اور یہ جبائی کا مختار ہی اور بعض نے کہا ہی کہ شاہد منہ سے مراد آنحضرت کی زبان ہی جس سے قرآن تلاوت فرماتے تھے اور بعض نے کہا ہی کہ شاہد سے مراد فرشتہ ہی جو حفظ و تسدید کرتا ہی اور بعض نے کہا ہی کہ بینۃ من ربہ سے مراد حجت عقل ہی اور اضافت بینہ کی خدا کی طرف اسلیے ہوئی کہ وہ ادلہ عقلیہ و شرعیہ کا نصب فرمانے والا ہی اور یتلوہ شاہد سے مراد وہ ہی جو صحت عقل کی آنحضرت کی گواہی دیتا ہی اور وہ قرآن ہی خواہ قرآن صامت مراد ہو یا ناطق کہ وہ ائمہ علیہم السلام ہین جو ہمیشہ تصدیق رسالت کی آنحضرت کی فرماتے رہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہی کہ شاہد سے مراد علی ابن ابیطالب ہین جو گواہی دیتے رہے صدق رسالت کی اور نفس آپ حضرت سے وہ جناب بھی ہین اور یہ مضمون اخبار کثیرہ مین وارد ہی اور محدثین فریقین نے اُسے نقل کیا ہی جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین ابن ابی الحدید و مغاذلی و سیوطی سے کہ اُسنے درمنثور مین اور طبری اور اکثر عامہ نے بطرق متعددہ روایت کی ہی عباد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن حارث سے کہ ایک دن حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ کوئی قریش سے نہین ہی مگر یہ کہ ایک آیہ یا دو آیہ اسکی مدح یا مذمت مین نازل ہوئی ہین پس ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کی شان مین کون آیہ نازل ہوا ہی حضرت اس سے یہ سنکر غضبناک ہوے اور فرمایا کہ سورہ ہود مین نہین پڑھا اس آیہ کو کہ رسول خدا بینہ پر اپنے پروردگار کی طرف سے ہین اور مین انکا گواہ ہون اور امام حضرات اہلسنت نے اس آیہ و روایت کو ذکر کرکے کہا ہی کہ حق تعالیٰ نے اس گواہ کی شرافت کے لیے فرمایا ہی کہ اُسی سے ہی یعنی اُسکا مخصوص ہی اور بمنزلہ اُسکے پارہ تن کے ہی فقط اور اس تفسیر کے بنا پر چاہیے کہ جناب امیر جناب رسول خدا کے تالی ہون اور بلافصل بعد آنحضرت کے خلیفہ ہون اور اگر تالی سے مراد فضل و بزرگی بھی ہو تو جب بھی دلالت امامت پر کرتا ہی کیونکہ مفضول کی تفضیل قبیح ہی اور نیز بھی آنحضرت کی عصمت پر اس آیہ کی

دلالت ظاہر ہے کیونکہ ایک نفر کی گواہی سے جب تک وہ معصوم نہو مدعا ثابت نہین ہوتا اور یہان خدا نے
اُسکی گواہی کو معتبر فرمایا فقط بالجملہ ہم اب پہلے چند روایات فریقین کی نقل کرتے ہین جس سے یہ ثابت ہو کہ
یہ آیہ بحق جناب امیر المومنین نازل ہوا ہے پھر وجہ استدلال بھی اُس سے مفصل لکھینگے انشاء اللہ تعالی پوشیدہ نرہے
کہ سید ہاشم مرحوم نے باب بادی و ستون مین اپنی کتاب غایت المرام و حجت الخصام کے حضرات اہلسنت کے
طریقون کے موافق تئیس حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مراد شاہد سے جو آیت وارد ہے جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین چنانچہ منجملہ اُسکے موفق بن احمد خوارزمی نے جو اعیان علماے حضرات اہلسنت سے
ہین لکھا ہے کہ معاویہ نے عمرو بن سعد بن ابی العاص کو نامہ لکھا اور اُسمین اُس سے اعانت طلب کی جناب امیر المومنین کے
ساتھ لڑنے مین اُسکی رد مین جو معاویہ کو عمرو بن سعد نے لکھا خلاصہ اُسکی کتاب کا یہ ہے کہ یہ کتاب ہے عمرو بن سعد
بن ابی العاص کی طرف سے جو صاحب رسول ہے طرف معاویہ بن ابی سفیان کے اما بعد پس تحقیق کہ تیری کتاب
مجھے پہونچی اور مین نے اُسے پڑھا بعد اُسکے مین سمجھا پس تحقیق کہ وہ امر کہ جسکی طرف تو مجھے طلب کرتا ہے کہ ربقہ اسلام
اپنی گردن کو نکالون اور تیرے ساتھ گمرہی مین داخل ہونے پر دلاوری کرون اور باطل پر تیری اعانت کرون
اور علی ابن ابیطالب کے منھہ پر تلوار کھینچون حالانکہ وہ برادر رسول اور وصی رسول اور وارث رسول اور اُنکے قرض کے
ادا کرنے والے اور اُنکے وعدے کے پورے کرنے والے ہین اور شوہر اُنکی بیٹی کے ہین جو سردار زنان بہشت ہے
اور سبطین کے جو حسن و حسین سردار جوانان بہشت ہین باپ ہین و لیکن جو تو نے کہا کہ تو خلیفہ عثمان کا ہے تو یہ سچ کہا ہے
و لیکن آج تیرا معزول ہونا اُسکی خلافت سے ظاہر ہے کیونکہ غیر عثمان کے ساتھ بیعت ہو چکی پس تیری خلافت زائل
ہوگئی اور لیکن تو نے جس امر کے باعث سے میری تعظیم کی ہے اور مجھے بڑھایا ہے اور اُسکی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ
صحبت رسول خدا ہے اور مین سردار لشکر کا آنحضرت کے ہون تو مین اس تزکیہ سے مغرور نہین ہوتا اور اُسکے باعث سے
ملت کو چھوڑ کر تیری تعظیم رسل نہین کرتا اور رہا جو تو نے ابو الحسن کو کہ برادر رسول اور وصی پیغمبر ہین منسوب طرف بغاوت کے
اور حسد کے عثمان کے واسطے کیا ہے اور صحابیون کا نام فاسق رکھا ہے اور تیرا گمان یہ ہے کہ آنحضرت نے اصحاب رسول کو
قتل عثمان پر برانگیختہ کیا پس یہ جھوٹ ہے اور گمرہی ہے وائے ہو تجھپر اے معاویہ آیا تو نہین جانتا کہ تحقیق ابو الحسن نے کیسا کیسا
اپنی جان کو رسول خدا کے سامنے قربان کیا اور تعب مین ڈالا ہے اور آنحضرت کے فرش خواب پر سوئے اور سب سے
پہلے اسلام و ہجرت کو اختیار فرمایا جس سے وہ حضرت سابق الاسلام و سابق المہاجرین ہین اور اُنکے حق مین رسول خدا نے
فرمایا ہے ہو منی و انا منہ یعنی وہ مجھسے اور مین اُس سے ہون واضح ہو کہ یہ کلمہ کمال اتحاد پر بولا جاتا ہے اور فرمایا ہے کہ
ہو منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی یعنی وہ مجھسے بمنزلہ ہارون کے ہے موسی سے یعنی جو نسبت موسی سے
ہارون کو تھی وہ علی ابن ابیطالب کو مجھسے ہے فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہوگا اور تحقیق کہ اُنکے حق مین پیغمبر خدا نے

روز غدیر فرمایا ہی الا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ یعنی آگاہ ہو کہ جسکا مین مولا و آقا ہون اُسکے علی ابن ابیطالب مولا و آقا ہین خداوندا دوست رکھ اُسے جو اُسے دوست رکھے اور دشمنی کر اُس سے جو اُس سے دشمنی کرے اور مدد کر اُسکی جو اُسکی نصرت و مددگاری کرے اور شکست دے اُسے جو اُسکے درپے شکست ہو اور وہ جناب ایسے ہین کہ جنکے بارے مین پیغمبر خدا نے روز خیبر فرمایا ہی لاعطین الرایۃ غداً رجلاً یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ یعنی ہر آئینہ کل کے روز مین علم لشکر اُس شخص کو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہی اور خدا اور رسول اُسے دوست رکھتے ہین اور وہ حضرت ایسے ہین کہ جنکے حق مین روز طیر مین فرمایا پیغمبر خدا نے اللھم ائتنی باحب الخلق الیک یعنی خداوندا جو سب سے زیادہ تیرے نزدیک دوست ہی اُسے اسوقت میرے پاس بھیجو اور جب وہ حضرت خدمت مین پیغمبر خدا کی داخل ہوے تو فرمایا کہ الیّ الیّ یعنی میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ حاصل اُسکا یہ ہی کہ احب الخلق الی اللہ وہی حضرت تھے جنکے لیے خدا سے بھجوانے کو دعا کی کیونکہ جب آئے تو بلایا اور شریک طعام فرمایا اگر اُسوقت حاضر ہونا آنحضرت کا بحسب اتفاق ہوتا اور واقع مین وہ حضرت موصوف باین وصف نہوتے تو حضرت رسولؐ بلاکر شریک طعام نہ فرماتے اور اُنکے حق مین جناب رسول خدا نے یوم تطہیر فرمایا ہی علی امام البررۃ وقاتل الفجرۃ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ یعنی علی ابن ابیطالب امام و پیشوا ہین ابرار و نیکوکارون کے اور قتل کرنے والے ہین بدکارون کے فتحیاب ہی جو اُنکی نصرت و مددگاری کرے اور شکست نصیب ہی جو اُنکے درپے شکست ہو اور فرمایا ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ولیکم من بعدی یعنی علی ابن ابیطالب میرے بعد تم اُمت کا ولی و امام ہی اور پھر تاکید فرمائی آنحضرت نے تجھپر ای معاویہ اور مجھپر اور سب مسلمانون پر اور فرمایا انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی یعنی مین تم مین دو چیزین بزرگ چھوڑتا ہون کتاب خدا اور اپنی عترت کو اور فرمایا آنحضرت نے انا مدینۃ العلم وعلی بابھا یعنی مین شہر علم ہون اور علی اُسکے دروازہ ہین و بتحقیق کہ تو جانتا ہی ای معاویہ وہ جو خدا نے اپنی کتاب قرآن مین آیتین اُنکی فضیلت کے بارے مین نازل فرمائی ہین کہ جسمین کوئی اُنکا شریک نہین ہی جیسا کہ قول ہی خدا تعالی کا یوفون بالنذر انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ وھم راکعون افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ومن قبلہ اور فرمایا ہی خدا تعالی نے رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ اور فرمایا ہی خدا نے اپنے رسولؐ سے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی اور فرمایا ہی پیغمبر خدا نے آنحضرت سے اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی سلمک سلمی وحربک حربی فتکون اخی وولی فی الدنیا والاخرۃ یا ابا الحسن من احبک فقد احبنی ومن ابغضک فقد ابغضنی ومن احبک ادخلہ اللہ الجنۃ ومن ابغضک ادخلہ اللہ النار یعنی آیا تم راضی نہین ہوئے ای علی ابن ابیطالب اس بات سے کہ تم میرے لیے مثل ہارون کے ہو موسی کے واسطے تمسے سلامتی چاہنا میری سلامت خواہی ہی اور تمسے لڑنا مجھسے لڑنا ہی اور تم میرے بھائی اور ولی ہو دنیا و آخرت مین ای ابوالحسن جو تمسے محبت رکھے اُسنے مجھسے

محبت کی اور جو تجھسے دشمنی کرے اسنے مجھسے بیزاری کیا اور دشمنی مجھسے بنایا اور جو تجھسے محبت رکھیگا خدا اُسے داخل بہشت
فرمائیگا اور جو تجھسے دشمنی رکھیگا خدا اُسے جہنم مین داخل کریگا اور یہ وہ معاد ہے تیری تحریر و کتابت جو میرے پاس آئی ہی
جسکا مین یہ جواب تجھے لکھتا ہون وہ ایسی ہین کہ عنقریب ضرور وہ ہو جائے وہ شخص جسے خدا نے عقل و
دین عطا فرمایا ہو تو بطلام اور موفق بن احمد نے اِس آیہ کے بیان مین ابن عباس سے نقل کیا ہو کہ انھون نے کہا
ہو علی یشہد للنبی و ہو منہ یعنی وہ شاہد علی ابن ابیطالب ہین جو گواہ ہین پیغمبر خدا کے واسطے اور وہ حضرت انھین جناب
رسالتمآب سے ہین اور ابراہیم حموینی نے کتاب فرائد السمطین مین بتوسط اپنے مشائخ محدثین کے ابن عباس سے تفسیر مین
اِس آیہ کے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ افمن کان علی بینۃ رسول اللہ ویتلوہ شاہد منہ علی علیہ السلام خاصۃ یعنی افمن کان علی
بینۃ سے مراد رسول خدا ہین اور یتلوہ شاہد سے مراد جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام خاص مراد ہین اور اسے
فاضل حموینی نے باسناد اپنی رجال حدیث کے روایت کی ہی کہ زاذان نے کہا سنا مین نے جناب امیر المومنین علی ابن
ابیطالب سے کہ فرماتے تھے قسم ہی مجھے اُسکی جسنے دانہ کو شگافتہ کیا اور گھانس کو اُگایا کہ اگر میرے لیے مسند حکومت کا
رکھا جائے اور کوئی کہے کہ تم حکم کرو تو مین سب حکم اہل تورات مین موافق اُنکی تورات کے اور اہل انجیل مین موافق احکام
انجیل کے اور اہل زبور مین موافق زبور کے اور اہل فرقان مین موافق فرقان کے حکم رانی کرون اور قسم ہی اُسکی جسنے
دانہ کو شگافتہ کیا اور روئیدگی کو زمین سے اُگایا کہ کوئی مرد قریش سے نہین ہی مگر یہ کہ مین اسے پہچانتا ہون کہ کیا
نشانی ہی جو اُسے بہشت مین لیجائیگی اور وہ علامت کیا ہی جو اُسے جہنم مین لیجائیگی اُسوقت ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور
اُسنے کہا کہ پھر آپ کے لیے کیا قرآن مین نازل ہوا ہی یہ سُنکر آنحضرت نے فرمایا افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد
منہ فرسول اللہ علی بینۃ من ربہ ویتلوہ انا شاہد منہ یعنی پیغمبر خدا علی بینۃ من ربہ ہین اور اُنکے بعد
شاہد اُنسے مین ہون اور اسے فاضل حموینی نے باسناد اپنی جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے
کہ فرمایا جناب امیر نے کہ ما من قریش الا وقد نزلت فیہ ایۃ او ایتان فقال لہ رجل فانت ایش نزل فیک فقال علی اما تقرا الایۃ
التی فی ہود ویتلوہ شاہد منہ یعنی کوئی شخص قریش سے نہین مگر یہ کہ نازل ہوئی ہین اُسکے حق مین ایک آیہ یا دو آیتین
پس ایک شخص نے کہا کہ آپ کے حق مین کیا نازل ہوا ہی پس فرمایا جناب امیر نے کہ آیا تو نے سورہ ہود مین
نہین پڑھا جو حق تعالی نے فرمایا ہی ویتلوہ شاہد منہ حاصل اِس ارشاد کا یہ تھا کہ وہ جناب تالی مرتبہ جناب
رسالتمآب ہین اور جو کچھ کہ پیغمبر خدا کے لیے نازل ہوا بعد اُنکے آنحضرت کے واسطے وہ فضیلت ہی اور پوشیدہ
نہ رہے کہ اِس روایت کو بعد قبول امام حضرات اہلسنت نے بھی تفسیر مین اِس آیہ کے اپنی تفسیر کبیر مین نقل کیا ہی
جیسا کہ ترجمہ کلام اخوند مجلسی علیہ الرحمہ مین وہ گذرا اور اسے فاضل حموینی نے باسناد اپنے محدثین کے ابی البختری سے
روایت کی ہی کہ کہا اُسنے رایت ابن عم رسول اللہ صلعم علیا صعد المنبر وکشف عن بطنہ وقال سلونی قبل ان تفقدونی فانما بین الجوانح منی علم

جمّ هذا سفط العلم هذا لعاب رسول الله هذا ما زقني رسول الله زقا من غير وحي اوحي الي فوالله لو ثنيت لي الوسادة فجلست عليها لافتيت اهل التورية بتوراتهم واهل الانجيل بانجيلهم حتى ينطق الله التورية والانجيل فيقول صدق علي قد افتاكم بما انزل في وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون وتتلوه شاهد منه

یعنی دیکھا مین نے چچا کے بیٹے کو رسول خدا کے جو علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین کہ منبر پر کوفہ مین تشریف لیگئے اور اسوقت حلیہ شریف آنحضرت کا یہ تھا کہ رسول خدا کی چادر دوش مبارک پر تھی اور سیف رسول خدا کی گلے مین ڈالے تھے اور عمامہ پیغمبر خدا کا سر اقدس پر تھا اور انگشت مبارک مین آنحضرت کے انگوٹھی پیغمبر خدا کی تھی پس اسی ہیئت حیثیت سے منبر پر جاکر بیٹھے اور شکم مبارک کو کھولکر فرمایا کہ پوچھو مجھسے پیشتر اسکے کہ مین تمسے جدا ہون اور پھر مجھے نہ پاسکو پس تحقیق کہ میری پسلیون مین بہت علم ہے یہ سینہ تابوت وصندوق علم ہے یہ پیغمبر خدا نے مجھے عطا وعنایت فرمایا ہے اور یہ وہ ہے جو مجھے پلایا ہے رسول خدا نے بے اسکے کہ وحی مجھپر نازل ہوئی ہو پس قسم ہے خدا کی کہ اگر وسادہ حکومت میرے لیے رکھا جاے اور مین اسپر بیٹھون تو ہر آینہ فتویٰ دون اہل تورات کو انکی تورات سے اور اہل انجیل کو انکی انجیل سے یہان تک کہ حق تعالیٰ تورات وانجیل کو گویا کرتا کہ وہ کہتین کہ علی ابن ابیطالب صادق ہوا اور تحقیق کہ فتویٰ دیا ہے علی ابن ابیطالب نے تمکو اس سے جو ہم مین خدا نے نازل فرمایا تھا اور تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو تو کیون نہین سمجھتے ہو ویتلوہ شاهد منه کو اور اسی سے ہے جو واحدی نے باسناد اپنی عباد بن عبد اللہ اسدی سے روایت کی ہے کہ قال سمعت علی بن ابیطالب وهو یقول ما من رجل من قریش الا وقد نزلت فیه آیة وآیتان فقال رجل فما نزل فیك قال فغضب ثم قال اما والله لو لم تسألني علی رؤس القوم ما حدثتکم ثم قال هل تقرأ سورة الهود ثم قرأ افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه رسول الله علی بینة من ربه وانا الشاهد

یعنی کہا راوی نے کہ سنا مین نے علی ابن ابیطالب کو کہ وہ جناب فرماتے تھے کہ کوئی قریش سے نہین ہو مگر یہ کہ ایک آیہ یا دو آیہ اسکے حق مین نازل ہوے ہین پس ایک شخص نے کہا کہ آپ کے حق مین کیا نازل ہوا ہے راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر وہ حضرت غضبناک ہوے بعد اسکے فرمایا کہ لیکن خدا کی قسم اگر تو سامنے قوم کے نہ پوچھتا تو مین تجھسے نہ کہتا بعد اسکے فرمایا کہ آیا سورہ ہود کو تو نے پڑھا ہے بعد اسکے تلاوت فرمایا افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه کو اور فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ علی بینة من ربه ہین اور مین شاہد ہون اور اسی سے ہے جو مفسر ثعلبی نے اپنی تفسیر ذیل آیہ مذکورہ مین کہا ہے اخبرنا ابو عبد الله الفارسی اخبرنا القاضی ابو القاسم النصیبی حدثنا ابو بکر السبیعی قال حدثنا علی بن محمد الدهان والحسین بن ابراهیم الجصاص قالا حدثنا حسین بن حکم حدثنا حسن بن حسین عن حبان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی الله عنه افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه قال علی خاصة اور پھر اسی مفسر نے باسناد اپنے مشائخ کے زاذان سے روایت کی ہے کہ کہا اسنے سنا مین نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کہ فرماتے تھے والذی فلق الحبة وبری النسمة لو کسرت لی وسادة فجلست علیها لحکمت بین اهل التوراة بتوراتهم وبین اهل الانجیل بانجیلهم وبین اهل الزبور بزبورهم وبین اهل الفرقان بفرقانهم والذی فلق الحبة وبری النسمة ما من رجل من قریش الا وقد نزلت فیه الایة والایتان فقال له رجل فانت ایش نزل فیک فقال علی اما تقرأ الایة التی فی هود ویتلوه شاهد منه اور اسی سے ہے جو حافظ ابو نعیم نے

تین طریق سے روایت کی ہے عباد بن عبداللہ اسدی سے ایک خبر مین کہ کہا اُسنے سمعت علیاً یقول افمن کان علی بینة
من ربه ویتلوه شاهد منه رسول اللہ علی بینة وانا الشاهد اور اُسی سے ہے جو حماد بن سلمہ نے ثابت سے کہ اُسنے انس سے پوچھا
افمن کان علی بینة من ربه کو تو انس نے کہا کہ وہ پیغمبر خدا ہین اور ویتلوه شاهد منه وہ علی ابن ابیطالبؑ ہین
کان واللہ لسان رسول یعنی قسم ہے خدا کی کہ وہ حضرت زبان رسول خدا تھے اور اُسی سے ہے جو ابن مغازلی شافعی نے
تفسیر قول خداے تعالیٰ مین افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه مین کہا ہے قال رسول اللہ انا علی بینة من ربه وعلی الشاهد
اور اُسی سے ہے جو ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ مین باسناد اپنی عبداللہ بن حرث سے روایت کی ہے
قال قال علیؑ علی المنبر ما احد جرت علیه المواسی الا وقد انزل اللہ فیه قرآناً فقام الیه رجل من مبغضیه فقال له فما انزل اللہ تعالیٰ فیک فقام الناس
الیه یضربونه فقال دعوه اتقرأ سورة هود قال نعم قال فقرأ علیه افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ثم قال الذی کان علی بینة من ربه محمدؐ
والشاهد الذی یتلوه انا یعنی فرمایا جناب امیر المومنینؑ نے بر سر منبر کہ کوئی نہین ہے کہ جسپر اُسترا پھرا ہو مگر یہ کہ اُسکے لیے قرآن مین
خدا نے آیت نازل فرمائی ہے پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا آنحضرت کے دشمنون سے اور جناب امیر علیہ السلام سے
کہا کہ آپ کے حق مین خدا نے کیا نازل فرمایا ہے یہ گستاخی اُسکی دیکھکر راوی کہتا ہے کہ اور لوگ اُٹھے اور اُسے
مارنے لگے اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو بعد اُسکے اُس سے فرمایا کہ آیا تو نے سورۂ ہود کو پڑھا ہے اُسنے
کہا ہان یہ سنکر اُن جناب نے اُس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ بینہ پر خدا کی طرف سے اپنے جو ہے وہ محمدؐ ہین
اور وہ شاہد جو اُنکی تلو ہین یعنی اُنکے پیچھے پیچھے آتا ہے وہ مین ہون اور اُسی سے ہے جو اُس فاضل نے اپنی شرح نہج البلاغہ
مین باسناد اپنے محدثین کے عبداللہ بن حرث سے روایت کی ہے کہ کہا اُسنے سنا مین نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے
کہ بر سر منبر فرماتے تھے ما احد جرت علیه المواسی الا وقد انزل اللہ تعالیٰ فیه قرآناً فقام الیه رجل فقال یا امیر المومنین فما انزل اللہ فیک فقال
یرید تکذیبه فقام الناس الیه یلکزونه فی صدره وجنبه فقال دعوه اقرأت قوله سبحانه افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه قال نعم قال صاحب
البینة محمد والتالی الشاهد انا یعنی کوئی نہین جسپر اُسترا جاری ہوا ہے یعنی آدمیون سے ہے مگر یہ کہ حق تعالیٰ نے اُسکے
حق مین قرآن نازل فرمایا ہے پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسنے کہا کہ اے امیر المومنین پس آپ کی شان مین کیا
خدا نے نازل فرمایا ہے راوی کہتا ہے کہ اِس سے ارادہ اُسکا یہ تھا کہ اُن جناب کے قول کی تکذیب کرے العیاذ باللہ
یہ سنکر لوگ اُٹھ کھڑے ہوے اور اُسکے سینہ و پہلو پر مارنے لگے اُسوقت جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو
اور فرمایا کہ آیا تو نے پڑھا ہے قول خداے تعالیٰ کو افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه اُسنے عرض کیا کہ ہان
مین نے پڑھا ہے فرمایا کہ صاحب بینہ محمدؐ ہین اور تالی ایسا جو شاہد ہے اُسکے وہ مین ہون یہ روایات جو لکھی گئین
یہ منجملہ اُن روایات کے ہین جو موافق طرق حضرات اہلسنت اِس آیہ کی تفسیر مین وارد ہوئی ہین بطور نمونہ انکی کتب سے
منقول ہوے اور اگر سب کے لکھنے کا ارادہ کیا جاے تو بہت بڑھ جاے اور منافی اُسکے ہوگا جو باب اختصار کا ارادہ

بیان آیات فضائل میں ہی اور اسکے بھی دیکھنے سے عاقل کو معلوم ہوگا کہ یہ مضمون ایک دو خبر میں طرق اہلسنت کے
نہین وارد ہی بلکہ قوت استفاضہ کی رکھتا ہی اور جب اخبار خاصہ سے انہین ضم کیا جاے تو قریب متواتر کے ہی اسلیے چند
روایات کا موافق اخبار خاصہ کے بھی اب نقل کرنا مناسب مقام ہی اسلیے مین کہتا ہون کہ سید ہاشم مرحوم نے
باب ثانی وستون مین اپنی کتاب حجت الخصام کی تفسیر و بیان مین آیہ وافی ہدایہ افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ
شاہد منہ کی گیارہ حدیثین موافق طرق خاصہ یعنی فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نقل کین ہین چنانچہ انھین سے وہ
روایت ہی جو علی ابن ابراہیم علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی جناب امام ابوجعفر سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے
انما نزلت افمن کان علی بینۃ من ربہ یعنی رسول اللہ و یتلوہ شاہد منہ اماما و رحمۃ ومن قبلہ کتاب موسی اولئک یومنون بہ فقدموا واخروا فی التالیف
یعنی نازل نہین ہوا تھا مگر افمن کان علی بینۃ من ربہ یعنی پیغمبر خدا و یتلوہ شاہد منہ اماما و رحمۃ ومن قبلہ کتاب موسی
اولئک یومنون بہ تھا یعنی بعد اس صاحب بینہ کے آتا ہی شاہد اس سے درحالیکہ وہ امام ہی اور رحمت ہی اور پیشتر اس سے کتاب
موسی کی تھی یہ گروہ ہین جو ایمان لاتے ہین اسکے ساتھ بعد اسکے فرمایا کہ وقت تالیف قرآن مقدم و موخر کر دیا اور
اسی سے ہی جو محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے احمد بن عمر حلال سے روایت کی ہی کہا اسنے کہ سوال کیا مین نے
ابوالحسن سے قول خداے عزوجل سے جو فرمایا ہی افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاہد منہ فرمایا کہ
امیرالمومنین شاہد ہین رسول خدا کے کہ وہ حضرت اوپر بینہ کے ہین اپنے خدا کی طرف سے اور محمد بن صفار نے
بوسائط اپنے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ فرمایا جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے کہ اگر وسادہ
حکومت عام میرے لیے بچھایا جاے اور مین اسپر بیٹھون تو ہر آئینہ قضا و فصل کے احکام دون اہل تورات کو انکی
تورات سے اور اہل انجیل کو انکی انجیل سے اور اہل قرآن کو انکے فرقان سے اور ایسی قضا و فصل کرون کہ جو خدا کی
طرف بلند ہو اور درخشندہ ہو یعنی خدا پسند و صادق ہو اور قسم ہی خدا کی کہ کوئی آیت نازل نہین ہوئی رات مین
یا دن مین مگر یہ کہ مین جانتا ہون کہ وہ کسکے حق مین نازل ہوئی ہی اور کوئی شخص نہین جسکے سر پر استرا جاری ہوا ہو
مگر یہ کہ اسکے حق مین ایک آیت نازل ہوئی ہی کہ وہ اسے بہشت یا دوزخ کی طرف لے جاتی ہی یہ سنکر ایک شخص
اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت کے قریب آکر اسنے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین وہ آیت کون ہی جو آپ کی شان مین قرآن مین
نازل ہوئی ہی حضرت نے فرمایا کہ آیا سنا ہی تو نے جو حق تعالی فرماتا ہی افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاہد منہ
فرسول اللہ علی بینۃ من ربہ و انا الشاہد لہ منہ و اتلوہ معہ یعنی آیہ کی تلاوت فرماکر فرمایا کہ پس پیغمبر خدا اوپر بینہ کے ہین
اپنے پروردگار کی طرف سے اور مین شاہد ہون آنحضرت کے واسطے انسے اور پس رو ہون انکا ساتھ انکے اور قریب
اسی کے ہی جو شیخ نے اپنے امالی مین باسناد اپنی جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ ایک روز روز جمعہ
وہ حضرت منبر پر خطبہ فرماتے تھے اثناے خطبہ مین فرمایا کہ قسم ہی مجھے اسکی جسنے دانہ کو شگافتہ کیا اور گھانس کو اگایا

زمین

زمین سے کہ کوئی شخص قریش سے نہین جسکے سر پر اُسترا پھرا ہو مگر یہ کہ اُسکے حق مین ایک آیت قرآن مین نازل ہوئی ہی کہ مین اُس آیت کو پہچانتا ہون جیسا کہ اُس شخص کو پہچانتا ہون پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور قریب اُن حضرت کے آکر اُسنے کہا کہ ای امیر المومنین آپ کی آیت تو خاص آپ کے حق مین نازل ہوئی ہی کیا یہ سُنکر فرمایا انحضرت نے کہ جب پوچھا ہی تونے تو سمجھ اور تیرے اوپر نہین ہی مگر یہ کہ پوچھے تو اُسے میرے غیر سے آیا تونے سورہ ہود کو پڑھا ہی اُسنے کہا کہ ہان ای امیر المومنین فرمایا کہ آیا پھر سنا ہی تونے قول خداے عزوجل کو جو فرماتا ہی افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ اُسنے کہا کہ ہان فرمایا کہ پس وہ شخص جو اوپر بینہ کے ہی اپنے پروردگار کی طرف سے وہ محمد ہین اور جو انکی تلو مین ہی شاہد اُنسے اور وہی شاہد ہی اور وہ انھین سے ہی اور وہ خاص علی ابن ابیطالب ہی اور مین شاہد ہون اور مین اُنسے ہون اور اسی سے ہی جو شیخ نے اپنی مجالس مین بوسایط اپنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ انحضرت نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے جناب امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے ایک خطبہ بہت بڑا پڑھا وقتیکہ معاویہ بھی حاضر تھا اور اسمین فرمایا کہ مین کہتا ہون ای گروہ خلائق اور تمھارے لیے دل اور کان ہین اور وہ کہنا یہ ہی کہ ہم وہ اہلبیت ہین کہ ہمین خدا نے مکرم فرمایا ہی باسلام اور اختیار فرمایا ہی ہمین اور برگزیدہ و مجتبیٰ فرمایا ہمکو پس دور کیا ہمسے رجس کو اور پاک کیا ہمکو جو حق ہی پاک کرنے کا اور رجس وہی شک ہی پس ہم نہین شک کرتے خدا مین جو حق ہی اور نہ اُسکے دین مین ہمیشہ اور پاک کیا ہمکو ہر نقص و عیب سے جن حالون کے ہم سب مخلص تھے آدم تک اور یہ اُسکی نعمت ہی نہین جدا ہوے آدمی دو فرقے کر کے مگر یہ کہ ہمکو خدا نے جو اُنسے بہتر فرقہ تھا اسمین گردانا یہان تک کہ حق تعالیٰ نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا نبوت کے واسطے اور انھین رسالت کے لیے اختیار فرمایا اور اُنپر کتاب کو اپنی نازل فرمایا بعد اُسکے انھین حکم فرمایا دعا کرنے کو خداے عزوجل کی طرف پس تھے باپ میرے اول اُنکے جنسے استجابت کی خدا و رسولؐ کے واسطے اور اول اُنکے جو ایمان لایا اور تصدیق خدا اور رسولؐ کی کی اور تحقیق کہ فرمایا ہی حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مین جسے اپنے پیغمبر مرسل پر نازل فرمایا ہی افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ پس رسولؐ خدا وہ ایسے ہین جو بینہ پر ہین اپنے پروردگار کی طرف سے اور میرے باپ ایسے ہین جو انکی تلو مین ہین یعنی بعد جناب رسالتمآب کے وہ حضرت ہین اور وہی شاہد ہین انحضرت سے الخ خطبہ بہت بڑا ہی بقدر ضرور اُس سے منقول ہوا اور اُسی سے ہی جو شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی امالی مین بوسائط اپنے عباد بن عبد اللہ سے روایت کی ہی کہا اُسنے کہ ایک شخص جناب امیر المومنین کے سامنے حاضر ہوا اور کہا اُسنے کہ یا امیر المومنین مجھے خبردار فرمائیے قول خدا افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ سے کہ اس سے مراد حق تعالیٰ کی کیا ہی یہ سُنکر راوی کہتا ہی فرمایا انحضرت نے کہ جناب رسولؐ خدا ہین جو علی بینۃ

من ربہ ہین اور مین شاہد ہون آنحضرت کے واسطے اور نعمین سے ہون قسم ہی مجھے اُسکی جسکے دست قدرت مین
میری جان ہی کہ کوئی نہین ہی قریش سے جسکے سر پر اُسترا جاری ہوا ہو مگر یہ کہ حق تعالی اُنے نازل فرمایا ہو اُسکے
حق مین اپنی کتاب مین ایک طائفہ آیات سے اور قسم ہی اُسکی جسکے دست قدرت مین میری جان ہی کہ اگر جانو
تم اُسے جو خدا نے ہم اہلبیت کے لیے زبان رسول پر جو نبی اُمی ہین جاری فرمایا ہی مگر جو ہمارا دوست ہی تو اُسکے
نزدیک وہ اُسنسے زیادہ ہو کہ اگر آسمان و زمین کے اندر جو جوف ہی یہ پر از طلا ہو جاے قسم ہی خدا کی کہ مثل ہماری
اِس اُمت مین نہین ہی مگر جیسا مثل کشتی نوح کے ہی یا دروازہ حطہ کے بنی اسرائیل مین ہوا اور اُسی سے ہی جو عیاشی نے
جناب ابو جعفرؑ سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جو اوپر بینہ کے ہین اپنے پروردگار کے وہ پیغمبر خدا ہین اور
جو اُنکے بعد اُنکے تلو ہین اور نعمین سے شاہد ہین وہ امیر المؤمنین اور بعد اُنکے اوصیا اُنکے ہین ایک کے بعد ایک اور
اُسی سے ہی جو صاحب کشف الغمہ نے ابن عباس سے اِس آیہ کے معنی مین روایت نقل کی ہی کہ کہا ابن عباس نے کہ
ہو علی علیہ السلام یشھد النبی بالجملہ یہ نمونہ اخبار فریقین تھا جو مذکور ہوا اور اگر تفحص کتب فریقین مین کرکے لکھا جاے
تو شاید اخبار و اقوال متفقہ فریقین کے جمع کرنے سے ایک کتاب مستقل مرتب ہو مگر جب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اُسے
استدلال فضیلت و خلافت پر جناب امیر علیہ السلام کے کیا اور کہا کہ روایت کی ہی جمہور نے کہ من کان علی بینۃ من ربہ
رسول خدا ہین اور شاہد علی علیہ السلام ہین انتہی ترجمہ کلامہ تو بعض حضرات اہلسنت کی رگ تعصب
موافق اپنے خاصہ مذہبی کے متحرک ہوئی اور صاف صاف فاضل روزبہان نے طریقہ حق پوشی و تعصب کو
اختیار کرکے کہا کہ لیس ھذا من تفاسیر اھل السنۃ وان صح کانوا سھلہ یعنی یہ تفاسیر اہلسنت سے نہین ہی اور
اگر صحیح بھی ہو تو اُن مفسرین کی سہولت ہوگی انتہی ترجمہ کلامہ اور عاقل خبیر پر جو ہم نقل کر آئے ہین اُسے دیکھکر
کبھی پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ یہ انکار فاضل مذکور کا روز روشن کا انکار ہی کیونکہ کس کثرت سے اُنکے علما نے
تفسیر آیہ مین اِس مضمون کو لکھا ہی اِسی لیے جناب قاضی نور اللہ شوستری مرحوم نے اُسکے جواب مین فرمایا ہی کہ
جو مصنف نے روایت کو جمہور کی طرف منسوب فرمایا ہی وہ ظاہر ہی کیونکہ روایت کیا ہی اُسے ابن جریر طبری نے
اور ذکر کیا ہی اُسے ثعلبی نے اور اِسی طرح حافظ ابو نعیم نے تین طریق سے عبد اللہ سدی اور فلکی سے جو مفسری مجاہد سے
اور عبد اللہ بن شداد و غیرہم سے جو قدماء اہلسنت سے ہین اور متاخرین مفسرین سے فخر الدین رازی نے
اپنی تفسیر کبیر مین اِس مضمون کو لکھا ہی قد ذکروا فی تفسیر الشاھد وجوھا احدھا انہ جبرئیل یقرء القرآن علی محمد ثانیھا ان
الشاھد لسان محمد و ثالثھا ان المراد ھو علی بن ابی طالب والمعنی انہ یتلو تلک البینۃ وقولہ منہ ای ھذا الشاھد من محمد و بعض منہ والمراد منہ تشریف ھذا الشاھد
بانہ بعض من محمد یعنی مفسرین نے تفسیر لفظ مین کئی وجہین ذکر کی ہین ایک اُن وجوہ سے یہ ہی کہ مراد اُس سے
جبرئیل ہون جو قرآن کو محمد پر پڑھتے تھے دوسرے یہ شاہد زبان محمد ہو جو تلاوت قرآن کی کرتے تھے واضح ہو کہ یہ دونون

معنی یتلوہ بمعنی تلاوت و قرارت کے ہین اور تیسرے اُن وجوہ سے یہ ہی کہ مراد اُس سے علی ابن ابیطالب ہوں
اور معنی اسکے یہ ہوں کہ وہ حضرت بعد جناب رسول خدا کے صاحب اُس بینہ کے ہین جسپر رسول خدا اپنے
پروردگار کی طرف سے تھے اور پوشیدہ نہ رہے کہ اس معنی سے یتلوہ مشتق تلو سے ہوگا نہ تلاوت سے
اور وہ اظہر ہی بالجملہ پھر فخر رازی نے کہا ہی کہ قول خدا تعالیٰ جو منہ ہی اسکے معنی یہ ہین کہ یہ شاہد محمد سے ہی
اور بعض اُس سے ہی یعنی وہ حضرت بعض اعضاے نبی سے ہین اور اس فرمانے سے مراد خدا کی یہ ہی کہ اس
شاہد کو مشرف فرماے اس سے کہ وہ بعض محمد ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور بعد اسکے مولانا ے شوستری نے فرمایا کہ
کوئی شبہ اسمین نہین ہی کہ نبی کا گواہ انکی امت پر جو ہو اُسے ضرور ہی کہ اعدل خلائق ہو خصوصًا جبکہ خدا کی طرف سے
وہ مشرف اس سے ہو کہ وہ بعض نبی سے ہی جیسا کہ امام اہلسنت نے اقرار کیا ہی اور جب یہ ثابت ہو چکا تو پھر
کسطرح غیر اُنکا اُنپر امر خلافت مین متقدم ہوسکتا ہی باوجودیکہ یہ شاہد نبی جو بعض نبی سے ہی موجود ہو کیونکہ حرف مین
اس مقام پر تبئین جنس کے لیے ہی پس اُس سے ظاہر ہی کہ جناب علی ابن ابیطالب جنس رسول سے ہین اور
یہ قول حق تعالیٰ کا جو فرمایا ہی و یتلوہ شاہد منہ اسمین بیان صریح و صاف اسکا ہی کہ علی ابن ابیطالب بعد رسول خدا کے
بلا فصل اور تالی ہے کے جو پیغمبر کے اور اُنکے بیچ مین ہوں تالی رسول ہین پھر جو تخصیص کہ اُن جناب کو مین شخصون کے بعد
تالی رسول قرار دیتا ہی اسکے ذمہ مین دلیل ہی کیونکہ تالی وہ ہی جو اپنے غیر کے پیچھے اسکے اثر پر چلا ہے ایسے کہ کوئی
اُسکے اور اسکے سابق کے بیچ مین نشان سابق پر چلا ہو اور اگر تفسیر مین بھی یہ تصریح وارد نہوا ہوتا کہ مراد شاہد سے
علی ابن ابیطالب ہین جب بھی یہ آیہ بمعونت قول جناب رسول خدا کے جو جناب امیر کی نسبت فرمایا تھا انت
منی وانا منک بہی پر دلالت کرتا جو مقصود اس سے شیعون کا ہی کیونکہ یہ کلمہ جناب رسول خدا نے سوا جناب امیر کے
اور دوسرے کے حق مین نہین فرمایا اور اس سے اختصاص اُن جناب کا رسول خدا کے ساتھ ظاہر ہی انتہی
ترجمہ کلامہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ ھو منی و انا منہ یا ھو منہ یہ استعمال و محاورات عرب مین یقینی کمال اتحاد و اختصاص کے
اوپر بولا جاتا ہی اور کوئی شبہ نہین ہی کہ جناب رسالتمآب نے یہ عبارات غیر اہلبیت کے لیے نہین فرمائی جیسا
کہ یہ معنی بصیر خبیر پر پوشیدہ نہین رہ سکتا پھر اس صورت مین اگر تصریح و تفسیر احادیث مین اس آیہ کی بھی نہوتی
جب بھی عمومًا سوا آنحضرت کے یا انکی اولاد امجاد کے دوسرا مراد نہین ہوسکتا تھا اور جبکہ تصریح اخبار فریقین مین
بہ کثرت وارد ہو چکی بلکہ احادیث طرق اہلسنت سے زیادہ بہ نسبت اخبار خاصہ کے اس سے مملو و مشحون ہین تو
انصافًا کسی طرح حضرات اہلسنت کو اس سے محل انکار نہین باقی اور اگر پھر بھی انکار کو اختیار فرمائین یہ کہکر کہ تفسیر کے
اخبار اور معنی پر بھی دلالت کرتے ہین تو شیعہ کہہ سکتے ہین کہ وہ اخبار بہ نسبت ان اخبار کے قلیل و شاذ و احاد ہین
لائق اعتماد وہی ہی جو مضمون اخبار کثیرہ مین وارد ہوا ہو اور یہ ظاہر ہی کہ کس کثرت سے یہ مضمون روایات

فریقین مین وارد ہی پھر سوا آنحضرت کے دوسرا امر او نہین ہو سکتا اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ جناب امیر المومنین تالی رسول اور بعض رسولؐ ہین تو اب کسی طرح غیر انکا خلیفہ و تالی رسول ہو ہی نہین سکتا اور واقع مین یہ آیہ اپنی دلالت مین نص خلافت رسول ہو جناب امیر علیہ السلام کے لیے اور اس سے انکار روز روشن سے انکار اور محض تعصب ہی ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور بارھوین آیہ وافی ہدایہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد ہی یعنی نہین ہو تو ای محمد مگر ڈرانے والا اس گروہ کا عذاب الہی سے اور واسطے ہر قوم کے ایک ہدایت کرنے والا ہی جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین لکھا ہی کہ بعضون نے کہا ہی کہ تو ہدایت کرنے والا ہر قوم کا ہی اور جو کوئی کہ آیہ کے معنی مین تفکر کرے تو دریافت کر سکتا ہی کہ پہلے معنی ظاہر تر ہین راقم رسالہ کہتا ہی کہ مولانا ے طبرسی نے تفسیر مجمع البیان مین اس آیہ کی ذیل مین تین معنی کو باعتبار اقوال مفسرین ذکر فرمایا ہی ایک یہ کہ معنی آیہ کے یہ ہون کہ انما انت منذر یا محمد وھاد لکل قوم ولیس الیک انزال الآیات یعنی نہین ہو تو مگر منذر یعنی ڈرانے والا اور ہدایت کرنے والا ہر قوم کے واسطے اور نہین ہی تیری طرف آیات کا نازل کرنا اور اس قول کو حسن اور ضحاک و عکرمہ و جبائی سے نقل کیا ہی اور اسکے بنا بر اس آیہ کی ترکیب نحوی کی مبتدا ہی اور منذر اسکی خبر ہی اور ھاد عطف ہو منذر پر اور واؤ جو حرف عطف ہی اور معطوف مین فصل کیا گیا ہی ظرف کے ساتھ جو لام ہی دوسرے معنی یہ کہ منذر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہون اور ہادی وہی خدا ہو اور یہ قول ابن عباس و سعید بن جبیر اور ضحاک و مجاہد سے منقول ہی تیسرے معنی اسکے یہ ہین کہ انما انت منذر یا محمد ولکل قوم نبی ھاد یرشدھم یعنی نہین ہی تو مگر ڈرانے والا ای محمدؐ اور ہر قوم کے واسطے ایک نبی ہی جو انکو ہدایت کرتا ہی اور ایک اور معنی ہین کہ انکو راہ بتاتا ہی اور یہ معنی بھی ابن عباس سے دوسری روایت مین منقول ہین قال لما انزلت الآیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال انا المنذر وعلی الہادی من بعدی یا علی بک یہتدی المھتدون یعنی ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی پیغمبر خدا پر تو فرمایا کہ مین منذر ہون اور علی ہادی ہی بعد میرے ای علی تمسے ہدایت پائینگے ہدایت پانے والے اور روایت کی ہی ابو القاسم حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل مین باسناد اپنی ابراہیم بن حکم بن ظہیر سے کہ اسنے اپنے باپ سے اسنے حکم بن جبیر سے اسنے ابی بردہ اسلمی سے کہ قال دعا رسول اللہ بالطہور وعندہ علی بن ابی طالب فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بید علی بعد ما تطہر فالزقہا بصدرہ ثم قال انما انت منذر ثم ردھا الی صدر علی ثم قال ولکل قوم ھاد ثم قال انک منارۃ الانام و غایۃ الہدی و امیر القری اشہد علی ذلک انک کذلک یعنی کہا ابو بردہ اسلمی نے کہ ایک روز پیغمبر خدا نے پانی طلب فرمایا وقتیکہ علی ابن ابیطالب آنحضرت کی خدمت مین حاضر تھے پس آنحضرت نے دست مبارک جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کا پکڑا بعد اسکے کہ طہارت فرما چکے تھے اور انکے ہاتھ کو اپنے سینہ علم گنجینہ سے لپٹایا اور اسکے بعد فرمایا کہ انما انت منذر یعنی نہین ہو تو مگر ڈرانے والا پھر اس ہاتھ کو جناب علی ابن ابیطالبؑ کے سینہ پر رکھا اور اسکے بعد فرمایا ولکل قوم ھاد یعنی ہر قوم کے لیے ہدایت کرنے والا پھر فرمایا کہ تو تمام خلق کی روشنی ہی اور ستون ہدایت ہی اور امیر و حاکم ہی ہر شہر کا گواہی دیتا ہون مین

بارھوین آیۂ ہدایہ انما انت منذر

اِسلیے اوپر کہ تو ایسا ہی پھر جناب مولانائے طبرسی نے فرمایا ہو کہ اِن تینوں قولوں کے بنا بر ہاد مبتدا ہوگا اور لکل قوم اُسکی
خبر ہوگی قول سیبویہ کے موافق اور قول اخفش کے موافق مرتفع ہوگا ظرف کے ساتھ انتھی کلامہ رحمہ اللہ ترجم سالہ
کہتا ہو کہ تین معنی جو مولانائے طبرسی نے نقل فرمایا اِسمین تفکر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ لفظ انما حصر کے واسطے ہی
اور تقدیم ضمیر مخاطب کی جملہ مین مفید تخصیص کو ہوگی جیسا کہ انت علی کل شیء قدیر مین ہی اور بظاہر اِس حصر و تخصیص سے
مراد مزید تخصیص و تعظیم جناب رسالتمآب کی درجہ انذار و تخویف کے ساتھ ہو یعنی تو خاص انذار و تخویف عباد کے لیے مرسل ہی
اور اور انبیا اور دعات مامور و مرسل ہدایت کے لیے تھے اور ظاہر ہی کہ تخویف و انذار کے لیے بہت کچھ اختیارات
ضرور ہین اور اُسکا مرتبہ ہدایت سے زیادہ ہی اور وہ سب اختیارات آنحضرت کو حق تعالی نے ہدایت فرمائے تھے
اِسی سے جیسی تخویف آنحضرت نے بہ نسبت تبعہ عہدی اور دنیوی کے باقامت حدود و قصاص فرمائی اور پہلے
وہ حضرت مامور بانذار ہوئے جیسا کہ دلالت کرتا ہی اُسپر آیہ وانذر عشیرتک الاقربین اور اس تخویف کے لیے اور
نہ انبیا مامور ہوئے نہ اُسکا ذکر کتب سابقہ سماویہ مین تھی پھر اِس حصر کو تخویف ہدایت دونون کے لیے عام کر
اِس تعظیم و اختصاص کا ضائع کرنا ہی کیونکہ جب منذر و ہادی دونون سے وہی حضرت مراد لیے جائین تو اشتراک و
مساوات امر ہدایت مین سب سے ہوگی کیونکہ سب انبیا اپنی اپنی قوم کے ہادی تھے اِسی طرح سب اُنکے ائمہ بھی
ہادی تھے اور جب سب کا ہادی ہونا ثابت ہی تو تخصیص آنحضرت کی امر ہدایت مین کسطرح ہو سکتی تھی جو جہت
صادق آئے بخلاف تخویف و انذار کے کہ یہ امر اور انبیا مین ایسا نہین تھا اور یہ بات اُس شخص پر جسنے کتب سابقہ
سماویہ دیکھی ہین پوشیدہ نہین رہ سکتی اور یہ مضمون بعض احادیث سے بھی ظاہر ہو جیسا کہ شیخ نے اپنی مجالس مین
مفضل سے روایت کی ہی کہ کہا اُنھون نے کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ما بعث اللہ نبیا اکرم من محمد ولا خلق خلقا
ممن الا انہ لا اللہ خلقا من قبل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی لعہد انتم من النذر الاولی فقال انما انت منذر ولکل قوم ھاد فلم یکن قبلہ مطاع فی الخلق ولا یکون بعدہ
الی ان تقوم الساعۃ فی کل قرن الی ان یرث اللہ الارض و من علیہا اِسی طرح دوسرے معنی جو ہین کہ ہادی سے مراد خدا ہی اُسمین بھی یہ
بات ظاہر ہی کہ اوّل بیان مراتب ہی کہ وہ حضرت مخوف ہین اور جب منذر کا مرتبہ ہادی سے یقینی زیادہ ہی تو اِس
مقام پر ہادی سے خداوند قادر کو مراد لینا بھی اچھا نہین معلوم ہوتا کیونکہ فوق کل ذی علم علیم ثابت ہی اور کلام بسبب مقام
ہوتا ہی اور مقام یہ ہی کہ حق تعالی قول کفار کی نقل فرماتا ہو ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ یعنی کہتے ہین
وہ گروہ جو کافر ہین کہ کیون نہین نازل کیا جاتا محمدؐ پر نشان یعنی معجزہ اُسکے پروردگار کی طرف سے جیسا کہ معجزہ
عصا کا موسیٰ پر اژدہا بنانے سے اور مردہ کا زندہ کرنا عیسیٰ پر نازل ہوا تھا تو اِس سے غرض اُنکی یہ تھی کہ جیسا
اختصاص موسیٰ و عیسیٰ کو امر خاص کے ساتھ تھا ویسا ہی آنحضرت کا بھی اختصاص ظاہر ہو اسلیے حق تعالی نے جو امر
خاص آنحضرت کے ارسال کے ساتھ متعلق فرمایا کہ وہ انذار ہی اُسے بیان و ظاہر فرمایا کہ انما انت منذر یعنی تو

نہین بھیجا گیا مگر تخویف کے لیے اور تجہیر بلاغت بھی ہی فقط یا اظہار اُن معجزات کا جو اِسکے صدق کی گواہی دین اور
جن نشانیون کا وہ اپنے دل سے اقتراح کرتے ہین مجھے اُنکے اظہار مین بے میرے ارادے کے کیا اختیار ہی
ولکل قوم ھاد یعنی اور ہر گروہ مین ایک ہدایت کرنے والا یعنی پیغمبر جو مخصوص ہو اُس معجزے سے صورت مین جو
اُنکی قوم مین اُس وقت غالب ہو ہوتا ہی جیسا کہ سحر زمان حضرت موسیٰ اور طب زمان حضرت عیسیٰ مین غالب تھی اِسلیے
اُنھین اُسکے معجزے دیے پھر تم اُنکے کیون معجزون کو طلب کرتے ہو اُسکا اختصاص اُس زمانے سے تھا اب
تم مین فصاحت غالب ہی اِسلیے بہترین معجزہ میرا قرآن ہی پس مثل اُسکے لاؤ تاکہ اُسکا ابطال کرو ورنہ ایمان لاؤ پھر اِس
مقام پر گو خدا بھی ہادی ہی اور رسول خدا بھی ہادی ہین لیکن اِسکے اظہار کا کیا یہ مقام ہی اور لطف کلام یہ ہی کہ بحسب
مقام ہو مثلاً ایک شخص فقیہ بھی ہی طبیب بھی ہی شاعر بھی ہی اُسے وقت اقتدا بیش نمازی شاعر کہے یا وقت معالجہ
مرضی فقیہ کہے تو لطف نہین ہی اِسی طرح بمقابل کفار کے جو وہ آیات معجزات مختصہ انبیا کے طالب تھے ہادی کہنا
خالی از لطف تھا اور صفت مختصہ رسالت کا ذکر فرمایا مناسب تھا اِسلیے فرمایا انما انت منذر اب اِسکے ساتھ یہ کہنا کہ تو
منذر ہی اور خدا ہادی ہی سخن بے محل ہی کیونکہ عناد و انکار اُنھین نبوت نبی آخر الزمان سے تھا نہ یہ کہ خدا ہادی ہی یا
نہین علاوہ اِسکے ظہور ہدایت کا حق تعالیٰ کی بذریعہ ہادات کے جو اُسکے بندون سے ہوتے ہین ہوتا ہی مثلاً
بعطاے عقل و حواس حس سے ادراک و تفکر کر سکے اور مبعوث فرمانے سے انبیا کے اور انزال کتب کے ذریعے
اور نصب امام کے اور علما کے پیدا کرنے سے حق تعالیٰ ہدایت فرماتا ہی نہ بلا اسباب ظاہر یہ پھر چاہیے کہ
جو سبب قریب و ظاہر ہی کہ وہ نبی اور امام ہین جو شریعت کے مقرر اور حافظ و مبین ہین وہ مراد لیے جائین تاکہ
سب اُنھین جانین اور پہچانین بالجملہ یا بین وجوہ ظاہر ہی کہ وہ دونون قول لائق قبول نہین اور اقرب تیسرا
قول ہی کہ منذر سے مراد جناب رسالتمآب ہین اور ہادی سے مراد اور متون مین انبیا ہون اور اِس اُمت مین ہادی
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ ہین اور بعد آنحضرت کے اُنکی اولاد سے اوصیاے یازدہ گانہ جو معصوم ہین
ہون جیسا کہ مفسرین نے بھی اِسے نقل کیا ہی اور اخبار کثیرہ سے یہ مضمون ثابت ہی کہ منجملہ اُنکے روایت ابن عباس کی
اور ابو بردہ اسلمی کی موافق نقل فاضل طبرسی علیہ الرحمہ مذکور ہوئی اور اُس روایت ابن عباس کو امام حضرات
اہلسنت نے بھی اپنی تفسیر کبیر مین قبول کر کے نقل کیا ہی اور حافظ ابو نعیم نے بھی تفسیر مین اِس آیہ کے یہ مضمون
ابن عباس و سعید ابن جبیر سے نقل کیا ہی اور ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر مین اِسے ذکر کیا ہی اور ملا فتح اللہ مرحوم نے
اپنی تفسیر مین سعد بن مسیب سے کہ اُسنے ابو ہریرہ سے روایت کی ہی کہ ہادی ھذہ الامۃ علی بن ابی طالبؑ اور مولف
غایت المرام و حجت الخصام نے باب ثلثون مین سات حدیثین طرق اہلسنت سے نقل کی ہین کہ بعض اُنسے
منقول ہو چکین اور بعض اُنسے یہ ہین کہ ابراہیم بن محمد حموینی نے کتاب فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ و فاطمہ

و السبطین مین بوسائط اپنے ابو ابن احمد واحدی سے نقل کیا ہی کہ کہا اُنسے من الایات فیہا علی تلوالنبی فی قولہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد یعنی بعض آیات قرآن سے اُمین علی ابن ابیطالب بعد پیغمبر کے ہین جیسا قول خدا تعالیٰ کا ہے انما انت منذر ولکل قوم ہاد اور اُسی سے ہی جو ابراہیم نے باسناد اپنی ابو ہریرہ اسلمی سے روایت کی ہی کہ کہا اُنسے سنا مین نے رسول خدا سے کہ فرماتے تھے انما انت منذر اور یہ فرماکر اپنے سینہ پر دست مبارک اپنا رکھا بعد اُسکے اُسی ہاتھ کو اپنے علی ابن ابیطالب کے ہاتھ پر رکھا اور فرماتے تھے ولکل قوم ہاد اور اُسی سے ہی جو مفسر ثعلبی نے بوسائط اپنی ابن عباس سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے لما نزلت ہذہ الآیۃ وضع رسول اللہ یدہ علی صدرہ وقال انا المنذر واومی بیدہ الی منکب علی بن ابیطالب وقال انت الہادی یا علی بک یہتدی المہتدون اور یہ روایت قریب المضمون اُس روایت سے ہی جو مولانا طبرسی نے نقل فرمائی ہو اسقدر زیادہ ہی کہ پیغمبر خدا نے دست مبارک اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا انا المنذر اور پھر اُسی دست مبارک سے علی ابن ابیطالب کے شانے پر اشارہ کرکے فرمایا انت الہادی یا علی اور اُسی سے ہی جو ثعلبی نے عبد خیر سے کہ اُسنے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے المنذر النبی والہادی رجل من بنی ہاشم یعنی نفسہ یعنی منذر پیغمبر خدا ہین اور ہادی ایک مرد ہی بنی ہاشم سے اور اُس سے مراد آنحضرت نے اپنے تئین فرمایا تھا اور اُسی سے ہی جو ابو الحسن محمد بن احمد ابن علی بن شاذان فقیہ نے طرق عامہ سے باسناد اپنی عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لی انذرتم بعلی بن ابی طالب اہتدیتم وقرء انما انت منذر ولکل قوم ہاد وبالحسن اعطیتم الاحسان بالحسین تسعدون وبہ تشقون الا ان الحسین باب من ابواب الجنۃ من عاندہ حرم اللہ علیہ ریح الجنۃ یعنی میرے ساتھ تم ڈرائے گئے اور علی ابن ابیطالب کے ذریعہ سے تمنے ہدایت پائی اور حسنؑ کے باعث سے تمھین احسان عطا ہوا اور حسینؑ کے سبب سے تم سعید وشقی ہوتے ہو آگاہ ہو کہ تحقیق کہ حسینؑ ایک دروازہ ہی دروازہ ہاے جنت سے جو اُس سے دشمنی رکھیگا حق تعالیٰ اُسپر بوے بہشت کو حرام فرمائیگا اور مالکی نے بھی فصول مہمہ مین اپنے ابن عباس سے مضمون کو نقل کیا ہی لیکن وہ روایت مثل اُسکے ہی بعینہ جو مولانا طبرسی نے نقل فرمائی ہو اور اُس سے مولف مرحوم نے باب ہادی وثلثون مین تیئیس ۲۳ حدیث شاہد اُسپر طرق خاصہ سے نقل کی ہین کہ بعض اُنسے یہ ہی کہ محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی برید عجلی سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ جناب امام ابو جعفرؑ نے فرمایا اس آیہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد کی تفسیر مین کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ ہر زمانے مین ہمسے ایک ہادی ہی کہ وہ ہدایت کرتا ہی خلق کو طرف اُسکے جو رسول خدا کی طرف سے لاے اور ہدایت کرنے والے بعد جناب رسول خدا کے علی ابن ابیطالب ہین اور اُنکے بعد اُنکے اوصیا ہین ایک کے بعد ایک اور اُسی سے ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب امالی مین بوسائط اپنی عباد بن عبد اللہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُنسے کہ فرمایا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے

ما نزلت من القرآن آیۃ الا وقد علمت این نزلت وفیمن نزلت وفی ای شیء وفی سھل نزلت او جبل نزلت قیل فما نزل فیک فقال لولم انکم سألتمونی
ما اخبرتکم نزلت فی ھذہ الآیۃ انما انت منذر ولکل قوم ھاد فرسول اللہ المنذر وانا الھادی الی ما جاء بہ یعنی نہین نازل ہوئی قرآن سے
کوئی آیت مگر یہ کہ مین جانتا ہون کہ کہان نازل ہوئی اور کسکے حق مین اور کس لیے اور زمین سہل پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر
نازل ہوئی ہو عرض کیا گیا کہ بس آپ کے حق مین کونسی آیت نازل ہوئی فرمایا کہ اگر تم مجھسے سوال نہ کرتے تو
مین تمکو خبردار نہ کرتا نازل ہوئی ہو میرے حق مین یہ آیت انما انت منذر ولکل قوم ھاد پس رسول خدا منذر ہین اور
مین ہدایت کرنے والا ہون طرف اُسکے جو وہ حضرت لائے اور اُسی سے ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد
اپنی یزید بن معاویہ عجلی سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے عرض کیا خدمت مین جناب امام محمد باقرؑ کی
کہ مراد انما انت منذر ولکل قوم ھاد سے کیا ہی فرمایا کہ منذر پیغمبر خدا ہین اور جناب علی ابن ابیطالبؑ ہادی ہین اور تحقیق
اور ہر زمانے مین ہر قوم کا ہادی ہی ایک امام ہمسے ہوتا ہی جو خلق کو ہدایت کرتا ہی طرف اُسکے جو پیغمبر خدا لائے
اور اُس سے ہی جو محمد بن حسن صفار نے باسناد اپنی ابوحمزہ ثمالی سے روایت کی ہی کہ کہا اُنھون نے کہ سُنا مین نے جناب
ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا نے نماز ظہر کے لیے وضو فرمانے کو پانی طلب فرمایا جب
وضو سے فارغ ہوئے تو دست مبارک علی ابن ابیطالبؑ کا پکڑا اور اپنے دست حق پرست سے ملایا بعد اُسکے فرمایا
انما انت منذر بعد اُسکے اُنکے ہاتھ کو اپنے سینہ علم گنجینہ سے ملایا اور فرمایا ولکل قوم ھاد پھر فرمایا کہ یا علی انت اصل الدین ومنار
الایمان وغایۃ الھدی وقائد الغر المحجلین اشھد لک بذلک راقم ہذا کہتا ہی کہ یہ روایت قریب ہی اُس روایت سے جو ابراہیم حموینی نے
ابوہریرہ اسلمی سے نقل کی ہی اور یہ اتفاق فریقین کے محدثین کا ظاہر ہی اور اُسی سے جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد
اپنی ابوہریرہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین جناب رسولؐ خدا کی خدمت مین حاضر ہوا تھا جن حالون کے آیہ
انما انت منذر ولکل قوم ھاد نازل ہوا تھا پس آنحضرت نے اُسکی تلاوت ہم سب پر فرمائی اور فرمایا کہ انا المنذر اتعرفون
الھادی قلنا لا یا رسول اللہ قال ھو خاصف النعل فطولت الاعناق اذ خرج علینا علی علیہ السلام من بعض الحجر وبیدہ نعل رسول اللہ یعنی مین منذر
ہون اور آیا تم ہادی کو پہچانتے ہو ہم سب نے عرض کیا کہ نہین ای رسولؐ خدا یہ سُنکر فرمایا کہ جو نعل کا ٹانکنے والا ہی
پس ہم سب نے گردنین بلند کین سہین دیکھا کہ ایک حجرے سے جناب امیر علیہ السلام تشریف لاتے ہین اور
نعل مبارک جناب رسولؐ خدا کا حضرت کے دست حق پرست مین ہی ثم التفت الینا وقال الا انہ المبلغ عنی والامام بعدی
وزوج ابنتی وابو سبطی فنحن اھل بیت اذھب اللہ عنا الرجس وطھرنا تطھیرا من الدنس یقاتل بعدی علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل ھو ابو
الائمۃ الزھر فقیل یا رسول اللہ وکم الائمۃ بعدک قال اثنی عشر عدد نقباء بنی اسرائیل ومنا مھدی ھذہ الامۃ یملأ اللہ الارض قسطا وعدلا کما
ملئت ظلما وجورا لا تخلو الارض منھم الا ساخت باھلھا یعنی بعد اُسکے جناب رسالتمآبؐ ہم اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آگاہ رہو
کہ وہ خاصف نعل جیسے فرمایا تھا وہ میری طرف سے تبلیغ کریگا اور وہ بعد میرے امام ہی خلق مین اور وہ شوہر ہی

میری بیٹی کا اور باپ ہی میرے نو ہون کا جو میرے فرزند ہین اور یہ مین فخر کرتا ہون کہ ہم وہ اہلبیت ہین کہ جنسے
حق تعالیٰ نے رجس و شک کو دور فرمایا ہی اور ہمین دنس و نجاسات سے پاک فرمایا ہی جو حق پاک کرنے کا ہی
اور یہ تاویل قرآن کے لیے اسطرح مقاتلہ کریگا جیسا اسکی تنزیل کے لیے مقاتلہ کیا وہی امام برحق ہی اور
باپ ہی امامون کا جو نازل ہین اسکے بعد آنحضرت سے عرض کیا گیا کہ ای پیغمبر خدا کتنے امام آپ کے بعد ہونگے
فرمایا کہ بارہ امام ہونگے موافق عدد نقیبان بنی اسرائیل کے اور ہمین سے مہدی اس امت کا ہوگا جو زمین کو
عدل و انصاف سے خدا اسکے ذریعہ سے بھر دیگا جیساکہ وہ پراز ظلم و جور ہوے تھے اور زمین ان ائمہ سے خالی نہ رہیگی
اور جب وہ نہ رہینگے تو زمین بھی نہ رہیگی اور غائب ہو جائیگی یعنی قیامت آئیگی اور اسی سے ہی جو سلیم بن قیس ہلالی نے
قیس بن سعد کی حدیث مین جو اسنے معاویہ سے کہا روایت کی ہی قال قیس فانزل فی امیرالمومنین علی علیہ السلام انما انت
منذر و لکل قوم ھاد یعنی قیس نے کہا کہ علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا ہی انما انت منذر و لکل قوم ھاد اور
اسی سے ہی جو عیاشی نے اپنی تفسیر مین باسناد اپنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے
اپنے آباے کرام کے ذریعہ نقل سے فرمایا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے حق مین نازل ہوی یہ آیت
انما انت منذر و لکل قوم ھاد پس فرمایا رسولؐ خدا نے کہ انا المنذر و انت الھادی یا علی فمنا الھادی و النجاۃ و السعادۃ الی یوم القیامہ
یعنی مین منذر ہون اور تم ہادی ہو ای علی ابن ابیطالب پس ہادی اور نجات و سعادت ہمسے روز قیامت تک ہی
اور اسی سے ہی جو حسین بن عطا نے جناب امام ابوجعفرؑ سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے فالنبی المنذر و
بعلی یھتدی المھتدون یعنی پیغمبر خدا منذر ہین اور علی ابن ابیطالب سے ہدایت پائینگے ہدایت پانے والے
اور اسی سے ہی جو جابر نے جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہی کہ فرمایا النبی المنذر و علی الھادی اور ابن
شہر آشوب نے کہا ہی کہ صنف احمد بن محمد بن سعید یعنی ابن عقدہ کتابا فی قولہ تعالی انما انت منذر و لکل قوم ھاد انہا نزلت فی امیرالمومنین
یعنی احمد بن محمد بن سعید نے جو ابن عقدہ ہی ایک کتاب مستقل تصنیف کی ہی خاص اس بارے مین کہ یہ آیت نازل
نہین ہوی مگر امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے مین راقم رسالہ کہتا ہی کہ صاحب عقل سلیم پر کسی طرح
پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ اس اتفاق رواۃ اور کثرت روایات سے یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ اب گنجائش اسکی
نہین ہی کہ کوئی شخص اس آیت کے معنی مین کسی اور اختلاف کی طرف متوجہ ہو کیونکہ جتنے اقوال اختلافی مفسرین کے
پیشتر مذکور ہوے وہ سب شاذ ہین اور سیر فریقین کا اتفاق اور قرآن کے معنی کوئی دل سے پیدا نہین کر سکتا
اسی طرح جب یہ ثابت ہو جاے کہ مبلغ وحی نے اسکے معنی خاص فرماے تو اسکے سوا معانی لغوی معتبر نہین اور
جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ یہ معنی اس آیہ کے پیغمبر خدا نے فرمائے تو اسکے سوا مراد آیت کوئی نہین اور یہی مراد ہی
تو اب محل انصاف ہی کہ جو خدا کی طرف سے ہر قوم کا ہادی ہی وہی لائق امامت و خلافت رسولؐ کے ہوگا اور

اُسکے ہوتے دوسرا ہرگز سزاوار اس عہدے کے نہین ہی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی اور وہ ہادی سوا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے اور بعد انحضرت کے گیارہ معصوم انکی اولاد کرام سے ایک بعد دوسرے کے ہین جنکے نام مشہور ہین اور یہ آیہ کریمہ بنا بر اس تفسیر کے جو روایات مستفیضہ عامہ وخاصہ کی روسے وارد ہوئی ہی دلالت ظاہر اسی پر کرتی ہی جو فرقہ ناجیہ رضوان اللہ علیہم کا مسلک ومذہب ہی کہ کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہین رہتا اور ہر عصر مین ایک حجت خدا کی بندون پر رہتی ہی یا پیغمبر یا وصی پیغمبر یا وہ امام جو خلق کو دین خدا اور اسکی بندگی کی طرف ہدایت کرے اور گمرہی وضلالت سے نگاہ رکھے اور عقل بھی اسکے لیے شاہد عادل ہی اور بعد جناب رسالتمآب کے وصی انکے جو خلیفہ بلا فصل رسولؐ اور امام اول جناب علی ابن ابیطالبؑ تھے اور اب اس زمانے مین وہ ہادی امام دوازدہم جناب العصر علیہ السلام وعلی ابائہ الکرام ہین والحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ لیکن جب اس آیت سے اثبات خلافت جناب امیر علیہ السلام کے لیے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے استدلال کیا کہ جمہور نے نقل کیا ہی ابن عباس سے کہ کہا انھون نے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ مین منذر ہون اور علی ابن ابیطالبؑ ہادی ہین اور راہ علی تمسے ہدایت پائینگے ہدایت پانے والے انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ اسکے جواب مین موافق اپنی عادت کے فاضل روزبہان نے طریق عناد وتعصب کو اپنے اسطرح ظاہر کیا کہ کہا ہم کہتے ہین کہ یہ مضمون تفاسیر اہلسنت مین نہین ہی اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ دلالت اسپر کرتا ہی کہ علی ہادی ہین اور وہ مسلم ہی اور اسی طرح اصحاب رسولؐ ہدایت کرنے والے ہین بسبب قول جناب رسولؐ کے جو فرمایا ہی اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور کوئی دلالت اسمین نص ہونے پر نہین ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور عاقل خبیر پر پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ جو کچھ ہمنے روایات واقوال مفسرین ومحدثین اہلسنت سے نقل کیے ہین اس سے صاف ظاہر ہی کہ کس کثرت سے اس مضمون کو علماے اہلسنت نے نقل اپنی مصنفات مین کیا ہی پھر اُس سے انکار کرنا پھر اُسے یہ کہنا کہ تفاسیر اہلسنت مین نہین روز روشن سے انکار ہی اور بس کافی ہی سمجھنے کو یہ بات جس سے یقین ہوتا ہی کہ اسی طرح اُنکے اکابر نے بعد جناب رسولؐ خدا کے خلافت امیر المومنین علیہ السلام سے اور واقعہ روز غدیر سے بھی انکار کیا ہوگا کیونکہ جو کچھ پیشتر اقوال وروایات حضرات اہلسنت مذکور ہوے اُنسے صاف واضح ہی کہ امام حضرات اہلسنت نے اپنی تفسیر مین اسے نقل کیا ہی اور ابن عقدہ نے کتاب اس آیہ کی تفسیر مین مستقل لکھی ہی اور اُسمین روایات جو دلالت اسپر کرتی ہین کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین کی شان مین نازل ہوا ہی نقل کی ہین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین طرق مختلفہ متعددہ سے اسے نقل کیا ہی پھر اسکے بعد یہ کہنا کہ اہلسنت کی تفسیرون مین نہین ہی بہت وقاحت وبے شرمی ہی اور انحضرت کا اہلسنت سے خارج کرنا ہی لیکن اگر یہ حضرات فرقہ اہلسنت مین بھی نہ شمار کیے جائین تو اسلام ہی کے طبقہ سے باہر ہوجائینگے کیونکہ شیعہ کوئی انھین کہہ نہین سکتا پھر کس مین معدود ہو سکتے ہین اور یقین ہی کہ اسپر اہلسنت بھی

راضی نہونگے غرض اس انکار کی خرابیان سب انہیں کی طرف جنسے عود کرتی ہین وہ ظاہر ہے اور جو فاضل مذکور نے کہا ہی کہ اگر یہ صحیح بھی ہو تو دلالت اسپر کرتا ہی کہ جناب علی ہادی ہین الخ اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ بعد انکار کرنے کے کچھ متنبہ ہوے اور ڈرے کہ شیعہ جب تعاقب کرینگے تو اسوقت فضیحتی زیادہ ہوگی اسلیے فوراً دوسری راہ اختیار کی اور کہا کہ دلالت اس آیہ مین جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ہادی ہونے پر ہی اور وہ مسلم ہین اور اسمین بھی انکا قصور ظاہر ہی کیونکہ دلالت آیہ کی مجرد اصل و ہدایت پر نہین ہی بلکہ کمال ہدایت پر ہی اور یہ کہ ہدایت امت محمدؐ کی منحصر انہین حضرت مین ہی کیونکہ انما کے بعد ہی جو دلالت حصر ہدایت پر آنحضرت مین کرتا ہی اور یہ خصوصیات زائدہ اُس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ حضرت پیغمبر خدا کے مقابل واقع ہین کہ ایک مین انذار کا انحصار ہی اور دوسرے مین ہدایت کا انحصار ہی دلیل اسکی ہین کہ جنھون نے آنحضرت سے منازعہ امر خلافت مین کیے اُنہنے حقیقت مین اُن جناب کو تقدیم ہی اور احق خلافت جناب رسالتمآبؐ کے لیے وہی جناب تھے کیونکہ مطلق ہدایت کا منحصر ہونا آنحضرت مین مقتضی اس امر کو ہی کہ جمیع اوقات مین وہی حضرت ہادی تھے اور یہ ثابت ہوا قول خدا تعالی سے مجملاً اور جناب رسالتمآبؐ کے ارشاد سے مبیناً جیسا کہ فرمایا یا علی بک یھتدی المھتدون کیونکہ صیغہ مضارع نے زمان حال و استقبال دونون کو لے لیا اور باوجود موجود ہونے ایسے ہادی کے جو منصوص بنص خدا و رسول ہو دوسرا احق خلافت نہین ہو سکتا اور بعد تسلیم ہدایت جو فاضل مذکور نے اپنے تعصب مذہب سے یہ چاہا کہ اس ہدایت کو مثل دیگر اصحاب نبی کے گردان کر اس خصوصیت کو باطل کیجیے کہ تا شیعہ کی استدلال ضعیف ہو یہ بھی اُنکا خیال خام تھا کیونکہ اوّل مقابلہ قرآن کا احادیث سے نہین ہو سکتا اور یہ ہدایت بنص قرآنی ثابت ہی اور سوا آنحضرت کے دوسرے کے اثبات ہدایت کو قرآن ناطق نہین علاوہ اسکے جس روایت کو صحابون کے ہادی ہونے کے اثبات مین نقل کیا ہی اُسکا خود حال یہ ہی کہ از جملہ روایات موضوعہ کے ہی جو زمان سلاطین امیہ مین بنائی گئین اور معنی کی راہ سے مستقیم نہین ہی اور خود جو ثقہ حضرات اہلسنت سے ہین وہ اُن اخبار مین انکار و تامل کرتے ہین اور موضوع ہونے کی اُن اخبار کی گواہی دیتے ہین جیسا کہ بعض کا اُنمین سے پیشتر بیان ہو چکا ہی پھر ایسی روایت سے مقابلہ قرآن کا کرنا یہ بھی فاضل روزبہان کا کام ہی سوا اسکے یہان کچھ نہین کہہ سکتے کہ تعصب مذہب نے چشم انصاف پر پردہ ڈال دیا ورنہ ایسی بات کبھی نہ کرتے بالجملہ جب یہ وہ کہہ چکے تو ہمکو ضرور ہوا کہ اب حقیقت اس روایت کی ظاہر کرین تا کہ حال واضح ہو جناب مولنا ے شوستری مرحوم نے اسکے جواب مین فرمایا ہی کہ اس روایت مین آثار وضع و بطلان کے ایسے ظاہر ہین کہ پوشیدہ نہین ہو سکتے کیونکہ یہ قول جسے وہ کہتے ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم اسکی نسبت یہ پوچھا جاتا ہی کہ یہ قول حضرت نے اصحاب و غیر اصحاب دونون کے لیے فرمایا یا اصحاب کے لیے فقط فرمایا اورون کے لیے نہین یا غیر اصحاب کے واسطے

فرمایا پھر اگر حضرات اہلسنت کہین کہ اصحاب و غیر اصحاب دونون کے واسطے فرمایا تھا یا اصحابون کے لیے فرمایا تھا غیر اصحاب کے لیے نہین فرمایا تو ہم کہینگے کہ آیا کلام فصیح محکم ہین یہ مستقیم و درست ہی کہ وہ حضرت اپنے اصحابون کے واسطے یہ فرماتے کہ میرے اصحاب مثل تارون کے ہین جنکے ساتھ تم اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے کیونکہ مقتدی اور ہادی دونون ایک ہوے جاتے ہین اور اگر کہین کہ غیر صحابہ سے یہ خطاب فرمایا تھا تو ہم کہینگے کہ آیا کوئی خبر اس مضمون کے ساتھ ایسی جانی گئی ہی کہ وہ معروف و مجمع علیہ ہی یا تمھاری عقول و آرا نے اُسے پیدا کیا ہی اور دل سے اپنے بنایا ہی کیونکہ صحابہ وہی وہ ہین جو اسکے راوی ہین بلکہ تنہا عمر بن الخطاب اسکے راوی ہین پس اگر جناب رسالتمآبؐ نے غیر صحابہ کے واسطے اسے فرمایا ہوتا تو صحاب اس خبر کو بھی بیان کرتے اور کہتے یا عمر بن الخطاب کہتے کہ پیغمبر خدا نے جو شخص غیر صحابہ سے ہالام قبول کرے اسکے لیے فرمایا ہی اصحابی کالنجوم اور جب تمھاری نقل مین تخصیص کا بیان نہین ہی تو تمھارا ادعا اس بارے مین ہی وہ باطل ہوا اور کاشف اسکا وہ ہی جو کتاب شفا قاضی عیاض مالکی کے شارح نے ذکر کیا ہی اپنی کتاب مین جہان کہا ہی کہ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جان تو حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم دارقطنی نے فضائل مین اور ابن عبد نے علم مین اپنے طریق سے جابر کی حدیث سے لکھا ہی اور کہا ہی کہ یہ اسناد ایسی ہی کہ اس سے حجت قائم نہین ہوسکتی اسلیے کہ حارث بن غصین مجہول ہی اور مضمون عبد بن حمید نے اپنی مسند مین روایت کیا ہی روایت عبدالرحیم بن زید سے کہ اُسنے مسیب سے اُسنے عمر سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ بزار منکر ہی صحیح نہین ہی اور ابن عدی نے اسے روایت کیا ہی کامل مین روایت سے حمزہ بن ابی حمزہ نصیبی کی کہ اُسنے نافع سے کہ اُسنے عمر سے بلفظ بایہم اخذتم اقتدیتم روایت کی ہی اور اسکی اسناد ضعیف ہی بسبب حمزہ کے کہ وہ متہم دروغ گوئی و کذب کے ساتھ ہی اور روایت کیا ہی اُسے بیہقی نے اپنی مدخل مین ابن عباس کی حدیث سے اور کہا ہی کہ متن اسکا مشہور ہی اور اسناد اسکی ضعیف ہی نہین ثابت ہوا ہی اُسمین اس باب مین کوئی اسناد اور ابن حزم نے کہا ہی کہ وہ مکذوب موضوع و باطل ہی اور حافظ زین الدین عراقی نے کہا ہی کہ شائستہ مصنف کے لیے یہ تھا کہ اس حدیث کو بصیغہ جزم نہ ذکر کرتا جبکہ حال اسکا نزدیک علماے فن کے جانا جاچکا تھا انتہی ترجمہ کلام شارح الشفاء اور یہ قول اسکا حضرات اہلسنت کے رد کرنے کو کافی ہی اور اگر اس روایت کو ہم صحیح بھی فرض کرین جب بھی جیسا فاضل روزبہان نے اُسے مرتبہ اطلاق مین ذکر کیا ہی یہ کسی طرح ممکن نہین ہوسکتا کیونکہ اگر سب صحاب نبی اچھے اور اُنسے اقتدا صحیح ہو تو صحاب نبی سے ناکثین و قاسطین و مارقین بھی تو تھے اور جو اُنکے حق مین اور اُنکے اتباع کے حق مین نازل ہوا ہی وہ معروف ہی اور اس سے لازم آتا ہی کہ مقتدی اُسکے جو دین مین بارق ہی مہتدی ہو بھی اور بعض ناس سے وہ ہی جسنے قتل عثمان مین اقتدا صحابہ کا کیا ہی یا سب کا اور یہ خلافی مسئلہ ہی یا بعض کا اُنکے اور یہ اتفاقی ہی پھر اگر اس حدیث کے موافق فاضل روزبہان اسپر راضی ہوجائین کہ سب

اچھے

قتل عثمان میں مہتدی تھے تو اس سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے پس معین یہ ہوتا ہے کہ مراد اصحاب سے
جو روایت مذکور میں ہے افاضل صحابہ ہیں جو متصف بمزایائے علم وکمال ہیں کیونکہ ایسے ہیں کہ اُنسے ہدایت
پا سکتے ہیں سب جیساکہ نجوم سے ہدایت پاتے ہیں اور اس تخصیص کے موافق ابن حجر نے صواعق میں اپنی
اُس روایت کے جو آنحضرت نے فرمایا ہے النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لامتی توجیہ کی ہے اور اگر ارادہ خاص کا
نہو تو بہت سے مفاسد لازم آئینگے جیساکہ بعض کی طرف اسکے اشارہ کیا گیا ہے جملہ اور شعر فارسی شاعر کا مشہور ہے
صحابہ گرچہ جملہ کالنجوم اند- ولی بعضی کواکب نحس وشوم اند پس چاہیے کہ فاضل روزبہان اور اُنکے اتباع فکر و
غور کریں کہ ہدایت اُمت کے لائق وہ متصف ہو سکتا ہے جو لوح محفوظ کا مطالعہ کر سکتا ہے موافق شہادت ابن حجر
عسقلانی کے جو شرح صحیح بخاری میں انھون نے یہ مضمون لکھا ہے اور پر گذرا اور وہ فرماتا ہے کہ سلونی عما دون العرش اور
مثل اِسکے جو دلالت اِسپر کرتا ہے کہ علم اسکا بہت زیادہ ہے یا وہ شخص کہ جو لفظ کلالہ و اب کے معنی بھی قرآن سے جانتا ہو
یا وہ شخص جو اِسکا اعتراف کرے کہ گھر کی بیٹھنے والیان یعنی عورتین اُس سے زیادہ فقہ جانتی ہیں اور سترباراُسنے
کہا ہو کہ لولا علی لھلک عمر وھذہ معضلۃ ولا ابا حسن فیھا بعد اسکے مولانائے شوستری نے ایک تقریر لطیف بے عدیل
موسوم بتکمیل جمیل اس جگہ فرمائی ہے محصل اُسکا یہ ہے کہ شایستہ ہے کہ جانا جائے کہ جب کوئی حدیث کہ اسکی روایت
طرق اہلسنت کے موافق ہوئی ہو دلالت کرے اسپر کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب افضل ہیں یا کسی فضیلت پر
جو مخصوص آنحضرت کے ساتھ ہے دلالت کرے جیساکہ ہمارے شیعون میں خبر خاص کی دلالت ہے اور پھر کوئی ایسی حدیث
اُنکے طرق کے موافق پائی جائے جو آنحضرت کے غیر کے افضل ہونے پر یا اسکے منفرد ہونے پر اُس صفت کے ساتھ
یا اسکے شریک ہونے پر آنحضرت کے ساتھ اُس صفت میں دلالت کرے تو عقل سلیم بالضرورہ حکم کرتی ہے کہ پہلی حدیث
صادق ہے اور دوسری کاذب ہے جیساکہ میرے والد نے اپنی بعض تالیفات میں اسکی توضیح کی ہے جہان کہیں کہا ہے
کہ ارباب عقل پر پوشیدہ نہ رہے کہ اجتماع نقیضین اور اسی طرح ارتفاع نقیضین کا دونون محال ہیں پس واقع میں نہوگا
مگر ایک اُن دونون کا پس کہتے ہیں ہم کہ اسوقت کہ ہم اکثر احادیث پاتے ہیں جو عندالجمہور معتبر ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں
کہ وہ صحاح سے ہیں جنمیں ایک ہی ناقل نے نقل کیا ہے ایک ثانی سے دلالت واضحہ و صریحہ اسپر کرتی ہے کہ مولانا
امیر المومنین علیہ السلام افضل ہیں اور دوسرے اُن جناب کے غیر کی افضلیت پر دال ہے جنمیں انھون نے اپنے زعم
فاسد میں آنحضرت پر تفضیل دی ہے پس بالضرورہ یہ ناقل دونون حدیثون کی نقل میں صادق نہوگا کیونکہ اُن دونون میں
تناقض ہے اور اسی طرح دونون کی نقل میں کاذب بھی نہوگا کیونکہ کل کا طرح کر ڈالنا اصول کے مخالف ہے پس
باقی رہا یہ کہ وہ ناقل ایک میں سچا ہو اور دوسری نقل میں جھوٹا ہو پس اگر کہیں کہ اُنکا ناقل اُس روایت کی
نقل میں جو حق علی ابن ابیطالب ہے جھوٹا ہے اور جو آنحضرت کے غیر کے حق میں نقل کی ہے سچا ہے تو ہم اُسے نہ مانینگے

اور منع کرینگے کیونکہ جسنے اپنی دو روایتون مین سے ایک تطرق کیا ہی یعنی جھوٹ بنا لیا ہی تو اُسکی دوسری بھی
روایت معتبر نہوگی پس اِس سے ثابت ہوا کہ وہ اُس روایت کی نقل مین جو علی ابن ابیطالب کے حق مین ہی
صادق ہی اور دوسری مین کاذب ہی لیکن یہ بات نہ فقط اِس راہ سے ہی کہ اُنکے نقل کرنے والے کی نقل ہی بلکہ
اِسواسطے کہ ہمنے اخبار صحاح متواترہ کو جو مروی ہین معصومین علیہم السلام سے اور بڑے بڑے صحابیون سے جو منتجبین مؤیدین
ہوئے اُن روایات کا پایا ہی جو اُنکے روایت کرنے والے روایت کرتے ہین اور وہ اخبار صحاح متواترہ توثیق کرتے ہین
اُن اخبار کی جنھین اُنکے ناقلین وثقاۃ نے نقل کیا ہی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم رسالہ کہتا ہی کہ اوائل مین
اِس کتاب کے انارۂ چہارم مین کچھ بیان احوال اصحاب نبی کا ہو چکا ہی جسکے دیکھنے سے عاقل کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہی
کہ جمیع اصحاب اچھے نہ تھے اور مجرد ادراک صحبت نبی کا اِسلیے کافی نہین کہ اُس سے وہ شخص اچھا سمجھا جائے یا لائق
اُسکے ہو کہ اُسکے ساتھ اقتدا باعث ہدایت ہو ورنہ لازم آتا ہی کہ قاتل عمار یاسر بھی مہتدی ہو اور پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ تقتلہ
الفئۃ الباغیۃ اور خدا نے قرآن مین فرمایا ہی کہ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ اور یہ صریح ہی کہ جب تک
باغی مقام بغی مین ہی تو حکم خدا سے جدا ہی اور حق و ہدایت سے محروم ہی اور بھی چاہیے کہ بسر ابن ارطاۃ ملعون جسنے
دو بچون کو عبداللہ بن عباس کے جو کم سن تھے ذبح کیا وہ بھی مہتدی ہو کیونکہ وہ بھی صحابہ سے تھا اور لازم آتا ہی
کہ عمرو عاص و معاویہ بھی اور جو اِنکے امثال سے تھے وہ بھی مہتدی ہون اور جو صحابہ سے جماعت ایسی تھی کہ زنا کرتی تھی
اور شراب پیتی تھی مثل ابی محجن ثقفی کے وہ بھی مہتدی ہون اور جو جماعت صحابہ سے مرتد ہو گئے مثل طلحہ بن خویلد کے وہ بھی
بمقتضاء اِس روایت کے ایسے ہون کہ جو اُنسے اقتدا کرے وہ مہتدی ہو اور اِسکا جو حال ہی وہ ظاہر ہی پھر در حقیقت
یہ روایت بھی از جملہ اُن روایات موضوعہ کے ہی جسے متعصبان زمان دولت امویہ نے وضع کیا ہو لا غیر کیونکہ بنی امیہ
پاس ایک جماعت ایسی تھی کہ وہ زبان سے اُنکی نصرت کرتی تھی اور یہ وہ اشخاص تھے جو ہاتھ سے مددگاری
نہ کر سکتے تھے بسبب اپنے عجز کے لڑائی سے اور ایک جماعت وہ تھی کہ دست و زبان دونون سے اُنکی مدد کرتے تھے
جیساکہ اِسکا ذکر بھی اوائل کتاب مین ہو چکا ہی پھر اِس روایت کے ذریعہ سے سب کو ہادی کہنا اور اُس ہادی سے
مساوات کا ارادہ کرنا جسے خدا و رسولؐ نے ہادی فرمایا اور حق تعالی نے اُسے عالم علوم اولین و آخرین کا کیا اور
پیغمبر خدا نے دروازے علوم کے اُسپر کھولے اور جو علوم حق تعالی نے اُنھین عطا فرمائے تھے وہ سب اپنی حیات
مین اور وقت انتقال تک اُنھین سپرد فرمائے بعید از انصاف اور ناشی تعصب و عناد سے ہی اور یہ ایسی بات ہی
کہ جسے ادنی بصیرت ہو وہ دریافت کر سکتا ہی و من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور سیزدہم آیہ وافی ہدایہ
و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد یعنی از جملہ مردم کے وہ شخص ہی جو بیچتا ہی اپنی جان کو خوشنودی
خدا کے جاننے کو اور خدا مہربان ہی اپنے بندون پر اور احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ طرق عامہ و خاصہ سے وارد ہوئی ہین

...سیزدہم
ومن الناس
من یشری
نفسہ ابتغاء
مرضات اللہ
واللہ رؤف
بالعباد

اِس مضمون سے کہ یہ آیہ شان میں جناب امیر المومنین کی نازل ہوا جبکہ کفار قریش نے متفق ہو کر یہ ارادہ کیا تھا
کہ جناب رسول خدا کو قتل کریں اور وہ حضرت خدا کی طرف سے اس امر پہ مامور ہوے تھے کہ پوشیدہ ہو جائیں
اور غار میں تشریف لیجائیں اور کفار قریش اُس رات میں گرد دولت سرائے جناب پیغمبر خدا آئے اور انتظار کرتے تھے
کہ صبح ہو تو اپنے ارادۂ فاسدہ کو ظاہر کریں اُسوقت حکم حق تعالیٰ کا ہوا اپنے رسول کے واسطے کہ اپنی خواب گاہ پر
جناب امیر المومنینؑ کو سولائیں کہ تا کفار یہ گمان کریں کہ پیغمبر خدا موجود ہیں اور جناب رسولؐ خدا بیرون شہر مکہ
تشریف لیجائیں جب پیغمبر خدا نے اِس بشارت کو حضرت امیرؑ سے فرمایا اور آنحضرت نے اِس حکم کی تعمیل میں اپنی
جان شیرین کو جان سرور عالمیان پر نثار فرمانا چاہا اور سجدۂ شکر بجالائے اور جناب رسول خدا کے بستر خواب پر
سوے اور برہنہ تلواروں کا مشرکین کی صدمہ اپنی جان بکرم پر خریدا اسوقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوا چنانچہ مصنف
حجت الخصام وغایت المرام نے موافق طرق حضرات اہلسنت کے گیارہ حدیثیں روایات تفسیری سے اس
آیہ کے باب خامس واربعون میں اپنی کتاب کے نقل کی ہیں از انجملہ وہ روایت ہے جسے عبداللہ بن احمد حنبل نے
بوسائط اپنے محدثین کے عمر بن میمون سے روایت کی ہے کہ کہا اُسنے کہ میں ابن عباس پاس بیٹھا تھا اسمیں دیکھا
میں نے کہ نو قبیلہ قبائل عرب سے آئے اور انھون نے کہا کہ اے ابن عباس یا تم ہمارے ساتھ اٹھو یعنی لڑنے کو
چلو یا ہم کو چھوڑ دو ان شخاص کی اطاعت کرنے کو یہ سنکر ابن عباس نے کہا کہ بلکہ میں تمھارے ساتھ اٹھونگا اور
اُس روز ابن عباس صحیح تھے یہ واقعہ قبل اُنکے ماندہ و بیکار ہونے کا ہے راوی کہتا ہے کہ بعد اُسکے وہ اقوام جو آئی تھیں
انھون نے باتیں کرنی ابن عباس سے شروع کیں وہ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کیا کہا اُسکے بعد میں نے دیکھا
کہ ابن عباس آئے اور اپنے کپڑے کو حرکت دیتے اور جھاڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ وائے ہو اور بدحال ہو
کہ ایسے شخص کے درپے ہوے ہیں کہ جس میں دس خصلتیں ہیں ایسے شخص کے بارے میں واقع ہوئی ہیں جسکے حق میں
پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہر آئینہ بھیجونگا میں ایسے شخص کو جسے کبھی خدا ہلاک نہ کریگا اور دوست رکھتا ہے وہ خدا و
رسول کو اور دوست رکھتے ہیں اُسے خدا اور رسول یہ کہکر ابن عباس نے کہا کہ پیغمبر خدا نے یہ فرما کر اِس مرتبہ جلیلہ سے
مشرف ہونے کو ہی کو طلب فرمایا جسنے یہ شرف حاصل کیا پس فرمایا آنحضرت نے کہ ابن علی یعنی علیؑ کہاں ہیں
کسی نے عرض کیا کہ چکی پیس رہے ہیں یہ سنکر فرمایا کہ کیا کوئی اور نہیں کہ چکی پیس لیتا ابن عباس نے کہا کہ اس
یاد فرمانے کے بعد جناب امیر علیہ السلام پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوے اِسطرح کہ آنحضرت کو آشوب چشم ایسا
شدید تھا کہ کچھ دیکھ نہ سکتے تھے ابن عباس کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے لعاب دہن مبارک کا اپنے آنحضرت کی چشم مبارک
میں ڈالا فوراً آنحضرت کو صحت ہو گئی اُسکے بعد جناب رسالتمآب نے علم کو اپنے تین بار دست مبارک سے اپنے
حرکت دی اور ہلایا پھر اُسے جناب امیر علیہ السلام کو عطا فرمایا بعد اُسکے وہ حضرت تشریف لیگئے اور فتح کے بعد

صفیہ کو جو حی ابن اخطب کی بیٹی تھی اپنے ہمراہ لیکر خدمت مین جناب رسول خدا کی آئے پھر ابن عباس نے کہا کہ اُسکے بعد پیغمبر خدا نے فلان شخص کو بھیجا سورہ براۃ کے ساتھ پھر اُسکے بعد علی کو بھیجا پس آنحضرت نے اُس سے اُس سورہ کو لے لیا اور فرمایا کہ اس سورہ کو لیکر نہ جائیگا مگر وہ شخص کہ وہ مجھسے ہی اور مین اُس سے ہون یا فرمایا کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہو اور فرمایا پیغمبر خدا نے اپنے چچا کی اولاد سے کہ کون تم مین سے ہی جو مجھسے ولایت و دوستی اختیار کرے دنیا و آخرت مین اور اُسوقت جناب امیرؑ اُن سب کے ساتھ بیٹھے تھے پس یہ سنکر عرض کیا آنحضرت سے کہ مین آپ سے ولایت و دوستی کرونگا دنیا و آخرت مین ابن عباس کہتے ہین یہ سنکر جناب رسولؐ خدا نے جناب امیرؑ کو تو چھوڑدیا کچھ جواب آنحضرت کو نہ دیا اور دوسرے شخص کی طرف اپنے بنی اعمام سے متوجہ ہوے اور فرمایا کہ کون تمسے میرے ساتھ موالات دنیا و آخرت مین کرنا چاہتا ہی اور ابن عباس نے کہا کہ تھے وہ حضرت جو سب سے پہلے ایمان لائے اور پیغمبر خدا نے اپنی چادر کو لیکر رکھا علی اور فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ پر اور فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور ابن عباس نے کہا کہ علی نے اپنی جان کو بیچا اور پیغمبر خدا کے کپڑے پہن کر انکی جگہ پر بیٹھے اُسکے بعد ابوبکر آیا اور علی خوابگاہ رسولؐ خدا پر آرام کرتے تھے اور ابن عباس نے کہا کہ ابوبکر یہ سمجھا کہ وہ حضرت پیغمبر خدا ہین اور ابن عباس نے کہا کہ یہ سمجھکر ابوبکر نے کہا کہ اے رسولؐ خدا ابن عباس نے کہا کہ یہ سنکر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ بتحقیق پیغمبر خدا بئر میمون کی طرف تشریف لیگئے ہین تو وہان اُنکی خدمت مین جا ابن عباس نے کہا کہ یہ سنکر ابوبکر روانہ ہوا اور راہ مین جناب رسولؐ خدا سے ملا اور اُن جناب کے ساتھ غار مین داخل ہوا اور ابن عباس نے کہا کہ جناب امیر علیہ السلام خوابگاہ رسول خدا پر تھے اور آنحضرت پر کفار سنگریزے پھینکتے تھے جیسا کہ رسول خدا پر پھینکتے تھے اور وہ حضرت آواز دیتے تھے اور سر اقدس اپنا چادر سے باہر نہ نکالتے تھے یہان تک کہ صبح ہوا اور سب شورش کرکے آئے بعد اُسکے حضرت نے سر مبارک کو اپنے کھولا اُسوقت اُن کافرون نے کہا کہ ہم تمہارے صاحب کو سنگریزے مارتے تھے اور وہ آواز بلند نہ کرتے تھے تم کیون صیاح کرتے ہو ہمین یہ برا معلوم ہوا اور ابن عباس نے کہا کہ سب آدمی غزوہ تبوک مین نکلے اُسوقت علی نے پیغمبر خدا کی خدمت مین عرض کیا کہ مین بھی آپ کے ہمراہ چلون یہ سنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تم مکان پر رہو یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام رونے لگے اُسوقت جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ آیا تم راضی نہین ہوتے اس سے کہ تم مجھسے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ کے ساتھ مگر فرق یہ ہی کہ تم نبی نہین ہو شائستہ نہین ہی کہ مین جاؤن مگر یہ کہ تم میرے مقام پر میرے خلیفہ ہو اور ابن عباس نے کہا کہ پیغمبر خدا نے آنحضرت سے فرمایا کہ تم مولیٰ ہو ہر مومن کے بعد میرے اور ہر مومنہ کے اور ابن عباس نے کہا کہ دروازے مسجد کے سب بند کیے گئے سوا علی ابن ابیطالبؑ کے دروازے کے کہ وہ بند نہین ہوا اور ابن عباس نے کہا کہ وہی حضرت حال جنب مین بھی مسجد مین داخل ہوتے تھے اور وہ مسجد انکی راہ تھی اُسکے سوا اُنکی کوئی دوسری راہ نہ تھی اور

ابن عباس سے نے کہا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ انتہی ترجمۃ الحدیث اور اسی حدیث کو روایت کیا ہی ابو المؤید موفق ابن احمد نے دوسرے طریق سے عمر بن میمون سے مگر اسمین یہ فقرہ وھو اولی بکل مؤمن بعدی نہیں ہے اور سب کچھ مثل اول ہے اور وہی سے ہی جو ثعلبی نے جزو اول مین سورۂ بقر کی تفسیر آیہ ومن الناس من یشری نفسہ الخ مین روایت نقل کی ہی خلاصہ اسکا یہ ہو کہ جب پیغمبر خدا نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو جناب امیر المومنین کو مکہ مین اپنی جگہ پر خلیفہ مقرر کیا اور چھوڑا تاکہ آنحضرت کے قرض کو ادا فرماوین اور جو امانتین لوگون کی آنحضرت کے پاس تھین معین ان اشخاص کو پہونچا دین اور پھیر دین اور آنحضرت سے یہ حکم فرمایا کہ جس رات مین کہ وہ حضرت مکہ سے نکل کر غار مین تشریف لیگئے اور سب کفار گھر گھیرے تھے اس شب کو آن جناب کے فرش خواب پر آرام فرماوین پس فرمایا کہ اے علی میری چادر خضری کو اوڑھکر میرے سونے کے مقام پر سو رہو اور انشاء اللہ کفار کے کوئی شر ورو مکارہ سے تمکو نہ پہونچیگا اسکے بعد جناب امیر علیہ السلام نے جسطرح پیغمبر خدا نے فرمایا تھا اسکے موافق بجا لائے بعد اسکے حق تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل پر وحی نازل فرمائی کہ مین نے تم دونون مین برادری عطا فرمائی اور ایک کی عمر کو دوسرے سے زیادہ مقرر کیا پس تمسے کون ہی کہ دوسرے کے لیے اپنی زیادتی عمر کی پسند کرے یہ سنکر دونون نے طول حیات کو لینے لیے ہر ایک نے پسند کیا کسی نے نہ چاہا کہ ہماری عمر کم ہو اسوقت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونون مثل علی ابن ابیطالب کے کیون نہین ہو جاتے کہ مین نے اسکے اور محمد کے درمیان برادری عطا فرمائی پس وہ خواب گاہ رسول پر سو رہا اور اپنی جان اسپر فدا کی اور انکی حیات کو اپنی زندگانی پر اختیار کیا یعنی اپنا مرنا اور محمد کا جینا پسند کیا اب تم دونون زمین کی طرف جاؤ اور اسکے دشمنون سے انکی حفاظت کرو پس وہ دونون آسمان سے نازل ہوئے اور جبرئیل جناب امیر کے سر کی طرف اور میکائیل آنحضرت کے پاؤن کے قریب کھڑے ہوئے اور جبرئیل نے کہا کہ مبارک ہو مبارک ہو جو تمہاری طرح ہو اے فرزند ابو طالب کہ حق تعالیٰ تمسے مباہات کرتا ہی اپنے فرشتون سے پس حق تعالیٰ نے حضرت پیغمبر خدا کے اوپر یہ آیہ جناب علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل فرمایا جن حالون کے وہ حضرت مدینہ کی طرف متوجہ تھے اور تشریف لیے جاتے تھے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ اور اسی جملہ سے ہی جو ثعلبی نے اپنی تفسیر مین بوسائط اپنی روات کے سدی سے روایت کی ہے کہ کہا اسنے کہ کہا ابن عباس نے کہ یہ قول عز وجل ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ شان مین جناب علی بن ابیطالب کی نازل ہوا جبکہ پیغمبر خدا نے بخوف مشرکین غار کی طرف تشریف لیجانا اختیار فرمایا تھا اور ابو بکر آنحضرت کے ساتھ تھے اور جناب امیر علیہ السلام نے خواب گاہ رسول خدا پر آرام فرمایا تھا اور اسی سے ہی جو ابو مؤید موفق ابن احمد خوارزمی نے بوسائط اپنے ثقات روات کے حکیم ابن جبیر سے کہ اسنے جناب علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا انحضرت نے پہلے سب سے جسنے اپنی جان کو بیچا رضائے الٰہی کے واسطے وہ علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہین اور جناب امیر علیہ السلام نے

جبکہ خواب گاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آرام فرمایا تھا تو یہ شعار فرماتے تھے وقیت بنفسی خیر من وطئ الثری ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر رسول اله خاف ان یمکروا به فنجاہ ذو الطول الاله من المکر فبات رسول اللہ فی الغار آمنا موقی وفی حفظ الالٰہ وفی ستر وبت اراعیہم وما یتہموننی وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر فقط اور مضامین علاوہ اُن روایات کے اور بھی اکثر روایات مین موافق طرق حضرات اہلسنت کے وارد ہین بخیال طول عمل انھین نقل نہین کیا اور اسی طرح اکثر روایات ہین موافق طرق امامیہ کے بھی وارد ہین چنانچہ مصنف مرحوم محقق الخصام نے باب سادس واربعون مین گیارہ روائتین اِس آیہ کی تفسیر مین موافق طرق امامیہ کے بھی نقل کی ہین کہ بعض اُنسے وہ ہین جو شیخ نے اپنی امالی مین بوسائط اپنے مشائخ حدیث کے حکیم ابن جبیر سے کہ اُنہنے جناب علی بن حسینؑ سے روایت کی ہے تفسیر قول خدا تعالی مین ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ مین فرمایا آنحضرت نے کہ یہ آیہ شان علی بن ابیطالبؑ مین نازل ہوئی جبکہ آنحضرت نے خواب گاہ رسول پر آرام فرمایا اور اُسی جملہ سے ہے جو شیخ نے اپنی کتاب مجالس مین بوسائط اپنی روایت کے سالم ابن ابی جعد سے کہ اُنہنے مرفوعاً جناب ابی ذر سے روایت کی ہے کہ جناب علی بن ابیطالبؑ اور عثمان وطلحہ وزبیر وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص کو عمر بن خطاب نے حکم دیا تھا کہ یہ سب ایک گھر مین داخل ہون اور دروازہ اُنپر بند کیا جاے اور تین روز تک کے لیے مہلت دی تھی کہ اس مدت مین اپنے بارے مین مشاورت کرین پھر اگر اسکے بعد پانچ شخص ایک بات پر موافق ہون اور ایک شخص کی راے سب کے مخالف ہو تو وہ مخالفت کرنے والا قتل کیا جاے اور اگر چار شخص ایک قول پر متفق ہون اور دو شخص کی راے ایک ہو تو دونون شخص قتل کیے جائین پھر جبکہ سب ایک راے پر متفق ہو چکے تو اُنسے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تم مجھسے جو مین کہون اُسے سنو اور اگر وہ حق ہو تو اُسے قبول کرو اور اگر باطل ہو تو اُس سے انکار کرو سب نے کہا کہ وہ فرمائیے یہ سنکر حضرت نے اپنے فضائل یاد دلانے شروع کیے سب بالاتفاق تصدیق کرتے تھے اِسی بیان مین آنحضرت نے فرمایا کہ آیا کوئی تم مین ہے جسکی شان مین یہ آیہ نازل ہوا ہے ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ جب مین نے پیغمبر کی وقایت لیلۃ الفراش مین کی تھی سوا میرے سب نے اقرار کیا کہ نہین مورد اِس آیہ کا آپکے سوا کوئی ہم مین نہین ہے اور اُسی جملہ سے ہے جو شیخ نے اپنی مجالس مین بوسائط اپنے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ کہا اُنسے کہ جب پیغمبر خدا غار کی طرف تشریف لیگئے اور آنحضرت کے ساتھ ابوبکر تھے تو جناب رسولؐ خدا نے حضرت امیر سے حکم فرمایا تھا کہ آنحضرت کی خواب گاہ پر چادر اُن جناب کی اوڑھکر سو رہین پس موافق حکم رسولؐ خدا جناب امیر علیہ السلام خواب گاہِ رسول پر اپنے مارے جانے پر آمادہ ہوکر سوے اور قریش اپنے اپنے گھرون سے بارادہ قتل کرنے جناب رسول خدا کے آئے جب ارادہ اُنھون نے یہ کیا کہ تلوارین اُن جناب پر مارین تو اُسوقت اُنھین کچھ شک اِسمین نہ تھا کہ پیغمبر خدا آرام کرتے ہین اِس یقین پر تو کمال عداوت عصبیت سے کہا کہ اُنھین جگا دو کہ تا قتل مع

اذیت پائین اور شمشیرہاے برہنہ کو دلیھین کہ کیونکر چھین لیتے ہین پھر جب یہ لوگ انحضرت کو جگایا تو دیکھا کہ علی ہین یہ دیکھکر انحضرت کو چھوڑ دیا اور پیغمبر خدا کے ڈھونڈھنے کو سب متفرق ہوے پس حق تعالی نے یہ آیہ نازل فرمایا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ اور یہی سے ہی جو سید رضی علیہ الرحمہ نے کتاب خصائص مین باسناد مرفوع روایت کی ہی کہ راوی نے کہا کہ ابن کوا نے جناب امیرؑ سے کہا کہ اسوقت آپ کہان تھے جبکہ حق تعالی نے اپنے پیغمبر اور ابابکر کا ذکر قرآن مین فرمایا ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا یہ سنکر انحضرت نے فرمایا کہ واے ہو تجھپر ابن کوا مین فراش رسول خدا پر تھا جن حالون کہ چادر پرانکی لیٹا تھا پس قریش آے اسطرح کہ ہرشخص پاس انکے عصا تھا جس مین لوہے کے کانٹے تھے پس یہان پہونچکر انھون نے جناب رسول خدا کو نہ دیکھا کیونکہ وہ حضرت جاچکے تھے پس وہ سب میری طرف متوجہ ہوے اور جو انکے ہاتھ مین تھا اس سے مجھے مارنے لگے جس سے تمام بدن میرا چور ہو گیا جیسے بیضہ مرغ چور ہو جاتا ہی جب اسے صدمہ پہونچتا ہی پھر وہ اس ارادے سے چلے کہ مجھے مار ڈالین پس بعضون نے انسے کہا کہ آج کی رات اسے قتل نہ کرو لیکن پھر مارنا اور محمدؐ کو ڈھونڈھو یہ سنکر انھون نے مجھے زنجیر آہنی سے باندھا اور ایک گھر مین مجھے رکھکر بند کیا دروازے پر اسکے قفل لگایا پس مین اسی حال مین تھا کہ ناگاہ ایک طرف سے گھر کے مجھے آواز آئی کہ کوئی شخص کہتا ہی یاعلی پس اس آواز کے ساتھ جو درد میرے بدن مین تھا اور مجھے اس سے اذیت تھی وہ ساکن ہوگیا اور جو ورم میرے بدن مین تھا وہ جاتا رہا پھر اسکے بعد دوسری بار سنا مین نے کہ کوئی کہتا ہی یاعلی پس اس آواز کے ساتھ ہی جو میرے پاؤن مین زنجیر آہن انھون نے ڈالی تھی وہ کٹ گئی پھر اسکے بعد اور آواز مین نے سنی کہ کوئی کہتا ہی یاعلی اسکے ساتھ ہی مین نے دیکھا کہ جو دروازہ پر اس مکان کے زنجیر و قفل تھا وہ گر گیا اور دروازہ کھل گیا اسوقت مین اٹھا اور نکلا تو دیکھا مین نے کہ وہ نگہبانی کو اس دروازہ کی ایک زن عجوزہ کو بٹھا گئے تھے کہ وہ نہ دیکھتی تھی نہ سنتی تھی دروازے کی حرست کرتی تھی پس مین اسکے آگے سے نکلا اور وہ ایسی غافل تھی سونے سے کہ کچھ نہ سمجھی بالجملہ اسی طرح کی روایات موافق طرق امامیہ کے بھی بہ کثرت وارد ہین جنسے ثابت ہی کہ یہ مضمون اخبار متفقہ بین الفریقین سے ثابت ہی اسی لیے جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کو بمقام ذکر نصوص قرانیہ جو اثبات امامت مین جناب وصی حقیقی کی الکھین ہین نقل فرمایا لیکن فاضل روزبہان کی رگ تعصب حرکت مین آئی اور کچھ ان اخبار و احادیث کثیرہ اور اقوال مفسرین پر اپنے نظر نہ کی بلکہ اعماض عین کرکے بے تکلف حق پوشی کی نظر کہا کہ مفسرین نے اختلاف کیا ہی کہ یہ آیہ کس کی شان مین نازل ہوا ہی بہتون نے انسے کہا ہی کہ یہ آیہ صہیب رومی کے حق مین نازل ہوا ہی اور وہ ایک شخص غریب تھا مکہ سے پھر جب پیغمبر خدا نے مکہ سے مہاجرت فرمائی تو اسنے بھی ہجرت کا قصد کیا تو قریش اسے مانع ہوے اسوقت اسنے کہا کہ اے معاشر قریش تم جانتے ہو کہ میرے پاس مال

بہت ہی اور مین مال اپنا تمھارے واسطے چھوڑتا ہون تم مال لو اور مجھے چھوڑ دو کہ مین راہ خدا مین ہجرت کرون
پس جب اُسنے ہجرت کی اور مال اپنا چھوڑا تو حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا پس جب صہیب پیغمبر خدا کی خدمت
مین حاضر ہوا تو حضرت نے یہ آیہ اُسپر پڑھا اور فرمایا اُس سے کہ بخ بخ ربح البیع اور اکثر مفسرین سے اسپر متفق ہین
کہ یہ آیہ زبیر بن عوام اور مقداد بن اسود کے حق مین نازل ہوا جب پیغمبر خدا نے اُنھین بھیجا تھا کہ خبیب بن عدی
پاس جائین اور اُسے اُتار لائین اُس لکڑی پر سے جسپر وہ مصلوب ہوا اور وہ مکہ مین مصلوب ہوا تھا اور چالیس
شخص مشرکون سے اُسکے گرد حفاظت کو اُسکی تھے پس اُن دونون شخصون نے جود وکرم اپنی ذات سے کرکے
ایسا کیا کہ اُسے لے آئے اور اگر جناب امیر المومنین کی شان مین نازل ہوا ہو تو وہ دلالت آنحضرت کی بزرگی پر کرتا ہی
اور یہ کہ نبی کی طاعت مین اُنھون نے جہاد فرمایا اور اپنی روح و جان کو تصدق کیا اور دے دیا آنحضرت کے واسطے
اور یہ سب اُمور مسلم ہین کسی کو اُسمین کلام نہین ہی ولیکن وہ نص امامت کے واسطے نہین ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین
انتہی ترجمہ کلامہ اور اِس کلام کے دیکھنے والے کو بخوبی واضح ہوگا کہ اسی کلام سے ظاہر ہوتا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کی
فضیلت اور کمال جہاد اُن جناب کا طاعت نبی مین اور بذل اپنے نفس کا فرمانا پیغمبر خدا کی حفظ حیات کے لیے
جسکے لیے یہ آیہ نازل ہوا اور شایا ہی اور محدثین و مفسرین فریقین کا اُسپر اتفاق ہی یہ فاضل بھی آخر مین تصریح جیسا کہ
بہ نسبت اُسکے خود کہا ہی وفی ہذہ مسئلۃ لاکلام لاحد فیہ پھر اُسکے ساتھ جو بعض اقوال شاذہ مفسرین متعصبین کو ذکر کیا
یا حکایت زبیر و مقداد کو وضع کرکے ملایا وہ محض تعصب کی وجہ سے ہی اور خاص اسلیے ہی کہ تا جہلا کے ذہن مین شبہہ
پیدا کرے اور امر حق کا یقین نہونے دے جیسا کہ شیطان وساوس پیدا کر دیتا ہی والا مسلمات کے مقابل مین
غیر مسلم و شاذہ موضوع کا ذکر کرنا کیا معنی اور فخر الدین رازی اور نظام الدین نیشاپوری اور ثعلبی وغیرہ سے زیادہ کون
اُنکے مفسرین مین ہین جنپر زیادہ اعتماد کیا جاوے اور اُس سے باسم کثیر و اکثر سمجھا جاوے اور اُنکے اقوال ہم نقل کر چکے
جس سے ثابت ہی کہ اُنکے مفسرین معتمدین جو مرتبہ امامت سے اُنکے اہل نحلہ مین قابض ہین اِس مضمون کو نقل کر چکے ہین
اسی لیے اِسکے جواب مین جناب قاضی نور اللہ شوستری نے جو فرمایا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ مین کہتا ہون کہ فخر الدین
رازی اور نظام نیشاپوری نے اپنی تفسیرون مین روایت کی ہی کہ یہ آیہ جناب علی ابن ابیطالب کی شان مین
نازل ہوا ہی جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اُسے روایت کیا ہی اور نزول اُس آیہ کا شان مین صہیب کی بھی روایت
کیا ہی اہلسنت نے مگر وہ روایت سعید ابن مسیب سے ہی جو ایک شقی اور فاسق دشمنان اہلبیت سے تھا اور اِس
مرتبہ اُسے دشمنی اہلبیت علیہم السلام سے تھی کہ وہ جمہور کی کتابون مین مسطور ہی اور جملہ عداوت سے اُسکی یہ حکایت ہی کہ
جناب علی ابن امام حسین علیہما السلام کے جنازے پر نماز کو نہین حاضر ہوا باوجود اِسکے کہ غلام نے اُسکے اُسے خبر وفات
آنحضرت کی پہونچائی اور یہ سنکر اُس غلام سے اُسنے خطاب بہ ترش روئی کیا اُس سے اور یہ اپنے مقام پر مذکور ہی اور

اسکے ساتھ اِس روایت کو مدلول آیہ سے کچھ ارتباط نہین ہی کیونکہ آیہ کا مدلول نفس و روح کا بذل و فدا کرنا ہی اور
روایت کا مدلول بذل بخشش و مال کے ہی شراء نفس نہین ہی اور کجا شراء نفس اور کہان مال کا دینا اور یہ بھی منجملہ
علامات کے ہی جو اُس شقی کی عداوت پر دلالت کرتی ہین اِس حیثیت سے کہ وہ اِسپر راضی نہوا کہ جو روایت کہ
متضمن منقبت و فضیلت پر جناب علی کے ہی اُسے وہ صرف کرے اُس شخص کے لیے جو عالی نسب و قرشی ہین بلکہ
اُسے اُنسے پھیر کر غلام بد رومی کے لیے ثابت کرنا چاہا اور جب یہ کہا تو اُس سے جانا گیا کہ وہ اہلبیت علیہم السلام کے
دشمنون سے ہی اور شاید کہ جب ناصب عداوت یہ سمجھا کہ اِس روایت کو مدلول آیہ سے ارتباط نہین ہی تو اپنے
دل سے زبیر و مقداد کے حق مین روایت اِسطرح بنائی کہ جس سے ارتباط مدلول آیہ سے موافق مراد حاصل ہو
واللہ الہادی للسداد اور جو اُسنے کہا ہی کہ وہ نص امامت مین نہین ہی پس یہ مکابرہ صریحہ ہی کیونکہ جب جبرئیل علیہ السلام
آنحضرت کے واسطے کہین کہ بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب اور یقینی یہ اِسپر دلالت کرتا ہی کہ مثل آنحضرت کے کوئی
اصحاب نبی مین نہ تھا تو اب یہ نص تعین امامت کے لیے آنحضرت کے ہی نہ اِس شخص کے لیے جو کسی چیز مین مماثل
آنحضرت کا نہو جیسا کہ وہ کلام صحیح ہی اور تفضیل مفضول کی باطل ہی جیسا کہ بیان اِسکا گذرا فقد کما اور کیا خوب کہا ہی
بعض فضلاء شعراء امامیہ نے تفضیل فضیلت مین اور جناب امیر علیہ السلام کے خواب گاہ رسول پر اُس رات آرام
کرنے مین نیست در بحث امامت معتبر قول فضول در شب ہجرت کہ خوابیدہ است بر جاے رسول انتہی ترجمہ
کلامہ رحمہ اللہ تعالی غرض یہ امر بخوبی ثابت ہوا کہ یہ آیہ شان مین جناب خلافت مآب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے
نازل ہوا ہی اور نزول اِسکا اُن جناب کے حق مین موافق اخبار متفق بین الفریقین و باتفاق اقوال مفسرین و مورخین
ثابت ہی اور جسنے مخالفت اِس بیان سے اختیار کی ہی سبب اِسکا بجز عناد و تعصب کے اور کچھ نہین ہی اور اُسنے بھی آخر کو
اِس قصہ کی تسلیم مین جو وجہ نزول اور موافق مدلول آیہ ہی سوا اتفاق کرنے کے اور کچھ چارہ نہین دیکھا اور بجز
اقرار و تسلیم کے کہ وہ مصداق الحق یعلو ولا یعلی ہی کچھ بنا نہین سکا جیسا کہ کلام فاضل روزبہان سے بھی کہ تعصب
و نصب اُنکا مشہور ہی بخوبی ظاہر ہی پھر اِس صورت مین جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی وہ قابل اعتماد و اعتبار کے ہی
اور ملوک الکلام ہی اور اگر چشم بصیرت ہو تو کافی ہی کہ جو خواب گاہِ رسول پر بعد ہجرت سویا وہی لائق اِسکے ہی کہ بعد آنحضرت کے
اُنکی مسند حکومت پر بھی متمکن ہو اور جیسا وہ سونا بحکم خدا اور مقبول بارگاہ احدیت تھا اُسی طرح اجلاس مسند حکومت
نبی پر بامر الہی اور مقبول بارگاہ صمدی ہو اور وہ مبارکبادی جو حضرت جبرئیل و میکائیل نے روز اول دی تھی
بقولہم بخ بخ من مثلک یا ابن ابیطالب وہ تمہید و مبارکبادی اِسی وصایت و خلافت کی تھی جو روز غدیر ظاہر ہوئی اور

چودھوان آیہ وتعیہا اذن واعیہ ہی

سب حاضرین صحابہ نے اُس مبارکبادی کو ادا کیا فتدبر چودھوان آیہ وانی ہاء یہ وتعیہا اذن واعیہ ہی یعنی ضبط
کرتا ہی اور حفظ کرتا ہی آیات قرآنی اور حقائق ربانی کا وہ کان جو حفظ کرنے والا ہی اور نگاہ رکھنے والا ہی خاصہ و عامہ نے

بطرق مستفیضہ روایت کی ہو کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی شان مین نازل ہوا ہو اسی جہت سے جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اثبات امامت وخلافت پر آنحضرت کی اس آیہ سے بھی استدلال کیا ہو اور فاضل روزبہان نے بھی باوجود اس تعصب کے جو انھین ہو جس عناد سے نص امامت کے لیے ہونے سے اسکے انکار کیا ہو لیکن صاف کہا ہو کہ مفسرون نے روایت کی ہو کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ سے فرمایا کہ مین نے خدا سے اپنے طلب کیا ہو کہ اذن واعیہ تیرے کان فرمائے بعد اسکے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پیغمبر خدا کے اس ارشاد کے بعد سے مین کبھی کسی بات کو بھولا نہین اور اسکے بعد فاضل روزبہان نے کہا ہو کہ یہ تفسیر وروایت مفسرین کی دلالت علم وحفظ وفضیلت پر آنحضرت کی کرتی ہو لیکن اسپر دلالت نہین ہو کہ یہ امامت کی نص ہو فقط راقم رسالہ کہتا ہو کہ ادنی غور سے یہ صاف معلوم ہوتا ہو کہ یہ انکار نص ہونے سے بعد اس روایت کے قبول کرنے کے مکابرہ ہو کیونکہ جب یہ ثابت ہوچکا کہ وہ حضرت اعلم ہین تو افضل بھی ہونا اُن جناب کا اورون سے یقینی ثابت ہوگا لقولہ علیہ السلام افضل العالم علی العابد کفضلہ علی ادناکم اور تفضیل مفضول یقینی باطل ہو پس وہ آیہ بالضرور امامت کے لیے اُن جناب کی نص متصور ہوگی اور جواب تفصیلی انشاء اللہ بعد اسکا اور بھی لکھا جائیگا بالفعل جو التزام اس کتاب مین ہو کہ تفسیر وتعیین مراد آیات قرآنیہ کے پہلے نقل روایات مقبولہ خصم سے کیجاتی ہو اُسے مین تمام کرتا ہون جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب حق الیقین مین لکھا ہو کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین اور حافظ ابو نعیم نے کتاب حلیہ مین اور واحدی نے کتاب اسباب نزول قرآن مین اور طبری نے خصائص مین اور راغب اصفہانی نے محاضرات مین اور ابن مغازلی نے کتاب مناقب مین اپنے اور ابن مردویہ نے مناقب مین اور اکثر مفسرین ومحدثین خاصہ وعامہ نے حضرت امیر المومنین اور ابن عباس وبریدہ سلمی اور ضحاک اور بہت جماعت سے روایت کی ہو اور بعض کی روایت کا ترجمہ لفظی یہ ہو کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے مجھے گود مین لیا اور فرمایا کہ مجھے میرے پروردگار نے حکم فرمایا ہو کہ مین تجھے اپنے سے قریب کرون اور اپنے علمون کو تجھے تعلیم کرون اور مجھپر ضرور ہو کہ اپنے پروردگار کی اطاعت کرون تیرے حق مین اور تجھے ضرور ہو کہ تو حفظ کر اور فراموش نہ کر بعد اسکے یہ آیہ نازل ہوا اور دوسری روایت مین فرمایا ہو کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین نے خدا سے اپنے سوال کیا ہو کہ یہ کان تیرے کرے اور خدا نے میری دعا کو قبول فرمایا پھر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکے بعد سے جو کچھ مین نے پیغمبر خدا سے سنا اُسے ہرگز فراموش نہین کیا اور کیونکر ہوسکتا ہو کہ فراموش کرون بعد آنحضرت کے دعا فرمانے کے اور فاضل زمخشری اور امام فخر رازی نے بھی باوجود اس تعصب کے جو آنحضرت کو ہی لیکن اس روایت کو نقل کیا ہو اور شاید کہ فاضل روزبہان نے انھین سے نقل کیا ہو اور فاضل زمخشری نے تفسیر کشاف مین اپنے کہا ہو کہ اذن واعیہ سے مراد وہ کان ہی

جسکی شان سے یہ ہو کہ جو کچھ سُنے اُسے نہ بھولے بلکہ اُسکا حفظ کرے اور ترک عمل سے ضائع نہ کرے بعد اِسکے جو
دوسری روایت جناب امیر سے منقول ہوئی اُسے روایت کیا ہی اور کہا ہی کہ اگر کوئی یہ کہے کہ کیا وجہ ہی جو خدا نے
اذن کو لفظ مفرد و نکرہ سے ادا فرمایا تو اُسکا جواب ہم یہ دینگے کہ اس اشعار کے واسطے یہ فرمایا کہ حفظ کرنے والے بہت کم ہین
اور اون آدمیون کے لیے اسمین سرزنش ہی اس امر کے واسطے اور اسمین دلالت اس بات پر ہی کہ ایک کان جو حفظ کرے
وہ بہت ہی اور خدا کے نزدیک بمنزلہ بہت جماعت کے ہی اور جماعت کی طرف اُسکے ہوتے پروا نہین ہی ہر چند وہ
جماعت سارے عالم کو بھردین انتہی ترجمہ کلامہ الزمخشری اور واقع مین یہ ہی کہ یہ باتین حق تعالی نے زمخشری کی
زبان پر جاری فرمائین اور انھون نے اِس قول مین اپنے اعتراف و اقرار کیا اِسکا کہ فائدہ بعثت کا اور نزول آیات کا
خاص جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی ذات مین عمل مین آیا اور پایا گیا اور وہ جناب علم الہی کے حافظ ہین
انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ جب یہ مسلم و مقبول باقرار و اعتراف لسانی ہو چکا تو پھر کیونکر ہو سکتا ہی
کہ ایسا عالم علوم الہیہ کا اُن چند جاہلون کے حکم کا محکوم ہو سکے جو احکام شرعیہ مین اُسکے محتاج ہون اور اُس سے
استفسار کرتے ہون اور اُسکے ذریعہ افادہ و تعلیم سے مہالک سے نجات پاتے ہون اور اُسکا اقرار کرتے ہون جیسا کہ
عمر خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت نے کہا کہ لولا علی لہلک عمر اور اگر باوجود آنحضرت کے اعلم و افضل ہونے کے بھی
جو مرتبہ تحقیق و ثبوت کو پہونچا ہی پھر بھی اور صحابیون سے مساوی یا مفضول آنحضرت کو العیاذ باللہ سمجھا جاے تو خلاف
بدیہت عقل کے ہوگا اور اسی کی طرف اشارہ قرآن مجید مین ہی جو حق تعالی نے فرمایا ہی هل يستوي الذين يعلمون والذين
لا يعلمون اور یہ استدلال ہمارا اسی آیہ سے باعتبار عموم لفظ و معنی آیہ ہی اور بعد اِسکے انشاء اللہ ہم ثابت کرینگے کہ یہ آیہ خاص
بحق علی ابن ابیطالبؑ نازل ہوئی ہی جناب مولانا ے شوستری علیہ الرحمہ نے کتاب احقاق الحق مین فاضل روزبہان
کے جواب مین فرمایا ہی کہ واحدی نے اسباب نزول القرآن مین بریدہ سے اور ابونعیم نے حلیہ مین جناب علی ابن
ابیطالبؑ سے اور ابو القاسم بن حبیب نے اپنی تفسیر زر بن حبیش سے کہ اُنسے بھی جناب علی ابن ابیطالبؑ سے روایت
کی ہی اور لفظ روایت اُسکا یہ ہی قال علی بن ابی طالب ضمنی رسول اللہ وقال امرنی ربی ان ادنیک ولا اقصیک وان تعلم وتعی
فنزلت وتعيها اذن واعية اور بعض نے اُنکے مفسرین سے وہ روایت کی ہی جسے خود فاضل روزبہان نے کہا ہی اور جب روایات کا
اختلاف موافق اُنکے مفسرین کی روایت کے ثابت ہی تو جو فاضل روزبہان نے کہا ہی کہ ردی للمفسرین یہ مطلق
نہین ہو سکتا اور یہ کہنا اُسکا تعصب سے ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین ہی اور صاحب کشاف اور فخر رازی نے اُس
روایت کے نقل کرنے کے بعد جسے فاضل روزبہان نے ذکر کیا ہی جناب امیر کی شان مین کہا ہی فان قیل لم قال اذن
واعية على التوحيد والتنكير قلت للايذان بان الوعاة فيهم قليلة ولتوبيخ الناس بقلة من يعي منهم وللدلالة على ان الاذن الواحدة اذا وعت وعقلت عن الله فهو
السواد الاعظم عند الله وان ما سواها لا يلتفت اليهم وان امتلأ العالم منهم انتهى اور اسکے بعد فرمایا ہی کہ مین کہتا ہون کہ یہ آیہ بنا بر اُسکے جو علامہ

اور امام اشاعرہ نے تفسیر و بیان مین اسکے کہا ہی دلالت اسپر کرتا ہو کہ وہ زمان جناب رسالتمآب سے مختص جناب
تعلاقت مآب حضرت علی بن ابیطالب سے تھا بسبب اسکے کہ ان مفسرین و محدثین نے تصریح کی ہی کہ جناب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعا آنحضرت کے حق مین قبول ہوئی اور حق تعالی نے اُنکے غیر کی توبیخ اس سے فرمائی
اور اُنکے غیر کی طرف التفات نہین ہی پس احق امامت کے ساتھ وہی حضرت ہونگے جیسا مدعی امامیہ کا ہی اور شائستہ
یہ ہی کہ یہان ایک تمہید لکھی جائے کہ جسپر آیندہ کے لیے مدار جواب کا ہو اور وہ یہ ہی کہ جو قرآن و حدیث مین تامل
کریگا وہ جانیگا کہ تفضیل نہین ہوتی مگر علم کے باعث سے جیساکہ جناب رسالتمآب نے فرمایا ہی کہ عالم کی فضیلت
عابد پر ایسی ہی جیساکہ عابد کی فضیلت تمھارے ادنی شخص پر ہی اور حق تعالی نے قرآن شریف مین فرمایا ہی انما یخشی اللہ
من عبادہ العلماء یعنی نہین ڈرتے خدا سے اُسکے بندون سے مگر جو عالم ہین اور اس سے ظاہر ہی کہ معنی اسکے یہ ہین
کہ خشیت و تقوے کا حصر علما مین ہی اور اسکے ساتھ یہ بھی حق تعالی نے فرمایا ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم یعنی کریم تر خدا کے
نزدیک تمسے وہ ہی جو متقی سب سے زیادہ ہی تم مین سے اور اسمین کوئی شک نہین ہی کہ جناب امیر علیہ السلام باقی
صحابہ نبی سے علم تھے کیونکہ سب کا آنحضرت سے امور دینی مین پوچھنا اور سوال کرنا مشہور ہی اور اسی طرح اُن جناب کے
آگے اورون کا اقرار اپنے جہل کا کرنا مذکور ہی یہان تک کہ عمر بن الخطاب خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت کا قول لولا علی
لہلک عمر ایسا سب کی زبان پر مثل رسول سے جاری ہی جیساکہ مثل کسی قوم مین سب کی زبان پر جاری ہوتی ہی
اور یہ دلیل اس کی صاف ہو کہ جناب امیر علیہ السلام اعلم تھے اب رہا یہ امر کہ جو اعلم ہی وہ افضل ہی یہ نص رسول جو مذکور ہوئی
بقولہ علیہ السلام فضل العالم علی العابد کفضلہ علی ادنا کم ثابت ہی اور جب صغری و کبری ہیئت شکل اول پر ثابت ہوگئی
تو اُسکا نتیجہ بدیہی ہوگا کیونکہ شکل اول بدیہی الانتاج ہی اور اُس سے جو کوئی انکار کرے وہ سوا مکابرہ و معاندہ کے
کچھ نہین سمجھا جاسکتا اور وہ لائق التفات کے نہین ہی انتہی ترجمہ کلامہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو جناب مولنائے
شوستری نے اثبات مین اس امر کے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور صحابہ سے اعلم تھے استدلال فرمایا ہی
وہ بہت درست و صحیح ہی اور کسی کو موافق و مخالف سے اسمین گنجائش سخن کی نہین ہی اور بنا بر توضیح و اقرار اکثر علما
و محدثین کے فریقین سے یہ ثابت ہی کہ جناب امیر کو لفظ و معنی قرآن کا علم سب سے زیادہ حاصل تھا یہان تک کہ
بنا بر نقل جناب آخوند مجلسی کے ثابت ہی کہ باوصف تعصب و کمال عناد شیخ ابن حجر نے کتاب صواعق مین اپنی
ابن سعد سے روایت کی ہی کہ جناب امیر نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ کوئی آیہ نازل نہین ہوا مگر یہ کہ مین جانتا ہون
کہ کسکے لیے نازل ہوا اور کہان نازل ہوا اور کس پر نازل ہوا بدرستیکہ عطا کیا ہی خدا نے مجھے ایسا دل جو سمجھنے والا ہی
اور ایسی زبان جو گویا ہی اور اسی فاضل نے کہا ہی کہ ابن سعد اور اورون نے ابی طفیل سے روایت کی ہی کہ جناب امیر نے
فرمایا کہ مجھسے سوال کرو کتاب خدا سے بدرستیکہ کوئی آیہ نہین ہی مگر یہ کہ مین جانتا ہون کہ شب کو نازل ہوا یا دن کو پہاڑ پر

نازل ہوا یا صحیح ہین اور ابن ابی داؤد و محمد بن سیرین نے روایت کی ہو کہ جب پیغمبر خدا نے عالم قدس کو انتقال
فرمایا تو علیؑ ابوبکر کی بیعت کو نہ حاضر ہوے اور فرمایا کہ مین نے قسم کھائی ہو کہ نماز کے سوا ردا دوش پر نہ ڈالونگا جب تک
کہ قرآن کو جمع کرون اُس ترتیب سے کہ نازل ہوا تھا جمع فرمایا ابن سیرین کہتا ہو کہ کیا ہوتا جو اُس قرآن کو مین پا جاتا کہ علم
اُسمین ہو اور طبری نے ام سلمہ سے روایت کی ہو کہ کہا انھون نے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ علی
قرآن کے ساتھ ہین اور قرآن علی کے ساتھ ہو اور دونون ایک دوسرے سے جدا نہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر
میرے پاس وارد نہولین اور بھی روایت کی ہو کہ حضرت رسولؐ نے مرض الموت مین اپنے فرمایا کہ ایہا الناس قریب ہو
کہ جلد میری روح کو قبض کرین اور مجھے تمھارے درمیان سے لیجائین اور مین زیادہ تمسے کلام نہین کرتا اور اپنے
عذر کو تمپر تمام کرتا ہون بدرستیکہ مین تمھارے درمیان چھوڑتا ہون اپنے پروردگار کی کتاب کو اور اپنی عترت کو جو
میرے اہلبیت ہین بعد اُسکے ہاتھ جناب امیرؑ کا پکڑا اور بلند کیا اور فرمایا کہ یہ علی قرآن کے ساتھ ہو اور قرآن علی کے
ساتھ ہو اور یہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہونچین پس اُنسے
مین پوچھونگا کہ کیونکر تمنے میری رعایت اِن دونون کے حق مین کی ہو انتھی توجیہ کلامہ اور آیات سابقہ کی تفسیر مین
اکثر روایتین علاوہ اِن روایات کے موافق طرق اہل سنہ کے نقل کی گئین ہین جنسے ثابت ہوتا ہو کہ جناب امیرؑ نے
مکرر اپنے عالم قرآن ہونے کا اظہار و ادعا فرمایا ہو اور کیونکر نہو کہ روایات صحاح سے ثابت ہو کہ وہ جناب دروازہ شہر
مدینہ علم کے ہین جابر قال اخذ رسول اللّٰہ بعضد علی و قال ھذا امام البررۃ و قاتل الفجرۃ مخذول من خذلہ منصور من نصرہ ثم
مد صوتہ و قال انا مدینۃ العلم و علی بابھا فمن اراد العلم فلیأت الباب رواہ الشعبی والضحاک و ابن المغازلی پھر جب وہ حضرت علم
نبی کے باب ہین تو عالم ہونا آنحضرت کا قرآن سے محتاج بہ بیان نہین ہو و عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللّٰہ اعلم امتی
من بعدی علی بن ابیطالب اور یہ نص ہی آنحضرت کے اعلم امت ہونے کی اور حافظ ابن مردویہ نے اپنے مناقب مین باسناد اپنے
روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے علی القران والقران مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور اِن سب سے ثابت ہی کہ وہ حضرت
اعلم امت ہین اور یہ ثبوت ایسا ہی کہ جسے شیخ ابن حجر نے بھی بمجبوری قبول کیا اور جو روایات اسکے ثبوت مین نقل کین
اُنمین باوصف اپنے تعصب کے رد نہ کر سکے اور یہ اول دلیل اور حجت کامل ہو اہلسنت کے لیے کہ اسے قبول کرین
اور کافی ہو آنحضرت کے خلیفہ و امام جاننے کو وہ مضمون جو شیخ ابن حجر کی روایت مین وارد ہی کہ جب وقت جناب
رسول خدا کا آیا تو فرمایا کہ مین جاتا ہون اور اپنے عوض تم مین دو چیزین چھوڑتا ہون پھر ہاتھ جناب امیرؑ کا پکڑا اور
فرمایا کہ یہ قرآن کے ساتھ ہو اور ایک دوسرے سے جدا نہونگے کیونکہ یہ صحیح ہی کہ لفظ و معنی قرآن کے آنحضرت کے ساتھ
ہین اور وہ جناب قرآن کے مفسر ہین اور قرآن اُنکی حقیت کی گواہی دیتا ہو اور قرآن کی متابعت بدون اُنکی متابعت کے
جائز نہین اور جسطرح قرآن واجب الاتباع ہو اُسی طرح وہ حضرت بھی مفترض الطاعت ہین اور بعد اُسکے پیغمبر بسبیل تاکید یہ فرمانا

آنحضرت کا کہ مین روز قیامت کو اُنکے حال سے پوچھونگا کہ کیونکر اُنکی رعایت کی تھی یہ دلیل واضح ہو اسپر کہ اُنھین مفترض الطاعت گردانا اور معنی امام و خلیفہ کے یہی ہین کہ اُمور دین و دنیا مین اُسکے حکم کے مطیع ہون اور یقینی جو شخص کہ عقل سلیم رکھتا ہوگا اور بلا تعصب و عناد اِس حدیث مین تامل کریگا وہ جانیگا کہ یہ نص صریح خلافت و امامت کی آنحضرت کی ہی اور یہ علاوہ اِسکے ہی جو اعلم ہونے کے اثبات مین ذکر اُس حدیث کا کیا گیا اور اُس سے اور اِسکے نظائر سے اعلم ہونا اُن جناب کا تمام اُمت سے ثابت کر کے لکھا گیا ہی کیونکہ وہ اپنے محل پر خود ایسی صفت ہی کہ جس سے اولویت امامت کے لیے اُن جناب کی ثابت ہی کیونکہ جب وہ حضرت اعلم اُمت بنص رسول ہوے اور حافظ احکام و آیات قرآنیہ بنص الٰہی ہوے تو کسی طرح جائز نہین ہی کہ اور اشخاص اُمت سے جو اِس مرتبہ پر نہین وہ اُنکی موجودگی مین امام و خلیفہ بنائے جائین اور اعمی بصیر پر حاکم مقرر کیے جائین اور جاہل اہل علم کے مالک رقاب ہون جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی قل هل یستوی الاعمی والبصیر ام هل تستوی الظلمات والنور اور واضح ہو کہ مصنف کتاب محجت الخصام نے باب حادی وستون ومائہ مین روایت کی ہی ابن شہر آشوب سے کہ اُسنے فاضل نیشاپوری سے روضة الواعظین مین روایت کی ہی کہ اُسنے کہا کہ عروہ بن زبیر نے بعض تابعین انس بن مالک سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ حق مین علی ابن ابیطالب کے نازل ہوا یہ آیہ امن هو قانت اناء اللیل ساجدا و قائما یحذر الآخرة و یرجو رحمة ربه قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب یعنی آیا وہ شخص کہ جو دعا و عبادت مین شب کو بسر کرتا ہی اِس طرح کہ کبھی سجدہ کرتا ہی کبھی نماز مین اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہی اور عذاب آخرت سے ڈرتا ہی اور اپنے پروردگار کی رحمت سے امید مغفرت رکھتا ہی کہو اے محمد کہ آیا برابر ہین وہ اشخاص جو صاحبان علم ہین اور وہ جو نادان ہین اور ہرگز خدا کو یاد نہین کرتے مگر جو صاحبان عقل و علم ہین وہ راوی کہتا ہی کہ اِسکے نازل ہونے کے بعد مین جناب امیر علیہ السلام کی خدمت مین گیا مغرب کے وقت پس مین نے آنحضرت کو اِس حال مین پایا کہ نماز پڑھتے رہے اور قرآن کی تلاوت مین مشغول رہے یہان تک کہ صبح طالع ہوئی بعد اِسکے پھر آنحضرت نے وضو کی تجدید فرمائی اور دولت سرا سے مسجد کی طرف تشریف لائے اور سب کے ساتھ فریضۂ صبح کو ادا کیا بعد اِسکے تعقیبات صلواۃ کے پڑھنے مین مشغول ہوے یہان تک کہ آفتاب طالع ہوا بعد اِسکے لوگ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوے اور وہ حضرت اُنکے بارے مین حکم مناسب ارشاد فرماتے رہے یہان تک کہ وقت نماز ظہر آیا اور اُن جناب نے وضو کی تجدید فرمائی اور اپنے صحابیون کے ساتھ نماز ظہر کو ادا فرمایا اور پھر تعقیب مین بیٹھکر مشغول ہوے یہان تک کہ نماز عصر کو اُنکے ساتھ پڑھا بعد اِسکے پھر سب حاضرین کے بارے مین حکم فرماتے رہے اور فتوی دیتے رہے انتہی توجیہ الروایة اور بنابر اِس روایت کے جو استدلال ہمنے عموم آیہ سے کیا تھا اُس سے قوت نص کی حاصل ہوئی اور اب کسی طرح جائز نہین ہو سکتا کہ وہ حضرت جو صاحب اذن واعیہ مین محکوم اپنے غیرون کے جو لا یعلمون مین سے ہین

ہوسکیں اور جب یہ نہ جائز ہوا تو وہی حضرت بعد رسول خدا کے بلافصل خلیفہ و جانشین آنحضرت کے تھے اور
بعد ان جناب کے اولاد معصومین سے جو وصف الذین یعلمون سے متصف ہین خلفائے رسول ہین فتدبر الحمد للہ
الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ پندرھوین آیہ وافی ہدایہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن
باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین الذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم
وانفسہم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ہم الفائزون یعنی آیا گردانتے ہو پانی دینا حاجیون کے لیے چاہ زمزم سے اور عمارت
بنائی مسجد الحرام کی مثل اس شخص کے اعمال کے جو ایمان لایا ساتھ خدا کے اور روز قیامت کے اور جہاد کیا ہی
راہ خدا مین یہ برابر نہین ہین بزرگی مین اور خدا ہدایت نہین کرتا راہ بہشت کی گروہ ستمگاران کو اور وہ جو ایمان
لائے ہین اور ہجرت کی ہی دار الاسلام کی طرف اور راہ خدا مین جہاد کیا ہی اپنے مال سے اور اپنی جانون سے بزرگتر ہی
مرتبہ انکا خدا کے نزدیک اور وہ رستگار ہین اپنے مقصود کے ساتھ پوشیدہ نہ رہے کہ مفسرین و محدثین فریقین نے
اسپر اتفاق کیا ہی کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہی چنانچہ مصنف کتاب حجت الخصام نے
باب ثالث وستون مین مفسرین و محدثین اہلسنت سے نو حدیثین انکے طریق کے موافق نقل کی ہین جنسے یہ امر
بخوبی ثابت ہوتا ہی بعض انمین سے وہ ہی جو ثعلبی نے اپنی تفسیر مین روایت نقل کی حسن و شعبی اور محمد بن کعب قرظی سے
کہ انھون نے کہا کہ یہ آیہ نازل ہوا علی ابن ابیطالب اور عباس بن عبد المطلب اور طلحہ بن شیبہ کے بارے مین اور
یہ اسطرح ہی کہ انھون نے افتخار کیا تھا پس طلحہ نے کہا کہ مین صاحب بیت ہون اور کنجیان اسکی میرے ہاتھ مین ہین
اور اگر مین چاہون تو مسجد مین سو سکتا ہون اور ابن عباس نے کہا کہ مین پانی پلاتا ہون حجاج کو اور قائم ہون
چاہ زمزم پر مین اگر چاہون تو مسجد مین سو سکتا ہون اور جناب امیر نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ تم دونون
کیا کہتے ہو مین نے چھ مہینے پیشتر سب سے نماز پڑھی ہی اور صاحب جہاد ہون اسوقت حق تعالی نے یہ آیہ نازل
فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ اور بعض انمین سے وہ ہی
جو ابن مغازلی شافعی نے اپنی کتاب مناقب مین باسناد اپنی روایت کی ہی اسمعیل بن جابر سے روایت کی ہی
کہ کہا اسنے کہ یہ آیہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام نازل کیا گیا حق مین علی و عباس کے اور انمین سے ہی جو رزین
عبدری نے جمع بین الصحاح الستہ کے جز ثانی مین صحیح نسائی سے روایت کی ہی کہ کہا اسنے کہ حدیث کی ہمسے
محمد بن کعب قرظی نے اور کہا کہ افتخار کیا طلحہ بن شیبہ نے جو بنی عبد دار سے تھا اور عباس بن عبد المطلب نے
اور علی ابن ابیطالب نے پس کہا طلحہ بن شیبہ نے کہ مفتاح بیت اللہ میرے پاس ہی مین اگر چاہون تو اسمین
شب باش ہون اور عباس نے کہا کہ مین صاحب سقایہ اور قائم ہون اس خدمت پر اگر چاہون تو اسمین شب کو
رہ سکتا ہون یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مین نہین سمجھتا کہ تم دونون کیا کہتے ہو مین نے قبلہ کی طرف

نماز چھ مہینے پہلے سب کے نماز پڑھنے سے پڑھی ہو اور مین صاحب جہاد ہون پس حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا
اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین اور نیز اسی ہے
جو ابراہیم بن محمد حموینی نے بذریعہ اپنی اسناد کے انس بن مالک سے روایت کی ہو کہ کہا اُسنے کہ عباس بن عبد المطلب
اور شیبہ صاحب بیت بیٹھے ہوئے افتخار کر رہے تھے پس عباس نے کہا کہ مین تجھسے افضل ہون کیونکہ مین
پیغمبر کا چچا اور اُنکے باپ کا وصی ہون اور حجاج کو پانی پلانے کی خدمت میرے پاس ہو یہ سنکر شیبہ نے
کہا کہ مین تمسے اشرف ہون مین خدا کا امین ہون اُسکے گھر پر اور خزینہ دار ہون اُسکا پس جیسا اُسنے مجھے امانت دار
فرمایا تمھین نہین کیا یہ کہکر وہ دونون آدمی جھگڑتے تھے یہان تک کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ بھی
وہان تشریف لائے اُسوقت عباس نے شیبہ سے کہا کہ آیا انکے حکم پر تم راضی ہو شیبہ نے کہا کہ ہان مین راضی ہون
جو کچھ یہ فرماوین پس جب شیبہ و عباس فیصلہ علی ابن ابیطالبؑ کا قبول کر چکے تو عباس نے جناب امیرؑ کو ٹھہرایا
وہ حضرت ٹھہرے بعد اُسکے عباس نے کہا کہ شیبہ فخر کرتا ہی مجھپر اور اپنے گمان مین یہ سمجھتا ہو کہ وہ مجھسے اشرف ہی یہ سنکر
آنحضرت نے عباس سے فرمایا کہ پھر چچا تمنے کیا کہا عباس نے کہا کہ مین نے کہا کہ مین پیغمبر کا چچا ہون اور اُنکے
باپ کا وصی ہون اور حجاج کے پانی پلانے کی خدمت میرے پاس ہو اور مین اشرف ہون بعد اُسکے آنحضرت نے
شیبہ سے فرمایا کہ ای شیبہ تو نے کیا کہا شیبہ نے کہا کہ مین نے عباس سے کہا کہ بلکہ مین اشرف ہون تمسے مین
امین ہون خدا کا اور اُسکا کلید بردار و خزانہ دار ہون اور جسطرح مجھے اُسنے امانت دار فرمایا تمھین نہین کیا راوی
کہتا ہو کہ یہ سنکر آنحضرت نے دونون سے فرمایا کہ مین بھی تمھارے ساتھ فخر کرون دونون نے کہا کہ بہتر ہو جو فخر
آپ کے واسطے ہو آپ بھی فرمائیے یہ سنکر فرمایا کہ مین تم دونون سے اشرف ہون اسلیے کہ مین اِس اُمت کے مردون
مین سے سب سے پہلے ایمان بوعید خدا لایا اور ہجرت کی اور راہ خدا مین جہاد کیا اُسکے بعد تینون آدمی پیغمبر خدا کی
خدمت مین حاضر ہوے اور سامنے حضرت کے بیٹھے اور ہر ایک نے اپنے اپنے فخر کو حضرت کے سامنے ظاہر
کیا جناب رسول خدا نے سنکر کسی کا کچھ جواب نہ دیا اُسکے چند روز کے بعد وحی نازل ہوئی اُسوقت اُن جناب نے
تینون شخصون کو طلب فرما کر یہ آیہ تلاوت فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ الخ
اسی طرح ابونعیم اصفہانی نے باسناد اپنی عامر سے روایت کی ہو کہ یہ آیہ بحق علی ابن ابیطالبؑ نازل ہوا اور نیز راوی نے
باسناد اپنی ضحاک سے کہ اُسنے ابن عباس سے روایت کی ہو کہ بحق علی ابن ابیطالبؑ یہ آیت نازل ہوئی اور نیز
ابونعیم نے باسناد اپنی شعبی سے روایت کی ہو کہ کہا اُسنے کہ علی و عباس و شیبہ نے آپسمین کلام کیا سقایت و سدانت
مین پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ اُسکے قول تک حتی یاتی اللہ بامرہ حتی
فتح مکہ فانقطع الہجرۃ اور مالکی نے فصول مہمہ مین کہا ہو کہ واحدی نے اپنی کتاب مین جو اسباب نزول سے موسوم ہی

نقل کیا ہو کہ حسن و شعبی و قرطبی نے کہا ہو کہ علی و عباس و طلحہ بن شیبہ نے افتخار کیا پس طلحہ نے کہا کہ مین صاحب
بیت ہون اور اُسکی کنجی میرے ہاتھ مین ہو اگر مین چاہون تو اُسمین رہون اور عباس نے کہا کہ مین صاحب
سقایت ہون اور اُسپر قائم ہون یہ سُنکر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا کہ مین یہ کچھ نہین سمجھتا مین نے
سب آدمیون سے چھ مہینے پیشتر نماز پڑھی ہی اور صاحب جہاد ہون اُسوقت حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا اجعلتم
سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لایستون عند اللہ یہان تک کہ فرمایا اُسنے الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا
فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون اور سوا اِسکے اور بھی روایات تفسیری اِس آیہ کے موافق
طرق اہلسنت بہت ہین اِسقدر یہان ملاحظہ منصفین کے لیے نقل کرنا کافی سمجھا گیا کیونکہ جب اخبار موافق طرق
امامیہ جو تفسیر مین اِس آیہ کے وارد ہین لکھے جائینگے تو اُس سے ظاہر ہو گا کہ یہ مضمون اخبار فریقین مین وارد ہو اور
محدثین و مفسرین فریقین مین نقل روایت تفسیری مین اِس آیہ کے اتفاق ہو جس سے وہ لائق استدلال و احتجاج کے ہی
واضح ہو کہ مصنف حجت الخصام نے باب رابع وستون مین سات روایتین موافق طرق خاصہ امامیہ کے
تفسیر مین اِس آیہ کے نقل کی ہین جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ آیہ جناب مولٰنا امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی
شان مین نازل ہوا ہو منجملہ اُنکے وہ روایت ہو جسے علی ابن ابراہیم نے اِس آیہ کی تفسیر مین نقل کیا ہو اِسطرح سے
کہ کہا ہو کہ حدیث کی مجھسے میرے باپ نے صفوان سے کہ اُسنے ابن مسکان سے اور اُسنے ابی بصیر سے کہ اُسنے
جناب امام ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ فرمایا آنحضرت نے کہ نازل ہوا یہ آیہ حق مین علی و حمزہ و عباس
و شیبہ کے کہا تھا عباس نے کہ مین افضل ہون اسلیے کہ سقایت حجاج کی میرے ہاتھ مین ہو اور شیبہ نے کہا تھا
کہ مین افضل ہون اسلیے کہ حجابت بیت اللہ کی میرے ہاتھ مین ہو اور حمزہ نے کہا کہ مین افضل ہون اسلیے کہ عمارت
مسجد الحرام کی میرے ہاتھ ہو اور فرمایا تھا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے کہ مین افضل ہون اسلیے کہ مین تم سب سے
پہلے ایمان لایا اور ہجرت کی اور جہاد کیا مین نے راہ خدا مین اِسکے بعد سب اِسپر راضی ہوے کہ اپنا اپنا فخر
پیغمبر خدا کے سامنے بیان کرین جو کچھ وہ حضرت فرماوین پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج و
عمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لایستون عند اللہ اُسکے قول تک ان اللہ عندہ اجر عظیم اور منجملہ اُسکے وہ روایت ہو
جسے محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی ابو بصیر سے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام یا جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہو تفسیر قول خدا تعالیٰ مین اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ الیوم الاخر
کہ یہ آیہ نازل ہوا حمزہ و علی و جعفر و عباس و شیبہ کی شان مین کیونکہ اُنھون نے فخر کیا تھا سقایت و حجابت کی
راہ سے پس حق تعالیٰ نے اِس آیہ کو نازل فرمایا اور تھے علی و حمزہ و جعفر وہ بزرگوار جو ایمان لاے تھے ساتھ خدا کے
اور روز آخرت کے اور جہاد کیا تھا راہ خدا مین جو خدا کے نزدیک اورون سے برابر نہین ہوسکتے تھے اور اُسی سے ہو

جو عیاشی نے اپنی تفسیر مین ابو بصیر سے کہ انھون نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ فرمایا
آنحضرت نے کہ بتحقیق جناب امیر المومنین سے کہا گیا کہ یا امیر المومنین جو آپ کے مناقب سے زیادہ افضل ہوں سے
خبر دار فرمایئے یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا بعد اسکے فرمایا کہ مین اور عباس اور عثمان بن شیبہ مسجد الحرام مین تھے
کہ عثمان بن شیبہ نے کہا کہ مجھے پیغمبر خدا نے کنجیان مسجد کی عطا فرمائین اور عباس نے کہا کہ مجھے پیغمبر خدا نے خدمت
حجاج کے پانی پلانے کی یعنی چاہ زمزم سے عطا کی اور اے علی ابن ابیطالب یہ خدمت تمکو نہین دی اسکے بعد فرمایا
کہ حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ
اور اسی سے ہی جو مولانا ے طبرسی علیہ الرحمہ نے تفسیر مجمع البیان مین روایت کی ہو اسطرح کہ فرمایا ہو کہ روایت کی ہو
حاکم ابو القاسم حسکانی نے باسناد اپنی ابو بریدہ سے کہ اسنے اپنے باپ سے روایت کی ہو کہ اسنے کہا کہ ایک دن شیبہ
و عباس تفاخر کر رہے تھے اسمین جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ تم دونون کیا
تفاخر کر رہے ہو یہ سنکر عباس نے کہا کہ مجھے وہ بزرگی ملی ہو جو کسی کو نہین حاصل ہوئی کہ وہ سقایت حاج کی خدمت ہو
اور شیبہ نے کہا کہ مجھے عمارہ مسجد الحرام ملی ہو یہ سنکر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مین بھی تم دونون سے بیان کرون مجھے کم سنی سے
ایسی بزرگی خدا نے عطا فرمائی ہو جو تم دونون کو نہین حاصل ہوئی یہ سنکر دونون شخصون نے پوچھا کہ وہ بزرگی کیا ہو
جو آپ کو ملی ای علی ابن ابیطالبؑ فرمایا کہ مین نے تلوار تمھاری ناک پر ماری یہان تک کہ تم خدا و رسول کے ساتھ
ایمان لاے یہ سنکر عباس غصہ سے اٹھ کھڑے ہوے اپنی عبا زمین پر کھینچتے ہوے یہان تک کہ پیغمبر خدا کی خدمت مین
حاضر ہوے اور عرض کیا کہ آپ نہین دیکھتے کہ کس درشتی سے علی ابن ابیطالبؑ نے میرا مقابلہ کیا یہ سنکر پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ علی ابن ابیطالبؑ کو میرے پاس لاؤ جب حضرت حاضر ہوے تو فرمایا کہ تمھین کیا سبب ہوا تھا جو چچا سے اپنے بدرشتی
مقابلہ کیا یہ سنکر جناب امیرؑ نے عرض کیا کہ ای رسولؐ خدا جو مین نے کہا اسمین حق کی مین نے تصدیق کی ہو چاہے وہ
ناراض ہون اور چاہے خوش و رضی ہون یعنی جو سچ تھا وہ مین نے کہا ہو اسکے بعد جبرئیل آئے اور کہا کہ ای محمدؐ
تمھارا پروردگار تمپر سلام بھیجتا ہو اور فرماتا ہو کہ انپر پڑھو اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر الی
قولہ ان اللہ عندہ اجر عظیم اور اسی طرح روایات کثیرہ سے جو بطریق خاصہ وارد ہین ثابت ہو کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین کی شان مین
نازل ہوئی اور واضح ہوتا ہو کہ اس بارے مین یہ خبار متفق علیہ فریقین اسلام کے ہین اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ مورد
نزول اس آیہ کے وہ حضرت ہین تو بخوبی معلوم و واضح و ثابت ہوتا ہو کہ امامت کے لیے بھی وہی حضرت احق و
اولی ہین کیونکہ بموجب ان روایات اور آیت کے یہ صاف واضح ہوتا ہو کہ مناط فخر و فضل کا اور رستگاری و سعادت
دارین کا ایمان لانا ساتھ خدا و رسولؐ کے اور ہجرت و جہاد ہو راہ خدا مین اور باتفاق جملہ اہل اسلام بحسب زمان
و مرتبہ جناب امیر المومنین علیہ السلام ان صفات مین جملہ صحابہ سے اسبق تھے اور یہ مضمون ہم تفسیر آیات سابقہ مین موثق

روایات فریقین کی مکرر لکھہ آے ہین اور بسبب موافقت مقام کے پھر چند روائتین نقل کرتے ہین تاکہ صدق دعوی ہمارے شاہد ہون اور جب سبقت اُن جناب کی اورون سے ثابت ہو چکی تو موفق السابقون السابقون اولئک المقربون وہی حضرت سابق الایمان اور مقرب بارگاہ ملک المنان ہین اور احق اسکے ہین کہ بلافصل امام و جانشین جناب سید الانس والجان ہون نہ غیر اُنکے جو کسی طرح اُن صفات مین آنحضرت کے ساتھ ادعاے مساوات نہین کر سکتے اور یہ بات ایسی ہی کہ محتاج زیادہ غور و تامل کی نہین ہی صاحب ذہن سلیم کو ادنی توجہ سے یقین کامل حاصل ہو سکتا ہی ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور بالجملہ جو ہمنے کہا ہی کہ ہم تائید کلام کے لیے اپنے بعض اخبار نقل کرینگے موفق اُسکے ہم کہتے ہین کہ جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین مین ذیل تفسیر مین اس آیہ کے فرمایا ہی کہ عبد البر نے کتاب استیعاب مین روایت کی ہی سلمان و ابوذر و مقداد و حذیفہ و جابر و ابو سعید خدری اور زید بن ارقم سے کہ علی علیہ السلام اول وہ شخص ہین کہ جنھون نے اسلام قبول کیا اور یہ سب جماعت انھین اور جملہ صحابہ پر تفضیل دیتی ہی اور محمد بن اسحاق نے نقل کی ہی کہ اول وہ شخص جو ایمان خدا اور رسول پر اسکے مردون سے لایا علی علیہ السلام تھے اور ابن شہاب نے بھی کہا ہی کہ مردون سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے اور بعد اُنکے خدیجہ کبری تھین اور کہا ہی اُسنے کہ روایت بہت سی سندون سے سلمان سے مروی ہوئی ہی کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اول تمسے حوض کوثر پر وارد ہونے والا مجھپر وہ شخص ہی جو سب سے پہلے میرے ساتھ ایمان لایا ہی اور وہ علی علیہ السلام ہین اور کہا ہی کہ یہ مضمون بہت سی روایتون مین مذکور ہی اور ابن عباس سے روایت کی ہی کہ علی مین چار خصلتین تھین جو اور کسی مین نہ تھین پہلے یہ کہ عرب و عجم سب سے پہلے پیغمبر خدا کے ساتھ انھون نے نماز پڑھی تھی دوسرے ہر لڑائی مین پیغمبر خدا کا علم اُنکے پاس رہتا تھا تیسرے یہ کہ جنگ احد مین سب اُنکے سوا بھاگ گئے وہی حضرت ثابت رہے چوتھے یہ کہ انھین حضرت نے پیغمبر خدا کو غسل دیا اور قبر مین اُتارا اور ابو مظفر سمعانی نے کتاب فضائل الصحابہ مین اور دیلمی نے فردوس مین اور اورون نے ابوذر و ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ملائکہ نے سات برس علی ابن ابیطالب پر صلوات بھیجی ہی کیونکہ سوا اُنکے کوئی میرے ساتھ نماز نہ پڑھتا تھا اور دوسری روایت مین ہی کہ پیشتر اسکے کہ کوئی انسان مسلمان نہ تھا اور کتاب فردوس مین روایت کی ہی کہ اول وہ شخص جسنے میرے ساتھ نماز پڑھی علی ابن ابیطالب تھے اور آنحضرت کے ایمان کا سابق ہونا متواترات سے ہی اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنی مسند مین بہت سی سندون سے آنحضرت کے ایمان کا سابق ہونا ذکر کیا ہی نقل اُن روایات کی سبب تطویل ہی علاوہ اسکے اکثر اس سے پیشتر نقل بھی ہو چکی ہین اور کامل الایمان ہونا آنحضرت کا اُس شخص پر جسے کچھ بھی بہرہ ایمان سے ہو ظاہر ہی جیسا کہ حافظ ابو نعیم نے کتاب ما نزل فی القرآن فی علی علیہ السلام مین ابن عباس سے روایت کی کہ خدا نے کوئی سورہ قرآن مین نہین نازل فرمایا مگر یہ کہ علی امیر شریف اُس سورے کے ہین تحقیق کہ حق تعالی نے

اصحاب محمدؐ کو بہت جگہ پر قرآن مین عتاب فرمایا ہی لیکن جناب امیر علیہ السلام کے لیے سوا خیر و نیکی کے کچھ نہین فرمایا یعنی جناب امیر علیہ السلام کو جہان قرآن مین یاد فرمایا ہی بہ نیکی یاد فرمایا ہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ اُن جناب کا مرتبہ تو بڑا ہی شیعون کو آنحضرت کے جب تصدق اُنکی ولایت و دوستی کے بلفظ خیر البریہ یاد فرمایا جیساکہ یہ مضمون بشہادت نبی آخر الزمان علیہ وآلہ صلوات اللہ الملک المنان ثابت ہوا اور یہ روایت آخر کتاب نبوت مین بذیل اخبار وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ مذکور ہوئی پھر بہ نسبت اُن جناب کے جو وصی حقیقی حبیب خدا کے اور امام اوّل شیعون کے اور معصوم ہین اور کیا یقین کیا جا سکتا ہی سوا اسکے کہ اس روایت حافظ ابو نعیم کی جو ابن عباس سے نقل کی ہی اور وہ لفظ و معنی کی راہ سے اخبار کثیرہ سے معاضد ہی تصدیق کرین — اللھم اجعلنی من شیعۃ علی علیہ السلام واجعلنی من خیر البریہ برحمتک یا ارحم الراحمین انک علی کل شئ قدیر و بالاجابۃ جدیر و قد امتنعت التسوید لاسباب مانعہ وحصلت الفراغ عن الاستدلال ببعض الایات فی الرابع والعشرین مضین من شہر ربیع الاول سنہ الالف و مائتان و خمس و تسعون من الھجرۃ یوم الجمعۃ فی بلدۃ فیض آباد التی ھی اول ارض مسقط راسی تراب بہا فاحمد اللہ واصلی علی نبیہ و الہ الطاھرین علی ما وفقنی باتمام ھذا الکتاب الی حیث یشاء واسالہ القبول والاشاعۃ والھدایۃ للخلق الکثیر وان یغفر لی ویرضی عنی فی الدنیا والاخرۃ خصوصًا فی عرصۃ القیامۃ فی جم غفیر وان یحشرنی مع اولیائی محمد والہ الطاھرین المعصومین الذین ھم خلفاء یوم الغدیر ربنا تقبل منا انک انت السمیع البصیر

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ علی رسولہ وحبیبہ محمد وآلہ الطاہرین اما بعد طالبان راہ خدا اور جویندگان طریقہ ائمہ علیہم التحیتہ والثنا کو مبارک ہو کہ درنیولا چراغ راہ دین نجم فلک شرع مبین ہادی دارین مجموعۂ ارشادات حضرت رسول الثقلین رونق محفل عظمت و برتری سرسبد مذہب حقہ اثنا عشری ہدایت ذخائر مسمی بہ انارۃ البصائر و کشف السرائر مصنفہ ابلغ علماء الزمان المحمود بالسنۃ الاکابر والاعیان مرجع اعاظم العلماء الفحول رئیس فقہاء الفروع والاصول خیر العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید افضل علی خان بہادر بار جنگ اس کتاب لاجواب مین اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا بڑی شرح و بسط سے بیان ہی تکمیل عقائد حقہ ہر ہر فقرہ سے عیان ہی۔ ایک مقدمہ اور پانچ باب اور ایک خاتمہ مین کل امور متعلق اصول دین کو بدلائل قاطعہ بیان فرمایا ہی۔ اسپر بھی دیکھنے والا یہی کہیگا کہ گویا دریا کوزے مین سمایا ہی۔ اس رتبہ کی کتاب جسمین سراپا براہین ساطعہ سے مطالب کو ثابت کیا ہو اگر کسی نے دیکھی ہو تو بتادے۔ عبارت اردو عام فہم مین اسلیے لکھا تاکہ کم استعدادون کے بھی کام آوے شکر اللہ کہ یہ کتاب ہدایت انتساب مطبع عالی و نامور مشہور نزدیک و دور جناب منشی نولکشور لازال بالفرح والسرور واقع لکھنؤ محلہ حضرت گنج مین حسب تحریک جناب مصنف عالی مقام ماہ اگست ۱۸۹۵ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۳ ہجری حلیۂ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دست آویز مشتاقان ہوئی

حق تالیف اس کتاب کا انجاب مصنف صاحب بحق مطبع اودھ اخبار محفوظ ہے۔